اِزالۃُ الخفاء

عن خلافۃ الخلفاء

مترجم

تالیف حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ

مترجمہ

مولانا اشتیاق احمد صاحب دیوبندی

جلد سوم

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

فہرست مضامین

ازالۃ الخفاء (مترجم)

جلد سوم

ازالۃ الخفاء

عن

خلافۃ الخلفاء

جلد سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقصدِ دوم

در ذکر جملہ صالحہ از آثر و مناقب خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ بہ نقل مستفیض ثابت شدہ و قدر مشترک در ہر بابے بتواتر رسیدہ و در صدرِ مقالہ باید دانست کہ مقصودِ ما مجرّد سرد قصص ایشان نیست بلکہ استقراء جزئیاتِ قصص و انتقال ازاں بکلیات فضائلے کہ آں تشبہ بالانبیاء علیہم السلام من حیث نبوتہم بظہور رسد یا لوازمِ خلافتِ خاصہ کہ اقصے سعادتے کہ اُمتیاں را میسر می شود ہماں تواند بود بآں خصال متحقق گردد آیا ماشئت فقل و تقریب ایں قصص باصل مقصد موقوف است بر تقدیم سہ نکتہ۔

محاسن و مناقب خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متعلق ایسی صاف و دلنشین باتوں کے بیان میں جو کہ نقلِ مستفیض سے ثابت ہیں اور ہر باب میں جو قدر مشترک ہے وہ تواتر کے مرتبہ کو پہنچا ہوا ہے۔ ابتداء کلام میں ہی یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہمارا مقصود صرف اِن حضرات کے قصّے بیان کرنا نہیں ہے بلکہ جزئیاتِ قصص کو زیر غور و فکر لانا اور اُن سے منتقل ہونا ہے اُن کلیاتِ فضائل کی جانب کہ جن سے ان کا انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان صفات میں تشبّہ عیاں ہوجاتے جو اُن کی نبوّت کی حیثیت سے تعلّق رکھتی ہیں یا (یوں کہہ لیجئے کہ) لوازم خلافتِ خاصہ کا جن خصائل سے تحقق ہوتا ہے جو اس سعادت کا منتہا ہوسکتی ہیں جو کسی نبیؑ کے اُمتیوں کو میسّر ہوجائیں جو کچھ دل چاہے کہہ لیجئے (بات ایک ہی ہے) اور ان قصص کو اصل مقصد سے قریب لانا اس پر موقوف ہے کہ پہلے تین نکتے بیان کردیئے جائیں۔

نکتۂ اُولیٰ در بیان صفاتے کہ پیغامبر را از جہت پیغامبری حاصل می شود باید دانست کہ اصل نبوت پیغامبرانِ اولی العزم ارادہ حق ست تبارک و تعالےٰ لطف بر بندگانِ خود و تقریب ایشان بخیر و تبعید ایشان از شرور رفع ظلماتِ مظالم از ایشاں

پہلا نکتہ اُن صفات کے بیان میں جو پیغمبر کو پیغمبری کی حیثیت سے حاصل ہوتی ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ اولوالعزم پیغمبروں کی نبوّت کے لئے جو بنیادی چیز ہے وہ اللہ تبارک وتعالےٰ کا اپنے بندوں پر لطف کرنے کا ارادہ ہے کہ ان کو خیر سے قریب اور شر سے بعید کردے اور جو مظالم ان سے

بواسطہ بعث پیغامبرے ازمیان ایشان و اعلاء کلمۃ او و اظہار حجج او و شائع گردانیدن علم او کما قال سبحانہ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ الآیۃ وکما ورد فی الحدیث القدسی اَن اللہ نَظَرَ الی اهل الارض فمقتهم عربهم وعجمهم الا بقایا من اهل الکتاب وانما بعثتک لِاَبتلیک وابتلی بک الحدیث[1] و از لوازم نبوت و بمنزلہ اجزاء او تمیز ایں شخص ست کہ پیغامبری او خواستہ اند از سائر افراد بشر در ہر دو قوتِ نفسِ ناطقہ اعنی قوتِ عاقلہ و قوتِ عاملہ والیہ الاشارۃ فی قولہ تعالیٰ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ پس خدائے تعالیٰ پیغامبر را بفضل و نعمتِ خود بے سابقہ عملی در قوتِ عاقلہ زیادتی عطا می فرماید کہ بسبب آں وحی از جانبِ غیب بروے نازل مے شود و جنت و نار و ملائکہ را مشاہدہ مے نماید و واقعات عجیبہ بصورِ مثالیہ مے بیند و بسوئے ایں قوت اشارت واقع شدہ است۔

سرزد ہوتے رہیں ان کی تاریکیوں کو رفع کردے ایک ایسے پیغمبر کے ذریعہ سے جس کو ان ہی میں سے منتخب کرکے مبعوث کرے اور اس کی بات کو اونچی کرے اور اس کی حجتوں کو غلبہ عطا فرمائے اور اس کے علوم کو (عوام میں) شائع کردے جیسا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ الخ (۶۲:۲) وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں اُن ہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائد باطلہ و اخلاقِ ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں الخ اور جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف دیکھا تو سب کو ناپسند کیا ان میں کے عرب کو بھی اور عجم کو بھی بجز کچھ اہلِ کتاب کے جو اپنے اصل دین پر باقی رہ گئے تھے اور میں نے تجھ کو پیغمبر بناکر بھیجا تاکہ ان سے تیری اور تجھ سے اُن کی آزمائش کراؤں، آخر حدیث تک: اور نبوت کے لوازم میں سے اور بمنزلہ اس کے اجزاء کے ہے اس شخص کا جس کو پیغمبر بنانا مقدر ہوچکا ہے تمام افرادِ بشر سے ممتاز ہونا نفسِ ناطقہ کی دونوں قوتوں میں یعنی قوتِ عاقلہ میں بھی اور قوتِ عاملہ میں بھی اور اسی کی طرف اشارہ ہے حق تعالیٰ کے ارشاد اَللّٰهُ اَعْلَمُ الخ (۶: ۱۲۴) میں "یعنی اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنا پیغام بھیجتا ہے"۔ تو خدا تعالیٰ اپنے فضل و نعمت سے پیغمبر کو کسی سابقہ عمل کے بغیر قوتِ عاقلہ میں زیادتی عطا فرماتا ہے کہ جس کے سبب سے جانبِ غیب سے اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور وہ جنت و دوزخ اور ملائکہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور عجیب واقعات کو مثالی صورتوں میں دیکھتا ہے اور اسی قوت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

[1] شرح ایں حدیث در جلد اول ذیل تفسیر آیت ؎ گزشت ۱۲

در حدیث الرؤیا الصالحۃ جزءٌ من ستۃ واربعین
جزءًا من النبوۃ وہمچنین در قوتِ عاملہ او مددے
می دہند کہ بسبب آں سمتِ (ہیئۃ الخیر) صالح نصیب او شود
واجتناب از معاصی در رعایتِ آداب مراعات* وتدبیر
منازل وسیاستِ مدینہ بوجہے کہ ازاں خوب تر
صورت نہ بندد وبروئے کار آید وخلق شجاعت
وسخاوت وکفایت وعدالت وشناختنِ مصلحت
ہر وقتے از استقامت قوتِ عاملہ حاصل مے
شود وکمال ایں قوت مُفضی مے گردد بہ عصمت
وبسُوئے ایں قوت اشارہ واقع شدہ است
در حدیث السمتُ الصالحُ جزءٌ من
خمسۃٍ وعشرین جزءً من اجزاء
النبوۃ۔ وچوں ہر دو قوۃ علی الوجہ الّذی ینبغی
مہذب شوند واز جانبِ غیب برائے ہر یکے مددے
فرود آید در مجاری امور شخص برکات بسیار بظہور
می آید کہ احصائے آں متعذر است۔ اما نکتۂ ف سہل
التناول کہ جامع آں برکات باشد بگوئیم اگر
خواہی کہ بشناسی صفاتِ نبی را فرض کن
کہ چہار شخص را دریک تن جمع کردہ اند ونام
آں مجموع نبی گذاشتہ اند بادشاہی کہ بالطبع و
المرتبہ بادشاہِ عالم شدہ باشد نہ بہ رسم یعنی
بادشاہے کہ ظلِ نفسِ ناطقہ او بر مردمان مے
افتد وبسبب آں ظل التیامی وانتظام
درمیان افراد بشر حادث مے شود

اس حدیث میں کہ رؤیا صالحہ ایک جزو ہے نبوت کے چھیالیس ۴۶ اجزاء
میں سے۔ اور اسی طرح اس کی قوتِ عاملہ کو مدد دیتے ہیں کہ جس
کے سبب اس کو خیر کی سنجیدہ وضع وقطع نصیب ہو جاتی ہے اور
معاصی سے بچے رہنا اور عبادات میں آداب کی کامل مراعات اور
تدبیر منازل اور سیاست مدنیہ کا ظہور اُس سے ایسی بہترین صورت
کے ساتھ ہوتا ہے جس سے کوئی اُونچا درجہ نہیں ہوتا۔ اور شجاعت
وسخاوت اور کفایتِ (امور مہمہ) وعدالت اور ہر وقت کے
مناسب مصلحت کا پہچاننا یہ سب اخلاقِ (عالیہ) قوتِ
عاملہ کی استقامت سے حاصل ہو جاتے ہیں اور اس قوت کا
کمال پہنچ جاتا ہے عصمت پر اور اسی قوت کی طرف اس حدیث
میں اشارہ واقع ہوا ہے کہ سنجیدہ وضع ایک جزو ہے نبوت کے
پچیس ۲۵ اجزاء میں سے۔ اور جب دونوں قوتیں ایسی صورت کے
ساتھ جو مناسب ہے مہذب ہو جاتی ہیں اور غیب کی جانب سے
ہر ایک قوت کے لئے مدد نازل ہو جاتی ہے تو اس شخصِ (مقدس)
کے تمام امور کے اجراء میں اتنی زیادہ برکتیں ظہور میں آتی
ہیں کہ ان کا احاطہ دشوار ہے۔ اب ہم ایک نکتہ جو آسانی سے
ذہن نشین کر دینے والا اور جو کہ ان برکات کا جامع ہے
کہدینا چاہتے ہیں۔ اگر تم نبی کی صفات کو پہچاننا چاہتے ہو تو
یہ فرض کر لو کہ چار شخصوں کو ایک تن میں جمع کر دیا اور اس
مجموعہ کا نام نبی رکھ چھوڑا ہے۔ ایک ۱ ایسا بادشاہ ہے جو طبیعت
اور مرتبہ کے اثر سے عالم کا بادشاہ بن گیا ہو رسمی طور پر نہیں
(کہ وہ کسی بادشاہ کا مثلاً بیٹا تھا جس کے مرنے کے بعد
تخت نشین بنا دیا گیا) یعنی ایسا بادشاہ ہو کہ اس کے نفسِ ناطقہ کا
ظل لوگوں پر پڑتا ہے اور ظل کے سبب سے افرادِ بشر کے درمیان

ف نکتۂ شناخت نبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

* در عبادات

دہر یکے بر جائے خود قرار گرفتہ
درمیانِ ایشان ترتیبے مناسب
پدید مے آید کہ بسبب آن ترتیب
وحدتے بظہور انجامد و بآں وحدت
مدینہ نام ایشان گردد از انواع
اہلِ قلم وسپاہیان و مدبّرانِ جیوش
وسیاست کنندگانِ مُدن و مزارعان
و تجّار وغیرہم پس اگر اجتماع
و ترتیب درمیانِ ایں فرق
متحقق نہ بود بسبب ظلِ نفسِ ناطقہ
او کہ برایشان اُفتادہ در ضمن
افعال واقوال او از سرِنو مدینہ
متحقق گردد اگر متحقق بود بکمالِ
خود رسد وہرنابایستے کہ در وے
ہست زائل گردد قصّہ کوتاہ
ہرچہ درین بادشاہ بالمرتبہ مے
باید از بخت و حکمت و عدالت و
شجاعت وکفایت وسخاوت وغیرآن
ہمہ در نبی مشاہدہ کن قال اللہ
تعالیٰ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ط
لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا
مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ
و حکیمے کہ در حکمتِ عملی
فائق شدہ

ایک خانہ پُری اور ایک تنظیم پیدا ہو جاتی ہے اور ہر
ایک کے اپنی جگہ پر متمکن ہونے سے ان کے درمیان
ایک مناسب ترتیب ظہور میں آجاتی ہے کہ اس ترتیب کے
سبب سے ایک خاص وحدت انواع (مختلفہ) اہلِ قلم و
سپاہیوں اور افواج کی تنظیم قائم رکھنے والوں اور شہروں
میں ضبط و نظم قائم رکھنے والے حکام اور مزارعین و تاجرین
وغیرہم سے مل کر وجود میں آجاتی ہے اور اس وحدت کے
اعتبار سے اس پر مدینہ (یا شہر) کا اطلاق ہونے لگتا ہے تو اگر
ان (مذکورہ بالا جماعتوں) میں اجتماع و ترتیب پہلے موجود نہیں
تھی تو اب بسبب اُس بادشاہ کے نفسِ ناطقہ کے ظِل کے
جو اُن پر اُس کے افعال و اقوال کے ضمن میں پڑتا ہے تو
(اس کے اثر سے بہ ترتیب موجود ہو کر) مدینہ (یا شہر) از
سرِنو وجود میں آجائے گا۔ اور اگر (یہ اجتماع و ترتیب بادشاہ
سے پہلے) موجود تھی تو اَب اپنے کمال کو پہنچ جائے گی اور
جو غیر مناسب چیزیں اس میں آچکی تھیں وہ زائل ہو جائیں گی۔
قصہ مختصر (جس طرح اس بادشاہ کی طبیعت کے اثر سے ایک
خاص تنظیم اور حُسنِ انتظام وجود میں آیا اسی طرح) مرتبہ کے لحاظ
سے بخت اور حکمت و عدالت اور شجاعت و کفایت (امور مہمہ)
و سخاوت وغیرہ (اوصاف کا ظہور ہو گا) ان سب اوصاف کو
نبی میں مشاہدہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَاَلَّفَ بَيْنَ
قُلُوْبِهِمْ الخ (۸: ۶۳) اور (اللہ) نے ان کے قلوب میں
اتفاق پیدا کر دیا اور اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کر لیتے
تب بھی ان کے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ
ہی نے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا۔ (دوسرا شخص) ایک
دانشور (صاحبِ حکمت) ہے جو کہ حکمتِ عملی میں سب سے بلند

علم اخلاق و تدبیر منازل و سیاستِ مُدن نیک شناختہ و بر علم آنہا اکتفا نہ نمودہ بلکہ ہمہ ایں صفات تحقّقاً و تخلقاً در وے نمایان شدہ و آثارِ آں صفات حِیناً فحِیناً از وے می تراود و در میانِ مردم شائع می شود کہ کُلُّ اِنَاءٍ یترشح بما فیہ قال اللہ تعالےٰ یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ط و در قرآنِ عظیم ہر جا ذکر پیغامبرے آمدہ اٰتَیْنَاہُ الْحِکْمَۃَ مقرونِ اوست۔

(۳) صوفی مرشدے کہ در زمرۂ صوفیان نشستہ مصدرِ کراماتِ عجیبہ و خوارقِ غریبہ گشتہ و بقوتِ ارشادِ خود و تاثیرِ صحبتِ خود بادیہ پیمایانِ بادیہ ضلال را راہِ نجات نمودہ بعد ازاں کہ سالہا تہذیبِ نفس خود بطاعات و ریاضات کردہ و از اشباحِ آنہا پے بارواحِ آنہا بردہ و مقاماتِ عُلیہ و احوالِ سنیہ کسب فرمودہ چنانکہ در مقاماتِ مشائخ ما قدس اللہ اسرارہم خواندہ باشی قال اللہ تعالےٰ وَ یُزَکِّیْہِمْ وَ یُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ۔

(۴) جبرئیلے کہ جارحہ از جوارحِ تدبیر الٰہی شدہ و واسطہ اخذ علومِ حقہ از منبع العلوم گشتہ لَا یَعْصُوْنَ اللہَ مَآ اَمَرَہُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ

مرتبہ ہو کر علم اخلاق اور گھریلو تدابیر اور شہری سیاست کو خوب پہچان چکا ہے اور صرف ان کے علم پر اکتفاء کئے ہوئے نہیں ہے بلکہ یہ تمام صفات اس سے متحقق اور اس کی جبلت سے نمایاں ہوتی رہتی ہیں اور ان صفات کے آثار وقتاً فوقتاً اُس سے مترشح ہوتے اور لوگوں کے درمیان شائع ہوتے رہتے ہیں۔ برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی اُس سے چھلکتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ الخ (۲: ۲۶۹) وہ جس کو چاہتے ہیں حکمت عطا فرما دیتے ہیں اور جس کو حکمت عطا کی گئی اُس کو در حقیقت بڑی خیر کی چیز مل گئی" اور قرآنِ عظیم میں جس جگہ کسی پیغمبر کا ذکر آیا ہے اٰتَیْنٰہُ الْحِکْمَۃَ (کہ ہم نے اس کو حکمت عطا کی) بھی ساتھ ساتھ موجود ہے۔

(تیسرا شخص) ایک ایسا صوفی اور مُرشد ہے جو صوفیوں کی جماعت میں بیٹھا ہوا ہے اور اس سے عجیب و غریب کرامتوں اور خوارقِ عادت کا صدور ہو رہا ہے اور اپنی قوتِ ارشاد اور تاثیرِ صحبت سے گمراہی کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کو نجات کا راستہ دکھا رہا ہے بعد اس کے کہ وہ برسوں تک اپنے نفس کی تہذیب عبادات اور ریاضات سے کر کے اور اُن عبادات کی ظاہری صورت سے ان کی ارواح کا کھوج لگا چکا ہے اور بلند مقامات اور عمدہ احوال حاصل کر چکا ہے جیسے کہ تم نے ہمارے مشائخ قدس اللہ اسرارہم کے مقامات میں پڑھے ہوں گے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَ یُزَکِّیْہِمْ الخ (۲: ۶۲) اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا اور کتاب اور اصولِ دانشوری سکھاتا ہے۔

(چوتھا شخص) ایک جبرئیلؑ ہے جو کہ تدبیرِ الٰہی کے جوارح (آلات) میں سے ایک جارحہ (آلہ) بنا ہوا ہے اور سرچشمۂ علوم (یعنی علمِ الٰہی) سے علوم حقہ کے اخذ کرنے کا واسطہ بن گیا ہے لَا یَعْصُوْنَ اللہَ مَآ اَمَرَہُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ

مَا یُؤْمَرُوْنَ نقد حالِ اوست از جذر جبلّتِ او راہے بحظیرۃ القدس کشادہ است وازاں راہ علوم مجردۂ عالیہ بر عقل و قلب او فروریختہ وخفایائے عالم ملک و خبایائے عالم ملکوت پیشِ او مُتشبّح گشتہ۔

باز تامل باید کرد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چوں مبعوث شدند در ایام خود بکدام چیز اعتنار تمام فرمودند واز آثارِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چہ چیز در عالم باقی ماند دریں باب کارفرمائی حَدَس ذہن باید شد واز جزئیات بکلیات واز مقدمات بمقاصد انتقال باید نمود۔

باید دانست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درزمانے مبعوث شدند کہ شرک درعبادت و استعانت شیوعِ تمام پیداکردہ بود اثباتِ معاد نمی کردند و عبادات را فراموش ساختہ بودند وتحریفہا در دینِ حنیفے کہ منسوب است بحضرت ابراہیم علیہ السّلام داخل شدہ بود و مانندِ سباع بایکدیگر می جنگیدند ومثلِ بہائم بریک دیگر می جہیدند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امر ابطال شرک فرمودند واثبات مجازات نمودند و تحریفات را برانداختند و شاعے از نفسِ قدسیہ

مَا یُؤْمَرُوْنَ (۶:۶۶) اس کا حال بن چکا ہے (یعنی وہ خدا کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جس کا ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو بجالاتے ہیں) اور اس کی اصل جبلّت (مراد خلقی بصیرت) سے حظیرۃ القدس تک (یعنی ایوانِ مقدس ملائکہ مقرّبین تک) ایک راہ کشادہ ہوچکی ہے اور اس راہ سے علوم مجردہ عالیہ (یعنی ذات وصفاتِ حق کے علوم) کا فیضان اُس کی عقل اور قلب پر نازل ہورہا ہے اور عالمِ مُلک کی پوشیدہ باتیں اور عالمِ ملکوت کے اسرار اس کے سامنے صورت پکڑ کر آرہے ہیں۔

بعدازیں اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو آپؐ نے اپنے زمانہ میں کس چیز پر پوری توجہ فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار میں سے کیا چیز عالم میں باقی رہی۔ اِس بارے میں کام کرنے والی ذکاوتِ ذہن ہونی چاہیئے اور جزئیات سے کلیات کی اور مقدمات سے مقاصد کی طرف منتقل ہونا چاہیئے۔

جاننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے کہ عبادت واستعانت میں شرک پورے طور پر شائع ہوچکا تھا اور لوگ عالمِ آخرت کو نہیں مانتے تھے اور عباداتِ (الہٰیہ) کو فراموش کرچکے تھے اور دینِ حنیفی میں جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی طرف منسوب ہے بہت سی تحریفیں داخل ہوچکی تھیں اور لوگ درندوں کی طرح ایک دوسرے سے لڑرہے تھے اور جانوروں کی طرح اُچھل کر ایک دوسرے پر حملے کرتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلا کام یہ کیا کہ شرک کو باطل کیا اور مجازات کو ثابت کیا (یعنی اعمال کی جزاء آخرت میں ضرور ملیگی) اور تحریفات کو (جو دینِ حنیفی میں داخل کردی گئی تھیں) نکال پھینکا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نفس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براز کیا، قوم افتاد
آنجماعۃ دینِ حق را بفہم درست تلقی نمودند و
بہمتِ کارکشا نصرت دادند تا آنکہ راہ رشد
واضح شد واسلام از کفر ممتاز گشت ومردمان
در دینِ حق آمدن شروع کردند آنگاہ عرب
عامۃً وقریش خاصۃً بہ تعصب برخاستند
ودرپے ایذاہا افتادند آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم بقوتِ خدا دادِ خود در مقابلہ
مجادلۂ ایشان استقامت فرمود ویارانِ
وے خود را سپرِ وے ساختہ از مشربِ عشق
چہ بادہا کہ نخوردند وچہ مستی ہا کہ نہ کردند
بعد ازاں مامور شدند بہ ہجرت وجہاد بتائیدِ
الٰہی دراں باب مساعی کہ زیادہ ازاں
مقدور بشر نباشد بجا آوردند یارانِ ہمہ
بحرکتِ ایشان متحرک وبعزیمتِ ایشان
عازم تا آنکہ فتحہا واقع شدہ ہزیمت ہا
بر کفار افتاد وجاہلیت از ہم پاشید و
مظالم پامال شد وعلمی کہ باں آشنا نبودند
درمیانِ ایشان شائع گشت وحسد و
حقدے کہ درمیانِ خودہا داشتند
نابود شد ہمہ یک دل ویک زبان بر
کلمۂ حق متفق وبر اضدادِ آں منکر
قال اللہ تعالیٰ:۔
وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ

قدسیہ سے جو شعاعیں قوم کے ذی فراست لوگوں پر پڑیں اس
جماعت نے دینِ حق کو صحیح اور درست صورت میں پالیا
اور انھوں نے نتیجہ خیز ہمّت کے ساتھ مدد پہنچائی یہاں تک
کہ بھلائی کی راہ واضح ہوگئی اور اسلام کفر سے ممتاز ہوگیا
اور لوگوں نے دینِ حق میں آنا شروع کردیا۔ ایسے وقت میں
عرب عام طور پر اور قریش خاص طور پر تعصب سے مقابلہ پر آگئے
اور ایذاؤں کے درپے ہوگئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
اپنی قوتِ خداداد سے ان سب کے مقابلہ اور مجادلہ پر ڈٹ
گئے اور آپؐ کے محبین نے اپنی ذوات کو آپؐ کے لئے ڈھال بناکر
عشق ومحبت کا کونسا جام تھا جو نوش نہ کیا اور کونسی ایسی مستی
تھی جس کا ظہور اُن سے نہ ہوا۔۔۔ اس کے بعد ہجرت وجہاد پر
مامور ہوئے تو اللہ کی مدد سے اس باب میں اس قدر مساعی
بجالائے کہ اس سے زیادہ سعی انسان کی طاقت سے باہر
ہے، تمام ساتھی اُن کی حرکت سے متحرک اور اُن کی ہمّت
سے مستعد ہوجاتے تھے۔ یہاں تک کہ بہت سی فتح حاصل
ہوئیں اور کفّار پر بہت سی شکستیں پڑیں اور جاہلیت
پاش پاش ہوگئی اور جو ظلم کے طور طریقے جاری تھے مسل ڈالے
گئے اور وہ علم کہ جس سے لوگ آشنا نہ تھے ان کے درمیان
خوب پھیل گیا اور وہ حسد اور کینے جو ایک دوسرے کے متعلق
وہ لوگ اپنے باطن میں لئے ہوئے تھے بالکل ہٹ گئے۔
سب کے سب ایک دل، ایک زبان ہوکر کلمۂ حق پر متفق،
اور جو باتیں حق کے خلاف ہوتی تھیں ان کے منکر ہوئے
اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ الخ

(۳: ۱۰۳) اور تم پر جو اللہ تعالےٰ کا انعام ہے اس
کو یاد کرو جب کہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالےٰ نے تمہارے

قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ
إِخْوَانًا ۚ روز و شب کارِ ایشان
ترویج علم قرآن بود و علم ایمان
یعنی ارکانِ خمسہ اسلام و علم احسان
یعنی از صور طاعات پے بارواحِ آں
بردن و علم شرائع از اصلاح تدبیر منازل
وسیاست مدن و آداب معاش و ہر یکے
را باوضاع معینہ مقید ساختن و علم رقائق
و علم اخلاقِ صالحہ و علم فضائل
اعمال و علم مناقب کبرائے امت و علم معاد
و علم فتن تا آنکہ باقاصی و ادانی
رسید و ذکی و غبی ہمہ فائدہ
یاب شدند الا ہر بے نصیبے
کہ شقاوتِ ازلیہ او را
از مراتبِ خیر مؤخر ساختہ
باشد و تربیتِ افرادِ بشر
فرمود و یاران دریں باب
کوشش ہا بکار بردند تا آنکہ
اہلِ بدو و سکانِ صحرا محسنان
و مقربان گشتند جزی
اللہ عز و جل ھذا النبی
الکریم و اعوانہ احسن
الجزاء و حشرنا معھم
و ادخلنا الجنۃ فی
تضاعیفھم و رزقنا رؤیتہ

دلوں میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس
میں بھائی بھائی ہوگئے"۔ رات دن ان کا کام تھا رواج
دینا علمِ قرآن کو اور علمِ ایمان کو یعنی اسلام کے پانچوں
ارکان کو اور علمِ احسان کو یعنی عبادات کی صورتوں سے عبادات
کی ارواح کا کھوج لگا لینا اور علمِ شرائع کو یعنی امورِ خانہ داری
کی اصلاح (حسب رضاء حق جلّ شانہ) اور شہری سیاست اور
آدابِ معاش اور (ان میں سے) ہر ایک کو اوضاعِ معینہ کے
ساتھ مقید کرنا اور علمِ رقائق کو (یعنی ان چیزوں کا علم جن
سے قلب میں رقت پیدا ہو) اور علمِ اخلاقِ صالحہ (یعنی
جو اسوۂ نبویہ کے مطابق ہوں) اور علمِ فضائلِ اعمال کو
اور علمِ فضائل بزرگانِ امت کو اور علمِ معاد کو (کہ
اس حیاتِ دنیویہ کے بعد کن مراحل سے گزرنا ہے) اور
علمِ فتن کو (یعنی جن آنے والے فتنوں سے آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمادیا ہے)۔ یہاں تک (ان علوم کی
عام ترویج فرمائی) کہ اعلیٰ و ادنیٰ سب کو پہنچ گئے اور ذکی اور
غبی سب نے فوائد حاصل کئے۔ بجز ایسے بے نصیب لوگوں کے
جن کو ازلی بدبختی نے مراتبِ خیر سے پیچھے ہٹا دیا ہو۔ اور یہ
حضرات افرادِ بشر کی تربیت فرماتے رہے اور ان کے
احباب نے اس باب میں نہایت درجہ مساعی جاری رکھیں یہاں
تک کہ دیہات کے باشندے اور جنگلوں کے رہنے والے بھی
محسنین اور مقربین بن گئے۔ اللہ تعالیٰ ان نبی کریم اور ان کے
مددگاروں کو بہترین جزا عطا فرمائے اور ہمارا حشر انہی کے
ساتھ کرے اور ہم کو بھی ان میں شامل کرکے جنت میں داخل
کرے اور ان کی جماعت میں شامل کرکے اپنے دیدار سے مشرف
فرمائے اپنے فضل وکرم سے۔ اس بارگاہِ مقدس میں جسکے بارے

فی زمرتھم بفضلہ وکرمہ فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر ۔

نکتہ دوم دربیان آنکہ تشبہ غیر نبی را با نبی چگونہ حاصل شود و اعانت پیغامبر در تحمل اعباء نبوت واتمام آنچہ نصیب پیغامبر ست از تقاسیم رحمت الٰہی چہ قسم صورت بندد اما تشبہ غیر نبی بانبی در خصلت اولیٰ کہ ارادہ بعثت است بآں تواند بود کہ ارادہ الٰہی متعلق گردد بآنکہ اتمام کارے کہ نصیب پیغامبر ست ومی باید کہ در جریدہ اعمال پیغامبر ثبت شود بدست شخصے از امت او کنند و ایں معنٰی راپیغامبر ارشاد فرماید و آں مرد دانا بگوش باطن استماع کند نہ بگوش ظاہر گویا ہماں ارادہ دیگر بار در خاطر ایں عزیز گل کردہ است و الٰی ہٰذا وقعت الاشارۃ فی قولہ تعالٰی وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ الخ وقولہ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَہٗ[۱] فَاٰزَرَہٗ قصۂ استخلاف حضرت موسیٰ یوشع را علیہما السلام و اتمام مواعید الٰہی بردست وے شنیدہ باشی

میں فرمایا گیا ہے) فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (یعنی اہلِ جنت مجلس حق میں ہوں گے شہنشاہ ذی اقتدار کے حضور میں)۔

دوسرا نکتہ اس امر کے بیان میں کہ غیر نبی کو نبی کے ساتھ تشبہ کیونکر حاصل ہو۔ اور پیغمبر کی اعانت کی کیا صورت ہوگی، نبوت کے بوجھ کے تحمل اور اس امر کے پورا کرنے میں جو پیغمبر کا حصہ ہے یعنی اللہ کی رحمت کی تقسیمات؛ اب سمجھئے کہ غیر نبی کا تشبہ نبی کے ساتھ اس بنیادی امر میں یعنی بعثتِ نبی کے متعلق ارادۂ خداوندی میں (جس کا بیان پہلے نکتہ کے شروع میں ہوچکا ہے) اس طرح ہو سکتا ہے کہ ارادۂ الٰہی (کسی شخص کے ساتھ) اس بات کے لئے متعلق ہو کہ اس کام کا پورا کرنا جو پیغمبر کا حصہ ہے اور جس کو پیغمبر کے نامۂ اعمال میں درج ہونا چاہیئے اس کی امت میں سے کسی شخص کے ہاتھ سے متعلق کردیں اور اس حقیقت کو پیغمبر ارشاد فرمائے اور وہ مردِ دانا (اس ارشاد کو) باطنی کان سے سُن لے ظاہری کان سے نہیں گویا وہی ارادہ دوسری مرتبہ اس عزیز گل کے دل میں اُتر گیا ہے اور اسی کی طرف اشارہ واقع ہوا ہے حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ (۲۴: ۵۵) تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا الخ اور اس ارشاد میں کَزَرْعٍ اَخْرَجَ الخ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اُس نے اُس کو قوی کیا الخ تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت یوشع علیہ السلام کو خلیفہ بنانے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا ان کے ہاتھ پر پورے ہونے کا

[۱] الشطأ فراخ النخل اذ ورقہ فآزرہ اے قوی الزرع بعضہ بعضًا ۱۲

والامتشبه درزیادت قوتِ علمیه نفس ناطقه آں
وجه تواند بود که کسی را از اُمت محدَّث وملہم
فرمایند تا بعض بروق غیب شعاع خود را در دلِ
وے انداز دو ایں معنی بدو وجه صورت پذیرد۔
یکے[1] آنکه بمجرد استماع سخن پیغامبر باصل کار
متنبّه شود گویا بے واسطه می بیند بمثال آنکه
آئینه از آفتاب اثر پذیر گردد و نورِ خالص
برآید ونام ایں مقام صدیقیت است واز
لوازم او تصدیق پیغامبر ست بے اکتراث و
بدون طلب معجزه و صحبت دائمه بوصفِ فنا
و فدا وتسلیم و رضا و اختیارِ موافقت و ترک
مخالفت اگرچه در ادنیٰ شیٔ باشد اعنی
حالتے که در عرف آں را عشق مُفرِط گویند و
نیز از لوازم او تعبیر رؤیاست و موافقتِ رائے
پیغامبر قبل ازانکه پیغامبر تصریح کرده
باشد دوم[2] آنکه فراستِ صادقه نصیب او
کنند و عقلِ اورا از حظیرة القدس تائیدے
دہند تا آنکه غالبًا اصابت کند در تحرّے خود
درآنچه ہنوز حکم آں فرود نیامده است
طفیلے پیغامبر ست امّا در مخادع[1] قُرب راہی
دارد بمثال آنکه بادشاه با وزیر خود مشوره
مے نماید و خادمِ وزیر از دور اشارت دست
شاه می بیند و بر عرض وے اطلاع می یابد
قبل ازانکه وزیر بیانِ آں نماید ونام ایں

قصہ تو سن ہی لیا ہوگا۔ رہا تشبہ دنبی کے ساتھ) نفسِ ناطقہ کی
قوتِ علمیہ کی زیادتی میں تو وہ اس صورت سے ہو سکتا ہے کہ اُمت
میں سے کسی کو محدّث و مُلہَم فرمادیں تاکہ غیب کی کچھ بجلیاں
(یعنی تجلّیات) اپنی شعاع اس کے دل میں ڈال دیں اور یہ
معنی دو[2] صورتوں کے ساتھ ظہور میں آتے ہیں۔ ایک[1] یہ کہ پیغمبر کا
کلام سنتے ہی فوراً اس کی اصل حقیقت پر متنبہ ہو جاتے گویا کہ
وہ خود اس کو (براہِ راست) بے واسطہ دیکھ رہا ہے جیسا کہ آئینہ
آفتاب سے اثر قبول کرے اور نور خالص کا ظہور اپنے جسم
میں ہی پائے اور اس مقام کا نام صدّیقیت ہے اور اس
کے لوازم میں سے ہے۔ پیغمبر کی تصدیق کرنا بلا توقف اور بغیر
طلب معجزہ اور صحبتِ دائمی فنا اور فدائیت و تسلیم و رضا
کے اوصاف کے ساتھ اور موافقت کا اختیار اور مخالفت کا ترک
اگرچہ ادنیٰ شے میں ہو یعنی وہ حالت جس کو عرف میں عشقِ مُفرِط
کہتے ہیں۔ اور نیز اس کے لوازم میں سے ہے تعبیر رؤیا اور
پیغمبر کی رائے سے (اس کی رائے کی) موافقت قبل اس
کے کہ پیغمبر نے تصریح کی ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ فراستِ
صادقہ اس کو بخشی جائے اور اُس کی عقل کو حظیرۃ القدس سے
مدد عطا فرمائیں یہاں تک کہ وہ زیادہ تر ایسے امور میں جن کے
بارے میں ابھی تک حکم نازل نہیں ہوا اپنی جستجو میں اکثر مُصیب
ہوتا ہے۔ وہ پیغمبر کا طفیلی ہے مگر نہاں خانۂ قرب میں ایک گونہ
راہ رکھتا ہے جیسا کہ ایک بادشاہ اپنے وزیر کے ساتھ مشورہ
کرتا ہے اور وزیر کا خادم دور سے بادشاہ کے ہاتھ کے
اشارے دیکھ رہا ہے اور وزیر کی گزارش پر مطلع ہو جاتا
ہے قبل اس کے کہ وزیر اُس کی صراحت کرے اور اس مقام

[1] جمع مخدع بالکسر او الضم بمعنی الخزانہ والمراد منہا ہنا المنازل ۱۲

مقام محدثیت ست واز لوازم او آنست
کہ وحی بر حسبِ اجتہادِ او چندین مرتبہ
نازل شود ومیان ابنای جنسِ خود ممتاز
باشد بآنکہ ہر چیزے را کہ ظن نماید موافق واقع
اُفتد وبعد ازین مرتبہ مراتب دیگر
است فرود تر مثل آنکہ حفظ کند قولِ پیغامبر
را وفہم نماید و باستنباطِ درست احکام را از
آنجا استخراج کند واورا راسخ فی العلم گویند
اما تشبہ در زیادت قوتِ عملیہ بآں نحو تواند بود
کہ عزیمتِ اعلاءِ کلمۃ اللہ در نفسِ شخص باثر
نفسِ مبارک پیغامبر چنداں بالیدہ است کہ
بر مقتضائے آں بے اختیار مندفع مے شود
ونامِ این عزیز شہید و حواری ست یا امانت
وصدق وحیا چنداں بر دلِ وے پرتو افگندہ
کہ از ابنائے جنسِ خود تمیزے ظاہر
حاصلش شد ونامِ این عزیز امین است
باز چوں تہذیب قوتِ عاقلہ و عاملہ بایکدیگر
مجتمع شدہ مزاج معتدل پیدا کرد و وحدتے
بہم رسانید بادشاہ بالطبع گردد وحکیم
بالجبلۃ ومُرشد مکمل واین مراتب سہ
گانہ غیر نبی را ممتنع نیست الا آنکہ
پیغامبر دریں باب اصیل است وغیر
پیغامبر شاگردِ رشید وے اما
تشبہ در جبر تیلیۃ ہمان ست کہ در صدیقیت
ومحدثیت وغیرہ آں گفتہ شد پس

کا نام محدثیت ہے اور اس کے لوازم میں سے یہ ہے کہ وحی متعدد
بار اُس کے اجتہاد کے مطابق نازل ہو اور وہ اپنے ساتھیوں
میں اس بات میں ممتاز ہو کہ جس چیز کے بارے میں وہ کوئی گمان
کرے وہ واقعہ کے مطابق نکلے۔ اور اس مرتبہ کے بعد اس کے
نیچے کے درجے میں دوسرے مراتب بھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ قولِ
پیغمبر کو یاد رکھے اور اس کو سمجھے اور صحیح استنباط کے ساتھ اس کے
احکام کا استخراج کرے اور اس کو راسخ فی العلم کہتے ہیں۔ رہا
قوتِ عملیہ میں زیادتی کا تشبہ تو وہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ
کسی شخص کے نفس میں پیغمبر کے نفسِ مبارک کے اثر سے
عزیمت اعلاءِ کلمۃ اللہ کی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اس کے
مقتضٰے پر (عمل کرنے کے لئے) بے اختیار ڈھل جاتا ہے
اور اس عزیز کا نام شہید اور حواری ہے۔ یا امانت اور
صدق وحیا نے اتنا پرتو اُس کے دل پر ڈالا کہ (ان
اوصاف میں) اپنے ساتھیوں سے اُس کو کھلا ہوا امتیاز
حاصل ہو گیا ہے۔ اس عزیز کا نام امین ہے۔ پھر جب (دونو
قسم کی یعنی) قوتِ عاقلہ و قوتِ عاملہ کی تہذیب ایک
دوسرے کے ساتھ معتدل مزاج پیدا کرکے ایک وحدت
بن جائے گی تو وہ بالطبع بادشاہ بن جائے گا اور جبلت
یعنی خصلت کے لحاظ سے حکیم اور مُرشدِ مکمل ہو گا۔ اور
یہ تینوں قسم کے مراتب غیر نبی کے لئے ممتنع نہیں
ہیں مگر یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ پیغمبر اس بارے میں
اصل ہوتا ہے اور غیر پیغمبر اس کے شاگردِ رشید۔
رہا تشبہ جبر تیلیت میں تو وہ وہی ہے جو کہ
صدیقیت اور محدثیت وغیرہ میں بیان
کیا گیا۔

مردِ کامل صاحب سمتِ صالح است و عدالتِ کاملہ دارد و در اخلاق و تدبیر منازل و سیاست مُدن استاد خلق اللہ باآفراد بنی آدم بو جہے معاملہ می کند کہ ہمہ بسبب او مجتمع بر خیر میشوند و بروے مختلف نمی گردند و کارہائے بس بزرگ درمیانِ مسلمین بدون سلِّ[کشیدن] سیف سر انجام میدہد و جہاد طوائفِ اُمم برائے اعلاء کلمۃ اللہ بدستورے کہ بہتر ازاں متصوّر نباشد بجامے آرد در ہر کوشش زیادہ از سعی او فتح باب میسّر می آید گویا صفت اُغْزُهُمْ نُغْزِكَ وَاَنْفِقْ فَسَنُنْفِقْ عَلَيْكَ وَابْعَثْ جَيْشًا نَبْعَثْ خَمْسَةً مِثْلَهُ۔ نقدِ حال اوست ہر شخصے را از ہزاران ہزار کہ در امر ملّت سعی کنند جُدا جُدا می شناسد و از ہر یکے کارے کہ مناسب اوست میگیرد علماً و عملاً نُصرۃِ دین و اعلاء کلمۃ اللہ باقصٰے ہمت مطمحِ نظر خود ساختہ است گویا برائے ہمیں کار مخلوق شدہ ردّ و قبول خلق را برطاق نہادہ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ نقدِ حالِ اوست با اصابتِ رائے و فطانت المعیہ[1] تواں گفت کہ رائے او مرآۃ ارادۂ الٰہی است امر بمعروف و نہی از منکر می نماید در ہر حالے بقدرِ آں حالت تفقّد نزدیکانِ مجلس و دور ماندگان از صحبت مے فرماید و

تو یہ مردِ کامل ہیئت صالحہ والا ہے اور عدالتِ کاملہ رکھتا ہے اور اخلاق اور گھریلو تدابیر اور سیاستِ شہری میں خلق اللہ کا اُستاد ہوگا۔ افرادِ بنی آدم کے ساتھ اس صورت سے معاملہ کریگا کہ اس کے سبب سے سب لوگ خیر پر جمع ہو جائیں اور وہ اُس (امرِ خیر پر) مختلف نہ رہیں گے۔ اور یہ شخص بہت بڑے کام مسلمانوں کے درمیان تلوار کھینچے بغیر انجام دیدیتا ہے اور مختلف اُمتوں پر اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے ایسے عمدہ طور پر جہاد کرتا ہے کہ اس سے بہتر کا تصوّر نہیں کیا جاسکتا۔ اور ہر کوشش میں اُس کی سعی سے زیادہ فتوحات میں کامیابی میسّر ہوتی ہے گویا کہ اُغْزُهُمْ نُغْزِكَ الخ کا مصداق اُسی کا حال ہے (یعنی وہ وعدہ) جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حق تعالٰی نے فرمایا تھا کہ تو اُن سے جہاد کر ہم تیری مدد کریں گے اور تو ان پر خرچ کر ہم تجھ کو دیتے رہیں گے اور تو لشکر بھیج ہم اس سے پانچ گنا (ملائکہ کا لشکر) بھیجدیں گے وہ ہر شخص کو لاکھوں ساتھیوں میں سے جو مِلّت کے کام میں سعی کرنے والے ہیں الگ الگ پہچانتا ہے اور ہر ایک سے وہ کام لیتا ہے جو کام عِلم و عمل کے اعتبار سے اس کے مناسب ہوتا ہے۔ اُس نے دین کی مدد اور اعلاء کلمۃ اللہ کو انتہائی ہمّت کے ساتھ اپنا مطمحِ نظر بنا رکھا ہے گویا وہ اسی کام کے لئے پیدا ہوا ہے لوگوں کے ردّ و قبول کو اُس نے طاقِ (نسیاں) میں ڈال دیا ہے۔ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے) اس کا حال لازم ہوچکا ہے اصابتِ رائے اور بیدار مغزی کے ساتھ۔ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی رائے ارادۂ الٰہی کا آئینہ ہے، نیک کام کا حکم کرتا اور بُرے کام سے منع کرتا ہے اور قریب رہنے والوں کے اور اس کی صحبت سے دُور رہنے والوں کے سب کے ہر حال کی نگرانی اس کی حالت کے بقدر فرماتا رہتا ہے۔

[1] المع و المعی بمعنے ذکی متوقد ۱۲

مواعظ و خطب او بر دل می زند دانایانِ روزگار درحق وے می گویند کہ یک ساعت صحبت با او از عبادتِ یک سال بہتر است اما تشبہ او با پیغامبر در تحمل اعباء نبوت بداں وجہ تواند بود کہ مرد جلیل القدرے کہ در مردمان عزتے و حرمتے دارد و در حل و عقدِ خویش از وے حساب می گیرند با قصے مرتبہ ہمت اعلاء کلمۃ اللہ نماید بمجرد دخولِ او در اسلام جماعہ با او مسلمان شوند و دستِ تعرض متعصبان از مسلمین بسبب دخولِ او کوتاہ گردد و توقع غلبہ از خاطرِ کفار بجہتِ رسوخ قدم او از ہم باشد و چوں کافراں کمر بایذائے پیغامبر بندند در ہر حادثہ جانِ خود را سپر جانِ پیغامبر سازد ہر سنگے کہ بطرف پیغامبر آید برُوئے خود مے گیرد. در ہر منشط و مکرہ رفیق پیغامبر است و سہیم او تا آنکہ نوبتِ ہجرت و جہاد رسید نصیب ایں عزیز در نصرت زیادہ از انصباء کافہ باشد در حل و عقد و جمع رجال و نصب قتال مشورتِ او را پذیرائی تمام شود و از رُوئے مداخلتِ نمایاں در ہر باب و ہر واقعہ محسوس گردد یا در کارزار از ہمہ پیش قدم

(حاشیہ: منشط و مکرہ = خوشی و ناخوشی)

اور اس کے وعظ اور خطبے دلوں میں اُترتے چلے جاتے ہیں دنیا کے دانا لوگوں کا اس کے حق میں یہ قول ہے کہ ایک گھڑی اس کی صحبت میں گزار دینا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

رہا اُس کا تشبہ پیغمبر کے ساتھ نبوت کے بھاری وزنوں کے برداشت کرنے میں تو اس کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ ایک ایسا بلند مرتبہ شخص ہے جو لوگوں میں خاص عزت و حرمت رکھتا ہے جو اپنے امور کی گرہ کشائی اور معاملات میں اس کی طرف رجوع کرتے ہیں ایسا شخص اپنے مرتبہ کے مطابق پوری ہمت کے ساتھ اعلاء کلمۃ اللہ کرے اور اس کے اسلام میں داخل ہوتے ہی بہت سے لوگ اس کے ساتھ مسلمان ہو جائیں اور اُس کے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے بہت سے متعصب مخالفین کے ہاتھ مسلمانوں کی طرف بڑھنے سے رُک جائیں اور کفار کے دلوں سے مسلمانوں پر غلبہ کی توقع اس شخص کے مضبوطی کے ساتھ اسلام پر جماؤ کی وجہ سے درہم برہم ہو جائے اور جب کفار پیغمبر کو ایذا دینے کے لئے کمربستہ ہوں تو ہر حادثہ میں یہ شخص اپنی ذات کو پیغمبر کی ذات کے لئے ڈھال بنا دے، جو پتھر بھی پیغمبر کی طرف آئے وہ اس کو اپنے سر پر روکے اور ہر خوشی و ناخوشی کے موقع پر پیغمبر کا رفیق اور حصہ دار ہو۔ یہاں تک کہ جب نوبت ہجرت اور جہاد کی پہنچے تو پیغمبر کی نصرت و مدد کے سلسلہ میں اس عزیز کا حصہ سب کے حصوں سے بڑھا ہے اور امور کو سلجھانے اور لوگوں کو جمع کرنے اور قتال کے قائم کرنے کے بارے میں اُس کا مشورہ سب کے لئے قبول کرنے کے قابل ہو اور ہر باب اور ہر واقعہ میں اس کی نمایاں مداخلت محسوس ہو کہ میدانِ کارزار میں

باشد یا انفاق اموال را وسیلۂ احراز (فراہمی ۱۲)
اعلاء کلمۃ اللہ سازد والعشق فنونٌ وچوں
نوبت نشر علوم آید طریقۂ روایت
آموزد ومردماں را براقراء قرآن و
روایت حدیث حمل نماید و اگر در مسئلۂ
اشتباہ واقع شود از جماعۂ صحابہؓ
سوال کردہ استخراج نصّ صاحب
شریعت فرماید واگر اختلافے
روے دہد از مضیق اختلاف بفضائے
اجماع رساند ارشاد کند طریق اجتہاد
را مسدود کند طرق تحریف را و بہر
سبیل ممکن واسطۂ شود درمیان
پیغامبر واُمّتِ او بفہم اگر مے
توانی فہمید کہ آیۂ استخلاف وآیۂ
تمکین وآیۂ قتال مرتدین و
آیتِ وَالّذین معہٗ اشدّاءُ
بمنزلۂ آئینہ است اگر نیک
تأمل کُنی ایں ہمہ اوصاف کہ
دریں صفحہ نوشتہ مشاہدہ
گردد۔

نکتۂ سوم در بیانِ کیفیت
توسط خلفائے راشدینؓ درمیان
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و
اُمّتِ او باید دانست کہ مارا
بالقطع معلوم است کہ آنچہ

دیکھو تو اس کے قدم آگے بڑھے ہوئے ہیں، مال خرچ
کرنے کے موقع پر دیکھو تو وہ اس کو اعلاء کلمۃ اللہ اور
اس کے تحفظ کا مال کو وسیلہ بنا رہا ہے غرض "العشق فنون"
(عشق کے بہت سے فن ہیں) اور جب نوبت علوم کے پھیلانے
کی آئی تو طریقۂ روایت سکھاتے اور لوگوں کو قرآن پڑھانے
اور حدیث کی روایت پر آمادہ کرے اور اگر کسی مسئلہ
میں اشتباہ واقع ہوجاتے تو صحابہؓ کی جماعت سے سوال
کرکے صاحب شریعت کی طرف سے حکم صریح نکالنے کی
کوشش کرے اور اگر کوئی اختلاف پیدا ہوجاتے تو اختلاف
کی تنگ جگہ سے اس کو فضائے اجماع میں پہنچادے طریق
اجتہاد کی رہنمائی کرے اور طریق تحریف کو مسدود کرے
اور ہر ممکن طریق سے پیغمبرؐ اور اُس کی اُمّت کے درمیان
واسطہ بنے۔ سمجھ! اگر تو سمجھ سکتا ہے کہ آیتِ استخلاف (یعنی
وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ الخ) (۲۴: ۵۵) اور آیتِ تمکین
(یعنی اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ الخ)
(۲۲: ۴۱) اور آیت قتالِ مرتدین (یعنی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ الخ) (۵: ۵۴) اور آیت
وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ الخ (۴۸: ۲۹) بمنزلہ
آئینہ کے ہے اگر تو اچھی طرح غور کرے گا تو یہ تمام
اوصاف جو اس صفحہ میں لکھے گئے ہیں مشاہدہ
ہوجائیں گے۔

تیسرا نکتہ خلفائے راشدینؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
آپ کی اُمّت کے درمیان واسطہ بننے کی کیفیت کے بیان میں۔ جاننا
چاہیے کہ یہ بات ہم کو قطعی طور پر معلوم ہے کہ جو کچھ

مامی کنیم اور وضو و غسل و نماز و روزه
و زکوٰۃ و حج و تلاوت قرآن و درود
و ادعیہ وغیر آں از باب عبادات و ہمچنیں
طریق مناکحات و مبایعات و اقامت حدود
و قضا در خصومات ہمہ ماخوذ است
از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس
اوّل سلسلہ و آخر آں معلوم است واین
قدر نیز معلوم است بالقطع کہ ما این
معانی را بے واسطہ ازآں حضرت صلے
اللہ علیہ وسلم اخذ نہ کردہ ایم و قرآن
وحدیث بے واسطہ از آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نہ شنیدہ پس درمیان ما و آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وسایطے متحقق
است سخن دراں می گزرد کہ این وسایط
کدام مردم بودہ اند و نیز این قدر معلوم
است کہ در اوّل امر عالم بکفر و جاہلیت
مشحون بود ابتدا۔ ترویج اسلام از آنحضرت
بودہ است جہاداً و تالیفاً للقلوب رفتہ
رفتہ حالتے کہ مشاہدہ مے کنیم از
انتشار مسلمین در آفاق و غلبہ بادشاہان
اسلام کہ در ہر قطرے بروئے کار
آمد اوّل این سلسلہ و آخر او معلوم است سخن دراں
است کہ وسایط حصول این امر فخیم کہ در زمان آنحضرت
نبود والحال ہست کدام عزیزاں بودند ساعتے خاطر
را در تفحص این وسائط باید گماشت و اوّل

ہم از قسم عبادات کرتے ہیں وضو اور غسل اور نماز
و روزہ اور زکوٰۃ و حج و تلاوت قرآن و درود
اور ادعیہ وغیرہ اور اسی طرح طریق نکاح مرد
و عورت اور خرید و فروخت اور حدود کا قائم کرنا
اور آپس کے جھگڑوں کے فیصلوں کے طریقے یہ سب
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہیں۔ تو اس کے
شروع اور آخر کا سلسلہ ہم کو معلوم ہے اور اتنی
بات بھی ہم کو قطعی طور پر معلوم ہے کہ ہم نے ان
معانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر واسطہ
اخذ نہیں کیا اور ہم نے قرآن و حدیث بلا واسطہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا تو ہمارے
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطے
متحقق ہیں۔ اب بات یہ رہ جاتی ہے کہ وہ واسطے کون
لوگ تھے۔ اور نیز یہ بھی ہم کو معلوم ہے کہ اوّل امر
میں دنیا کفر و جہالت سے بھری ہوئی تھی، دین اسلام
کو مروّج کرنے کی ابتدا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
سے ہوئی بذریعہ جہاد اور تالیف قلوب کے، رفتہ رفتہ
یہ حالت جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں یعنی دنیا میں
چاروں طرف مسلمانوں کا پھیل جانا اور بادشاہان اسلام
کا غلبہ جو کہ اطراف عالم میں موجود ہے ظہور میں آگئی
اس سلسلہ کا اوّل اور آخر معلوم ہے اب گفتگو اس میں
ہے کہ اس شاندار امر کے حصول میں جو کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا کون بزرگ ہستیاں واسطہ بنیں
ایک ساعت کے لئے ان واسطوں کی جستجو میں اپنی قوت مفکرہ
کو لگانا چاہیئے اور سب سے پہلے واسطوں کو اور بہت

وسائط واکثر ایشاں در توسط واعظم ایشان دزمنت باید شناخت امر ملت مشابہت تمام دارد بدیوارے کہ ہر خشتِ فوقانی متفرع برخشتِ تحتانی است و معتمد است بر وے تا آنکہ تفحص بأساس رسد ہمچناں ہر قرنِ متأخر مستمد است از قرنِ متقدم و منت قرنِ متقدم در گردنِ اوست کہ سبب وصولِ سعادتِ دنیا و آخرت گشتہ در فکرِ اوّل ہر یکے شیخِ خود را مے داند و کتابے میخواند بعد ازاں سرگروہ خود را مثل ابوحنیفہؒ بہ نسبتِ حنفیاں و شافعیؒ بہ نسبتِ شافعیاں می نامد و ہمچنین سیّدی عبدالقادرؒ بہ نسبتِ قادریان و خواجہ نقشبندؒ بہ نسبتِ نقشبندیاں وخواجہ معین الدّینؒ چشتی بہ نسبتِ چشتیاں باز سلاسلِ این بزرگان منتہی مے شود بجُنید بغدادیؒ ومعاصرانِ وے و ہمچنین قرّاءِ سبعہ در قرارت و شیخ ابوالحسن اشعریؒ در علمِ کلام و ثعلبیؒ و واحدیؒ وامثالِ ایشان در تفسیر و محمد بن اسحٰقؒ در علمِ سیرت و علیٰ ہٰذا القیاس آزیں مقام اندکے بیشتر باید رفت وتأمل دراں باید کرد کہ ایں جماعہ ہر چند بجمعِ علم و بہم آوردنِ آنچہ پراگندہ بود از جماعہ کثیر اخذ نمودہ بودند متصف اند امّا ہرچہ آوردہ اند از سلف آوردہ اند انچہ ماخوذ از سلف

سے درمیانی واسطوں کو اور (ملت کو صاحبِ نعمت بنانے میں) سب سے بڑا احسان جن واسطوں کا ہے ان کو پہچاننا چاہیئے۔ (سمجھ لو) کہ امرِ ملت اس دیوار کے ساتھ پوری مشابہت رکھتا ہے جس کی ہر اوپر والی اینٹ متفرع ہے نیچے والی اینٹ پر اور اسی پر سہارا لینے والی ہے۔ اسی طرح نوبت بنیاد تک پہنچ جائے گی۔ اسی طرح ہر بعد والے قرن کو اُس سے پہلے قرن سے مدد پہنچتی رہی ہے اور اس پہلے قرن کا احسان اُس کی گردن میں پڑا ہوا ہے جو کہ دنیا و آخرت کی سعادت کے ملنے کا سبب بنا ہے۔ فکر کے پہلے مرحلہ میں ہر ایک اپنے شیخ (یعنی اُستاد) کو اور اس کتاب کو جو اُس سے پڑھتا تھا جانتا ہے۔ اس کے بعد اپنے سرگروہ (مقتدا) کا جیسے ابوحنیفہؒ بہ نسبت حنفیوں کے اور شافعیؒ بہ نسبت شافعیوں کے، نام لیتا ہے۔ اور اسی طرح سیّدی عبدالقادر (جیلانیؒ) بہ نسبت قادریوں کے اور خواجہ (بہاؤالدّین) نقشبندؒ بہ نسبت نقشبندیوں کے اور خواجہ معین الدّین چشتیؒ بہ نسبت چشتیوں کے۔ پھر ان بزرگوں کے سلسلے منتہی ہوتے ہیں جُنید بغدادیؒ اور ان کے معاصرین پر۔ اور اسی طرح قرارت میں قرّاءِ سبعہ اور علمِ کلام میں شیخ ابوالحسن اشعریؒ اور تفسیر میں ثعلبیؒ اور واحدیؒ اور ان جیسے حضرات اور علمِ سیرت میں محمد بن اسحٰقؒ اسی پر دیگر علوم کے ائمہ کو قیاس کر لیا جائے۔ اب اس مقام سے ذرا اور آگے چلنا چاہیئے اور اس میں غور و فکر کرنا چاہیئے کہ اس جماعت کے حضرات اگرچہ علم کے جمع کرنے اور بکھرے ہوئے علم کو جماعتِ کثیر سے حاصل کرکے اکٹھا کرنے سے متصف ہیں مگر جو کچھ بھی لاتے ہیں سلف ہی سے لاتے ہیں۔ سلف سے جو کچھ ماخوذ ہے وہ بمنزلہ

است بمنزلہ لوح است و تحقیقاتِ خود
ایشاں از قبیلِ تفسیر مجمل والحاق الشئ
بالشئ لامرٍ جامع و جمع آنچہ پراگندہ بود
وبمنزلۂ نقش بر لوح است و طبقۂ اولیٰ
راازوسایط می باید شناخت ومنتِ ایشاں
برگردن تمام اُمت اعتقاد باید کرد. باز
توسط بانواع بسیار می باشد بروایت
کردن از آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
وبنصب علماء در ہر شہرے تا روایتِ
حدیث کنند و ترغیب قوم بداں و
تہیہ اُمورے کہ باں گرفتن علم سہل
گردد مثل بنائے مدارس و تعہد
حالِ طلبہ و توقیر ایں جماعہ و مانند آں
ہر حرکتے راازیں حرکات در نشر علم وشیوع
اسلام دراقطار ارض دخلی ہست چوں
ایں کلام مجمل بخاطر نشست اندکی مفصل تر نگارم
تا معرفتِ وسائط علمِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
آسان گردد وآنچہ گفتہ شود دستورے باشد برائے
شناختن آنچہ نگفتہ باشم۔

اعظم میراثے کہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
باُمتِ مرحومہ رسید قرآنِ عظیم است و آں تا
آخر زماں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجموع در مصاحف
نبود مثل آنکہ امروز منشی منشآتِ خود را
یا شاعرے قصائد و مقطعاتِ خود را در بیاضہا
وسفینہا در دستِ جماعہ متفرقہ گذاشتہ از

تختی کے ہے اور ان کی خود اپنی تحقیقات بطور تفسیر مجمل کے
ہے اور ایسی ہے جیسا کہ ایک امر جامع کے لئے ایک شئی کا دوسری
شئے کے ساتھ الحاق کردیا جاتا ہے اور منتشر چیزوں کو ایک جگہ
کردیا جاتا ہے اور یہ سب اس لوح پر نقوش کے مرتبہ میں
ہیں. اور طبقۂ اُولیٰ کو درمیانی طبقات سے پہچان لینا چاہیئے
اور ان کے احسان کا تمام اُمّت کی گردن پر ہونے کا
اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ واسطہ بننے
کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
روایت کرنے سے اور ہر شہر میں علماء کے تقرر سے تاکہ حدیث کی روایت
کریں اور قوم کو اُس کی جانب رغبت دلائیں اور ایسے امور کی
تیاری کہ جن کے ذریعہ سے علم کا حاصل کرنا آسان ہوجائے
جیسے مدرسوں کا قائم کرنا اور طلبہ کے حال کی خبر گیری کرتے
رہنا اور اس جماعت کی عزت کرنا اور اس کے مانند ان حرکات
میں سے ہر ایک حرکت کا زمین کے تمام اطراف میں علم کے پھیلانے
اور اسلام کی اشاعت میں خاص دخل ہے۔ جب یہ اجمالی کلام
دل میں بیٹھ گیا تو اب ہم چاہتے ہیں کہ اس سے کچھ زیادہ مفصل
لکھ دیں تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کے واسطوں کی
معرفت آسان ہوجائے اور جو کچھ کہا جائے وہ ایک معیار بن جائے اُن
چیزوں کی شناخت کے لئے جو ہم نے ذکر نہ کی ہوں۔

سب سے بڑی میراث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُمّت
مرحومہ کو پہنچی ہے قرآنِ عظیم ہے اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے آخر زمانہ تک مصاحف میں یک جائی نہ ہوتا
تھا جیسا کہ آج کوئی انشاء پرداز اپنے اعلیٰ مضامین کو یا کوئی
شاعر اپنے قصائد اور قطعات کو بیاضوں میں اور مکتوبات
کو متفرق لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر دنیا سے چلا جائے

عالم رود بمنزلۂ عصافیر اگر اندک بادی
بجنبد شذر مذر از ہم متفرق شوند
ہمچنیں ایں منشآت وقصاید بر شرف
تلف باشند اگر آں کاغذہا را آب برسد یا
دروے آتش بگیرد یا حاملِ آں بمیرد مانندِ
اَمْسِ ذاہب نابود گردد شاگردے رشید
از میانِ یارانِ آں عزیز کمر ہمت
بربندد وآں ہمہ را بہ ترتیبے مناسب
جمع کند ونسخہائے بسیار سازد و
تصحیحِ کامل بکار برد ودر عالم متفرق گرداند
پس مِنّت ایں شاگردِ رشید بر گردنِ
آنانکہ ازاں منشآت واَشعار مستفید
شوند ثابت است بہمیں دستور از
محمد بن الحسن بر ہر کہ حنفی است مِنّتے
ثابت است و از بُوَیطی بر ہر کہ شافعی است
مِنّتے در گردن وآیین جمع در مصاحف
ہمان است کہ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ بروے
منطبق شد واِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ مُبَشِّر
بادست آول حرکت دریں امر از صدیقِ اکبرؓ
بالتماسِ حضرت فاروقؓ بحکم شرحِ صدرے کہ
وے را بآں مخصوص ساختہ بودند واقع شد
بعد ازاں فاروقِ اعظمؓ سعیہا بکار برد
و در مواضعِ مشکلہ مباشرِ کشفِ شبہ
گشت وحمل کرد مردم را بر اخذِ
آں بعد ازاں ذی النُّورین

جو کہ اُن چڑیوں کے مانند ہوں گی کہ اگر تھوڑی تیز ہَوا چل جائے
تو سب اِدھر اُدھر متفرق ہو جائیں۔ اسی طرح وہ مضامین اور
قصائد بربادی کے کنارے پر ہوں گے کہ اگر اُن کاغذوں پر پانی
پہنچ جائے یا اُن میں آگ لگ جائے یا جس کے قبضہ میں
ہیں وہ مرجائے تو گزشتہ کل کی طرح نابود اور غائب
ہو جائیں۔ اگر ایک شاگرد رشید اس عزیز (ادیب اور شاعر)
کے مصاحبوں میں سے کمر ہمت باندھے اور اُن سب کو ایک
مناسب ترتیب کے ساتھ جمع کرے اور اس کی نقلیں کرا کر بہت
سے نسخے تیار کرکے اور کامل تصحیح کا اہتمام کرے اور ان کو
عالم میں شائع کردے تو اس شاگردِ رشید کا احسان اُن
سب لوگوں کی گردن پر ہوگا جو ان مضامین واشعار سے
استفادہ کریں گے۔ اسی دستور کے مطابق محمد بن حسنؒ کا احسان
ہر اس شخص پر جو حنفی ہے اور بُوَیطی کا احسان ہر اس شخص پر
جو شافعی ہے ثابت ہے اور اُن کی گردنوں پر ہے۔ اور یہ قرآن
کا مصاحف میں جمع کرنا وہی ہے جس پر اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ
(ہم یقیناً اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں) منطبق ہے اور
اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (اور یقیناً ہمارے ذمہ ہے اس کا
جمع کرنا اور اس کو پڑھوانا) اسی کی بشارت دینے والا ارشاد
ہے۔ اس بارے میں پہلی سعی صدیقِ اکبرؓ سے واقع ہوئی جو حضرت
فاروقؓ کے عرض کرنے سے جس پر اُن کو اسی درجہ کا شرحِ صدر
(یعنی اطمینانِ قلب) ہوا تھا جو ان کے ساتھ مخصوص تھا
انھوں نے شروع کردی تھی۔ اس کے بعد فاروقِ اعظمؓ بڑی
کوششوں کو کام میں لائے اور جن مقامات میں کچھ اشکال
پیدا ہوتا تھا اُن شبہات کو حل کرنے میں مشغول ہوتے۔
اور اُس کی نقول لینے پر لوگوں کو اُبھارا۔ اس کے بعد

نسخہا نویسانیدہ در آفاق فرستاد وغیر آں را محو ساخت بعد ازاں اُبیؓ بن کعبؓ و عبداللہ بن مسعودؓ و علی مرتضےٰ رضؓ و ابنِ عباسؓ در اقراءِ آں سعی بلیغ بکار بردند و این قرآن مجموع در مصاحف مَتْلُوٌّ بر اَلسنہ کہ الحال در مشرق و مغرب منتشر ست ثمرہ مساعی جمیلۂ ایشان است باز قرآن در بعض مواضع کہ اجمال داشت این بزرگواران آہستہ آہستہ بتقریباتِ شتّیٰ متصدّیِ کشفِ آں اجمال گشتند بعدِ ایشان ابنِ عباسؓ متوجّہ حلِّ لغتِ قرآن شد و ذکرِ اسباب نزول نمود دیگراں قدم بر قدم او رفتند تا آنکہ تعدّدِ نسخہا بہم رسید ثعلبی و غیر او آں ہمہ را جمع ساختہ تفسیرہا تصنیف کردند ہیچ میدانی کہ بہترین خدمتِ قرآن کدام است آنکہ در اوّلِ نزولِ قرآن از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوال ما یتعلّق بہ کردہ باشند تا بر حسب آں وحی دیگر فرود آمد چنانکہ صدیقِ اکبرؓ در آیۃ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ سوالے آورد علم شریفے را سر داد کہ اَمَّا اَنْتَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ فَتُجْزَوْنَ بِذٰلِكَ فِی الدُّنْيَا حَتّٰی تَلْقَوُا اللّٰهَ وَلَيْسَ لَكُمْ ذُنُوْبٌ وَاَمَّا الْاٰخَرُوْنَ فَيُجْمَعُ ذٰلِكَ لَهُمْ حَتّٰی يُجْزَوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اخرجہ الترمذی و فاروقِ اعظمؓ در آیتِ مجملہ تحریم خمر گفت

ذی النورینؓ نے بہت سے نسخے لکھواتے اور اطراف میں بھیجے اور اُن کے خلاف جو لکھے ہوتے تھے اُن کو محو کرایا۔ اس کے بعد اُبیؓ بن کعبؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور علی مرتضےٰ رضؓ اور ابنِ عباسؓ نے اُس کو پڑھانے میں بڑی بڑی کوششیں فرمائیں اور یہ قرآن جو مصاحف میں جمع ہے جس کی زبانوں سے تلاوت کی جاتی ہے جو آج مشرق اور مغرب میں نشر ہو رہا ہے، یہ ان ہی اکابر کی قابلِ قدر مساعی کا ثمرہ ہے۔ پھر قرآن کے جو بعض مواقع ایسے تھے کہ وہ اجمال رکھتے تھے ان بزرگوں نے مختلف تقریبات پر اُس اجمال کو کھول دینے کا اہتمام کیا اُن کے بعد ابنِ عباسؓ حلِّ لغاتِ قرآن کی طرف متوجّہ ہوئے اور انھوں نے اسبابِ نزول کا ذکر کیا، دوسرے لوگ بھی ان کے قدم بقدم چلے یہاں تک کہ (تفسیر کے) متعدد نسخے بہم پہنچ گئے، ثعلبیؒ اور دوسرے لوگوں نے ان سب کو جمع کر کے تفسیریں تصنیف کر دیں، کیا تم جانتے ہو کہ قرآن کی بہترین خدمت کونسی ہے؟ وہ یہ ہے کہ اوّل نزولِ قرآن کے بارے میں (یعنی نازل شدہ آیات کے پیشِ نظر) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُن باتوں کا سوال کیا جائے جو اُن سے متعلق ہوں تاکہ اس کے مناسب دوسری وحی نازل ہو جیساکہ صدیقِ اکبرؓ اِس آیت مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (جو شخص بُرا کام کرے گا اُس کا بدلہ اُس کو دیا جائے گا) کے متعلق سوال لیکر آئے (جسکے نتیجہ میں) ایک علمِ شریف ظاہر ہو گیا (آپؐ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا) کہ رہے تم اور سب مؤمنین تو تم کو اس کا بدلہ دنیا میں دیدیا جائیگا یہاں تک کہ تم اللہ تعالیٰ سے ایسے حال میں ملوگے کہ تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ رہے دوسرے لوگ تو ان کے گناہ جمع کئے جاتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا بدلہ اُن کو قیامت کے دن دیا جائے گا۔ اس کو روایت کیا ترمذی نے۔ اور فاروقِ اعظمؓ نے تحریمِ خمر کی مجمل آیت کے بارے میں دُعاء کی

اللھم بَیِّنْ لنا بیانَ شِفَاءٍ تارفتہ رفتہ اجمال بہ تفصیل انجامید و پردہ برانداختہ شد و بعد قرآنِ عظیم اصل دین و سرمایۂ یقین علم حدیث است و بتوسط کبرائے امت درمیانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و اُمتِ او در علمِ حدیث بچند وجہ تواند بود یکے آنکہ روایت کنند حدیث را و بآفاق فرستند مضمونِ آن را دیگر آنکہ استخراج نمایند آں را از حاملِ آں یعنی در مسئلۂ نازلہ خلیفہ وقت جمع کند صحابہ رض را و بگوید کسے ہست درمیانِ شما کہ در فلاں مسئلہ از آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حدیثے یاد داشتہ باشد و تکرارِ این سوال بجدے رساند کہ حاضران بگوشِ خود شنوند و غائبان را خبر رسد تا حاملِ حدیث مشخص شود و اگر متفرد شدہ باشد استبراء کنند از شبہ تا حدیث محلِّ اعتماد گردد چنانکہ صدیقِ اکبر رض درمیراثِ جدّہ و فاروقِ اعظم رض درباب غرّہ عبد یا امۃ تحقیق فرمودند سوم آنکہ علماءِ صحابہ رض را در آفاق فرستند و ایشاں را امر نمایند بہ روایتِ حدیث و مردماں را حمل کنند بر اخذِ ایشاں چنانکہ فاروقِ اعظم رض عبداللہ بن مسعود رض را با جمعے بکوفہ فرستاد و معقِل بن یسار و عبداللہ بن مُغفّل و عمران بن حصین را بہ بصرہ و عبادۃ بن صامت و ابودرداء را بہ شام و بمعاویۃ بن ابی سفیان کہ

کہ اے اللہ بیان کر دیجئے ہمارے لئے (اس حکم کے بارے میں) شافی یعنی مفصّل بات۔ تا آنکہ رفتہ رفتہ اُس اجمال کی تفصیل نازل ہوگئی اور پردہ ہٹا دیا گیا۔

اور بعد قرآنِ عظیم کے جو دین کی اصل اور ایمان کا بڑا سرمایہ ہے وہ علمِ حدیث ہے اور بزرگانِ اُمّت کا واسطہ بننا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمت کے درمیان چند صورت کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ پہلی یہ کہ حدیث کو روایت کریں اور اس کے مضمون کو چاروں طرف بھیجیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جس کے پاس حدیث موجود ہو اُس سے نکلوائیں یعنی کسی پیش آمدہ مسئلہ کے موقع پر خلیفۂ وقت صحابہ رض کو جمع کرے اور کہے کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ فلاں مسئلہ کے بارے میں اُس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث یاد ہو۔ اور اس سوال کو بار بار کر کے اس تک پہنچا دے کہ جس قدر لوگ موجود ہوں وہ اپنے کانوں سے سُن لیں اور جو موجود نہیں ہیں اُن کو خبر پہنچ جائے تاکہ جس کے پاس ایسی حدیث موجود ہو وہ پہچانا جائے اور اگر وہ متفرد (یعنی اکیلا) ہو تو شبہ کی صفائی بھی پیش کرے تاکہ حدیث قابلِ اعتماد ہو جائے جیسا کہ صدیقِ اکبر رض نے دادی کی میراث کے بارے میں اور فاروقِ اعظم رض نے ایک بُردے کے بارے میں تحقیق کی تھی۔ تیسری صورت یہ ہے کہ علماءِ صحابہ رض کو چاروں طرف بھیجیں اور ان کو روایتِ حدیث کا حکم دیں اور لوگوں کو اُن سے حدیث حاصل کرنے کی ترغیب دیں جیسا کہ فاروقِ اعظم رض نے عبداللہ بن مسعود رض کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ میں بھیجا اور معقل رض بن یسار اور عبداللہ رض بن مغفّل اور عمران رض بن حصین کو بصرہ میں اور عُبادہ رض بن صامت اور ابو درداء رض کو

امیر شام بود قدغن بلیغ نوشت کہ از حدیثِ
ایشاں تجاوز نکنند چہارم آنکہ طریق
روایت آموزند و احتیاط دراں باب فرمایند
پنجم آنکہ عمل کنند بر حدیثے علانیہ تا آں
حدیث مجمع علیہ گردد و عملِ خلفاء مصحح آں روایت
باشد در بسیارے از احادیث خواندہ باشی
فَعَلَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
و ابوبکر و عمر ششم آنکہ حدیثے کہ زیادہ است
بر کتاب اللہ مثلِ حدیثِ ایمان بالقدر و
حدیثِ معراج و حدیث عذابِ قبر
وغیر آں بر سرِ منابر اشارہ بآں حدیث
فرماید کہ فلاں حدیث و فلاں حدیث
از انجملہ ست کہ ایمان براں واجب است
ہرچند آں را در کتاب اللہ نیابند این
روایت آں ہمہ احادیث است اجمالاً و
تصحیح و تقویتِ آنست و افادہ آنکہ از
قبیلِ ضروریاتِ دین شدہ است
ہفتم آنکہ مضمون احادیث در خطب
خود ارشاد فرمایند تا اصل حدیث بآں
موقوفِ خلیفہ قوت یابد یارانے کہ بغورِ
سخن نمی رسند در بند آنکہ در متفق علیہ
از حضرت صدیق رض صحیح نہ شد مگر شش حدیث
واز فاروقِ اعظم رض بصحت نہ رسید مگر قریب
ہفتاد حدیث ایں را نمی فہمند و نمی دانند کہ
حضرت فاروق رض تمام علم حدیث را

شام میں۔ اور معاویہ بن ابی سفیان کو جو کہ امیر شام تھے ایک بلیغ
تنبیہ نامہ بھیجا کہ ان حدیثوں سے کبھی تجاوز نہ کریں۔ چوتھی
صورت یہ ہے کہ طریق روایت سکھائیں اور اس بارے میں
احتیاط کی ہدایت فرمائیں۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ کسی حدیث
پر علانیہ عمل نہ کریں تا آنکہ وہ حدیث متفق علیہ ہو جائے اور
اُس روایت کا مصحح خلفاء کا عمل بنے۔ تم نے بہت سی
احادیث میں یہ پڑھا ہوگا فعل ذٰلک رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم و ابوبکر و عمر (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے ایسا کیا اور ابوبکر رض و عمر رض نے) چھٹی صورت یہ ہے کہ ایسی حدیث
جو کتاب اللہ پر اضافہ کرتی ہے جیسے ایمان بالقدر کی حدیث اور
معراج کی حدیث اور عذابِ قبر کی حدیث وغیرہ ایسی حدیثوں
کی طرف منبروں پر بیٹھ کر اشارہ فرمائیں کہ فلاں حدیث
اور فلاں حدیث ان احادیث میں سے ہیں جن پر ایمان لانا واجب
ہے اگرچہ ان کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے ہیں۔ یہ ان سب
احادیث کی اجمالی روایت ہے اور اُن کی تصحیح اور تقویت
اور اس امر کا افادہ کرنے کے لئے کہ (ان احادیث میں جو
باتیں مذکور ہیں) وہ سب ضروریاتِ دین میں سے ہیں۔
ساتویں صورت یہ ہے کہ احادیث کے مضمون کو اپنے خطبوں
میں ارشاد فرمائیں تاکہ اصل حدیث خلیفہ کی اس حدیث موقوف
سے قوت پائے۔ جو دوست کہ بات کی گہرائی تک نہیں پہنچتے وہ
اس قید میں ہیں کہ حدیث کی متفق علیہ کتابوں (بخاری اور
مسلم) میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے صرف چھ حدیثیں بروایت
صحیح ثابت ہوتی ہیں اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے تقریباً
ستر احادیث سے زیادہ صحت کو نہیں پہنچیں۔ اس کو یہ لوگ نہیں
سمجھتے اور نہ جانتے ہیں کہ حضرت فاروقِ اعظم رض نے تو تمام

اجمالاً تقویت دادہ و اعلان نمودہ بعد قرآن عظیم و سنتِ اعظمِ علوم و اشدّ آنہا در احتیاج علم فقہ است و اعظم توسط کبرائے اُمّت درمیانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم و سائر اُمتِ او در فقہ آنست کہ طرق اجتہاد را تعلیم فرماید مثلاً بیان کند ترتیبِ اَدِلّہ اربعہ و ترتیب سنّت بر کتاب و تخصیص عام کتاب بخاص سُنّت و حلّ مجمل کتاب بہ مفصّلِ سنّت چنانکہ صدّیقِ اکبر رضؓ و عمر فاروق رضؓ باتم وجہ دربیان آوردند باز اعظم توسط آنست کہ مسائل مجتہد فیہ را بسرحد اجماع رساند تا اختلاف از اُمّت برانداختہ شود و جمیع اُمّت را باں مسائل حجّت قائم گردد باز اعظم توسط آنست کہ در مسائل عبادات و مناکحات و مبایعات، و قضایا و سِیَر در مسائل نازلہ اجتہاد فرماید و جواب مسئلہ وے در آفاق مشہور شود و اقاصی و ادانی باں راہے ادراک نمایند۔

و بعدِ فقہ اعظمِ علوم علمِ احسان است یعنی آنچہ امروز باسمِ علمِ سلوک مسمّی مے شود و قوّت القلوب و احیاء العلوم دراں مصنّف شدہ است و اعظمِ توسط کبرائے امّت درمیانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و سائرِ اُمتِ او آنست کہ بزبانِ حال و بزبانِ قال ہردو آں علوم را و آں مقامات و احوال را

علمِ حدیث کو اجمالاً قوت پہنچائی ہے اور اعلان کیا ہے۔ قرآنِ عظیم اور حدیث کے بعد سب علوم سے بڑا اور جس کی طرف لوگوں کو سخت احتیاج ہے علمِ فقہ ہے اور فقہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمّت کے درمیان بزرگانِ اُمّت کے ...... واسطہ بننے کی یہ صورت ہے کہ طریقِ اجتہاد کو تعلیم فرمائیں مثلاً ادلّۂ اربعہ کی ترتیب بیان کریں اور کتاب اللہ پر سُنّت کا مرتب ہونا اور کتاب اللہ کے عام کی تخصیص سُنّتِ خاص سے اور کتاب اللہ کے مجمل کا حل تفصیل بیان کرنے والی حدیث سے جیساکہ صدیقِ اکبر رضؓ اور فاروقِ اعظم رضؓ نے مکمّل صورت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ پھر واسطہ بننے کی بڑی صورت یہ ہے کہ جو مسائل اجتہاد سے حل کرنے کے قابل ہیں اُن کو اجماع کی سرحد میں پہنچادیں تاکہ اُمّت سے اختلاف اُٹھ جائے اور تمام اُمت کے لئے ان مسائل میں حجّت قائم ہوجائے۔ پھر واسطہ بننے کی بڑی صورت یہ ہے کہ عبادات اور نکاح و طلاق اور خرید و فروخت کے اور مقدّمات کے فیصلوں اور سیَر کے پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد فرمائیں اور مسئلہ کا جو کچھ وہ جواب دیں وہ آفاق میں مشہور ہوجائے اور دُور اور نزدیک والے سب لوگ اس سے راہِ ہدایت حاصل کریں۔

اور فقہ کے بعد سب سے بزرگ تر علم علمِ احسان ہے یعنی وہ جس کو آج علمِ سلوک کہاجاتا ہے اور قوت القلوب اور احیاء العلوم جس کے بارے میں تصنیف کی گئی ہیں۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی تمام اُمّت کے درمیان ان اکابر کے واسطہ بننے کی یہ صورت ہے کہ زبانِ حال اور زبانِ قال دونوں سے اُن علوم کی اور ان مقامات واحوال کی لوگوں کو تعلیم فرمائیں اور ان احباب کو بھی دونوں

بر وماں تعلیم فرماید و ترتیب کند یاران را بہر دو زبان وازدیے آں علوم در آفاق شہرت گیرند واقاصی وادانی ازاں مستفید شوند چنانکہ دریں کتاب بہاشئ کثیر از حضرت شیخین رضؓ معلوم کردہ باشی و بعد ازیں مراتب علم حکمت است و بیان اخلاقِ فاضلہ و اضدادِ آں و تدبیر منازل و سیاستِ مُدن و قواعدِ کلیہ این فنون بمقتضائے تجربہ و عقل چون این تفصیل را شناختی اکنوں فکر را دراں خوض. فرماکہ در زمانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں بلادِ عرب مفتوح شدہ بود نہ بلادِ عجم باز در آخر حیات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فتنہ مُسَیلمہ کذاب و اَسود عَنسی بر خاست و صفائی اسلام را مکدّر ساخت و بعد انتقالِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ آں کدورت متزاید شدن گرفت قیام بقتال مرتدین کہ کرد و فتح فارس وروم راکہ بنیاد نہاد بعد ازاں توغل در فتح فارس وروم از کہ وجو گرفت واتمام آں در عہدِ کدام کس واقع شد بحقیقت تمام زمین بمنزلہ مرغے بود کہ سرش عراق ودو جناحش فارس ورُوم و دو پایش ہند و فرنگ یا ہند و ترکستان چنانکہ ہُرمزان پیش حضرتِ

زبان (یعنی زبانِ حال و زبانِ قال) سے تعلیم وافادہ کے لئے تیار کردیں اور اُن سے وہ علوم دنیا کے سب اطراف میں مشہور ہوں اور سب دُور نزدیک کے لوگ اُن سے فائدہ حاصل کریں جیسا کہ ان کا بڑا حصہ حضرات شیخین رضؓ کے بارے میں جو لکھا جاچکا ہے تم معلوم کرچکے ہو گے۔

اس کے بعد علمِ حکمت (دانشوری) کے مراتب ہیں اور اخلاقِ فاضلہ اور ان کے اضداد (اخلاقِ سیّئہ) کا بیان اور گھریلو معاشرت کی درستی اور شہری سیاست کا بیان ہے اور فنون کے قواعدِ کلیہ بمقتضائے تجربہ و عقل۔ جب تم نے اس تفصیل کو پہچان لیا اب اس میں غور و فکر کیجئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ بلادِ عرب مفتوح ہوئے تھے نہ کہ بلادِ عجم۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آخر حیات میں مُسَیلمہ[1] کذاب اور اسودِ عَنسی (مدعیانِ نبوّت) کا فتنہ اُٹھا اور اس نے اسلام کی صفائی کو مکدّر کردیا (یعنی حق کے مقابلہ پر باطل نے اُبھرنا شروع کردیا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب کہ وہ کدورت اور بڑھنا شروع ہوگئی تو مرتدین سے قتال کے لئے کون کھڑا ہوا اور فارس اور روم کی فتح کی بنیاد کس نے رکھی؟ اس کے بعد فارس اور روم کی فتح میں پوری جد و جہد کس سے وجود میں آئی اور اس کا اِتمام کس شخص کے عہد میں ہوا۔ در حقیقت تمام زمین بمنزلہ ایک مُرغ کے تھی جس کا سر عراق اور اُس کے دو بازو فارس اور روم اور دو پاؤں ہند اور فرنگ یا ہند اور ترکستان تھے جیساکہ ہُرمُزان نے حضرت

[1] مُسَیلمہ کذاب کے ساتھ اس کا بڑا قبیلہ بنو حنیفہ تھا جو مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر رضؓ نے اقدام کرکے اس پر حملہ کیا۔ سخت جنگ کے بعد مسیلمہ کذاب ہلاک کردیا گیا اور اس فتنہ کا استیصال ہوا۔ اسود عنسی اسی شب میں مارا گیا جس کی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی آپ نے اسکے قتل کا حال بحوالہ جبرئیلؑ اصحابؓ کو بتادیا۔ قاصدوں کے ذریعہ سے مدینہ میں کتنی دن بعد اطلاع پہنچی ۱۲ مترجم

فاروق رضؓ بیان نمود سر آں مرغ کہ کوفت
و دو بازوے او را کہ شکست ہمیں دو
پاکہ از دستِ تصرف ایشاں باقی
ماندہ بود تا حال کوفتہ نہ شد و اگر
بر تو امرے مشتبہ شود و نہ دانی
کہ واسطہ اوّل بلوغ او کدام شخص
بودہ است از سہ کس میزانے
بدستِ تو دہیم و آں میزان آنست کہ
نظر کنی بجمعے کہ از یک شخص روایت
ندارند و اصلاً ہمت خود بر اخذ علم
از وے نگماشتہ اند اگر آں علم
درمیانِ ایشاں کما ینبغی بیابی بداں کہ
واسطۂ اوّل مردے دیگر است
مثل آنکہ اہلِ شام و اہلِ مصر از حضرت
مرتضےٰ رضؓ روایت ندارند باز زہدیات و
علمِ سلوک درمیانِ ایشاں یافتہ
می شود بہ وفور پس بحقیقت مبلغ ایں معانی
پیش از حضرت مرتضےٰ رضؓ دیگرے بودہ است
فتأمّل پس چوں ایں سہ نکتہ مبین شد نوبت
آں رسید کہ در مناقبِ خلفاء رضؓ شروع کنیم
گوش بآواز باید بود تا در ضمن سرِ و قصہ بکدام
خصلت اشارہ نمائیم۔

فاروق رضؓ کے سامنے بیان کیا تھا۔ اُس مرغ کا سر کس نے کوٹا اور
اُس کے دونوں بازوؤں کو کس نے توڑا۔ صرف یہ دو پاؤں
اُن کے دستِ تصرف سے باقی رہ گئے تھے یہ آج تک نہیں توڑے
جا سکے۔ اگر تم پر حقیقت الامر مشتبہ ہو جاتے اور تم کو پتہ نہ
چلے کہ سب سے پہلا واسطہ (علم احسان وغیرہ کے اُمّت تک)
پہنچنے کا ان دو تین شخصوں میں سے کون تھا تو ہم ایک میزان
تمہارے ہاتھ میں دیتے ہیں (جس سے تم خود معلوم کر سکو گے)
اور وہ میزان یہ ہے کہ تم ایک ایسی جماعت پر نظر کرو جس کے پاس
ایک شخص کی کوئی روایت نہیں اور اس جماعت کے لوگوں نے
کبھی کوئی کوشش اور قصد نہیں کیا اُس شخص سے علم حاصل
کرنے کا۔ اگر تم اُس علم کو اُن لوگوں کے درمیان (کامل طور پر)
جیسا کہ ہونا چاہیئے پاؤ تو سمجھ لو کہ واسطۂ اوّل (اس شخص کے
علاوہ) کوئی دوسرا ہی شخص تھا مثلاً یہ بات کہ اہلِ شام
اور اہلِ مصر حضرت مرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہیں
رکھتے اور پھر زہد کے اوصاف اور علم سلوک کامل طور پر
اُن کے درمیان پایا جاتا ہے تو (تم اس سے یہ سمجھ سکتے ہو)
درحقیقت ان معانی کا ان تک پہنچانے والا حضرت مرتضےٰ رضؓ
سے پہلے کوئی اور ہی تھا۔ اس پر غور کرو۔ اب کہ یہ تین نکتے
واضح کر دیئے گئے اب اس بات کی نوبت آ پہنچی کہ ہم حضرات
خلفاء رضؓ کے مناقب شروع کر دیں۔ آپ کو گوش بر آواز رہنا
چاہیئے کہ کسی قصہ کے بیان کرنے میں ہم کس خصلت کی طرف
اشارہ کرتے ہیں۔

مناقبِ جمیلہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَمّا ماٰثر جمیلہ صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پس ازانجملہ براعتِ نسب اوست مصعب
زبیری نسّابہ گفتہ است اِنما سمّی ابوبکر عتیقًا
لانہٗ لم یکن فی نسبہٖ شیٔ یعاب بہ کذا فی الاستیعاب
و آنکہ از اشرافِ قریش بود و اصحابِ وجاہت
میانِ ایشاں زُبیر بن بکّار گفتہ است
ان ابابکر احدُ عشرۃٍ من قریشٍ اتّصل بہم
شرفُ الجاہلیۃ بشرفِ الاسلام و کان الیہ
امر الدّیاتِ و الغُرم و فی الاستیعاب کان
فی الجاہلیۃ وجیہًا رئیسًا من رؤساء قریش
و الیہ کانت الاِشناقُ فی الجاہلیۃ و
معنی اِشناق آنست کہ چوں قتلے واقع
می شد و فتنہ درمیان قبیلہ قاتل و
قبیلہ مقتول بر می خاست ابوبکر صدیق رضؓ کفیلِ
دیت می شد و آں فتنہ را فرو می نشاند
اگر دیگرے کفیل می شد اعتداد نمی کردند
و فتنہ تسکین نمی یافت محمد بن اسحٰق
گفتہ و کان ابوبکر رجلًا مآلفًا
لقومہٖ محبّبًا سہلًا و کان انسب
قریش لقریش و اعلم
قریش بہا و بما کان

ان میں ایک آپ کے نسب کا بے داغ ہونا ہے۔ مصعب زبیری نسّابہ (ماہرِ انساب)، کا قول ہے کہ ابوبکر رضؓ کو "عتیق" کا خطاب اس لئے دیا گیا کہ ان کے نسب میں ایسی کوئی چیز نہ تھی جس سے ان پر کوئی عیب لگایا جائے۔ ایسا ہی استیعاب میں ہے۔ اور یہ کہ وہ اشرافِ قریش میں سے اور اُن کے درمیان صاحبِ وجاہت تھے۔ زبیر بن بکّار کا قول ہے کہ ابوبکر رضؓ قریش میں کے اُن دس آدمیوں میں سے ایک تھے جن کا شرفِ جاہلیت (یعنی شرف زمانہ قبل از اسلام) شرفِ اسلام سے متصل ہو گیا (یعنی جاہلیت سے اسلام تک اُن کو برابر شرف حاصل رہا) اور (جاہلیت میں) خونبہا اور تاوانوں کا معاملہ ان ہی کی طرف رجوع ہوا کرتا تھا۔ اور استیعاب میں لکھا ہے کہ جاہلیت میں ذی اثر تھے اور رؤساءِ قریش میں کے ایک رئیس تھے اور اشناق کا معاملہ دَورِ جاہلیت میں اُن ہی سے متعلق تھا۔ اور اشناق کے معنے یہ ہیں کہ جب کوئی قتل واقع ہوتا تھا اور قاتل کے قبیلہ اور مقتول کے قبیلے کے درمیان کوئی فتنہ اُٹھتا تھا تو ابوبکر صدّیق رضؓ خونبہا کے ذمہ دار ہوا کرتے تھے اور اس فتنہ کو دبا دیا کرتے تھے۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص کفالت کرتا تو لوگ اس کو کسی شمار میں نہیں سمجھتے تھے اور فتنہ فرو نہیں ہوتا تھا۔ محمد بن اسحٰق رحؒ کا قول ہے کہ ابوبکر رضؓ ایک ایسے شخص تھے جن کی ذات پر قوم جمع ہو جاتی تھی قوم کے محبوب تھے باوقار تھے اور قریش کے نزدیک قریش میں کے عالی نسب اور قریش میں.... سب سے زیادہ نسب کے جاننے والے

فیہا من خیر و شر و کان رجلاً تاجراً ذا خلق و معروف و کان رجال قومہ یاتونہ و یألفونہ لغیر واحد من الامر لعلمہ و تجارتہ و حسن مجالستہ الحدیث تا آنجا کہ انس گفت در قصہ ہجرت و ابو بکر شیخ معروف و رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم شاب لا یعرف اخرج البخاری. و از انجملہ آنست کہ قوت عاقلہ و عاملہ او پیش از اسلام بمقدار متیسر دراں زمان کارہائے خویش کردہ بودہ اند الحال آنچہ در دست مردم است از انساب قریش ماخوذ از زبیر بن بکار است و وے آں را از مصعب زبیری اخذ کردہ است و وے بواسطہ از جبیر بن مطعم و وے از صدیق اکبر رض و آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم در قصہ حسان بن ثابت و جواب دے ہجائے قریش را تقریر این علم برائے حضرت صدیق رض فرمود قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لحسان کیف تہجوہم و انا منہم و کیف تہجوا باسفیان و ہو ابن عمی فقال واللہ لاسلنک منہم کما تسل الشعرۃ من العجین فقال لہ ایت ابابکر فانہ اعلم بانساب القوم منک فکان یمضی الی ابی بکر لیقفہ علی انسابہم

تھے اور نسب کی اچھائی اور برائی سے خوب واقف تھے اور وہ ایک تاجر تھے صاحب خلق اور صاحب خیر اور ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس آتے تھے اور ان سے الفت کرتے تھے کسی ایک آدھ خوبی کی وجہ سے نہیں (بلکہ ان کی جامعیت کی بنا پر یعنی) ان کے (ہر قسم کے) علم کی وجہ سے اور تجارت کی وجہ سے اور ان کے بہترین مجلسی اخلاق کی وجہ سے. آخر حدیث تک. یہاں تک کہ انس رض نے قصہ ہجرت میں یہ کہا کہ اور ابو بکر رض ایک ایسے شیخ تھے جو عام طور پر جانے پہچانے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے جوان تھے جن کو (عام طور سے) نہیں پہچانا جاتا تھا. اس کو بخاری نے روایت کیا. اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی قوت عاقلہ و قوت عاملہ اسلام سے پہلے بھی جس قدر آسانی سے کر سکتی تھی اس زمانہ میں اپنے کام کرتی رہی ہے. اب جو کچھ انساب قریش کا علم لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ ماخوذ ہے زبیر بن بکار سے اور انھوں نے یہ علم مصعب زبیری سے لیا اور انھوں نے ایک واسطہ سے جبیر بن مطعم سے اخذ کیا اور انھوں نے صدیق اکبر رض سے. اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت رض کے قصہ میں اور قریش کی ہجو کا جواب دینے کے لئے ان کے تیار ہونے کے موقع پر حضرت صدیق رض کے حق میں اس علم (انساب میں) پختگی کا ذکر فرمایا (یعنی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان رض سے فرمایا کہ تم ان کی ہجو کیسے کروگے جب کہ میں بھی ان میں سے ہوں اور تم کیسے ہجو کروگے ابو سفیان کی جب کہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے تو حسان رض نے کہا کہ واللہ میں آپ کو ان میں سے اس طرح صاف نکال لیجاؤں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے میں سے بال کھینچ لیا جاتا ہے. تو آپ نے حسان رض سے فرمایا کہ تم ابو بکر رض سے مل لینا وہ قوم کے انساب کو تم سے زیادہ جانتے ہیں تو وہ

الحدیث اخرجہ ابو عمر فی الاستیعاب۔
و در شعر ید طُولے داشت لیکن بعد
اسلام ترک آں کرد کذا فی الاستیعاب۔
و در فصاحت پایہ بلند قال ابو ذویب
شاعر ہذلی فی قصّۃ سقیفۃ بنی ساعدۃ
تکلمتِ الانصارُ فاطالوا الخطاب
واکثروا الصّوابَ وتکلّم ابوبکرٍ فلِلّٰہ دَرُّہ
من رجلٍ لایطیل الکلامَ ویَعلم
مواضعَ فصل الخطاب واللہ لقد
تکلّم بکلامٍ لایسمَعُہٗ سامعٌ الّا
انقادلہ ومالَ الیہ ثمّ تکلّم عُمر بعدہٗ
بدونِ کلامہ ومَدّیدہ فبایعہٗ و
بایعوہ خمر را در جاہلیت برخود حرام کردہ
بُود کذا فی الاستیعاب وبُت را
گاہے سجدہ نہ کردہ عن الزّہری
انہٗ قال من فضلِ ابی بکرٍ انہ لم
یَشُکّ فی اللّٰہِ ساعۃً قطّ مذکور فی
الصّواعقِ وابن الدُّغنہ درمیانِ
اشرافِ قریش گفت انّ ابابکر
لایَخرُجُ مثلُہ ولایُخرَجُ
أ تُخرِجُوْن رجلاً یَکسبُ
المعدومَ ویصِلُ الرّحمَ
ویَحمِلُ الکلَّ ویقری الضّیف

ابوبکرؓ کے پاس جانے لگے تاکہ وہ قوم کے انساب سے اُن کو واقف کردیں۔ آخر حدیث تک۔ اس کو ابو عمرؓ نے استیعاب میں روایت کیا۔ اور آپ شاعری میں بڑی قدرت رکھتے تھے لیکن اِسلام کے بعد اس کو ترک کردیا۔ استیعاب میں ایسا ہی لکھا ہے اور فصاحتِ کلام میں بلند مرتبہ تھے۔ ابو ذویب شاعر ہذلی نے سقیفہ بنی ساعدہ کے قصہ میں بیان کیا کہ انصار نے کلام کیا اور انھوں نے تقریر کو طول دیا اور بہت کچھ (اپنی) بھلائیاں ذکر کردیں اور ابوبکرؓ نے تقریر کی تو سبحان اللہ کیا کہنے اس شخص کے حُسن بیان کے کہ وہ کلام کو طول نہیں دے رہے تھے اور کلام کے فیصلہ کُن مواقع پر رُکنے کو خوب جانتے تھے۔ واللہ اُنھوں نے ایسے کلام کے ساتھ تکلّم کیا کہ اس کو جو سُننے والا سُنے اُن کی اطاعت پر تیار اور ان کی طرف راغب ہوجاتے پھر اُن کے بعد عمرؓ نے کلام کیا جو اُن کے کلام سے کمتر تھا اور اُن کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور اُن سے بیعت کی اور سب لوگوں نے اُن سے بیعت کرلی۔ آپ نے جاہلیت کے دَور میں ہی شراب کو اپنے اُوپر حرام کرلیا تھا (استیعاب) اور آپ نے بُتوں کو کبھی سجدہ نہیں کیا۔ اور زُہریؒ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ ابوبکرؓ کی فضیلتوں میں سے ایک یہ ہے کہ انھیں اللہ (کی ذات وصفات کمال) کے بارے میں کبھی کسی ساعت میں بھی شک نہیں ہوا۔ یہ مذکور ہے صواعق میں اور ابن الدُّغنہ نے اشرافِ قریش کے درمیان کہا کہ ابوبکرؓ جیسا شخص نہیں نِکلے گا اور نہیں نکالا جاسکے گا کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو ناداروں کی ضرورتیں پوری کرتا رہتا ہے اور

ــــــــــــــــــــ
مسئلہ دُغنہ انکی ماں کا نام تھا دال کے پیش اور غین کے سکون کے ساتھ یہ اسی نسبت سے مشہور ہوئے۔ ان کا نام ربیعہ بن رفیع ہے انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنے امن میں لیا تھا۔ جب کہ قریش انکو مکّہ سے نکالنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

ویعین علی نوائب الحقؒ بمثل انچہ حضرتِ خدیجہؓ در وصفِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیان نمود، ہیچکس از قریش دم انکار نتوانست زد و آزا نجملہ آنست کہ پیش از اسلام بہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم طریقِ محبّت و فدامے ورزید در قصّہ توجّہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بجانبِ شام ہمراہِ عم خود ابو طالب باز رجوعِ آنحضرتؐ بموجبِ تاکیدِ راہب مذکوراست وبعث معہ ابوبکرؓ بلالاً وزوّدہ الراھبُ من الکعکِ والزیتِ رواہا الترمذی وحسّنہا والحاکم وصحّحہا بعض یاران کہ بفہم سخن نمی رسند بملاحظہ صغر سنّ صدیقِ اکبرؓ دراں وقت وآنکہ اشترائے بلالؓ جز این نیست کہ بعد اسلام بودہ است در تردّد افتادہ اند فقیر میگوید گویا ایشاں قصہ جمع از اذکیاء کہ مصدرِ حرکاتِ عجیبہ شدہ اند در ایام صغر سن نشنیدہ اند و از کجا کہ دراں وقت بلالؓ مملوکِ حضرتِ صدیقؓ نہ بود جائز است کہ بلالؓ را بطریقِ اجارہ یا عاریت ہمراہ گرفتہ باشد بلکہ این احتمال قریب است زیرا کہ بلالؓ مملوک بنی جمح بود وایشان ہمسایگانِ حضرتِ صدیقؓ بودند وبا ایشان معاملہا و مواساۃ ہا داشت

رشتہ داروں کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہے اور تھکے ماندوں کو سواری پر بٹھاتا ہے اور مہمانوں کی مہمانداری کرتا ہے اور حادثوں (یعنی معاملات) میں جو حق پر ہوتا ہے اس کی مدد کرتا ہے۔" جیسا کہ حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں بیان کیا تھا۔ تو کوئی شخص قریش میں سے انکار کی جرأت نہ کر سکا۔

اوران میں سے ایک یہ ہے کہ وہ قبل از اسلام ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طریقِ محبت و فدائیت اختیار کئے ہوتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ سفرِ شام کی روانگی پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بموجب تاکیدِ راہب واپسی کے قصّہ میں مذکور ہے:" اور ان کے ساتھ ابوبکرؓ نے بلالؓ کو بھیجا اور راہب نے بطور زادِ راہ کلچے اور زیت دیا۔ اس کو روایت کیا ترمذی نے اور حسَن کہا اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا۔ بعض دوست جو بات کی حقیقت کو نہیں سمجھتے اُس زمانہ میں حضرت صدیقؓ کی کم عمری کے پیشِ نظر اور اس بات سے کہ بلالؓ کو خریدنے کا واقعہ اسلام کے بعد ہی کا ہے تردّد میں پڑ گئے۔ فقیر کہتا ہے کہ گویا اُن لوگوں نے کوئی قصہ بہت سے اذکیاء کی کم سنّی کے قصوں میں سے نہیں سُنا جن سے عجیب حرکات کا صدور ہوا ہے (تو اگر کم عمری کے زمانہ میں حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے ساتھ محبّت وہمدردی کا معاملہ کیا تو کیا استبعاد لازم آگیا) اور اس شبہ کا کیا موقع ہے کہ اس وقت ... حضرت بلالؓ حضرت صدیقؓ کے مملوک نہیں تھے۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت بلالؓ کو بطریق اجارے کے یا (ان کے آقا سے) مانگ کر یعنی بطورِ عاریت ساتھ کر دیا ہو۔ بلکہ یہ احتمال قریب ہے کیونکہ حضرت بلالؓ بنی جُمح کے مملوک تھے اور وہ حضرت صدیقؓ کے ہمسایہ تھے اور اُن کے ساتھ اُن کے اچھے معاملات اور ہمدردانہ

ومواساتِ حضرت صدیق رضؓ با آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پیش از نبوت در چندیں
قصہ مذکور شدہ یکے ازانکہ صحیح ترین قصص
است ذکر کردیم عن میمون بن مھران
قال اختلف ابوبکر فیما بینہ و بین
خدیجۃ حتی انکحھا ایاہ مذکور فی
الصواعق معزوًّا لابی نعیم و ازآں جملہ
آنست کہ در اوّل بعثت مسلمان شد و
سبقت کرد برہمہ در اسلام و علمائے
سیرت در اوّل مَنْ اسلم ابوبکر او علیؓ
او خدیجہؓ اختلاف دارند از ہر جانب دلائل
قائم کردہ اند و اتفاقِ جمیع حاصل است
برآنکہ از احرارِ بالغین کسے بر حضرت
صدیق رضؓ سبقت نکردہ و پیش از وے کسے
اظہار دینِ خود در قریش نہ نمودہ۔
فقیر اینجا نکتۂ دارد و آں این است کہ
اوّلیتِ اسلام بجہت آں از مآثر معدود شدہ
است کہ حامل شد بر اسلام مردمان و جاذب
شد قلوب مردم را بسوئی اسلام و بحکم الدّالُ
علے الخیر کفاعلہ اجر جمیع آنانکہ بعد ازوے باسلام
درآیند در جریدۂ اعمال وے نوشتہ شود و ایں
معنی بجز حُر بالغ مشہور فی الناس مطاع درمیانِ
ایشاں کہ اظہار دینِ خود کند و بجدِ تمام مردماں را
بر قبولِ آں آرد میسر نیست پس از مآثر خاصہ حضرت
صدیق رضؓ است گو در اولیتِ حقیقیہ اختلاف واقع

تعلقات تھے۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ نبوّت سے پہلے زمانہ کے بہت سے ہمدردی
کے واقعات مذکور ہوتے ہیں ان میں سے ایک صحیح ترین قصے
کا تو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور میمون بن مھران سے مروی ہے کہا ہے
کہ ابوبکرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خدیجہؓ کے درمیان
آمدورفت کرتے رہے یہاں تک کہ انؓ کا نکاح آپؐ سے کرا دیا۔ یہ
قصہ صواعق میں بحوالہ ابی نُعیم مذکور ہے۔ اور ان میں سے ایک
یہ ہے کہ بعثت کے شروع میں ہی مسلمان ہو گئے تھے اور اسلام
میں آپ نے سب پر سبقت کی تھی اور علماء سیرت اس میں اختلاف
رکھتے ہیں کہ سب سے پہلے اسلام ابوبکرؓ لاتے یا علیؓ یا خدیجہؓ
اور ہر جانب سے دلائل قائم کئے گئے ہیں اور سب کا اتفاق
اِس پر ہو گیا ہے کہ احرار بالغین میں سے کسی نے حضرت صدیقؓ
پر سبقت نہیں کی اور اُن سے پہلے کسی نے اپنے دین کا اظہار
قریش پر نہیں کیا۔ فقیر یہاں ایک نکتہ رکھتا ہے اور وہ یہ
ہے کہ اولیتِ اسلام کو اس وجہ سے محاسن میں شمار کیا گیا ہے
کہ وہ لوگوں کو اسلام پر اُبھارنے والی ہوتی اور لوگوں کے
دلوں میں اسلام کی طرف کشش پیدا کرنے والی ہوتی اور بحکم
الدّالُ علے الخیر کفاعلہ (خیر کیطرف رہنمائی کرنے والا خیر پر عمل
کرنے والے کی مانند ہے) ان تمام لوگوں کا اجر جو اس کے بعد
اِسلام میں داخل ہونے والے ہیں اس کے نامۂ اعمال لکھا
جائے گا اور یہ بات بجز ایسے شخص کے جو آزاد ہو، بالغ ہو،
لوگوں میں مشہور ہو اور ذی اثر ہو کہ لوگ اس کی اطاعت
کرتے ہوں کہ وہ اپنے دین کا اظہار کرے اور پوری کوشش
کے ساتھ لوگوں کو اُس کے قبول کرنے پر آمادہ کرے کسی دوسرے
کو میسّر نہیں ہو سکتی، تو اوّلیت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے

شدہ باشد و ازاں جملہ آنست کہ سبب اسلام
حضرت صدیق رض تنبیہ غیبی بودہ است چند
دفعہ یکے آنکہ وے رضی اللہ عنہ گفتہ است کہ
روزے در ایام جاہلیت زیر سایہ درختے
نشستہ بودم ناگاہ دیدم کہ شاخے ازاں
درخت میل بجانب من کرد چنانکہ بسر
من رسید من دراں می نگریستم و می گفتم این
چہ خواہد بود آوازے ازاں درخت بگوش من
رسید کہ پیغمبرے در فلاں وقت بروں خواہد آمد
می باید کہ تو سعادتمند ترین مردمان باشی بوی
گفتم کہ روشن تر بگوے کہ آں پیغمبر کیست و
نام وے چیست گفت محمد بن عبداللہ بن
عبدالمطلب بن ہاشم گفتم وے صاحب و
الیف و حبیب من است ازاں درخت عہد
بستدم کہ ہرگاہ وے مبعوث شود مرا بشارت دہی
چوں وے مبعوث شد ازاں درخت آواز آمد
کہ بجد باش و اہتمام کن ای پسر ابو قحافہ کہ وحی
بروے آمد سوگند برب موسیٰ ع کہ ہیچکس بر تو در اسلام
سبقت نخواہد گرفت چوں بامداد کردم بسوی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم رفتم چوں مرا دید گفت اے ابوبکر
ترا بخدای تعالیٰ و رسول وے میخوانم گفتم اشھد
انک رسول اللہ بعثک بالحق سراجا منیرا۔
پس بوے ایمان آوردم۔

قصہ دیگر آنکہ وے رضی اللہ عنہ گفتہ است کہ
پیش از بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در

مناقب خاصہ میں سے ہے اگرچہ اولیت حقیقیہ میں اختلاف واقع
ہوگیا ہو۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رض کے
اسلام کا سبب تنبیہ غیبی ہوتی ہے چند مرتبہ۔ ایک یہ کہ ابوبکر
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایام جاہلیت میں ایک دن میں ایک
درخت کے سایہ میں بیٹھا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اُس
درخت کی ایک شاخ میری طرف جھکنے لگی اتنی کہ میرے سر سے
آ لگی اور میں دیکھ رہا تھا میں (دل میں) کہتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ایک آواز اُس
درخت میں سے میرے کان میں پہنچی کہ ایک پیغمبر فلاں وقت
ظاہر ہوگا تجھے چاہیئے کہ تو سب لوگوں سے زیادہ سعادتمند بنے
(اُس کا ساتھی ہوکر) میں نے اس سے کہا کہ زیادہ واضح بتا کہ وہ
پیغمبر کون ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ محمد بن
عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ میں نے کہا کہ وہ میرا
ساتھی اور دوست اور حبیب ہے۔ میں نے اُس درخت سے
یہ عہد لیا کہ جس وقت وہ مبعوث ہو جائے تو مجھ کو بشارت
دیدینا۔ جب آپ مبعوث ہوگئے تو اُس درخت میں سے آواز
آئی کہ کوشش میں لگ جا اور اہتمام کر لے ابو قحافہ کے
بیٹے کہ اس پر وحی آگئی ہے۔ قسم ہے موسیٰ ع کے رب کی کہ
اسلام میں کوئی تجھ پر سبقت نہ کرے گا۔ جب صبح ہوئی تو
میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچا۔ جب آپ نے
مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اے ابوبکر رض! میں تم کو خدا تعالیٰ اور اس کے
رسول ع کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے کہا کہ " میں گواہی دیتا ہوں
کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق دے کر اور روشن
چراغ بنا کر بھیجا ہے۔" تو میں آپ پر ایمان لے آیا۔ دوسرا
قصہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ

خواب دیدم کہ نورے عظیم از آسمان فرود آمد و
بر بام کعبہ اُفتاد و در مکّہ ہیچ خانہ نماند کہ ازاں نور
چیزے بآں در نیامد پس آں انوار ہمہ جمع شدند
و یک نور گشتند ہمچنانکہ اوّل بود بخانۂ من در
آمد و من در خانہ خود را بستم بامداد آنخواب را بیکے
از احبار یہود گفتم و تعبیر آں خواستم گفت این از
قبیل اَضغاثِ (پریشان) اَحلام است و اعتبارے ندارد
چوں روزگارے گزشت در بعضے تجارات بدیر بُحیرا
کہ مسکن بحیرا راہب بود رسیدم و تعبیر آں
خوابِ خود از وے پُرسیدم گفت تو چہ کسے
گفتم من مردے ام از قریش گفت خدا تعالےٰ
در میانِ شما پیغمبرے خواہد برانگیخت و در ایام حیاتؐ
وے وزیرِ وے خواہی بود و بعد از وفاتِ وے
خلیفۂ وے پس چوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
مبعوث شد مرا باسلام خواند گفتم ہر پیغمبرے
را دلیلے بودہ است بر نبوّتِ او دلیلِ تو چیست
گفت دلیلِ نبوّتِ من آں خوابے کہ دیدی و آں
حَبر در جوابِ تو گفت کہ آں را اعتبارے نیست
و بُحیرا گفت تعبیر آں چنین است و چنین من گفتم
ترا کے خبر کرد گفت جبرئیلؑ گفتم من از تو ہیچ دلیلے
و بُرہانے نمی طلبم زیادہ ازین اشہدُ اَنْ
لا الٰہ الّا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشہد
انّک عبدہٗ و رسولہٗ بعد ازاں رسول فرمود
صلے اللہ علیہ وسلم کہ ہیچکس را باسلام
دعوت نکردم کہ در اوّل توقف و

ایک عظیم نور آسمان سے اُتر کر کعبہ کی چھت پر آپڑا اور مکّہ میں کوئی گھر
ایسا نہ باقی رہا کہ اس نور میں سے کچھ اُس میں داخل نہ ہو گیا ہو۔
پھر وہ انوار سب جمع ہو کر اُن کا ایک نور بن گیا جیسا کہ پہلے
تھا اور میرے گھر میں آ گیا۔ میں نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔
صبح کو مَیں نے یہ خواب ایک یہودی عالم سے بیان کیا اور تعبیر
مانگی۔ اس نے کہا کہ یہ خواب پریشان خیالات کی قِسم میں
سے ہے اور کوئی اعتبار نہیں رکھتا۔ جب ایک زمانہ گزر گیا تو
ایک تجارت کے سِلسلہ میں دَیر بحورا میں جو بُحیرا راہب کا
مسکن تھا، میرا جانا ہوا تو میں نے اس خواب کی تعبیر اُس سے
پوچھی۔ بُحیرا نے کہا کہ تو کون شخص ہے؟ میں نے کہا کہ میں قریش
میں کا ایک مرد ہوں۔ کہا کہ خدا تعالےٰ تم میں سے ایک پیغمبر مبعوث
کرے گا اور تو اُس کے ایامِ حیات تک اُس کا وزیر رہے گا
اور اُس کی وفات کے بعد اُس کا خلیفہ ہو گا۔ اس کے بعد جب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپؐ نے مجھے
اسلام کی طرف بُلایا تو میں نے کہا کہ ہر پیغمبر کے پاس اُس کی
نبوت پر کوئی دلیل ہوئی ہے آپؐ کی دلیل کیا ہے؟ آپؐ نے
فرمایا کہ میری نبوّت کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا تھا اور
وہ حِبرؒ (عالم یہود) جس نے تمھارے جواب میں یہ کہا تھا کہ
اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور بُحیرا نے کہا کہ تعبیر اُس کی یہ
اور یہ ہے۔ میں نے کہا کہ آپؐ کو کس نے خبر دی؟ فرمایا کہ جبرئیلؑ
نے، میں نے کہا کہ میں آپؐ سے اس سے زیادہ کوئی دلیل اور
بُرہان نہیں چاہتا۔ اشہدُ ان لا الٰہ الّا اللہ الخ یعنی میں گواہی دیتا ہوں
کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اُس کا کوئی شریک
نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اس کے بندے
اور اس کے رسول ہیں۔" اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

تردد نہ کرد مگر ابوبکر کہ چوں وے را دعوت
کردم تصدیق نمود و گفت تو رسولِ خدائی
وے صدیقِ اکبر است رضی اللہ عنہ و این
قصہا در کتبِ خصائص مذکور شد و این ہمہ
دلالت می کند بر تشبہ جزوِ عقلی او با جزوِ
عقلی انبیاء و از آنجملہ آنست کہ قریب باسلام
صدیق رض جمعے از نجبائے قریش اسلام آوردند
بدلالتِ حضرت صدیق رض و ترغیب او قال ابن
اسحٰق فلما اَسلَمَ ابوبکر اظھر اسلامَہٗ
ودعا الی اللہ عزّوجلّ والی رسولہٖ صلی
اللہ علیہ وسلم وکان ابوبکر رجلاً مألفًا
لقومہٖ محبّبًا سھلاً فجعل یدعو الی الاسلام
من وثق بہ من قومہ ممن یغشاہ و
یجلس الیہ فاسلم بدعائہ فیما بلغنی
عثمان بن عفان والزُّبیر بن العوّام وعبدالرحمٰن
ابن عوف وسعد بن ابی وقاص وطلحۃ بن
عبید اللہ فجاء بھم الی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم حین استجابوا
لہ واسلموا وصلّوا. درینجا
نکتہ باید دانست کہ این جماعۃ
نُجبائے قریش بودند و ہر یکے اوسطِ
بطنی از بطونِ قریش و در بطنِ
خود تمکن تمام داشت پس
اسلام ایشاں بحقیقت کسر
سَورۃِ کفر است و برہم زدنِ

سلم نے فرمایا کہ "میں نے کسی شخص کو اسلام کی دعوت نہیں دی کہ
اس نے اوّل توقّف و تردّد نہ کیا ہو بجز ابوبکر رض کے کہ جب میں نے
اس کو دعوت دی اُس نے تصدیق کی اور کہا آپ اللہ کے رسول
ہیں، وہ صدیقِ اکبر ہے" (رضی اللہ عنہ)۔ اور یہ قصّے کُتبِ خصائص
دسِیَر) میں مذکور ہوتے ہیں اور یہ سب دلالت کرتے ہیں اُن کے
جزوِ عقلی کے تشبّہ پر انبیاء کے جزوِ عقلی کے ساتھ۔ اور ان میں
سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رض کے اِسلام کے قریب بہت
سے لوگ شرفاء قریش میں سے حضرت صدیق رض کی رہنمائی اور
ترغیب سے اسلام لائے۔ ابنِ اسحاق رح نے کہا کہ جب ابوبکر رض اسلام
لے آئے اور اُنھوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا اور اللہ عزّ و
جلّ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف لوگوں کو
دعوت دی، اور ابوبکر رض ایک ایسے شخص تھے جن پر ان کی قوم
جمع ہوتی تھی، ہردل عزیز، نرم خُو تھے تو اُنھوں نے اپنی قوم
کے ان لوگوں کو دعوت دینا شروع کر دی جو ان سے پُورے
طور پر مرتبط تھے اور ان کے گرد وپیش رہنے والے اور
ہم مجلس تھے تو اُن کی دعوت سے جن لوگوں کے بارے میں
مجھے روایت پہنچی اسلام لائے عثمان بن عفان رض اور زبیر
ابن العوّام رض اور عبدالرحمٰن بن عوف رض وسعد بن ابی وقاص رض
اور طلحہ بن عبیداللہ رض۔ پھر جب ان لوگوں نے اُن کی دعوت
قبول کرلی تو ان لوگوں کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں آئے اور اُنھوں نے اسلام قبول کیا اور
نماز پڑھی۔ یہاں ایک نکتہ جان لینا چاہیئے کہ یہ سب لوگ
شُرفاء قریش میں سے تھے اور ان میں سے ہر ایک خاندانِ
قریش کی شاخوں میں سے کسی شاخ میں مرکزیت رکھنے
والا اپنی شاخ میں پورے طور پر با اثر تھا تو ان کا اسلام

جدّتِ شرک واوّلِ صورۃ شیوعِ اسلام
اما عثمانؓ اوسط بنی امیہ بود و زبیرؓ
اوسطِ بنی اسد و سعدؓ و عبدالرحمنؓ
اوسطِ بنی زہرہ و طلحہؓ اوسطِ بنی تیم ابن
مُرّہ و محمد بن اسحٰق بر ذکرِ این جماعۃ
اکتفا کردہ است والّا دیگران ذکر جمعے کثیر
مے نمایند و از انجملہ آنست کہ در
ابتدائے اسلام و غربتِ او چہل
ہزار درہم برائے تقویتِ اسلام و ترفیہِ
مسلمین و خدمتِ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم صرف کرد عن ہشام بن عُروۃ
عن ابیہ قال اسلم ابو بکر ولہٗ اربعون
الفًا انفقھا کلّھا علےٰ رسولِ اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم و فی سبیل اللہ اخرجہٗ
ابو عمر والحاکم و این قصّہ را شاہدے است
صحیح کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در آخر
ایّام خود فرمودہ است اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ
عَلَیَّ فِیْ مَالِہٖ وَصُحْبَتِہٖ اَبَابَکْرٍ اخرجہ البخاری
وقال مَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا یَدٌ اِلَّا وَقَدْ کَافَیْنَاہُ مَا
خَلَا اَبَابَکْرٍ فَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا یَدًا یُکَافِیْہِ اللّٰہُ بِھَا
یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ
مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ اخرجہ الترمذی و از انجملہ آنست کہ
ہفت کس را از غلامانِ قریش کہ در تصدیق و
توحید قدم راسخ داشتند و موالیِ ایشان ایشان
را تعذیب می نمودند خرید کردہ آزاد ساخت

قبول کر لینا درحقیقت کفر کے جوش کا توڑ اور شرک کی تیزی کا
خاتمہ تھا اور اشاعتِ اسلام کی پہلی صورت تھی۔ ان میں سے عثمانؓ
بنی اُمیہ کے مرکز تھے اور زُبیرؓ بنی اسد کے اور سعدؓ اور عبدالرحمنؓ
بنی زہرہ کے، اور طلحہؓ بنی تیم بن مُرّہ کے سربرآوردہ تھے۔ اور محمد بن
اسحٰقؒ نے اس جماعت کے ذکر پر اکتفا کیا ہے ورنہ دوسرے لوگ ایک
بڑی جماعت کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابتداء اسلام
میں اُس کی غربت کے زمانہ میں تقویتِ اسلام اور مسلمانوں کی فائدہ
رسانی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر ابو بکرؓ نے چالیس
ہزار درہم خرچ کئے۔ ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ
انھوں نے کہا کہ ابو بکرؓ نے اسلام قبول کیا اس وقت اُن کے پاس
چالیس ہزار تھے جو سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور
اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیئے اس کو ابو عمر اور حاکم نے روایت
کیا اور ایک (حدیث) صحیح شاہد ہے اس قصہ کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنے آخر ایّام میں فرمایا کہ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ الخ یعنی
سب لوگوں سے زیادہ احسان مجھ پر مال میں اور صحبت میں ابو بکرؓ
کا ہے۔" اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور فرمایا کہ ہم پر کسی کا
کوئی احسان نہیں جس کی ہم نے مکافات نہ کر دی ہو بجز ابو بکرؓ
کے کیونکہ اس کا ہم پر بڑا احسان ہے جس کا بدلہ قیامت کے
دن اس کو اللہ تعالےٰ دے گا اور مجھے کسی کے مال نے کبھی اتنا
نفع نہیں پہنچایا جس قدر ابو بکرؓ کے مال نے پہنچایا۔ اس کو ترمذی
نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ انھوں نے ایسے
سات آدمیوں کو خرید کر آزاد کیا جو قریش کے غلاموں میں سے
تھے جو کہ تصدیقِ (رسالت) و توحید پر مضبوطی سے جمے ہوئے
تھے اور جو لوگ اُن کے آقا تھے وہ ان کو سخت تکلیفیں پہنچا رہے
تھے۔" استیعاب" میں ہے اور ابو بکرؓ نے ایسے سات لوگوں کو

فی الاستیعاب و اعتق ابو بکر سبعۃً کانوا یُعذّبون فی اللہ منہم بلالؓ و عامر بن فہیرہ۔ محمد بن اسحٰق نیز ایں را روایت کرد بازیادت واں آنست کہ ابو قحافہ بر آزاد کردنِ ایں ضُعفاء ملامت نمود فقال ابوبکر یا اَبتِ اِنّما ارید ما اُرید لِلّٰہ عزّ وجلّ فیتحدّث الناسُ ما نزَل ھٰؤلاء الاٰیاتُ الّا فیہ و فیما قالَ لہ ابوہُ فَاَمّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی الاٰیۃ۔ و محمد بن اسحٰق در قصۂ عُدوان المشرکین علی المستضعفین ایں را واضح تر نوشت و اسماء فریق بیان کرد و از انجملہ آنست کہ چوں نازل شد فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خواستند کہ در جماعۃ قریش اظہارِ توحید و ابطالِ شرک فرمایند حضرت صدیقؓ التماس نمود کہ تعصّب قریش بمرتبہ ایست کہ بمجرّد سماع ایں کلمات بایذا خواہند برخاست ایں خطبہ را بمن باید گزاشت بعد ازاں بامرِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبۃ عجیبہ بر خواند و کفّار بایں سبب چہ ایذاہا کہ ندادند و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم از دستِ آنہا خلاصی یافت و ایں قصہ در ریاضِ نضرہ بطولِ ہرچہ خوب تر مذکور است

آزاد کیا جن کو اللہ (پر ایمان لانے) کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا ان میں سے بلالؓ اور عامرؓ بن فہیرہ تھے۔ محمد بن اسحٰقؒ نے بھی اس کو روایت کیا ایک اضافہ کے ساتھ اور وہ یہ ہے کہ ابو قحافہ نے ان کمزوروں کے آزاد کرنے پر ملامت کی (اور کہا کہ اگر تو قوی اور زور آور غلام خرید کر آزاد کرتا تو اُن سے تجھے یہ فائدہ پہنچتا کہ وہ کسی دشمن کے مقابلہ پر تیری مؤثر طور پر مدد کرتے۔ یہ کمزور و ناتوان کیا مدد دے سکتے ہیں) تو ابوبکرؓ نے کہا کہ اے ابّا! میں جس کام کا ارادہ کرتا ہوں صرف اللہ عزّ و جلّ (کی رضا) کے لئے کرتا ہوں۔ تو لوگ یہ بات آپس میں کہا کرتے تھے کہ یہ آیتیں صرف ابوبکرؓ ہی کے بارے میں اور اس گفتگو کے متعلق نازل ہوئی ہیں جو انھوں نے اپنے باپ سے کی تھی فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی الخ (۹۲: ۶) سو جس نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور اچھی بات (یعنی ملّتِ اسلام) کو سچّا سمجھا الخ۔ اور محمد اسحٰقؒ نے کمزور مؤمنین پر مشرکین کے ظلم اور زیادتی کے قصہ میں اس کو زیادہ واضح لکھا ہے اور اس فریق کے نام بیان کئے ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ الخ (۱۵: ۹۴) غرض آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کو صاف صاف سُنا دیجئے اور ان مشرکین کی پروا نہ کیجئے۔" نازل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ جماعتِ قریش کے سامنے توحید کا اظہار، اور شرک کا ابطال فرمائیں۔ حضرت صدیقؓ نے عرض کیا کہ قریش کا تعصّب اس درجہ میں ہے کہ جیسے ہی یہ کلمات سُنیں گے ایذا دینے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس لئے اس خطبہ دینے کو آپ مجھ پر چھوڑ دیں اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ نے ایک عجیب خطبہ پڑھا اور کفّار نے اس سبب سے کونسی

واین اوّل خطبہ بود کہ در اسلام خواندہ
شد و خواندن این قصّہ ماجریاتِ عشق
را شرح میدہد و ازانجملہ آنست کہ چندین
دفعہ قریش بایذائے آنحضرت ﷺ مبادرت
کردند حضرت صدیق رضہ ہر دفعہ جانِ خود
را وقایۂ جانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم ساخت ازاں قِصص دو سہ روایت
بنویسم عن عروۃ بن الزبیر قال سألتُ
عبداللہ بن عُمر عن اشدّ ما صنع المشرکون
برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم قال
رأیتُ عقبۃ بن ابی مُعَیط جاء الی النّبیّ
صلے اللہ علیہ وسلم وھو یصلّی فوضع
ردآءہٗ فی عنقہ فخنقہ بہ خنقًا شدیدًا فجاء
ابوبکر حتّٰی دفعہٗ عنہ فقال اَتَقْتُلُوْنَ
رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ
بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ اخرجہ البخاری و
عن انس قال لقد ضربوا رسولَ اللہ
صلے اللہ علیہ وسلّم حتّٰی غُشِیَ علیہ
فقام ابوبکر فجعل ینادی ویقول
وَیْلَکُمْ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ
اللّٰہُ قالوا مَن ھٰذا قالوا ھٰذا ابنُ
ابی قحافۃ المجنون اخرجہ الحاکم
وعن اسماء بنت ابی بکر انّھم قالوا
لھا ما اشدّ ما رأیتِ المشرکین
بلغوا من رسول اللہ صلے اللہ علیہ و

ایذا ہے جو نہ دی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ
سے رہائی پائی اور یہ قصّہ "ریاض نضرہ" میں بہت عمدہ تفصیل کے ساتھ
مذکور ہے۔ اور یہ پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں پڑھا گیا اور اس قصہ کا
پڑھنا عشق کی سرگزشتوں کو مشرّح کر دیتا ہے۔ اور ان میں سے
ایک یہ ہے کہ کتنی ہی مرتبہ قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا
دینے کے لئے ٹوٹ پڑے اور ہر مرتبہ حضرت صدّیقِ اکبر رضہ نے اپنی جان کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان بچانے کے لئے ڈھال بنا دیا۔
اُن قصّوں میں سے دو تین روایتیں لکھتا ہوں۔ مروی ہے عروہ
ابن الزبیر سے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضہ سے شدید ترین ایذا
کے بارے میں جو مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی
سوال کیا۔ فرمایا کہ میں نے دیکھا عقبہ بن ابی مُعیط کو کہ وہ نبی صلے
اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جب کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو
اس نے اپنی چادر آپ ﷺ کے گلے میں (پھندا بنا کر) ڈالی اور بہت
سختی کے ساتھ گلا گھونٹنا شروع کر دیا تو ابوبکر رضہ نے آکر اس کو
آپ ﷺ کے پاس سے دھکیلا اور فرمایا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا الخ (۴۰: ۲۸)
کیا تم ایسے شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے
کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے
پاس (اس دعوے پر) دلیلیں (بھی) لے کر آیا ہے"۔ اس کو
بخاری نے روایت کیا۔ اور مروی ہے انس رضہ سے کہا کہ (مشرکین
نے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنا مارا کہ آپ ﷺ بیہوش
ہو گئے تو ابوبکر رضہ کھڑے ہوتے اور بلند آواز سے یہ
کہنے لگے وَیْلَکُمْ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا الخ۔ لوگوں نے ایک دوسرے
سے کہا کہ یہ کون ہے؟ تو کہنے لگے کہ یہ ابو قحافہ کا بیٹا ہے
جو پاگل ہے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور اسماء بنت ابی بکر رضہ
سے مروی ہے کہ لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ مشرکین

سلم قالت كان المشركون قعودا
فى المسجد فتذاكروا رسول الله صلى
الله عليه وسلم وما يقول فى
آلهتهم فبينما هم كذلك اذ دخل
رسول الله صلى الله عليه وسلم
المسجد فقاموا اليه وكان اذا
سألوه عن شئ صدقهم فقالوا
ألست تقول فى آلهتنا كذا وكذا
قال بلى فتشبثوا به باجمعهم فاتى
الصريخ الى ابى بكر فقيل له ادرك
صاحبك فخرج ابو بكر حتى
دخل المسجد فوجد رسول
الله صلى الله عليه وسلم و
الناس مجتمعون عليه فقال
ويلكم اتقتلون رجلا ان
يقول ربى الله وقد جاءكم
بالبينات من ربكم قالت
فلهوا عن رسول الله صلى
الله عليه وسلم واقبلوا على
ابى بكر يضربونه قالت فرجع
الينا فجعل لا يمس شيئا من
غدائره الا جاء معه وهو
يقول تباركت يا ذا الجلال
والاكرام رواه ابو عمر فى
الاستيعاب حاصل كلام آنست كه

کی بہت بڑی سختی آپ نے کونسی دیکھی ہے جو انھوں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی۔ تو انھوں نے بیان کیا کہ مشرکین
مسجد میں بیٹھے ہوتے تھے پھر آپس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا اور آپ کی اُن باتوں کا جو آپ اُن کے معبودوں کے حق میں کہتے
تھے تذکرہ کرنے لگے۔ ابھی وہ ان باتوں میں لگے ہوتے تھے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو سب آپ کے
پاس پہنچ گئے۔ اور جب وہ آپؐ سے کسی آپؐ کی بات کے بارے
میں سوال کرتے تھے تو آپؐ اس کی تصدیق کر دیتے تھے یعنی
انھوں نے کہا کہ کیا تو ہمارے معبودوں کے بارے میں ایسا اور
ایسا نہیں کہہ رہا تھا؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں! تو آپؐ کو یہ سب
کے سب لپٹ گئے۔ تو ایک چیخنے والے نے آکر ابو بکرؓ سے کہا کہ
اپنے ساتھی کے پاس جلد پہنچو۔ تو ابو بکرؓ نکل کھڑے ہوئے
اور مسجد میں پہنچے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حال
میں پایا کہ لوگ آپ کو لپٹ رہے تھے تو انھوں نے کہا "ویلکم الخ"
یعنی تم پر افسوس ہے کیا تم ایک شخص کو (محض) اس بات پر
قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ
تمہارے رب کی طرف سے (اس دعوٰی پر) تمہارے پاس دلیلیں
بھی لے کر آیا ہے"۔ اسماءؓ نے کہا کہ پھر وہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کو چھوڑ کر ابو بکرؓ کے مقابل ہو گئے اور ان کو مارنے
لگے۔ اسماءؓ نے کہا کہ ابو بکرؓ ہمارے پاس اس حالت میں واپس
ہوئے کہ جب اپنے سر کے بالوں میں سے کسی حصّہ کو بھی چھوتے
تھے تو وہ ہاتھ کے ساتھ ہی چلا آتا تھا اور وہ (اُس کو دیکھ کر)
کہتے تھے تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (اے ذوالجلال
والاکرام تو بڑی برکت والا ہے) اس کو ابو عمرؓ نے روایت کیا
استیعاب میں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس حال میں کہ رسول اللہ

عقبہ بن ابی معیط آمد حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز
می گزاردند چادرِ خود را در گردنِ مبارکِ آنحضرت
پیچید وخفاکرد آنحضرتؐ را خفاکردنِ سخت
متعاقبِ ایں حال ابوبکر صدیق رسیدؓ وآیۃ
اَتقتلون رجلاً ان یقول ربیَّ اللہ برخواند در
روایتِ دیگر آنکہ زدند آنحضرت را صلے اللہ علیہ
وسلم تا آنکہ بیہوش شد پس ابوبکرؓ اِستاد
وایں آیۃ برخواند وحاصلِ حدیث اسماءؓ آن
است کہ مشرکان نشستہ بودند در مسجدِ حرام
پس بایک دیگر مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم کردند وذکر آنچہ آنحضرتؐ می فرماید در
حقِ بتانِ ایشاں بمیان آوردند دریں ہنگام
آنحضرتؐ بمسجد درآمدند مشرکان بطرفِ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم برخاستند حالانکہ آنحضرتؐ چوں
کفّار سوال میکردند راست میگفت با ایشاں وتقیہ
را کار فرمانمی شد گفتند ایا نمی گوئی درباب اٰلہۃ ما
چناں وچناں فرمود آرے میگویم پس درآویختند با
آنحضرتؐ ہمہ ایشاں پس آمد فریاد کنندہ بسوئے ابوبکر صدیقؓ
وگفت دریاب صاحب خودرا پس برآمد حضرت صدیق
تا آنکہ داخل شد بمسجدِ حرام ویافت آنحضرت
را صلے اللہ علیہ وسلم دراں حال کہ
جمع آمدہ بودند بروے پس گفت ویلکم الخ
پس غافل شدند کفّار از آنحضرتؐ
ومتوجّہ گشتند بابوبکر صدّیق رضؓ وزدند
اورا اسماءؓ گفت پس بازگشت حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے عقبہ بن ابی مُعیط آیا اور اُس نے
اپنی چادر کو آنحضرتؐ کی گردن مبارک میں لپیٹ کر سختی کے ساتھ آپؐ
کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ اس حال کے پیش آتے ہی صدیقِ اکبرؓ
پہنچ گئے اور انھوں نے آیت اتقتلون رجلاً ان یقول ربّی
اللہ پڑھی۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ مشرکین نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنا مارا کہ آپؐ بے ہوش ہو گئے تو
ابوبکرؓ (آکر) کھڑے ہوتے اور اُنھوں نے یہ آیت پڑھی۔
اور حدیث اسماءؓ کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مسجدِ حرام میں بیٹھے
ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
تذکرہ کر رہے تھے اور اُن باتوں کا ذکر بھی درمیان میں لے آئے
جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم ان کے بتوں کے حق میں فرماتے
تھے۔ اُسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آ گئے مشرکین
آپؐ کی طرف جھپٹ پڑے (اور سوالات کرنے لگے) آپؐ کا یہ
حال تھا کہ جب کُفّار آپؐ سے سوال کرتے تھے آپؐ صحیح اور
سچّا جواب دیتے تھے۔ آپؐ اُن کے ساتھ تقیہ کا استعمال نہیں
فرما رہے تھے چنانچہ انھوں نے کہا کہ کیا تُو ہمارے معبودوں
کے حق میں ایسا اور ایسا نہیں کہتا؟ آپؐ نے فرمایا کہ
ہاں کہتا ہوں۔ تو یہ جس قدر تھے سب آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو لپٹ گئے۔ اب ایک فریاد کرنے والا ابوبکر صدّیقؓ
کے پاس پہنچا اور کہا کہ اپنے صاحب کے پاس جلد پہنچو تو
حضرت صدیقؓ فوراً روانہ ہوتے یہاں تک کہ مسجدِ حرام
میں داخل ہوئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حال
میں پایا کہ مشرکین آپؐ کو گھیرے ہوئے تھے تو آپؓ نے اُن سے
کہا کہ ویلکم الخ تو کفّار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غافل ہو گئے
اور ابوبکر صدیقؓ کی طرف متوجّہ ہو گئے اور ان کو مارنے لگے۔

صدیقؓ بایں صفت کہ دست نمے ساپند بچیزے از گیسوہائے خود مگر کہ مے آمد ہمراہ دستِ او می گفت تبارکتَ یا ذا الجلال والاکرام

وازانجملہ آنست کہ چندیں دفعہ اذیٰ کفار را از آنحضرتؐ بازداشت بتوریہ وکنایہ۔ در قصۂ ہجرت آمدہ است کہ ہر کہ آنحضرتؐ را می پرسید صدیقؓ مے گفت ھادٍ یھدینی السّبیلَ اخرجہ البخاری و در قصۂ امرأۃ ابی لہب آمدہ است کہ بعد نزول سورۂ تبّت بقصد ایذا آمد و گفت اِنَّ صاحبکَ ھجانی، قال ما یقول الشعر اخرجہ ابو یعلٰے وازانجملہ آنست کہ چوں قریش بر ایذائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جمع شدند و صحیفہ نوشتند حضرت صدّیقؓ دریں مضیق شریک آنحضرتؐ بود لہٰذا دریں واقعہ ابو طالب گفتہ است ؎

وھم رَجَّعُوا سھل بن بیضاء راضیاً
فسرَّ ابوبکر بھا ومحمّدٌ

اسماءؓ نے کہا کہ پھر حضرت صدیقؓ اس حال کے ساتھ واپس ہوتے کہ اپنے گیسوؤں کے کسی حصّہ پر ہاتھ نہیں پہنچاتے تھے مگر وہ اُن کے ہاتھ کے ساتھ ہی آلیتا تھا اور یہ کہتے تھے تبارکتَ یا ذا الجلال والاکرام۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ کئی مرتبہ آپ نے توریہ اور کنایہ سے کام لے کر کفّار کی ایذاؤں کو آپؐ تک پہنچنے سے روک دیا۔ ہجرت کے قِصّہ میں آیا ہے کہ جو کوئی (مکّہ سے مدینہ کے سفر پر جاتے وقت) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں پوچھتا تھا تو حضرت صدّیقؓ کہتے تھے ھادٍ یھدینی السّبیلَ (یہ رہ نُما ہیں جو مجھے راہ دکھانے والے ہیں) اس کو بخاری نے روایت کیا اور ابولہب کی بیوی کے قصّہ میں آیا ہے کہ سُورۂ تبّت نازل ہونے کے بعد وہ آپؐ کو ایذاء دینے کے ارادے سے آئی اور اس نے (حضرت صدیقؓ سے) کہا کہ تیرے ساتھی نے میری ہجو کہی ہے۔ تو آپؐ نے جواب دیا کہ وہ شعر نہیں کہتے۔ اس کو ابو یعلی نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایذاء رسانی پر متفق ہو گئے اور انھوں نے ایک دستاویز لکھی تو حضرت صدیقؓ اس تنگی کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریکِ حال رہے ہیں۔ لہٰذا اس واقعہ کے بارے میں ابو طالب نے یہ شعر کہا ہے ؎

شعر:۔ وَھم رَجَّعُوا۔ الخ

(ترجمہ) اور انھوں نے (اس دستاویز کو

کذا فی سیرۃ ابنِ اسحٰق وازانجملہ آنست
کہ حضرتِ صدیق رضؓ اول کسے است کہ
مسجد بناکرد و اعلام اسلام نمود
کفّار قریش بایذا برخاستند
تا آنکہ مضطر شد بہجرت ابن
الدُّغنہ میانجی گشت میانِ
دے ومیانِ قریش و عہد گرفت
برائے او تا آنکہ غلبۂ دیگر بر دلِ
او وارد شد و جوار ابن دُغنہ رارد کرد
اِنِّیْ اَرُدُّ اِلَیْكَ جِوَارَكَ و
اَرْضٰی بِجِوَارِ اللّٰهِ آنگاہ باعلان اسلام
و جہر قراءۃِ قرآن مشغول شد
اخرجہ البخاریؒ فی حدیث طویلٍ
عن عائشۃ۔ وازانجملہ آنست کہ
حضرت صدیق رضؓ بجہتِ اعلاءِ
کلمۃ اللہ درقصّہ غلبۂ فارس
برروم مُراہنہ کرد عن ابنِ
عباس قالؓ کان المسلمون
یُحِبُّوْنَ ان تظهر الرُّوْمُ
علٰی فارس لانّهم اهلُ
الکتاب وکان المشرکون

بلند آواز سے یا بار بار پڑھا سہیل بن بیضاءؔ کے
سامنے خوش ہو کر۔ تو اس پر راز کے ساتھ مطلع
کردیئے گئے ابوبکر رضؓ اور محمدؐ۔ سیرت ابنِ اسحٰق
میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ
حضرت صدیق رضؓ پہلے شخص ہیں جنھوں نے
(مکّہ میں) مسجد بنائی اور اپنے اسلام کا کھُل کر
اظہار کیا۔ کفّارِ قریش ایذاء کے لئے اُٹھ کھڑے
ہوئے یہاں تک کہ یہ مکّہ چھوڑنے پر مجبور ہونے لگے
تو ابنِ دُغنہ ان کے اور مُشرکین کے درمیان
میں پڑے (ان کا مقولہ اور ان کا تعارف حاشیہ پر
چند صفحات قبل گزرچکا ہے) اور انھوں نے ان کے
بارے میں تعرّض نہ کرنے کا مشرکین سے عہد
لیا (اور حضرت ابوبکر رضؓ سے یہ کہا کہ آپ قرآن آواز
سے نہ پڑھیں) یہاں تک کہ دوسرا غلبہ آپ کے
قلب پر وارد ہوا (یعنی اللہ تعؔ پر توکّل کا) اور آپ
نے ابنِ دُغنہ کے امن کو ردّ کردیا۔ فرمایا کہ میں
تمہارے امن کو تمہاری طرف واپس کرتا ہوں اور
اللہ تعؔ کے امن پر راضی ہوں۔ اس وقت سے
آپ رضؓ اپنے اسلام کا اعلان بھی کرنے لگے اور
قرآن کی قراءت آواز کے ساتھ کرنے میں مشغول
ہوگئے۔ اس کو بخاری نے حضرت عائشہ رضؓ سے ایک

ع۵ سہل بن بیضاء۔ آپؐ پر ایمان لاچکے تھے مگر اس وقت تک اپنا ایمان چھپاتے ہوتے تھے۔ انھوں نے اس بائیکاٹ کی دستاویز لکھے جانے کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس خفیہ طور پر بھیجدی۔ اس کے بعد انھوں نے مکہ میں اپنے اسلام کا اظہار کردیا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آخر تک چھپاتے رہے حتے کہ مشرکین کے ساتھی بن کر بدر میں بھی پہنچے اور ایک دن گرفتار کرلئے گئے تو عبداللہ ابن مسعود رضؓ نے ان کے اسلام کی گواہی دی کہ میں نے ان کو نماز پڑھتے ہوتے دیکھا ہے تو چھوڑ دیئے گئے۔ مدینہ میں ہی ان کی وفات ہوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی ۱۲

يحبون ان تظهر فارس على الروم لانهم اهل الاوثان فذكر ذلك المسلمون لابي بكر رضي الله عنه فذكر ذلك ابوبكر للنبي صلى الله عليه وسلم فقال له النبي صلى الله عليه وسلم اما انهم سيهزمون فذكر ذلك ابوبكر لهم فقال اجعل بيننا وبينك اجلا فان ظهروا كان لنا كذا وكذا وان ظهرنا كان لك كذا وكذا فجعل بينهم اجل خمس سنين فلم يظهروا فذكر ابوبكر للنبي صلى الله عليه وسلم فقال الا اجعلته دون العشرة فظهرت الروم بعد ذلك فذلك قوله الٓمٓ ٥ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ٥ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ

حدیثِ طویل میں روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رضؓ نے اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے فارس کے روم پر غالب آجانے کے قصہ میں مُراہنہ کیا۔ ابنِ عباس رضؓ سے مروی ہے کہا کہ مسلمان اس بات کو پسند کرتے تھے کہ روم والے فارس پر غالب آئیں کیونکہ وہ اہلِ کتاب ہیں اور مشرکین اس بات کو پسند کرتے تھے کہ اہلِ فارس روم پر غالب آئیں کیونکہ وہ بتوں والے ہیں۔ مسلمانوں نے اس کا ذکر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا۔ پھر ابوبکر رضؓ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو آپ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان (اہلِ فارس کو) آئندہ شکست دی جائے گی۔ اس کا ذکر ابوبکر رضؓ نے اُن (مشرکین) سے کردیا۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمارے اور اپنے درمیان ایک مدّت معیّن کرو کہ اگر وہ (یعنی اہل روم) غالب آگئے تو ہمارے لئے ضروری ہوگا کہ ہم اتنے اور اتنے (اونٹ) دیں اور اگر ہم غالب آگئے تو تمھارے لئے ضروری ہوگا اتنا اور اتنا دینا۔ تو حضرت ابوبکر رضؓ نے ان سے پانچ سال کی مدت معیّن کردی۔ (اس مدّت میں) اہلِ روم غالب نہیں ہوئے تو ابوبکر رضؓ نے اس کا ذکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ مدّت "دون العشرہ" یعنی دس برس سے کم کیوں نہ مقرر کی (ابنِ عباس رضؓ نے) کہا کہ پھر اس کے بعد رُوم والے غالب آگئے۔ یہ قصہ ہے ان آیات کا۔ الٓمٓ ٥ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ٥ الخ (۳۰: ۱ تا ۵) الٓمٓ۔ اہلِ روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہوگئے اور وہ اپنے

عـہ رِهان کے معنے شرط کے بھی آتے ہیں جیسے فرسی رِهان (شرط کے دونوں گھوڑے) مُراهنہ کے معنے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ شرط لگانا۔ اس قصہ میں جو وجہ فضیلت ہے وہ حضرت صدیق رضؓ کا ارشادِ نبوی پر ایمان ویقین کامل ہے۔ لیکن تعیینِ مدّت میں بے احتیاطی کرگئے تھے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

سَيَغْلِبُوْنَ قال فغلبت الروم ثم غلبت بعد لِلّٰہِ الامر من قبل و من بعد ویومئذٍ یفرح المؤمنون بنصر اللہ قال سفیان وسمعت انھم ظھروا یوم بدر اخرجہ الحاکم و ازا نجملہ آنست کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تا در مکہ بود صبح و شام ہر روز بخانہ حضرت صدیق رضہ آمد و رفت می فرمود عن عائشۃ قالت لم اعقل ابوی قط الا وھما یدینان الدین ولم یمر علینا یوم الا یاتینا فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرفی النہار بکرۃ وعشیۃ اخرجہ البخاری فی قصۃ الھجرۃ و ازا نجملہ آنست چوں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا متوفی شد حضرت صدیق رضہ عائشہ رضہ را در عقد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آورد و در آں باب ادبے کہ بہتر ازاں صورت نہ بندد رعایت نمود عن حبیب مولی عروۃ قال لما ماتت خدیجۃ حزن علیھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتاہ ابوبکر بعائشۃ فقال یا رسول اللہ ھذہ تذھب ببعض حزنک وان فی ھذہ خلقا من خدیجۃ ثم ردھا فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یختلف الی ابی بکر الحدیث اخرجہ الحاکم وعن عائشۃ قالت قدمنا المدینۃ

مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے لے کر نو سال تک کے اندر اندر غالب آجائیں گے۔" کہا کہ روم مغلوب ہوئے تھے پھر بعد میں غالب آگئے پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور پیچھے بھی اور اُس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر خوش ہونگے۔ سفیان رضہ نے کہا اور میں نے سُنا ہے وہ یوم بدر میں غالب آئے۔ اس کو روایت کیا حاکم نے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں رہے حضرت صدیق رضہ کے مکان میں صبح و شام روزانہ آمد و رفت فرماتے رہتے تھے۔ مروی ہے عائشہ رضہ سے فرمایا کہ میں نے اپنے ماں باپ کو کبھی کسی شغل میں نہیں پایا بجز اسکے کہ وہ دونوں دین کے کاموں میں لگے رہتے تھے اور ہم پر کوئی دن نہیں گزرتا تھا مگر ہمارے یہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دن کی دونوں جانبوں یعنی صبح و شام تشریف لایا کرتے تھے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہجرت کے قصہ میں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی اور حضرت صدیق رضہ عائشہ رضہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں لائے تو اس بارے میں اس قدر ادب کی رعایت کی کہ اس سے زیادہ کی کوئی صورت نہیں بنتی۔ مروی ہے حبیب رضہ سے جو عروہ رضہ کے مولیٰ ہیں کہا کہ جب حضرت خدیجہ رضہ کا انتقال ہوا تو اُن پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے تو ان کے پاس حضرت ابوبکر رضہ عائشہ رضہ کو لے کر آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! آپ کا کچھ غم یہ دفع کردے گی اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں خدیجہ رضہ کی خصلتیں موجود ہیں۔ پھر اُن کو واپس لے آئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضہ کے پاس آتے جاتے رہے۔ آخر حدیث تک۔ روایت کیا اس کو حاکم نے۔ اور عائشہ رضہ سے روایت ہے کہا کہ ہم مدینہ

الیٰ ان قالت قال ابوبکر یارسول اللہ
مایمنعک ان تبنی باھلک فقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الصداق فاعطاہ ابوبکر
اثنی عشر اوقیۃ ونشا فبعث بھا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الینا وبنیٰ بی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتی
ھذا الذی انا فیہ اخرجہ الحاکم وابوعمر
فی الاستیعاب مثلہ ۔ وازانجملہ
آنست کہ چوں معراج متحقق شد اول کسے کہ
باں تصدیق نمود صدیق اکبرؓ بود عن
عائشۃ قالت لما اسری النبی صلے
اللہ علیہ وسلم الی المسجد الاقصی
اصبح یتحدث الناس بذلک فارتد
ناس ممن کان امنوا بہ وصدقوہ
وسعوا بذلک الی ابی بکر فذکرت
الحدیث الیٰ ان قالت فقال ابوبکر
انی لاصدقہ فیما ھو ابعد من ذلک
اصدقہ بخبر السماء فی غدوۃ اوروحۃ
فلذلک سمی ابوبکر الصدیق اخرجہ
الحاکم وفی الاستیعاب نحو من ذلک
وازانجملہ آنست کہ چوں آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم درموسم حج خودرا بر
احیاء عرب عرض کردند تاکدام یک
ازیشاں بسعادت نصرت فائز شود
صدیق اکبرؓ درہر عرضہ رفیق آنحضرت ومتولی

میں پہنچے (راوی نے) کہا کہ آپ نے قصہ بیان کرتے ہوئے
یہ فرمایا کہ ابوبکرؓ نے کہا کہ یارسول اللہ! آپؐ کو اپنی اہلیہ سے
خلوت میں کیا بات روک رہی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اداگی) مہر، تو آپؐ کو ابوبکرؓ نے دیئے
بارہ۱۲ اوقیہ اور نصف (ساڑھے بیالیس تولہ) تو اس کو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے یہاں بھیجدیا اور مجھ سے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے تخلیہ کیا میرے اسی گھر میں جس میں کہ اب
میں موجود ہوں، روایت کیا اس کو حاکم نے اور ابوعمر نے استیعاب
میں ایسا ہی روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب معراج
واقع ہوئی تو سب سے پہلے جس نے آپؐ کی تصدیق کی وہ
صدیق اکبرؓ تھے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب رات
میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجدِ اقصےٰ کی طرف لیجایا گیا۔ صبح کو
لوگوں نے اس پر باتیں کرنا شروع کیں تو بہت سے ایسے لوگ جو
آپؐ پر ایمان لاچکے اور آپ کی تصدیق کرچکے تھے مُرتد ہوگئے اور
اس قصہ کو لیکر پہنچے ابوبکرؓ کے پاس، اس حدیث کو بیان کرتے
ہوئے عائشہؓ کہتی ہیں کہ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں تو ان کی تصدیق
ایسی بات میں کررہا ہوں جو اس سے بھی زیادہ بعید ہے میں انکی
تصدیق کرتا ہوں آسمان کی خبریں جو ایک صبح اور ایک شام میں
اُن کے پاس آجاتی ہیں۔ تو اسی بنا پر ابوبکرؓ کا نام صدیق رکھا
گیا۔ اس کو روایت کیا حاکم نے اور استیعاب میں بھی اسی طرح لکھا
ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے حج کے موسم میں اپنے کو عرب قبائل کے سامنے پیش
کیا تاکہ کوئی ان میں سے نصرتِ اسلام کی سعادت سے
بہرہ اندوز ہو۔ ہر ملاقات کے موقع پر صدیق اکبرؓ آنحضرت
کے رفیق اور جواب وسوال کے متولی رہے ہیں۔ ریاض نضرہ

جواب وسوال بودہ است درریاض نضرہ
این قصہا بروایت حضرت مرتضےٰ رض مذکور
است وازانجملہ آنست کہ چوں آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت فرمود بسوئے
مدینہ حضرت صدیق رض رفیق آنحضرت ص
بود وایں خدمت بنوعے از دستِ وے
سرانجام یافت کہ خدائے تعالےٰ بآں
تنویہ فرمود ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ هُمَا فِی
الۡغَارِ وآنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بدیں وجہ
بستود کہ حملنی الیٰ دار الہجرۃ وثنائی وے
در اَلسنۂ مسلمین شائع گشت وایں قصہ
بطولہا در بخاری مذکوراست وازانجملہ آنست
کہ چوں غزوۂ بدر واقع شد وآں اوّل فتح
سلام بود وفضیلتِ او بر جمیع مشاہد فائق
ست حضرت صدیق رض را دراں مشہد مآثر
نمایاں حاصل گشت وفضائلِ او دوبالا
شد بچند جہت یکے آنکہ ثانی آنحضرت
ود در عریش دیگر آنکہ الہام عظیم
ز جانبِ غیب قبول نمود وآنحضرت صلے
للہ علیہ وسلم تصویب آں فرمودند
ن ابن عباسؓ قال قال النبیّ صلے اللہ
لیہ وسلم یوم بدر اللّٰھم انّی
نشدک عہدک و وعدک اللّٰھم ان
ئت لم تعبد فاخذ ابوبکر
یدہٖ فقال حسبک فخرج وھو

میں یہ قصے حضرت مرتضےٰ رض کی روایت سے مذکور ہیں۔ اوران میں
سے ایک یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی
طرف ہجرت فرمائی تو حضرت صدّیق رض آنحضرت ص کے رفیق تھے اور
یہ خدمت ایسی نوع (والہانہ عشق) کے ساتھ آپؓ کے ہاتھ سے
پوری ہوئی کہ خدا تعالےٰ نے اس پر آپ کی بڑائی کا اظہار کیا۔
فرمایا ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ هُمَا فِی الۡغَارِ (یعنی دو میں دوسرا
جب کہ وہ دونوں غار میں تھے) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے اس وجہ کے پیش نظر آپ کی مدح میں یہ فرمایا کہ (ابوبکر رض)
مجھے سوار کرکے دار الہجرت کی طرف لایا اور ان کی مدح وثناء
مسلمانوں کی زبانوں پر شائع ہوگئی۔ اور یہ قصہ اپنی تفصیلات
کے ساتھ بخاری میں مذکور ہے۔ اوران میں سے ایک یہ ہے کہ
جب غزوۂ بدر واقع ہوا اور وہ اسلام کی پہلی فتح تھی اور
اُس کی فضیلت تمام غزوات سے بڑھی ہوئی ہے حضرت
صدیق رضی اللہ عنہ کو اس غزوہ میں نمایاں اعزاز حاصل ہوئے
اوراُن کے فضائل دوبالا ہوئے چند وجوہ سے۔ پہلی یہ کہ عریش
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی تھے (یعنی اس عارضی
مُسقّف منڈھے میں جو آپؐ کے لئے بنایا گیا تھا آپؐ کے ساتھ
ابوبکر رض مقیم ہوتے تھے) دوسری یہ کہ جانبِ غیب سے (آپ کے
قلب نے) ایک عظیم الہام کو قبول کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے اس کی تصویب فرمائی۔ مروی ہے ابنِ عباس رض سے کہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر میں یہ دعا کی کہ اے اللہ!
میں آپ کو واسطہ دیتا ہوں آپ کے عہد اور وعدے کا۔
اے اللہ! اگر آپ چاہیں کہ آپ کی عبادت نہ کی جائے، تو
ابوبکر رض نے آپ ص کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا بس کافی ہے تو آپ
یہ کہتے ہوئے نکلے سَیُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ الخ (۵۴ : ۴۵)۔

یقول سَیُھزَمُ الجَمعُ وَیُوَلّوُنَ الدُّبُرَ
اخرجہ البخاری۔ و معنے ایں کلام نزدیک فقیر
آنست کہ ابوبکر صدیق رضؓ ملہم شد بآنکہ
دعا۔ باجابت مقرون گشت و ایں صورت از
جملہ آں واقعہا است کہ الہام صحابہ سبقت
نمود دراں بر وحی انگاہ وحی بر حسب
الہام ایشاں فرود آمد بلکہ بحقیقت
ہمیں الہام وحی است بسوئے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم بآں وجہ کہ چوں ایشاں
ملہم شدند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
بفراستِ سادقہ خویش دریافت کہ ایں
خاطر از جانب مُدبّر السمٰوات والارض است و
ایں فراست وحیِ باطنی ہست چنانکہ در قصّہ
اذان رؤیا عبداللہ بن زید و قیاسِ فاروق رضؓ
راتصویب فرمود و در لیلۃ القدر بر رؤیائے جمعے
از صحابہ رضؓ اعتماد نمود الیٰ غیرِ ذٰلک من الوقائع
دیگر آنکہ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عریش
برآمدہ متوجہ کارزار شد میمنہ لشکر بصدیق رضؓ دادند
و میکائیلؑ ہمراہِ او بود و میسرہ لشکر بحضرتِ مرتضےٰ رضؓ
و اسرافیلؑ ہمراہ او بود عن علی رضی اللہ عنہ
قال بینما انا امیح من قلیبِ ببدرٍ اذا جاءت رِیحٌ
شدیدۃٌ لم اَرَ مثلھا قط ثم ذھبت ثم جاءت
ریحٌ شدیدۃٌ لم اَرَ مثلھا قط الا التی کانت
قبلھا وکانتِ الریحُ الاولیٰ جبرئیل نزل فی
الفٍ من الملئکۃ مع رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ

عنقریب (ان کی) یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے
اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور اس کلام کے معنے فقیر کے
نزدیک یہ ہیں کہ ابوبکر صدیق رضؓ کو الہام ہوگیا کہ آپ کی دعاء
مقرون باجابت ہوچکی ہے اور یہ ان واقعات میں کی ایک
صورت ہے جن میں کہ صحابہ رضؓ کا الہام کسی واقعہ میں وحی پر سبقت
کرگیا اور پھر وحی ان کے الہام کے مطابق نازل ہوئی بلکہ درحقیقت
وہی الہام وحی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف، اس
وجہ سے کہ جب وہ مُلہَم ہوئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
اپنی فراستِ صادقہ سے سمجھ لیا کہ (ان کے قلب پر) یہ اُترنے والا
خیال مدبّر السمٰوات والارض (یعنی اللہ جلّ شانہٗ) کی جانب
سے ہے اور یہ فراست وحی باطنی ہے جیساکہ اذان کے قصہ میں
عبداللہ بن زید رضؓ کے خواب اور فاروق رضؓ کے قیاس کی تصویب فرمائی
اور لیلۃ القدر میں صحابہ رضؓ کی ایک جماعت کے خواب پر اعتماد کیا
اور ایسے بہت سے واقعات ہیں۔ تیسری یہ کہ جب آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم عریش سے نکل کر جنگ کی طرف متوجہ ہوئے تو
آپ نے لشکر کا میمنہ صدیق رضؓ کو دیا اور میکائیلؑ ان کے ساتھ
تھے اور لشکر کا میسرہ حضرت مرتضےٰ رضؓ کو اور اسرافیلؑ ان کے ہمراہ
تھے۔ مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے کہا اس دوران میں کہ میں
بدر کے کنویں سے چلّو بھر بھر کر پانی ڈول میں ڈال رہا تھا کہ ایسی تیز
ہوا آئی کہ میں نے کبھی ایسی ہوا نہ دیکھی تھی پھر گزر گئی۔ پھر
ایک تیز ہوا آئی کہ میں نے اتنی تیز ہوا کبھی نہ دیکھی تھی بجز اس
ہوا کے جو اس سے پہلے آئی تھی اور پہلی ہوا جبرئیلؑ تھے جو ایک
ہزار فرشتوں کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے
کے لئے نازل ہوئے تھے۔ اور دوسری ہوا میکائیلؑ تھے جو ہزار
فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم وكانت الريح الثانية ميكائيل نزل
فى الف من الملائكة عن يمين رسول
الله صلى الله عليه وسلم وكان ابوبكر عن
يمينه وكانت الريح الثالثة اسرافيل نزل
فى الف من الملائكة عن ميسرة رسول الله
صلى الله عليه وسلم وانا فى الميسرة فلما هزم
الله تعالى اعداءه حملنى رسول الله صلى الله
عليه وسلم على فرسه فجرت بى فوقعت على
عقبى فدعوت الله عز وجل فامسكنى
فلما استويت عليها طعنت بيدى هذه
فى القوم حتى اختضب هذا منى دما و
اشار الى ابطه اخرجه الحاكم دیگر آنکہ
چوں اسیران بدر آمدند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
مشاورہ کردند با صحابہؓ و مشورت حضرت صدیقؓ
را اختیار فرمود و اورا باحضرت عیسیٰؑ تشبیہ داد ہرچند
درآخر فضیلت حضرت فاروقؓ غالب تر برآمد عن
عبد الله بن مسعود قال لما كان يوم بدر قال لهم
رسول الله صلى الله عليه وسلم ما تقولون فى هؤلاء الاسارى
فقال عبد الله بن رواحة انت فى واد كثير الحطب
فاضرم نارا ثم القهم فيها فقال العباس رضى
الله عنه قطع الله رحمك فقال عمر
رضى الله عنه قادتهم ورؤساءهم
قاتلوك وكذبوك فاضرب اعناقهم
فقال ابوبكر رضى الله عنه عشيرتك و
قومك ثم دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقا

کی داہنی جانب کے لئے اور آپ کی داہنی جانب ابوبکرؓ تھے۔ اور تیسری ہوا اسرافیلؑ تھے جو ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مَیسَرہ (یعنی بائیں جانب) کیلئے اور میں مَیسَرہ میں تھا تو جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کو بھگا دیا مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھوڑے پر سوار کیا وہ مجھے لے کر دوڑ پڑا اور میں اپنی پشت پر گرا تو میں نے اللہ عزّ وجلّ سے دعاء کی تو اس نے مجھے روک لیا۔ پھر جب میں اچھی طرح جم گیا تو میں نے اپنے اس ہاتھ سے قوم پر تلوار بجانا شروع کر دی یہاں تک کہ خون سے یہ بھی رنگین ہو گئی اور اپنی بغل کی طرف اشارہ کیا۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ چوتھی یہ کہ جب اسیرانِ بدر آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کے بارے میں) اصحابؓ سے مشورہ کیا اور حضرت صدیقؓ کے مشورے کو اختیار فرمایا اور ان کو حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ تشبیہ دی اگرچہ آخر میں (اس واقعہ میں) حضرت فاروقؓ کی فضیلت بہت بڑھی ہوئی نکلی۔ روایت ہے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ جب یوم بدر تھا تو اصحابؓ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان قیدیوں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ تو عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا آپؐ ایسی وادی میں جہاں بہت سوکھی لکڑیاں موجود ہیں (ان کو جمع کر کے) آگ سلگا دیجئے پھر ان سب کو اس میں ڈال دیجئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا رحم قطع کر دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کو اور ان کے سرداروں کو جو آپؐ سے لڑتے اور آپؐ کو جھٹلاتے رہے قریب قریب کر دیجئے میں ان کی گردنیں ماروں گا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارے خاندان کے اور تمہاری قوم کے ہیں۔ پھر داخل ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور فرمایا جو کچھ تم ان لوگوں کے بارے میں کہہ رہے ہو وہ (سب درست ہے) مثال ان لوگوں کی ان لوگوں کے بھائیوں

ماتقولون فی هؤلاء؟ ان مثل هؤلاء کمثل
اخوۃ لهم کانوا من قبلهم قال نوح
رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ
دَيَّارًا. وقال موسیٰ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ
وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ الآية وقال ابراهيم
فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ
غَفُورٌ رَحِيمٌ. وقال عیسیٰ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ
فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. وانتم قوم بکم عیلة
فلا ینفلتن احد منکم الا بفداء او
بضربة عنق اخرجه الحاکم وازانجمله
آنست کہ چوں غزوۂ احد واقع شد نصیب
حضرت صدیق رض دراں مشہد فضائل عظیمہ
گشت بچند جہت یکے آنکہ حضرت صدیق رض
نہایت سعی در کشف بلاتے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم بجا آورد قال ابن اسحٰق
فلما عرفوا المسلمون رسول الله صلی
الله علیه وسلم نهضوا به ونهض
معهم نحو الشعب معه ابوبکر الصدیق
وعمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب
وطلحة بن عبید الله والزبیر
ابن العوام والحارث بن الصمة
رضوان الله علیهم ورهط
من المسلمین عن عائشة قالت
قال ابوبکر الصدیق لما جال

جیسی ہے جو ان سے پہلے ہو چکے ہیں۔ نوح ؑ نے کہا تھا رَبِّ لَا تَذَرْ الخ
(۷۱: ۲۶) اے میرے پروردگار! کافروں میں سے زمین
پر ایک باشندہ بھی نہ چھوڑ۔" اور موسیٰ ؑ نے کہا تھا رَبَّنَا
اطْمِسْ الخ (۱۰: ۸۸) اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست
ونابود کردیجئے اور ان کے دلوں کو (زیادہ) سخت کردیجئے الخ"
اور ابراہیم ؑ نے کہا فَمَنْ تَبِعَنِیْ الخ (۱۴: ۳۶) پھر جو شخص
میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہے ہی اور جو شخص (اس
بات میں) میرا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت کثیر الرحمۃ
ہیں۔" اور عیسیٰ ؑ نے کہا تھا اِنْ تُعَذِّبْهُمْ الخ (۵: ۱۱۸)
اگر آپ ان کو سزا دیں گے تو یہ آپ کے بندے ہیں
اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو آپ زبردست
ہیں حکمت والے ہیں۔" اور تم ایسی قوم ہو کہ تم پر
افلاس ہے (لہٰذا اُساریٰ کو واضح ہونا چاہئے کہ) تم میں
سے کوئی رہا نہ ہوگا مگر فدیہ سے یا گردن ماری جانے سے۔
اس کو روایت کیا حاکم نے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ
جب غزوۂ اُحد واقع ہوا تو اس موقع پر حضرت صدیق رض
کو فضائل عظیمہ حاصل ہوتے چند صورتوں سے۔ ایک یہ کہ
حضرت صدیق رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صعوبتوں سے
بچانے کے لئے نہایت سعی کی۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ جب مسلمانوں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو آپ کو جلد اُٹھا
لے گئے اور آپ ان کے ساتھ گھاٹیوں کی طرف روانہ ہوئے
آپ کے ساتھ ابوبکر صدیق رض تھے اور عمر بن الخطاب رض اور علی
ابن ابی طالب رض اور طلحہ رض بن عبید اللہ اور زبیر بن العوام رض اور
حارث بن الصمہ رضوان اللہ علیہم اور مسلمانوں کی ایک
جماعت۔ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ کہا کہ فرمایا ابوبکر صدیق رض

الناسُ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
یومَ اُحدٍ کنتُ اوّل من فاءَ فبصرتُ بہ
من بُعدٍ فاذا انا برجلٍ قد اعتَنَقَنِی من
خَلفی یُرید رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم فاذا ھو ابو عبیدۃَ بن الجراح
الحدیث اخرجہ الحاکم۔ ومراد از جولان
درینجا فرار نیست بلکہ متفرّق شدن از
آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم بسبب در
آمدن فوج کُفّار در فوج آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم ۲ دیگر آنکہ معلوم شد کہ کُفّار
قریش اگر بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم
از کسے حساب می گرفتند از حضرت
صدیق رضؓ می گرفتند لہذا چون ابوسفیان
تفحّص مے کرد احوالِ فوج آنحضرت صلعم راہمیں
۳ کس رانام می بُرد زیراکہ از ہمیں ۳ کس مے
ترسید ومن حدیث البراء اَشرَفَ ابوسفیان
فقال اَفی القوم محمدٌ فقال لا تُجِیبُوہُ
فقال اَفی القوم ابن ابی قحافۃ فقال
لا تُجیبوہ قال اَفی القوم ابن الخطاب
فقال انّ ھٰؤلاء قُتِلوا فلو کانوا
اَحیَاءً لَاَجابُوا فلم یملک عمر نفسہ
فقال کذبتَ یا عدوَّ اللہ اَبقَی اللہُ لک
مَا یُخزِیکَ اخرجہ البُخاریّ۔
۳ دیگر آنکہ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ تعاقب
کُفّار بعد اُحد متوجّہ شدند حضرت صدیقؓ از حاضران

نے کہ جب لوگ یوم اُحد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متفرق
ہو گئے تو میں پہلا شخص تھا جو لوٹا اور میں نے آپؐ کو دور سے
دیکھ لیا اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میری کولی بھر لی وہ
بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں تھا۔ دیکھا ہوں
کہ وہ ابو عبیدہ بن الجراحؓ ہیں الخ۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔
اور مراد جولان سے (جس سے لفظ جَالَ مشتق ہے) اس جگہ
فرار نہیں ہے بلکہ کُفّار کی فوج کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے فوج کے اندر گھس جانے کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے اصحابؓ کا متفرق ہو جانا مُراد ہے۔ ۲ دوسری یہ کہ
(اس واقعہ سے) یہ بات واضح ہوئی کہ کفارِ قریش اگر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو (سب سے) نمایاں محسوب کرتے
تھے تو صدیقِ اکبرؓ کو کرتے تھے۔ اسی بناء پر جب ابوسفیان آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی فوج کے احوال کی جانچ کر رہا تھا تو
ان ہی تین آدمیوں کا نام لے رہا تھا، کیونکہ وہ ان ہی تین سے
ڈرتا تھا، حدیث براءؓ میں مذکور ہے کہ ابوسفیان اُوپر چڑھا
اور (زور سے) بولا کہ کیا قوم میں محمدؐ ہے؟ تو (رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ اس کو جواب نہ دو۔ پھر اس نے کہا کہ کیا
قوم میں ابنِ ابی قحافہؓ ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ جواب نہ دو۔
پھر اُس نے کہا کہ کیا قوم میں ابن الخطابؓ ہے؟ (جب جواب
نہ ملا) تو بولا کہ اگر یہ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ اب
عمرؓ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکے اور بولے تو جھوٹ بول رہا ہے
او دشمنِ خدا! تجھے ذلیل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھا ہے۔
اس کو بخاری نے روایت کیا۔ ۳ تیسری یہ کہ جب آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم اُحد (کی لڑائی بند ہونے) کے بعد کفار کے تعاقب
کی طرف متوجّہ ہوئے تو حضرت صدّیقؓ اس واقعہ کے

آں واقعہ بود عن عائشۃ فی قولہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ الآیۃ قالت لعروۃ یا ابن اُختی کان اَبَوَاکَ مِنْھُمْ الزبیر وابوبکر لما اصاب نبیّ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اصاب یوم اُحد فانصرف عنہ المشرکون خاف ان یرجعوا فقال من یذھب اِثْرَھُمْ فانتدب منھم سبعون رجلاً کان فیھم ابوبکر و الزبیر اخرجہ البخاری۔ واز انجملہ آنست کہ در غزوۂ خندق جانبے از لشکر بدستِ حضرت صدیق رضؓ دادند و محافظتِ آں جانب باو مفوض گشت والآن مسجدِ صدیق نزدیک خندق موجود است وآں مسجد بحقیقت موضعِ نزول حضرت صدیق رضؓ بود در غزوۂ خندق واز انجملہ آنست کہ در غزوۂ مُریسیع[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مُتّہم شد و منافقان آنچہ نمی بایست گفتند و گرفتارِ اَسْوَءِ حالات گشتند و بعض مسلمین کہ از برارۃِ صدیقہ رضؓ توقّف کردند مُعاتب شدند حضرتِ صدیق رضؓ دراں واقعہ فضائلِ نمایاں نصیب شد بچند جہت یکیؔ آنکہ دراں واقعۂ ہوش رُبا از ایشاں کمال انقیاد و تسلیم و فدا بظہور آمد عن عائشۃ فی قصۃ الافک فتشھّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال امّا بعد یا عائشۃ انہ

حاضرین میں سے تھے۔ مروی ہے عائشہ رضؓ سے ارشادِ حق تعالیٰ اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا الخ کے بارے میں (۳: ۱۷۲) جن لوگوں نے اللہ و رسول کے کہنے کو قبول کر لیا بعد اس کے کہ ان کو زخم لگا تھا ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں ان کے لئے ثوابِ عظیم ہے" کہ انھوں نے عروہ سے فرمایا کہ اے میرے بھانجے! تیرے ابوین یعنی زبیر رضؓ اور ابوبکر رضؓ ان میں سے تھے۔ جب یوم اُحد میں نبیّ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ افتاد پڑنی تھی پڑ چکی اور مشرکین آپ کی طرف سے واپس ہو گئے تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ وہ پھر لوٹ کر آئیں گے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ان کا تعاقب کون کرے گا؟ تو ستّر آدمیوں نے (پورے جوش کے ساتھ) آمادگی ظاہر کی: اُن میں ابوبکر رضؓ اور زبیر رضؓ بھی تھے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ خندق میں لشکر کا ایک بازو حضرت صدیق رضؓ کے سپرد فرمایا اور اس جانب کی حفاظت آپ کے سپرد ہوئی اور اب بھی خندق کے قریب مسجدِ صدیق موجود ہے اور وہ مسجد در حقیقت غزوۂ خندق میں حضرت صدیق رضؓ کے اُترنے کی جگہ ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ مُریسیع[1] میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی اور منافقین نے ناشائستہ باتیں کہیں اور بدترین حالات میں گرفتار ہوئے۔ اور بعض ایسے مسلمان بھی موردِ عتاب ہوئے جنھوں نے صدیقہ رضؓ کی بے گناہی کے اظہار میں توقّف کیا تھا۔ اس واقعہ میں حضرت صدّیق رضؓ کو نمایاں فضائل نصیب ہوئے چند جہت سے۔ ایک[1] یہ کہ اس واقعۂ ہوش ربا میں اُن سے انتہائی فرمانبرداری اور تسلیم و فدائیت ظہور میں آئی۔ حضرت عائشہ رضؓ سے اِفک (تہمت) کے قصہ میں مروی ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمۂ شہادت پڑھا

[1] مُریسیع حجاز میں ایک مشہور چشمہ کا نام ہے۔ اس غزوہ کو غزوۂ بنی المصطلق بھی کہتے ہیں ۱۲

بلغني عنكِ كذا وكذا فان كنتِ بريئة فسيبرئكِ الله وان كنتِ ألممتِ (ارتکبت) بذنبٍ فاستغفري الله وتوبي اليه فانّ العبد اذا اعترف (اذنب) ثم تاب تاب الله عليه قالت فلما قضٰى رسول الله صلى الله عليه وسلم مقالته قلص دمعي حتى ما احسّ منه قطرة فقلت لابي اجب عني رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اني والله ما ادري ما اقول لرسول الله صلى الله عليه وسلم اخرجه البخاري دیگر آنکہ چوں براءۃ صدیقہ رض نازل شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصدیق اکبر رض شریک آں براءۃ گشتند اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ زیراکہ معاذ اللہ اگر ایں افک تحققے میداشت آں لوث دامن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ودامن صدیق رض راکدر میکرد کہ در مثل ایں امور صاحب فراش ووالد المرأۃ ہدف ملامت وتسبہ می شوند دیگر آنکہ حضرت صدیق رض بر مسطح بن اثاثہ انفاقے مے کرد چوں ازوے شرکتے در افک ظاہر شد از انفاق دست باز داشت دریں باب نازل شد وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ آہ عن عائشة قالت قال ابوبكر الصديق وكان ينفق على مسطح بن

پھر اسکے بعد فرمایا اما بعد اے عائشہ رض! مجھے تیرے متعلق یہ اور یہ باتیں پہنچی ہیں اب اگر تو بَری (یعنی پاکدامن) ہے تو اللہ تعالے تیری برارت ظاہر کردے گا اور اگر تو گناہ کی مرتکب ہوگئی ہے تو اللہ سے استغفار کر اور اس کے سامنے توبہ کر کیونکہ بندہ جب گناہ کرے پھر توبہ کرے تو اللہ تعالے اُس کی توبہ قبول کرتاہے۔ عائشہ رض نے کہاکہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا کلام پورا کر چکے تو میرے آنسو بالکل خشک ہوگئے یہاں تک کہ میں ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کرتی تھی تو میں نے اپنے باپ سے کہاکہ میری طرف سے آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے تو انہوں نے کہاکہ میں تو خدا کی قسم نہیں جانتا کہ کیا کہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ دوسری جہت یہ ہے کہ جب صدیقہ رض کی برارت نازل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رض (بھی) اس برارۃ میں شریک بن گئے۔ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ (۲۴: ۲۶) یہ اس بات سے پاک ہیں جو یہ (منافق) بکتے پھرتے ہیں" کیونکہ معاذ اللہ اگر یہ بہتان کچھ بھی سچائی رکھتا ہوتا تو وہ گندگی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رض دونوں کے دامنوں کو آلودہ کرتی کہ اس قسم کے امور میں صاحب فراش یعنی شوہر اور عورت کا باپ دونوں ہی ملامت اور دشنام کا نشانہ بنتے ہیں۔ تیسری یہ کہ حضرت صدیق رض مسطح بن اثاثہ پر خرچ کیا کرتے تھے (یعنی ان کی مالی امداد کرتے رہتے تھے) جب اس افک میں اُن کا شریک ہونا ظاہر ہوا تو آپ نے ان کو دینے سے ہاتھ روک لیا، اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ الخ (۲۴: ۲۲) اور جو لوگ تم میں (دینی) بزرگی

عہ مسطح حضرت صدیق رض کی خالہ کے بیٹے تھے۔ اہل بدر اور مساکین میں سے تھے"

أثاثۃ لقرابتہ منہ وفقرہ لا واللہ لا أنفق علی مسطح شیئاً ابداً بعد الذی قال لعائشۃ ما قال فأنزل اللہ عزّوجلّ وَلَا یَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ الی غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ قالت قال ابوبکر الصدیق بلی واللہ انی لاحب ان یغفر اللہ لی فرجع الی مسطح النفقۃ التی کان ینفق علیہ قال واللہ لا انزعھا منہ ابداً اخرجہ البخاری قال ابن عباس قال اللہ تعالیٰ لابی بکر قد جعلت فیک یا ابابکر الفضل والمعرفۃ باللہ وصلۃ الرحم وجعلت عندک السعۃ فتعطف علی مسطح فلہ قرابۃ ولہ ھجرۃ ولہ مسکنۃ ذکرہ الواحدی فی الوسیط

اور (دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہلِ قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں۔ الخ۔ مروی ہے عائشہ رضؓ سے بیان کیا کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے کہا اور وہ خرچ کیا کرتے تھے مسطح بن اثاثہ پر اُس سے قرابت کی بنار پر اور اُس کے فقر کی وجہ سے کہ واللہ اب میں مسطح پر کبھی کچھ خرچ نہ کروں گا۔ یہ اُس بات کے بعد فرمایا تھا جو اُس نے عائشہ رضؓ کے متعلق کہی تھی تو اللہ عزّوجلّ نے نازل فرمایا وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ سے غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ تک۔ عائشہ رضؓ نے کہا کہ ابوبکر رضؓ تو (آیت سُن کر) کہا کہ بیشک واللہ میں اس بات کو ضرور پسند کرتا ہوں کہ اللہ میری مغفرت کرے پھر لوٹایا مسطح کی طرف اُس نفقہ کو جو اُن پر خرچ کیا کرتے تھے اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں اس کو اُس سے کبھی نہ روکوں گا اس کو بخاری نے روایت کیا۔ ابن عباس رضؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضؓ سے فرمایا کہ اے ابوبکر رضؓ میں نے تجھ میں فضیلت رکھی ہے اور اللہ کی معرفت اور صلہ رحمی اور میں نے تجھے مالی وسعت دی تو مسطح پر مہربانی کر اس کی قرابت کی وجہ سے اور اس کی ناداری کی وجہ سے۔ اس کو واحدی نے ذکر کیا وسیط میں۔

وازاں جملہ آنست کہ چوں صلح حدیبیہ پیش آمد از صدیقِ اکبر رضؓ آثارِ جمیلہ ظاہر گشت و فضلِ او بآں آثر دو بالا شد یکے آنکہ صدیقِ اکبر رضؓ در مذاکرۂ عروۃ بن مسعود کافر ملتے جلادت شد و دشنام غلیظ داد تا قوتِ مسلمین در جہاد ظاہر گردد در آخر فائدہ ایں اغلاظ فی القول واضح گشت کہ عروہ پیش قریش تمکین اصحاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در نصرتِ آنحضرت

اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب صلح حدیبیہ پیش آئی تو حضرت صدیق رضؓ کے مناقب جمیلہ کا ظہور ہوا اور اُن مناقب سے اُن کی فضیلت دوچند ہوگئی۔ ایک[۱] یہ کہ صدیق اکبر رضؓ سے عروہ[۵] بن مسعود کے ساتھ مکالمہ کے وقت بڑی بہادری کا ظہور ہوا اور (جوش میں آکر) اُس کو سخت گالی دی تاکہ جہاد میں مسلمانوں کی قوت ظاہر ہو اور آخر میں گفتگو کے اس کھرے پن کا فائدہ بھی واضح ہوگیا کہ عروہ نے جاکر قریش کے سامنے آنحضرت

۵ع یہ اس وقت کافر تھا جو مشرکین مکہ کا نمائندہ بن کر گفتگوئے صلح کیلئے آیا تھا ۱۲

بیان نمود وآں سبب صلح شد فی قصۃ الحدیبیۃ قال عروۃ عند ذلک ای محمد ارایت ان استاصلت امر قومک ھل سمعت باحد من العرب اجتاح اصلہ قبلک وان تکن الاخری فانی واللہ لاری وجوھا وانی لاری اشوابا من الناس خلیقا ان یفروا ویدعوک فقال لہ ابوبکر امصص بظر اللات انحن نفر عنہ وندعہ فقال من ذا قالوا ابوبکر فقال اما والذی نفسی بیدہ لولا ید کانت لک عندی ولم اجزک بہا لاجبتک۔

دیگر چوں حضرت فاروق رض را عرق غیرت بحرکت آمد حضرت صدیق رض در جواب سوال او قدم بر قدم آں حضرت ص رفت ازیں جا دانستہ شد کہ حضرت صدیق رض را با پیغامبر چہ نسبت بود و علوم پیغامبر در نفس وے رضی اللہ چگونہ منطبع می شد قال عمر بن الخطاب فاتیت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت الست نبی اللہ حقا قال بلی قلت السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی قلت

صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رض کی پوری استقامت کا آنحضرت ص کا ساتھ دینے میں ذکر کیا (جس سے قریش مرعوب ہوئے) اور قصۂ حدیبیہ میں صلح کا وہی سبب بھی بنا۔ عروہ نے اس گفتگو کے وقت کہا تھا کہ اے محمد ص! کیا تو نے اپنی قوم کے معاملہ پر غور کیا کہ تو نے اس کی جڑ کاٹنا چاہی، کیا تو نے عرب میں سے کسی کو سُنا ہے کہ اس نے اپنی اصل (یعنی خاندان) کو ہلاک کیا ہو تجھ سے پہلے۔ اور تُو نے دوبارہ ایسا ہی کیا تو میں واللہ بہت سے چہرے دیکھ رہا ہوں اور مختلف قسم کے ملے جُلے خون والے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جن کی طبعی صفت یہ ہوگی کہ وہ بھاگ جائیں گے اور تجھے چھوڑ دیں گے۔ اس پر ابوبکر رض نے اُس کو کہا اُمصص بظر اللات الخ یعنی تو لات کا بظر چوس عہ! کیا ہم اُن کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ ابوبکر رض۔ تو اس نے کہا کیا کہوں قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میرے اُوپر تیرا ایک احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ ابتک مَیں نے نہیں دیا تو میں تجھے جواب ضرور دیتا۔ دوسری یہ کہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) جب حضرت فاروق رض کی رگِ غیرت حرکت میں آئی تو حضرت صدیق رض اُن کے سوال کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلے۔ یہاں سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ حضرت صدیق رض کو پیغمبر ص کے ساتھ کیا نسبت تھی اور پیغمبر ص کے علوم صدیق رض کے (آئینہ) نفس میں کیونکر جلوہ گر ہوتے تھے۔ عمر بن الخطاب رض نے بیان کیا کہ پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور کہا کہ کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ فرمایا کہ بیشک ہوں۔ میں نے

عہ بَظر: با کے فتح کے ساتھ گوشت کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو فرج کے اُوپر ہوتا ہے جس کو ہندی میں ٹنہ کہتے ہیں۔ لات ایک بت کا نام تھا جو بشکل عورت تھا جس کی قریش پُوجا کرتے تھے۔ عرب کے نزدیک یہ سخت گالی ہے ۱۲

فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا إِذًا قَالَ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ وَلَسْتُ أَعْصِيهِ وَهُوَ نَاصِرِي قُلْتُ أَوَلَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ فَنَطُوفُ بِهِ قَالَ بَلَىٰ أَفَأَخْبَرْتُكَ أَنَّا نَأْتِيهِ الْعَامَ قُلْتُ لَا قَالَ فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهِ قَالَ فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ أَلَيْسَ هٰذَا نَبِيُّ اللّٰهِ حَقًّا قَالَ بَلَىٰ قُلْتُ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا

کہاکہ کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ فرمایاکہ بیشک۔ میں نے کہاکہ پھر ہم کس وجہ سے اپنے دین میں عیب[1] لگائیں۔ فرمایاکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں[2] اُس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ میری مدد کرنے والا ہے۔ میں نے کہاکہ آپ ہم سے نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ پہنچیں گے پھر اس کا طواف کریں گے۔ فرمایاکہ بیشک۔ کیا پھر میں نے تم کو یہ خبر دی تھی کہ ہم بیت اللہ میں اسی سال پہنچیں گے؟ میں نے کہا "نہیں" فرمایاکہ تو اس میں تم (آئندہ) پہنچنے والے ہو اور اس کا طواف بھی کرنے والے ہو۔ عمرؓ نے بیان کیاکہ پھر میں ابوبکرؓ کے پاس پہنچا اور میں نے کہا اے ابوبکرؓ! کیا یہ اللہ تعالیٰ کے سچے

---

[1] دین میں عیب پیدا ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ہم عمرہ کرنے کی نیت سے آئے تھے لیکن مشرکین کی اس ضد اور ہٹ کو کہ ہم اپنی عبادت کی تکمیل کئے بغیر ہی واپس ہو جائیں مان لینا ہمارے دین پر دھبہ ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنی عبادت کی تکمیل کے لئے جان کی پروا نہ کریں اور عمرہ ادا کرکے جائیں ۱۲

[2] یعنی حق تعالیٰ کی فرمانبرداری ہی کی بناء پر ہم نے مشرکین کی شرطوں کو قبول کیا تاکہ بیت اللہ کا احترام قائم رکھیں اور ہم نے اُن کی ایسی شرطوں کو بھی مان لیا صرف احترام بیت اللہ کے لئے جو بظاہر ذلیل اور رُسوا کرنے والی معلوم ہوتی ہیں جو نفسوں پر شاق گزریں۔ اور عبادت کی حقیقت اس کے سوا اور کیا ہے کہ اپنے معبود کی رضاجوئی کے لئے اپنے عجز و افتقار کا مظاہرہ کیا جائے اس لئے اگر عبادتِ عمرہ کی تکمیل نہ ہو سکی تو کیا ہوا۔ ہم نے اتنی بڑی عبادت کی جو کہ بہت سے عمروں کے برابر ہے۔ کیونکہ اس کا جو نتیجہ یعنی رضاءِ الٰہی ہم کو ملا ہے کہ احترامِ حق کے پیشِ نظر ہم نے اپنا پہلو جتنا زیادہ سے زیادہ رحمت و حمایتِ باری تعالیٰ اور "نصر عزیز" ہماری طرف متوجہ ہو چکی ہے جسکا اثر تم آئندہ دیکھو گے۔ اس لئے یہ ہماری بہت بڑی فتح ہے اور اسی کی طرف سورۃ انا فتحنا جو واپسی کے دوران میں راستہ ہی نازل ہوئی تھی کہ ہم نے تم کو اس وقت بڑے تحمل کی توفیق دی تھی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب ہماری حمایت اور نصر عزیز تمہارے ساتھ ہو گئی ہے کہ تم امتحان میں کامیاب ہو گئے ہو کہ جو لغزش تم سے سرزد ہو گئی تھی کہ تم نے مالی ضرورتوں اور اقارب کو بچانے کا خیال کرتے ہوئے فدیہ قبول کر لیا تھا وہ بھی معاف ہے (لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک) اور اگر کوئی لغزش آئندہ اسی طرح کی تم سے سرزد ہوئی تو وہ بھی معاف (وما تأخر) یاد رکھنا چاہیے کہ "لیغفر لک" اور "ذنبک" میں اگرچہ خطاب خاص ہے مگر اس کا مفہوم عام ہے۔ یہاں ذنوب کا مفہوم عام معاصی نہیں ہے بلکہ ایسی لغزشیں ہیں جو حصولِ مقصد میں سدِّ راہ ہوتی ہیں جن کا وقوع مستقبل میں بھی مسلمانوں سے ہوا مگر اسی وعدۂ خداوندی نے اپنی نصر عزیز کے ذریعہ سے بُرے انجام سے ہمیشہ انکو محفوظ رکھا اور فتوحاتِ کاملہ کیلئے بالآخر سیدھا راستہ اُن کے سامنے کر دیا جس کیطرف (ویہدیک صراطاً مستقیماً) میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اور (وینصرک اللہ نصراً عزیزاً) کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا رہا۔ ان جملہ الطاف و اکرامات کی بنیاد یہی معاہدہ بنا۔ اسی لئے اس کو فتح مبین فرمایا گیا۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ فتح کا مقدمہ یہی معاہدہ بنا تھا، قریش نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی جسکی بناء پر سورۃ براءت کے ذریعہ سے معاہدے کے فسخ کا اعلان کر دیا گیا اور پھر حملہ کرکے مکہ فتح کر لیا گیا۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کی اصل تعبیر کا ظہور ہوا کہ ہم بیت اللہ میں پہنچیں گے چنانچہ پہنچے اس طرح کہ ہمیشہ کیلئے کسی کو آنکھ ملانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ الغرض آپ کے خواب کی تعبیر یعنی فتح مکہ کا ظہور تدریجاً اسی معاہدے سے شروع ہوا۔ بصیرتِ محمدی اس راز کو بخوبی سمجھ رہی تھی مگر ابتک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ سمجھے تھے ۱۲ اشتیاق احمد

على الباطل قال بلى قلت فلم نعطى الدنية فى ديننا اذا قال يا ايها الرجل انه رسول الله صلى الله عليه وسلم وليس يعصى ربه وهو ناصره فاستمسك بغرزه فوالله انه على الحق قلت اليس كان يحدثنا انا سنأتى البيت فنطوف به قال بلى أفأخبرك انك تأتيه العام قلت لا قال فانك اتيه ومطوف به قال عمر فعملت لذالك اعمالا اخرجه البخارى ديگر آنکہ در اختیار صلح و جنگ سخنہا می رفت و مشورہا بمیان مے آمد آخرہا تقریر امر بمشورت حضرت صدیق رض واقع شد فى قصة الحديبية انه صلى الله عليه وسلم بعث عينا له من خزاعة وسار النبى صلى الله عليه وسلم حتى كان بغدير الاشطاط اتاه عينه قال ان قريشا جمعوا جموعا وقد جمعوا لك الاحابيش وهم مقاتلوك وصادوك عن البيت ومانعوك فقال اشيروا ايها الناس على أترون ان أميل الى عيالهم وذرارى هؤلاء الذين يريدون ان يصدونا عن

نبی نہیں ہیں؟ فرمایا کہ بیشک ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا بیشک۔ میں نے کہا کہ ہم کس وجہ سے اپنے دین میں عیب لگائیں۔ فرمایا کہ اے شخص وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ ان کو مدد دینے والا ہے۔ بس تو اُن کے رکاب پکڑے رکھ، واللہ وہ حق پر ہیں۔ مَیں نے کہا کہ کیا رسول اللہ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ کہا کہ بیشک! تو کیا تم کو یہ خبر دی تھی کہ تم بیت اللہ اسی سال پہنچو گے۔ مَیں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ بیشک تم (آئندہ) پہنچنے والے ہو اور اس کا طواف بھی کرنے والے ہو۔ عمر رض نے کہا کہ میں نے اس کی وجہ سے (یعنی اپنی اس جرأت گستاخانہ کی وجہ سے) بہت سے عمل خیر (بطور کفارہ) کئے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ تیسری یہ کہ صلح اور جنگ کے اختیار کرنے میں گفتگوئیں جاری تھیں اور مشورے ہوئے۔ آخر کار جو بات قرار پائی وہ حضرت صدیق رض کے مشورے کے مطابق تھی۔ قصۂ حدیبیہ (بخاری) میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک جاسوس (بسر ابن سفیان) جو قبیلہ خزاعہ کا تھا بھیجا (کہ قریش کے حالات معلوم کرکے آئے) اور آپ چل پڑے۔ جب (مقام) غدیر الاشطاط میں پہنچے وہاں آپ کا جاسوس آپ کے پاس آیا۔ اس نے بتایا کہ قریش کے لوگوں نے تو فوجیں اکٹھا کی ہیں اور یہ فوجیں متفرق قبیلوں میں سے لی ہیں۔ اور وہ آپ سے لڑیں گے اور بیت اللہ جانے سے آپ کو روکیں گے اور مانع ہوں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رض سے فرمایا کہ اے لوگو! مجھے مشورہ دو

عہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری اور اپنے سوال وجواب کو حضرت ابوبکر رض پر ظاہر کیا تھا مگر حضرت ابوبکر رض نے بھی انکو وہی جواب دیئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے تھے الفاظ بھی نہ بدلے۔ اس حدیث کے ایراد سے یہی غرض ہے ۱۲ مترجم

البیتِ فان یأتونا کان اللہ قد قطع
عیناً من المشرکین والا ترکناھم
محرومین قال ابوبکر یارسول اللہ
خرجتَ عامِداً لھذا البیتِ لا ترید
قتلَ احدٍ ولا حربَ احدٍ فتوجّہ
لہ فمن صدّنا عنہ قاتلناہ قال امضُوا
علیٰ اسمِ اللہ اخرجہ البخاری۔
ازا نجملہ آنست کہ چوں غزوۂ خیبر
واقع شد حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ حاضر
آں واقعہ بود و بمقتضائے سیرت
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم در
خلفاء کہ بمنزلہ منتظر الامارت معاملہ
میکردند حضرت صدیق رضی اللہ عنہ امیر لشکر شد ہرچند
در آخرِ واقعہ فضیلتِ علی مرتضیٰ غالب تر
آمد عن سلمۃ بن الاکوع قال بعث
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
ابابکر الیٰ بعض حصون خیبر
فقاتل وجھد ولم یکن فتح
اخرجہ الحاکم و ازا نجملہ آنست کہ بر سریّۂ
بنی فزارۃ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ را امیر ساخت
عن سلمۃ بن الاکوع قال اَمَّر رسول اللہ

کیا تم یہ رائے پسند کروگے کہ ہم ان کافروں کے متعلقین اور ان کے بال بچوں پر جھک پڑوں (یعنی بڑھ کر ان کو قید کرلوں) جو اس ارادے سے پہنچے ہیں کہ ہم کو بیت اللہ سے روک دیں۔ پھر اگروہ (اپنے بال بچوں کو بچانے کی غرض سے) ہم سے لڑنے آئیں گے تو اللہ^ع مشرکوں کے جاسوسوں کو (یا انکی ایک آنکھ کو) ختم کردے گا (یعنی ہمارے ہاتھ سے ان کو ہلاک کردے گا)۔ ورنہ ہم اُن کو لُٹا پٹا چھوڑ دیں گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! آپ تو بیت اللہ کے ارادے سے نکلے ہیں۔ کسی کو قتل اور کسی سے جنگ کے ارادہ سے نہیں نکلے۔ بس اپنا رُخ بیت اللہ کی طرف رکھیے جو ہم کو اس سے روکے گا اس سے ہم قتال کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا چلو بسم اللہ۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب غزوۂ خیبر واقع ہوا تو اس میں حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ حاضر تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلفاء رضی اللہ عنہم کے ساتھ سیرت مبارکہ کے مطابق کہ آپ بمنزلۂ ولی عہد کے معاملہ کرتے تھے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ امیر لشکر ہوئے ہرچند کہ آخرِ جنگ میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت غالب تر ظاہر ہوتی۔ مروی ہے سلمہ بن الاکوع سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خیبر کے بعض قلعوں کی طرف بھیجا تو انھوں نے قتال کیا اور کوشش کی اور فتح نہ ہوئی، روایت کیا اس کو حاکم نے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ سریّۂ بنی فزارہ پر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ مروی ہے سلمہ بن الاکوع سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر

ع یعنی جب باہر والے لوگ اپنے بال بچوں کو بچانے کے لئے آئیں گے تو قریش کے لوگ تو مکہ میں رہ جائیں گے وہ ان کے ساتھ آنے والے نہیں اس صورت میں کافروں کی جماعت کم ہوجائے گی بہ نسبت اسکے کہ ہم مکہ میں جاکر مقابلہ کریں کیونکہ یہ باہر والے اور قریش سب مجتمع ہیں مل کر ہمارا سخت مقابلہ کرسکتے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ یہ مطلب ہے کہ اگر یہ باہر والے اپنے بال بچوں کو بچانے آتے تو مارے جائیں گے اور ان کے مارے جانے سے قریش کے جاسوسوں میں کمی ہوگی کیونکہ یہی باہر والے ہماری خبریں قریش کو پہنچایا کرتے ہیں گویا ان کے جاسوس ہیں۔ بنا بریں یہ ترجمہ ہوگا " تو جدا کردیا اللہ تعالیٰ نے جاسوس (جماعت) کو جو مشرکین کی تھی ہم سے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر رضی اللہ عنہ فغزونا
ناسًا من بنی فزارۃ فلما دنونا من الماء
امرنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فعرسنا فلما
صلینا الصبح امرنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فشننا
الغارۃ قال فوردنا الماء فقتلنا بہ من
قتلنا فانصرف عنق من الناس وفیھم
الذراری والنساء قد کادوا یسبقون
الی الجبل فطرحنا سھمًا بینھم و
بین الجبل فلما راوا السھم وقفوا
فجئت بھم اسوقھم الی ابی بکر
رضی اللہ عنہ وفیھم امراۃ من
بنی فزارۃ علیھا قشع من الادم
معھا ابنۃ لھا من احسن العرب
قال فنفلنی ابوبکر رضی اللہ عنہ ابنتھا
قال فقدمت المدینۃ فلقینی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت واللہ یا
رسول اللہ ما کشفت لھا ثوبًا وھی لک یا
رسول اللہ فبعث بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الی مکۃ ففادی بھا اساری من المسلمین
کانوا فی ایدی المشرکین اخرجہ الحاکم وازانجملہ
آنست کہ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے
ملوک آفاق نامہا نوشتند وجمعے را برائے تبلیغ آں
نامہا فرستادند سائلے سوال کرد کہ حضرت
صدیق رض و فاروق رض چرا فرستادہ نمی شوند آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تعظیم رتبہ ایں دو بزرگ و نسبت

بنایا تو ہم نے بنی فزارہ کے لوگوں سے جہاد کیا تو جب ہم پانی کے
(یعنی قبیلہ کے) قریب پہنچ گئے تو ہم کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے
حکم دیا تو ہم نے آرام کیا۔ پھر جب صبح کی نماز پڑھ لی تو ہم کو ابوبکر رض
رضی اللہ عنہ نے حکم دیا پھر ہم نے ہر جانب سے ان پر لوٹ ڈالی۔
کہا کہ ہم قبیلہ پر جا پہنچے تو وہاں جن لوگوں کو قتل کرنا تھا قتل
کیا۔ پھر ان لوگوں کے بعض ممتاز لوگوں کی جماعت اور ان میں
ان کے بال بچے اور عورتیں بھی تھیں لوٹے اور پہاڑ کی طرف
پہنچنے کے قریب ہوگئے تو ہم نے ان کے اور پہاڑ کے درمیان
تیر پھینکے۔ پھر جب انہوں نے تیروں کو دیکھا تو ٹھہر گئے اور میں
ان کے پاس پہنچا اور ان کو ہنکاتا ہوا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا
اور اُن میں بنی فزارہ کی ایک عورت تھی جو چمڑے کا ایک پوستین
اوڑھے ہوئے تھی اسکے ساتھ اُس کی ایک بیٹی تھی جو عرب کی حسین ترین
لڑکی تھی۔ کہا کہ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کو غنیمت میں سے
مجھے دیدیا۔ کہا کہ پھر میں مدینہ آگیا تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ملے۔ تو میں نے کہا واللہ یارسول اللہ! میں نے اسکے اوپر
سے کپڑا ابھی نہیں ہٹایا اور یارسول اللہ! اب یہ آپ کی ہے تو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مکہ بھیجدیا اُس سے فدیہ (بدلہ) کرلیا
مسلمانوں میں کے اُن قیدیوں کا جو مشرکین کے قبضہ میں تھے۔
اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چہار جانب کے بادشاہوں (کے
پاس بھیجنے) کے لئے خطوط تحریر فرماتے اور ایک جماعت کو ان
خطوط کے پہنچانے کے لئے روانہ کیا تو ایک سائل نے سوال
کیا کہ حضرت صدیق رض اور حضرت فاروق رض کو کیوں نہیں بھیجا جاتا؟
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بزرگوں کے مرتبہ کی
عظمت اور اُن کے ساتھ اپنے اتحاد کی نسبت کا اظہار فرمایا

اتحاد ایشاں با خود بیان فرمود و ایں معنی
فضیلت ایشاں را دو بالا ساخت عن حذیفۃ
ابن الیمان رضی اللہ عنہما قال سمعتُ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لقد
هَمَمْتُ ان اَبْعَثَ الی الآفاق رجالا
یُعَلِّمون النّاس السُّنَنَ والفرائض کما
بعثَ عیسی بن مریم الحواریین قیل لہٗ
فاینَ انتَ عن ابی بکر وعمر قال انہ لاغنیٰ
لی عنہما انہما من الدّین کالسمع والبصر
رواہ الحاکم۔ ازانجملہ آنست کہ حضرت صدیقؓ
در مصالح مسلمین شبانگاہ با آنحضرتؐ مشاورت
می کردند و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم برحسب
مشورہ ایشاں عمل میفرمود قال ابن عباس
فی قولہ تعالیٰ وَشَاوِرْهُمْ فی الامر یعنی ابابکر
وعمر وعن عمر رضی اللہ عنہ قال کان رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یَسْمُرُ (یتکلم) عند ابی بکر اللیلۃ
فی الامر من امور المسلمین وانا معہ رواہ
احمد وعن عبدالرحمٰن بن غنم ان رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر وعمر لو اجتمعتما
فی مشورۃ ماخالفتکما اخرجہ احمد۔
وازاں جملہ آنست کہ چوں ازواج طاہرات
غیرت کردند و سورۃ تحریم نازل شد حضرت
صدیقؓ و فاروقؓ مشار الیہ بکلمہ وصالح
المؤمنین گشتند عن ابی اُمامۃ قال فی قولہ
تعالیٰ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ

اور اس ارشاد نے ان کی فضیلت کو دو چند کردیا۔ مروی ہے حذیفہؓ
ابن الیمان رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ میں نے عزم کرلیا ہے کہ چاروں طرف
ایسے لوگوں کو بھیجوں جو لوگوں کو امور شرعیہ اور فرائض کی تعلیم
دیں جیسا کہ عیسیٰ بن مریمؑ نے حواریین کو بھیجا تھا۔ تو آپ سے کہا
گیا کہ کیا بات ہے آپ ابو بکرؓ و عمرؓ سے ایسے کام نہیں لیتے۔ فرمایا
کہ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں سے میں مُستغنی نہیں ہوتا۔ یہ دونوں
دین کے حق میں ایسے ہیں جیسے سمع اور بصر (انسان کے لئے) اس کو
روایت کیا حاکم نے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیقؓ
مسلمانوں کی مصلحتوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے مشاورت کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے
مشوروں کے مطابق عمل فرمایا کرتے تھے۔ ابن عباسؓ نے
ذکر کیا حق تعالیٰ کے قول وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ کے بارے میں
(کہ ان سے کاموں میں مشورہ کیا کرو) "یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ سے" اور
عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات
کو گفتگو فرمایا کرتے تھے ابوبکرؓ کے نزدیک (لیٹ کر) امورِ
مسلمین میں سے کسی امر کے متعلّق اور میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تھا
روایت کیا اس کو احمد نے۔ اور عبدالرحمٰن بن غنم سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ و عمرؓ سے فرمایا جب تم دونوں
کسی مشورے میں متفق ہو جاتے ہو تو میں تمہارے خلاف نہیں کرتا،
اس کو احمد نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب
ازواج طاہراتؓ نے غیرت کی اور سورۂ تحریم نازل ہوئی تو
حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کلمہ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ کے مشار الیہ
بنے۔ مروی ہے ابو امامہؓ سے انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے
بارے میں فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ الخ (۶۶:۴) اور اگر (اسی طرح)

وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ابوبکر و عمر اخرجه
الحاکم و شاهدٗہ حدیث نعمان بن بشیر
استاذن ابوبکر علی النبیؐ صلے اللہ
علیہ وسلم وسمع صوت عائشۃ عالیاً
فلما دخل تناولها لیلطمها و قال لا اراكِ
ترفعین صوتكِ علی رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم اخرجه ابوداؤد از انجملہ آنست
کہ حضرت صدیق رضؓ غایت سعی در کتمانِ اسرار
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم می فرمود در قصۂ
عرض حفصہ رضؓ بر عثمان رضؓ و حضرت صدیق اکبر رضؓ
مذکوراست قال ابوبکر لو یمنعنی ان ارجع
الیك الا انی کنت علمت ان رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم ذکرها ولو اکن لافشی
سر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
رواہ البخاری واز انجملہ آنست کہ حضرت صدیق
در ہر خیر سبقت میکرد در قصہ بشارت
عبداللہ بن مسعود رضؓ حضرت فاروق رضؓ گفتہ
است ان فعلت انك لسابق بالخیر
و فی قصص کثیر نحوٌ من ذلك
تا آنکہ سبّاق الی الخیر لقب او شد درمیان
صحابہ رضؓ واز انجملہ آنست کہ چوں روز جمعہ
کاروانِ شام در رسید مردمان از مسجد
متفرق شدہ درپے کاروان رفتند
حضرت صدیق رضؓ از ثابتان آں جمع
بود عن جابر قال بینما النبیؐ صلے اللہ

پیغمبرؐ کے مقابلہ میں تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں) تو دیا در کھو کہ
پیغمبرؐ کا رفیق اللہ ہے اور جبرئیل ؑ ہے اور نیک مسلمان ہیں الخ. یعنی
ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ. اس کو روایت کیا حاکم نے اور اس کی شاہد نعمان رضؓ بن بشیر
کی حدیث ہے کہ ابوبکر رضؓ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کی
اجازت چاہی اور انھوں نے عائشہ رضؓ کی آواز کو سن لیا جو اونچی ہو رہی
تھی، جب گھر میں داخل ہوتے تو اُن کی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ اُن کے
طمانچہ ماریں اور فرمایا کہ میں آئندہ نہ دیکھوں کہ تو اپنی آواز کو
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی کرے. اس کو
روایت کیا ابوداؤد نے. اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت
صدیق رضؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسرار کے چھپانے میں انتہائی
کوشش فرماتے تھے. حضرت حفصہ رضؓ کے لئے (حضرت عمر رضؓ) کا حضرت
عثمان رضؓ کو اور پھر صدیق اکبر رضؓ کو پیغام دینے کے قصہ میں مذکور ہے
کہ ابوبکر رضؓ نے (حضرت عمر رضؓ سے جواب نہ دینے کی معذرت کرتے ہوئے)
کہا کہ مجھے کسی بات نے آپ کی طرف رجوع ہونے (یعنی آپ کی بات
کا جواب دینے) سے نہیں روکا بجز اس کے کہ میں جانتا تھا کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضؓ کا ذکر کیا اور میں رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہر کرنے والا نہ تھا. اس کو بخاری
نے روایت کیا. اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رضؓ ہر
خیر میں سبقت کرتے تھے. عبداللہ بن مسعود رضؓ کی بشارت کے قصہ
میں حضرت فاروق رضؓ نے فرمایا اگر تو نے یہ کیا تو بیشک، تو ہی (ہم سب سے
زیادہ) خیر پر سبقت کرنے والا ہے اور بہت سے قصوں میں اس قسم
کی مثالیں ملتی ہیں. یہاں تک کہ صحابہ رضؓ کے درمیان اُن کا لقب
سبّاق الی الخیر (نیک کام کی طرف بڑھنے والا) مشہور ہوگیا.
اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب جمعہ کے روز شام سے (تجارتی)
قافلہ آپہنچا تو لوگ مسجد سے نکل کر قافلہ کے پیچھے چلے گئے

عليه وسلم يخطب يوم الجمعة قائما اذا
قدمت عير المدينة فابتدرها اصحاب
رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى لم يبق منهم
الا اثنا عشر رجلا فيهم ابوبكر وعمر اخرجه
الترمذي و ازاں جملہ آنست کہ چوں غزوۂ
فتح مہیا شد حضرت صدیق رض را دراں واقعہ
فضائلِ نمایاں حاصل گردید بچند وجہ یکے آنکہ
پیش از واقعہ ابوسفیان پیش صدیقِ اکبر رض آمد
طلب اعادہ صلح نمود و ایں نبود مگر از جہتِ وجاہت
عظمیٰ کہ حضرت صدیق رض را درمیانِ مسلمین حاصل
بود و ازوے حساب می گرفتند قال
محمد بن اسحٰق ثم خرج ابوسفيان
حتى أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم
فكلمه فلم يرد عليه شيئا ثم ذهب الى
ابى بكر رضى الله عنه فكلمه ان يكلم رسول
الله صلى الله عليه وسلم فقال ما انا
بفاعل ثم اتى عمر بن الخطاب رضى الله
عنه فكلمه فقال انا اشفع لكم عند رسول
الله صلى الله عليه وسلم فوالله لو لم اجد
الا الذر لجاهدتكم به دیگر آنکہ
چوں بمکہ داخل شدند آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم بجانب
حضرت صدیق رض متوجہ شدہ فرمودند
كيف قال حسان عن ابن عمر
رضى الله عنهما قال لما دخل

حضرت صدیق رض ان لوگوں میں سے تھے جو اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔
مروی ہے جابر رض سے کہا اس دوران میں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے
دن کھڑے ہوتے خطبہ فرما رہے تھے کہ مدینہ کا قافلہ آپہنچا تو اصحابِ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر اس کی طرف جھپٹ گئے یہاں تک کہ کوئی
اُن میں سے باقی نہ رہا بجز بارہ آدمیوں کے جن میں ابوبکر رض اور عمر رض
بھی تھے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے
کہ جب غزوۂ فتح مکہ کی تیاری ہوئی تو حضرت صدیق رض کو اس
واقعہ میں نمایاں فضیلت حاصل ہوتی چند وجوہ سے ایک یہ کہ واقعہ
فتح سے پہلے ابوسفیان صدیقِ اکبر رض کے پاس آیا اور آپ سے (سابقہ)
صلح کے اعادہ کرنے کی درخواست کی اور آپ سے ایسا کہنا صرف
اسی بنا پر تھا کہ حضرت صدیق رض کو مسلمانوں میں بڑی وجاہت
حاصل تھی اور آپ کی شخصیت کا اثر قبول کرتے تھے۔ محمد بن اسحٰق
نے بیان کیا کہ پھر نکلا ابوسفیان یہاں تک کہ (مدینہ پہنچکر) رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے سامنے گفتگو کی مگر آپ نے اُسکی
کسی بات کا جواب نہ دیا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو اُن سے
یہ گفتگو کی کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے (اس بارے میں)
کلام کریں۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ میں ایسا کرنے والا نہیں ہوں۔
پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور اُن سے کلام کیا تو
انھوں نے جواب دیا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے
تمہاری سفارش میں کروں ؛ خدا کی قسم اگر میں (اپنے اندر) طاقت نہ
پاؤں مگر ایک چیونٹی کے برابر تو میں تم سے اسی سے بھی جہاد کروں گا۔
دوسری یہ کہ جب مکہ میں داخل ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت صدیق رض کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ حسان رض نے کس طرح
کہا تھا ؛ مروی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ جب رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم فتح کے سال میں (مکہ میں) داخل ہوتے تو آپ نے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عام الفتح رای النساء یلطمن وجوہ الخیل بالخمر فتبسم الی ابی بکر رضی اللہ عنہ وقال یا ابابکر کیف قال حسان بن ثابت فانشدہ ابوبکر رضی اللہ عنہ

علامت بنیتی ان لم تروھا۔ تثیر النقع من کنفی کداء۔ ینازعن الاعنۃ مسرعات۔ یلطمھن بالخمر النساء۔ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ادخلوا من حیث قال حسان اخرجہ الحاکم۔

ودیگر آنکہ پدر صدیق اکبرؓ آں روز بشرف اسلام تشریف یافت وفضیلت آنکہ چہار پشت آنحضرتؐ را دیدہ باشد ومسلمان شدہ غیر صدیقؓ را میسر نہ شد

قال محمد بن اسحٰق فلما دخل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکۃ دخل المسجد فاتی ابوبکر رضی اللہ عنہ بابیہ یقودہ فلما راٰہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ھلا ترکت الشیخ فی بیتہ حتے اکون انا اٰتیہ فیہ قال ابوبکر رضی اللہ عنہ یارسول اللہ ھو احق بمشیہ الیک من ان تمشی انت الیہ فاجلسہ بین یدیہ ثم مسح صدرہ ثم قال اسلم فاسلم الحدیث وقال علی بن ابی طالب ھذہ الاٰیۃ فی ابی بکر یعنی قولہ تعالیٰ حتےٰ اذا بلغ اشدہ و

عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنی اوڑھنیاں گھوڑوں کے منہ پر مار رہی ہیں۔ (یعنی مالش کر رہی تھیں) تو آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوکر مسکرائے اور فرمایا کہ اے ابوبکرؓ کیسے کہا تھا حسان بن ثابت نے؟ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ان کے یہ اشعار سنائے۔

علامت بنیتی ان لم تروھا الخ۔ میں اپنی پیاری بیٹی سے محروم ہو جاؤں اگر تم ان کو (یعنی گھوڑوں کو) اس حالت میں نہ دیکھ لوں کہ وہ کداءؔ کی دونوں جانب سے غبار اٹھا رہے ہوں گے۔ جھگڑتی ہوئی ہوں گی عورتیں جلدی کرتی ہوئی چھیننے والی لونڈیوں سے۔ ان گھوڑوں کے منہ پر اپنی اوڑھنیاں مارتی ہوں گی" تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جدھر سے حسانؓ نے کہا ادھر سے ہی داخل ہو جاؤ اس کو روایت کیا حاکم نے۔ اور تیسری یہ کہ صدیق اکبرؓ کے والد اس روز اسلام سے مشرف ہوئے اور یہ فضیلت کہ چار پشت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اور سب مسلمان بھی ہوں حضرت صدیقؓ کے سوا کسی کو میسر نہیں ہوئی۔ محمد بن اسحٰق نے کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو مسجد میں پہنچے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے باپ کو رہنمائی کرتے ہوئے لائے جب ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ تم نے ان شیخ کو گھر میں ہی کیوں نہ چھوڑا۔ میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہؐ! بہ نسبت اس کے کہ آپؐ چل کر ان کے پاس پہنچیں ان کے لئے چل کر آپؐ کے پاس آنا زیادہ بہتر تھا۔ تو آپؐ نے ان کو اپنے سامنے بٹھایا۔ پھر ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا پھر فرمایا اسلام لاؤ تو وہ اسلام لے آئے، آخر حدیث تک۔

ع۵ کدا کاف کے زبر کے ساتھ ایک بلند چوٹی کا نام ہے جو مقابر معلے سے متصل ہے اور کدیٰ ضمہ وکسر کے ساتھ باب عمرہ کی جانب ایک پست چوٹی کا نام ہے۔ کدا کے نیچے سے شہر میں داخل ہونے کا ایک راستہ تھا اشعار کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ وہ وقت آکر رہے گا کہ لشکر اہل اسلام اس طرح مکہ فتح کرے گا کہ اسکے سوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے کداء کے دونوں جانب سے داخل ہو رہے ہوں گے اور آزاد عورتیں تمہارے گھوڑے کے چہروں کو اپنی اوڑھنیوں سے صاف کرتی ہوں گی یا ان کی مالش کرتی ہوئی ہوں گی ۱۲

بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً اسلم ابواه جميعًا فلم يجتمع لاحدٍ من الصحابة المهاجرين ابواه غيره اوصاه الله بهما ولزم ذلك من بعده اخرجه الواحدي وعن موسى ابن عقبة لم يدرك اربعة من النسل النبي صلى الله عليه وسلم الا هؤلاء ابو قحافة و ابوبكر وابنه عبد الرحمن وابو عتيق ابن عبد الرحمن بن ابی بکر اخرجه الواحدي

وازاں جملہ آنست کہ در قصۂ حنین و قضیہ ابی قتادہ مشورت او بشرف تصویب رسید۔ عن ابی قتادة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مَن اقام بينةً على قتيلٍ قتله فله سَلَبُه فقمتُ لِاَلْتَمِسَ بَيِّنَةً على قتيلي فلم اَرَ احدًا يشهد لی فجلستُ ثم بدا لی فذكرتُ امره لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رجلٌ من جلسائه سلاح هذا القتيل الذي يذكره عندی فارضه مني فقال ابوبكر كلّا لا تعطيه اُصَيبغَ من قريش وتدعُ اسدًا من اُسُدِ الله يقاتل عن الله ورسوله قال فقام

اور علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ آیت ابو بکرؓ کے بارے میں ہے۔ یعنی ارشادِ باری تعالےٰ حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ الخ (۴۶ : ۱۵)

یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور چالیس برس کی عمر تک پہنچ گیا" الخ ان کے ماں اور باپ دونوں اسلام لائے اور صحابہ مہاجرین میں سے کسی کے ماں اور باپ بجز اُن کے (اسلام پر) مجتمع نہیں ہوتے۔ اللہ تعالےٰ نے ان دونوں (والدین) کے ساتھ (بہتر سلوک کی) ان کو وصیت کی اور اُن کے بعد والوں پر بھی اس کو لازم کر دیا۔ اس کو واحدی نے روایت کیا۔ اور موسےٰ ابن عقبہؓ سے روایت ہے کہ (ایک نسل کے) چار آدمیوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا بجز ان لوگوں کے ابو قحافہ اور ابو بکرؓ اور ان کے بیٹے عبدالرحمنؓ اور ابو عتیق بن عبدالرحمن ابن ابی بکر، روایت کیا اس کو واحدی نے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے

واقعۂ حنین میں ابو قتادہ کے تصفیہ میں ابو بکرؓ ہی کا مشورہ مشرف بہ صواب ہوا۔ مروی ہے ابو قتادہؓ سے کہا کہ فرمایا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کسی مقتول کے بارے میں گواہی پیش کرے گا کہ اس نے اس کو قتل کیا تو مقتول کا سامان اُس کو دیا جائے گا۔ تو میں اُٹھا تاکہ اپنے مقتول پر کوئی گواہ تلاش کروں مگر کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا جو میری گواہی دیتا تو میں بیٹھ گیا۔ پھر مجھے خیال آیا اور قتیل کے واقعہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کر دیا کہ اس کے ساتھ بڑا سخت مقابلہ ہوا تھا۔ تو آپؐ کے پاس بیٹھے ہوتے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس مقتول کے ہتھیار جس کا یہ ذکر کر رہا ہے میرے پاس ہیں تو آپ اسکو رضامند کر دیجئے میری جانب سے (کہ وہ میرے حق میں دستبردار ہو جائے) تو ابو بکرؓ نے کہا ہرگز نہیں (یا رسول اللہؐ) آپ اس کو نہ دیجئے۔ قریش میں کی ایک کمزور چڑیا (لیجاتے) اور آپ اللہ کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاداہ
الیّ فاشتریتُ منہ خرافًا (بستانًا) فکان اول مالٍ
تأثّلتُہٗ (جمعتہ) اخرجہ البخاری و از انجملہ آنست کہ
در غزوۂ طائف فضائل جلیلہ نصیب حضرت
صدیق رضؓ آمد بجہاتِ متعددہ یکے آنکہ پسرِ
حضرتِ صدیق رضؓ بزخمِ تیر مجروح شد و
آخر حال بہماں جراحت شہادت یافت فی
الاستیعاب عبد اللہ بن ابی بکر شَہِدَ
الطائف مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرُمِیَ بسہمٍ فیَدَّمَل جرحُہٗ فانتقض علیہ
فمات منہ فی خلافۃ اَبِیہ دیگر آنکہ بازگشتن
از محاصرۂ حصنِ طائف بغیر فتح باشارہ وے
وتعبیر وے بود رضی اللہ عنہ قال محمد بن اسحٰق
وقد بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال لابی بکرٍ الصدیق رضی
اللہ عنہ وھو محاصرٌ ثقیفًا یا ابا بکر انی
رأیتُ انی اُھدِیَتْ الیّ قعبۃٌ مملوۃٌ زبدًا
فنقرھا دیکٌ فھراق ما فیھا فقال ابوبکر
ما اظنّ ان تدرک منھم یومک ھذا
ما ترید فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وانا لا اری ذٰلک و از انجملہ آنست کہ
چوں غزوۂ تبوک واقع شد حضرت
صدیق رضؓ را دراں مشہد فضائل بسیار
نمایاں گشت۔ یکے آنکہ در انفاق گوئے
سعادت از ہمہ در ربود عن اسلم

شیروں میں سے اس شیر کو چھوڑ دیں (یعنی محروم کردیں) جو اللہ اور اسکے
رسولؐ کی طرف سے قتال کرے۔ ابو قتادہؓ نے کہا تو اُٹھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ آپ نے مجھے دلوائے۔ تو میں نے اس سے
ایک باغ خریدا۔ تو یہ پہلا مال تھا کہ جو میں نے جمع کیا۔ اور ان میں
سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ طائف میں حضرت صدیقؓ کے حصہ میں
بہت سی شاندار فضیلتیں آئیں متعدد جہات سے ایک یہ کہ حضرت
صدیق رضؓ کا بیٹا ایک تیر کے لگنے سے مجروح ہوا بالآخر اسی زخم
سے اُس نے شہادت پائی۔ استیعاب میں ہے کہ عبد اللہ بن ابی بکر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف میں موجود تھے
اُن کے ایک تیر مارا گیا تھا۔ اس زخم میں فساد پیدا ہو گیا اس کے
بعد پھٹ گیا، اُسی سے انتقال کر گئے۔ اپنے باپ کی خلافت کے
زمانہ میں۔ دوسری یہ کہ آپؐ کا طائف کے قلعہ سے محاصرہ اُٹھا
بغیر فتح کئے ہوئے واپس ہو جانا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
کے اشارے اور ان کی تعبیر سے ہوا تھا۔ محمد بن اسحٰقؒ نے
کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب آپ ثقیف کا محاصرہ کئے
ہوئے تھے کہ اے ابوبکرؓ! میں نے دیکھا کہ میرے پاس بطور ہدیہ ایک
رکابی بھیجی گئی جو مکھن سے بھری ہوئی تھی۔ ایک مُرغ نے اُس
میں چونچ ماری تو جو اس میں تھا وہ بہہ گیا۔ تو ابوبکر رضؓ نے یہ کہا کہ
میں یہ گمان نہیں کرتا کہ جو کچھ آپؐ ارادہ کر رہے ہیں اس جنگ
میں اُن سے حاصل کر لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اور میں بھی درحقیقت یہی سمجھ رہا ہوں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے
کہ جب غزوۂ تبوک واقع ہوا اُس موقع پر حضرت صدیق رضؓ کے
بہت سے فضائل نمایاں ہوئے۔ ایک یہ کہ مال خرچ کرنے میں
آپ نے سب سے بڑھ چڑھ کر سعادت حاصل کی۔ اسلم سے مروی ہے

قال سمعتُ عمر بن الخطاب يقول امرنا
رسولُ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم ان نتصدّق
ووافق ذٰلک عندی مالاً فقلتُ الیوم
اَسبِقُ ابابکر اِن سَبَقتُہ یومًا فقال فجئتُ
بنصفِ مالی فقال رسولُ اللّٰہ صلے اللّٰہ
علیہ وسلم ما اَبقَیتَ لاَھلِکَ قلتُ مثلہ و
اتی ابوبکر بکل ما عندہٗ فقال یا ابابکر ما ابقیتَ
لاَھلک فقال ابقیتُ لھم اللّٰہ ورسولہ
قلتُ لا اسبقہ الی شئ ابدًا اخرجہ الترمذی
دیگر آنکہ عرضۂ ایں لشکر بصدیق اکبر رضہ
حوالہ شد وامامتِ لشکر بوے رضی اللّٰہ
عنہ تسلیم یافت۔ دیگر آنکہ در اثناء راہ
آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم با چند کس تعریس
فرمود واز لشکر دُور افتاد دراں حالت بر زبان
مبارک آنحضرت صلعم گزشت کہ اگر لشکر فرمانبرداری
صدیق رضہ و فاروق رضہ کنند راہ یاب
شوند اخرجہ مسلم وقصہ آں طولے دارد۔
وازانجملہ آنست کہ در سالِ نہم آنحضرت
صلے اللّٰہ علیہ وسلم حضرت صدیق رضہ را
امیر حج فرمود و او اوّل کسے است کہ در
اسلام امیر الحج شد و اینجا غلطی عظیم
افتادہ است جمعی می دانند کہ فرستادنِ
حضرت مرتضےٰ رضی اللّٰہ عنہ عزلِ ابوبکر
صدیق رضہ بود تحقیق آنست کہ امیر حج ابوبکر صدیق رضہ
بود وابلاغ برأۃ تحویل علی مرتضےٰ رضہ عن

کہا کہ میں نے سُنا عمر بن الخطاب رضہ سے فرماتے تھے کہ ہم کو حکم دیا رسول
اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے کہ ہم صدقہ دیں (یعنی چندہ لے کر
آئیں) اور یہ بات میرے لئے (موجودہ احوال کے) موافق پڑی کہ
میرے پاس مال موجود تھا۔ مَیں نے سوچا کہ اگر کسی دن میں ابوبکر رضہ
سے (نیک کام میں) سبقت لیجا سکا تو آج سبقت لیجاؤں گا عمر رضہ
نے فرمایا کہ پھر میں جو کچھ میرے پاس تھا اس کا نصف لے آیا۔ تو رسول
اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے اہل کے لئے کتنا باقی چھوڑا؟
میں نے عرض کیا کہ اسی کے برابر۔ اور ابوبکر رضہ لے کر آئے جو کچھ اُن
کے پاس تھا سب کا سب۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اپنے
اہل کے لئے کیا باقی چھوڑا؟ تو انھوں نے عرض کیا کہ مَیں نے
ان کے لئے اللّٰہ کو اور اُس کے رسول کو باقی چھوڑا تو میں نے (اپنے
دل میں) کہا کہ میں ان سے کبھی کسی بات میں آگے نہیں بڑھ سکتا، روایت
کیا اس کو ترمذی نے۔ دوسری یہ کہ اس لشکر کی تنظیم صدیق اکبر رضہ کے
حوالہ ہوئی اور اس لشکر کی امامت بھی آپ ہی کے سپرد ہوئی رضی اللّٰہ
تعالیٰ عنہ۔ تیسری یہ کہ اثناء راہ میں آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے چند
لوگوں کے ساتھ آخر شب میں اُتر کر آرام فرمایا اور آپ لشکر سے دُور
رہ گئے۔ اُس حالت میں آپؐ کی زبان مبارک پر یہ بات آئی کہ اگر
لشکر کے لوگ صدیق رضہ و فاروق رضہ کی فرمانبرداری کریں تو راہ
پالیں گے، اس کو مسلم نے روایت کیا اور یہ قصّہ طول رکھتا ہے۔
اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ نویں سال ہجرت میں آنحضرت
صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضہ کو امیر حج بنایا اور وہ پہلے
شخص ہیں جو کہ اسلام میں امیر الحج ہوئے۔ اور یہاں ایک بڑا مغالطہ
واقع ہوا ہے۔ ایک جماعت یہ سمجھتی ہے کہ حضرت مرتضےٰ رضی اللّٰہ عنہ
کو (آپ کے بعد) بھیجنا، ابوبکر صدیق رضہ کو معزول کرنا تھا۔ تحقیق
یہ ہے کہ امیر حج ابوبکر صدیق رضہ تھے اور سورۂ براءۃ کو پہنچانا

محمد بن علی انہ لما انزلت براءۃ علی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد کان بعث ابابکر
الصدیق رضی اللہ عنہ لیقیم للناس الحج
قیل لہ یا رسول اللہ لو بعثت بھا الی
ابی بکر فقال یؤدی عنی رجل من
اھل بیتی ثم دعا علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ فقال اخرج بھذہ القصۃ
من صدر براءۃ واذن فی الناس یوم
النحر اذا اجتمعوا بمنی انہ لا یدخل الجنۃ
کافر ولا یحج بعد العام مشرک ولا
یطوف بالبیت عریان ومن کان لہ عند
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عھد
فھولہ الی مدتہ فخرج علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ علی ناقۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم حتی ادرک ابابکر رضی
اللہ عنہ فلما راٰہ ابوبکر قال امیر او
مأمور قال بل مأمور ثم مضیا فاقام
ابوبکر رضی اللہ عنہ للناس الحج و
العرب اذ ذاک فی تلک الساعۃ علی
منازلھم من الحج التی کانوا علیھا فی الجاھلیۃ
حتی اذا کان یوم النحر قام علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ فاذن فی الناس بالذی
امرہ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقال ایھا الناس انہ لا یدخل الجنۃ کافر
ولا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت

(تمام سفر کار حج تک) علی مرتضیٰ رض کی سپردگی میں تھا۔ مروی ہے محمد بن علی
سے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر سورۃ برارت نازل ہوئی
اور آپؐ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیج چکے تھے تاکہ آپ لوگوں کو حج پر
قائم کریں (احکام شریعت کے مطابق) تو آپؐ سے کہا گیا کہ یارسول
اللہ! اگر آپؐ اس کو ابوبکر رض کے پاس بھیجدیں تو مناسب ہوگا۔
تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کو میری جانب سے میرے اہل بیت میں
سے کسی شخص کو پہنچانا چاہیئے۔ پھر آپؐ نے علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ اس قصہ کو آغاز سورۃ برارت سے
لیکر چلے جاؤ اور یوم النحر میں جب کہ لوگ منیٰ میں جمع ہوں اعلان
کردو کہ جنت میں کوئی کافر داخل نہ ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی
مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے اور
جس کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عہد ہو تو وہ اس کا حقدار
ہوگا عہد کی مدت تک۔ تو نکلے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ (عضباء) پر یہاں تک کہ ابوبکر رضی
اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ جب ان کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے
دیکھا تو فرمایا کہ امیر بن کر آئے ہو یا ماتحت بن کر۔ حضرت علی رض نے
کہا کہ ماتحت بن کر۔ پھر دونوں روانہ ہوئے۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ
لوگوں کو حج کرانے پر قائم رہے اور عرب جب یہ حکم بھیجا گیا اس ساعت
میں اپنی اُن ہی منازلِ حج پر تھے جن پر جاہلیت میں عمل پیرا ہوتے
تھے۔ یہاں تک کہ جب یوم النحر آگیا تو علی بن ابی طالب رضی اللہ
عنہ کھڑے ہوگئے اور انھوں نے لوگوں میں جس چیز کا ان کو رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اعلان کیا۔ یعنی کہا کہ اے لوگو!
بالیقین جنت میں کوئی کافر داخل نہ ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی
مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔
اور جس (قبیلہ) کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی خاص

عُرْيَانٌ ومن كان له عند رسول الله صلى الله عليه وسلم عهدٌ الى مدةٍ فهوله الى مدته فلم يحجّ بعد ذلك العام مشركٌ ولم يطف بالبيت عريان ثم قدما على رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان هذا من براءة فيمن كان من أهل الشرك ومن أهل العهد العام واهل المدة الى الاجل المسمى رواه ابن اسحق وعن ابن عباس انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث ابابكر رضى الله عنه وامره ان ينادى بهؤلاء الكلمات فاتبعه عليًا فبينا ابوبكر ببعض الطريق اذ سمع رغاء ناقة رسول الله صلى الله عليه وسلم فخرج ابوبكر فزعًا فظنّ انه رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا عليٌّ فدفع اليه كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قد امّره على الموسم وامر عليًا ان ينادى بهؤلاء الكلمات فقام علىّ فى ايام التشريق فنادى انّ الله برئٌ من المشركين ورسوله فسيحوا فى الارض اربعة اشهر ولا يحجّن بعد العام مشرك ولا يطوفنّ بالبيت عريان ولا يدخل الجنة الا مؤمن فكان ينادى عليٌّ بها فاذا عيل قام ابوبكر فنادى اخرجه الحاكم وقط

این شبه بداں وجه می شود که خطب حج را تفحص باید نمود که کرا خواند نسائی بعض خطب

مدّت تک کے لئے عہد ہے تو اس مدّت تک کیلئے اُن کو اجازت ہے پھر اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ بیت اللہ کا ننگا ہو کر طواف کرے۔ پھر دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے۔ اور یہ سب سورۃ برأت سے اخذ کیا تھا جو ان لوگوں کے بارے میں تھا جو اہلِ شرک ہیں اور جو ایسے ہیں کہ اُن سے عام عہد تھا اور ایسے لوگوں کے بارے میں بھی جن سے ایک مدّتِ معینہ تک کے لئے عہد تھا، اس کو ابن اسحٰق نے روایت کیا۔ اور ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ ان کلمات کے ساتھ اعلان کردیں۔ پھر ان کے پیچھے پیچھے علیؓ کو بھیجا۔ تو ابوبکرؓ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے بلبلانے کی آواز سُنی تو ابوبکرؓ گھبرا کر نکلے اور انھوں نے گمان کیا کہ وہ (آنے والا) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں مگر وہ علیؓ نکلے اور انھوں نے ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خط دیا جس میں ان کو امیر قرار دیا تھا موسم کے امور (یعنی حج) پر اور علیؓ کو مامور فرمایا تھا ان کلمات کے ساتھ اعلان کرنے پر۔ تو علیؓ ایامِ تشریق میں کھڑے ہوتے اور انھوں نے نداء کی کہ اللہ اور اس کا رسولؐ دونوں دستبردار ہوتے ہیں ان مشرکین (کو امن دینے) سے سو تم اس سرزمین میں چار مہینے چل پھر لو۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا ہو کر بیت کا طواف کرے۔ اور جنت میں نہ داخل ہوگا مگر صرف مومن۔ تو علیؓ بلند آواز سے اعلان کرتے رہے۔ جب اُن کی آواز بیٹھ گئی تو ابوبکرؓ کھڑے ہوتے اور وہ ندا کرتے رہے، اس کو حاکم نے روایت کیا۔

اور اس شبہ کا دفعیہ اس صورت سے بھی ہو جاتا ہے کہ حج کے خطبوں کی جانچ کی جائے کہ کس نے پڑھے۔ نسائی نے

حضرت صدیق رضؓ را در موسم حج ذکر کردہ است
از انجملہ آنست کہ در حجۃ الوداع ہمراہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم بود و اثقالِ آنحضرتؐ را
برزاملۃ خود بار نمود عن اسماءؓ بنت ابی بکرؓ
قالت خرجنا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم حُجَّاجًا وانّ زِمَالَۃَ رسولِ اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم وزِمَالَۃَ ابی بکر
واحدۃٌ فنزلنا العرج وکانت زِمَالَتُنا [زادنا]
مع غلام ابی بکر قالت فجلس رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وجلست عائشۃُ
الی جنبہ وجلس ابوبکر الی جنبِ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
من الشق الاٰخر وجلستُ الی جنب
ابی ننتظر غلامہ وزمالتہ متٰی یاتینا
فاطّلع الغلام یمشی الحدیث اخرجہ
الحاکم وغیرہ وازانجملہ آنست کہ چوں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مریض شدند درباز
صدیقِ اکبرؓ عنایتہا تیکہ زیادہ بران متصور نباشد
بعمل آوردند و بامامتِ نماز تشریف دادند
تا آنکہ حاضران بہ یقین فہمیدند کہ وے خلیفۂ
آنحضرت است صلے اللہ علیہ وسلم بعد آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم قال ابو عمر فی الاستیعاب
واستخلفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی
اُمّتہ بعدہ بما اَظْہرہ من الدلائل البیّنۃ
علٰی محبتہ فی ذٰلک وبالتعریض الذی

حضرت صدیق رضؓ کے بعض ایسے خطبوں کا ذکر کیا ہے جو آپ نے
حج کے موسم میں دیتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حجۃ الوداع
میں آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے سامان کو آپ نے اپنے باربردار پر لدوایا۔
مروی ہے اسماء بنتِ ابی بکرؓ سے۔ بیان کیا کہ ہم سب حج کرنے کے
لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کا باربردار اور ابوبکرؓ کا باربردار ایک ہی تھا، ہم نے
عرج میں (جو مکہ کے راستہ میں ایک پہاڑ ہے) پڑاؤ کیا اور ہمارا
زادِراہ ابوبکرؓ کے غلام کے ساتھ تھا۔ اسماءؓ نے کہا پھر بیٹھے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور عائشہؓ آپؐ کے برابر بیٹھیں
اور ابوبکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر دوسری کروٹ
کیجانب بیٹھے اور میں اپنے باپ کے برابر بیٹھی۔ ہم انتظار کرتے رہے
ابوبکرؓ کے غلام اور زادِراہ کے آنے کا کہ وہ کب ہمارے پاس
پہنچتا ہے تو غلام پیدل آتا ہوا دکھائی دیا۔ آخر حدیث تک اس کو
حاکم وغیرہ نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو صدیقِ اکبرؓ کے بارے
میں آپؐ نے اتنی عنایات فرمائیں کہ اُن سے زیادہ کا تصور
بھی نہیں ہوتا اور امامتِ نماز سے مُشرّف فرمایا یہاں تک
کہ حاضرین یقین کے ساتھ سمجھ گئے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے۔
ابوعمر نے استیعاب میں کہا اور اُن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے اپنی اُمت پر اپنے بعد خلیفہ بنایا اُن دلائلِ صریحہ
کے ساتھ جو آپؐ نے اس بارے میں ان سے اپنی محبت کے اظہار
کے ساتھ قائم فرمائیں اور ایسی تعریض کے ساتھ بھی
جو تصریح کے قائم مقام ہوجاتے اور بہت بڑی فضیلت

یقوم مقام النصر تحکم و مآثرۂ عظیمہ کہ حضرت صدیق رض
را بعد وفات ظاہر شد دفن اوست ہمراہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم چنانکہ قرین ساختن ذکر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم با ذکر خدائے عزّ وجلّ مآثرۂ عظیمہ
است ذَکَرَ ذٰلک ابن عباس فی تفسیر قولہ تعالےٰ
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ دفن با آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم مآثرہ الیست کہ صدیق رض و فاروق رض
بآن از میانِ اصحاب ممتاز گشتند این است
شرح اعانت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ
آنحضرت را صلے اللہ علیہ وسلم در تحمّلِ اعباء
نبوّت دریں جا دو نکتہ باید فہمید یکے آنکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم بعد بعثت قریب بدو قرن در
دنیا بودہ اند سیزدہ سال در مکہ و دہ سال در مدینہ
سیزدہ سال کہ در مکہ بودند با کفار خصومت میفرمودند
و اعلانِ اسلام و تحمّل ایذاء کفار می نمودند و دہ سال
کہ در مدینہ اقامت فرمود تعلیم علم و اعلاء کلمہ اسلام
بصلح تارۃً و بحرب اُخری مینمود چنانکہ ہر کہ با آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم صحبت داشتہ و بسعادتِ مجالست
و مخاطبہ او فائز گشتہ افضل است از کسی کہ صحبت
نداشتہ است ہمان دستور کسے کہ در قرنِ اوّل اعانت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کردہ است و آں واقعات
را دیدہ و دراں واقعات ہمراہ۔ آنحضرت
بودہ و اثر پذیر آں برکات گشتہ افضل
است از ہر کہ آں اعانتہا۔ از وے صادر نہ گردید
و آں صحبتہا ندید لہٰذا در قرآن و سنّت

حضرت صدیق رض کی جو بعد وفات ظاہر ہوتی وہ اُن کا دفن ہونا ہے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے ذکر کو ملا ہوا رکھنا خدائے عزّ وجلّ کے ذکر کے ساتھ عظیم
الشان بزرگی ہے (نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے) اس کا ذکر کیا
ابن عباس رض نے قول باری تعالےٰ ورفعنا لک ذکرک کی تفسیر
میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر دفن ہونا اس قدر باعظمت
بزرگی ہے جس سے کہ صدیق رض و فاروق رض تمام اصحاب رض میں ممتاز ہیں یہ
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی اُس اعانت کی شرح ہے جو تحمّلِ بار
نبوّت کے سلسلہ میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے رہے
ہیں۔ یہاں دو نکتے سمجھنے چاہئیں۔ پہلا نکتہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم بعثت کے بعد دو قرن کے قریب دنیا میں رہے ہیں۔
تیرہ سال مکہ میں اور دس سال مدینہ میں۔ مکہ میں جو تیرہ سال
گزرے اُن میں کفار سے آپ جھگڑتے رہے اور اسلام کا اعلان اور
کفار کی ایذاؤں کا آپ تحمّل کرتے رہے۔ اور دس سال تک جو
آپ نے مدینہ میں اقامت فرمائی تعلیمِ علم میں گزرے اور ان میں سے
آپ کلمۂ اسلام کا اعلاء کبھی صلح کے ساتھ اور کبھی جنگ کے ساتھ
کرتے رہے جس طرح وہ شخص کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ صحبت رکھی اور آپ کے ساتھ ہم نشینی اور ہم کلامی سے مُشرّف
ہوا افضل ہے اُس شخص سے جس کو آپ کی صحبت میسّر نہیں ہوتی۔
اسی طرح جس شخص نے کہ قرنِ اوّل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی اعانت کی ہے اور اُن واقعات کو دیکھا اور اُن واقعات میں آپ
کے ساتھ رہا اور اُن برکات سے اثر قبول کرتا رہا وہ افضل
ہے ہر اُس شخص سے جس سے کہ وہ اعانتیں صادر نہ ہوئی ہوں
اور اس نے وہ صحبتیں نہ دیکھی ہوں۔ اسی وجہ سے قرآن اور حدیث
میں ہر جگہ مہاجرینِ اوّلین کی شان میں تعظیم و تکریم وارد

ہرجا تویہ بشارتِ مہاجرینِ اوّلین وارد شدہ است قال اللہ تعالیٰ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا الآیۃ و لہٰذا مہاجرین اوّلین مستحق خلافت شدند دُون غیرہم و صدّیق اکبرؓ دریں امر منفرد است و تفضیلت او برہمہ ثابت آبودرداءؓ در قصۂ مغاضبہ حضرت صدیقؓ و فاروقؓ روایت می کند قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم هل انتم تارکون لی صاحبی انی قلتُ یا ایّها النّاسُ انی رسولُ اللہ الیکم جمیعاً فقلتم کذبتَ وقال ابوبکر صدقتَ اخرج البخاری نکتۂ دیگر آنکہ شاہدِ عدلِ ایں امانت ہا و خدمت ہا کلام شریف آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم کہ در آخر ہا فرمودہ بروایتِ مستفیضہ از طریق ابوہریرۃؓ و ابو سعیدؓ و ابنِ عباسؓ و ابنِ مسعودؓ و جندبؓ وغیر ایشاں ثابت شدہ ما لاحدٍ عندنا یدٌ الّا قد کافیناہ ما خلا ابابکر فانّ لہ عندنا یداً یکافیہ اللہ بہ یومَ القیٰمۃ وما نفعنی مالُ احدٍ قطّ ما نفعنی مالُ ابی بکر ولو کنتُ متّخذاً خلیلاً من النّاس لاتخذتُ ابابکر خلیلاً الا انّ صاحبکم خلیلُ اللہ و فی لفظ آخر انّ من امنّ النّاسِ علیّ فی صحبتہ ومالہ ابابکر و جندب گفتہ است من ایں خطبہ را پیش از وفاتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

ہوئی ہے لَا يَسْتَوِي مِنكُم الخ (۵۷: ۱۰) جو لوگ تم میں سے فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور لڑ چکے وہ لوگ مرتبہ میں برابر نہیں ہیں وہ اُن لوگوں سے درجہ میں بڑے ہیں جنھوں نے (فتح مکہ کے) بعد میں خرچ کیا اور لڑے۔ آخر تک۔ اور یہی وجہ ہے کہ مہاجرینِ اوّلین خلافت کے مستحق ہوتے اُن کے علاوہ دوسرے لوگ نہیں۔ اور صدّیقِ اکبرؓ اس امر میں منفرد ہیں اور اُن کی فضیلت سب پر ثابت ہے۔ ابو درداءؓ حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کے مابین رنجش پیدا ہو جانے کے قصہ میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میری وجہ سے میرے ساتھی (کی ایذارسانی) کو چھوڑ دو گے؟ اے لوگو! میں نے کہا کہ میں تم سب کی طرف بھیجا ہوا اللہ کا رسول ہوں تو تم نے کہا کہ تو جھوٹا ہے اور ابوبکرؓ نے کہا کہ تم سچے ہو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ **دوسرا نکتہ** یہ ہے کہ ان امانتوں اور خدمتوں کا شاہد عدل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مبارک ہے جو آپؐ نے آخر زمانہ میں فرمایا اور بروایتِ مستفیضہ ابوہریرہ و ابوسعید (خدری) و ابن عباس و ابن مسعود و جندب وغیرہم رضی اللہ عنہم کی سندوں سے ثابت ہے کہ ہم پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہوا جس کا بدلہ ہم نے نہ دیدیا ہو بجز ابوبکرؓ کے کہ اُن کا ہم پر بہت احسان ہے اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ اُن کو قیامت کے دن دے گا اور کسی کے مال نے مجھے اس قدر نفع نہیں پہنچایا جس قدر ابوبکرؓ کے مال نے پہنچایا اور اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل (دوست جانی) بناتا تو ابوبکرؓ کو خلیل بناتا۔ یاد رکھو کہ تمھارا ساتھی (یعنی خود رسولؐ) اللہ کا خلیل ہے۔ اور دوسرے الفاظ میں یوں ہے کہ مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والا ساتھ دینے اور مال خرچ کرنے میں ابوبکرؓ ہے۔ اور جندبؓ نے کہا ہے کہ میں نے اس خطبہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات

به پنج شب شنیده ام و ابوسعیدؓ گفته است که
ایں کلام بعد انذار آنحضرت بود بوفاتِ خود
انّ الله خیّر عبداً بین الدّنیا و بین ما عندہ
فاختار ذٰلك العبد ما عند الله و ایں کلماتِ
مبارکات اجمال آں واقعات است و تصحیح آں
واقعات است و تصحیح آں قصص مفصّله و تصریح
بقبول آں ہمه اعمال پیش خدا تعالیٰ اینجا لطیفه باید
شناخت که مدارِ مدح تنہا نه وجود ایں اعمال است
بلکه فی الحقیقت مدح دائر است بر آنکه حضرت
صدیقؓ بایں اعمال باقصے مقاصدِ خود
فائز گشت و آنچه میخواست یافت ذٰلك
فضل الله یؤتیه من یشاء۔ امّا صحبتِ دائمه
حضرتِ صدیقؓ با آنحضرت صلے الله علیه
وسلم و مصافاتِ او و در خلوت و جلوت
حاضر ماندن و در ہر منشط و مکرہ شریک آنحضرت
صلے الله علیه وسلم بودن و اعتناء و توقیر
آنحضرت صلی الله علیه وسلم نسبت بحضرت
صدیقؓ پس زیادہ از انست که دریں اوراق
بگنجد لیکن نکته ما لا یدرك کلّه
لا یترك کلّه منظورِ نظر است حضرت
علی مرتضےؓ در وقتِ دفنِ حضرت فاروقؓ گفته
است و ایمُ الله اِن کنتُ لاظنّ
ان یجعلك الله مع صاحبیك و ذاك
انّی کنتُ کثیرًا اسمع رسول الله صلّے
الله علیه وسلم یقول جئتُ انا و ابوبکر

سے پانچ رات پہلے سُنا ہے۔ اور ابوسعید (خدری) نے یہ کہا
ہے کہ یہ کلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنی وفات
کی خبر دینے کے بعد کا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا
درمیان دنیا کے اور درمیان اُس (عالمِ آخرت یا
نعمتوں) کے جو اس کے پاس ہیں تو اس بندے نے اس چیز
کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے۔ اور یہ کلماتِ مبارکہ
(یعنی اِنّ امنّ النّاس الخ) ان واقعات کا اجمال اور ان
مفصّل قصوں کی تصدیق اور ان تمام اعمال کی حق تعالےٰ
کے حضور میں مقبول ہونے کی تصریح ہے۔ یہاں ایک باریک
نکتہ ہے جس کو پہچاننا چاہیئے کہ مدح کا مدار صرف ان اعمال کا
وجود نہیں ہے بلکہ درحقیقت مدح کا مدار اس بات پر ہے کہ
حضرت صدیقؓ ان اعمال سے اپنے بلند ترین مقاصد پر کامیاب
ہوگئے اور جو چاہتے تھے مل گیا۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو
وہ چاہتا ہے دیتا ہے۔

رہی حضرت صدیقؓ کی صحبتِ دائمی اور آپ کا اخلاص
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور تنہائی ہو یا مجمع ہر حال میں
حاضر رہنا اور ہر خوشی اور ناخوشی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ شریک رہنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیقؓ
کی دلداری اور ان کی توقیر کا خیال رکھنا تو ایسے واقعات ان
اوراق کی گنجائش سے زیادہ ہیں لیکن نکتۂ مشہور مَا لَا یُدْرَكُ
كُلُّهٗ لَا یُتْرَكُ كُلُّهٗ (جس چیز کا کُل ادراک نہ کیا جا سکے اُس کا
کُل چھوڑ دینا بھی نہ چاہیئے) منظورِ نظر ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ کرّم
اللہ وجہہٗ نے حضرت فاروقؓ کے دفن کے موقع پر فرمایا تھا،
وایمُ اللہ الخ یعنی اور خدا کی قسم میں تو یہی گمان کر رہا تھا کہ اللہ
تعالےٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا اور یہ

وعمر. دخلتُ انا وابوبکر وعمر وخرجتُ
انا وابوبکر وعمر فاِنْ کنتُ لَاَرْجو و
لاظنّ ان یجعلك الله معهما اخرجه البخاری
ومسلم وابوہریرۃ در قصۂ تکلّم ذئب وتکلّم بقرہ
از آنحضرت صلعم روایت کردہ اِنّی اُومِن بہ
اَنَا وابوبکر وعمر وماھُما ثَمَّ اخرجه
الشیخان وانس رض گفتہ انّ رسول الله صلی
الله علیه وسلم کان یخرج علی اصحابه من
المهاجرین والانصار وهم جلوس وفیهم
ابوبکر وعمر فلا یرفعُ الیه احدٌ منهم
بصره الّا ابوبکر وعمر فانّهما کانا ینظرانِ
الیه وینظر الیهما ویتبسّمانِ الیه ویتبسّمُ
الیهما وابن عمر رض گفتہ انّ رسول الله صلی الله
علیه وسلم خرج ذات یوم فدخل المسجدَ
وابوبکر وعمر احدهما عن یمینه والآخر عن
شماله وهو آخذ بایدیهما وقال هٰکذا
نُبعَثُ یومَ القیٰمة اخرجه الترمذی وقیل
لعایشة رض ایّ اصحاب رسول الله کان
احبَّ الی رسولِ الله صلی الله علیه وسلم
قالت ابوبکر وعمر وعمرو بن العاص رض
مثل آں روایت کردہ وسعید بن
المسیّب رض گفتہ کان ابوبکر الصدّیق
من النّبیّ صلی الله علیه وسلم مکان
الوزیر فکان یُشاورہ فی جمیع امورہ
وکان ثانیه فی الاسلام وکان

اس لئے کہ میں بکثرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنتا رہا ہوں کہ آپؐ
فرماتے ہیں جئتُ انا وابوبکر وعمر الخ یعنی میں آیا اور ابوبکرؓ وعمرؓ اور
میں داخل ہوا اور ابوبکرؓ و عمرؓ اور میں نکلا اور ابوبکرؓ وعمرؓ۔ تو میں
اسی کی پوری امید رکھتا تھا اور قوی گمان کرتا تھا کہ (اب بھی) اللہ تعالےٰ
آپ کو ان دونوں کے ساتھ رکھے گا، اس کو بخاری اور مسلم نے روایت
کیا ہے۔ اور ابوہریرہؓ نے بھیڑیئے کے کلام کرنے اور گائے کے بات
کرنے کے قصہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ میں
اس پر ایمان (یقین) رکھتا ہوں میں بھی اور ابوبکرؓ و عمرؓ بھی۔
اور وہ دونوں وہاں موجود بھی نہ تھے۔ شیخین نے اس روایت
کو لیا۔ اور انسؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ
مہاجرین اور انصار کے پاس تشریف لے جاتے جب کہ وہ بیٹھے ہوتے
اور ان میں ابوبکرؓ و عمرؓ موجود ہوتے تھے تو کوئی اُن میں سے آنکھ
اُٹھا کر آپ کی طرف نہیں دیکھتا تھا سوائے ابوبکرؓ و عمرؓ کے۔ بس وہ
دونوں آپؐ کی طرف دیکھتے اور آپؐ ان دونوں کی طرف دیکھتے تھے۔
اور یہ دونوں آپکو دیکھتے ہوئے مسکرایا کرتے تھے اور آپؐ انکو دیکھ کر مسکراتے تھے اور ابن عمرؓ
نے ذکر کیا کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح نکل کر
مسجد میں داخل ہوئے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں میں سے ایک آپؐ
کی دائیں طرف تھے اور دوسرے بائیں طرف اور آپؐ اُن دونوں
کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور آپؐ نے فرمایا کہ اسی طرح ہم قیامت
کے دن اُٹھیں گے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ اور
حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ اصحاب رسول اللہؐ میں سے کون
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھے تو انھوں نے
کہا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ۔ اور عمرو بن العاصؓ نے بھی اسکے مانند روایت کی
ہے۔ اور سعید بن المسیّبؓ کا قول ہے کہ ابوبکرؓ کا تعلق نبی صلے
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وزیر کے مرتبہ کا تھا کہ آپؐ اپنے تمام امور

ثانیہ فی الغار وکان ثانیہ فی العریش (سایہ دار چیزے کہ از سقف)
یوم بدر وکان ثانیہ فی القبر ولو یک رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یُقَدِّمُ علیہ احدًا
اخرجہ الحاکم و محمد بن سیرین گفتہ لو حلفتُ حلفتُ (سوگند)
صادقًا بارًّا غیر شاکٍ و لا مستثنٍ ان
اللہ تعالیٰ ماخلق محمدًا صلے اللہ علیہ وسلم
ولا ابابکر ولا عمر الا من طینۃ واحدۃ
ثم ردّھم الی تلک الطینۃ، سمہودی این سخن
ابن سیرین را بر محلے دیگر فرود آورد یعنی مدفن
ہماں جامی باشد کہ از انجا خاک با نطفہ سرشتہ
باشند و فقیر میگوید کان اللہ تعالیٰ لہٗ
فی الدنیا والآخرۃ بلکہ محل صحیح این کلمہ آنست
کہ طینت مستعار است برائے اصل و معنے این
این اثر بہماں میماند کہ در حدیث آمدہ الارواح
جنودٌ مجندۃ فما تعارف منہا ایتلف
یعنی قبل از وجود خارجی ارواح ایشاں در یک
محل بود و بعد از انتقال نیز در یک محل قال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لبعض اصحابہ
وقد رآہ یمشی بین یدی ابی بکر
تمشی بین یدی من ھو خیر منک اخرجہ
ابو عمر فی الاستیعاب ولما تلقّی النبی
صلے اللہ علیہ وسلم بریدۃ الاسلمی
فی سبعین راکبًا من اھل المدینۃ
من بنی سھم قال رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم من انت قال انا بریدۃ فالتفت

میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے اور وہ آپؐ کے ثانی (دوسرے)
تھے اسلام میں اور آپؐ کے ثانی تھے غار میں اور آپؐ کے ثانی تھے
یوم بدر والے عریش (منڈوے) میں اور آپؐ کے ثانی ہیں قبر میں۔
اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو اُن پر مقدم نہیں کیا کرتے
تھے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور محمد بن سیرینؒ نے کہا کہ اگر
میں قسم کھاؤں تو میری قسم سچی ہوگی بالکل یقینی جس میں شک
کرنے والے کے لئے کوئی گنجائش نہیں اور نہ استثناء کی ضرورت (یعنی
انشاء اللہ تعالیٰ کہنے کی) کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں پیدا کیا محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کو اور نہ ابوبکرؓ کو اور نہ عمرؓ کو مگر ایک مٹی سے پھر اُسی مٹی کی
طرف اُن سب کو لوٹا دیا۔ سمہودی نے ابن سیرینؒ کے اس کلام کو
دوسرے محل پر اُتارا یعنی مدفن اسی جگہ ہوتا ہے جس جگہ کی خاک نطفہ
کے ساتھ گندھی ہوئی ہوتی ہے۔ اور فقیر کہتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور
آخرت میں اُن کا (مُربّی) رہے، بلکہ اس کلمہ کا محل صحیح یہ ہے کہ
طینت میں (یعنی اس مٹی میں جس میں دفن کیا گیا) مستعار طور پر اصل
کی (یعنی ارواح کی) صفت پیدا ہوگئی۔ اور اس اثر کے معنے اسی کے
مشابہ ہیں جو کہ حدیث میں آیا ہے کہ (ابتداء خلقت میں) ارواح
فوجوں کی ٹکڑیاں تھیں (یعنی جھنڈ کے جھنڈ) تو جو روحیں آپسمیں
اس وقت باہم جان پہچان رکھتی تھیں وہ (دنیا میں آکر) ایک
دوسرے سے میل ملاپ رکھنے لگیں۔ یعنی وجودِ خارجی سے پہلے اُنکی
ارواح ایک محل میں تھیں اور بعد انتقال کے بھی ایک ہی محل میں
رہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابیؓ سے فرمایا
جس کو آپؐ نے ابوبکرؓ کے آگے چلتے ہوئے دیکھا تھا کہ تو اس کے
آگے چل رہا ہے جو تجھ سے بہتر ہے اس کو روایت کیا ابو عمر نے
استیعاب میں۔ اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بُریدہ اسلمی ملے
اہلِ مدینہ میں سے بنی سہم کے ستّر سواروں کے ساتھ۔ تو رسول اللہ

الیٰ ابی بکر فقال یا ابا بکر بَرَدَ امرُنا و
صَلَحَ ثم قال مِمَّنْ انتَ قال من اسلم
قال لابی بکر سَلِمْنَا قال ثم قال لی من
بنی من قلتُ من بنی سهم قال
خرج سهمكَ رواہ فی الاستیعاب
قال یوم اُحدٍ اوجبَ طلحۃُ یا ابا بکر
و از ین جنس از میانِ قوم بمخاطبہ مخصوص ساختن
حضرت صدیق رض را و مباسطہ و ملاطفہ فرمودن
با او زیادہ ازان است کہ بہ تحریر آید اما تشبُّہ
قوّتِ عقلیّہ صدیقِ اکبر رض با قوّتِ عقلیّہ انبیاء
صلوات اللہ علیہم پس باید دانست کہ چوں
فیضِ الٰہی در نفسِ ناطقہ کسے در مے آید اثرِ
آں فیض در چندیں ہیاکل ظاہر می شود و از
صدیقِ اکبر رض اکثر آں ہیاکل شناختہ شدہ یکے
ازانجملہ خوابہائے صادق است کہ سبب
وصول راہے بسوئے سعادت باشد یا سبب
حصولِ نفعِ عام بخلق اللہ و ہمین است شانِ
انبیاء و الا انطباعِ وقائع آتیہ بغیر اقتران
یکے ازیں دو وجہ درباب تشبّہ بانبیاء نتواں
شمرد بلکہ کاہنان نیز دراں مشارک اند مانند خوابہائے
حضرتِ صدّیق رض کہ حامل شد اورا بر اسلام
و خوابے کہ باعث بر فرستادن چہار امیر
بر چہار حصّہ شام شد و خواب دیگر کہ حامل بر
استخلافِ حضرت فاروق رض گشت و بیانِ آں
طولے دارد در روضۃ الاحباب مذکور است کہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ میں
بُریدہ ہوں۔ تو آپ حضرت ابو بکر رض کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا
کہ اے ابو بکر رض بردَ امرنا (ہمارا کام ٹھنڈا یعنی آرام و راحت کا ہو گیا)
پھر آپ نے فرمایا کہ تم کن میں سے ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ اسلم میں سے۔
تو آپ نے ابو بکر رض سے فرمایا سَلِمنَا (ہم سلامتی میں آگئے) بریدہ رض
نے بیان کیا کہ پھر مجھ سے فرمایا کہ کس کی اولاد میں سے ہو؟ میں نے
کہا بنی سہم کی تو فرمایا خرج سهمك (تیرا تیر نکل آیا) یہ روایت
استیعاب میں ہے۔ آپ نے یومِ اُحد میں فرمایا اے ابو بکر رض! طلحہ رض
نے (جنّت کو) واجب کر لیا۔ اور اس قسم کے مخاطبات سے قوم میں
سے ابو بکر صدیق رض کو مخصوص کرنے اور آپ کے ساتھ خوش طبعی
اور ملاطفت کی مثالیں اس سے زیادہ ہیں کہ وہ تحریر میں آئیں۔ اب
لیجئے صدیقِ اکبر رض کی قوّتِ عقلیّہ کا مشابہ ہونا انبیاء صلوات اللہ
علیہم کی قوّتِ عقلیّہ کے ساتھ تو جاننا چاہیئے کہ جب کسی کے نفسِ ناطقہ
میں فیضِ الٰہی داخل ہو جاتا ہے تو اس فیض کا اثر کتنی ہی مختلف انواع
کے مناظر میں ظاہر ہوتا ہے اور صدیقِ اکبر رض سے اکثر وہ مناظر پہچانے
جاتے ہیں۔ اُن میں سے ایک ایسے سچّے خواب ہیں جو سعادت
کی کسی راہ پر پہنچنے کا سبب ہوں۔ یا خلق اللہ کو کوئی عام
نفعِ حاصل ہونے کا سبب ہوں۔ اور انبیاء ع کی یہی شان
ہوتی ہے ورنہ آنے والے واقعات کے (نفس میں) منعکس ہو جانے
کو ان دو وجہوں میں سے ایک وجہ کے ملے بغیر انبیاء ع کے ساتھ
تشبُّہ کے باب میں شمار نہیں کر سکتے بلکہ کاہن لوگ بھی اس میں
شرکت رکھتے ہیں۔ جیسے حضرت صدّیق رض کے وہ خواب جنھوں نے
اُن کو اسلام پر آمادہ کیا اور وہ خواب جو کہ شام کے چار حصوں
پر چار امیر (عمرو بن العاص۔ ابو عبیدہ۔ یزید بن ابی سفیان۔
شرجیل بن حسنہ) مقرر کرنے کا باعث ہوا تھا۔ اور دوسرا خواب

نزدیک بایّام ہجرت صدیقِ اکبرؓ بخواب دید کہ ماہ از آسمان بر بطحاء مکّہ نازل شد و بشہر مکہ در آمد وصحرا و دشت بہ نورِ آں منوّر گشت باز آں ماہ بطرفِ آسمان میل نمود و بمدینہ فرود آمد و نبیارے از ستارگان بموافقتِ او حرکت کردند باز آں ماہ باستارگان بمکّہ رجوع نمود و زمین مدینہ ہمچناں روشن بود مگر سہ صد و شصت خانہ و بسببِ وُرُود آں ماہ اطرافِ حرم باز منوّر گشت بعد ازاں آں ماہ بہ سمتِ مدینہ رواں شد و بمنزلِ عائشہؓ در آمد پس ازاں زمین بشگافت و ماہ دراں ناپدید گشت و صورتِ حال موافق ہمیں رُویا بظہور رسید دیگر[2] تعبیر وے خوابہاء مردم را ذا صابتِ عجیبہ درآں تا آں حد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوابہاء خود را بر صدیق اکبرؓ عرض میفرمود و درخواستِ تعبیر می نمود قَالَ ابن اسحٰق فی قصۃ الطائف بلغنی انَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر وھو محاصرٌ ثقیفًا یا ابا بکر انّی رأیتُ انّی اُھدِیَتْ الیّ قعبۃٌ الحدیث وقد ذکرناہ من قبلُ و فی قصّۃ رُؤیا النّبی صلے اللہ علیہ وسلم غنمًا سودًا دخلتْ فیھا غنمٌ کثیرۃٌ بِیضٌ قال یا ابا بکر اعبُرْھا فقال ابو بکر یا رسول اللہ ھی العرب تتبعک ثم تتبعُھا العجمُ حتے ینعمرھا فقال النّبیّ

جس نے آپ کو حضرت فاروقؓ کے خلیفہ بنانے پر آمادہ کیا اور اس کا بیان طویل ہے۔ روضۃ الاحباب میں مذکور ہے کہ ایّام ہجرت کے قریب صدّیق اکبرؓ نے خواب میں دیکھا کہ چاند آسمان سے بطحاء مکّہ پر نازل ہوا اور شہر مکّہ میں آیا اور جنگل اور میدان اُس کے نور سے منوّر ہو گئے۔ پھر وہ چاند آسمان کی طرف رجوع ہوا اور مدینہ میں آیا اور بہت سے ستاروں نے اُس کی موافقت میں حرکت کی۔ پھر اُس چاند نے ستاروں کے ساتھ مکّہ میں رجوع کیا اور مدینہ کی زمین اُسی طرح روشن رہی بجز تین[5] سو ساٹھ گھروں کے اور اس چاند کے اُتر آنے کے سبب سے حرم کے اطراف پھر منوّر ہو گئے۔ اس کے بعد وہ چاند مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا اور منزلِ عائشہؓ میں اُتر آیا۔ اس کے بعد زمین پھٹی اور وہ چاند اس میں غائب ہو گیا اور صورتِ حال اسی خواب کے مطابق ظہور میں آگئی۔ دوسری[2] نوع ہے اُن کا لوگوں کے خوابوں کی تعبیر دینا اور عجیب طور پر اُس میں مُصیب ہونا اس حد تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خوابوں کو صدیقِ اکبرؓ سے بیان فرمایا کرتے اور تعبیر پوچھا کرتے تھے۔ ابنِ اسحٰق نے ذکر کیا طائف کے قصّہ میں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ سے فرمایا جب کہ آپ ثقیف کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ اے ابو بکرؓ! میں نے دیکھا کہ میرے پاس ایک پلیٹ بطور ہدیہ بھیجی گئی، آخر حدیث تک‘ اور ہم اس کو پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خواب میں کالے رنگ کی بکریاں دیکھنے کے قصّہ میں جن میں بہت سی سفید رنگ کی بکریاں داخل ہو گئی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ! اس کی تعبیر دو۔

[5] یہ منافقین کے گھر تھے جن میں تاریکی رہی ۱۲ مترجم

صلی اللہ علیہ وسلم ھٰکذا اعبرھا الملکُ
سحراً رواہ الحاکم وقال ابن ھشام فی
زوائد السیرۃ حدثنی بعضُ اھل
العلم عن ابراھیم بن جعفر المحمودی
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رایتُ انی لقمتُ لقمۃً من حَیس
فالتذذتُ طعمھا فاعترض فی حلقی
منھا شیٔ حین ابتلعتُھا فادخل علیٌّ یدَہ
ونزعہ فقال ابوبکر الصدیق رضی اللہ
عنہ یارسول اللہ ھٰذہ سریۃٌ من
سرایاک تبعثُھا فیاتیک بعضُ ماتُحبّ
ویکون فی بعضھا اعتراض فتبعثُ علیًّا
فیسھّلہ وعن عائشۃ قالت رأیتُ
ثلٰثۃَ اقمارٍ سقطن فی حُجرتی فقصصتُ
رؤیای علی ابی بکر الصدیق قالت فلمّا
تُوفی رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودفن
فی بیتھا قال لھا ابوبکر ھٰذا احدُ اقمارکِ
وھو خیرھا اخرجہ مالک فی المؤطا و
فی قصۃ اسلام خالد بن سعید انہ رای
فی المنام انہ وُقِف بہ علی شفیر النار فذکر
من سَعتھا ما اللہُ اعلم بہ وکانّ اباہ
یدفعہ فیھا ورای رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اخذاً بحقویہ لا یقع
فیھا فذکر ذلک لابی بکر فقال ابوبکر

تو ابوبکرؓ نے کہا یارسول اللہؐ یہ (کالی بکریاں) عرب ہیں جو آپؐ کا
اتباع کر رہے ہیں۔ پھر اُن کے پیچھے عجم کے لوگ آجائیں گے۔ یہاں
تک کہ وہ ان پر چھا جائیں گے۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اس کی یہی تعبیر فرشتہ نے دی تھی صبح کے وقت۔ اور
ابنِ ہشامؒ نے "زوائد السیرۃ" میں کہا ہے کہ مجھ سے روایت
کی بعض اہلِ علم نے ابراہیم بن جعفر محمودی سے۔ انھوں نے
کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مَیں نے خواب میں
دیکھا کہ میں نے حَیس؏ کا ایک لقمہ مُنہ میں لیا۔ پھر میں اس کے
ذائقہ سے لذّت اندوز ہوا۔ اس کے بعد جب میں نے اس کو نگلا
میرے حلق میں اُس میں سے کوئی چیز اٹک گئی۔ علی رضؓ نے اپنا ہاتھ
داخل کر کے اس کو نکالا۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا
یارسول اللہؐ! یہ ایک سریّہ ہے آپؐ کے سریّوں میں سے
جس کو آپؐ بھیجیں گے تو اس کے نتیجہ میں بعض ایسی چیزیں آپ کے
پاس پہنچیں گی جن کو آپؐ پسند کریں گے اور بعض میں کچھ رکاوٹ
پیش آئے گی۔ پھر آپؐ علی رضؓ کو بھیجیں گے تو وہ اس کو سہل کر دیں گے۔
اور مروی ہے عائشہ رضؓ سے انھوں نے کہا کہ میں نے خواب میں تین
چاند دیکھے جو میرے حجرے میں گرے۔ تو میں نے اپنا یہ
خواب ابوبکر صدیق رضؓ سے بیان کیا۔ عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاچکے اور وہ اُن کے
حجرے میں دفن ہوئے تو (اُس وقت) اُن سے ابوبکر رضؓ نے کہا
تیرے چاندوں میں سے یہ پہلا چاند ہے اور وہ اُن سب سے افضل
ہے۔ اس کو امام مالکؒ نے مؤطا میں ذکر کیا۔ اور خالد بن سعید رضؓ
کے اسلام کے قصّہ میں مذکور ہے کہ اُنھوں نے خواب میں
دیکھا کہ اُن کو آگ کے کنارے پر کھڑا کیا گیا ہے پھر

؏ یہ ایک کھانا ہے جو کھجور اور گھی اور دہی سے مل کر بنایا جاتا ہے ۱۲

اُرید بک خیرًا ھٰذا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ و سلم فاتبعہ و
انک ستتبعہ فی الاسلام الذی
یحجزک من ان تقع فیھا وابوک دافع فیھا
فلقی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وحسن
اسلامہ اخرجہ فی الاستیعاب سوم
توافق فراست او با فراست آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم و قدم بر
قدم او رفتن در بیان حکم مسئلہ عن سعید
ابن المسیب ان رجلاً من اسلم
جاء الی ابی بکر الصدیق فقال لہ
ان الاٰخر زنی فقال لہ ابوبکر
ھل ذکرت ھٰذا لاحدٍ غیری
فقال لا فقال لہ ابوبکر فتب الی
اللہ واستتر بستر اللہ فان اللہ
یقبل التوبۃ عن عبادہ فلم تقرر
نفسہ حتی اتی عمر بن الخطاب
فقال لہ مثل ما قال لابی بکر
فقال لہ عمر مثل ما قال لہ ابوبکر
قال فلم تقرر نفسہ حتی
جاء الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم حتی اذا اکثر بعث
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
الی اھلہ فقال أیشتکی ام
بہ جنۃ فقالوا یا رسول اللہ

اُس کے پھیلاؤ کا ذکر کیا کہ اتنا بڑا تھا کہ اس کا حال اللہ ہی جانتا ہے
اور گویا اُن کا باپ اُن کو اُس آگ میں دھکیل رہا ہے اور
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ اُن کی دونوں
کوکھیں پکڑے ہوتے ہیں کہ یہ اُس میں نہ گریں۔ انھوں نے اس
خواب کا ذکر ابوبکرؓ سے کیا۔ تو ابوبکرؓ نے کہا تمہارے لئے
خیر کا ارادہ کیا گیا ہے۔ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں بس ان کا
اتباع کرو اور تم یقیناً ان کے اتباع کی خواہش کرنے والے ہو اسلام
میں جو تم کو اس آگ میں گرنے سے روکے گا جب کہ تمہارا باپ تمھیں
اس میں دھکیلنے والا ہے۔ پھر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملے
اور اُن کا اسلام بہت اچھا رہا۔ اس کو استیعاب میں بیان کیا گیا ہے۔
تیسری نوع ہے آپ کی فراست کا موافق ہونا آں حضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کی فراست کے ساتھ اور کسی مسئلہ کا حکم بیان
کرنے میں آپ کے قدم بقدم چلنا۔ مروی ہے سعید بن المسیبؒ سے
کہ ایک شخص قبیلہ اسلم کا (جس کا نام ماعز تھا) ابوبکر صدیقؓ کے
پاس آیا اور ان سے کہا کہ ایک اَخر (یعنی کمینہ) نے زنا کیا (اس سے
اُس نے خود اپنی ذات مُراد لی) تو اس سے ابوبکرؓ نے فرمایا کہ
کیا تو نے میرے سوا کسی اور سے بھی اس کا ذکر کیا ہے؟ اس نے
کہا نہیں! تو اس سے ابوبکرؓ نے کہا تو اللہ سے توبہ کر اور اس کو
چُھپا اللہ اس کو چھپالے گا اور اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا
ہے مگر اُس کے نفس نے قرار نہ پکڑا یہاں تک کہ عمر بن الخطابؓ کے پاس
پہنچا اور اُن سے بھی وہی کہا جو ابوبکرؓ سے کہا تھا تو اس سے عمرؓ نے
بھی ویسی ہی بات کہی جیسی اُس سے ابوبکرؓ نے کہی تھی۔ راوی
نے کہا پھر بھی اس کے نفس نے قرار نہ پکڑا یہاں تک کہ وہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا پھر آپؐ سے کہا کہ اَخر (یعنی
کمینہ) نے زنا کیا۔ سعیدؒ نے بیان کیا تو اُس سے رسول اللہ صلے اللہ

واللہ انہ لصحیح فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أبکر ام ثیب قالوا بل ثیب یا رسول اللہ فرجم اخرجہ مالک وفی قصۃ الحدیبیۃ وقد ذکرناھا۔ چہارم شناختن او مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وغرض اورا از کلام مرموز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تاغایتے کہ در صحابہؓ مشہور گشت ہو اعلمنا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چنانکہ ابو سعید خدریؓ در کلام آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان عبدًا خیرہ اللہ الحدیث۔ بیان کرد عن ابن عباس قال لما اخرج اھل مکۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ انا للہ وانا الیہ راجعون اخرجوا نبیھم لیھلکوا قال فنزلت اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر قال ابوبکر الصدیق فعلمت انھا قتال۔ اخرجہ الحاکم۔

علیہ وسلم نے تین مرتبہ مُنہ پھیرا ہر مرتبہ (جب وہ کہتا تھا) اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مُنہ پھیر لیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب اس نے بہت مرتبہ ایسا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے گھر والوں کو بُلوا کر دریافت کیا کہ کیا وہ بیمار ہے یا اس کو جنون ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ یارسول اللہ! واللہ یہ یقیناً تندرست ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کنوارا ہے یا بیاہا ہے؟ تو اُنھوں نے کہا کہ بیاہا ہے یارسول اللہ۔ پھر اس کو سنگسار کر دیا گیا۔ اس کو مالکؒ نے روایت کیا۔ اور قصہ حدیبیہ میں جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں (ابوبکرؓ کی فراست آپؐ کی فراست کے مطابق رہی) چوتھی نوع ہے اُن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصود کو پہچاننا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رمز و اشارات والے کلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض کو سمجھ لینا، اس حد تک کہ صحابہؓ میں یہ قول زیادہ کہا جانے لگا کہ وہ (یعنی ابوبکرؓ) ہم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے والے ہیں۔ جیسا کہ ابو سعید خدریؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلام اِنَّ عَبدًا خیرہ اللہ الحدیث (کہ ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا الخ) کے بارے میں بیان کیا گیا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اہل مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ۔ ان لوگوں نے اپنے نبیؐ کو نکالا تاکہ ہلاک ہوں۔ کہا کہ پھر یہ آیت نازل ہوئی اُذِنَ لِلَّذِینَ یُقَاتَلُونَ الخ۔

(۲۲: ۳۹) (اب) لڑنے کی اُن لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر بہت ظلم کیا گیا ہے اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔" تو ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں جان گیا

پنجم مکاشفہ او حوادثِ خفیہ را
چنانکہ در قصہ بدر التماس کرد
حَسبُكَ مُنَاشدتُكَ علےٰ ربّك
ناشدہ مناشدۃ حلفہ ۱۲
وے رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رض را
زمینے دادہ بود ہنوز حضرت عائشہ رض
قبض آں نہ کردہ بود کہ وقتِ حیات
حضرت صدیق رض بآخر رسید و
دراں حال بحضرتِ صدیقہ رض فرمود کہ اگر
آں زمین را قبض کردی ازآنِ تو
شد والّا فانّما ھو مال وارثٍ وانّما ھو
اخواكِ واُختاكِ صدیقہ رض گفت ھٰذہٖ
اسماء فمَنِ الاُخریٰ قال اُرٰی
ذات بطن بنت خارجۃ اُنثیٰ بعدازاں اُمّ
کلثوم متولّد شد اخرجہ مالک فی الموطا
امّا تشبّہ صدیقِ اکبر در قوتِ عملیہ بانبیاءؑ
پس از شواہد آنست حدیث ابوہریرہ رض

گروہ (ہلاکت جس میں یہ نبی کو نکالنے والے مبتلا ہوں گے)
قتال ہے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ پانچویں نوع آپ کا مکاشفہ
ہے حوادثِ خفیہ کے بارے میں جیسا کہ قصہ بدر میں آپ نے (رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا آپ کا اپنے رب کو
قسمیں دینا آپ کے لئے کافی ہوچکا ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ
عنہ نے حضرت عائشہ رض کو ایک زمین دی تھی۔ ابھی حضرت عائشہ رض
نے اس پر قبضہ نہ کیا تھا کہ حضرت صدیق رض کی زندگی کا آخری وقت
آگیا اور اس حال میں آپ نے حضرت صدیقہ رض سے فرمایا کہ اگر
تو نے اُس زمین پر قبضہ کرلیا ہے تو وہ تیری ہوگئی ورنہ وہ
سب وارثوں کا مال ہوگی اور وہ تیرے دونوں بھائی ہیں
اور تیری دونوں بہنیں ہیں۔ صدیقہ رض نے کہا۔ یہ (ایک بہن) اسماء
ہی تو ہیں دوسری کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ
"بنتِ خارجہ" کے بطن میں جو ہے وہ لڑکی ہے۔ اس کے بعد
اُمّ کلثوم رض پیدا ہوئیں۔ اس کو روایت کیا امام مالک رح نے موطا
میں۔ اب لیجئے صدیقِ اکبر رض کا تشبّہ قوتِ عملیہ میں انبیاءؑ کے ساتھ۔
تو اس کے شواہد میں سے ہے حدیث ابوہریرہ رض کی کہا

ف کتب شیعہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رض نے فدک فاطمہ رض کو نہیں دیا حالانکہ پیغمبر علیہ السّلام نے ان کو ہبہ کردیا تھا اور ان کے دعویٰ کو نہ مانا گواہ اور شاہد کا مطالبہ کیا جب وہ حضرت علی رض اور اُمّ ایمن کو لائیں تو ان کی شہادت کو رد کردیا کہ ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت کافی نہیں۔ اس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب رح تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ اس دعویٰ ہبہ اور ان شہادتوں کا کتبِ اہلسنت میں کہیں سراغ نہیں ملتا۔ یہ اس گروہ کی محض افترا پردازی ہے الخ اس موقع پر اس روایت اور اس کے جواب کی طرف ایک لطیف اشارہ موجود ہے کہ اگر مان لیا جائے کہ ہبہ کا دعویٰ حضرت فاطمہ رض نے کیا تھا تو موہوب لہٗ کا قبضہ جب تک موہوب شئی پر نہ ہوجاتے اس وقت تک اس کی ملک میں داخل نہ ہوگی اور ظاہر ہے کہ فدک پر حضرت فاطمہ رض کا قبضہ نہیں تھا اگر ہوتا تو دعویٰ ہی کیوں کرتیں با وجود ہبہ کے وہ ان کی ملک میں داخل نہیں ہوا تھا۔ پھر شہادتوں کا طلب کرنا ایک بے معنی فعل ہے۔ شہادت کا مفاد یہی تو ہوسکتا تھا کہ ہبہ ثابت ہوجائے اور جب تک قبضہ نہ ہو ملک موہوب لہٗ میں داخل ہی نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت صدیقہ رض سے آپ رض نے فرمایا کہ اگر تو نے اس زمین پر قبضہ نہیں کیا تو اب وہ سب وارثوں کے حصہ میں آئے گی۔ اس روایت سے حضرت مصنّف رح نے شیعہ کی اس افترا پردازی کے جواب کی طرف اشارہ کردیا کہ اس کہانی کا یہ جز کہ ابوبکر رض نے ہبہ کا ثبوت طلب کیا اور فلاں فلاں شہادت میں پیش ہوئے اس بات کو واضح کررہا ہے کہ یہ کہانی فرضی ہے اور کسی ایسے شخص نے اس کو گھڑا ہے جو اصولِ شرعیہ سے جاہل تھا ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصبح
منکم الیوم صائماً قال ابوبکر انا قال
فمن تبع منکم الیوم جنازۃً قال ابوبکر انا
قال فمن اطعم الیوم مسکیناً قال ابوبکر انا
قال فمن عاد منکم الیوم مریضاً قال ابوبکر
انا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ما اجتمعن فی امرء الا دخل الجنۃ اخرجہ
الشیخان وایضاً حدیث ابوھریرۃ ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من انفق
زوجین فی سبیل اللہ نودی من
ابواب الجنۃ یا عبد اللہ ھذا خیر
فمن کان من اھل الصلوٰۃ دعی من
باب الصلوٰۃ ومن کان من اھل الجھاد دعی
من باب الجھاد ومن کان من اھل الصیام
دعی من باب الریان ومن کان من اھل
الصدقۃ دعی من باب الصدقۃ فقال ابوبکر
بابی انت وامی یارسول اللہ ما علی من دعی من
تلک الابواب من ضرورۃ فھل یدعی احد من
تلک الابواب کلھا قال نعم وارجو ان
تکون منھم اخرجہ الشیخان والترمذی۔
ویکبار بمقتضاء بشریت در حضور اضیاف (مہمانان) حضرت
صدیق رض را با اہل خانہ خود ملالے واقع شد
وقسم خورد کہ ایں طعام را نہ خورد واہل خانہ و
اضیاف ہمہ متوحش شدند وقسم خوردند کہ
ما ہم نخواہیم خورد تا وقتیکہ تو نخوری دریں

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) فرمایا آج تم میں
کون روزے سے ہے؟ ابوبکرؓ نے کہا کہ میں۔ پھر فرمایا کہ آج تم
میں سے کون جنازے کے ساتھ گیا تھا؟ ابوبکرؓ نے کہا کہ میں (گیا
تھا) پھر آپؐ نے پوچھا کہ کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ تو
ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کس نے تم میں سے
آج مریض کی عیادت کی؟ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے۔ تو رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ سب باتیں جمع ہوجائیں گی
وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا، اس کو روایت کیا شیخینؒ نے۔ اور نیز ابوہریرہؓ
کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے
دو جوڑے خرچ کئے اللہ کی راہ میں اس کو جنت کے دروازوں
سے پکارا جائیگا کہ اے اللہ کے بندے یہ خیر ہے (یعنی باب خیر) تو جو
اہل صلوٰۃ میں سے ہوگا وہ باب الصلوٰۃ سے پکارا جائے گا اور
جو اہل جہاد میں سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے پکارا جائے گا۔
اور جو اہل صیام میں سے ہوگا اس کو باب الریان سے پکارا جائیگا
اور جو اہل صدقہ میں سے ہوگا اس کو باب الصدقہ سے پکارا
جائے گا۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان
یارسول اللہؐ جو شخص ان ابواب سے پکارا جائے گا اس کے اوپر
ضروری تو نہ ہوگا (کہ وہ اس دروازے میں داخل ہو) تو کیا
کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا۔
فرمایا کہ ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ تم ان ہی میں سے ہوگے۔
اس کو شیخین اور ترمذی نے روایت کیا۔ ایک دن بمقتضائے
بشریت مہمانوں کی موجودگی میں حضرت صدیقؓ کی اہل خانہ
کے ساتھ کچھ رنجش واقع ہوگئی اور انھوں نے قسم کھالی کہ وہ یہ
کھانا نہ کھائیں گے اور گھر والے اور مہمان سب پریشان ہوگئے اور
انھوں نے بھی قسم کھالی کہ ہم بھی نہ کھائیں گے جب تک آپ

هنگام عنایتِ الٰہی در رسید و داعیۂ نقضِ قسم
در دلش پدید آمد و بشناخت کہ ایں داعیہ از
کدام منبع جوشیدہ دست در طعام کرد و دو سہ
لقمہ تناول نمود و خدائے عزّ وجلّ بزیادتِ برکت
در طعام تنبیہ فرمود بر آنکہ شکستن ایں قسم مرضی
الٰہی بود و ریزشِ ایں داعیہ از منبعِ فیض و از
عجائب صنعِ حق است با دوستانِ خود اخرج القصۃ
بطولہا البخاری فی الاستیعاب انّ ثابت
ابن قیس بن شمّاس استشہد فراٰہ بعض
الصحابۃ فی النوم فاوصٰی بان تؤخذ درعہ
ممن کانت عندہ وتباع الی اٰخر القصۃ
وفی اٰخرہا اذا قدمت المدینۃ علی خلیفۃ
رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقل لہ ان
علیّ من الدَّین کذا وکذا وفلان من رقیقی
عتیق وفلان فاجاز ابوبکر وصیتہ ولا نعلم
احدًا اُجیزت وصیتہ بعد موتہ غیر
ثابت بن قیس امّا اتصاف حضرت صدیقؓ
بصفت صفائی قلب آں را در عرفِ زمانِ ما
طریقت گویند در کشف المحجوب مذکور است
کہ شیخ جُنید بغدادی گفتہ است اشرفُ کلمۃٍ
فی التوحید قول ابی بکر الصدیق
سُبحانَ من لم یجعل لخلقہ سبیلاً
الّا بالعجز عن معرفتہ وصاحب
کشف المحجوب در مدح صدیق اکبرؓ کلمۃ
دارد ان الصفا صفۃ الصدیق ان اردت

نہ کھائیں گے۔ اس وقت میں عنایتِ الٰہی آپہنچی اور قسم توڑ دینے کا
داعیہ ان کے دل میں ظاہر ہوگیا اور انھوں نے پہچان لیا کہ کس منبع
سے اس داعیہ نے جوش مارا ہے تو آپ نے کھانے پر ہاتھ پہنچا دیا
اور دو تین لقمے تناول فرمالئے اور اللہ عزّ وجلّ نے کھانے میں
برکت کی زیادتی فرما کر اس بات پر تنبیہ فرمادی کہ اس قسم کا
توڑنا مرضیٔ الٰہی تھا اور اس داعیہ کا قلب پر واقع ہونا منبعِ فیض
کی جانب سے اور حق تعالیٰ کے عجیب معاملات میں سے تھا
جو وہ اپنے دوستوں کے ساتھ فرماتے ہیں۔ اس قصّہ کو تفصیل
کے ساتھ بخاری نے ذکر کیا ہے۔ استیعاب میں ہے کہ ثابت بن قیس
ابن شمّاس (جنگِ یمامہ میں) شہید ہوتے تو ان کو بعض صحابہؓ
نے خواب میں دیکھا کہ اُنھوں نے وصیّت کی کہ اُن کی زرہ اس
شخص سے لی جائے جس کے پاس ہے اور فروخت کی جائے، آخر
قصّہ تک۔ اور اس کے آخر میں ہے کہ جب تم خلیفۂ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں پہنچو تو اُن سے یہ کہنا
کہ مجھ پر اتنا اور اتنا قرض ہے اور میرے غلاموں میں سے
فلاں آزاد اور فلاں (کے ساتھ ایسا کیا جائے) تو ابوبکرؓ نے
اُن کی وصیّت کو پورا کیا اور ہم کسی کو نہیں جانتے کہ اُس کی ایسی
وصیّت کو پورا کیا گیا ہو موت کے بعد کی گئی بجز ثابت بن
قیسؓ کے۔ رہا حضرت صدیقؓ کا متّصف ہونا صفائی قلب کی
صفت کے ساتھ جس کو ہمارے زمانہ کے عُرف میں طریقت کہتے
ہیں۔ کشف المحجوب میں مذکور ہے کہ شیخ جُنید بغدادیؒ نے کہا
ہے کہ توحید میں سب سے زیادہ بلند کلام ابوبکر صدیقؓ کا یہ
قول ہے سُبْحٰنَ مَنْ لَمْ یَجْعَلْ الخ یعنی پاک ہے وہ ذات جس
نے اپنی مخلوق کے لئے کوئی راہ (اپنی معرفت کی)، نہیں بنائی مگر
اپنی معرفت سے عاجز ہونے کی؛ (حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)۔

صوفیاً علی التحقیق از آنچہ صفا را اصلے ہست و فرعی اصلش انقطاع دل است از اغیار و فرعش خلوّ دل است از دنیاء غدّار و ایں ہر دو صفتِ صدّیق رض اکبر است پس امام اہلِ ایں طریقہ اوست انتہٰی کلامہ بعد ازاں برائے صفتِ اوّل شاہدے ذکر کرد و آں خطبہ او الا من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات الی آخرھا و برائے صفتِ دیگر شاہدے و آں قصہ ما خلفت (چہ گذاشتی) لعیالک قال اللہ و رسولہ در احیاء آوردہ قال الصدیق من ذاق خالص محبۃ اللہ یشغلہ ذٰلک من طلب الدنیا و اوحشہ عن جمیع البشر و ایں غایت تحقیق است در لوازم محبتِ خاصہ واز توکل وے رضی اللہ عنہ آنست کہ یاران برائے عیادت وے آمدند و گفتند یا خلیفۃ رسول اللہ الا ندعو لک طبیباً ینظر الیک قال

اور صاحبِ[1] کشف المحجوب نے صدیقِ اکبر رض کی مدح میں بہت اونچی بات لکھی ہے یعنی اِنَّ الصَّفَا الخ کہ اگر تیرا ارادہ ایسی صوفیت کا ہے جو علی التحقیق ہو (یعنی حقیقی صوفی بننا چاہتا ہے تو صدیق رض کے نقشِ قدم پر چل) کہ صفا صدیق رض کی صفت ہے، کیونکہ صفا کی ایک اصل ہے اور ایک فرع۔ اس کی اصل ہے دل کا منقطع ہو جانا اغیار[2] سے اور اُس کی فرع ہے دل کا خالی ہونا دنیاء غدّار سے اور دونوں صفتیں صدیقِ اکبر رض کی ہیں تو جو اس طریقہ والے ہیں ان کے امام وہ ہیں" اُن کا کلام ختم ہوا۔ اس کے بعد اُنھوں نے صفتِ اوّل کے ایک شاہد کا ذکر کیا اور وہ آپ کا خطبہ ہے۔ اَلَا مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّداً الخ یعنی سُن لو جو شخص محمدؐ کی عبادت کیا کرتا تھا تو محمدؐ یقیناً مر چکے، آخر تک۔ اور صفتِ دوم کی شہادت میں (تمام مال لانے کا) وہ قصہ ذکر کیا۔ جس میں ہے، مَا خَلَفْتَ لِعِیَالِکَ الخ یعنی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ) گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ تو انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسولؐ۔ اور احیاء العلوم میں (امام غزالیؒ) نے لکھا ہے کہ صدیق رض کا قول ہے کہ جس نے خالص محبتِ الٰہی کا مزہ چکھ لیا وہ اس کو دنیا کی طلب سے متنفّر کر دے گی اور تمام انسانوں سے متوحّش کر دے گی اور لوازمِ محبّتِ خاصہ کے بارے میں یہ انتہائی تحقیق ہے۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کے توکّل کا یہ حال ہے کہ (مرضِ وفات کے زمانہ میں) دوست اُن کی مزاج پُرسی

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۷۹)

ع۵ یہ ارشاد معرفتِ ذات سے متعلق ہے کہ اس کی معرفت سے عجز ہی عین معرفت ہے۔ یہاں ان لوگوں کا عجز مراد ہے جو اس ذات کو صفات و افعال کے واسطے سے پہچان چکے ہوں اور آگے بڑھ کر ذات بحت کی طلب میں سرگرداں ہوں ان کا منتہائے معرفت یہی قول ہوگا۔ مطلقاً عجز مراد نہیں ورنہ منکرینِ خدا دہریئے اور کمیونسٹ سب سے بڑے عارف قرار پائیں گے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ۔

[1] یعنی حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری قدس اللہ سرّہٗ ۱۲ مترجم [2] یعنی ہر غیر اللہ سے صوفی کا مقصود آخرت سے بھی جنّت کے حور و قصور نہیں ہوتے بلکہ مشاہدہ جمالِ یار مقصد ہوتا ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۱۲ مترجم

قد نظر إلیّ قالوا فماذا قال لك قال قال انی فعّال لما أرید اخرجه ابن ابی شیبة واز توکل اوست آنچه گذشت کہ جمیع مالِ خود را فی سبیل اللہ انفاق کرد و گفت ابقیتُ لعیالی اللہ و رسوله واز وَرَع وے رضی اللہ عنہ آنست کہ از دستِ غلام خود شیر خوردہ بود چوں تفحص نمود از وجہ شبہ ظاہر گشت انگشت در دہان انداخت وآں ہمہ را قے کرد۔ کذا فی الاحیاء وغیرہ واز احتیاطِ وے در بیت المال آنکہ چیزے کہ پیش او باقی ماندہ بود از عطاء اوَرد کرد بہ بیت المال روے ذٰلک عن عائشة والحسن بن علی وغیرہما بالفاظ متغایرة واز احتیاطِ او در عبادات عن ابی قتادة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لابی بکر متی توتر قال أوتر من اوّل اللیل وقال لعمر متی توتر قال اٰخر اللیل فقال لابی بکر اخذ ھٰذا بالحذر وقال لعمر اخذ ھٰذا بالقوة اخرجه ابوداؤد و مالک و ھٰذا لفظ ابی داؤد۔

و از دعاء حضرت صدیق رضؓ

کے لئے آئے اور کہنے لگے اے خلیفۂ رسول اللہؐ! کیا ہم آپ کے لئے طبیب کو بُلا کر نہ لائیں جو آپ کو دیکھ لے تو آپ نے فرمایا قَدۡ نَظَرَ اِلَیَّ یعنی طبیب تو مجھے دیکھ چکا ہے۔ لوگوں نے کہا پھر اُس نے آپ سے کیا کہا؟ فرمایا کہ یہ کہا اِنِّیۡ فَعَّالٌ لِّمَا اُرِیۡدُ یعنی میں وہی کرتا ہوں جو میں چاہتا ہوں، اس کو ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور ان کے توکّل میں سے وہ واقعہ ہے جو گزر چکا کہ اپنا تمام مال اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے اہل و عیال کے لئے اللہ اور اُس کے رسول کو باقی چھوڑا۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کے تقویٰ کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ آپ نے (ایک دن) اپنے غلام کا لایا ہوا دودھ پی لیا تھا۔ جب تحقیق کی اور وہ مالِ مُشتبہ میں سے ظاہر ہوا تو آپ نے اُنگلی مُنہ میں ڈال کر اُس کو قے کر کے نکال دیا، احیاء العلوم وغیرہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور بیت المال میں آپ کی احتیاط کا یہ حال تھا کہ آپ کے حصّہ میں جو چیز آتی ہوتی تھی اور وہ ابھی آپ کے پاس باقی رہی ہوتی تھی اس کو بیت المال میں واپس کرا دیا، یہ مروی ہے عائشہ رضؓ سے اور حسنؓ بن علیؓ وغیرہما سے کچھ بدلے ہوئے الفاظ کے ساتھ۔ اور عبادات میں احتیاط کا یہ حال تھا کہ ابو قتادہ رضؓ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضؓ سے پوچھا کہ تم کس وقت وتر پڑھتے ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ میں رات کے اوّل حصّہ میں پڑھ لیتا ہوں۔ اور عمر رضؓ سے پوچھا کہ تم کس وقت وتر پڑھتے ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ آخر شب میں تو آپؐ نے ابو بکر رضؓ کے لئے فرمایا کہ انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا احتیاط کی بناء پر اور عمر رضؓ کے لئے فرمایا کہ انھوں نے یہ اختیار کیا قوت کی بناء پر، اس کو ابو داؤدؒ اور مالکؒ نے روایت کیا اور یہ لفظ ابو داؤد کے ہیں۔ اور حضرت صدّیق رضؓ کی

اللّٰھمّ ارنی الحقّ حقًّا وارزقنی اتباعہ وارنی
الباطل باطلاً وارزقنی اجتنابہ ولا
تجعل مشتبہًا علیّ فاتّبع الھوٰی کذا فی
الاحیاء۔ واز کفّ اللسان وے کان
ابوبکر یضع حصاۃً فی فمہ لیمنع بھا
نفسہ من الکلام کذا فی الاحیاء ودخل
عمر علی ابوبکر وھو یجبذ لسانہ فقال لہ
مہ غفر اللہ لک فقال ابوبکر ھذا (منقلب یجذب) (الکف عن ہذا)
اوردنی الموارد اخرجہ مالک در احیاء
اینجا قصہ عجیبہ ذکر کردہ است رُؤی ابوبکر
الصدیق فی النوم فقیل لہ انک کنت
تقول فی لسانک ھٰذا الذی اوردنی
الموارد فما فعل اللہ بک فقال قلت
لا الٰہ الا اللہ فاوردنی الجنّۃ واز
تواضع وے رضی اللہ عنہ آنست کہ چوں یزید
ابن ابی سفیان را امیر چہار یک شام ساخت
پیادہ بمشایعت او برآمد یزید بن ابی سفیان
گفت امّا ان ترکب وامّا ان انزل فقال
ابوبکر ما انت بنازلٍ وما انا براکبٍ
احتسبت خُطایَ ھٰذہ فی سبیل اللہ
اخرجہ مالک واز شفقتِ او بر خلق اللہ
و تخلّی از حظوظِ نفس خود
قال ابوبکر لو اخذتُ شاربًا
اُحبُّ ان یسترہ اللہ ولو اخذتُ
سارقًا احبُّ ان یسترہ اللہ

یہ دعا تھی اللّٰھمّ اَرِنی الحقّ الخ اے اللہ! مجھے حق کا حق ہونا دکھا دیجئے اور
مجھے اُس کے اتباع کی توفیق بخشدیجئے اور مجھے باطل کا باطل
ہونا دکھا دیجئے اور اس سے بچنے کی توفیق بخشدیجئے اور حق کو
مجھ پر مشتبہ نہ کیجئے کہ میں خواہشِ نفسانی کا اتباع کرنے لگوں،
احیاء العلوم میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور زبان کو روکے رکھنا اس درجہ
تھا کہ ابوبکرؓ اپنے مُنہ میں سنگریزہ رکھ لیا کرتے تھے تاکہ اس کے ذریعہ
سے اپنے نفس کو کلام سے روکیں، احیاء العلوم میں ایسا ہی ہے۔ اور
عمرؓ پہنچے ابوبکرؓ کے پاس اور وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے۔ تو عمرؓ
نے کہا کہ اللہ آپ کو معاف کرے اس سے رُک جاؤ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ
اسی نے تو مجھے ہلاکت کے مقامات میں ڈالا، اس کو مالکؒ نے روایت
کیا۔ احیاء العلوم میں اس موقع پر ایک عجیب قصہ بیان کیا ہے:
(کسی بزرگ کو) ابوبکر صدیقؓ خواب میں دکھائے گئے تو ان
سے کہا گیا کہ آپ اپنی زبان کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ وہ
ہے جس نے مجھے ہلاکت کے مقامات میں ڈالا۔ تو اللہ نے آپ
کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو فرمایا کہ میں نے کہا لا الٰہ الا اللہ تو
اس نے جنت میں داخل کر دیا۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کی تواضع کا
یہ حال ہے کہ جب آپ نے یزید بن ابی سفیان کو چوتھائی حصہ شام کا امیر
بنایا تو ان کی مشایعت یعنی ساتھ ساتھ چلنے کے لئے پیدل (شہر سے)
باہر نکل آئے۔ یزید بن ابی سفیان نے کہا یا تو آپ سوار ہو جائیں اور
یا میں نیچے اُتروں تو ابوبکرؓ نے فرمایا کہ نہ آپ اُتریں اور نہ میں سوار
ہوں۔ میں تو بہ نیت عبادت اپنے یہ قدم اللہ کے راستہ میں اٹھا
رہا ہوں، اس کو امام مالکؒ نے روایت کیا۔ اور خلق اللہ پر آپ کی
شفقت اور لذاتِ نفس سے خالی ہونے کا حال اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اگر میں کسی شراب پینے والے کو پکڑتا ہوں (یعنی اقدام کرتا ہوں)
تو چاہتا ہوں کہ خدا اُس کی پردہ پوشی کرے اور اگر کسی سارق

کذا فی الاحیاء واز رضاء او آنکہ روزے پیش آنحضرت آمد و با آنحضرت جبرئیل نشستہ بود فقال جبرئیل یا محمد مالی اری ابابکر علیہ عباءۃ قد خللھا فی صدرہ فقال یا جبرئیل انفق مالہ علیّ قبل الفتح قال فان اللہ تعالیٰ یقرأ علیہ السلام و یقول قل لہ اراضٍ انت عنی فی فقرک ھذا ام ساخط فقال ابوبکر أأسخط علی ربی انا عن ربی راضٍ انا عن ربی راضٍ انا عن ربی راضٍ اخرجہ الواحدی والبغوی بسند غریب جداً

واز نفی ارادہ او واللہ ما کنت حریصاً علی الامارۃ قط ولا طلبتھا من اللہ سراً وعلانیۃ اخرجہ جماعۃ

واز زہد وے رضی اللہ عنہ عن رافع ابن ابی رافع قال رافقت ابابکر وکان لہ کساء فدکی یخللہ علیہ اذا رکب ونلبسہ انا وھو اذا انزلنا وھو الکساء الذی عیرتہ بہ ھوازن فقالوا أذا الخلال نبایع بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ ابن ابی شیبۃ

(چور) کو پکڑتا ہوں تو چاہتا ہوں کہ خدا اس کی پردہ پوشی کرے، احیاء العلوم میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور آپ کی رضا (یعنی راضی برضاء الٰہی ہونے) کا یہ واقعہ ہے کہ ایک دن آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپؐ کے پاس جبرئیلؑ بیٹھے ہوئے تھے تو جبرئیلؑ نے کہا کہ اے محمدؐ! کیا بات ہے میں ابوبکرؓ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایسا چوغہ پہنے ہوتے ہے جس کو اپنے سینہ پر اس نے کانٹوں سے جوڑ رکھا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیلؑ! اس نے مجھ پر فتح سے قبل اپنا سب مال خرچ کر دیا۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سلام بھیج رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے پوچھو کہ کیا تو اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہے یا ناراض ہے تو ابوبکرؓ نے کہا میں اپنے رب سے ناراض ہوں گا؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ اس کو واحدی اور بغوی نے روایت کیا بہت غریب سند کے ساتھ۔

اور آپ کے نفی ارادہ کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ (آپ نے فرمایا) کہ میں امارت کا حریص کبھی نہیں ہوا اور نہ میں نے اس کو کبھی اللہ سے پوشیدہ یا کھلے طور پر مانگا، اس کی روایت ایک جماعت نے کی۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کے زہد کا یہ قصہ ہے۔ رافع بن ابی رافعؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں ابوبکرؓ کا رفیق رہا ہوں اور ان کے پاس ایک فدکی کپڑا تھا جس (کے سروں کو) کانٹوں سے جوڑ کر اوڑھ لیا کرتے تھے جب سوار ہوتے تھے اور میں اور وہ دونوں اس کو پہنتے رہتے تھے جب اترتے تھے۔ اور یہی وہ کپڑا تھا جس سے ہوازن والوں نے ان پر عیب لگایا تھا اور کہا تھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم ذوالخلال (کانٹوں والے) سے بیعت کریں گے، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔

عہ طالب خدا کا ایک بلند حال یہ ہوتا ہے کہ اس کا ارادہ فنا ہو جاتے ارادۂ حق میں۔ یہ حال بھی صدیق اکبرؓ میں موجود تھا۔ مترجم

وقال ابوبکر عند موته خذوا هٰذا الثوب لثوبٍ
علیه اَصابه مِشق اوزعفران فاغسلوه ثمّ
کَفِّنُونی مع ثوبین اُخرین قالت عائشۃُ وما
هٰذا فقال ابوبکر الحیّ احوج الی الجدید
من المیّت وانما هٰذا للمُهلَة اخرجه
مالك واز خوف وے رضی اللہ عنہ عن
الضحاك قال رأی ابوبکر طیرًا واقعًا علٰی
شجرةٍ فقال طوبیٰ لک یا طیرُ
واللهِ انّی لوددتُ انّی مثلُك تقع
علی الشجر و تأکلُ من الثمر ثم
تطیر ولیس علیك حسابٌ ولا عذابٌ
واللهِ لَوَدِدْتُ انّی کنتُ شجرةً الی
جانب الطریق فمرّ علیّ جملٌ فاخذنی
فادخلنی فاه ولاکنی ثم ازدرَدَنی ثم
اخرجنی بَعْرًا ولم اکن بشرًا اخرجه
ابن ابی شیبة واز عبرت وے رضی اللہ عنہ
عن میمون قال اُتی ابوبکر بِوافر الجناحین
فقال ماصِیدَ من صیدٍ ولا عُضِدَ من
شجرٍ الا بما ضیّعت من التسبیح اخرجه
ابن ابی شیبة۔ واز تبری او رضی اللہ عنہ از
عُجب چوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمود
من جرّ ثوبه خُیَلاءَ لم ینظر اللهُ الیه یومَ القیامة
فقال ابوبکر انّ احد شِقّی ثوبی یسترخی الّا
ان اَتعاهد ذٰلك منه فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه
وسلم انك لستَ تصنعُ ذٰلك خُیَلاءَ اخرجه البخاری

اور ابوبکر رضؓ نے اپنی موت کے قریب فرمایا کہ یہ کپڑا اُتار لو۔ کہ وہ ایسا
کپڑا تھا جس پر گل سُرخ یا زعفران کا اثر تھا۔ اور اس کو دھو لینا۔
پھر اس کے ساتھ دوسرے دو کپڑے شامل کر کے مجھے کفنا دینا۔
عائشہ رضؓ نے کہا کہ اور یہ ہے کیسا! (یعنی پرانا کپڑا اس کو کفن میں
کیا استعمال کیا جاتے؟) تو ابوبکر رضؓ نے کہا کہ زندہ زیادہ حاجتمند ہے
نئے کپڑے کا بہ نسبت میّت کے کہ وہ (میت کے کپڑے) بدن کی رطوبت
کے لئے ہیں، اس کو مالکؒ نے روایت کیا۔ اور حضرت صدیق
رضی اللہ عنہ کے خوف کا یہ قصہ ہے۔ مروی ہے ضحاکؒ سے بیان
کیا کہ ابوبکر رضؓ نے ایک پرندے کو دیکھا جو ایک درخت پر آکر گرا تو آپ
کہنے لگے کہ اے پرندے تجھے مبارکباد! واللہ میں پسند کرتا ہوں
کہ میں تجھ جیسا ہوتا۔ تو درخت پر آگرتا ہے اس کے پھل میں
سے کھاتا ہے۔ پھر اُڑ جاتا ہے اور تیرے اُوپر کوئی حساب ہے
نہ عذاب۔ واللہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں راہ کی ایک جانب
میں کھڑا ہوا ایک درخت ہوتا پھر مجھ پر کسی اونٹ کا گزر ہوتا اور وہ
مجھے اپنے مُنہ میں داخل کرتا اور چباتا پھر مجھے حلق میں اُتار لیتا
پھر مینگنی بنا کر مجھے خارج کر دیتا اور میں بشر نہ ہوتا۔ اس کو ابن ابی
شیبہ نے روایت کیا۔ اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی عبرت کا یہ واقعہ
ہے۔ مروی ہے میمون سے کہ ابوبکر رضؓ کے سامنے (ایک پرندہ)
وافر الجناحین لایا گیا۔ تو آپ رضؓ نے کہا کہ جب کوئی شکار (جانور) شکار کیا
جاتا ہے یا کسی درخت کی کوئی شاخ کاٹی جاتی ہے تو اس وجہ سے
کہ وہ اپنی تسبیح کو ضائع کر دیتا ہے، اس کو ابنِ ابی شیبہ نے روایت
کیا۔ اور عُجب سے آپؓ کے مُبرّا ہونے کا شاہد یہ واقعہ ہے کہ
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے کپڑے
کو کھینچا فخر و نمود کے ساتھ تو قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اس
کی طرف نہیں دیکھے گا۔ تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

وفی لفظ ابی داؤد ان اللہ نزع
الخُیَلاءَ منک وازبکاء او رضی اللہ عنہ
قول عائشۃ وکان ابوبکر رجلاً
بکاءً اذا قرء القرآن
لا یملک عینیہ اخرجہ
البخاریُّ فی قصۃ طویلۃ۔
وقال ابراہیم النخعی کان ابوبکر
سمی الاوّاہ رافۃً ورحمۃً واز نفع
او خلق اللہ را مکتوب فی الکتاب الاوّل
مثل ابی بکر مثل القطر اینما وقع
نفع کلاھما مذکور فی الصواعق
واز ترک سوال او عن ابن ابی مُلیکۃ
قال کان ربما سقط الخطام (مہار ۱۲)
من ید ابی بکر الصدیق قال فیضرب
بذراع ناقتہ فینیخھا فیاخذہ قال
فقالوا لہ افلا امرتنا نناولکہ
فقال ان حبیبی صلی اللہ علیہ وسلم
امرنی ان لا اسأل الناس شیئاً
رواہ احمد واز صدق نیت او عن ابی
قتادۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
لابی بکر مررت بک وانت تقرأ وانت
تخفض من صوتک فقال انی اسمعت من
ناجیت الحدیث اخرجہ الترمذی۔
اینست آنچہ احوال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
حافظۂ بندۂ ضعیف درحالت راہنہ (موجودہ ۱۲) کفایت نمود

کہا کہ میرے کپڑے کا ایک پلا لٹک جایا کرتا ہے۔ اب میں اس سے
بچنے کا اہتمام رکھوں گا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ تم یقیناً ایسا ازراہ فخر ونمود نہیں کرتے، اس کو بخاری نے روایت
کیا۔ اور ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ اللہ نے تجھ میں سے خُیَلاء یعنی
فخرونمود کو نکال دیا ہے۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کا گریہ ثابت ہے قول
عائشہ رضؓ سے کہ ابوبکر رضؓ ایک بہت رونے والے شخص تھے جب
قرآن کی قرارت کیا کرتے تھے تو اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھتے
تھے، اس کو بخاری نے روایت کیا ہے ایک طویل قصہ میں اور
ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ ابوبکر رضؓ کا لقب اوّاہ پڑ گیا ان کی شفقت و
رحم دلی کی بنا پر۔ اور خلق خدا کو ان سے نفع کے بارے میں
الکتاب الاوّل میں لکھا ہے کہ ابوبکر رضؓ کی مثال بارش کی بوند کی
مانند ہے جہاں گرے نفع پہنچاتے، دونوں روایتیں "صواعق"
میں مذکور ہیں۔ اور آپؓ کا ترکِ سوال اس روایت سے۔ مروی
ہے ابن ابی ملیکہ سے کہ بسا اوقات ابوبکر صدیق رضؓ کے ہاتھ سے
اونٹ کی مہار چھوٹ کر گر جاتی تو اپنی ناقہ کے ذراع پر ہاتھ مار کر
اس کو بٹھلاتے اور مہار کو اٹھاتے۔ راوی نے ذکر کیا کہ لوگوں نے
ان سے کہا کہ آپؓ نے ہمیں کیوں نہ حکم دیا ہم اٹھا کر آپ کو دیدیتے۔
تو فرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں
سے کسی چیز کا سوال نہ کروں، روایت کیا اس کو احمد نے۔ اور ان کے
صدقِ نیت کا حال یہ ہے۔ مروی ہے قتادہ رضؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ
وسلم نے ابوبکر رضؓ سے فرمایا کہ میرا گزر تمہاری طرف ہوا اور تم قرارت
کر رہے تھے اور تم اپنی آواز پست رکھتے ہو۔ تو فرمایا کہ میں اس کی طرف
کان لگائے رکھتا ہوں جس سے سرگوشی کرتا ہوں، آخر حدیث تک۔
اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ جو کچھ احوال حضرت صدیق اکبر رضی
اللہ عنہ کا اس بندۂ ضعیف کا حافظہ اس موجودہ حالت میں

والقلیل نموذج الکثیر والغرافۃ تنبئ
عن البحر الکبیر اما تحمل وے رضی اللہ عنہ اعباء
نشر قرآنِ عظیم راپس بچند وجہ واقع شد یکے آنکہ
در وقتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از جملہ کاتبان
وحی بود فی الاستیعاب وممن کتب الوحیَ
ابوبکر وعمر وعثمانُ وعلیؓ دیگر آنکہ جمع کردہ
بود قرآن را یعنی حفظ کردہ بود تمام آں را امام
نوویؒ در تہذیب باں تصریح کردہ وایں معنی را
شاہدیست قوی وآں آنست کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم امر کرد بامامتِ صدیق رضؓ حالانکہ در
شریعت مقرر شد لیؤمکم اقرءکم و
فی لفظٍ اکثرکم قرآنًا وشاہدے دیگر آنکہ
در واقعہ ہوش رُبا جانکاہ انتقال سرور عالم علیہ
الصلوٰۃ والسلام کہ اکثر صحابہ رضؓ در محفوظاتِ خود
ذہول ورزیدہ بودند وَمَا مُحَمَّدٌ و اِنَّكَ
مَيِّتٌ تلاوت فرمود ومردم باجمعہم از وے
تلقّی آں کردند ایں دلالت دارد بر قوتِ حافظہ
او وکذا علمہ بالانساب وتواریخ العرب
وروایۃ الحدیث دفن الانبیاء فی ذلک
الوقتِ الفظیع وشاہدے دیگر است کہ حضرت
صدیق رضؓ سورتہائے طویلہ در نمازے خواند
مثل سورۃ بقرہ وایں صریح دلالت میکند بر
حفظ جمیع کتاب واگر فرض کنیم کہ وے رضی
اللہ عنہ تمام قرآن یاد نداشتہ باشد

کفایت کر سکتا ہے وہ یہ ہے اور قلیل نمونہ ہوتا ہے کثیر کا اور ایک چُلّو
خبر دیدیتی ہے بڑے دریا کی۔ اب سُنیئے حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ کے
نشر قرآنِ عظیم کے بار کے تحمّل کا حال تو یہ چند صورتوں سے واقع ہوا۔
ایک[1] یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ بھی وحی کے کاتبوں
میں سے تھے۔ استیعاب میں ہے اور جن لوگوں نے وحی کی کتابت کی
ابوبکر رضؓ اور عمر رضؓ اور عثمان رضؓ اور علی رضؓ تھے۔ دوسری[2] یہ کہ اُنھوں نے قرآن
کو جمع کیا تھا یعنی تمام قرآن کو حفظ کیا تھا۔ امام نوویؒ نے تہذیب
میں اس کی تصریح کی ہے اور اس معنی کا ایک قوی شاہد ہے اور
وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امامتِ صدیق رضؓ کا حکم
دیا اور اس قاعدہ کو شریعت میں مقرر کیا گیا ہے لیؤمکم اقرأکم الخ
یعنی تمھاری امامت وہ شخص کرے جو سب سے زیادہ قاری ہو
اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تم میں بکثرت قرآن پڑھنے والا
ہو۔ اور ایک شاہد اور بھی ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ
وسلم کے واقعۂ ہوش رُبا، جانکاہ (انتقال) کے وقت جب کہ اکثر صحابہ رضؓ جو
کچھ ان کے حافظہ میں تھا وہ سب کھوتے ہوئے تھے آپ رضؓ نے
وَمَا مُحَمَّدٌ اور اِنَّكَ مَيِّتٌ کی تلاوت فرمائی اور سب کے سب
لوگوں نے یہ آیات آپ سے لیں[ع]۔ اور یہ واقعہ دلالت رکھتا
ہے آپ کی قوتِ حافظہ پر اور ایسا ہی ان کا علم اَنساب اور
تواریخ عرب کے متعلق اور روایتِ حدیث دفن انبیاء ؑ کے متعلق
ایسے شدید وقت میں۔ اور ایک شاہد اور ہے کہ حضرتِ
صدیق رضؓ نماز میں طویل سورتیں پڑھا کرتے تھے مثل
سورۂ بقرہ کے اور یہ صریح دلالت کرتا ہے تمام کتاب
اللہ کے حفظ پر۔ اور اگر ہم فرض کرلیں کہ صدیق رضی اللہ عنہ
کو پورا قرآن حفظ نہیں تھا اس سے آپ رضؓ کے اجتہاد

ع یعنی یہ آیات اذہان سے گویا محو ہوچکی تھیں۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی تلاوت کے بعد ہی سب کو یاد آئیں ۱۲ مترجم

در صحتِ اجتہادِ او قدح نمیکند زیراکہ حفظِ
قرآن عن ظہر القلب شرطِ اجتہاد نیست
سوم آنکہ اوّل کسیکہ سعی کرد در جمع قرآن بین
اللوحین صدیقِ اکبر رضؓ بود کہ بالتماس فاروقِ
اعظم رضؓ اہتمام ایں امرِ عظیم فرمود و ثمرہ سعی او
ظاہر شد کہ بسببِ آں قرآن در مشرق و مغرب
شائع گشت چہارم آنکہ در بعض مواضع مشکلہ حل
اشکال فرمود و ایں وجہ در خطب حضرت
صدیق رضؓ مبیّن خواہد شد اما تحمّل وے رضی اللہ
عنہ نشرِ علم حدیث را بچندیں وجہ بودہ است
یکے آنکہ استمطارِ علم کردہ است از منبع العلم
قال لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علّمنی
دُعاءً اَدْعوبہ فی صلوٰتی قال قل اللّٰھم
انّی ظلمتُ نفسی ظلماً کثیرًا ولا یغفر الذنوب
الّا انت فاغفر لی مغفرۃً من عندك و
ارحمنی انك انت الغفورُ الرحیم اخرجہ
احمد وابو یعلےٰ وغیرھما وعن ابی ھریرۃ
قال قال ابو بکر یا رسول اللہ مُرنی
بشیءٍ اقولھا اذا اَصبحتُ واذا
اَمسیتُ قال قل اللّٰھم عالم الغیب
والشھادۃِ فاطر السمٰوٰت والارض
ربّ کل شئ وملیکہ اشھد ان لا الٰہ
الا انت اعوذُ بك من شرّ نفسی

کی صحت میں کوئی نقص نہیں واقع ہوتا کیونکہ لوح قلب میں
قرآن حفظ کرنا اجتہاد کی شرط نہیں ہے۔ تیسری یہ کہ سب سے
پہلے قرآن کو دو لوح (یعنی دو گتّوں) کے درمیان جمع کرنے
کی جس نے کوشش کی وہ صدّیق اکبر رضؓ تھے جنھوں نے فاروق
اعظم رضؓ کے التماس سے یہ عظیم کام کیا۔ اور آپ کی کوشش
کا نتیجہ ظاہر ہو گیا کہ اس کے سبب سے قرآن مشرق اور مغرب
میں شائع ہو گیا۔ چوتھی یہ کہ بعض مشکل مواقع میں آپ نے اشکال
حل فرمائے اور یہ بات حضرت صدیق رضؓ کے خطبات میں خوب واضح
ہو جائے گی۔ اب لیجئے آپ کا اشاعت علم حدیث کے بار کا تحمّل تو
وہ چند صورتوں کے ساتھ ہوا ہے۔ ایک یہ کہ آپ نے فیضانِ علم
لینے کی کوشش براہِ راست منبع علم سے کی ہے۔ آپ رضؓ نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے ایسے کلمات
دُعا سکھا دیجئے جن سے میں اپنی نماز میں دعا کیا کروں۔ فرمایا
کہو اَللّٰھُمَّ اِنّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ الخ (ترجمہ: یا اللہ میں نے تو گناہوں
کا مرتکب ہو کر) اپنے نفس پر بہت ظلم کیا اور گناہوں کو آپ عہ
کے سوا کوئی نہیں بخشتا آپ اپنی طرف سے درگزر فرماتے ہوئے
میرے گناہ بخش دیں اور مجھ پر رحم فرمائیں بیشک آپ
ہی بہت مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں)،
اس کو احمد اور ابو یعلےٰ وغیرہما نے روایت کیا۔ مروی ہے ابو ہریرہ رضؓ
سے کہا کہ ابو بکر رضؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! مجھے ایسی چیز
بتا دیجئے جس کو میں روزانہ جب صبح اور شام آیا کرے تو پڑھ
لیا کروں۔ فرمایا کہ کہو اَللّٰھُمَّ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الخ یا اللہ!
ہر غائب اور حاضر کا علم رکھنے والے، آسمانوں اور

عہ کس خوبی کے ساتھ عیسائیت کے اعتقادِ باطل سے بچایا گیا ہے کہ جو گناہ کرو پادری صاحب سے کہدو وہ معافی دیدیں گے تو گناہ سے پاک ہو گئے ۱۲
اشتیاق احمد عفی عنہ

ومن شر الشيطان وشركه قال
قله اذا اصبحت واذا امسيت و
اذا اخذت مضجعك اخرجه
الترمذي وعن ابي بكر الصديق
قال كنت عند رسول الله صلى
الله عليه وسلم فانزلت هذه الاية
مَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا يُجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ه
فقال النبي صلى الله عليه وسلم يا ابا بكر
الا اُقرئك اٰية اُنزلت على
قلت بلى يا رسول الله فاقرانيها
فلا اعلم الا اني وجدت انقصاما
في ظهري حتى تمطأت لها فقال
رسول الله صلى الله عليه وسلم اما
انت يا ابا بكر واصحابك
المؤمنون فيجزون بذلك
في الدنيا حتى تلقوا الله
وليست لكم ذنوب
واما الاخرون فيجمع
ذلك لهم حتى يجزوا يوم
القيامة اخرجه ابو يعلى
عن حذيفة عن ابي بكر
اما حضر ذلك حذيفة
من النبي صلى الله عليه
وسلم وانما اخبره

زمین کے پیدا کرنے والے، ہر چیز کے پروردگار اور پوری ملکیت رکھنے
والے! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں
اور آپ سے پناہ چاہتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان
کے شر سے اور اُس کے شرک سے (جس کی اس کو اجازت بخشی گئی
ہے وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ الخ فرما کر (۱۷: ۶۴) کہ
تو اُن کے اموال اور اولاد میں اپنا ساجھا کر لینا) فرمایا کہ یہ پڑھ لیا
کرو جب تم پر صبح آئے اور جب شام آئے اور جب تم اپنے آرام
کی جگہ (یعنی بستر پر سونے کے لئے) پہنچ جاؤ۔ اس کو ترمذی نے
روایت کیا۔ اور مروی ہے ابو بکر صدیق رضؓ سے کہا کہ میں رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی مَنْ يَعْمَلْ
سُوْءًا الخ (۴: ۱۲۳) جو شخص کوئی بُرا کام کرے گا وہ اُس کے
عوض میں سزا دیا جائے گا اور اس شخص کو خدا کے سوا نہ کوئی یار
ملے گا نہ مددگار ملے گا" تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے
ابو بکر رضؓ! کیا میں تم کو وہ آیت نہ پڑھاؤں جو مجھ پر نازل ہوئی ہے؟
میں نے کہا بیشک یا رسول اللہ صؐ! تو یہ آیت مجھے پڑھائی۔ تو میں نہیں
جانتا بجز اس کے کہ میں نے اپنی کمر میں ہڈی پھوٹتی محسوس کی یہاں
تک کہ اُس کی وجہ سے انگڑائی لی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا (گھبراؤ نہیں) اے ابو بکر رضؓ! تم اور تمہارے ساتھی مومنین
کو اس کا بدلہ دنیا میں دیدیا جائے گا (جسمانی تکالیف اور مالی نقصانات
وغیرہ پہنچا کر) یہاں تک کہ تم اللہ سے ایسی حالت میں ملوگے کہ تم
پر گناہ نہیں ہوں گے۔ رہے دوسرے لوگ تو اُن کے یہ گناہ جمع
ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کو قیامت کے دن اُن کا بدلہ
دیا جائے گا۔ اس کو ابو یعلےٰ نے روایت کیا۔ مروی ہے حذیفہ رضؓ
سے وہ روایت کرتے ہیں ابو بکر رضؓ سے یا اس موقع پر حذیفہ رضؓ
خود ہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے

ابوبکر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل قال قلت یا رسول اللہ وھل الشرک الا ما عبد من دون اللہ قال ثکلتک امک یا صدیق الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل الا اخبرک بقول یذھب صغیرہ وکبیرہ قال قلت بلی یا رسول اللہ قال تقول کل یوم ثلث مرات اللھم انی اعوذ بک من ان اشرک بک وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم والشرک ان تقول اعطانی اللہ وفلان والند ان یقول الانسان لولا فلان لقتلنی فلان اخرجہ ابو یعلی بسند غریب

دوم آنکہ نزدیک بصد و پنجاہ حدیث از مرویاتِ او در دستِ محدثین باقیماندہ است وایں معنی نسبت صحبتِ دائمہ حضرت صدیقؓ وکثرتِ حضور او در مشاہدِ خیر قلیل است بہ بسیارے لیکن دو سہ سبب از کثرتِ روایت باز داشت سببی کہ راجع بحالِ حضرت صدیقؓ است وآں آنست کہ وی رضی اللہ عنہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو سال و چند ماہ در قیدِ حیات بود و مشغول ماند بقتالِ مرتدین و مانعانِ زکوٰۃ باز بہ تجہیز جیوش برائے جہاد فارس وروم اگر ایں را شاہدے صریح میخواہی تامل کن درحالِ جمعے از فضلاء صحابہؓ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اور یا اُن کو ابوبکرؓ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرک تم میں زیادہ پوشیدہ (آتا) ہے چیونٹی کی رفتار سے۔ میں نے کہا کہ یارسول اللہ اور شرک یہی تو ہے کہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کیجائے۔ فرمایا کہ تجھے تیری ماں روتے اے صدیقؓ! شرک (اتنی ہی بات میں محدود نہیں وہ) تم میں زیادہ پوشیدہ آتا ہے چیونٹی کی رفتار سے۔ کیا میں تم کو ایسا کلام نہ بتادوں جو اس کے چھوٹے اور بڑے دونوں کو زائل کر دے۔ میں نے کہا ضرور یارسول اللہ فرمایا کہ ہر دن میں تین مرتبہ یہ کہا کرو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ الخ یعنی اے اللہ میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں آپ کے ساتھ شرک کروں اور میں (اُس کے شرک ہونے کو) جانتا بھی ہوں اور آپ سے مغفرت چاہتا ہوں اُس سے جو (میں کر گزرا اور) میں نہیں جانتا تھا۔ اور "شرک" یہ ہے کہ تو یوں کہے کہ (فلاں شے) مجھے اللہ نے اور فلاں شخص نے عطا کی اور "ند" یہ ہے کہ انسان یوں کہے کہ اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو فلاں شخص مجھے قتل کر دیتا، اس کو ابو یعلیٰ نے بسندِ غریب روایت کیا۔ دوسری یہ کہ ڈیڑھ سو احادیث کے قریب انکی مرویات محدثین کے ہاتھوں میں باقی رہ گئی ہیں اور یہ مقدار حضرت صدیقؓ کی دائمی صحبت اور خیر کے مواقع پر ان کے بکثرت حاضر ہونے کے لحاظ سے بہت ہی قلیل ہے۔ لیکن دو تین سبب نے اُن کو کثرتِ روایت سے باز رکھا۔ ایک سبب تو ایسا ہے جو راجع ہے حضرت صدیقؓ کے حال کی طرف اور وہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دو سال اور چند مہینے بقیدِ حیات رہے اور مشغول رہے مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کے ساتھ جنگ کرنے میں اور جہاد فارس و روم کے لئے لشکروں کی تیاری میں۔ اگر تم اس کا کوئی شاہدِ صریح چاہتے ہو تو تامل کرو فضلاء صحابہؓ کی ایک جماعت کے حال میں کہ جن کی تعظیم شان آنحضرت

تنویہ شانِ ایشاں با علمیت فرمودہ چوں مدّت
دراز باقی نماندند از ایشاں روایتِ حدیث چندانے در
دستِ محدّثین نماند مثل معاذ بن جبلؓ دیگر سببے حاصل
درسامعانِ حدیث از وے واں آنست کہ حاضرانِ
مجلسِ حضرت صدیقؓ غالباً صحابہؓ بودند و محتاج
نشدند در بسیارے از احادیث بتوسیط وے بلکہ اکثر
آں احادیث از زبانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
شنیدہ بودند وہنوز مُخضرمین وارد نشدہ بودند
الاّ قلیلے مثل قیس بن ابی حازم سوم سببے در
تقلیلِ روایت واں قلّت وقائع است وآنچہ بسبب
وقائع بیان کردہ است اکثر در خطب امّا مرفوعاً
واَمّا موقوفاً مع ہٰذا احادیث وے چند طبقہ
است بعض صحیح مثل حدیثِ مقادیرِ زکوٰۃ
کہ بخاری آں را نقل کردہ او اصحّ احادیثِ
زکوٰۃ است ومعمول بہ ومعتمد علیہ
وحدیث ہجرت وآں را حدیث الرّحل
گویند وحدیث نحن معاشر الانبیاء
لا نرث ولا نورث اخرج احمد عن
عبد الرزّاق قال اہل مکّۃ یقولون اخذ
ابن جریج الصّلوٰۃ من عطاءٍ واخذہا
عطاءٌ من ابن الزبیر واخذہا ابن
الزبیر من ابی بکرٍ واخذہا ابوبکر
من النّبی صلے اللہ علیہ وسلم

صلے اللہ علیہ وسلم نے اعلمیت کے ساتھ فرمائی (کہ ان کو "بڑا عالم"
فرمایا) جب وہ مدّت دراز تک باقی نہ رہے تو اُن سے جو حدیث روایت
ہوئیں وہ بھی محدّثین کے ہاتھوں میں اتنی باقی نہ رہیں (کہ معتد بہ
کہا جاسکے) جیسے معاذ بن جبلؓ (ان کا انتقال ۱۸ھ میں ہوا)
دوسرا سبب ایسا ہے جو اُن سے حدیث سُننے والوں کی جانب سے
آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی مجلس کے
حاضرین زیادہ تر صحابہؓ ہوتے تھے اور وہ بہت سی احادیث
میں آپ کے واسطہ روایت کے محتاج نہ تھے بلکہ ان میں سے اکثر
احادیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے خود سُنے
ہوتے تھے اور ابھی تک مخضرمینؒ وارد نہیں ہوتے تھے مگر
بہت کم مثل قیس بن ابی حازم کے۔ تیسرا ایک خاص سبب ہے
قلّت روایت کا اور وہ ہے وقائع کی قلّت اور جو کچھ آپ نے
وقائع کے سبب سے بیان کیا ہے وہ اکثر خطبات میں مذکور ہے بطریق
مرفوع یا بطریق موقوف۔ اس کے باوجود ان کی احادیث کئی
طبقہ کی ہیں بعض صحیح ہیں جیسی مقادیر زکوٰۃ کی حدیث کہ بخاری
نے اس کو نقل کیا ہے اور وہ احادیث زکوٰۃ میں سب سے زیادہ صحیح
ہے اور معمول بہ اور معتمد علیہ اور ہجرت کی حدیث جس کو حدیث الرحل
کہتے ہیں اور حدیث نحن معاشر الانبیاء۔الخ یعنی ہم انبیاء کے گروہ
(کا یہ حکم ہے) کہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا
وارث ہوتا ہے۔" احمدؒ نے روایت کی عبدالرزاقؒ سے انھوں نے کہا کہ
اہل مکہ کہتے ہیں کہ ابن جُریجؒ نے نماز سیکھی ہے عطاءؒ سے اور
عطاءؒ نے اس کو لیا ابن الزبیرؓ سے اور ابن الزبیرؓ نے اس کو لیا
ہے ابوبکرؓ سے اور ابوبکرؓ نے اس کو لیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

ع محدثین کی اصطلاح میں مخضرمین ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر آپ سے ملاقات نہیں کرسکے۔ ایسے راوی جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت کرتے ہیں تو وہ کسی صحابی کے واسطہ سے ہوتی ہے اور شعراء میں وہ شاعر مخضرمی کہے جاتے ہیں جنھوں نے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا اور اسلام کا بھی ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

ما رأیت احداً احسن صلوٰۃً من ابن جریج
آنچہ الحال در کتبِ سنن در صفتِ صلوٰۃ بطریقِ اہل
مکہ مذکور میشود ماخوذ ازیں جہت است و بعض حسن
مثل حدیث سلوا اللہ العافیۃ و حدیث لا
یدخل الجنۃ سیئ الملکۃ و حدیث ما اصرّ
من استغفر و حدیث صلوٰۃ الاستغفار۔
و نوع سوم احادیثے کہ مشہور است بین الناس
بروایتِ اصحابِ دیگر و غریب است بروایتِ حضرت
صدیق رض و اکثر آں احادیث مردماں را بروایتِ
آں حدیث جری ساختہ است و حامل روایتِ آں
گشتہ مثل حدیث اثباتِ قدر بروایتِ عبدالرحمٰن
ابن ابی بکر عن ابیہ و حدیث الذہبُ بالذہب آہ
بروایتِ ابی رافع و حدیث مَن کذبَ علیّ
متعمداً و حدیث اتقوا النار و لو بشقِ تمرۃ
و حدیث ما بین منبری و بیتی روضۃٌ من ریاض
الجنۃ و حدیث شفاعتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم و حدیث خروج بعض اہلِ النار من النار
بشفاعۃ الشہداء وغیرہم و حدیث مغفرۃ مَن
کان یُسامحُ فی البیع و حدیث مَن اوصٰے
باحراقِ نفسہ خوفاً من اللہ تعالےٰ و حدیث
ان المیّت یُعذّب ببکاء الحیّ علیہ
و حدیث یدخل الجنۃ سبعونَ الفاً بلا حساب
و حدیث رجم ماعزِ اسلمی و حدیث السواکُ
مُطہرۃٌ للفم و حدیث الائمۃ من قریش
و شیئٌ کثیر من ہذا الجنس روی ہذہ

میں نے کسی کو ابنِ جریج سے زیادہ اچھی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔
اب جو کچھ کتبِ سنن میں صفتِ صلوٰۃ بطریقِ اہل مکہ ذکر کی جاتی
ہے وہ سب اسی جہت سے ماخوذ ہے۔ اور بعض حسن ہیں
جیسے حدیث سلوا اللہ العافیۃ (اللہ سے عافیت مانگو) اور حدیث
لا یدخل الخ یعنی برے ملکات کا شخص جنت میں نہ داخل ہوگا۔ اور
حدیث ما اصر من استغفر اور صلوٰۃ الاستغفار کی حدیث اور تیسری
قسم وہ احادیث ہیں جو لوگوں میں مشہور ہیں دوسرے اصحاب رض
کی روایت سے اور غریب ہیں صدیق اکبر رض کی روایت سے اور ایسے
لوگوں کی اکثر احادیث کو اُن احادیث کی روایت کے ساتھ چالو
کردیا اور وہ اس روایت کے حامل ہوگئے جیسے اثباتِ قدر کی
حدیث بروایت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رض جو اپنے باپ ابوبکر رض سے روایت
کرتے ہیں اور حدیث الذہب بالذہب الخ ابو رافع رض کی روایت
سے اور حدیث مَن کذب علیّ متعمداً اور حدیث اتقوا
النار الخ یعنی آگ سے بچاؤ کرو اگرچہ ایک کھجور کے ٹکڑے سے ہو۔
اور حدیث ما بین منبری الخ یعنی میرے منبر اور میرے گھر کے
درمیان ایک باغیچہ ہے جنت کے باغیچوں میں سے۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی حدیث اور وہ حدیث جس میں
بعض اہلِ نار کا شہداء وغیرہم کی شفاعت سے نکالے جانے کا ذکر
ہے اور اس شخص کی مغفرت والی حدیث جو بیع میں بے احتیاطی کرتا تھا
اور وہ حدیث جس میں ایک شخص کی وصیت کا ذکر ہے جو اُس نے
اللہ کے خوف سے اپنے جسم کو پھونکدینے کے لئے کی تھی۔ اور یہ
حدیث کہ مُردہ کو عذاب دیا جاتا ہے اُس پر زندہ کے گریہ وبکا سے
اور یہ حدیث کہ جنت میں ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے داخل
ہوں گے اور ماعز اسلمی کو سنگسار کئے جانے کی حدیث اور یہ حدیث
کہ مسواک مُنہ کو پاکیزہ کرنے والی ہے۔ اور الائمۃ من قریش

الاحادیث کلها احمد و ابویعلی فی مسندیهما
و اخرج الدارمی عن قیس بن ابی حازم عن ابی بکر
حدیث کفرٌ باللہ انتفاءٌ من النسب چوں این ہمہ
مباحث گفتہ شد الحال باید دانست کہ بعد
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر معضلے کہ پیش
آمد صدیق اکبرؓ آں را حل کرد و مسلمین را از حیرت
و تردد خلاص ساخت این معنے مکرر واقع شد
تا آنکہ تقدم وے رضی اللہ عنہ در علم و تربیت او
رعیت خود را بر منہاج تربیت انبیاءؑ روشن
گشت و شبہ نماند۔ از انجملہ آنست کہ چوں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم از عالم دنیا برفیق
اعلیٰ انتقال فرمود تشویشہائے بیشمار بخاطر مردم
راہ یافت ظنِ بعضے آنکہ ایں موت نیست
حالتے است کہ عندالوحی پیش می آید و گمان بعضے
آنکہ موت منافی مرتبہ نبوت است و طائفہ کہ
نفاق پیشہ بودند عزم برہم زدن دین دریں فترت
مصمم ساختند صدیق اکبرؓ اول حال نزدیک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رفت و چادر از روئے
مبارک برداشت و بوسہ بر پیشانی مبارک
داد و تحقق موت بیقین دانست و بکلماتِ
جان فرسا واہ نبیاہ واخلیلاہ واصفیاہ
متکلم شد انگاہ بمسجد در آمد و خطبہ بلیغہ
برخواند عن ابن عمر قال لما قبض رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کان ابوبکر فی ناحیۃ المدینۃ
فجاء فدخل علی رسول اللہ صلی اللہ

والی حدیث۔ اور اس جنس کی بہت سی چیزیں ہیں۔ ان سب احادیث کو احمد
اور ابو یعلیٰ نے اپنی اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اور دارمی نے روایت
کیا ہے قیس بن ابی حازم سے وہ ابو بکرؓ سے یہ حدیث کہ نسب کی نفی
کرنا اللہ کے ساتھ کفر کرنا ہے۔ جب یہ مباحث بیان ہو چکے تو اب
جاننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو مشکل بھی پیش
آئی صدیقِ اکبرؓ نے اس کو حل کر کے مسلمانوں کو حیرت اور تردد سے
رہا کیا۔ ایسی باتیں بار بار واقع ہوئی ہیں یہاں تک کہ صدیقِ اکبر رضی
اللہ عنہ کا علم میں اور اپنی رعیت کی تربیت میں تربیتِ انبیاءؑ کے
طریق پر سب سے آگے ہونا روشن ہو گیا اور اس میں کوئی شبہ باقی نہ رہا۔
ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم دنیا
سے رفیقِ اعلیٰ کی طرف انتقال فرمایا تو لوگوں کے لئے بیشمار تشویشیں
پیدا ہو گئی تھیں، بعض کا گمان یہ تھا کہ یہ موت نہیں ہے بلکہ یہ اس
قسم کی حالت ہے جو وحی کے وقت پیش آتی ہے اور بعض کا گمان یہ تھا
کہ موت مرتبہ نبوت کے منافی ہے اور جو ایک گروہ کے لوگ نفاق پیشہ
تھے انھوں نے اس خالی وقت میں دین کو درہم برہم کر دینے کا پکا
ارادہ کر لیا۔ صدیقِ اکبرؓ اول حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
نزدیک گئے اور آپؐ کے چہرۂ مبارک سے انھوں نے چادر اٹھائی اور
پیشانئ مبارک پر بوسہ دیا اور موت کا واقع ہونا یقین کے ساتھ سمجھ
لیا اور کلماتِ جاں فرسا وانبیاہ (ہائے نبیؐ) واخلیلاہ (ہائے محبوب)
واصفیاہ (ہائے مخلص حقیقی) سے متکلم ہوئے۔ پھر آپؓ مسجد میں آئے
اور ایک بلیغ خطبہ آپ نے پڑھا۔ مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ جب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ابو بکرؓ مدینہ کے ایک گوشہ میں
تھے۔ پھر آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور
آپؐ چادر اوڑھے ہوئے تھے تو انھوں نے اپنا منہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی پیشانئ مبارک پر رکھ دیا اور اس کو چومتے اور روتے رہے

عليه وسلم وهو مسجّى (پوشیدہ) فوضع فاه على جبين رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل يقبّله ويبكي ويقول بابي انت وامّي طبت حيًّا وطبت ميتًا فلمّا خرج مرّ بعمر بن الخطاب وهو يقول ما مات رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا يموت حتّى يقتل الله المنافقين وحتى يخزي الله المنافقين قال وكانوا استبشروا بموت رسول الله صلى الله عليه وسلم فرفعوا رءوسهم فقال ايها الرّجل اربع على نفسك فان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد مات الم تسمع الله يقول إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُم مَّيِّتُونَ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُونَ ۝ قال ثم اتى المنبر فصعده فحمد الله واثنى عليه ثم قال ايها النّاس ان كان محمّدًا الهكم الّذي تعبدون فانّ الهكم قد مات وان كان الهكم الذي في السماء فان الهكم لم يمت ثم تلا وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ حتى ختم الأية ثمّ نزل وقد استبشر المسلمون بذلك واشتدّ فرحهم واخذت المنافقين الكآبة قال عبد الله بن عمر فوالّذي نفسي بيده لكانّما كانت على وجوهنا اغطية فكشفت اخرجه

اور کہتے رہے میرے ماں باپ آپؐ پر قربان آپؐ پاکیزہ رہے حیات کی حالت میں اور پاکیزہ ہیں موت کی حالت میں۔ پھر جب نکلے تو عمر بن الخطابؓ پر گزرے اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں مرے اور نہ ہی مریں گے یہاں تک اللہ تعالےٰ منافقین کو قتل کردے اور یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ منافقین کو رسوا کردے۔ بیان کیا کہ منافقین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی موت کی ایک دوسرے کو خوش خبری دے رہے تھے اور انھوں نے اپنا سر اُبھارا تھا۔ تو آپ نے (عمرؓ سے) کہا کہ اے شخص اپنے ساتھ نرمی کر کیونکہ رسول اللہؐ وفات پاچکے کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ۝ (۳۹: ۳۰) یقیناً آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الخ (۲۱: ۳۴) اور ہم نے آپؐ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا پھر اگر آپؐ کا انتقال ہو جاتے تو کیا یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ کو رہیں گے"۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ پھر آپ منبر پر پہنچے اس پر چڑھ کر اللہ کی حمد و ثنا پڑھی پھر فرمایا اے لوگو! اگر محمدؐ تمہارے معبود تھے جس کی تم عبادت کرتے ہو تو یقیناً تمہارا معبود مرچکا ہے اور اگر تمہارا معبود وہ ہے جو آسمان میں ہے تو تمہارا معبود نہیں مرا۔ پھر (اس آیت کی) تلاوت کی وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ الخ (۳: ۱۴۴) اور محمدؐ صرف رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ اُلٹے پھر جاؤ گے"۔ آیت کے ختم تک۔ پھر اُتر آئے (اب یہ حال ہوگیا) کہ مسلمان اس تقریر سے خوش ہوگئے اور ان کو بہت فرحت ہوئی اور منافقین کو رنج و غم نے پکڑ لیا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی کہ میرا نفس جسکے ہاتھ میں ہے۔ یقیناً ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے چہروں پر پردے پڑے ہوئے تھے جو اُلٹ دیئے گئے۔ اس کو ابن

ابن ابی شیبۃ واخرج جماعۃ نحوا من ذلک بروایۃ عایشۃ وغیرھا و از انجملہ آنکہ در محل دفن وکیفیتِ صلوٰۃِ جنازہ اختلاف افتاد حضرتِ صدیق رضؓ آں اختلاف را بر انداخت فی مسند ابی یعلیٰ فلما فرغ من جھازِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الثلثاء وضع علیٰ سریرہ وقد کان المسلمون اختلفوا فی دفنہ فقال قائل ندفنہ فی مسجدہ وقال قائل بل یدفن مع اصحابہ فقال ابوبکر انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما قبض نبی الا دفن حیث قبض فرفع فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی توفی فیہ فحفر لہ تحتہ ثم دعا الناس علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلون علیہ ارسالا الرجال حتی اذا فرغ منھم ادخل النساء حتی اذا فرغ من النساء ادخل الصبیان ولم یؤم الناس علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد فدفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اوسط اللیل لیلۃ الاربعاء بعدازاںعہ دراں حالتِ ہوش ربا اعظم اختلافے کہ پیش آمد اجتماعِ انصار بود در سقیفۂ بنی ساعدہ بقصد بیعت سعد بن عبادہ واین ہماں اختلاف است کہ اگر تدبیر حضرتِ صدیق رضؓ و فاروق رضؓ مباشر دفع

ابن ابی شیبہ نے روایت کیا اور ایک جماعت نے اسی طرح عائشہ رضؓ وغیرہا سے روایت کی ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ مقام دفن اور کیفیتِ نماز جنازہ میں اختلاف واقع ہوا۔ حضرت صدیق رضؓ نے اس اختلاف کو ختم کر ڈالا۔ مسند ابی یعلیٰ میں ہے کہ جب فراغت ہو گئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کفن پہنانے سے منگل کے دن تو آپؐ کو تخت پر رکھا گیا اور مسلمانوں میں آپؐ کے دفن کے بارے میں اختلاف ہو گیا تھا۔ کوئی کہنے والا تو یہ کہہ رہا تھا کہ آپؐ کو آپؐ کی مسجد میں دفن کرو۔ اور کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا تھا کہ نہیں آپکو آپؐکے اصحاب رضؓ کے ساتھ دفن کرو تو ابوبکر رضؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ ہر نبی کی روح جس جگہ قبض کی گئی ہے اُس کو اسی جگہ دفن کیا گیا ہے۔ جہاں روح قبض کی گئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ فرش اُٹھایا گیا جس پر آپؐ کی وفات ہوئی تھی اور اس کے نیچے آپؐ کے لئے قبر کھودی گئی۔ پھر ابوبکر رضؓ نے لوگوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بلایا کہ آپؐ پر نماز پڑھتے رہیں فرقہ فرقہ ہو کر (پہلے) مردوں کو اور جب اُن سے فراغت ہو گئی تو عورتوں کو داخل کیا اور جب عورتوں سے فراغت ہو گئی تو لڑکوں کو داخل کیا گیا اور کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر لوگوں کی امامت نہیں کی۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دفن کئے گئے رات کے درمیانی حصّہ میں بُدھ کی شب میں۔" اس عہ کے بعد (حضرت صدیق رضؓ کا اہم کارنامہ سُنیئے کہ) اسی حالتِ ہوش رُبا میں سب سے پہلے جو اختلاف کہ پیش آیا وہ انصار کا اجتماع تھا سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ رضؓ سے بیعت کرنے کے ارادہ سے۔ اور یہ ایسا اہم اختلاف تھا کہ اگر (بر وقت) حضرت صدّیق رضؓ و فاروق رضؓ اس کو مٹانے کی کوشش میں نہ لگ جاتے تو تلوار چلنے کی نوبت

عہ "بعدازاں" کو دفن سے فراغت کے ساتھ مربوط نہ سمجھا جائے کیونکہ استخلاف کا واقعہ تدفین سے پہلے ہی پیش آگیا تھا ۱۲ مترجم

آں بمنیشد سَیلِ سیف بیان می آمد و دین از هم می پاشید حضرت صدیق رضؓ و فاروق رضؓ درسقیفہ حاضر شدند و بسیفِ بیان قطعِ آں اختلاف نمودند و رواۃِ علم در نقل ایں بیانِ قاطع مختلف اند ہر یکے چیزے حفظ کرد و چیزے ترک نمود دریں محل روایتے چند برنگاریم تا قصہ منقح گردد اما۔ روایتِ فاروقِ اعظم رضؓ کہ در جواب اِنَّ بیعۃَ ابی بکرٍ کانت فلتۃً [ناگاہ و بے تأمل ۱۲] فتمّت در خطبۂ بلیغہ بیان کردہ است آنست کہ انصار گفتند یا معشرَ قریش مِنّا امیرٌ ومنکم امیرٌ فقامَ الحُبَابُ بن المنذرِ فقال اَنَا جُذَیلُهَا المُحَکَّکُ وعُذَیقُهَا المُرَجَّبُ اِن شئتُم واللّٰہِ رَدَدْنَاهَا جَذَعَۃً [جوان ۱۲] فقال ابوبکر علٰی رِسلِکُم [توقف کنید ۱۲] فذهبتُ لاتکلَّمَ قال انصُت یا عُمَر فحمد اللّٰہ واثنیٰ علیہ ثم قال یا معشرَ الانصار انّا واللّٰہ ما ننکر فضلکم ولا بَلاءَکم فی الاسلام ولا حقَّکم الواجبَ علینا ولکنّکم قد عرفتُم ان هٰذا الحیَّ من قریش بمنزلۃٍ من العرب لیس بها غیرهم و ان العرب لن تجتمعَ الّا علٰی رجلٍ منهم فنحنُ الاُمراءُ وانتم الوزراءُ فاتّقوا اللّٰہ ولا تصدّعوا [تفرقوا ۱۲]

آجاتی اور دین کے پرخچے اُڑ جاتے۔ حضرت صدیقؓ اور فاروق رضؓ سقیفہ میں (فوراً) پہنچ گئے اور سیفِ بیان سے انھوں نے اس اختلاف کو قطع کر دیا۔ رُواۃِ علم میں اس بیان کو نقل کرنے میں اختلاف ہے۔ ہر ایک نے ایک بات محفوظ کی اور ایک بات ترک کر دی اس لئے اس موقع پر ہم چند روایتیں لکھتے ہیں تاکہ قصہ منقح ہو جائے۔ اَب لیجئے حضرت فاروق رضؓ کی روایت کو جو آپ نے جواب میں اِنَّ بیعۃَ ابی بکرٍ کانت فلتۃً فتمّت کے فرمائی تھی (یعنی ابوبکر رضؓ کی بیعت اچانک شروع ہوئی اور پوری ہو گئی) آپ نے خطبۂ بلیغہ میں یہ بیان کیا کہ انصار نے کہا کہ اے گروہِ قریش ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے۔ تو کھڑا ہوا حباب ابن المنذر اور اس نے کہا کہ میں اس امر کا وہ لکڑ ہوں جس سے کھجلی دفع کی جاتی ہے (اونٹ جس سے کھجا کر اپنی کھجلی دفع کرتے ہیں) اور کھجور کا وہ درخت ہوں جس کو میوے کے بوجھ سے ٹیک لگائے ہیں تاکہ وہ گرے نہیں (مطلب یہ کہ میں بڑا اصابت الرائے ہوں فائدہ اُٹھاؤ میری رائے سے) اگر تم چاہو واللہ ہم اس (خلافت) کو ایک جوان کی طرف لوٹائیں گے۔ تو ابوبکر رضؓ نے فرمایا ٹھہر جاؤ۔ پھر میں گیا کہ (اس مسئلہ پر) کلام کروں تو کہا کہ اے عمر رضؓ! خاموش رہو۔ پھر ابوبکر رضؓ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اس کے بعد کہا اے گروہ انصار! ہم لوگ خدا کی قسم تمہاری فضیلت کا انکار نہیں کرتے اور نہ اُن تکلیفات کا جو کہ اِسلام میں تم پر پہنچیں اور نہ تمہارے اُس حق کا جو ہم پر واجب ہے، لیکن تم خوب جانتے ہو کہ یہ قبیلہ یعنی قریش تمام عرب میں وہ مقام رکھتا ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ عرب ہرگز جمع نہیں ہوں گے مگر ایسے شخص پر جو قریش میں سے ہو تو ہم اُمراء ہوں گے اور تم وُزراء رہو گے تو اللہ سے ڈرو اور اسلام میں تفرقہ نہ ڈالو

الاسلام ولا تکونوا اوّل من احدث
فی الاسلام الا و قد رضیتُ لکم
احد هذین الرّجلین لی و
لابی عبیدۃ بن الجرّاح فایّهما
بایعتم فهو لکم ثقةٌ قال
فواللہ ما بقی شیءٌ کنتُ
احبّ ان اقوله الا و قد قاله
یومئذ غیر هذہ الکلمة فو
اللہ لان اُقتَل ثمّ اُحیی ثم اُقتل
ثم اُحیی فی غیر معصیة احبُّ الی
من ان اکون امیرًا علٰی قوم
فیهم ابوبکر قال ثم قلتُ یا معشر
الانصار یا معشر المسلمین ان
اولی الناس بامر رسول اللہ صلے
اللہ علیه وسلم من بعدہ ثانی
اثنین اِذ هما فی الغار ابوبکر
السبّاقُ المبین ثم اخذتُ بیدہ
و بادرنی رجلٌ من الانصار فضرب
علی یدہ قبل ان اضرب علی یدہ ثم
ضربتُ علی یدہ وتبایعَ الناسُ ومِیلَ
علی سعد بن عُبادۃ فقال الناس قُتِلَ
سعد فقلتُ اُقتلوہ قتله اللہ
ثم انصرفنا وقد جمع اللہ امر
المسلمین بابی بکر فکانت لعمر
اللہ کما قلتم اَعطی اللہ خیرها

یعنی فلتۃ ۱۲

اور تم وہ پہلے شخص نہ بنو جو اسلام میں (تفرقہ) کی ابتداء کرنیوالا ہو
سُن لو کہ میں تم پر خلیفہ بنانے کے لئے ان دو آدمیوں میں سے ایک
کو پسند کرتا ہوں۔ میرے متعلق کہا اور ابو عبیدہ بن الجراحؓ
کے متعلق، تو ان دونوں میں سے جس سے تم بیعت کرلو وہ
تمہارے لئے ثقہ ثابت ہوگا۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ واللہ کوئی بات
باقی نہ رہی جس کو میں کہنا چاہتا تھا مگر ابوبکرؓ نے اُس دن وہ
سب کہدیں۔ بجز اس بات کے (یعنی میرا نام پیش کرنے کے)
کیونکہ خدا کی قسم اگر میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر
قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں۔ بغیر اس کے کہ میں نے
کوئی گناہ کیا ہو یہ مجھے پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں ایسی
قوم پر امیر بنوں جن میں ابوبکرؓ موجود ہو۔ عمرؓ نے کہا اے گروہ
انصار! اے تمام مسلمانو! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جانشینی
کے امر میں ان کے بعد سب سے اَولیٰ ثانی اثنین اذ هما فی الغار
ابوبکرؓ ہیں جو سب سے پہلے کُھل کر اعلان کے ساتھ اسلام لانیوالے
ہیں۔ پھر میں نے (بیعت کے لئے) اُن کا ہاتھ پکڑا اور مجھ پر سبقت
لے گیا ایک شخص انصار میں سے کہ اُس نے اپنا ہاتھ ابوبکرؓ کے ہاتھ
پر مارا قبل اسکے کہ میں اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ماروں۔ پھر میں نے
اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر مارا اور لوگوں نے بیعت کرلی اور لوگوں کا
جُھکاؤ سعد بن عُبادہؓ کی طرف ہوا (یعنی ان کے بارے میں رائے زنی
کرنے لگے) تو لوگوں نے کہا کہ مارا گیا سعد بن عبادہؓ۔ میں نے کہا
کہ مارو اُس کو خدا اُسے قتل کرے (یعنی چھوڑو اُس کے ذکر کو)
پھر ہم واپس آگئے اور اللہ تعالےٰ نے امر مسلمین کو جمع کردیا
ابوبکرؓ پر، تو وہ بات اسی طرح واقع ہوتی جیسا تم نے کہا کہ
بیعت ابوبکرؓ اچانک ہوتی) اللہ تعالےٰ نے (بیعت کی) خیر کو
عطا فرمایا اور اُس کے شر سے بچا لیا۔ تو جو اس قسم کی باتوں

ووقی شرّها فمن دعا الی مثلها لا بیعة له ولا لمن بایعه اخرجه البخاری وابن ابی شیبة وھٰذا لفظ ابن ابی شیبة واما روایة عبد اللہ بن مسعود قال لمّا قبض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قالت الانصارُ منّا امیر ومنکم امیر قال فاتاھم عمرُ فقال یا معشر الانصار الستم تعلمونَ انَّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اَمر ابابکر ان یُصَلّی بالناسِ قالوا بلیٰ قال فایُّکم تطیبُ نفسہ ان یتقدم ابابکر قالوا نعوذُ باللہ ان نتقدَّم ابابکر اخرجه ابن ابی شیبة اما روایتِ عبد اللہ بن عَوْن عن محمّد بن سیرین عن رجل من بنی زُریق قال لمّا کان ذٰلک الیومُ خرج ابوبکر وعمر حتےٰ اتیَا الانصارَ فقال ابوبکر یا معشر الانصار انا لا ننکر حقکم ولا یُنکِر حقکم مؤمنٌ وانّا واللہِ ما اصَبْنَا خیرًا الّا ماشارکتمونا فیه ولٰکن لا ترضَی العربُ ولا تقرُّ الّا علےٰ رجلٍ من قریش لانّهم افصحُ الناس اَلسِنَةً واحسنُ النّاسِ وجوهًا واوسطُ العربِ دارًا واکثرُالنّاس شُجُنة فی العرب فھَلُمّوا الی عمر فبایِعوه قال فقالوا لا فقال عُمر لِمَ فقالوا

کی طرف لوگوں کو بلاتے (کہ یہ بے سوچے سمجھے اتفاقیہ بات تھی) اُس کی کوئی بیعت نہیں اور نہ اس پر کوئی ذمّہ داری جس سے ایسا شخص بیعت ہو، اس کو روایت کیا بخاری نے اور ابن ابی شیبہ نے اور یہ الفاظ ابن ابی شیبہ کے ہیں۔ آب لیجئے روایت عبداللہ بن مسعودؓ کی کہاکہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے تو انصار نے کہاکہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے۔ کہاکہ پھر ان کے پاس عمرؓ پہنچے اور انھوں نے کہاکہ اے گروہ انصار! کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سب نے کہاکہ بیشک۔ عمرؓ نے کہاکہ پھر تم میں کون ایسا ہے کہ اُس کا نفس اس سے خوش ہو کہ ابوبکرؓ کے آگے ہوجائے! تو لوگوں نے کہا نعوذ باللہ کہ ہم ابوبکرؓ کے آگے ہوں، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ آب لیجئے روایت عبداللہ بن عون کی وہ روایت کرتے ہیں محمد بن سیرینؒ سے وہ روایت کرتے ہیں بنی زریق کے ایک شخص سے اس نے کہاکہ جب یہ دن آیا تو نکلے ابوبکرؓ و عمرؓ یہاں تک کہ انصار کے پاس پہنچے۔ پھر ابوبکرؓ نے کہاکہ اے گروہ انصار! ہم تمھارے حق کا انکار نہیں کرتے اور کوئی مؤمن تمھارے حق کا انکار نہیں کرے گا اور ہم واللہ خیر کو نہیں پہنچے مگر جب تمھارے ساتھ اسلام میں شریک ہوئے لیکن عرب راضی نہ ہوگا اور وہ نہیں جمیں گے مگر صرف ایسے شخص پر جو قریش میں سے ہو کیونکہ وہ زبان کے اعتبار سے سب سے فصیح اور چہروں کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ وجیہ اور دار (یعنی محلِ سکونت) کے اعتبار سے عرب کے مرکز ہیں اور شاخ در شاخ ہونے کے اعتبار سے وہ سب سے اکثریت رکھتے ہیں۔ تو تم سب لوگ عمرؓ کی طرف بڑھو اور اُن سے بیعت کرو۔ راوی نے کہا۔ اس پر لوگوں نے کہاکہ نہیں۔ تو عمرؓ نے کہا کیوں؟

نخاف الاَثرة قال عمر اما ما عشت فلا قال فبايعوا ابابكر فقال ابوبكر لعمر انت اقوى منى فقال عمر انت افضل منى فقالها الثانية فلما كانت الثالثة قال عمر ان قوتى لك مع فضلك قال فبايعوا ابابكر قال محمد واتى الناس عند بيعة ابى بكر ابا عبيدة بن الجراح فقال تأتونى وفيكم ثالث ثلثة يعنى ابابكر قال ابن عون فقلت لمحمد من ثالث ثلثة قال يقول الله ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اخرجه ابن ابى شيبة اما روايت ابى سعيد خدرى قال لما توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم قام خطباء الانصار فجعل الرجل منهم يقول يا معشر المهاجرين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا استعمل رجلا منكم قرن معه رجلا منا فنرى ان يلى هذا الامر رجلان احدهما منكم والاخر منا قال فتتابعت خطباء الانصار على ذلك فقام زيد بن ثابت فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان من المهاجرين فان الامام يكون من المهاجرين ونحن انصاره كما كنا انصار رسول الله

تو انھوں نے کہا کہ اس لئے کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ دوسروں کو ہم پر ترجیح دی جائے گی۔ عمرؓ نے کہا یاد رکھو جب تک میں زندہ ہوں ایسا نہ ہوگا۔ عمرؓ نے (لوگوں سے) کہا کہ ابوبکرؓ سے بیعت کرو۔ ابوبکرؓ نے عمرؓ سے کہا تم مجھ سے زیادہ قوی ہو تو عمرؓ نے کہا کہ تم مجھ سے افضل ہو۔ پھر دوبارہ دونوں نے پچھلی بات کا اعادہ کیا پھر جب تیسری مرتبہ کی نوبت آئی تو عمرؓ نے کہا کہ میری قوت آپ کے لئے آپ کے فضل کے ساتھ شامل رہے گی۔ کہا کہ پھر لوگوں نے ابوبکرؓ سے بیعت کرلی۔ محمد بن سیرینؒ نے کہا کہ لوگ ابوبکرؓ سے بیعت کے وقت ابو عبیدہؓ بن الجراح کے پاس پہنچے تو انھوں نے کہا کہ تم میرے پاس آتے ہو دراں حالیکہ تم میں ثالث ثلثہ (تین میں کا تیسرا) یعنی ابوبکرؓ موجود ہے۔ ابن عون نے کہا کہ میں نے محمد سے پوچھا کہ ثالث ثلاثہ کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ (اور ان دونوں کے ساتھ تیسرا اللہ تھا) اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہؒ نے۔ اب لیجئے روایت ابو سعید خدریؓ کی اُنھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی وفات ہوئی تو انصار کے مقررین کھڑے ہوگئے ایک شخص نے ان میں سے کہنا شروع کیا اے گروہ مہاجرین جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو تم میں سے عامل بناتے تھے تو اس کے ساتھ ہم میں کے ایک شخص کو ملادیا کرتے تھے تو ہماری رائے یہ ہے کہ اس امر (خلافت) کے والی دو شخص ہوں ایک اُن میں کا تم میں سے اور دوسرا ہم میں سے۔ کہا کہ پھر پے درپے انصار کے مقررین اس پر اصرار کرنے لگے۔ پھر زید بن ثابت کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے تو امام بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہئے اور ہم اُس کے انصار (مددگار) رہیں جس طرح کہ ہم رسول

صلی اللہ علیہ وسلم فقام ابوبکر فقال جزاکم
اللہ خیرًا یا معشر الانصار وثبّت قائلکم
ثمّ قال واللہ لو فعلتم غیر ذلک لما
صالحتکم اخرجہ ابن ابی شیبۃ واز
روایتِ حُمید بن عبد الرحمٰن فانطلق
ابوبکر وعمر یتقاودان حتی اتوھم فتکلم
ابوبکر ولم یترک شیئًا اُنزل فی الانصار
ولا ذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
شانھم الّا وذکرہٗ قال الا وقد علمتم انّ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لو سلک النّاس
وادیًا وسلکتِ الانصار وادیًا لسلکتُ
وادیَ الانصارِ ولقد علمت یا سعدُ
اَنّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال و
انت قاعدٌ قریشٌ وُلاۃُ ھٰذا الامر فبرُّ
الناس تبعٌ لبرِّھم وفاجرُھم تبع لفاجرھم
قال فقال لہ سعدٌ صدقتَ نحن الوزراء
وانتم الامراء اخرجہ احمد چوں روزِ
دیگر بیعتِ عامّہ منعقد شد ساداتِ اہل بیت
تخلّف نمودند و ایں اشکالے دیگر بہم رسید
حضرات شیخین ؓ بحُسنِ تدبیر ایں اشکال را برانداختند
اخرج البخاری عن الزھری قال اخبرنی
انس بن مالک انہ سمع خطبۃ عمر الآخرۃ
حین جلس عمرُ علی المنبر وذلک الغدَ من
یومِ توفی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فتشھّدَ
وابوبکر صامتٌ لا یتکلم قال

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے انصار رہے ہیں۔ پھر ابوبکر ؓ کھڑے ہوتے
اور اُنھوں نے کہا کہ اللہ جزائے خیر دے تم کو اے گروہ انصار اور ثابت
قدم رکھے تمھارے کہنے والے کو واللہ اگر تم اس کے سوا کچھ
کرتے تو مَیں تم سے مصالحت نہ کرتا۔ اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ
نے اور حُمید بن عبدالرحمٰن کی روایت میں اس طرح ہے پھر چلے ابوبکر ؓ
وعمر ؓ ایک دوسرے کو کھینچتے ہوتے۔ یہاں تک کہ انصار کے پاس
پہنچ گئے اور ابوبکر ؓ نے کلام کیا اور کوئی بات انھوں نے نہ چھوڑی
جو انصار کے بارے میں نازل ہوئی اور نہ ایسی بات جس کا ذکر اُن
کی شان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا، مگر سب بیان
کردیں۔ فرمایا دیکھو اور تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں گے اور انصار دوسری
وادی میں تو انصار کی وادی میں چلوں گا اور یقینًا تم جانتے ہو
اے سعد ؓ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تم بھی
بیٹھے ہوتے تھے کہ قریش ہی اس امر کے والی ہوں گے جو نیک لوگ
ہوں گے وہ تابع ہوں گے اُن میں کے نیکوں کے اور جو اُن
میں سے بداطوار ہیں وہ تابع ہوں گے بداطوار والیانِ امر کے۔
کہا کہ پھر اُن سے سعد ؓ نے کہا کہ آپ نے سچ کہا ہم وُزراء
ہوں گے اور تم اُمراء، اس کو احمد نے روایت کیا۔ جب دوسرے
دن بیعتِ عامّہ منعقد ہوتی تو ساداتِ اہلِ بیت نے خلاف کیا
اور یہ دوسری مشکل پیش آگئی۔ حضرات شیخین ؓ نے حُسنِ تدبیر سے
اِس مشکل کو بھی ختم کردیا۔ بخاری ؒ نے روایت کی زہری ؒ سے انھوں
نے کہا کہ مجھے خبر دی انس بن مالک ؓ نے کہ اُنھوں نے عمر ؓ کا دوسرا
خطبہ سُنا ہے جب انھوں نے منبر پر بیٹھ کر دیا اور یہ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کے یومِ وفات سے اگلے دن کی بات ہے عمر ؓ نے کلمۂ
شہادت پڑھا اور ابوبکر ؓ خاموش تھے وہ نہیں بول رہے تھے۔

كنت ارجو أن يعيش رسول الله صلى الله
عليه وسلم حتى يدبرنا يريد بذلك ان
يكون آخرهم فإن يك محمد صلى الله
عليه وسلم قد مات فان الله قد جعل بين
اظهركم نورا تهتدون به هدى الله محمدا
صلى الله عليه وسلم وان ابا بكر صاحب رسول
الله صلى الله عليه وسلم ثاني اثنين وانه اولى
المسلمين بأموركم فقوموا فبايعوه وكان
طائفة منهم قد بايعوه قبل ذلك في
سقيفة بني ساعدة وكانت بيعة العامة
على المنبر قال الزهري عن انس بن مالك
سمعت عمر قال لابي بكر يومئذ اصعد
المنبر فلم يزل به حتى اصعده المنبر
فبايعه الناس عامة واخرج الحاكم
من حديث ابي سعيد الخدري فلما قعد
ابوبكر على المنبر نظر في وجوه القوم
فلم ير عليا فسأل عنه فقام ناس
من الانصار فاتوا به فقال ابوبكر
يا ابن عم رسول الله صلى الله عليه
وسلم وختنه اردت ان تشق
عصا المسلمين فقال لا تثريب يا
خليفة رسول الله فبايعه ثم لم ير
الزبير بن العوام فسأل عنه حتى
جاؤوا به فقال ابن عمة رسول
الله صلى الله عليه وسلم

کہا کہ میں امید کرتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں رہیں گے
یہاں تک کہ وہ ہمارے پیچھے (موجود) ہوں گے، اس سے ان کی مراد یہ تھی
کہ وہ اُن سب سے آخر میں ہوں (لیکن اللہ کو یہ منظور نہ ہوا) تو اگر محمد
صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے (تو راہِ مستقیم پر چلنے میں رکاوٹ
نہیں ہے کیونکہ) اللہ تعالٰی نے تمہارے سامنے ایک ایسا نور کر دیا
ہے (یعنی قرآن) جس سے تم اللہ کی وہ ہدایت پاتے رہو جس
سے اُس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی تھی۔ اور یقیناً
ابوبکرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور ثانی اثنین
ہیں اور وہ تمام مسلمانوں میں تمہارے امور کے لئے اَولےٰ ہیں
اس لئے اُٹھو اور ان سے بیعت کرو۔ اور ان میں ایک جماعت ایسی
بھی موجود تھی جو اس سے پہلے اُن سے سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت
کر چکی تھی اور بیعتِ عامہ منبر پر ہوئی۔ زہریؒ انس بن مالکؓ
سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ سے سُنا کہ انہوں نے اس
دن ابوبکرؓ سے کہا کہ منبر پر چڑھئے اور برابر کہتے ہی رہے یہاں
تک کہ اُن کو منبر پر چڑھا دیا پھر اُن سے لوگوں نے بیعت کی
عامّۃً۔ اور حاکم نے ابوسعید خدریؓ کی حدیث سے یہ اخذ کیا
کہ جب ابوبکرؓ منبر پر بیٹھ گئے تو اُنھوں نے قوم کے چہروں
پر نظر ڈالی تو علیؓ کو نہ دیکھا تو ان کے بارے میں پوچھا
تو انصار میں کے کچھ لوگ اُٹھے اور اُن کو لے کر آئے تو اُن سے
ابوبکرؓ نے کہا کہ اے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا
کے بیٹے اور اُن کے داماد! کیا تم نے مسلمانوں کا عصا (یعنی
قوّتِ اجتماعیہ) توڑ دینے کا ارادہ کیا؟ تو انہوں نے کہا ملامت
نہ کیجئے اے خلیفہ رسول اللہؐ! پھر اُن سے بیعت کر لی۔ پھر (جب)
ابوبکرؓ نے زبیرؓ بن العوام کو نہ دیکھا تو اُن کے بارے میں سوال
کیا، یہاں تک کہ لوگ اُن کو لے کر آئے تو اُن سے کہا

وحواریہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبایعہ۔ اخرج الحاکم من حدیث ابراھیم بن عبد الرحمٰن بن عوف ان عبد الرحمٰن بن عوف کان مع عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وان محمد ابن مسلمۃ کسر سیف الزبیر ثم قام ابوبکر فخطب الناس واعتذر الیھم وقال واللہ ما کنت حریصاً علی الامارۃ یوماً ولا لیلۃً قط ولا کنت راغباً فیھا ولا سالتھا اللہ عز وجل فی سر وعلانیۃ ولکنی اشفقت من الفتنۃ ومالی فی الامارۃ من راحۃ ولکن کلفت امراً عظیماً مالی بہ من طاقۃ ولا ید الا بتقویۃ اللہ عز وجل ولوددت ان اقوی الناس علیھا مکانی الیوم فقبل المھاجرون منہ ما قال وما اعتذر بہ قال علی رضی اللہ عنہ والزبیر ما غضبنا الا انا قد اخرنا عن المشاورۃ وانا نری ابابکر احق الناس بھا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لصاحب الغار وثانی اثنین وانا لنعلم بشرفہ وکبرہ ولقد امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوٰۃ بالناس وھو حی۔

چوں امر خلافت بر حضرت صدیق رضؓ مستقر شد اول مسئلہ کہ تعلیم آں فرمود تفریق بود درمیانِ منصب نبوت و

کو اے رسول اللہؐ کے پھوپھی کے بیٹے اور ان کے حواری! کیا تم نے مسلمانوں کا عصا (یعنی قوت) توڑ دینے کا ارادہ کیا؟ تو انہوں نے کہا ملامت نہ کیجئے اے خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر انہوں نے ان سے بیعت کر لی۔ حاکم نے ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ کی حدیث سے اخذ کیا کہ عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور محمد بن مسلمہؓ نے زبیرؓ کی تلوار توڑ دی تھی پھر ابو بکر رضؓ نے کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے تقریر کی اور ان سے معذرت کی اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں امارت پر حریص نہیں ہوا کسی دن میں اور نہ رات میں کبھی اور میں کبھی اس کی طرف راغب نہیں ہوا اور نہ میں نے اللہ عزّ وجل سے پوشیدہ اور ظاہر اس کا سوال کیا لیکن میں فتنہ پیدا ہونے سے ڈرا اور حال یہ ہے کہ مجھے امارت میں کوئی راحت نہیں۔ لیکن مجھے ایک ایسے امرِ عظیم کا مکلّف کیا گیا جس کی مجھ میں قوّت اور طاقت نہیں ہے مگر اللہ عزّ وجلّ کے قوت بخشنے سے، اور میں تو اس کو پسند کر رہا تھا کہ میرے آج کے مقام پر سب لوگوں سے زیادہ قوی شخص ہو (یعنی عمر رضؓ)۔ تو جو کچھ انہوں نے کہا اور جس عذر کا اظہار کیا اس کو سن کر سب مہاجرین نے قبول کیا، علی اور زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ کہا کہ ہم ناراض نہیں ہوئے مگر صرف اس بات سے کہ ہم کو مشاورت سے پیچھے ہٹا دیا گیا (یعنی ہم سے مشورہ نہ کیا گیا) اور ہم جانتے ہیں کہ سب لوگوں سے زیادہ اس کا حقدار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر رضؓ ہیں جو آپ کے یارِ غار اور ثانی اثنین ہیں اور ہم اچھی طرح ان کے شرف اور بڑائی کو جانتے ہیں اور اس امر کو کہ ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ جب امرِ خلافت حضرت صدیق رضؓ پر مستحکم ہو گیا تو پہلا مسئلہ جس کی آپ نے لوگوں کو تعلیم دی وہ تفریق تھا منصبِ نبوّت اور منصبِ خلافت کے درمیان، اور امّت

منصبِ خلافت وتفاوتِ معاملہ اُمّت با نبی و با
خلیفہ وایں مسئلہ را در مجالسِ متعدّدہ باسالیبِ مختلفہ
مشروح فرمود تا آنکہ اشکال مرتفع شد قیس بن
ابی حازم گوید بعد یکماہ از وفاتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم منادیٔ صدیق رضؓ ندا داد کہ انّ الصّلوٰۃ جامعۃٌ
وایں اوّل نمازے بود کہ درُوئے بایں کلمہ ندا دردادند
بعد ازاں بر سرِ منبر بر آمد وایں اوّل خطبہ بود
کہ گفت فحمد اللہَ واثنیٰ علیہ ثم قال ایھا
النّاسُ لوددتُ انّ ھٰذا کفانیہ غیری ولئن
اخذتمونی بسُنّۃِ نبیّکم صلے اللہ علیہ وسلم ما
اطیقُھا اِن کان لمعصومًا من الشیطان وان
کانَ لینزل علیہ الوحیُ من السّماءِ اخرجہ احمد
وعن ابی برزۃ الاسلمیّ قال اَغلظ رجلٌ
الی ابی بکرٍ الصّدیق فقال ابو برزۃ اَلَا
اَضرِب عنقہ قال فانتھرہ وقال ما ھی
لِاَحدٍ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم
اخرجہ احمد وابو یعلےٰ بطرقٍ مختلفۃٍ والفاظٍ
متغایرۃٍ وعن عبد اللہ بن ابی مُلیکۃ
قیل لابی بکرٍ الصّدیق یا خلیفۃَ اللہِ فقال
بل خلیفۃُ محمدٍ صلے اللہُ علیہ وسلم وانا
ارضٰی بہ اخرجہ احمد وابو یعلےٰ بطرقٍ مختلفۃٍ
وعن عائشۃ انّھا تمثّلت لھٰذا البیت وابو بکر
رضی اللہ عنہ یُقضٰی بہ ۔ شعر

واَبیضُ یُستسقی الغمام بوجھہٖ
ثِمالُ الیتٰمٰی عِصمۃٌ للاراملِ

کے معاملہ کا تفاوت تھا نبی کے ساتھ اور خلیفہ کے ساتھ۔ اور اس
مسئلہ کو آپ نے کئی مجلسوں میں مختلف اسلوبوں کے ساتھ مشرح
فرمایا۔ یہاں تک کہ اشکال مرتفع ہوگیا۔ قیس بن ابی حازمؒ
کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک ماہ
کے بعد صدیق رضؓ کے مُنادی نے ندا کی کہ الصّلوٰۃ جامعۃ (نماز
تیار ہے) اور یہ پہلی نماز تھی کہ جس میں اس کلمہ سے لوگوں کو پکارا
اس کے بعد صدیق رضؓ منبر پر آئے اور یہ پہلا خطبہ تھا جو آپؓ نے
کہا۔ آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا کہ اے لوگو! میں یہ پسند
کرتا تھا کہ اس امر کے لئے میرے سوا کوئی اور کافی ہوجاتے اور
البتہ اگر تم نے مجھ پر گرفت کی اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ
کے پیشِ نظر تو میں اس پر (کماحقہٗ چلنے کی) طاقت نہیں رکھتا وہ
تو یقیناً بچائے ہوئے تھے شیطان سے اور ان کے اوپر تو آسمان
سے وحی نازل ہوتی تھی، اس کو روایت کیا احمد نے۔ اور مروی ہے
ابو برزہ اسلمی رضؓ سے کہا کہ ایک شخص نے سخت کلامی کی ابو بکر صدیق رضؓ
کے متعلق تو ابو برزہ رضؓ نے کہا کہ کیا میں اس کی گردن نہ ماردوں؟
کہا کہ اس پر ابو بکر رضؓ نے ان کو جھڑک دیا اور فرمایا کہ یہ بات
کسی کے لئے نہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد، اس کو
روایت کیا احمد اور ابو یعلےٰ نے مختلف سندوں اور مختلف
الفاظ کے ساتھ۔ اور مروی ہے عبد اللہ بن ابی مُلیکہ سے کہ ابو بکر
صدیق رضؓ سے کہا گیا کہ اے اللہ کے خلیفہ! تو آپؓ نے فرمایا
(نہیں) بلکہ خلیفہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور میں اس سے راضی
ہوجاؤں گا، اس کو احمد اور ابو یعلےٰ نے مختلف سندوں سے روایت
کیا۔ اور مروی ہے عائشہ رضؓ سے کہ انھوں نے آپ کی مثال دی اس
بیت سے جس حال میں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ وفات پارہے تھے۔ شعر:
واَبیضُ یُستسقی الخ یعنی اور وہ ایسا سفید نُورانی

فقال ابو بکرؓ ذلك رسول الله صلی الله علیه وسلم اخرجه احمد وابو یعلی بعد ازاں اشکال دیگر پدید آمد در تاویل آیۂ کریمہ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ واحتمال ترکِ مواخذہ برامر معروف بہم رسید حضرتِ صدیقؓ بر خواند یا ایها الناس انکم تقرءون هذه الآية وتضعونها على غير ما وضعها الله عز وجل يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الناس اذا رأوا المنكر فيهم فلم ينكروه يوشك ان يعمهم الله بعقاب اخرجه احمد وابو یعلی بطرق مختلفة بعد ازاں اشکالے دیگر ظاہر گردید در مقاتلۂ منع کنندگانِ زکوٰۃ حالانکہ بکلمۂ اسلام متکلم بودند حضرت صدیقؓ افادہ فرمود کہ تاویل در ضروریاتِ دین مقبول نیست عن ابی هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم أمرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله

وجود) ہے جس کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے پانی مانگا جاتا ہے۔ یتیموں کا پشت پناہ اور بیواؤں کا (مصائب سے) بچاؤ"۔ تو ابو بکرؓ نے کہا کہ وہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے، اس کو روایت کیا احمد اور ابو یعلےٰ نے۔ اس کے بعد ایک اور اشکال پیش آیا۔ اس آیتِ کریمہ کی تاویل میں لَا يَضُرُّكُمْ الخ (۵: ۱۰۵)

"جب تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں"۔ کہ اس سے امر بالمعروف کے ترک پر مواخذہ نہ ہونے کا احتمال پیدا ہو گیا۔ حضرت صدیقؓ نے خطبہ پڑھا کہ اے لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اس کو اس کے اصل محل کے خلاف رکھتے ہو جس پر اس کو اللہ عز وجل نے رکھا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الخ (۵: ۱۰۵) "اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو جب تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں"۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ جب لوگ آپس میں بد افعال کو دیکھیں اور اس کو نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تو ان سب پر عذاب کو عام کر دے، اس کو احمد اور ابو یعلےٰ نے روایت کیا مختلف سندوں کے ساتھ۔ اس کے بعد ایک دوسری مشکل ظاہر ہوئی زکوٰۃ کو روکنے والوں سے قتال کے بارے میں جب کہ وہ کلمۂ اسلام پڑھنے والے بھی ہوں۔ حضرت صدیقؓ نے یہ افادہ فرمایا کہ ضروریاتِ دین میں تاویل مقبول نہیں ہے۔ مروی ہے ابو ہریرہؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مامور ہوا ہوں اس پر کہ لوگوں سے قتال کروں یہانتک کہ وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہیں (یعنی صرف اللہ کو معبود مانیں)

عہ حاصل ارشاد یہ ہے کہ یہ حدیث واضح کر رہی ہے کہ امر بمعروف ونہی از منکر تم پر ضروری ہے اور جب تم نے ضروری چیز کو ترک کر دیا تو اِذَا اهْتَدَيْتُمْ کے مخاطب صحیح تم کیسے ہو سکتے ہو۔ یہ چیز تو اہتداء کے لوازم میں سے ہے۔ ہاں اگر تم نے جہاں تک تم سے ممکن تھا برائی سے روکنے کی کوشش کر لی مگر کوئی بدبخت پھر بھی باز نہ آیا اور اس فعل کا ارتکاب کرتا ہی رہا تو اس کے اس فعل سے تمہیں ضرر نہ پہنچے گا۔ آیت کا محمل یہ ہے۔ وہ نہیں جو تم نے خیال کر لیا ۱۲ مترجم عفی عنہ

فاذا قالوھا عصموا منی دماءھم و اموالھم الا بحقھا وحسابھم علی اللہ فلما کانت الردۃ قال عمر لابی بکر تقاتلھم وقد سمعت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کذا وکذا فقال ابوبکر لافرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ ولاقاتلن من فرق بینھما قال فقاتلنا معہ فرأینا ذلک رشدا اخرجہ احمد و البخاری وھذا لفظ احمد و فی روایۃ قال عمر فواللہ ماھو الا انی رایت اللہ عزوجل قد شرح صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ الحق و دریں موضع بسوئے دو دقیقہ اشارت نمود یکے آنکہ الا بحقہا شامل زکوٰۃ است دیگر آنکہ استثناء صلوٰۃ مسلم است وزکوٰۃ مقیس است بروے بقیاس جلی بعد ازاں در امضاء جیش اسامہ مباحثہ واقع شد صدیق بامرے کہ نفع آں ظاہر شد موفق گشت عن ابی ھریرۃ قال واللہ الذی لا الٰہ الا ھو لولا ان ابابکر استخلف ما عبد اللہ ثم قال الثانیۃ ثم قال الثالثۃ فقیل لہ مہ یا ابا ھریرۃ فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجہ اسامۃ بن زید فی سبع مائۃ

تو جب انھوں نے وہ کلمہ کہہ لیا تو بچا لیا مجھ سے اپنے خونوں کو اور اپنے اموال کو مگر اس کلمہ کے حق پر (یعنی جب اللہ کو معبود مان لیا تو اس کی عبادت بھی یعنی نماز ضروری ہے جو اس کلمہ کا حق ہے) اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے (کہ انھوں نے اذعانِ قلب سے یہ کلمہ کہا یا منافقت سے) الغرض جب ردت پھیل گئی تو عمر رضؓ نے ابوبکر رضؓ سے کہا کہ آپ ان سے قتال کریں گے حالانکہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ ایسا اور ایسا فرماتے تھے تو ابوبکر رضؓ نے فرمایا کہ نماز اور زکوٰۃ میں کوئی فرق نہیں ہے اور میں ضرور قتال کروں گا اس شخص سے جو ان دونوں میں تفریق کرے گا۔ کہا کہ پھر ہم نے اُن کے ساتھ ہو کر قتال کیا تو ہم نے دیکھ لیا کہ یہ نیک کام تھا، اس کو روایت کیا احمد اور بخاری نے اور یہ لفظ احمد کے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عمر رضؓ نے کہا کہ بس خدا کی قسم سوائے اس کے کوئی بات نہیں کہ میں نے دیکھا کہ اللہ عزّ وجلّ نے ابوبکر رضؓ کے سینہ کو قتال کے لیے کشادہ (یعنی مطمئن) کر دیا تھا تو میں نے پہچان لیا کہ حق وہی ہے اور اس مقام میں ابوبکر رضؓ نے دو دقیقوں کی طرف اشارہ کیا ایک یہ کہ الا بحقہا زکوٰۃ کو شامل ہے۔ دوسرا یہ کہ نماز کا استثنا مسلم ہے اور بروئے قیاس جلی زکوٰۃ کو اس پر قیاس کر لیا گیا ہے، اس کے بعد جیش اسامہ رضؓ کے روانہ کرنے میں مباحثہ واقع ہوا تو صدیق رضؓ ایسی رائے پر (منجانب اللہ) موفق ہوتے کہ جس کا نفع ظاہر ہو گیا۔ مروی ہے ابوہریرہ رضؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ قسم ہے اُس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر ابوبکر رضؓ خلیفہ نہ بنائے جاتے تو اللہ کی عبادت نہ کی جاتی۔ پھر دوبارہ یہی کہا۔ پھر سہ بارہ یہی کہا۔ اس پر اُن سے کہا گیا کہ بس کر و اے ابوہریرہ رضؓ (یعنی مبالغہ نہ کرو) تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید رضؓ کو سات سو لشکر

الی الشام فلما نزل بذی خشب قبض
النبی صلی اللہ علیہ وسلم وارتدت العرب
حول المدینۃ فقال والذی لا الٰہ
الا ھو لو جرت الکلاب بارجل
ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ما رددت جیشا وجھہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ولا حللت لواء عقدہ
فوجہ اسامۃ فجعل لا یمر بقبیل
یریدون الارتداد الا قالوا لولا
ان لھؤلاء قوۃ ما خرج مثل
ھؤلاء من عندھم ولکن ندعھم
حتی یلقوا الروم فلقوھم فھزموھم
وقتلوھم ورجعوا سالمین
فثبتوا علی الاسلام مذکور
فی الصواعق معزوا الی البیہقی
وابن عساکر بعد ازاں در قتال مرتدین
مباحثہ واقع شد صدیق اکبرؓ بجد
عظیم دریں باب ملہم گشت وآں سر
قول آنحضرتؐ بود دریں فتنہ کہ
العصمۃ بالسیف قال عمر یا خلیفۃ
رسول اللہ تألف الناس وارفق
بھم فقال اجبار فی الجاھلیۃ و
خوار فی الاسلام انہ قد انقطع الوحی
وتم الدین اینقص وانا حی مذکور
فی المشکوٰۃ معزوا الی رزین

دے کر شام کی طرف متوجہ کیا۔ جب انھوں نے ذی خشب میں (یہ ایک
موضع ہے) پڑاؤ کیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، اور
مدینہ کے گرد کے عرب مرتد ہوگئے تو ابو بکرؓ نے (ان اصحاب سے جو
اس نوجوانوں کے لشکر کو واپس بلانے کے حق میں تھے اور کہا
تھا کہ ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ضروری ہے) کہا
تھا کہ خدا کی قسم جسکے سوا کوئی معبود نہیں اگر ازواج النبی صلے اللہ
علیہ وسلم کی ٹانگوں کو کتے کھینچنے لگیں تو میں اُس لشکر کو واپس نہ
بلاؤں گا جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے روانہ کیا ہے اور نہ وہ جھنڈا
کھولوں گا جس کو آپؐ نے باندھا ہے پھر آپؓ نے اُسامہؓ کو روانہ
کردیا۔ اب اس لشکر نے ان قبیلوں پر سے گزرنا شروع کیا جو ارتداد
کا ارادہ کر رہے تھے تو ہر ایک یہی کہتا رہا کہ اگر ان لوگوں کے
پاس پُوری قوت نہ ہوتی تو ان جیسا (طاقتور لشکر) ان کے
پاس سے نہ نکلتا۔ لیکن ہم (ابھی) ان لوگوں کو چھوڑیں یہاں
تک کہ یہ روم سے لڑیں۔ تو یہ لوگ رومیوں سے لڑے اور اُن کو
شکست دی اور قتل کیا اور سلامتی کے ساتھ واپس آئے،
تو یہ قبائل اسلام پر جمے رہے، یہ واقعہ صواعق میں بحوالہ بیہقی
و ابن عساکر مذکور ہے۔ اس کے بعد مُرتدین سے قتال کے بارے
میں مباحثہ واقع ہوا تو صدیق اکبرؓ پورے شرح صدر کے ساتھ
اس معاملہ میں مُلہَم ہوگئے اور وہی راز تھا اس فتنہ کے موقع پر
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کہ العصمۃ بالسیف (بچاؤ تلوار
سے ہوتا ہے) عمرؓ نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہؐ! لوگوں کی تالیف قلب
کیجئے اور اُن کے ساتھ نرمی کیجئے۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ کیا جاہلیت میں جبّار
(دلیر) تھے اور اسلام میں بزدل ہوگئے ہو۔ سمجھ لو کہ وحی منقطع ہوگئی
اور دین پورا ہوچکا، کیا دین میں کمی کی جائے اور میں زندہ رہوں۔
یہ مذکور ہے مشکوٰۃ میں بحوالہ رزین۔ اور اُسی جیسا حضرت

ومثلہ قول المرتضیٰ لا تفجعنا بنفسک یا
خلیفۃ رسول اللہ فاجاب بنحو مما
اجاب عمر مذکورٌ فی الصواعق وغیرہا
بعدازاں در تعیین امیرے برائے قتال مرتدین اشکال
افتاد و حضرت صدیق رض حدیثے درباب خالد بن ولید
روایت کرد و آخر کار فتح بردست خالد رض واقع
شد عن وحشی بن حرب ان ابا بکر عقد
لخالد بن الولید فی قتال اھل الردۃ
وقال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول نعم عبد اللہ واخو العشیرۃ
خالد بن الولید سیفٌ من سیوف اللہ
سلّہ اللہ عزوجل علی الکفار والمنافقین
اخرجہ احمد باز جمعے از مسلمین محققین راکہ مبشر
بہشت بودند مثل حضرت عثمان رض وطلحہ رض بعد وفاتِ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شبہ عظیم پیش آمد
ان رجالاً من اصحاب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم حزنوا علیہ حتی کاد
بعضھم یوسوس وفی بعض الفاظ
الحدیث انھم ابتلوا بحدیث النفس و
فی روایۃ محمد بن جبیر بن مطعم عن عثمان
قال تمنیت ان اکون سألت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ذا ینجینا
مما یلقی الشیطان فی انفسنا
در علاج ایں داہیہ متحیر شدند وندانستند کہ نجات
ایں امر چیست صدیق اکبر رض وجہ نجات ازیں داہیہ

مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول تھا کہ آپ اپنی ذات سے ہمیں کرب و بیچینی
میں نہ ڈالیں اے خلیفۂ رسول اللہ ! تو آپ نے اُن کو بھی ایسا ہی (تیز)
جواب دیا جیسا عمر رض کو دیا تھا، یہ صواعق وغیرہ میں مذکور ہے۔
اس کے بعد مرتدین سے قتال کرنے کے لئے کسی امیر کے تعین میں
اشکال پڑا اور حضرت صدیق رض نے خالد بن ولید رض کے بارے میں ایک
حدیث بیان کی اور انجام کار فتح خالد رض کے ہاتھ پر واقع ہوئی۔
وحشی بن حرب سے مروی ہے کہ ابو بکر رض نے خالد بن الولید رض کے
لئے جھنڈا باندھا مرتدین سے قتال کے لئے اور فرمایا کہ میں نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ کا
اچھا بندہ اور ساتھیوں کا بھائی (یعنی غمگسار) خالد بن الولید رض ہے جو
اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کو اللہ عزوجل نے کفار
اور منافقین پر کھینچا ہے، روایت کیا اس کو احمد نے۔ پھر مسلمین
محققین کی ایک جماعت کو جس کو بہشت کی بشارت دی گئی تھی
جیسے حضرت عثمان رض و طلحہ رض۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
کے ..... بعد ایک عظیم شبہ پیش آیا (حدیث میں ہے) بہت سے لوگ
اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ایسے تھے جن پر آپ کے فراق
سے رنج غالب آگیا یہاں تک کہ اُن میں سے بعض قریب تھا کہ
وسوسوں میں مبتلا ہو جائیں (یعنی مالیخولیا میں) اور بعض الفاظ
حدیث میں ہیں کہ وہ حدیث النفس میں مبتلا ہو گئے۔ اور محمد بن جبیر
ابن مطعم رض کی روایت میں حضرت عثمان رض سے مروی ہے فرمایا کہ "میں
پچھتایا کہ کاش میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتا کہ اس
چیز سے جو شیطان ہمارے نفوس میں القا کرتا ہے نجات دینے والی
کیا چیز ہے ؟" اس اُفتادِ عظیم کے علاج میں متحیر ہو گئے اور نہ
سمجھے کہ اس امر سے نجات کی کیا صورت ہے۔ صدیق اکبر رض نے
اس بڑی اُفتاد سے نجات کی صورت ارشاد فرمائی کہ نبی

شدیدہ ارشاد فرمود عن النبیؐ صلی اللہ علیہ
وسلم ینجیکم من ذلکم ان تقولوا ما امرتُ
عمّی ان یقول فلم یقل اخرجہ احمد و
ابویعلیٰ بطرقٍ مختلفۃٍ والفاظ متغایرۃ
یفسّر بعضہا بعضًا حاصل ایں قصہ آنست
کہ قوم معتاد بودند بدوام صحبتِ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم و حالتِ اتصال کہ سِرّ و روح
بکارہائے خود مشغول باشند بصحبتِ آنجنابؐ
کسب می نمودند چوں سعادتِ صحبت از دست
رفت و آں حالت مفقود شد در تفرقہ افتادند
و حدیثِ نفس برایشان مستولی گشت
حضرت صدیق رضؓ کہ خلیفۂ مطلق آنحضرتؐ
بود و نائبِ برحق او صلی اللہ علیہ و
سلم در علمِ ظاہر و باطن طریقۂ ذکر تعلیم نمود
این است معنیٰ ایں قصہ کہ بعد جمع طرقِ حدیث
مفہوم گشت فلا تغترّ باقاویل الناس فی
ذٰلک و ایں اوّل احیاء طریقۂ صوفیہ
است کہ از دست خلیفۂ اوّل رضی اللہ
عنہ و ارضاہ بظہور پیوست بعد ازاں
حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
صلوٰۃِ استغفار از صدّیقِ اکبرؓ
اخذ نمود و بآں اعتناء تمام فرمود
عن علیؓ قال کنتُ اذا سمعتُ
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حدیثًا نفعنی اللہ بہٖ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھیں اس سے نجات دلاتے گی یہ بات
کہ تم وہ (کلمہ) کہو جس کا امر میں نے اپنے چچا کو کیا تھا کہ وہ یہ
کہیں مگر انھوں نے نہ کہا (یعنی لا الٰہ الا اللہ) احمد اور ابویعلیٰ
نے اس کو مختلف اسناد کے ساتھ اور ایک دوسرے سے ایسے
مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا جن میں سے بعض بعض کی
تفسیر کرتے ہیں۔ اور اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ قوم عادی
تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوامِ صحبت کی اور
یہ صاحبانِ اتصال کی حالت (خاصّہ یعنی اُس کیفیت) کو کہ
(لطیفۂ) سِرّ و (لطیفۂ) رُوح اپنے اپنے کاموں میں مشغول
رہیں۔ آنحضرتؐ کی صحبت سے کسب کرتے رہتے تھے، وہ سعادتِ
صحبت ہاتھ سے جاتی رہی اور وہ حالت مفقود ہوگئی تو تفرقۂ
(قلب) میں مُبتلا ہوگئے اور ان پر حدیثِ نفس غالب
آگئی۔ حضرت صدیق رضؓ نے جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے خلیفۂ مطلق اور نائب برحق تھے علمِ ظاہر و باطن میں ذکر کا
طریقہ تعلیم فرمایا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس قصہ کی جو طُرُقِ
حدیث کو جمع کرنے سے مفہوم ہوتی ہے تو اس بارے میں لوگوں
کے اقوالِ مختلفہ سے دھوکہ میں نہ پڑنا۔ اور طریقۂ صوفیہ کا
یہ اولِ احیاء ہے جو کہ خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ وارضاہ
کے دستِ (مبارک) سے ظہور میں آیا۔ اس کے بعد حضرتِ مرتضیٰ
رضی اللہ عنہ نے صدیقِ اکبرؓ سے صلوٰۃ استغفار اخذ کی اور
اس کی پوری قدر کی۔ مروی ہے علی رضؓ سے کہا کہ میں جب کوئی
بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کرتا تھا تو مجھے اس
سے اللہ تعالیٰ نفع پہنچایا کرتا تھا جتنا اس میں سے چاہتا تھا اور
جب مجھ سے کوئی دوسرا شخص آپؐ سے کوئی بات روایت کرتا
تھا تو میں اس کو قسم دیتا تھا جب وہ قسم کھالیتا تو میں

بما شاء منه واذا حدّثني عنه غيري استحلفته (حلف میداد م اورا ۱۲)
فاذا حلف لی صدّقته وانّ ابابکر حدّثني و
صدق ابوبکر انّه سمع النبی صلی الله علیه وسلم
قال ما من عبد یذنب ذنبًا فیتوضّأ فیحسن
الوضوء ثم یصلی رکعتین فیستغفر الله
عزّ وجلّ الّا غفر له. اخرجه احمد وابو یعلی
بطرق متعددة ۔ پس ازاں صعب ترین اشکالات
آں بود کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا و حضرت عباس
رضی اللہ عنہ بظاہر عموم آیت یوصیکم اللہ فی
اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین متمسک
شدہ میراثِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
طلب کردند مشکل آنکہ میراث دہند مخالفِ قاعدۂ شرع
باشد و اگر ندہند ملال خاطرِ اہلِ بیت لازم آید
حضرت صدیق رض دریں باب حدیثے روایت کرد کہ میراث
بُردن از پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم و بودن ایں
قرای مملوک وے صلے اللہ علیہ وسلم ہر دو مقدمہ
را منع نمود و با حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و سائر
اہلِ بیت آں قدر ملاطفت فرمود کہ جبر نقصان
آں آزردگیہا شد درہمیں ایام مشکلے دیگر کہ فوق
جمیع مشکلات تواں شمرد پیش آمد و آں ایں بود کہ
زبیر رض و جمعے از بنی ہاشم در خانہ حضرت فاطمہ
رضی اللہ تعالےٰ عنہا جمع شدہ در بابِ
نقضِ خلافت مشورت ہا بکارے بُردند
حضرتِ شیخین رض آں را بہ تدبیرے کہ
بایستے برہم زدند و تدارکِ ملالے کہ

اُس کی تصدیق کرتا۔ اور یہ کہ ابوبکر رض نے مجھ سے حدیث بیان کی اور ابوبکر رض
سچے ہیں کہ اُنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ نے
فرمایا ہر ایک ایسا بندہ جس سے کوئی گناہ ہو جاتے اور وہ
وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے
پھر اللہ عزّ وجلّ سے استغفار کرے تو اللہ تعالےٰ اس کا گناہ
بخش دے گا۔ اس کو روایت کیا احمد نے اور ابو یعلےٰ نے متعدد
روایات سے۔ پھر اس کے بعد سخت ترین اشکال یہ پیش آیا کہ
حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ
نے بظاہر اس آیت کے عام حکم سے یوصیکم اللہ الخ (۴:۱۱)
اللہ تعالےٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کا
حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر الخ دلیل پکڑتے ہوئے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی میراث طلب کی۔ مشکل یہ پیش
آئی کہ اگر میراث دیں تو قاعدۂ شرع کے خلاف ہوگا۔ اور اگر
نہ دیں تو اہلِ بیت کا ملالِ خاطر لازم آتا ہے۔ حضرت صدیق رض
نے اس باب میں ایک حدیث کی روایت کی کہ پیغمبر صلے اللہ
علیہ وسلم سے میراث لینا اور (خیبر) کی ان بستیوں کا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا مملوک ہونا دونوں صحیح نہیں ہیں۔
اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور تمام اہل بیت کی آپ نے
اتنی دلجوئی کی کہ اس سے اُن آزردگیوں کی تلافی ہوگئی جو
پیدا ہوگئی تھیں۔ ان ہی ایام میں ایک اور مشکل پیش آئی جو سب
مشکلات سے بالاتر سمجھی جاسکتی ہے اور وہ یہ تھی کہ زبیر رض نے
اور بنی ہاشم کی ایک جماعت نے حضرت فاطمہ رض کے گھر میں
جمع ہو کر خلافت کے توڑنے کے لئے مشورے شروع کر دیئے۔
حضراتِ شیخین رض نے اس کو ایسی تدبیر سے جو ہونا چاہیئے
تھی مٹا دیا اور اس ملال کا تدارک حُسین ملاطفت سے فرمایا

برمزاجِ حضرت مرتضیٰؓ عارض شدہ بود بجہین
ملاطفت فرمودند رُواۃِ این قصہ ہر یکے
چیزے را حفظ کرد و چیزے ترک نمود دریں جا
چند روایت بنویسم تا قضیہ منقح گردد عن
زید بن اسلم عن ابیہ انہ حین بُویع لابی بکر
بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علیؓ و
الزبیر یدخلان علی فاطمۃ بنت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیشاورونہا و
یرتجعون فی امرہم فلما بلغ ذٰلک عُمرَ
ابن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمۃ
فقال یا بنت رسول اللہ واللہ ما من
الخلق احدٌ احبَّ الینا من ابیکِ و ما من
احدٍ احبَّ الینا بعد ابیکِ منکِ وایمُ
اللہِ ما ذاک بمانعی اِن اجتمع ھؤلاء
النفرُ عندکِ ان اٰمُرَ بہم ان یُحرَّق
علیہم البیتُ قال فلما خرج عمر جاءوھا
فقالت تعلمون ان عمر قد جاءنی
وقد حلف باللہ لئن عُدتم لیُحرِّقَنّ
علیکم البیت وایمُ اللہ لیُمضِیَنّ لِما
حلف علیہ فانصرِفوا راشدین فرَوا رأیکم
ولا ترجعوا الیّ فانصرفوا عنہا فلم یرجعوا
الیہا حتی بایعوا لابی بکر اخرجہ ابن ابی
شیبۃ وعن عائشۃ ان فاطمۃ رضی اللہ عنہا
بنتَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسلت
الی ابی بکر الصدیق تسألہ میراثہا من رسول

جو حضرت مرتضیٰ رضؓ کے مزاج پر عارض ہو گیا تھا. اس قصہ کے
راویوں میں سے ہر ایک نے ایک چیز کا تو ذکر کر دیا اور ایک چیز کو
ترک کر دیا اس لئے اس موقع پر ہم چند روایتیں لکھتے ہیں
تاکہ واقعہ کی تنقیح ہو جائے۔ مروی ہے زید بن اسلم رضؓ سے وہ اپنے
باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے بعد ابو بکر رضؓ سے بیعت ہو گئی تو علی رضؓ اور زبیر رضؓ فاطمہ رضؓ بنت
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے لگے یہ ان سے
مشورے کرتے تھے اور اپنی خاص تجویز کے سلسلہ میں بار بار آجا رہے
تھے۔ جب یہ خبر عمر بن الخطاب رضؓ کو پہنچی تو نکلے اور فاطمہ رضؓ کے پاس
پہنچے اور کہا کہ اے رسول اللہ ؐ کی بیٹی! خدا کی قسم کوئی تمام مخلوق
میں سے ہمیں تمہارے باپ سے زیادہ محبوب نہ تھا اور اب ہمیں تمہارے
باپ کے بعد کوئی تم سے زیادہ محبوب نہیں اور خدا کی قسم یہ محبت
مجھے اس بات سے روکنے والی نہیں کہ اگر یہ لوگ تمہارے پاس جمع
ہوتے تو میں ان کے بارے میں یہ حکم دوں کہ ان کے اوپر اس گھر کو
پھونک دیا جائے۔ بیان کیا کہ جب عمر رضؓ چلے گئے تو یہ لوگ فاطمہ رضؓ کے
پاس آئے تو فاطمہ رضؓ نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ عمر رضؓ میرے پاس آئے
تھے اور وہ اللہ کی قسم کھا چکے ہیں کہ اگر تم لوگ پھر یہاں جمع ہوئے
تو وہ تمہارے اوپر اس گھر کو جلا دیں گے اور بخدا وہ ضرور ایسا کر
گزریں گے جس پر انھوں نے قسم کھائی ہے۔ بس خیریت سے
واپس ہو جاؤ۔ تمہاری اپنی جو رائے ہو کرتے رہو اور میرے
پاس لوٹ کر نہ آؤ، تو یہ لوگ اُن کے پاس سے واپس ہو گئے
اور پھر نہیں آئے۔ یہاں تک کہ انھوں نے ابو بکر رضؓ سے بیعت کر لی،
اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور مروی ہے عائشہ رضؓ سے کہ
فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی نے
ابو بکر صدیق رضؓ کو بلایا اور ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما افاء اللہ علیہ
بالمدینۃ وفدك وما بقی من خمس خیبر
فقال ابوبکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ
انما یاکل آل محمد فی ہذا المال وانی
واللہ لا اغیر شیئا من صدقۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عن حالہا التی کانت
علیہا فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ولاعملن فیہا بما عمل بہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فابی ابوبکر ان
یدفع الی فاطمۃ منہا شیئا فوجدت (غضبت)
فاطمۃ علی ابی بکر فی ذلک وقال ابوبکر
والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل
من قرابتی واما الذی شجر بینی وبینکم من
ہذہ الاموال فانی لم آل فیہا عن
الحق ولم اترك امرا رایت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یصنعہ فیہا الا صنعتہ
اخرجہ احمد والبخاری وغیرہما وہذا
لفظ احمد وفی روایۃ لہ ان فاطمۃ بنت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سالت ابابکر
بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان یقسم لہا میراثہا مما ترك رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم مما افاء اللہ علیہ فقال
لہا ابوبکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

طرف سے اپنے حصۂ وراثت کا سوال کیا جو اللہ تعالےٰ نے آپ کو دلوایا
تھا مدینہ میں اور فدک میں اور خمس خیبر میں سے ما بقی کا۔ تو ابوبکرؓ
نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا (پیغمبروں کا)
کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑیں گے وہ صدقہ
(یعنی غریبوں کا حق) ہے۔ اس مال سے آلِ محمدؐ صرف کھاتے
رہیں اور بخدا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ
میں کچھ تغیر نہ کروں گا اُس کے اُس حال سے جس پر وہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور میں اُس میں ضرور وہی عمل
کروں گا (یعنی تقسیم) جو اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے
تھے، غرض ابوبکرؓ نے اُس میں سے فاطمہؓ کو کچھ دینے سے انکار کردیا
تو فاطمہؓ اس پر ابوبکرؓ سے ناراض ہوگئیں اور ابوبکرؓ نے کہا قسم
ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ قرابت رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ
میں نیک برتاؤ کروں اپنی قرابت سے اور رہا یہ اختلاف جو میرے اور
تمہارے درمیان ان اموال کے بارے میں واقع ہوا تو میں اس
میں حق سے نہیں ہٹا ہوں اور میں نے کسی ایسے امر کو نہیں چھوڑا
جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا
جو عمل آپؐ اس میں کرتے تھے وہی میں نے کیا، اس کو احمد اور
بخاری وغیرہما نے روایت کیا اور یہ الفاظ احمد کے ہیں۔ اور
اُن کی ایک روایت میں یہ ہے کہ فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے ابوبکرؓ سے سوال کیا کہ وہ اُن کا حصۂ میراث اس جائداد
میں سے تقسیم کرکے دیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
چھوڑی ہے اور اللہ تعالےٰ نے اُن کو دی تھی تو اُن سے
ابوبکرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث

قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ فغضبت فاطمۃ علیہا السلام فہجرت ابا بکر رضی اللہ عنہ فلم تزل مہاجرتہ حتی توفیت قال و عاشت بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستۃ اشہر قال فکانت فاطمۃ علیہا السلام تسأل ابا بکر نصیبہا مما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خیبر و فدک و صدقتہ بالمدینۃ فأبی ابو بکر ذلک علیہا وقال لست تارکا شیئا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعمل بہ الا عملت بہ انی اخشی ان ترکت شیئا من امرہ ان ازیغ فاما صدقتہ بالمدینۃ فدفعہا عمر (اسیل عن الحق ۱۲) الی علی و عباس فغلبہ علیہا علی و اما خیبر و فدک فامسکہما عمر رضی اللہ عنہ و قال ہما صدقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لحقوقہ التی تعروہ (پیش آمدہ امور ۱۲) و نوائبہ و امرہما الی من ولی الامر قال فہما علی ذلک الیوم اخرجہ احمد و عن عقبۃ بن الحارث قال فخرجت مع ابی بکر رضی اللہ عنہ من صلوٰۃ العصر بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلیال و علی

نہ ہوگا ہم جو کچھ چھوڑیں گے وہ صدقہ ہوگا تو فاطمہ علیہا السلام ناراض ہوگئیں تو ابوبکرؓ کو چھوڑ دیا اور انقطاع تعلق باقی رکھا یہاں تک کہ اُن کی وفات ہوگئی کہاکہ وہ بعد وفاتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چھ ماہ زندہ رہیں۔ کہاکہ فاطمہ علیہا السّلام ابوبکرؓ سے سوال کرتی تھیں اپنے حصّہ کا اس میں سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا یعنی خیبر اور فدک اور آپ کا صدقہ جو مدینہ میں تھا تو ابوبکرؓ نے اُن سے اسکا انکار کردیا اور کہا تھا کہ میں کوئی چیز چھوڑنے والا نہیں ہوں جسپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عمل کرتے تھے مگر مجھے بھی اس پر عمل کرنا ہے۔ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ مَیں نے اگر آپؐ کے امر میں سے کسی چیز کو ترک کردیا تو مَیں حق سے پھر جاؤں۔ ہاں جو آپؐ کا مدینہ کا صدقہ تھا اس کو عمرؓ نے علیؓ اور عباسؓ کو دیدیا تھا۔ (بطور تولیت) تو غالب رہے۔ اُس صدقہ میں عباسؓ پر علیؓ۔ رہا خیبر اور فدک تو اُن دونوں کو عمرؓ نے روک لیا تھا اور فرمایا کہ یہ دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسا صدقہ ہیں جو اُن حقوق کے پورا کرنے کے لئے تھے جو آپ کو پیش آتے تھے اور آپ کے نوائب (یعنی حوادث و فتنہ) کے لئے تھے اور ان دونو کا معاملہ سپردگی میں رہے گا اس کے جو ولیِ امر (یعنی خلیفہ) ہو۔ کہاکہ یہ دونوں آج تک اُسی حال پر ہیں۔ اور مروی ہے عقبہؓ ابن الحارث سے کہاکہ میں نکلا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز عصر کے بعد جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر چند راتیں گزری تھیں اور علیؓ آپؐ کے پہلو میں چل رہے تھے تو اُن کا گزر حسن بن علیؓ پر ہوا جو کہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے

ع ہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ نے تحفۂ اثناعشریہ میں باغِ فدک کے قصہ کی تفصیل اور اس حدیث کی شرح بلیغ انداز کے ساتھ کی ہے جو خواہشمند ہو وہ اس کا مطالعہ کرے ۲

يمشي الى جنبه فمر بحسن بن علي يلعب مع غلمان فاحتمله على رقبته وقال وابي شبيه بالنبي ليس شبيها بعلي وقال وعلي رضي الله يضحك اخرجه احمد وعن عايشة ان فاطمة ارسلت الى ابى بكر تسأله عن ميراثها من النبى صلى الله عليه وسلم مما افاء الله على رسوله من المدينة وفدك ومابقي من خمس خيبر فقال ابوبكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة انما ياكل ال محمد من هذا المال و انى والله لا اغير شيئا من صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن حالها التى كانت عليها فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا عملن فيها بما عمل رسول الله صلى الله عليه وسلم فابى ابوبكر ان يدفع الى فاطمة منها شيئا فوجدت فاطمة على ابى بكر فى ذلك فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت وعاشت بعد النبى صلى الله عليه وسلم ستة اشهر فلما توفيت دفنها زوجها علي ليلا ولم يؤذن بها ابابكر وصلى عليها وكان لعلي من الناس وجه حيوة فاطمة فلما توفيت استنكر علي وجوه الناس فالتمس مصالحة ابى بكر و مبايعته ولم يكن يبايع تلك الاشهر فارسل الى ابى بكر ان ائتنا ولا يأتينا معك احد

تو ابوبکرؓ نے اُن کو اُٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور کہا کہ میرا باپ اس پر قربان (یہ محاورہ کلام ہے) یہ مشابہ ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علیؓ کے مشابہ نہیں ہے۔ کہا اور علیؓ ہنس رہتے تھے، اس کو روایت کیا احمد نے۔ اور مروی ہے عائشہؓ سے کہ فاطمہؓ نے ابوبکرؓ کو بُلا بھیجا اور اُن سے سوال کیا اپنے حصّۂ وراثت کا جو اُن کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پہنچتا تھا اُس میں سے جو اللہ نے اپنے رسولؐ کو دیا تھا مدینہ میں سے اور فدک میں سے اور خیبر کے پانچویں حصّہ کے باقی ماندہ میں سے۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم (پیغمبر) جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ اس مال میں سے آلِ محمدؐ صرف کھائیں گے اور میں واللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں جس حال پر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اُس کی کسی چیز میں تغیّر نہ کروں گا اور میں اس میں ضرور وہی عمل کروں گا جو عمل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ تو ابوبکرؓ نے اس سے انکار کردیا کہ فاطمہؓ کو اس میں سے کچھ دیں۔ اس سے فاطمہؓ ابوبکرؓ سے ناراض ہوگئیں اور اُن کو چھوڑ دیا اور اُن سے کلام نہیں کیا یہاں تک کہ انتقال ہوگیا اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے شوہر حضرت علیؓ نے ان کو رات میں ہی دفن کردیا اور اس وفات کی اطلاع ابوبکرؓ کو نہیں دی۔ اور ان پر نماز انھوں نے ہی پڑھی۔ اور علیؓ کی لوگوں میں خاص عزت رہی فاطمہؓ کی زندگی تک۔ پھر جب ان کا انتقال ہوگیا تو علیؓ نے لوگوں کے رُخ بدلے ہوئے پائے تو ابوبکرؓ سے مصالحت اور ان سے بیعت کی درخواست کی اور ان مہینوں میں وہ بیعت نہیں کر رہے تھے پھر انھوں نے ابوبکرؓ

كراهية ليحضر عمر فقال عمر والله لا تدخل عليهم وحدك فقال ابوبكر وما عسيتهم ان يفعلوا بي والله لاٰتينهم فدخل عليهم ابوبكر فتشهد علیؓ فقال انا قد عرفنا فضلك وما اعطاك الله ولم ننفس عليك خيرا ساقه الله اليك ولكنك استبددت علينا بالامر وكنا نرى لقرابتنا من رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لنا نصيبا حتى فاضت عينا ابي بكر فلما تكلم ابوبكر قال والذي نفسي بيده لقرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم احب اليّ من ان اصل قرابتي واما الذي شجر بيني و بينكم من هذه الاموال فاني لم آل فيها عن الخير ولم اترك امرا رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنعه فيها الا صنعته فقال علیؓ لابي بكر موعدك العشية للبيعة فلما صلى ابوبكر الظهر رقي المنبر فتشهد وذكر شأن علیؓ وتخلفه عن البيعة وعذره بالذي اعتذر اليه ثم استغفر وتشهد علیؓ فعظم حق ابي بكر وحدث انه لم يحمله على الذي صنع نفاسة على ابي بكر

حسد برديم[1] عذر قبول کرد[2] خطب[3] حسد[4]

کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ ہمارے پاس آئیں اور تمہارے ساتھ کوئی دوسرا نہ آتے اس کراہیت کی وجہ سے کہ عمرؓ ضرور ساتھ ہوں گے۔ اس پر عمرؓ نے کہا واللہ آپ اُن کے پاس تنہا نہ جائیں۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ واللہ مجھے امید نہیں کہ وہ میرے ساتھ (بُرا معاملہ) کریں گے۔ واللہ میں اُن کے پاس ضرور جاؤں گا۔ اور اُن کے پاس ابوبکرؓ پہنچ گئے۔ تو علیؓ نے کلمۂ شہادت پڑھا اور کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم آپ کی بزرگی کو پہچانتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے آپ کو دیا ہے اور اُس خیر پر جو اللہ نے آپ کی طرف بھیجدی ہے ہم نے آپ کے اُوپر حسد نہیں کیا۔ لیکن آپ نے اس امر (یعنی خلافت) کے سلسلہ میں اکیلے اکیلے ہی سب کچھ کیا اور ہم خیال کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنی قرابت کی وجہ سے کہ (مشاورت میں) ہمارا حصہ ہوگا۔ یہاں تک کہ ابوبکرؓ کے آنسو بہنے لگے۔ پھر جب ابوبکرؓ نے گفتگو شروع کی تو فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ البتہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں اپنی قرابت کے ساتھ ناطہ جوڑوں۔ رہی وہ بات کہ ان اموال کے سلسلہ میں میرے اور تمہارے درمیان اختلاف واقع ہوا تو یقیناً میں اُن کے بارے میں خیر سے نہیں ہٹا اور نہ میں نے کسی ایسے کام کو چھوڑا جو میں نے اُن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوتے دیکھا، مگر میں نے وہی کیا۔ اس کے بعد علیؓ نے ابوبکرؓ سے کہا آپ سے بعیت کیلئے شام کو آنے کا وعدہ ہے۔ پھر جب ابوبکرؓ نے نماز ظہر پڑھ لی تو منبر پر چڑھے اور کلمۂ شہادت پڑھا اور علیؓ کی شان کا ذکر کیا اور ان کی بعیت سے تخلف کا اور حضرت علیؓ کے اس عذر کو قبول کرنے کا اظہار کیا جو انھوں نے ان سے کیا تھا۔ اس کے بعد (علیؓ نے) استغفار کیا اور کلمۂ شہادت

ولا انکار الذی فضّلہ اللہ بہ وَلٰکِنّا کُنّا نرٰی لنا فی ھٰذا الامر ای المشورۃ کما یدلّ علیہ بقیّۃ الرّوایات نصیبًا فاستبدّ علینا فوجدنا فی انفسنا فسرّ بذٰلک المسلمونَ و قالوا اصَبْتَ و کانَ المسلمون الیٰ علیّ قریبًا حین راجَعَ الاَمر المعروف رواہ البخاری وعن ابی سعید الخدریؓ قال قال ابوبکر الستُ احقّ الناس بھا الستُ اوّل مَن اَسْلَمَ الستُ صاحبَ کذا الستُ صاحِبَ کذا رواہ الترمذی بعد ازاں اہم مہمات نزدیک حضرت صدّیقؓ آں بود کہ برائے اُمتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قاعدہ مرتّب فرماید تا در مسائلِ اجتہادیہّ بکدام راہ سلوک نمایند وترتیب ادِلّہ شرعیہ بچہ اسلوب بعمل آرند اِلٰی یومنا ھٰذا ہمہ مجتہدین بر ہمیں قاعدہ عمل می کنند و وے رضی اللہ عنہ شیخ و اُستاد جمیعِ مجتہدین شد بوضعِ ایں قاعدہ عن میمونُ بن مھران قال کان ابوبکرٍ اذا ورد علیہ الخصمُ نظر فی کتاب اللہ فاذا وجد فیہ

پڑھ کر ابوبکرؓ کے حق کی عظمت کا اظہار کیا اور بیان کیا کہ جو کچھ اُنھوں نے (توقف) کیا اس پر اُن کو ابوبکرؓ پر حسد نے برانگیختہ نہیں کیا اور نہ اُن فضائل سے انکار کی بناء پر کیا جن سے اللہ تعالےٰ نے اُن کو فضیلت بخشی، لیکن ہم یہ خیال کر رہے تھے کہ اس امر میں (یعنی مشورہ میں جیساکہ اس پر بقیہ روایات دلالت کرتی ہیں[1]) ہمارا بھی حصّہ ہوگا مگر ہم کو الگ (یعنی نظر انداز) کردیا تو ہم نے اپنے نفوس میں اس کا رنج پایا۔ تو اس سے سب مسلمان خوش ہوئے اور سب نے کہاکہ آپ نے اچھا (اِقدام) کیا اور سب مسلمان (اب) علیؓ سے قریب ہوگئے جب اُنھوں نے اس نیک کام کی طرف رجوع کرلیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور مروی ہے ابوسعید خدریؓ سے کہاکہ ابوبکرؓ نے (سقیفۂ بنی ساعدہ میں) کہاکہ کیا میں اس (خلافت) کا سب لوگوں سے زیادہ مستحق نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے اوّل اسلام لانیوالا شخص نہیں ہوں؟ کیا میں فلاں فضیلت والا نہیں ہوں؟ کیا میں فلاں بات والا نہیں ہوں؟ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اس کے بعد اہم مہمّات حضرت صدّیقؓ کے نزدیک یہ کام تھاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لئے ایک قاعدہ مرتّب فرمادیں کہ مسائلِ اجتہادمیں لوگ کس راہ پر چلیں اور دلائلِ شرعیّہ کی ترتیب کس اسلوب کے ساتھ عمل میں لائیں۔ ہمارے آج کے دن تک تمام مجتہدین اسی قاعدہ پر عمل کر رہے ہیں اور صدّیق رضی اللہ عنہ شیخ اور اُستاد تمام مجتہدین کے ہوئے اس قاعدہ کو وضع فرمانے کی وجہ سے۔ مروی ہے میمون بن مہران سے کہاکہ ابوبکرؓ کے پاس جب کوئی مدعی آتا تو وہ نظر کرتے کتاب اللہ میں اگر اس میں وہ بات پاتے جس سے اُن کے درمیان فیصلہ کردیں

[1] اس عبارت کو قوسین کے درمیان اس لئے کردیا کہ یہ حضرت مصنفؒ کیطرف سے ہے جس میں ھٰذا الامر کا مشار الیہ ذکر کیا گیا ہے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

ما یقضی بینھم قضٰی بہ وان لم یکن فی الکتاب و علم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذٰلک سنۃً قضٰی بہ فان اَعیاہُ خرج فسأل المسلمین و قال اتانی کذا وکذا فھل علمتم انَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضٰی فی ذٰلک بقضاءٍ فربما اجتمع الیہ النفر کلھم یذکر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ قضاءً فیقول ابوبکر الحمدُ لِلّٰہِ الذی جعلَ فینا من یحفَظ علٰی نبیِّنَا فان اَعیاہ ان یجدَ فیہ سنّۃً من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع رءوسَ النّاس واخیارھم فاستشارَھم فاذا اجتمع رأیُھم علٰی امرٍ قضٰی بہ رواہ الدّارمی بعد ازاں در میراثِ جدّہ مسئلہ وارد شد حضرتِ صدّیق رض تفحّص بلیغ فرمود تا آنکہ حدیث ظاہر شد و مسئلہ منقح گشت عن الزھری قال جاءت الٰی ابی بکر جدّۃٌ امّ اَبٍ اوامّ اُمٍّ فقالت ان ابن ابنی او ابنَ ابنتی تُوفّیَ وبلغنی انّ لی نصیباً فمالی فقال ابوبکر ما سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فیھا شیئاً و سَاَسأل الناس فلمّا صلّی الظھر فقال ایّکم سمعَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی الجدّۃ

تو اُس کے مطابق فیصلہ کر دیتے اور اگر کتاب میں نہ ہوتا اور اُن کو اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی سُنّت کا علم ہوتا تو اسکے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ پھر اگر اس سے بھی عاجز ہوتے تو مسلمانوں سے سوال کرتے اور فرماتے کہ میرے پاس ایسا اور ایسا مسئلہ آیا ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہے؟ تو بسا اوقات ایسا ہوتا کہ سب کی نظر ایک ہی بات پر جمع ہو جاتی ہر ایک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں ایک ہی فیصلہ کا ذکر کرتا تو ابو بکر رض کہتے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم میں ایسے لوگ رکھے جو ہمارے نبیؐ کی باتیں محفوظ رکھتے ہیں۔ پھر اگر اس سے عاجز ہو جاتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سُنّت میں سے کوئی بات پائیں تو لوگوں میں سے ممتاز اور اخیار لوگوں کو جمع کرتے اور ان سے مشورہ لیتے تو جب اُن کی رائے کسی بات پر متفق ہو جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے، اس کو روایت کیا دارمی نے۔ اس کے بعد دادی کی میراث کا مسئلہ آپ کے سامنے آیا تو حضرت صدیق رض نے بہت جستجو کی یہانتک کہ ایک حدیث ظاہر ہو گئی اور مسئلہ واضح ہو گیا۔ مروی ہے زہری رح سے کہا کہ ابو بکر رض کے پاس ایک جدّہ آئی یعنی باپ کی ماں یا ماں کی ماں اور کہنے لگی کہ میرے بیٹے کے بیٹے کی یا بیٹی کے بیٹے کی وفات ہو گئی اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ میرا بھی کچھ حصّہ ہے تو وہ کیا ہے؟ تو ابو بکر رض نے کہا کہ میں نے اسکے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سُنا کہ آپؐ نے اسکے بارے میں کچھ فرمایا اور میں عنقریب لوگوں سے پوچھونگا۔ تو جب آپ نے ظہر کی نماز پڑھ لی تو فرمایا کہ تم میں سے کسی نے

شیئًا فقال المغیرۃ بن شعبۃ انا قال
ماذا قال اعطاھا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سُدُسًا قال اَیَعلم ذٰلک احدٌ
غیرُک فقال محمد بن مسلمۃ صدق [مغیرۃ ۱۲]
فاعطاھا ابوبکر السدس فجاءت الی عمر
مثلھا فقال ما ادری ما سمعتُ من رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھا شیئًا وساسأل
الناس فحدثوہ بحدیث المغیرۃ بن شعبۃ و
محمد بن مسلمۃ فقال عمر ایکما خلت بہ
فلھا السدس فان اجتمعتما [الجدتان ۱۲] فھو بینکما
رواہ مالک والدارمی وھذا لفظ الدارمی
بعدازاں درمیراث جدّ اختلاف افتاد کہ
وے عند عدم الاب بمنزلہ اب است
یا حالتِ او متردّد است شبیہے بہ پدر دارد
و شبیہے بہ برادر صحابہؓ دریں باب اقوالِ
شتّی دارند فاروقِ اعظمؓ قولے دارد
و علی مرتضےؓ قولے و عبداللہ بن مسعودؓ
قولے و زید بن ثابتؓ قولے واز ہمہ
نوعے تردّد و رجوع منقول گشت
ثابت ترین ہمہ اقوال دریں باب
قول صدیقِ اکبرؓ است قال
ابن عباس و ابن الزبیر
اما الذی قال [فی حقہ] رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لو کنتُ
متخذًا احدًا خلیلًا لاتخذتہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ نے جدّہ کے بارے
میں کچھ فرمایا ہے تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ میں نے۔ فرمایا کہ کیا؟ کہا کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھٹا حصّہ دیا ہے۔ فرمایا کہ
کیا اس بات کو تیرے سوا کوئی اور بھی جانتا ہے تو محمد بن مسلمہؓ نے
کہا کہ مغیرہؓ نے سچ کہا ہے۔ تو ابو بکرؓ نے اس کو چھٹا حصّہ دیدیا۔
پھر عمرؓ کے پاس ایسی ہی ایک عورت آئی۔ تو انھوں نے کہا کہ میں
نہیں جانتا میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سُنا، اور میں عنقریب اس کے
بارے میں لوگوں سے پوچھوں گا۔ تو لوگوں نے اُن سے مغیرہ بن
شعبہؓ اور محمد بن مسلمہؓ کی حدیث بیان کی تو عمرؓ نے فرمایا کہ تم
دونوں (دادی اور نانی) میں سے جو تنہا ہو تو اس کو چھٹا
حصہ ملے گا اور اگر تم دونوں جمع ہو جاؤ تو وہ (چھٹا حصّہ)
تم دونوں کے درمیان (تقسیم) ہوگا، روایت کیا اس کو مالک
اور دارمی نے اور یہ لفظ دارمی کے ہیں۔ اس کے بعد جدّ (دادا)
کی میراث میں اختلاف واقع ہوا کہ وہ باپ نہ ہونے کے
وقت بمنزلہ باپ کے ہے یا اس کی حالت متردّد ہے کچھ
مشابہت تو باپ کے ساتھ رکھتا ہے اور کچھ مشابہت بھائی کے
ساتھ۔ صحابہؓ اس بارے میں مختلف اقوال رکھتے ہیں۔ ایک قول
فاروقِ اعظمؓ کا ہے اور ایک قول علی مرتضےؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ
کا ایک قول اور زید بن ثابتؓ کا ایک قول اور سب کی طرف سے
تردّد اور (اپنے قول سے) رجوع منقول ہے۔ اس باب میں تمام
اقوال سے پختہ ترین صدیقِ اکبرؓ کا قول ہے۔ ابن عباسؓ اور ابن
الزبیرؓ نے کہا کہ اس شخص نے جس کے حق میں رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اگر میں کسی شخص کو اپنا خلیل بنانیوالا
ہوتا تو اس کو خلیل بناتا اس کو (یعنی جد کو)

خلیلاً قد جعلہ ابًا (الجد۱۲) اخرج قول الاوّل (ابن عباس۱۲) الدارمیُّ وقول الثانی (ابن الزبیر۱۲) البخاری وقال الحسنُ ان الجدّ قد مضت سُنّتہٗ وانّ ابابکرٍ جعل الجدّ ابًا ولٰکن الناس تحیّروا اخرجہ الدارمی بعد ازاں در تفسیر کلالہ اختلاف واقع شد و در جواب آں اکثر صحابہؓ راعیّ در گرفت عقبۃ بن عامرؓ جُہنی گفت ما اعضل باصحاب النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم شیٌّ ما اعضلَت بہم الکلالۃُ صدیقِ اکبرؓ متصدّی جواب آں شد عن الشعبی قال سُئِلَ ابوبکرؓ عن الکلالۃِ فقال انّی ساقول فیہا برأیی فان کانَ صوابًا فمن اللہ وان کان خطأً فمنّی ومن الشیطان اُراہُ ماخلا الوالِدَ والولدَ فلمّا استخلف عمر قال انّی لَاَستحیِی ان اَرُدَّ شیئًا قالہ ابوبکرؓ اخرجہ الدّارمیّ بعد ازاں در حدِّ شُرب خمر تحیّرے رُو نداد باں جہت کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحضور شریف شارب خمر را بضرب امر مے فرمود چوں مقدارے کہ میخواست بعمل مے آمد منع مے فرمودند و بس مے فرمودند و لہٰذا قدرِ آں معیّن نشد صدیقِ اکبرؓ بر چہل ضربہ

باپؑ قرار دیا، قولِ اوّل (یعنی ابنِ عباسؓ) کو دارمی نے اور دوسرے (یعنی ابن الزبیرؓ) کے قول کو بخاری نے روایت کیا۔ اور حسنؒ نے کہا کہ جد کے بارے میں سنّت جاری ہو گئی اور ابوبکرؓ نے جد کو باپ قرار دیدیا لیکن لوگ حیرت میں مبتلا رہے، اس کو روایت کیا دارمی نے۔ اس کے بعد کلالہ کی تفسیر میں اختلاف واقع ہوا۔ اس کے جواب میں اکثر صحابہؓ کو عجز لاحق ہو گیا۔ عُقبہ بن عامر جُہنیؓ کا قول ہے کہ اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے بارے میں اتنی اُلجھن میں نہیں پڑے جس قدر اُلجھن میں کلالہ (کی تفسیر) میں پڑے۔ صدیقِ اکبرؓ اس کے جواب کے لئے تیار ہوتے۔ مروی ہے شعبیؒ سے کہا کہ سوال کیا گیا ابوبکر صدّیقؓ سے کلالہ کے (معنے) کے بارے میں، تو فرمایا کہ میں اس میں جو کچھ کہوں گا اپنی رائے سے کہوں گا اور وہ صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر خطا ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کلالہ وہ ہے جو نہ والد کو (یعنی باپ دادا وغیرہ اُوپر کے مرتبہ کے ورثاء) کو چھوڑے اور نہ اولاد کو (یعنی بیٹے پوتے وغیرہ نیچے کے مرتبہ کے وُرثاء کو) تو جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ مجھے اللہ سے حیا معلوم ہوتی ہے کہ میں اُس بات کو ردّ کر دوں جس کو ابوبکرؓ نے فرمایا، اس کو روایت کیا دارمی نے۔ اسکے بعد شراب پینے کی حد میں ایک تحیّر پیدا ہوا اس وجہ سے کہ آنحضرتؐ اپنے حضور شریف (یعنی موجودگی) میں شارب خمر کے لئے مارنے کا حکم دیتے تھے۔ جب وہ مقدار جو آپؐ چاہتے تھے پوری ہو جاتی تبھی تو منع کر دیا کرتے تھے

عہ یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے، اَنَا النّبی لاکذِب، اَنَا ابن عبد المطلب۔ اس میں آپؐ نے اپنے کو اپنے دادا عبد المطلب کا بیٹا فرمایا تھا ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

تعین آں کرد عن ابن عباس قال ان الشراب
کانوا یضربون علی عہد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالایدی و
النعال حتی توفی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وکانوا فی خلافۃ ابی بکر اکثر
منہم فی عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فقال ابو بکر لو فرضنا لہم
حدا فتوخی نحو ما کانوا یضربون
علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فکان ابو بکر یجلدہم اربعین حتی
توفی الحدیث اخرجہ الحاکم والبیہقی
وغیرہما واللفظ للحاکم بعد ازانکہ
خدائ عزوجل ہزیمت بر مرتدین انداخت و
مرتدین جوق جوق نادم شدہ پیش حضرت صدیق
آمدند وے رضی اللہ عنہ درباب آنجماعات
کلمات عجیبہ بقدر حال ہر جمعے ارشاد می فرمود
عن طارق بن شہاب عن ابی بکر انہ
قال لوفد بزاخۃ تتبعون اذناب
الابل حتی یری اللہ خلیفۃ نبیہ
والمہاجرین امرا یعذرونکم بہ اخرجہ
البخاری وفی روایۃ عبید اللہ بن
عبد اللہ لما ارتد من ارتد علی عہد
ابی بکر اراد ابو بکر ان یجاہدہم
فقال لہ عمر أتقاتلہم وقد سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول

اور بس فرمادیتے تھے اس وجہ سے اس کی مقدار متعین نہ ہوئی۔ صدیق
اکبر رضؓ نے چالیس ضربوں پر اس کا تعین کردیا۔ مروی ہے ابن عباسؓ
سے کہا کہ شراب پینے والے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
میں پیٹے جاتے تھے ہاتھوں سے اور جوتوں سے یہاں تک کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور ایسے لوگ ابوبکرؓ
کی خلافت کے زمانہ میں زیادہ ہوگئے اُن سے جو رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے تو ابوبکرؓ نے کہا کہ بہتر ہے کہ ایسے
لوگوں کے لئے ہم ایک حد مقرر کردیں تو انھوں نے جستجو کی
اُس مقدار کی جس سے یہ لوگ پیٹے جاتے تھے رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو ابوبکرؓ اُن کے چالیس کوڑے
لگواتے رہے اپنی وفات تک، الحدیث، اس کو حاکم اور
بیہقی وغیرہما نے روایت کیا اور لفظ حاکم کے ہیں۔ بعد
اس کے کہ خدائے عزوجل نے مرتدین میں بھگدڑ ڈال دی اور
مرتدین جوق درجوق نادم ہوکر حضرت صدیقؓ کے سامنے
آنے لگے اور آپ رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر جماعت کے بارے
میں ان کے حسب حال کلمات عجیبہ ارشاد فرماتے تھے۔ مروی
ہے طارق بن شہابؓ سے وہ روایت کرتے ہیں ابوبکرؓ سے کہ
اُنھوں نے وفد بزاخہ سے فرمایا کہ تم اونٹوں کی دُموں کے پیچھے
لگے رہتے رہو یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے دکھا دیا اپنے نبیؐ
کے خلیفہ اور مہاجرین کو ایسا امر جس سے وہ تمہارے عذر کے
سبک ہونے کو سمجھ لیں، روایت کیا اس کو بخاری نے۔ اور عبید اللہؓ
ابن عبد اللہ کی روایت میں ہے کہ جب مرتد ہونے والے مرتد ہوتے
ابوبکرؓ کے زمانہ میں تو ابوبکرؓ نے ارادہ کیا کہ اُن کے ساتھ جہاد
کریں تو اُن سے عمرؓ نے کہا کہ کیا آپ ان کے ساتھ قتال
کریں گے حالانکہ آپ سن چکے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے

من شهد ان لا اله الا الله وانّ محمّدًا رّسول الله حرم مالهٗ ودمهٗ الّا بحقّ وحسابهٗ على الله فقال ابوبكر أنا لأقاتلُ من فرّق بين الصّلوٰة والزّكوٰة والله لاقاتلنّ من فرّق بينهما حتّٰى أجمعها قال عمر فقاتلنا معهٗ فكان والله رشدًا فلما ظفر بمن ظفر به منهم قال اختاروا بين خطّتين امّا حربٌ مجليةٌ وإمّا الخطّة المخزيةُ قالوا هٰذه الحربُ المجلية قد عرفناها فما الخطّة المخزيةُ قال تشهدون على قتلانا انهم فى الجنّة وعلىٰ قتلاكم انّهم فى النّار ففعلوا رواه ابن ابى شيبة بعد ازاں حضرت صدیقؓ بنا بر رؤیای والہامیکہ بخاطر ش درداوند مصمم فرمود کہ برائے جہادِ شام فوج مسلمین را فرستد یزید بن ابی سفیان را امیر چہاریک شام ساخت ووقتِ وداعِ او وصایائے عجیبہ فرمود کہ دستور العمل اُمراء مسلمین شد در جمیع امصار و اعصار عن يحيى بن سعيد انّ ابا بكر الصّديق بعث جيوشًا الى الشّام فخرج يمشى مع يزيد بن ابى سفيان وكان امير ربعٍ من تلك الارباع فزعموا انّ يزيد قال

آپ فرماتے تھے کہ جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کا رسول ہے تو اس کا مال اور خون حرام ہے بجز ․․․․ کسی حق کے اور اُس کا حساب اللہ کے حوالہ ہے۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میں ضرور ہر ایسے شخص سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے واللہ میں ضرور قتال کروں گا ایسے لوگوں سے جو دونوں (فرضوں) کے درمیان تفریق کریں (کہ صرف نماز کو فرض سمجھیں اور زکوٰۃ کو نہ سمجھیں جس طرح نماز کے انکار کو الاّ بحقہا فرما کر حُرمتِ مال و دم سے مستثنیٰ کیا گیا ہے زکوٰۃ اور دیگر ضروریاتِ دین بھی اسکے ساتھ شامل ہیں) یہانتک کہ وہ ان دونوں کو جمع کریں۔ عمرؓ نے بیان کیا کہ پھر ہم نے ان کے ساتھ مل کر قتال کیا تو واللہ (واضح ہو گیا کہ) یہ کارِ نیک تھا۔ جب ابوبکرؓ فتحمند ہو گئے ان میں سے جن پر فتحمند ہوتے ان سے فرمایا کہ تم دو حال میں سے ایک حال اختیار کرو یا حرب مُجلیہ (یعنی جلا وطنی پر مجبور کر دینے والی جنگ) اور یا خُطّۂ مُخزیہ (یعنی رسوائی میں ڈال دینے والی حالت) تو اُنھوں نے یہ کہا کہ حرب مُجلیہ جو آپ نے کہا اس کو تو ہم سمجھ گئے۔ مگر خطّۂ مخزیہ کیا ہے؟ فرمایا وہ یہ ہے کہ تم شہادت دو ہمارے مقتولوں کے بارے میں کہ وہ جنّت میں ہیں اور اپنے مقتولوں کے بارے میں کہ وہ دوزخ میں ہیں، تو اُنھوں نے ایسا کیا، روایت کیا اس کو ابنِ ابی شیبہ نے۔ اس کے بعد حضرت صدّیقؓ نے ایک خواب اور اس الہام کی بنار پر جو آپ کے دل میں ڈالا گیا مصمّم ارادہ کیا کہ شام سے جہاد کے لئے مسلمانوں کی فوج بھیجیں تو آپ نے یزید بن ابی سفیانؓ کو ایک چوتھائی حصّہ شام کا امیر بنایا اور اُن کو رخصت کرنے کے وقت اتنی عجیب وصیتیں فرمائیں جو اُمراء مسلمین کیلئے تمام شہروں اور تمام زمانوں میں دستور العمل بن گئیں۔ مروی ہے یحییٰ بن سعیدؓ سے کہ ابوبکر صدیقؓ نے شام کی طرف لشکر بھیجے پھر پیدل چلتے ہوئے نکلے یزید بن ابی سفیانؓ کیساتھ (جو سواری پر بیٹھے ہوئے تھے) اور وہ (شام کے) ان چار حصّوں میں سے ایک حصّہ پر امیر تھے

لابی بکر اما ان ترکب واما ان انزل فقال ابو بکر ما انت بنازلٍ وما انا براکبٍ انی احتسبت خطای ھٰذہ فی سبیل اللہ ثم قال انک ستجد قومًا زعموا انھم حبسوا انفسھم فی سبیل اللہ فذرھم وما زعموا انھم حبسوا انفسھم لہ وستجد قومًا فحصوا عن اوساط رؤسھم من الشعر فاضرب ما فحصوا عنہ بالسیف. وانی موصیک بعشرٍ لا تقتلن امرأۃً ولا صبیًا ولا کبیرا ھرمًا ولا تقطعن شجرًا مثمرًا ولا تخربن عامرًا ولا تعقرن شاۃً ولا بعیرًا الا لاکلہٖ ولا تحرقن نخلًا ولا تغرقنہ ولا تغلل ولا تجبن اخرجہ مالک فی المؤطا عن یزید بن ابی سفیان قال قال ابو بکر رضی اللہ عنہ حین بعثنی الی الشام یا یزید ان لک قرابۃً خشیت ان تؤثرھم بالامارۃ وذلک اکبر ما اخاف علیک فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ولی من امر المسلمین شیئًا فامر علیھم احدًا محاباۃً فعلیہ لعنۃ اللہ لا یقبل اللہ منہ صرفًا ولا عدلًا حتی یدخلہ جھنم ومن اعطی احدًا حمی اللہ فقد انتھک فی حمی اللہ شیئًا بغیر حقہ فعلیہ لعنۃ اللہ او قال تبرأت منہ ذمۃ اللہ عز وجل

تو لوگوں نے یہ اندازہ کیا کہ یزیدؓ نے ابو بکرؓ سے کہا کہ یا تو آپ سوار ہوں یا میں اُتروں تو ابو بکرؓ نے فرمایا نہ تمہارے اُترنے کی ضرورت نہ میرے سوار ہونے کی کیونکہ مَیں نے اپنے قدموں سے اللہ کے راستہ میں چلنے کی نیت کر رکھی ہے۔ پھر فرمایا تم وہاں پہنچکر ایسے لوگوں کو پاؤ گے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنے آپ کو اللہ کے راستہ میں لگا رکھا ہے تو اُن کو اُن کے اس گمان پر کہ انھوں نے خود کو اللہ کے کام میں لگا رکھا ہے چھوڑ دینا اور تم ایسی قوم کو بھی پاؤ گے جو اپنی چندیا کے بال نکال دیتے ہیں (ادھر اُدھر بال رکھتے ہیں) اُس چندیا پر تلوار کی ضرب لگاؤ۔ اور میں تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں، ہرگز قتل نہ کرنا کسی عورت کو اور نہ لڑکے کو اور نہ بڑی عمر والے بوڑھے کو اور نہ کسی پھل دینے والے درخت کو کاٹنا اور نہ کسی آبادی کو اُجاڑنا اور نہ کسی بکری یا اونٹ کی کونچیں کاٹنا بجز اسکے کھانے کی وجہ کے اور نہ کسی درخت خرما کو پھونکنا اور نہ کھودنا اور نہ خیانت کرنا اور نہ بزدلی کرنا، ان کو امام مالکؒ نے ذکر کیا مؤطا میں۔ مروی ہے یزید بن ابی سفیانؓ سے کہا کہ جب مجھے ابو بکرؓ نے شام کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ اے یزید! تجھ سے قرابت ہے مجھے اندیشہ ہے کہ تو لوگوں پر امارت کی وجہ سے اپنی برتری نہ جتانے لگے اور یہ سب سے بڑا اندیشہ ہے تجھ سے کیوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو متولّی ہو جائے مسلمانوں کے امور میں سے کسی امر کا پھر وہ لوگوں پر کسی شخص کو امیر بنائے باہمی عطیہ و بخشش کے طور پر تو اس پر اللہ کی لعنت، نہ اُسکے فرض قبول کئے جائیں گے اور نہ نفل یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اس کو جہنّم میں داخل کریگا اور جس نے کسی کو دیدی اللہ کی محفوظ چیز (مثلاً مال یا صدقات کے جانور جو اسکی حفاظت میں تھے) تو اس نے اللہ کی حُرمت میں تصرّف کیا بغیر اس کا حق حاصل ہونے کے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے یا یہ فرمایا

اخرجہ احمد وذکر الواقدی فی کتاب فتوح الشام فی قصۃ وصیۃ ابی بکر لیزید بن ابی سفیان عند الوداع فقال تقدم یزید بن ابی سفیان وقال یا خلیفۃ رسول اللہ اوصنی فقال اذا سرت فلا تعنف الیٰ اٰخر الوصیۃ وذکر الواقدی ایضاً فی قصۃ وصیۃ ابی بکر لعمرو بن العاص عند وداعہ وتولیتہ علی جیش المسلمین فقال ابو الدرداء کنت مع عمرو بن العاص فی جیشہ الخ بالجملہ ازیں جنس بود رجوع مردم بسوئے حضرت صدیق رضؓ در مسائل نازلہ وقیام وے رضی اللہ عنہ بحل اشتباہ دراں والقلیل نموذج الکثیر والغرفۃ تنبئ عن البحر الکبیر تا آنکہ آخرکار خود فاروق اعظم رضؓ را خلیفہ ساخت واینجا فراستے عظیم بکار برد۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال افرس الناس ثلثۃ ابوبکر حین تفرس فی عمر فاستخلف والتی قالت استاجرہ ان خیر من استاجرت القوی الامین والعزیز حین قال

حاکم مصر ۱۲

کہ اللہ عزّ وجلّ کا ذمہ اس سے ہٹ گیا، اس کو احمد نے روایت کیا۔ اور واقدی نے ذکر کیا کتاب فتوح الشام میں یزید بن ابی سفیانؓ کو رخصت کرنے کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے نصیحت کرنے کے قصہ میں کہ یزید بن ابی سفیانؓ نے آکر کہاکہ اے خلیفۂ رسول اللہؐ! مجھے وصیت کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب تم پہنچو تو بد خلقی نہ کرنا، آخر وصیت تک۔ اور واقدی ہی نے عمرو بن العاصؓ کو اُن کے رخصت کرنے اور مسلمانوں کے لشکر پر افسر بناتے وقت ابوبکرؓ کے وصیت کرنے کے قصہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ پھر کہا ابو درداءؓ نے کہ میں عمرو بن العاصؓ کے ساتھ تھا اُن کے لشکر میں، آخر تک۔ الغرض اس طرح کا رجوع تھا لوگوں کا حضرت صدیقؓ کی طرف پیش آمدہ مسائل میں اور صدیق رضی اللہ عنہ اس طرح لوگوں کے اشتباہ حل کرتے تھے۔ اور قلیل نمونہ ہوتا ہے کثیر کا اور ایک چلّو بھر پانی حال بتاتا ہے بحر کبیر کا۔ یہاں تک کہ آخر کار آپ نے خود فاروق اعظم رضؓ کو خلیفہ بنایا اور یہاں آپ ایک عظیم فراستؑ کو کام میں لائے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ سب سے زیادہ صاحب فراست تینؑ ہوتے ہیں۔ ابوبکرؓ جب کہ انھوں نے گہری نظر ڈالی عمرؓ میں اور اُن کو خلیفہ بنایا اور جسؑ عورت (یعنی حضرت شعیبؑ کی بیٹی) نے کہا تھا اِستاجرہُ الخ یعنی اے باپ! اس (موسیٰؑ) کو ملازم رکھ لیجئے سب سے اچھا ملازم جو آپ رکھیں گے وہ ہے جو قوی ہو اور امین بھی۔" اور عزیزؑ (حاکم مصر) جب کہ اس نے

ع کسی کو دیکھ کر اس کے باطن کا حال معلوم کر لینا فراست ہے۔ ذکاوت، ہوشمندی، تفرّس گہری نظر سے دیکھنا ۱۲ مترجم

لامرأته اکرمی مثواہ اخرجہ ابوبکر
ابن ابی شیبۃ والحاکم۔ وعن قیس بن
ابی حازم قال رأیت عمر بن الخطاب
وبیدہ عسیب نخل. وھو یجلس الناس
ویقول اسمعوا لقول خلیفۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال فجاء مولی
لابی بکر یقال لہ شدید بصحیفۃ.
فقرأھا علی الناس فقال یقول ابوبکر
اسمعوا واطیعوا لمن فی ھذہ الصحیفۃ
فواللہ ما ألوتکم قال قیس فرأیت عمر
ابن الخطاب بعد ذلک علی المنبر رواہ
ابن ابی شیبۃ۔ وعن زبید بن
الحارث ان ابابکر حین حضرہ
الموت ارسل الی عمر یستخلفہ فقال
الناس أتستخلف علینا فظا غلیظا
ولو قد ولینا کان افظ واغلظ (سخت خو ۱۲) فما
تقول لربک اذا لقیتہ وقد استخلفت
علینا عمر قال ابوبکر أبربی تخوفونی
اقول اللھم استخلفت علیھم خیر خلقک
ثم ارسل الی عمر فقال انی موصیک
بوصیۃ ان انت حفظتھا ان للہ حقا
بالنھار لا یقبلہ باللیل وان للہ
حقا باللیل لا یقبلہ بالنھار
وانہ لا یقبل نافلۃ حتی
تؤدی الفریضۃ وانما

اپنی عورت سے کہا اکرمی مثواہ (اس کو باعزت مقام دو) اس کو
ابوبکر بن ابی شیبہ نے اور حاکم نے روایت کیا۔ اور قیس بن ابی حازمؒ
سے مروی ہے کہا کہ میں نے دیکھا عمر بن الخطابؓ کو اور اُن کے ہاتھ
میں ایک کھجور کی چھپٹی تھی اور وہ لوگوں کو بٹھا رہے تھے اور کہہ
رہے تھے کہ خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سُنو۔
تو ابوبکرؓ کا غلام جس کو شدید کہا جاتا ہے ایک صحیفہ
(لکھا ہوا کاغذ) لے کر آیا پھر اُس نے اُس کو لوگوں کے سامنے
پڑھا۔ پھر کہا کہ ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ سُنو اور اطاعت کرو اس
شخص کی جس کا نام اس صحیفہ میں ہے، اور واللہ میں تمہارے
سامنے کوتاہی نہیں کر رہا ہوں۔ قیسؒ نے کہا پھر میں نے عمر بن
الخطابؓ کو اس کے بعد منبر پر دیکھا، روایت کیا اس کو ابن
ابی شیبہ نے۔ اور مروی ہے زبید بن الحارثؒ سے کہ ابوبکرؓ نے
جب ان کی موت کا وقت آیا تو عمرؓ کو بُلا بھیجا۔ وہ ان کو خلیفہ
بنانا چاہتے تھے، تو لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ہم پر ایسے شخص
کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں جو تُند مزاج اور سخت دل ہے اور
اگر وہ ہم پر والی بن گیا تو اور بھی تُند مزاج اور زیادہ سخت
ہو جائے گا تو آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے جب اس
سے ملیں گے جب کہ آپؓ نے ہم پر عمرؓ کو خلیفہ بنا دیا ہوگا۔ ابوبکرؓ
نے کہا کہ کیا میرے رب سے تم مجھے ڈراتے ہو؟ میں کہوں گا کہ اے
اللہ! میں نے ایسے شخص کو خلیفہ بنایا جو آپ کی مخلوق میں بہتر ہے
پھر عمرؓ کو بُلایا اور فرمایا کہ میں تم کو ایک وصیت کرنیوالا ہوں اگر
تم نے اس کو محفوظ رکھا تو کامیاب ہوگے) در حقیقت اللہ تعالیٰ
کا ایک حق ہے دن میں وہ اس کو رات میں قبول نہیں کرتے اور اللہ
تعالیٰ کا ایک حق ہے رات میں وہ اسکو دن میں قبول نہیں کرتے اور دیہ
یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نافلہ کو قبول نہیں کرتے یہاں تک کہ فریضہ ادا کر لو۔

ثقلت موازینہ من ثقلت موازینہ
یوم القیمۃ باتباعھم فی الدنیا
الحق وثقلہ علیھم وحق لمیزان لا
یوضع فیہ الا الحق ان یکون ثقیلا
وانما خفت موازین من خفت
موازینہ یوم القیمۃ باتباعھم
الباطل وخفتہ علیھم وحق لمیزان
لا یوضع فیہ الا الباطل ان یکون
خفیفا وان اللہ ذکر اھل الجنۃ
وصالح ما عملوا وانہ تجاوز عن
سیأتھم فیقول القائل لا ابلغ
ھؤلاء وذکر اھل النار
باسوء ما عملوا وانہ رد علیھم
صالح ما عملوا فیقول قائل انا
خیر من ھؤلاء وذکر آیۃ الرحمۃ
وآیۃ العذاب لیکون المؤمن
راغبا راھبا لا یتمنی علی اللہ
غیر الحق ولا یلقی بیدہ الی
التھلکۃ فان انت حفظت
وصیتی لم یکن غائب احب
الیک من الموت وان انت
ضیعت وصیتی لم یکن غائب
ابغض الیک من الموت ولم
تعجزہ اخرجہ ابن ابی شیبۃ
و اخرج القاضی ابو یوسف فی

اور (یہ یاد رکھو) کہ قیامت کے دن بھاری ہوں گے وزن
(اعمال کے) جس کے بھاری ہوں گے، دنیا میں اُن کے حق
کا اتباع کرنے کی وجہ سے اُن پر اُس کا ثقل ہونے کی وجہ
سے اور میزان کو یہ لیاقت (واستعداد) دی گئی ہو گی کہ جب اس
میں حق رکھا جائے گا تو وہ بھاری ہو جائے گی اور ہلکے ہوں گے
وزن (اعمال) قیامت کے دن جن لوگوں کے ہلکے ہوں گے اُن
کے باطل کا اتباع کرنے کی وجہ سے اُس میں خفت ہونے کی
وجہ سے اور میزان کو یہ لیاقت دی گئی ہو گی کہ جب اُس میں باطل
پہنچ جائے گا تو وہ ہلکی ہو جائے گی۔ اور (یہ یاد رکھو) کہ اللہ تعالے
نے اہلِ جنّت کا اور اُن کے اچھے اعمال کا ذکر فرمایا اور اس
نے اُن کے بُرے اعمال کو معاف فرمایا ہے (تو صرف اچھے اعمال
کا ذکر پڑھ کر) ایک کہنے والا یہ کہنے لگے گا کہ میں کبھی اُن کے مرتبہ
کو نہ پہنچوں گا (کہ ان سے بُرے اعمال صادر نہیں ہوتے) اور اللہ تعالےٰ
نے ذکر کیا اہلِ نار اور ان کے بُرے اعمال کا اور اُس نے اُن کے نیک اعمال کو
ان (کے مُنہ) پر مار دیا ہے (یہ نہ سمجھو کہ انھوں نے اچھے عمل کئے ہی نہ تھے)
کہ (یہ سمجھ کر) ایک کہنے والا یہ کہنے لگے گا کہ میں ان لوگوں سے اچھا ہوں اور
(یاد رکھو) کہ اللہ تعالیٰ نے آیتِ رحمت اور آیتِ عذاب کا (ساتھ
ساتھ) ذکر کیا ہے تاکہ مؤمن راغب (رحمت کی طرف) اور راہب
(یعنی عذاب سے ڈرنے والا بھی) رہے اور اللہ سے غیر حق کی تمنّا کرکے
اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔ اب اگر تم نے میری آخری باتوں کو یاد
رکھا تو کوئی غائب چیز تمھیں موت سے زیادہ عزیز نہ ہو گی اور اگر
تم نے میری وصیّت کو ضائع کر دیا تو کوئی غائب چیز تمھارے
لئے موت سے زیادہ بُری نہ ہو گی اور تم اُس کو روک
نہیں سکتے، اس کو ابنِ ابی شیبہؒ نے روایت کیا۔ اور قاضی
ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں یہ روایت اسی

كتاب الخراج نحوه الاّ انّه قال عن زُبيد بن الحارث عن ابن سابط وساق الحديث وعن اسماء بنت عميس انه قال له يا ابنَ الخطّاب انى انما استخلفتُك نظرًا لِمَا خَلَفتَ ورَائِى وقد صَحِبتَ رسول الله صلى الله عليه وسلم فرايتَ من اَثرتِه انفسنا على نفسِه واهلنا على اهله حتّى اَن كُنّا لنظلّ نُهدِى الى اهله من فضول ما يأتينا عنه وقد صَحِبتَنى فرَاَيتَنى انّما اتبعت سبيل من قبلِى والله ما نِمتُ فحَلَمتُ ولا توهّمتُ فسَهَوتُ لَعَلَى السبيلَ ما زِغتُ وانّ اوّلَ ما اُحذِّرك يا عمر نفسكَ وان لكلِّ نفسٍ شهوةً فاذا اعطيتَها تمادَتْ فى غيرها وَ اُحذِّرُك هٰؤلاَءِ النّفر من اَصحاب محمّد صلى الله عليه وسلّم الذين قد انتفختْ اجوافهم وطمحت ابصارُهم واَحبّ كل امرءٍ منهم لنفسه وانّ لهم لخيرةً عند زلّةِ واحدٍ منهم فايّاكَ ان تكونَ واعلَمْ انّهم لن يزالو منكَ خائفين ماخِفتَ الله لك مستقيمين ما استقَامتْ طريقتُك هٰذه وصِيّتى واقرأُ

طرح اخذ کی ہے بجز اس کے کہ انھوں نے روایت کی ہے زُبید بن الحارث سے اُنھوں نے ابن سابط سے اور حدیث کو شروع کر دیا۔ اور اسماء بنت عمیس رضؓ سے مروی ہے کہ ابوبکر رضؓ نے عمر رضؓ سے کہا کہ اے ابن الخطاب رضؓ! میں نے تم کو خلیفہ بنایا اُس کام پر نظر کرتے ہوئے جو تم نے میرے بعد قائم مقام ہو کر کیا اور (اس وجہ سے) کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہو تم نے آنحضرت ؐ کا ہمارے نفسوں کو اپنے نفس پر اور ہمارے اہل و عیال کو اپنے اہل پر ترجیح دینا دیکھا ہے یہاں تک کہ ہم ہمیشہ اُن کے اہل کے پاس جو کچھ ہمارے پاس آپ کے پاس سے آنے کے بعد بچا کھچا ہوتا تھا وہ پہنچایا کرتے تھے اور تم میری صحبت میں بھی رہے ہو میں بھی اسی راستہ پر چلا ہوں جو مجھ سے پہلے تھا (یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے طریق پر) واللہ اس اندیشہ سے کہ کہیں اس راستہ سے مَیں ہٹ تو نہیں گیا میں نہیں سویا کہ پریشان خواب دیکھنے لگا اور جب اس وہم میں مبتلا ہوا تو مجھ سے سہو ہونے لگا اور سب سے پہلے اے عمر رضؓ! جس چیز سے میں تم کو ڈراتا ہوں وہ تمھارا نفس ہے اور ہر نفس میں کوئی خواہش پیدا ہوتی ہے پھر جب تم اس کی خواہش پوری کر دو گے تو وہ بڑھ کر دوسری کی طرف پہنچے گا اور میں تم کو اصحاب محمّد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے اُن لوگوں کے طریقہ سے بچانا چاہتا ہوں جن کے پیٹ پھول گئے اور ان کی نگاہیں اونچی ہو گئیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے نفس کو پسند کرنے لگا اور ہر لغزش کو ایک خیر سمجھنے لگا۔ خبردار کہ تم ایسے ہو جاؤ۔ اور جان کہ ہمیشہ لوگ تم سے خائف رہیں گے جب تک تم اللہ سے خائف رہو گے اور لوگ تم سے سیدھے رہیں گے جب تک تمھارا طریقہ سیدھا رہیگا۔ یہ میری وصیت ہے

عليك السلام۔ اخرجہ ابو یوسفؒ
اینجا نکتہ ایست باید دانست کہ صدیقِ
اکبرؓ مشارک بود باسائر علماء صحابہؓ در علم
کتاب و سُنّت مدار مزیتے کہ درمیانِ
ایشاں داشت خصلتے دیگر است و آں
آن است کہ نصیبِ وے رضی اللہ عنہ از
تقاسیم رحمتِ الٰہی آں بود کہ چوں مسئلہ
وارد می شد یا مشورتے در پیش مے
آمد فراستِ خود را در پے آں مے
دوانید دریں اثنا شعاعے از غیب
بردلِ او مے اُفتاد و بآں شعاع
بر حقیقتِ کار مہتدی مے گشت و
مطرحِ ایں شعاع از لطائفِ نفسِ او
لطیفۂ قلبیہ می بُود لہٰذا بصورتِ
عزیمت ظاہر می شد نہ بطریقِ مکاشفہ
و باتیں واقع درویشں مے اُفتاد نہ دررنگِ
خاطر و سخن را بطریق غلبۂ سُکر ادا می فرمود
نہ بطورِ صَحو و سخن کم مے گفت و چوں
می گفت خطائے کرد و لہٰذا چوں
درقصۂ عریش حَسْبُكَ مُنَاشَدَتَكَ
مَعَ رَبِّكَ گفت آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم شناختند کہ ایں واقع

اب میں تم کو سلام کہتا ہوں، اس کو ابو یوسفؒ نے روایت کیا۔ یہاں
ایک نکتہ ہے جاننا چاہیئے کہ صدیقِ اکبرؓ تمام علماء صحابہؓ کے
ساتھ کتاب و سُنّت میں مشارک تھے۔ ان کے درمیان جو
زیادتی (افضلیت) آپ رکھتے تھے اس کا مدار ایک دوسری
خصلت ہے اور وہ یہ ہے کہ رحمتِ خداوندی کی تقسیمات میں
سے اُن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں یہ آیا تھا کہ جب کوئی مسئلہ پیدا
ہوجاتا تھا یا کوئی مشورہ سامنے آتا تھا تو آپ اپنی فراست کو
اس کے پیچھے دوڑاتے تھے اس دَوران میں غیب سے ایک شعاع
ان کے دل پر پڑتی تھی اور اس شعاع سے وہ حقیقت کار سے
مطلع ہوجاتے تھے اور اس شعاع کے واقع ہونے کا مقام
اُن کے لطائف نفس میں سے لطیفہ قلبیہ ہوا کرتا تھا لہٰذا وہ
حقیقت بصورتِ عزیمت ظاہر ہوتی تھی نہ بطریقِ مکاشفہ کہ
جس میں صورت مثالی محسوس ہو کہ اس میں تاویلات کا احتمال
ہوتا ہے) اور (جو حقیقت قلب پر پڑتی تھی) وہ واقع کے طور
پر پڑتی تھی خیال کے رنگ میں نہیں۔ اور (اس حالت میں)
آپ بات کو بطریق غلبۂ سکرؔ ادا فرمایا کرتے تھے بطور صحو نہیں
اور آپ بات کم کہتے تھے اور جب کہتے تھے تو وہ بے خطا ہوتی
تھی اور اسی بناء پر ہے کہ جب قصۂ عریش میں آپ نے کہا
حَسْبُكَ مُنَاشَدَتَكَ مَعَ رَبِّكَ (بس کافی ہوچکا
آپؐ کا اپنے رب کے سامنے اُس کے وعدوں کا ذکر
کرنا) تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پہچان لیا کہ
یہ وقوع کی خبر کس طرف سے ہے۔

عہ قلب پر ایسے حال کا ظاہر ہونا کہ وہ اُن چیزوں کو پوشیدہ نہ رکھ سکے جن کا پوشیدہ رکھنا اس کے وارد ہونے سے پہلے ضروری تھا اس کو اصطلاح میں سکر کہتے ہیں۔ اس حالت میں شعور کا زائل ہونا ضروری نہیں مگر کمال شعور میں کمی آجاتی ہے۔ اور جب شعور پورے طور پر قائم ہو جیسا اس حال سے پہلے تھا اس حالت کو صحو کہتے ہیں ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

از کجاست و قس علیہ سائر خطبہ
واحکامہ ازینجا واضح شد کہ خلیفہ اوّل
را صدّیق اکبر چرا گفتند آخرج
الحاکم عن النزال بن سبرۃ عن
علی رضی اللہ عنہ انہ قال فی
ابی بکر ذاک امرءٌ سمّاہ اللہ تعالیٰ
صدّیقًا علیٰ لسانِ جبرئیل
ومحمدٍ صلی اللہ علیہما وسلم
صاحب کشف المحجوب سخنے از مشائخ
صوفیہ نقل کردہ است کہ پیرامون ہمین
نکتہ میگردد مشائخ صدّیق اکبرؓ
را مقدّم ارباب مشاہدہ داشتہ اند
مر قلت حکایت وروایتش را
و عمرؓ را مقدّم ارباب مجاہدہ
نہند مر صلابۃ و معاملتش را شاہد
آں حدیث اسرار و جہر ایشانان در
نماز تہجد انتہٰی چوں ایں مبحث تمام شد
الحال پارۂ از مواعظ ورقائق حضرت
صدیق رضی اللہ عنہ وحکمت ہائے او
برنگاریم عن عبد اللہ بن عکیم قال خطبنا
ابو بکرؓ فقال امّا بعد فانّی اُوصیکم بتقوی
اللہ وانْ تثنوا علیہ بما ہو لہ اہل و
ان تخلطوا الرغبۃ بالرہبۃ وتجمعوا الالحاف
بالمسألۃ فانّ اللہ اثنیٰ علی زکریا وعلی
اہل بیتہ فقال انّہم کانوا یسارعون

اور اسی پر قیاس کر لیجئے اُن کے تمام خطبوں اور احکام کو یہاں
سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ خلیفہ اوّل کو صدیقِ اکبر کیوں کہتے
ہیں ؟ حاکم روایت کرتے ہیں نزال بن سبرۃؓ سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے ابو بکرؓ کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایسے شخص تھے جن کا نام اللہ تعالیٰ
نے صدّیق لیا ہے زبانِ جبرئیل و زبانِ محمد صلے اللہ علیہما وسلم پر۔
صاحب کشف المحجوب (داتا گنج بخش علیؒ ہجویری لاہوری) نے
مشائخ صوفیہ سے ایک بات نقل کی ہے وہ بھی اسی نکتہ سے تعلق
رکھتی ہے کہ صدّیقِ اکبرؓ کی قلتِ حکایت و روایت کے پیشِ نظر
مشائخ نے صدّیقِ اکبرؓ کو مقدّم (امام) اربابِ مشاہدہ کہا
ہے (کہ حق تعالیٰ کے نورِ وجود کے شہود سے اس حالت میں اپنی
ذات کی بھی خبر نہیں رہتی تکلم بھی ختم ہو جاتا ہے اور حکایت و
روایت سب تکلم پر ہی متفرع ہیں ع آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد)
اور عمرؓ کو مقدّم (امام) ارباب مجاہدہ رکھا ہے اُن کی سختی اور اعمال
عبادت کے پیشِ نظر۔ اس کی شاہد وہ حدیث ہے جس میں نماز تہجد میں
ان دونوں حضرات کے اسرار و جہر کا ذکر ہے (حضرت ابو بکرؓ تہجد میں
قرآن بہت ہلکی آواز سے پڑھتے اور حضرت عمرؓ خوب زور سے) انتہیٰ۔
جب یہ مبحث پورا ہو گیا اب تھوڑا سا حصہ حضرت صدیق رضی اللہ
عنہ کے مواعظ اور رقائق (یعنی قلب میں سوز و گداز پیدا کرنے والا
کلام) اور ان کی حکمتوں کا بھی لکھ دینا چاہتے ہیں۔ مروی ہے
عبد اللہ بن عکیمؓ سے اُنھوں نے کہا کہ ہم کو خطبہ دیا ابو بکرؓ نے اور فرمایا،
امّا بعد (یعنی بعد حمد و صلوٰۃ) میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو
اور اللہ کی ایسی حمد و ثنا کرو جس کا وہ اہل ہے اور ہمیشہ (جنّت و مغفرت
کی) رغبت کو (دوزخ و عذاب کے) خوف کے ساتھ ملاتے رکھو اور شامل
رکھو (اللہ تعالیٰ کے حضور میں) سوال کے ساتھ الحاف (یعنی عاجزانہ
طلب اصرار کے ساتھ) کو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زکریا نبی اور اُن کے

فی الخیرات ویدعوننا رغباً و رھباً، و کانوا لنا خشعین ۰ ثم اعلموا عباد اللہ ان اللہ قد ارتھن بحقہ انفسکم و اخذ علی ذلک مواثیقکم و اشتری منکم القلیل الفانی بالکثیر الباقی و ھذا کتاب اللہ فیکم لا تفنی عجائبہ ولا یطفأ نورہ فصدقوا بقولہ وانتصحوا کتابہ واستبصروا فیہ لیوم الظلمۃ فانما خلقکم للعبادۃ ووکل بکم الکرام الکاتبین یعلمون ماتفعلون ثم اعلموا عباد اللہ انکم تغدون و تروحون فی اجل قد غیب عنکم علمہ فان استطعتم ان تنقضی الاجال وانتم فی عمل اللہ فافعلوا ولن تستطیعوا ذلک الا باللہ فسابقوا فی مھل اجالکم قبل ان تنقضی اجالکم فتردکم الی سوء اعمالکم فان اقواما جعلوا اجالھم لغیرھم و نسوا انفسھم فانھاکم ان تکونوا امثالھم فالوحاء الوحاء والنجاء النجاء فان وراءکم طالباً

اہل بیت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا انھم کانوا الخ (۲۱: ۹۰) یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے۔" پھر اے اللہ کے بندو! یہ بھی جان لو کہ اللہ نے اپنے حق کے بدلے میں تمہارے نفوس کو رہن رکھا ہے اور اس پر تم سے پختہ عہد لیا ہے اور اس نے تم سے تھوڑی اور فنا ہونے والی چیز (حیاتِ دنیا) کو خریدا ہے بہت اور ہمیشہ رہنے والی چیز (جنّت) کے بدلے میں اور یہ اللہ کی کتاب تم میں موجود ہے جسکے عجائب ختم نہیں ہوتے اور اُس کا نور نہیں بجھتا تو اُس کے قول کی تصدیق کرو اور اللہ کی کتاب سے نصیحت حاصل کرو اور اس میں بصیرت حاصل کرو ظلمت والے دن (یعنی یوم قیامت) کیلئے کیونکہ اللہ نے تم کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور تم پر متعین کر دیا ہے کراماً کاتبین کو جو وہ سب کچھ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو پھر اے اللہ کے بندو! یہ بھی جان لو کہ تم صبح و شام برابر موت کیطرف چل رہے ہو جس کا علم تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے پھر اگر تم ایسا کر سکو کہ (موت کے وقت معین اور موجودہ وقت کی درمیانی) ساعتیں اس طرح پوری ہوں کہ تم اللہ کے کام میں لگے رہو تو ایسا کر لو اور تم اس پر قدرت ہرگز نہیں پا سکتے مگر اللہ کی توفیق سے تو اے لوگو! جلدی کرو (نیک اعمال کرنے میں) اپنی ان مہلتوں کے زمانہ میں قبل اس کے کہ وقت معین پورا ہو پھر وہ تم کو تمہارے اعمال کی بُرائی کی طرف دھکیلے کیونکہ بہت اقوام ہیں جنھوں نے اپنے اوقات (کی متاعِ گرانمایہ) کو دوسروں کے لئے (ضائع) کر دیا اور اپنے نفوس کو بھلا دیا تو میں تم کو روکتا ہوں کہ تم ایسے نہ بن جانا۔ تو جلدی کرو جلدی کرو نجات (کی طرف دوڑو) نجات (کی طرف) کیونکہ تمہارے

حَثِيثًا مَرَّةً سريعًا اخرجه ابن ابی شیبة والحاکم وعن انس قال کان ابوبکر يخطبنا فيذكر بدء خلق الانسان فيقول خُلِقَ من مجرى البول مرتين فيذكر حتى يتقذر احدنا نفسه اخرجه ابن ابی شیبة واین خطبه ابلغ علاج عجب نفس است وعن عرفجة السلمی قال قال ابوبکر ابکوا فان لم تبکوا فتباکوا اخرجه ابن ابی شیبة وفی الاحیاء عن ابی بکر الصدیق انه کان یقول فی خطبته این الوضاة الحسنة وجوههم المعجبون بشبابهم این الملوک بنوا المداين وحصّنوا بالحيطان اين الذين كانوا يعطون الغلبة فی مواطن الحرب قد تضعضع بهم الدهر فاصبحوا فی ظلمات القبور الوحا الوحا النجا النجا وعن مجاهد قال قام ابوبکر خطيبا فقال ابشروا فانی ارجو ان يتم الله هذا الامر حتى تشبعوا من الزيت والخبز اخرجه ابن ابی شیبة واین خطبه در وقتے بود که مسلمین را بجهاد شام می فرستاد ودرینجا بشارت است بفتح شام زیراکه

پیچھے تیزی کے ساتھ ڈھونڈنے والا دفعۃً سرعت کے ساتھ پہنچ جانے والا لگا ہوا ہے، اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ اور حاکم نے۔ اور مروی ہے انس رضؓ سے کہا کہ ابوبکر رضؓ ہم کو خطبہ دیا کرتے تھے اور انسان کی ابتداء پیدائش کا ذکر کیا کرتے اور فرماتے کہ وہ پیدا کیا گیا پیشاب کے جاری ہونے کی جگہ سے دو مرتبہ (ایک مرتبہ مرد کے مجرائے بول کا ہے اور دوسرا مرتبہ عورت کے مجرائے بول کا)، پھر ہم کو اس ڈھنگ سے نصیحت کیا کرتے تھے کہ ہم میں کا ہر ایک اپنی ذات سے گھن کرنے لگتا تھا، اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے۔ اور یہ خطبہ نفس کی خود پسندی کا پورا پورا علاج ہے۔ اور عرفجہ سلمیؓ سے مروی ہے کہا کہ (ایک مرتبہ) ابوبکر رضؓ نے فرمایا کہ روؤ۔ اگر تم کو رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنالو، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور احیاء العلوم میں ہے کہ مروی ہے ابوبکر صدیق رضؓ سے کہ آپ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے کہاں گئے وہ گورے رنگ کے لوگ جن کے چہرے خوبصورت تھے اپنی جوانی سے پھولے نہ سماتے تھے کہاں گئے وہ بادشاہ جنھوں نے شہروں کی بنیادیں رکھیں اور ان کو دیواروں سے قلعہ بند کیا، کہاں گئے وہ لوگ جو جنگ کے مواقع پر فتحمند رہا کرتے تھے، ان کو زمانہ نے ایک جھٹکا دیا تو سب قبر کی اندھیریوں میں پہنچ گئے۔ بس جلدی کرو۔ جلدی! نجات، نجات۔ اور مروی ہے مجاہدؒ سے کہا کہ ابوبکر رضؓ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بشارت سنو کہ میں کامل امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس امر (تمکین فی الارض) کو پورا کرے گا یہاں تک کہ تم روغن زیتون اور روٹی پیٹ بھر کر کھاؤ گے، اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے۔ اور یہ خطبہ اس وقت کا ہے جبکہ مسلمانوں کو آپ شام کے جہاد کے لئے بھیج رہے تھے اور اس جگہ فتح شام کی بشارت ہے کیونکہ زینت

زیت ہمین در شام یافتہ نمی شود عن اسلمؒ
مولیٰ عمر ان عمر اطلع علی ابی بکر و ہو یمدّ لسانہ
فقال ما تصنع یا خلیفۃ رسول اللہ فقال ان ہذا
اوردنی الموارد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم قال لیس شیءٌ من الجسد الا و ہو یشکو
ذربَ اللسان اخرجہ ابو یعلیٰ و فی الاحیاء
قال ابو بکر الصدیق لا یحقرنّ احدکم احدا من
المسلمین فانّ صغیر المسلمین عند اللہ کبیر و
فی الاحیاء ایضا قال ابو بکر وجدنا الکرم فی
التقویٰ والغنا فی الیقین والشرف فی
التواضع وعن عائشۃ عن ابی بکر کان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حزنہ الامر قال
اللہمّ خِر لی و اختر لی اخرجہ ابو یعلیٰ عن
عروۃ عن عائشۃ او عن اسماء انّ ابا بکر
قام مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من العام المقبل من العام الذی توفی
فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال
انی سمعت نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فی
الصیف عام الاول ثم فاضت عیناہ
ثمّ قال انی سمعت نبیکم صلی اللہ
علیہ وسلم فی الصیف عام
الاوّل ثم فاضت عیناہ ثم
قال انی سمعت نبیکم صلی
اللہ علیہ وسلم

شام میں ہی پایا جاتا ہے۔ مروی ہے اسلمؒ مولیٰ عمرؓ سے کہ عمرؓ
حضرت ابوبکرؓ کے سامنے آگئے (ایسے وقت میں) جب کہ وہ
اپنی زبان کھینچ رہے تھے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ
آپ کیا کر رہے ہیں؟ تو فرمایا کہ یہی ہے جس نے مجھے مقاماتِ
ہلاکت میں ڈالا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسد میں
جتنی بھی چیزیں ہیں سب ہی زبان کی تیزی کی شکایت کرتی ہیں،
اس کو روایت کیا ابو یعلےٰ نے۔ اور احیاء العلوم میں ہے کہ ابوبکر
صدیقؓ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی مسلمانوں میں سے کسی کو ہرگز
حقیر نہ سمجھے کیونکہ مسلمانوں میں سے جو (دنیا میں) کم رتبہ ہے وہ
اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ والا ہے۔ اور احیاء میں یہ بھی ہے کہ
ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ہم نے بزرگی تقویٰ میں پائی اور غنا یقین میں
پایا (یعنی خلق سے وہ شخص بے پرواہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے حاجت روا
ہونے کا یقین رکھتا ہو) اور شرف تواضع میں پایا۔ اور عائشہؓ
روایت کرتی ہیں ابوبکرؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب
کوئی بات غمگین کرتی تو آپ یہ کہتے، یا اللہ! میرے لئے خیر کیجئے
اور (اچھی بات کو) میرے لئے آپ ہی پسند کر لیجئے، اس کو
ابو یعلےٰ نے روایت کیا۔ اور مروی ہے عُروہؓ سے وہ روایت
کرتے ہیں عائشہؓ سے یا اسماءؓ سے کہ ابوبکرؓ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوئے جس سال میں کہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی اُس سے اگلے سال پھر بولے کہ میں
نے سُنا ہے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے سال گرمی کے
موسم میں۔" اس کے بعد اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔
پھر بولے کہ "میں نے سُنا ہے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے
پہلے سال گرمی کے موسم میں۔" پھر آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔
پھر فرمایا کہ "میں نے سُنا ہے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے

فی الصیف عامَ الاوّل یقول سَلُوا اللہَ العفوَ (من المعاصی۱۲) والعافیۃَ (من الامراض۱۲) والمُعافات فی الدّنیا و الآخرۃ اخرجہ احمد وابو یعلٰی وللحدیث طُرقٌ مختلفۃٌ والفاظٌ متغایرۃٌ فی بعضہا انہ لم یُقسم شیئٌ بین الناس افضلَ من المُعافاتِ بعد الیقینِ اَلَا اِنّ الصّدقَ والبِرَّ فی الجنّۃِ و انّ الکِذبَ والفجورَ فی النّار. وَ فی بعضہا سَلُوا اللہَ العفوَ والعافیۃَ والیقینَ فی الاُولٰی والاُخرٰی. وَ فی بعضہا من الزیادۃ ولاتَقَاطَعُوا ولاتَبَاغَضُوا ولا تَحَاسَدُوا وکُونُوا عباد اللہِ اِخْوَانًا کما اَمَرَکم اللہ وَ عن انس قال قالَ ابوبکر بعدَ وفاتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعُمر انطلِقْ بِنا الی اُمّ اَیمن نَزُورُہا کماکانَ رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یزورُہا فلمّا انتہیا الیہا بکتْ فقالا لہا مایُبکیکِ ماعِندَ اللہِ خیرٌ لِرسولِہ قالَ فقالت ما اَبکی اَن لااکونَ اَعلَمُ ان ماعندَ اللہ خیرٌ لرسولِہ (الراوی۱۲) ولکن ابکی انّ الوحیَ انقطعَ من السماء فہیّجتہما علی البکاء فجعلا یبکیانِ معہا اخرجہ ابو یعلٰی وَ عن انس انّ ابابکر دخلَ علی النبیّ

پہلے سال گرمی کے موسم میں کہ آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ سے سوال کرو عفو (یعنی گناہوں سے معافی) کا اور عافیت (یعنی امراض سے رہائی یعنی تندرستی) کا اور معافات کا (یعنی اللہ ہم کو دوسروں کا اور دوسروں کو ہمارا محتاج نہ کرے) دنیا اور آخرت میں، اس کو روایت کیا احمد اور ابو یعلٰی نے اور اس حدیث کی مختلف سندیں ہیں اور ان میں الفاظ کا تغیرؔ بھی ہے۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ لوگوں کے درمیان ایمان کے بعد کوئی چیز معافات سے بہتر تقسیم نہیں کی گئی۔ یاد رکھو سچائی اور نیکی کا مقام جنّت میں ہے اور جھوٹ اور بدکرداری کا دوزخ میں۔ اور بعض روایات میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو معافی اور تندرستی اور یقین دنیا اور آخرت میں۔ اور بعض روایات میں یہ اضافہ ہے کہ اور ایک دوسرے سے قطع تعلّق نہ کرو اور نہ حسد کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو جیساکہ تم کو اللہ نے حکم دیا ہے۔ اور مروی ہے انسؓ سے کہا کہ بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ابوبکرؓ نے عمرؓ سے کہاکہ ہمارے ساتھ اُمِّ ایمنؓ سے ملنے چلو جیساکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُنکے پاس جایا کرتے تھے۔ تو جب دونوں اُن کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں ان دونوں نے کہاکہ آپ کیوں روتی ہیں؟ جو اللہ کے پاس ہے وہ اُس کے رسولؐ کے لئے بہتر ہے۔ تو اُنھوں نے کہاکہ میں اس لئے تو نہیں روتی کہ میں اس بات سے ناواقف ہوں کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ اُس کے رسولؐ کے لئے بہتر ہے لیکن مَیں اس بات سے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا آنا منقطع ہوگیا تو اُمِّ ایمنؓ نے (یہ کہہ کر) ان میں بھی جوشش گریہ پیدا کردیا اور یہ دونوں بھی اُن کے ساتھ رونے لگے، اس کو ابو یعلٰی نے روایت کیا۔ اور مروی ہے انسؓ سے کہ ابوبکرؓ رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم کئیبًا فقال لہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم مالی اراک کئیبا قال یارسول اللہ کنتُ عند ابن عمٍ لی البارحۃ وھو یکید بنفسہ قال فھلا لقنتہ لا الہ الا اللہ قال قد فعلت یارسول اللہ قال فقالہا قال نعم قال وَجَبت لہ الجنۃ قال ابو بکر کیف ھی للاحیاء یارسول اللہ قال ھی اھدمُ لذنوبھم ھی اھدمُ لذنوبھم اخرجہ ابو یعلی وعن زید بن ارقم عن ابی بکر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لایدخل الجنۃ جسدٌ غُذِّیَ بحرامٍ اخرجہ ابو یعلی وعن ابی بکر عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لایدخل الجنۃ خبٌّ ولا سَیِّیُٔ الملکۃ وان اوّل من یقرع باب الجنۃ المملوک والمملوکۃ اذا احسنا عبادۃ ربّہما ونصحا لسیدہما اخرجہ احمد و ابو یعلی بطرقٍ مختلفۃٍ والفاظٍ متغایرۃٍ فی بعضہا قال رجلٌ یارسول اللہ اخبرتنا ان ھذا الامۃ اکثر الاُمم مملوکین و اِماءً قال فاکرموھم کرامۃ

صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس غمگین پہنچے تو اُن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے میں تم کو غمگین دیکھتا ہوں۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ گزشتہ رات میں اپنے چچا کے بیٹے کے پاس تھا اور وہ دم توڑ رہا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اس کو کلمۂ لاالٰہ الا اللہ کی تلقین کیوں نہ کی؟ تو انھوں نے کہا کہ کی تھی یارسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا کہ تو اُس نے اس کو کہہ لیا؟ ابو بکرؓ نے کہا جی ہاں! تو آپؐ نے فرمایا کہ اُس کے لئے جنّت واجب ہوگئی۔ تو ابو بکرؓ نے کہا کہ... یارسول اللہ یہ کلمہ زندوں کے لئے کیسا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ کلمہ لوگوں کے گناہوں کو مسمار کردینے والا ہے۔ یہ کلمہ لوگوں کے گناہوں کو مسمار کردینے والا ہے، اس کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا۔ اور زید ابن ارقمؓ ابو بکرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنّت میں کوئی ایسا جسم داخل نہ ہوگا جس کو حرام غذا دی گئی ہے، اس کو روایت کیا ابو یعلیٰ نے۔ اور ابو بکرؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جنّت میں کوئی دھوکے باز اور بد طینت داخل نہ ہوگا اور سب سے پہلے جنّت کا دروازہ مملوک (غلام) اور مملوکہ (باندی) کھٹکھٹائیں گے جب کہ انھوں نے اپنے رب کی عبادت عمدگی کے ساتھ کی ہوگی اور اپنے آقا کی خیر خواہی بھی کرتے رہے ہوں گے، اس کو روایت کیا احمد اور ابو یعلیٰ نے مختلف سندوں اور متغایر الفاظ کے ساتھ۔ بعض روایات میں یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یارسول اللہ! آپ نے ہمیں خبر دی ہے کہ اس اُمّت میں غلام اور باندیاں تمام اُمّتوں سے زیادہ ہونگی۔ آپؐ نے فرمایا تو تم اُن کی ایسی عزّت کرو جیسی اپنی اولاد کی عزت

عہ محاورۂ عرب یہ ہے کہ گزشتہ رات کا ذکر جب زوال سے پہلے کرتے ہیں تو اللیلۃ کہتے ہیں اور جب بعد زوال کرتے ہیں تو البارحۃ کہتے ہیں ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

اولادکم و اطعموهم مما تاکلون واکسوهم
مما تلبسون قال فما ینفعنا من الدنیا یارسول
الله قال فرس ترتبطه فی سبیل الله و
مملوک یکفیک فاذا صلی فهو اخوک
و فی بعضها زیادة ملعون من ضار مسلما
او غیره و عن ابی بکر سألت رسول الله
صلی الله علیه وسلم ما شیبک قال شیبتنی
هود والواقعة و عم یتساءلون واذا الشمس
کورت اخرجه ابو یعلی و عن ابی بکر
قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
ان اهل الجنة لا یتبایعون ولو تبایعوا
ما تبایعوا الا بالبز اخرجه ابو یعلی بسند غریب
جدا و معنی حدیث آنست که افضل مکاسب
کسبی است که اقرب بنفع خلق الله باشد
و ابعد از شبه ربوا و دور تر از نجاسات
و نزدیک تر بمروت و عن ابی بکر
عن النبی صلی الله علیه وسلم قال
علیکم بلا اله الا الله والاستغفار فاکثروا
منهما فان ابلیس قال اهلکت الناس
بالذنوب فاهلکونی بلا اله الا الله
والاستغفار فلما رأیت ذلک
اهلکتهم بالاهواء وهم یحسبون
انهم مهتدون
اخرجه

کرتے ہو اور ان کو وہ کھانا کھلاؤ جس میں سے تم خود کھاتے ہو۔
اور اُن کو ایسا لباس پہناؤ جس کو تم خود پہنتے ہو۔ اس شخص
نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! ہمیں دنیا کی کیا چیز نفع پہنچائیگی۔
تو آپ نے فرمایا کہ وہ گھوڑا جو تو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں (کام
لینے کے لئے) باندھے اور ایک مملوک کافی ہے تیرے لئے تو جب وہ
نماز پڑھے تو تیرا بھائی ہے۔ اور بعض روایات میں یہ زیادتی
ہے کہ ملعون ہے وہ شخص جو کسی مسلمان یا غیر مسلمان کو نقصان
پہنچاتے۔ اور ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کو کس چیز نے بوڑھا کر دیا؟ فرمایا
کہ مجھے بوڑھا کر دیا (سورۃ) ہود نے اور واقعہ اور عم یتساءلون
اور اذا الشمس کورت نے، اس کو ابو یعلےٰ نے روایت کیا۔
اور مروی ہے ابوبکرؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے کہ اہلِ جنّت خرید و فروخت نہ کرینگے اور اگر خرید
و فروخت کریں تو کس چیز کی کریں بجز کپڑے کے، اس کو
ابو یعلےٰ نے بہت غریب سند سے روایت کیا۔ اور معنے حدیث
کے یہ ہیں کہ کمائی کے حیلوں میں سے سب سے افضل وہ پیشہ
ہے جو خلق اللہ کو نفع پہنچانے سے قریب تر ہو اور بعید ہو شبہ
ربوٰ سے اور دور تر ہو نجاسات سے اور نزدیک تر ہو مروّت
(یعنی خدمت خلق) سے۔ اور مروی ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے
وہ روایت کرتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تمہارے
اوپر لازم ہے لا الٰہ الا اللہ اور استغفار تو ان دونوں کو بکثرت
پڑھو۔ ابلیس نے کہا کہ میں نے لوگوں کو ہلاک کیا گناہوں سے
اور انھوں نے مجھے ہلاک کیا لا الٰہ الا اللہ اور استغفار سے جب
میں نے یہ دیکھا تو میں نے ان کو ہلاک کیا نفسانی خواہشوں سے
دراں حالیکہ وہ یہ سمجھتے ہوں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں، اس کو

ابو یعلیٰ و فی الاحیاء قال سعید بن المسیب لما احتضر ابو بکر رضی اللہ عنہ اتاہ ناس من اصحابہ فقالوا یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوّدنا فانا نراک لما بک [من شدۃ المرض] فقال ابو بکر رضی اللہ عنہ من قال ہؤلاء الکلمات ثم مات جعل اللہ روحہ فی الافق المبین قالوا ما الافق المبین قال قاعٌ بین یدی العرش فیہا ریاضٌ و انہارٌ و اشجارٌ تغشاہ کلّ یوم مائۃُ رحمۃٍ فمن قال ہذا القول جعل اللہ روحہ فی ذٰلک المکان و ہو اللّٰہمّ انک ابتدأت الخلق من غیر حاجۃٍ بک الیہم ثم جعلتہم فریقین فریقاً للنعیم و فریقاً للسّعیر فاجعلنی للنّعیم و لا تجعلنی للسّعیر اللّٰہم انک خلقت الخلق فرقًا و میّزتہم قبل ان تخلقہم فجعلت منہم شقیًّا و سعیدًا و غویًّا و رشیدًا فاسعدنی بطاعتک و لا تشقنی بمعاصیک اللّٰہم انک علمت ما تکسب کل نفسٍ قبل ان تخلقہا فلا محیص لہا مما علمت فاجعلنی من شغلتہ بطاعتک

ابو یعلیٰ نے روایت کیا۔ اور احیاء العلوم میں ہے کہ سعید بن المسیبؒ نے کہا کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا تو اُن کے پاس اُن کے اصحاب میں سے کچھ لوگ آئے اور کہا کہ اے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! ہمیں کچھ روح کی غذا (یعنی نصیحت کی بات اور دُعا) عطا کر دیجئے کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں جو (شدّتِ مرض) آپ کے اوپر ہے۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو یہ کلمات کہے گا اور پھر مر جائے گا تو اللہ تعالےٰ اُس کی روح کو اُفقِ مبین میں پہنچا دے گا۔ اُنھوں نے کہا کہ اُفقِ مبین کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایک میدان ہے عرش کے سامنے اُس میں باغ ہیں اور نہریں ہیں اور درخت ہیں اُس کو روزانہ سَو رحمتیں ڈھانپ لیتی ہیں تو جو شخص یہ کلمات کہے گا اللہ تعالےٰ اُس کی روح کو اس مکان میں داخل کر دے گا اور وہ یہ ہیں: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَبْدَأْتَ الخ (ترجمہ) یا اللہ بیشک آپ نے خلق کو پیدا کیا بغیر اس کے کہ آپ کو اُن کی طرف کوئی حاجت ہو پھر آپ نے اُن کے دو فریق بنائے ایک فریق جنّت کے لئے اور ایک فریق دوزخ کے لئے تو مجھے جنّت کے لئے تجویز کر دیجئے اور دوزخ کے لئے نہ کیجئے۔ اے اللہ! آپ نے خلق کو مختلف فرقوں پر پیدا کیا اور پیدا کرنے سے پہلے ہی ان کو متمیز کر دیا ان میں سے بعض کو آپ نے شقی بنایا اور بعض کو سعید اور بعض کو غوی (گمراہ) اور بعض کو رشید، تو مجھ کو سعید بنا دیجئے اپنی فرمانبرداری سے اور مجھ کو شقی نہ بنائیے اپنی نافرمانیوں سے۔ یا اللہ! بیشک آپ کو سب معلوم ہے جو کسب ہر ایک نفس کرتا ہے قبل اسکے کہ آپ اس کو پیدا کریں تو جس چیز کا آپ کو علم ہے اُس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں تو آپ مجھ کو اُن لوگوں میں داخل کر دیجئے جن کو آپ نے اپنی طاعت میں مشغول کر رکھا ہے

اللّٰهم ان احدًا لایشاء حتٰی تشاء فاجعل
مشیئتک ان اشاء ما یقرّبنی الیک
اللّٰهم انک قدّرت حرکات العباد
فلا یتحرّک شیءٌ الّا باذنک فاجعل
حرکاتی فی تقواک اللّٰهم انک خلقت
الخیر والشرّ وجعلت لکلّ واحد
منهما عاملاً یعمل به فاجعلنی من خیر
القسمین اللّٰهمّ انک خلقت الجنّة
والنّار فجعلت لکلّ واحد منهما اهلاً
فاجعلنی من سکّان جنّتک اللّٰهمّ
انک اردت الهدٰی بقوم
وشرحت به صدورهم واردت بقوم
الضلالة وضیّقت بها صدورهم فاشرح
صدری للاسلام وزیّنه فی قلبی اللّٰهمّ
انک دبّرت الامور وجعلت مصیرها الیک
فاحینی حیٰوة طیّبة بعد الموت وقرّبنی
الیک زلفٰی اللّٰهمّ من اصبح وامسٰی
ثقته ورجاؤه غیرک فانک ثقتی
ورجائی ولا حول ولا قوّة الّا باللّٰه
قال ابوبکر رضی اللّٰه عنه وهذا کلّه
فی کتاب اللّٰه عزّ وجلّ والحال کلمۂ
چند از باب قیام صدیق اکبرؓ بحقوق
خلافت بر نگاریم وے رضی اللّٰه عنہ
در بیان فخامۃ خلافت راشدہ
فرمودہ قالت امرأة

یا اللہ بیشک کوئی نہیں چاہتا جب تک آپ نہ چاہیں تو آپ اپنی مشیت
کو اس امر سے متعلق کر دیجئے کہ میں وہ بات چاہوں جو مجھے آپ سے
قریب کر دے۔ یا اللہ آپ نے سب بندوں کی حرکات کا اندازہ مقرر
کر دیا ہے تو کوئی شے حرکت نہیں کرتی بغیر آپ کے ارادے کے
تو آپ میری حرکات اپنے سے تقوای کے لئے بنا دیجئے۔ یا اللہ!
آپ نے ہی خیر اور شر کو پیدا کیا اور دونوں میں سے ہر ایک پر عمل
کرنے والے آپ نے بنائے تو مجھے دونوں قسموں میں سے بہتر
قسم والا بنا دیجئے۔ یا اللہ! آپ نے پیدا کیا جنّت اور دوزخ
کو پھر دونوں میں سے ہر ایک کے لئے آپ نے اہل بنا دیئے تو مجھے
آپ اپنی جنّت کے رہنے والوں میں سے بنا دیجئے۔ یا اللہ! آپ نے
جس قوم کو ہدایت دینے کا ارادہ کیا اور اُن کے سینوں کو اُس کے
لئے کشادہ کر دیا اور آپ نے کسی قوم کو گمراہ رکھنے کا ارادہ کیا اور
اُن کے سینوں کو گمراہی سے تنگ کر دیا (کہ اس میں) ہدایت داخل
ہو سکے تو میرے سینہ کو آپ اسلام کے لئے کھول دیجئے اور
اس کو میرے قلب میں زینت والا بنا دیجئے۔ اے اللہ! آپ ہی
نے جملہ امور کی تدبیر کی اور تمام امور کا مرجع اپنی ہی ذات کو
قائم رکھا تو آپ مجھے بعد موت کے پاکیزہ زندگی عطا فرمایئے
اور مجھے اپنا تقرب دائمی بخش دیجئے۔ اے اللہ! کسی نے صبح
اور شام اس طرح کی کہ اس کا بھروسہ اور امید آپ کے
غیر پر ہے لیکن میرا بھروسہ اور امید آپ کی ذات پر ہے اور
کوئی پناہ کی جگہ نہیں اور کسی میں کوئی طاقت نہیں بجز اللہ
کے۔" ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور یہ سب اللہ عزّ وجلّ
کی کتاب میں موجود ہے۔ اب ہم چند کلمات صدیق اکبرؓ کے
حقوق خلافت کی کامل ادائیگی پر لکھتے ہیں۔ صدیق رضی اللہ
عنہ نے خلافت راشدہ کی عظمت پر ارشاد فرمایا ایک عورت نے

لابی بکر ما بقاءُ نا علےٰ ہٰذا الامر الصالحِ الذی
جاءَ اللہ بہ بعدَ الجاہلیۃِ فقال بقاءکم
علیہ ما استقامت بکم ائمتُکُم قالت
و ایما الائمۃ قال اَمَا کانَ لقومکِ
رؤساءُ و شرافٌ یأمرونہم فیطیعونہم
قالت بلیٰ قال فہم مثلُ اولٰئکَ علےٰ
الناس اخرجہ الدارمی "واز کبراء صحابہؓ
و تابعینؒ جماعۃ وصفِ قیام صدیقِ اکبرؓ
کردند بحقوقِ خلافت عن عبد خیر قال
سمعتُ علیاً یقول قُبِضَ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم علےٰ خیر ماقُبِض علیہ نبیٌّ من
الانبیآء واَثنیٰ علیہ صلے اللہ علیہ وسلم
قال ثم استُخلِفَ ابو بکر فعملَ بعملِ رسول
اللہ وسنتہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم قُبِض
ابو بکر علےٰ خیرِ ماقُبِض علیہ احدٌ
وکان خیر ہٰذہ الامۃ بعد نبیہا ثم استخلف
عمر فعمِل بعملہما وسُنتہما ثم قبض علےٰ
خیر ماقُبِضَ علیہ احدٌ وکانَ خیرُ
ہٰذہ الاُمۃِ بعدَ نبیّہا و بعدَ ابی بکر
اخرجہ ابن ابی شیبۃ "وعن عائشۃَ
انہا کانت تقول توفّی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم فنزل بابی بکر
مالو نزل بالجبالِ لہاضَہا و
اشرأبَّ النفاق بالمدینۃِ وارتدتِ (ارتفع)
العربُ فو اللہ

ابو بکرؓ سے کہا کہ ہماری بقاء کی کیا صورت ہے اس امر صالح پر جس
کو اللہ دورِ جاہلیت کے بعد لایا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس پر
تمہارا بقاء اُس وقت تک رہے گا جب تک تمہارے ائمہ سیدھے
رہیں گے۔ اُس نے کہا کہ ائمہ کونسے ؟ آپ نے فرمایا کیا تیری قوم
میں کچھ رؤساء اور اشراف نہیں ہیں جو قوم کے لوگوں کو حکم
دیتے ہوں اور وہ اُن کی اطاعت کرتے ہوں؟ اُس نے کہا کہ
ضرور ہیں تو آپ نے فرمایا تو وہ لوگوں پر مثل ائمہ کے ہیں،
اس کو روایت کیا دارمی نے۔ "اور اکابر صحابہؓ اور تابعینؒ کی
ایک جماعت نے صدیقِ اکبرؓ کے حقوقِ خلافت پر قیام کی تعریف
کی ہے۔ "مروی ہے عبد خیرؒ سے کہا کہ میں نے علیؓ سے سُنا فرماتے
تھے کہ وفات پائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے
بہترین حال میں جس پر انبیاءؑ میں سے کسی نبی نے وفات پائی۔
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح کی۔ کہا کہ پھر ابو بکرؓ
خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے عمل اور آپؐ کی سنّت کے مطابق کام کئے۔ پھر ابو بکرؓ نے
وفات پائی جیسی بہترین حالت پر کسی کی وفات ہوتی ہے اور
وہ اس اُمت کے نبی کے بعد سب سے افضل تھے۔ پھر خلیفہ بنائے
گئے عمرؓ تو اُنہوں نے اُن دونوں کے عمل اور اُن کی سُنّت کے
مطابق کام کئے پھر اُنہوں نے وفات پائی جیسی بہترین حالت
پر کسی کی وفات ہوتی ہے اور وہ اس امت کے نبیؐ اور ابو بکرؓ
کے بعد سب سے افضل تھے، اس کو ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا۔
"اور مروی ہے عائشہؓ سے کہ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے تو ابو بکرؓ پر جو (بوجھ) آپڑا
تھا وہ اتنا سخت تھا کہ اگر پہاڑ پر آپڑتا تو اُس کو بھی توڑ دیتا
اور مدینہ میں نفاق بلند ہوگیا اور عرب مُرتد ہوگئے تو واللہ

ما اختلفوا فی نقطۃٍ الا طار ابی بحظہا و
بغنائہا فی الاسلام و کانت تقول مع
ہذا و من رای عمر بن الخطاب عرف انہ خلق
غناءً للاسلام کان واللہ احوذیاً نسیج وحدہ
قد اعد للامور اقرانہا اخرجہ ابن ابی شیبۃ
و قال عبداللہ بن الاہتم واعظ الشام فی
خطبتہ الطویلۃ ثم قام بعدہ ابوبکر فسلک
سنتہ و اخذ سبیلہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) و ارتدت
العرب او من فعل ذلک منہم فابی
ان یقبل منہم بعد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم الا الذی کان قابلاً
انتزع (برکشید ۱۲) السیوف من اغمادہا (میانہا ۱۲)
و اوقد النیران فی شعلہا ثم رکب
باھل الحق اہل الباطل فلم یبرح
یقطع اوصالہم (مفاصلہم ۱۲) و یسقی الارض
دماءہم حتی ادخلہم فی الذی (ای الاسلام ۱۲)
خرجوا منہ و قررہم بالذی نفروا
عنہ و قد کان اصاب من
مال اللہ بکرا یرتوی علیہ و
حبشیۃ ارضعت لہ ولداً لہ
فرای ذلک عند موتہ غصۃ
فی حلقہ فادی ذلک الی
الخلیفۃ من بعدہ و فارق
الدنیا تقیاً نقیاً علی منہاج
صاحبہ اخرجہ الدارمی باز اول امرے کہ

اگر (اصحاب نے) ایک نقطہ میں بھی آپس میں اختلاف کیا تو میرے باپ (اس کو حل کرنے کے لئے) اُڑ کر پہنچے کیونکہ اسلام میں اُن کا بڑا اور کامل حصہ تھا۔ اور اسی کے ساتھ یہ بھی کہا کرتی تھیں کہ جس نے دیکھا ہے عمر بن الخطاب رضی کو وہ جانتا ہے کہ وہ پیدا کئے گئے تھے اسلام کے لئے کافی اور وافی بنا کر۔ واللہ بڑے صاحب تدبیر اور خوبیوں والے تھے اور انھوں نے امور کے انتظام پر اُن کے مناسب لوگوں کو تیار کیا تھا، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور عبداللہ بن الاہتم رح نے جو شام کے واعظ تھے اپنے ایک طویل خطبہ میں کہا۔ پھر قائم ہوئے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوبکر رض تو وہ آپ کی سنت پر چلے اور انھوں نے آپ کے راستہ کو اختیار کیا اور عرب مرتد ہوا یا جس نے اُن میں سے ایسا کام کیا تو ابوبکر رض نے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کو معاف کرنے سے انکار کر دیا بجز ایسے شخص کے جو (اسلام کو) قبول کرنے والا تھا۔ تلواریں میانوں سے کھینچ لیں اور جنگ کے شعلے بھڑکا دیئے اور اہل حق کو ساتھ لے کر اہل باطل کو اوندھے منہ گرا دیا تو برابر اُن کے جوڑ بند کاٹتے اور زمین کو اُن کا خون پلاتے رہے یہاں تک کہ اُن کو اُس چیز میں داخل کر کے چھوڑا جس سے وہ نکلے تھے (یعنی اسلام میں)، اور وہاں اُن کو جما کر چھوڑا جہاں سے وہ بھاگے تھے۔ اور بیت المال میں اُن کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر لاد کر پانی لایا جاتا تھا اور ایک حبشی کنیز تھی جو آپ کے ایک بچہ کو دودھ پلاتی تھی تو آپ نے اپنی موت کے قریب ان کو بھی اپنے حلق میں اٹکا ہوا دیکھا تو اُن کو اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے پاس بھیجدیا اور دنیا سے بحالتِ تقویٰ پاک وصاف گزر گئے اپنے رفیق کے طریقہ پر، اس کو دارمی نے روایت کیا۔ پھر سب سے پہلا کام جس کے پورا کرنیکا

صدیق اکبر رضؓ متصدی امضائے آن شد
انجاز وعدہای آنحضرت بود صلے اللہ علیہ
وسلم و قضای دیون و عن ربیعة بن
ابی عبدالرحمن انہ قال قدم علے
ابی بکر الصدیق مال من البحرین فقال من
کان لہ عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
دین او عدة فلیأتنی فجاءہ جابر بن عبداللہ
فحفن لہ ثلث حثنات اخرجہ مالک واخرج
البخاری قصة حثنات جابر بطرق مختلفة
بعد ازان بالتماس حضرت فاروق رضؓ بجمع
قرآن بین اللوحین باہتمام عظیم مشغول شد
واین قصہ بخوب ترین صورتے در
بخاری مذکور است حضرت مرتضیٰ رضؓ میگفت
رحم اللہ ابابکر جمع القرآن بین اللوحین
بعد ازان نسق حضرت صدیق رضؓ درباب نصب
عمال آن بود کہ عاملان آنحضرت را صلے اللہ علیہ
وسلم مسلّم می گزاشت مگر آنکہ ایشان خود استعفا
کنند فی الاستیعاب کان خالد یعنی ابن سعید
واخوتہ عمالا لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فرجعوا عن عمالتہم حین مات رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم فقال ابوبکر مالکم رجعتم عن
عمالتکم ما احد احق بالعمل من عمال رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارجعوا الی اعمالکم
فقالوا نحن بنو ابی اُحیحة لا نعمل لاحد بعد
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابدًا

صدیق اکبر رضؓ نے اہتمام کیا وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وعدوں
کا پورا کرنا اور آپؐ کے قرضوں کا ادا کرنا تھا۔ ربیعہ بن ابی عبدالرحمنؒ
سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس بحرین سے
مال آیا تو آپ نے کہا (یعنی اعلان کیا) کہ جس کسی کا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے ذمہ قرض ہو یا کوئی وعدہ ہو تو اُس کو
چاہیئے کہ میرے پاس آئے۔ تو اُن کے پاس جابر بن عبداللہ رضؓ
گئے تو اُن کو تین دوہتڑیں بھر کر دیں، اس کو روایت کیا امام
مالکؒ نے۔ اور بخاریؒ نے جابر رضؓ کی دوہتڑوں کے قصہ میں مختلف
اسناد کے ساتھ روایت کیا۔ اس کے بعد حضرت فاروق رضؓ کے التماس
پر قرآن کو دو لوح (یعنی دو گتوں کے درمیان) جمع کرنے کے
اہتمام عظیم میں مشغول ہوئے۔ اور یہ قصہ بہت خوبصورتی کے
ساتھ بخاری میں مذکور ہے۔ حضرت مرتضیٰ رضؓ فرمایا کرتے تھے اللہ
رحمت نازل کرے ابوبکر رضؓ پر کہ انھوں نے قرآن کو دو تختیوں
کے درمیان جمع کر دیا۔ اس کے بعد عاملوں کے نصب کرنے کے
بارے میں حضرت صدیق رضؓ کا طرز عمل یہ تھا کہ جو عامل آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے رکھے ہوئے تھے اُن کو بدستور رہنے
دیتے تھے بجز اس کے کہ یہ لوگ خود استعفاء دیں۔ استیعاب میں
ہے کہ خالد یعنی خالد بن سعیدؓ اور اُن کے بھائی رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے عُمّال تھے تو جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی وفات ہوگئی تو یہ اپنے عہدۂ عمالت سے لوٹ آئے تو اُن سے
ابوبکر رضؓ نے فرمایا کہ کیا بات ہے تم کیوں اپنے عہدۂ عمالت سے
لوٹے ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عُمّال میں سے کوئی
تم سے زیادہ عمل کا حقدار نہیں ہے؛ اپنے عہدوں پر واپس جاؤ۔
تو انھوں نے کہا کہ ہم ابواحیحہ کی اولاد ہیں رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے بعد اب ہم کبھی کسی کے لئے عمل (یعنی ملازمت) نہیں کرینگے

فمضوا الی الشام فقتلوا جمیعاً و فی الاستیعاب
کتب عبداللہ بن الارقم للنبی صلی اللہ علیہ
وسلم ثم لابی بکر و استکتبہ عمر و استعملہ علی
بیت المال وعثمان بعدہ و فی الاستیعاب عتاب
ابن اسید استعملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علی مکۃ عام الفتح واقرہ علیہا ابو بکر فلم یزل
علیہا الی ان مات بعد ازاں ہر کسے را کہ آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحفظ و رعایت او
امر فرمودہ بود صدیق اکبر رض بنا بر تعظیم
وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در
رعایت وے اہتمام تمام می نمود فی الاستیعاب
سندر مولی زنباع مثل بہ مولاہ فاعتقہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول
اللہ اوص بی فقال اوصی بک کل مسلم
فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی
سندر الی ابی بکر فقال احفظ فی وصیۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعالہ
ابو بکر حتی توفی ثم اتی بعدہ الی عمر
فقال لہ عمر ان شئت ان تقیم
عندی اجریت علیک والا فانظر
ای المواضع تحب فاکتب لک
فاختار سندر مصر فکتب لہ
عمر الی عمرو بن العاص تحفظ
فیہ وصیۃ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فلما قدم علی عمرو

پھر یہ سب شام چلے گئے اور سب مقتول ہوئے۔ اور استیعاب میں
ہے کہ عبداللہ بن الارقم رض کاتب تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پھر کاتب ہوئے ابو بکر رض کے اور اُن کو کاتب بنایا عمر رض نے
اور اُن کو بیت المال پر عامل بنایا اور اُن کے بعد عثمان رض نے بھی۔
اور استیعاب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح
والے سال عتاب بن اُسید رض کو مکہ پر عامل بنایا اور ابو بکر رض نے اُن کو
برقرار رکھا پھر وہ برابر اپنے انتقال تک مکہ پر عامل رہے۔ اس
کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کی حفاظت
اور رعایت کے لئے حکم فرمایا تھا صدیق اکبر رض آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے احترام کے پیشِ نظر اُس کی رعایت
کرنے کا پورا اہتمام رکھتے تھے۔ استیعاب میں ہے کہ سندر زنباع
کا غلام تھا اُس کے آقا نے اُس کے ناک کان کاٹ دیئے تھے
پھر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا۔ اُس نے
کہا یا رسول اللہ! میرے حق میں کچھ وصیت کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا
کہ میں تیرے حق میں ہر مسلمان کو وصیت کرتا ہوں۔ پھر جب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو سندر ابو بکر رضی اللہ
عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی وصیت کا لحاظ رکھیئے تو اس کا ابو بکر رض نے نفقہ مقرر کر دیا
یہاں تک کہ اُن کی وفات ہوگئی۔ پھر اُن کے بعد یہ عمر رض کے
پاس آیا تو اُس سے عمر رض نے فرمایا کہ اگر تو میرے پاس قیام کرنا چاہے
تو میں تیرا وظیفہ مقرر کر دوں ورنہ غور کر لے کہ تو کس جگہ رہنا
پسند کرتا ہے (وہاں کے حاکم کو) تیرے بارے میں لکھ دوں۔ تو
سندر نے مصر کو پسند کیا تو حضرت عمر رض نے اس کے بارے میں
عمرو بن العاص رض کو لکھا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی وصیت کی حفاظت کرو۔ جب یہ عمرو بن العاص رض کے پاس پہنچا

(تیول یعنی جاگیر کردہ ۱۲) ارضاً واسعۃً و داراً و فی
الاستیعاب کان رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم یزور اُمّ ایمن و کان
ابوبکر و عمر یزورانہا بعد ازان حضرت
صدیق رض بتوقیر اہلِ بیتِ نبوت و تعظیم
ایشان اقصے الغایت وصیت فرمود
و قال ابوبکر ارقبوا محمداً صلے اللہ علیہ
وسلم فی اہلِ بیتہ رواہ جماعۃ بعد ازاں
در حفظِ ناموس آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم در منکوحاتِ او سعی تمام بجاآورد
و در مسئلہ تحریمِ نکاحِ غیر مدخولہ آں
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مباحثہ اُفتاد
فی الاستیعاب قُتَیلۃ بنت قیس تزوّجہا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ومات
عنہا قبل ان یدخل بہا فتزوجہا عکرمۃ بن
ابی جہل بحضرموت فبلغ ابابکر فقال
لقد ہممتُ ان اُحرِقَ علیہما بیتہما فقال لہٗ
عمر ماہی من اُمّہات المؤمنین لا دَخَل بہا ولا
ضرب علیہا الحجاب باز حضرت صدیق رض
اوّل خلیفہ است کہ برائے او وظیفہ از
بیت المال مقرر شد عن عائشۃ لما استخلف
ابوبکر الصدیق قال لقد علم قومی ان حرفتی (ای التجارۃ ۱۲)
لم تکن تعجز عن مؤنۃ (رزقہ) اہلی و شُغلت
بامر المسلمین فیأکل آل ابی بکر
من ھذا المال (بیت المال ۱۲)

تو انھوں نے اس کو ایک وسیع قطعہ زمین اور ایک مکان جاگیر
دیدیا۔ اور استیعاب میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُمِّ
ایمن رض سے ملنے جایا کرتے تھے اور ابوبکر رض و عمر رض بھی اُن سے ملنے کے
لئے جاتے رہے۔ اس کے بعد حضرت صدیق رض نے اہلِ بیتِ نبوت
کی توقیر اور اُن کی تعظیم کی زیادہ سے زیادہ رعایت رکھنے کی وصیت
فرمائی (استیعاب میں ہے) اور ابوبکر رض نے فرمایا محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کے احترام کا خیال رکھو اُن کے اہلِ بیت کے بارے میں،
اس کو ایک جماعت نے روایت کیا۔ اس کے بعد جن عورتوں سے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا اُن کے ناموس کے تحفظ
میں آپ پوری سعی فرماتے رہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی غیر مدخولہ سے تحریم نکاح کے بارے میں مباحثہ ہوا۔ استیعاب
میں ہے کہ قُتَیلہ بنتِ قیس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
نکاح کر لیا تھا اور اُن کے پاس جانے سے پہلے آپ کی وفات
ہو گئی تو اُن سے حضرموت میں عکرمہ رض بن ابی جہل نے نکاح کر لیا،
یہ خبر ابوبکر رض کو پہنچی تو فرمایا کہ یہ دل چاہتا ہے کہ ان دونوں
کے اوپر ان کے گھر کو پھونک دوں۔ تو اُن سے عمر رض نے کہا کہ
وہ اُمّہات المؤمنین میں سے نہیں ہے، نہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم اُس کے پاس گئے اور نہ اُس پر پردہ ڈالا (یعنی تخلیہ
کیا)۔ پھر حضرت صدیق رض سب سے پہلے خلیفہ ہیں جن کے لئے
بیت المال سے وظیفہ مقرر ہوا۔ مروی ہے عائشہ رض سے کہا کہ جب
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنادیئے گئے تو فرمایا
کہ میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا پیشہ (یعنی تجارت)
میرے اہل وعیال کے (مصارف کو) برداشت کرنے سے عاجز
نہیں تھا اور میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا تو اب
آلِ ابوبکر رض کو اس مال میں سے (یعنی بیت المال سے) کھانا ہوگا

ویحترفُ للمسلمینَ فیہ اخرجہ البخاری
باز حضرت صدیق رض را در مسئلہ ہل تجبُ
علے المرتدین اذا تابُوا دِیۃُ مَن قتلوہ
فی ایّام الرِّدّۃ با حضرتِ فاروق رض اختلاف
افتاد قال البغوی روی عن ابی بکر انہ
قال لقوم جاءوہ تائبین تدُوُنَ قتلانا و
لا نَدِیْ قتلاکم فقالَ عمر لَا نَأخذ لِقتلانا
دِیَۃً اصحّ قولی امام شافعی رح مذہب
حضرت صدیق است جمعے از علماء گفتند
منہم البغوی احتمال دارد کہ مذہب
حضرتِ فاروق رض موافق مذہب صدیقِ
اکبر رض باشد غیرَ انّہ رای الاِعْراض عن
الزام الدّیۃ ترغیبًا لہم فی الثباتِ علے
الاسلام باز فقہاء مسلمین در تغریبِ بِکر
زانی اختلاف دارند حضرت صدیق رض
احیاء سنّت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نمود در تغریبِ زُناۃ و الی الیوم اکثر فقہاء
و جملہ محدثین بر مذہب وے رفتند عن ابن
عمر انّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
جلَدَ و غرّب و انّ ابا بکر جلَدَ و غرّب و
انّ عمر جلَدَ و غرّب اخرجہ البغوی وغیرہ
باز علماء مسلمین متفق اند در آنکہ

اور ابو بکر مسلمانوں کی خدمت کرے گا[1] اس کو بخاری نے روایت
کیا۔ پھر اس مسئلہ میں کہ کیا مرتدین پر جب کہ وہ توبہ کر لیں اُن
لوگوں کی دیت واجب ہے جن کو انھوں نے مُرتد ہونے کے
دنوں میں قتل کیا تھا حضرت صدیق رض کا حضرت فاروق رض کے
ساتھ اختلاف واقع ہوا۔ بغوی نے کہا کہ مروی ہے ابو بکر رض سے
کہ اُنھوں نے قوم کے اُن لوگوں سے جو توبہ کرکے آئے کہا کہ تم
ہمارے ہیں کے مقتولوں کی دیت دو اور ہم تم ہیں کے مقتولوں
کی دیت نہ دیں گے۔ پھر عمر رض نے کہا کہ ہم اپنے مقتولوں کی دیت
نہ لیں گے۔ امام شافعی رح کے دو قولوں میں سے زیادہ صحیح قول
حضرت صدیق رض کا مذہب ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے کہا
ہے جن میں بغوی رح بھی ہیں کہ یہ احتمال ہے کہ حضرتِ فاروق رض
کا مذہب صدیقِ اکبر رض کے مذہب کے موافق ہو (اور اس ارشاد
کی کوئی وجہ نہ ہو) بجز اس کے کہ اُنھوں نے دیت کے لازم
کرنے کی رائے سے اعراض کیا ہو تاکہ ان لوگوں کو ترغیب ہو جائے
اسلام پر ثابت قدم رہنے میں۔ پھر فقہاء مسلمین میں اختلاف ہے
ایسے زانی کو جلا وطن کرنے کے بارے میں جو کنوارا ہو۔ حضرت
صدیق رض نے زانیوں کو شہر بدر کرنے میں آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی سنت کا احیاء کیا اور آج تک اکثر فقہاء اور تمام
محدثین ان ہی کے مذہب پر چل رہے ہیں۔ مروی ہے ابن عمر رض
سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوڑے مارے اور
شہر بدر کیا اور عمر رض نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا۔ اس کو
بغوی رح وغیرہ نے روایت کیا۔ پھر علماء مسلمین اس میں متفق ہیں کہ

[1] بعض نے کہا ویحترف للمسلمین سے یہ مراد ہے کہ وہ مسلمانوں کے فائدے کیلئے تجارت بھی کریں گے، یعنی بیت المال سے جو روپیہ میں اپنے گھر والوں کے ضروری خرچ کے لئے لوں گا اتنا ہی یا اس سے زیادہ تجارت کرکے پھر اُس میں داخل کروں گا۔ (لغات الحدیث) اس معنے میں یہ استبعاد ہے کہ اگر آپ کے پاس تجارت کے لئے وقت ہوتا تو ہرگز نہ لیتے۔ اس لئے مطلب یہ ہے کہ ابو بکر رض اب وہ پیشہ تجارت ترک کرتا ہے اب جو اس کا پیشہ ہوگا وہ امور خلافت کی انجام دہی ہوگا ۱۲ مترجم

اذا سرق اولاً قطعت یدہ الیمنیٰ فان سرق ثانیاً قطعت رجلہ الیسریٰ باز مختلف شدند در آنکہ چون ثالثاً سرقہ کند چہ باید کرد امام مالکؒ و امام شافعیؒ قطعت یدہ الیسریٰ اختیار کردہ اند ثم ان سرق قطعت رجلہ الیمنیٰ و امام ابو حنیفہؒ گفتہ یعزر و یحبس و لا قطع علیہ اذا سرق بعد قطع الید الیمنیٰ و الرجل الیسریٰ ماخذ امام مالکؒ و شافعیؒ حدیثے است کہ ہر دو در کتب خود روایت کردہ اند و بران اعتماد نمودہ مالکؒ عن عبد الرحمٰن بن القاسم عن ابیہ ان رجلاً من اہل الیمن اقطع الید و الرجل قدم فنزل علےٰ ابی بکر الصدیق فشکےٰ الیہ ان عامل الیمن ظلمہ و کان یصلے من اللیل فیقول ابو بکر و ابیک ما لیلک بلیل سارق ثم انہم افتقدوا حلیاً لاسماء بنت عمیس امراۃ ابی بکر فجعل یطوف معہم و یقول اللہم علیک بمن بیّت اہل ہذا البیت الصالح فوجدوا الحلی عند صائغ زعم ان الاقطع جاءہ بہ فاعترف الاقطع او شہد علیہ فامر بہ ابو بکر فقطعت یدہ الیسریٰ و قال ابو بکر واللہ لدعاؤہ علےٰ نفسہ

جب کوئی پہلی مرتبہ چوری کرے تو اس کا داہنا ہاتھ کاٹا جائے۔ پھر اگر دوسری مرتبہ چوری کرے تو اُس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے۔ پھر اس میں مختلف الرائے ہو گئے کہ جب تیسری مرتبہ چوری کرے تو کیا کیا جائے؟ امام مالکؒ و امام شافعیؒ نے یہ اختیار کیا کہ اُس کا بایاں ہاتھ کاٹا جائے پھر اگر چوری کرے تو اُس کا داہنا پاؤں کاٹا جائے۔ اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ سزا دی جائے اور قید کیا جائے اور اُس کا کوئی عضو نہیں کاٹا جائے گا جب کہ اُس نے داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹے جانے کے بعد چوری کی۔ امام مالکؒ اور شافعیؒ کا ماخذ ایک حدیث ہے جس کو دونوں نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا۔ مالکؒ روایت کرتے ہیں عبد الرحمٰن بن القاسمؒ سے وہ اپنے باپ سے کہ اہلِ یمن میں کا ایک شخص جس کا ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا تھا آیا اور ابو بکر صدیقؓ کے پاس اُترا اور اُن سے شکایت کی کہ یمن کے عامل نے اُس پر ظلم کیا اور وہ رات کو نماز (یعنی نفلیں) پڑھا کرتا تھا تو ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ تیرے باپ کی قسم تیری رات چور کی رات جیسی نہیں ہے۔ پھر یہ واقعہ پیش آیا کہ اسماء بنتِ عمیس ابو بکرؓ کی بی بی صاحبہ کا زیور چوری ہو گیا جس کو اُنھوں نے تلاش کیا تو یہ شخص اُن کے ساتھ پھرا رہا اور یہ بھی کہتا رہا کہ یا اللہ! آپ پکڑیں اس شخص کو جس نے اس نیک گھر والوں پر چھاپہ مارا۔ اس کے بعد لوگوں نے اس زیور کو ایک سُنار کے پاس پایا جس نے یہ بیان دیا کہ وہ ہاتھ پاؤں کٹا ہوا اُس کو دے گیا ہے، پھر اُس ہاتھ پاؤں کٹے نے اقرار کر لیا یا اس پر شہادت گزر گئی تو اس کے بارے میں ابو بکرؓ نے حکم دیا پھر اس کا بایاں ہاتھ کاٹا گیا۔ اور ابو بکرؓ نے فرمایا کہ واللہ اُس کا اپنے نفس پر بددعا کرنا کہ الٰہی پکڑ اس شخص کو الخ

اشدّ عندی علیہ من سرقتہ وسابق تحریر
یافت کہ صدیقِ اکبر رضہ حدّ شارب خمر را
بچہل ضربہ مُعین ساخت و علیہ الشافعی
قال الاربعون الاخرٰی تعزیرٌ یجوز
فعلہٗ ویجوز ترکہ قال البغوی رحمہ اللہ
اختلفوا فی التفضیل علی السابقۃ والنسب
عند قسمۃ الفیٔ (غنیمت) فذھب ابوبکر الی التسویۃ
بینَ الناس واُولی الفضل بالسابقۃ حتی
قال لہٗ عُمر اتجعل الّذین جاھدوا فی
اللہ باموالھم وانفسھم وھاجروا
دیارَھم کمَن دخلَ فی الاسلام کرھًا
فقال ابوبکر انّما عملوا للہ وانّما
اُجورُھم علی اللہ وانّما الدنیا بلاغٌ
وکان عمر یفضّلُ علی السابقۃ والنسب (کفایت بقدر) بندہ
ضعیف گوید کہ این اختلاف در حکم شرعی
نیست بلکہ در زمانِ حضرت صدیق رض کثرۃ فیٔ
کہ محل تفضیل بسابقہ ونسب باشد حاصل نشد لاچار
منظورِ نظر صدیقِ اکبر رض احیاء این نفوس شد باقل
انچہ وجہِ کفافِ ایشان تواند بود و درعہدِ
فاروقِ اعظم رض فیٔ بکثرت جمع شدہ
واز قدر کفایت بیشتر حاصل گشتہ پس
تفضیلِ اہلِ سوابق را گنجایش بہم
رسید عن میمون بن مہران
قال کان ابوبکر اذا اراد
ان یبعث بعثًا (لشکرے ۱۲)

میرے نزدیک اس شخص کے حق میں زیادہ سخت ہے اُس کے چوری
کرنے سے (اس لئے کہ اگر وہ خدا کو عالم الغیب اور قادر مطلق سمجھتا
تو یہ کلمات نہ کہتا) اور پہلے لکھا جاچکا ہے کہ صدیقِ اکبر رض نے شارب
خمر کی چالیس ضربیں مقرر کردی تھیں اور اسی پر شافعی رح کا
قول ہے کہ دوسری (مرتبہ کی) چالیس ضرب (حد نہیں بلکہ) تعزیر
(یعنی سزا) ہے جس کا فعل بھی جائز ہے اور ترک بھی جائز۔ بغوی
رحمہ اللہ نے کہا کہ اس بارے میں اُنھوں نے اختلاف کیا کہ اسلام
پر سبقت کرنے اور نسب کی بنا پر مالِ غنیمت کی تقسیم میں فضیلت
(ترجیح) دی جائے۔ تو ابوبکر رض عام لوگوں کے اور اسلام پر سبقت
کی بنا پر جو صاحبِ فضیلت تھے ان کے درمیان برابری قائم
رکھنے کی طرف گئے۔ یہاں تک کہ اُن سے عمر رض نے کہا کہ کیا آپ اُن
لوگوں کو جنھوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے اموال سے اور
اپنی جانوں سے اور اپنے شہروں کو چھوڑا اُن کے برابر کررہے ہو
جو اسلام میں کراہت کے ساتھ داخل ہوتے ؟ تو ابوبکر رض نے کہا کہ
اُنھوں نے جو کچھ عمل کئے اللہ کے لئے کئے اور اُن کے اجر اللہ پر ہیں
اور دنیا تو گزشتنی (حقیر چیز) ہے۔ اور عمر رض (اپنے زمانہ میں) احوا
سابقہ اور نسب پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ بندہ ضعیف کہتا ہے کہ
یہ اختلاف حکم شرعی میں نہیں ہے بلکہ حضرت صدیق رض کے زمانہ
میں مالِ غنیمت کی کثرت جو خدماتِ سابقہ ونسب کا محل ہے حاصل
ہی نہ ہوتی تھی اس مجبوری کی وجہ سے صدیقِ اکبر رض کی نظر ان
نفوس کے (کسی نہ کسی طرح) زندگی قائم رکھنے پر رہی کہ کم سے کم
گزارے کی صورت میسّر ہوسکے اور فاروقِ اعظم رض کے عہد میں
اموالِ غنیمت بکثرت جمع ہوتے اور قدر کفایت سے زیادہ حاصل
ہوا تو اہلِ سوابق کی تفضیل کے لئے گنجائش نکل آتی۔ مروی ہے
میمون بن مہران سے کہ ابوبکر رض جب کہیں لشکر بھیجنے کا ارادہ کرتے تھے

ندبَ الناس فاذا کمل لہٗ من العِدّۃ مایرید جَہّزہم
بما کان عندہٗ ولم تکن الاَعْطِیۃُ فُرِضتْ علیٰ عہدہ
اخرجہ ابن ابی شیبۃ باز در آخر ایّام آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلّم فتنۂ رِدّت نمودار گردید وبعد از وفاتِ
وے صلی اللہ علیہ وسلم این فتنہ استحکام یافت از انجملہ
مُسَیلمہ کذّاب دعوٰی نبوّت کرد و فوجے عظیم از
اہلِ یمامہ واہلِ نجد باخود جمع نمود حضرت صدیقؓ
مسلمین را برائے قتال آنجماعہ برخواند وخالد بن ولید
را امیر ساخت چون تلاقی فِئتَین واقع شد اوّل بر
مسلمانان ہزیمت اُفتاد ثانیاً بسعی جمعے از نبلاء بزرگان
صحابہؓ مانند ثابت بن قیس وزید بن الخطاب برادر
فاروقِ اعظمؓ وبراء بن مالک فتح اسلام میسّر
شد واین عزیزان شربتِ شہادت چشیدند رضوان
اللہ علیہم ومُسَیلمہ بدوزخ پیوست وجماعۂ او
متفرق گشت وآن یکے از فتوح عظیم اسلام بود گویا
فرمودۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درباب خالد سیف
من سیوف اللہ تمہید وتوطیہ ہمین فتح بودہ است و
از انجملہ بنو عبدالقیس وجمعے از ناحیۂ بحرین لبشرفِ
اسلام مشرّف شدہ بودند وقدم راسخ پیدا کردہ
درین ایّام بنو بکر با منذر بن ساوی درساختہ
قصدِ آن مسلمانان نمودند ایشان این ماجرا
را بعرضِ صدیقِ اکبرؓ رسانیدند ووے رضی
اللہ عنہ جماعۂ از مسلمین را برجہاد دعوت
فرمود وبسرکردگی علاء بن الحضرمی ایشان را
بحربِ بنو بکر روان نمود

تو لوگوں کو طلب کرتے تھے تو جب وہ شمار پوری ہو جاتی جس کا وہ
ارادہ رکھتے ہوتے تو ان کے لئے اتنا سامان کر دیتے جو اُن کے پاس
ہوتا اور اُن کے عہد میں وظائف مقرر نہیں کئے گئے تھے، اس کو
روایت کیا ابنِ ابی شیبہ نے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے آخری ایام میں مرتد ہونے کا فتنہ نمودار ہوا اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ فتنہ مستحکم ہو گیا۔ اُن میں
سے ایک فتنہ یہ تھا کہ مُسَیلمہ کذّاب نے نبوت کا دعوٰی کیا اور یمامہ
اور نجد والوں کی ایک عظیم فوج اپنے پاس جمع کر لی۔ حضرت
صدیقؓ نے مسلمانوں کو اس جماعت کے ساتھ قتال کے لئے بُلایا
اور خالد بن ولیدؓ کو امیر بنایا۔ جب دونوں جماعتوں میں مڈبھیڑ
ہوئی تو اوّل مسلمانوں پر ہزیمت واقع ہوئی۔ اس کے بعد بزرگان
صحابہؓ کی ایک جماعت کی کوشش سے جیسے ثابت بن قیسؓ اور
زید بن الخطابؓ فاروقِ اعظمؓ کے بھائی اور براء بن مالک رضی
اللہ عنہم تھے فتح اسلام کی ہوئی اور ان عزیزوں نے شربتِ
شہادت پیا اور مُسَیلمہ جہنم رسید ہوا اور اس کی جماعت
متفرّق ہو گئی اور یہ اسلام کی ایک بڑی عظیم الشّان فتح ہوئی۔
گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد خالدؓ کے بارے میں کہ
وہ ایک تلوار ہے اللہ کی تلواروں میں سے تمہید اور اطلاع اسی
فتح کی ہوئی ہے۔ اور اُن میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ بنو عبدالقیس
اور بحرین کے نواحی کی ایک جماعت مشرّف باسلام ہوئی تھی اور
ان میں پختگی پیدا ہو گئی تھی، ان ایّام میں بنو بکر نے منذر بن ساوی
کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے ان مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا
اُنھوں نے یہ ماجرا صدیقِ اکبرؓ کی خدمت میں پہنچایا اور آپؓ
نے مسلمانوں کی جماعت کو جہاد کے لئے دعوت دی اور علاءؓ
ابن الحضرمی کی سرکردگی میں ان کو بنو بکر سے جنگ کے لئے روانہ کیا

و علاء حضرمی را در راہ کرامتی باہرہ ظاہر شد و آن استجابت دعا. او بود بظہور آبے کہ دفع عطش نماید آخرہا شبخون بر کفار زدند و فتحے عظیم نمایاں گشت وازانجا بجزیرۂ دارین (موضعیست بالشام) نہضت نمود و درین اثناء کرامتے دیگر نمودار شد و آن نیز استجابت دعائے او بود در نقص آب تا آنکہ اخفاف ابل تمام در آب غرق نشد اینجا نیز فتحے عظیم برروئے کار آمد وازانجا بطرف منذر بن ساوی متوجہ شدہ غلبۂ نمایان بدست آوردند و فی الاستیعاب کان یقال ان العلاء بن الحضرمی کان مجاب الدعوۃ و انہ خاض البحر بکلمات قالہا و دعا بہا و ذلک مشہور عنہ درینجا سر تقدیم صدیق اکبرؓ علاءؓ بن حضرمی را ظاہر و نمایان گردید وازانجملہ آنکہ اہل عمان و مہرہ کہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان شدہ بودند درین ہنگام مرتد گشتند و جیفر و عبد کہ حکومت آن دیار بامر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تعلق بایشان داشت قصۂ ارتداد آن طائفہ بعرض صدیق اکبرؓ رسانیدند وی رضی اللہ عنہ مسلمین را برائے جہاد جمع کرد حذیفہ بن محصن حمیری را برائے ریاست عمان و عرفجہ بارقی را بریاست مہرہ مقرر فرمود و عکرمہ را کہ از فتح یمامہ ہنوز مراجعت نہ کردہ بود بکمک ایشان مامور ساخت بعد تلاقی فئتین

اور علاءؓ بن الحضرمی کی راستہ میں ایک کھلی ہوئی کرامت ظاہر ہوئی اور وہ اُن کی دعاء کی مقبولیت تھی ایک پانی کے ظہور کی صورت میں کہ جس سے (تمام لشکر) اپنی پیاس بجھا لے۔ اس کا آخر انجام یہ ہوا کہ انھوں نے کفار پر شبخون مارا اور ایک فتح عظیم نمایاں ہوئی اور وہاں سے جزیرۂ دارین کی طرف (جو شام کا ایک موضع ہے) کوچ کیا۔ اس دَوران میں ان کی دوسری کرامت نمودار ہوئی اور وہ بھی اُن کی دُعاء کی متقبولیت تھی پانی کے کم ہوجانے کی صورت میں یہاں تک کہ اُونٹوں کے پورے کُھر بھی پانی میں نہیں ڈوبے۔ (حالانکہ دریا چڑھاؤ پر تھا) یہاں بھی ایک عظیم فتح میسّر ہوئی۔ پھر یہاں سے مُنذر بن ساوی کی طرف متوجہ ہوئے اور نمایاں غلبہ حاصل ہوا۔ اور استیعاب میں ہے کہ کہا جاتا تھا کہ علاءؓ بن الحضرمی مستجاب الدعوات تھے اور وہ دریا میں گھس گئے کچھ کلمات پڑھ کر اور اُن کے ساتھ دُعاء کرکے اور یہ بات اُن کی نسبت مشہور ہے۔ اس موقع پر یہ راز ظاہر و نمایاں ہوگیا کہ صدیقِ اکبرؓ نے اس وجہ سے علاءؓ بن الحضرمی کو سردار لشکر بنایا تھا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ اہلِ عمان و مہرہ جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسلام لاتے تھے اس زمانہ میں مُرتد ہوگئے۔ اور جیفر اور عبد نے کہ اُن شہروں کی حکومت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان سے متعلق تھی اس جماعت کے مُرتد ہوجانے کا قصّہ صدیقِ اکبرؓ کی خدمت میں پہنچایا اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جہاد کے لئے جمع کیا اور حذیفہ بن مُحصن حمیری کو عمان پر حکومت کے لئے اور عرفجہ بارقی کو مہرہ پر حکومت کے لئے آپ نے متعین فرمایا اور عکرمہ کو جو کہ یمامہ کی فتح سے ابھی تک نہیں لوٹے تھے ان کی کمک کے لئے مامور کیا۔ دونوں جماعتوں کے مل جانے کے بعد

جنگِ عظیم واقع شد و ہزیمت نمایان بر کفار افتاد۔ و از انجملہ آنکہ قبیلہ کندہ و ناحیہ حضرموت و یمن در آخر سنین ہجرت بشرفِ اسلام مشرف شدہ بودند و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تعین امراء برایشان فرمودہ درین ولاء ارتداد پیش گرفتند و اُمرائے مسلمین بجبالِ متحصن شدہ ماجرا بعرض حضرت صدیق رضؓ رسانیدند وی رضی اللہ عنہ برائے قتالِ آنہا مسلمین را بر خواند و ہمراہ زیاد بطرف آنجماعہ فرستاد مسلمانان بعد زد و بُرد بسیار بجنگِ عکرمۃ بن ابی جہل بامرادِ خویش فیروز و منظفر بازگشتند و اشعث بن قیس را کہ از رؤسا مرتدین بود مسلسل و مغلول بحضورِ حضرت صدیق رضؓ فرستادند صدیق اکبر چون دلاوری و سپہ سالاری و صدق توبہ اشعث ملاحظہ نمود اورا خلاص فرمود و خواہر خود اُمّ فروہ را بنکاح او داد و آخرہا فراست حضرتِ صدیق رضؓ کارِ خود کرد کہ در مجاہداتِ عراق تردد نمایان از وے ظاہر گشت فی الاستیعاب روی عن الاشعث قدم علے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثلثین راکباً من کندۃ فقالوا لہٗ یا رسول اللہ نحن بنو آکل المرار و انت ابن آکل المرار فتبسم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقال نحن

جنگِ عظیم واقع ہوئی اور کفار پر نمایاں شکست واقع ہوئی۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ قبیلہ کندہ اور اطراف حضرموت و یمن کے رہنے والے ہجرت کے آخری برسوں میں شرفِ اسلام سے مشرف ہوتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن پر اُمراء کا تقرر بھی فرمادیا تھا اس زمانہ میں یہ لوگ بھی مُرتد ہوگئے اور اُمراء مسلمین نے پہاڑوں میں قلعہ بند ہو کر تمام ماجرا حضرت صدیق اکبر رضؓ کے حضور میں پہنچایا۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے قتال کے لئے مسلمانوں کو دعوت دی اور ایک لشکر زیاد رضؓ کی سرکردگی میں اُس جماعت کی طرف بھیجا۔ مسلمان بہت کُشت وخون کے بعد عکرمہ رضؓ بن ابی جہل کی کمک سے کامران، فتحمند اور منظفر واپس ہوتے۔ اور اشعث بن قیس کو جو کہ مُرتدین کے رؤساء میں سے تھا زنجیرین جکڑ کر اور ہاتھ باندھ کر حضرت صدیق رضؓ کے حضور میں بھیجا۔ صدیق اکبر رضؓ نے جب اشعث کی سچائی اور اس کی دلاوری و سپہ سالاری کا ملاحظہ فرمایا تو اس کو رہا کردیا اور اپنی بہن اُمّ فروہ کو اُس کے نکاح میں دیدیا۔ انجام کار حضرت صدیق رضؓ کی فراست نے اپنا کام کیا کہ عراق کے مجاہدات میں اس شخص کے نمایاں کارنامے ظاہر ہوتے۔ استیعاب میں ہے روایت کیا گیا ہے اشعث رضؓ سے کہ وہ آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ کندہ کے تیس ۳۰ سواروں کے ساتھ پھر ان لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ ہم آکل المرارؔ کے بیٹے ہیں اور آپ بھی آکل المرار کے بیٹے ہیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا اور کہا کہ ہم

عہ مُرار بضم میم ایک کڑوا درخت ہے جب اس میں سے اونٹ کھاتا ہے تو اُسکے ہونٹ سکڑ جاتے اور دانت کھُل جاتے ہیں۔ اس مناسبت سے ایسے شخص کو جسکے دانت کھُلے ہوتے رہیں آکل المرار کہا گیا۔ اس مناسبت سے حُجر کو جو مشہور شاعر امرء القیس کا پردادا تھا آکل المرار کہا جاتا تھا جو کندہ کی اولاد میں سے اور ان لوگوں کے اجداد میں سے تھا۔ ان میں سے کوئی عورت آنحضرت ؐ کے اجداد میں سے کسی کی بیوی تھیں اسلئے انھوں نے بھی آپ ؐ کو ابن آکل المرار کہدیا جس کا آپ نے جواب دیا ۱۲ اشتیاق احمد

بنو النضر بن کنانۃ لا نقفو امنا و لا ننتفی من ابینا وفیہ ایضاً کان فی الجاہلیۃ رئیساً مطاعاً فی کندۃ وکان فی الاسلام وجیہاً فی قومہ الا انہ کان ممن ارتد عن الاسلام بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم راجع الاسلام فی خلافۃ ابی بکر الصدیق واتی بہ ابو بکر اسیراً قال اسلم مولی عمر بن الخطاب کانی انظر الی الاشعث ابن قیس وہو فی الحدید وہو یقول فعلت وفعلت حتی کان آخر ذلک سمعت الاشعث یقول استبقنی لحربک وزوجنی اختک ففعل ابو بکر قال ابو عمر اخت ابی بکر الصدیق التی زوجہا من الاشعث بن قیس ہی ام فروۃ بنت ابی قحافۃ وہی ام محمد بن الاشعث فلما استخلف عمر خرج الاشعث مع سعد بن ابی وقاص العراق فشہد القادسیۃ والمدائن وجلولاء ونہاوند واختط بالکوفۃ داراً فی کندۃ ونزلہا بالجملہ

(نبہ) (باقی رکھ اور مراد) (اختط اے اتخذہ لنفسہ واعلم علیہ ۱۲)

بتائید الٰہی آخر سال اول از خلافت صدیق اکبرؓ اسلام بطور اول رجوع کرد وفتنۂ ارتداد فرو نشست و سال دوم مثنیٰ بن حارثہ شیبانی را کہ بمقتضائے کینہائے سابقہ با ملوکِ عجم بجنگ آویختہ بود حضرت صدیق استمالت نمودہ بخلعت و لواء نواختہ بحرب عجم مامور ساخت اینجا صنعتِ ملک داری را کار فرما شد و تیر تدبیر او بر نشانہ رسید

نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں ہم اپنی ماں کا اتباع نہیں کرتے اور اپنے باپ سے جدا نہیں ہوتے۔ اور اسی میں یہ بھی ہے کہ یہ شخص جاہلیت میں رئیس تھا کندہ میں اس کی اطاعت کی جاتی تھی اور اسلام میں بھی اپنی قوم میں وجیہ رہا ہے۔ مگر یہ ان لوگوں میں سے تھا جو اسلام سے مُرتد ہو گئے تھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ پھر مراجعت کی اسلام کی طرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت (کے زمانہ) میں اور آپ کے پاس قیدی بنا کر لایا گیا۔ اسلم مولیٰ عمرؓ بن الخطّاب کا قول ہے کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں اشعث بن قیس کی طرف جب کہ وہ لوہے (کی زنجیروں) میں بندھا ہوا تھا اور وہ فعلتُ و فعلتُ کہہ رہا تھا (یعنی میں نے ایسا کام کیا اور یہ بھی کیا) یہاں تک کہ آخر کلام میں مَیں نے اشعث سے سُنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ آپؓ مجھ کو باقی رکھتے اپنی جنگ کے لئے اور اپنی بہن کا مجھ سے نکاح کر دیجئے تو ابو بکرؓ نے ایسا کیا۔ ابو عمر نے کہا کہ ابو بکر صدیقؓ کی بہن جن کا نکاح انہوں نے اشعث بن قیس سے کیا تھا اُمّ فروہ بنتِ ابی قحافہ تھیں اور یہ والدہ ہیں محمد بن الاشعث کی۔ پھر جب عمرؓ خلیفہ ہوتے تو اشعث سعدؓ بن ابی وقاص کے ساتھ نکلے اور قادسیہ اور مدائن اور جلولاء اور نہاوند کی جنگوں میں شریک رہے اور کوفہ میں ایک مکان بنایا اور اس میں رہنے لگے۔ الغرض اللہ تعالےٰ کی مدد سے خلافتِ صدیقِ اکبرؓ کے پہلے سال کے آخر میں اسلام پہلی حالت پر واپس آیا اور فتنۂ ارتداد مٹ گیا۔ اور دوسرے سال میں مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کو جو کہ پچھلے کینوں کی بناء پر عجم کے بادشاہوں کے ساتھ جنگ میں اُلجھ رہا تھا حضرت صدیقؓ نے ہمّت افزائی کے طور پر خلعت اور جھنڈے سے سرفرازی بخشتے ہوتے عجم کے ساتھ جنگ پر مامور کیا۔ یہاں پر ملک داری کی حکمتِ عملی کارفرما ہوئی اور آپ کی تدبیر کا تیر نشانے پر بیٹھ گیا۔

باز چون عجم در صدد انتقام آمدند و فوجے بیرون از حساب گرد آوردند خالد بن الولید را بکمکِ مثنیٰؓ فرستاد و مثنیٰؓ را باحترام اقصے الغایت خالد امر فرمود و این دستور العمل خلفاء است در توقیر قدماء دولت فی الاستیعاب المثنیٰ بن حارثۃ الشیبانی کان اسلامہ وقدومہ فی وفد قومہ علی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم سنۃ تسع وقد قیل سنۃ عشر و ذکر عمر بن شبۃ عن شیوخہ من اہلِ الاخبار ان المثنیٰ بن حارثۃ کان یُغیر علے اہلِ فارس بالسواد فبلغ ابابکر والمسلمین خبرہ و قال عمر ہٰذا الذی یاتینا وقائعہ قبل معرفۃ نسبہ فقال لہ قیس بن عاصم اما انہ غیر خاملِ الذکر ولا مجہولُ النسب ولا قلیلُ العدد ولا ذلیلُ العمارۃ[ع] ذلک مثنیٰؓ بن حارثۃ الشیبانی ثم ان المثنیٰ قدم علی ابی بکر فقال یا خلیفۃ رسول اللہ ابعثنی علی قومی فان فیہم اسلاماً اقاتل بہم اہلَ فارس واکفیک اہلَ ناحیتی من العدو ففعل ذلک ابوبکر فقدم المثنیٰ العراق فقاتل واغار علی اہلِ فارس ونواحی السوادِ حولاً مجرّماً ثم بعث اخاہ مسعود بن حارثۃ الی ابی بکر یسألہ المدد ویقول ان امددتنی وسمعت بذلک العربُ

پھر جب کہ عجم (یعنی ملوکِ فارس) انتقام کے پیچھے پڑے اور بیشمار فوج میدان میں لے آئے تو آپؓ نے خالدؓ بن الولید کو مثنیٰؓ کی کمک کے لئے بھیجا اور مثنیٰؓ کو خالدؓ کے انتہائی درجہ احترام کا حکم بھیجا اور یہ یعنی مملکت کے قدیم کارگزاروں کی عزت افزائی خلفاءؓ کا دستور العمل ہے۔ استیعاب میں ہے کہ مثنیٰؓ بن حارثہ کا اسلام لانا اور ان کا اپنی قوم کے وفد کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا سن نو ہجری میں ہوا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سن دس میں۔ اور عمر بن شبہ نے اپنے مورخین شیوخ کی روایت سے ذکر کیا کہ مثنیٰؓ بن حارثہ اہلِ فارس کے علاقوں پر حملے کرتے رہتے تھے یہ اطلاعات ابوبکرؓ کو اور عام مسلمانوں تک پہنچیں اور عمرؓ نے کہا کہ یہ ایسا شخص ہے کہ جسکے کارنامے ہمارے پاس اس کے نسب کی دریافت سے پہلے پہنچ رہے ہیں، اس پر اُن سے قیس بن عاصم نے کہا کہ سنیئے وہ غیر معروف اور مجہول النسب نہیں اور نہ قلیل تعداد والا اور نہ گرے ہوئے خاندان کا فرد ہے وہ مثنیٰؓ بن حارثہ شیبانی ہے۔ پھر مثنیٰؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ! مجھے میری قوم کے پاس بھیجئے کہ ان میں (جذبہ) اسلام (پورا) ہے تاکہ میں ان کو ساتھ لے کر اہلِ فارس سے لڑوں اور میں اپنے قرب وجوار کے دشمنوں پر اچانک چھاپہ ماردوں۔ تو ابوبکرؓ نے ایسا ہی کیا اس کے بعد مثنیٰؓ عراق آگئے اور انھوں نے اہلِ فارس پر قتال اور لوٹ مار کی اور فارس کے دُور کے علاقوں پر بھی پورے ایک سال تک۔ پھر انھوں نے اپنے بھائی مسعودؓ بن حارثہ کو ابوبکرؓ کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے مدد کی درخواست کرے اور کہے کہ اگر آپؓ نے ہماری مدد کی اور اس کو عرب نے سن لیا تو

ع۔ عمارۃ لبطن سے اوپر ہے۔ پہلے شعب ہے۔ پھر قبیلہ۔ پھر عمارہ۔ پھر بطن۔ پھر فخذ: اس کی جمع عمائر آتی ہے ۱۲ مترجم از لغات لمدیث ۔ بجرم: ۔۔۔ ناگاہ گرفتن وناگاہ کشتن ۱۲

اسرعوا الیّ واذلّ اللہ المشرکین مع انی اُخبرک
یا خلیفۃ رسول اللہ ان الاعاجم تخافنا و تتقینا
فقال لہ عمر یا خلیفۃ رسول اللہ ابعث خالد
ابن الولید مددًا للمثنی بن حارثۃ یکون قریبًا
من اہل الشام فان استغنی عنہ اہل الشام
الحّ علی اہل العراق حتی یتیم اللہ علمہ فھو
الذی اھاج ابابکر علی ان یبعث خالد بن الولید*
فکن معہ فکان المثنی بسواد الکوفۃ فخرج الی
خالد فتلقاہ بالنباج وقدم معہ البصرۃ وذکر قصۃ
طویلۃ آخرہا فتوح عظیم میسّر شد بعد
ازان صدیق اکبر رض را داعیہ فتح شام وروم
بخاطر افتاد در مجمع صحابہ رض خطبہ بلیغہ برخواند
و مردم را بر جہاد کفار ترغیب فرمود و امر
نمود کہ بجہت حرب روم ساختگی نمایند
پس چہار امیر را معیّن گردانید و ہر یکے
را بامارت ناحیہ نامزد ساخت عمرو بن العاص
را از راہ اُبلہ بفلسطین راہی کرد و ابو عبیدہ
را بحمص و یزید بن ابی سفیان را بدمشق
و شرحبیل بن حسنہ را باردن و حکم کرد کہ
چون ہمہ یکجا جمع شوند امارت تمامی لشکر تعلق
بابو عبیدہ داشتہ باشد و اگر متفرق
شوند ہر یکے امیر قوم خود باشد و
امیر آن ناحیہ کہ برائے او
معیّن گشتہ است دران ایام
کرامتے باہرہ ظاہر شد

وہ میرے پاس جلد پہنچ جائیں گے اور اللہ تعالٰی نے مشرکین کو ذلیل
کردیا ہے۔ اس کے ساتھ اے خلیفۂ رسول اللہ ! میں آپ کو خبر دیتا ہوں
کہ عجمی لوگ ہم سے خوف زدہ ہوگئے ہیں اور ہم سے بچنے لگے
ہیں تو اُن سے عمر رض نے کہا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ ! خالد بن الولید
کو مثنیٰ بن حارثہ کی مدد کے لئے بھیجئے تاکہ وہ اہلِ شام سے قریب
رہے، پھر جب اہلِ شام کو اُن کی ضرورت نہ رہے تو وہ اہلِ عراق
کی طرف بڑھ جائیں یہاں تک کہ اللہ تعالٰی وہاں اپنا جھنڈا قائم
کردے۔ تو یہ ہے وہ بات جس نے ابوبکر رض کو اس پر اُبھارا تھا کہ خالد
ابن الولید کو عراق کی طرف بھیجیں۔ مروی ہے ابو رجار عطاردی
سے کہا کہ ابوبکر صدیق رض نے مثنیٰ بن حارثہ کو لکھا کہ میں نے خالد
ابن الولید کو والی بنا دیا ہے اس لئے تم اُن کے ساتھ رہو اور مثنیٰ
سواد کوفہ میں تھے تو خالد کی طرف چل پڑے اور اُن سے نباج میں
آکر ملے اور ان کے ہمراہ بصرہ آئے اور طویل قصہ ذکر کیا۔ جس کا
آخر یہ ہے کہ عظیم فتوحات میسّر ہوئیں۔ اس کے بعد صدیق اکبر رض کے
دل میں شام وروم کی فتح کا داعیہ پیدا ہوا تو آپ رض نے صحابہ رض کے
مجمع میں ایک بلیغ خطبہ پڑھا اور لوگوں کو کفار کے ساتھ جہاد پر
ترغیب دے کر حکم دیا کہ روم سے جنگ کے لئے تیاری کریں۔ اس
کے بعد آپ رض نے چار امیروں کا تقرر فرمایا اور ہر ایک کو ایک
علاقہ کی امارت پر نامزد کیا۔ عمرو بن العاص کو اُبلہ کی راہ سے
فلسطین روانہ کیا اور ابو عُبیدہ کو حمص اور یزید بن ابی سفیان
کو دمشق اور شرجیل بن حسنہ کو اردن میں، اور حکم دیا کہ جب
سب ایک جگہ جمع ہو جائیں تو پورے لشکر کی امارت کا تعلق
ابو عبیدہ رض سے رہے گا اور اگر متفرق ہو جائیں تو ہر ایک اپنی
قوم کا امیر ہوگا اور اس علاقہ کا امیر رہے گا جس کے لئے اُس کا
تقرر کیا گیا ہے۔ اور اُن ایام میں ایک روشن کرامت کا ظہور ہوا کہ

و بسبب گفتن لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ قصر قیصر
در جنبش آمد باز چون ہرقل بمحاربۂ مسلمین آمادہ
شد و فوج بیشمار فراہم آورد حضرت صدیق رض بجانب
خالد رض مکتوبے نوشت کہ مہم عراق بمثنیٰ بن حارثہ رض
سپردہ خود بطرف شام متوجہ شود و وے درانجا امیر
الامراء باشد بالجملہ فتح دمشق و یرموک بردست وے
واقع شد و بر قیصر ہزیمت افتادہ فراست صدیق اکبر رض
در تفویض منصب امیر الامرائی بخالد بن الولید تیر بر نشانہ
زد مورخان بار دیگر فتح دمشق و یرموک در زمان
فاروق اعظم رض تقریر میکنند وجہ جمع آنست کہ این
فتوح مکرر واقع شدہ واللہ اعلم جمعی کہ بغور سخن
نمی رسند اینجا تردد میکنند کہ حضرت صدیق رض ابو عبیدہ رض
را چرا معزول فرماید و خالد رض را چرا امیر الامراء سازد و
فاروق اعظم رض چرا معاملہ برعکس آن نماید۔

بندۂ ضعیف گوید کہ حضرت صدیق رض بفراست خود
دریافت کہ بعض فتوح بردست خالد خواہد بود و
حضرت فاروق رض نیز بفراست خود معلوم فرمود کہ
فتوح دیگر بردست ابو عبیدہ میسر خواہد آمد ع ہر
سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد۔ بالجملہ ازین جانب
مثنیٰ بن حارثہ برعجم تاختہا می آورد و از انجانب
امراء اربعہ با خالد بن ولید بر قیصر ہزیمت ہا می
ریختند روز بروز فتحے تازہ و غنیمتے بے اندازہ نصیب
مسلمانان می شد الیٰ ان توفی ابو بکر
الصدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ
و در حالِ مرض

بسبب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کے قیصر کا محل ہلنے لگا
تھا۔ پھر جب ہرقل مسلمانوں سے جنگ کے لئے آمادہ ہو گیا
اور اس نے بے شمار فوج جمع کر لی تو حضرت صدیق رضی اللہ
عنہ نے خالد رض کو ایک مکتوب تحریر فرمایا کہ عراق کی مہم مثنیٰ بن
حارثہ کو سپرد کر کے خود شام کی طرف روانہ ہو جائیں اور وہ
وہاں امیر الامراء ہوں گے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دمشق اور
یرموک کی فتح اُن کے ہاتھ پر واقع ہوئی اور قیصر کو شکست
ہوئی اور صدیق اکبر رض کی فراست نے خالد رض بن الولید کو منصب
امیر الامرائی کے سپرد کرنے میں (اتنا بڑا مناسب کام کیا کہ گویا)
تیر نشانہ پر مار دیا۔ مورخین دمشق اور یرموک کی فتح کی دوسری
مرتبہ حضرت فاروقِ اعظم رض کے زمانہ میں تقریر کر رہے ہیں۔ (دونوں
اقوال کو) جمع کرنے کی صورت یہ ہے کہ یہ فتوح مکرر واقع ہوئی
ہیں واللہ اعلم۔ ایک جماعت جو بات کی تہ تک نہیں پہنچی اس
موقع پر اس میں تردد کرتی ہے کہ حضرت صدیق رض نے ابو عبیدہ رض
کو (امیر الامرائی سے) کیوں معزول فرمایا اور خالد رض کو کیوں امیر
الامراء بنایا اور فاروقِ اعظم رض نے معاملہ اس کے برعکس کیوں کیا؟

بندۂ ضعیف کہتا ہے کہ حضرت صدیق رض نے اپنی فراست سے
معلوم کر لیا کہ بعض فتوح خالد رض کے ہاتھ پر ہوں گی اور حضرت
فاروق رض نے بھی اپنی فراست سے معلوم کر لیا کہ دوسری فتوح
ابو عبیدہ رض کے ہاتھ سے میسر ہوں گی۔ ع ہر سخن وقتے و ہر نکتہ
مکانے دارد۔ الغرض اس طرف سے تو مثنیٰ بن حارثہ عجم پر حملے
کر رہے تھے اور اس جانب سے ہر چہار امراء خالد رض بن ولید کے ساتھ
مل کر قیصر کو شکستیں دے رہے تھے۔ روز بروز ایک نئی فتح
اور بے اندازہ غنیمت مسلمانوں کے حصہ میں آ رہی تھی یہاں تک کہ
ابو بکر رضی اللہ عنہ وارضاہ کی وفات ہو گئی۔ اور آپ نے اپنی بیماری

حضرتِ فاروق را بابلغ تدبیر خلافت وصیت
نمود از انجملہ تعیین مثنیٰ بن حارثہ برائے
جہادِ عجم زیراکہ ہیبتِ وے دردلِ عجم مستقر شدہ
بود حضرتِ فاروق رض بآن ہمہ وصایا قیام فرمود
آخر حال حضرت عثمان رض راکہ درزمانِ خلافتِ
صدیق رض کاتبِ وے بود طلبید و فرمود
بنویس ہٰذا ما عہد ابوبکر بن ابی قحافۃ
الی المسلمین اما بعد فانی قد استخلفت
علیکم این سخن بگفت و بیہوش شد پس
عثمان رض آنچہ ابوبکر رض گفتہ بود بقلم آورد
و از پیشِ خود نوشت کہ عمر بن الخطاب
چہ از ابوبکر رض قبل ازین این معنیٰ را
معلوم کردہ بود بعد ازانکہ ابوبکر رض از
بیہوشی بافاقت آمد با عثمان رض گفت چہ نوشتہ
عثمان رض آنچہ نوشتہ بود بر وے خواند تا بذکر
عمر رض رسید کہ از پیشِ خود نوشتہ بود ابوبکر رض
گفت ای عثمان رض خدا ترا از اسلام جزائے خیر دہاد
انگاہ فرمود بنویس فَاسْمَعُوا لَہٗ وَاَطِیْعُوا فان
عدل فذلک ظنی وعلمی فیہ وان جار
فلکل امرء ما اکتسب والخیر اردت ولا اعلم
الغیب وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ
یَّنْقَلِبُوْنَ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد
ازان ابوبکر صدیق دستہائی خود برداشت و
گفت خدایا ویرا خلیفہ ساختم بر مسلمانان و
درین لم نخواستم جز صلاحِ حالِ ایشان

کی حالت میں حضرت فاروق رض کو امورِ خلافت کے انصرام کے بارے میں
بلیغ وصیتیں فرمائیں۔ اُن میں سے ایک ہے مثنیٰ بن حارثہ کا تعین
عجم کے جہاد کے لئے کیونکہ اُن کا رُعب عجم کے دل میں بیٹھ چکا تھا۔
حضرتِ فاروق رض نے اِن تمام وصیتوں پر عمل کیا۔ آخر حال میں حضرت
عثمان رض کو جو خلافتِ صدیق رض کے زمانہ میں اُن کے کاتب تھے
بُلایا اور فرمایا کہ لکھو ھٰذا ما عہد الخ یعنی وہ ذمہ داری ہے جو ابوبکر رض
ابن ابی قحافہ مسلمانوں پر عائد کر رہا ہے اما بعد میں نے تم پر
خلیفہ بنایا" اتنی بات کرنے کے بعد بیہوش ہوگئے۔ تو عثمان رض نے
جو کچھ ابوبکر رض نے فرمایا تھا لکھ لیا۔ اور اپنی طرف سے لکھا" کہ عمر
ابن الخطاب" کیونکہ ابوبکر رض کی طرف سے ان کو اس ارادے کا علم
ہوگیا تھا۔ پھر اس کے بعد جب کہ ابوبکر رض بے ہوشی سے افاقہ میں
آئے تو آپ رض نے حضرت عثمان رض سے پوچھا کہ تم نے کیا لکھا ہے؟
تو عثمان رض نے جو کچھ لکھا تھا وہ آپ رض کو سُنایا یہاں تک کہ عمر رض
کے نام پر پہنچے جو کہ خود ہی لکھ لیا تھا تو ابوبکر رض نے کہا کہ اے
عثمان رض! خدا تم کو اسلام کی طرف سے جزاءِ خیر دے اور اس کے
بعد فرمایا کہ لکھو فاسمعوا لہ الخ یعنی ان کی بات سنو اور فرمانبرداری
کرو پھر اگر اُنھوں نے عدل کیا تو میرا گمان اور میرا علم ان کے
بارے میں یہی ہے اور اگر اُنھوں نے ظلم کیا تو ہر ایک شخص کے لئے
اُس کے عمل کی پاداش ضروری ہے جو اُس سے سرزد ہو۔ اور صرف
خیر ہی کا میں نے ارادہ کیا۔ اور غیب کو میں نہیں جانتا وسیعلم
الذین الخ (اور جنھوں نے ظلم کیا وہ عنقریب جان لیں گے کہ
کیسی جگہ ہے جہاں ان کو لوٹ کر جانا ہوگا) والسلام علیکم و
رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس کے بعد ابوبکر صدیق رض نے اپنے ہاتھ اٹھائے
اور کہا کہ یا اللہ میں نے اس کو مسلمانوں پر خلیفہ بنایا اور اس
کام میں بجز مسلمانوں کے حال کی بہتری کے میں نے اور کچھ نہیں چاہا

وعملے بجا آوردم کہ تو اَعلم بودی بآن واجتہاد نمودم وبہترینِ ایشان را بر ایشان والی ساختم وکارِ ہمہ را بخدا مفوض گردانیدم خدایا تو علّام الغیوبی ونخواستم درین قصہ حمایتِ عمر رضی اللہ عنہ ومن از دنیا میروم بجانبِ آخرت تو خلیفہ باش بر ایشان زیرا کہ بندگانِ تو اند ووالیؔ ایشان را تو اصلاح کن برائے ایشان یعنی عمر را رضی اللہ عنہ و اورا از خُلفائے راشدین گردان کہ متابعت کند سیرتِ پیغمبرِ خود را صلے اللہ علیہ وسلم وسیرتِ صالحانے کہ بعد از پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم بودہ اند وکارِ رعیتِ وے را بصلاح آر پس فرمود تا عہدنامہ مہر کردند و بأمراءِ جیوش کہ در اطراف وجوانب بودند مثلِ این عہدنامہ نوشت ومہر کرد بعد ازان عمرؓ را طلبید واورا اخبار کرد کہ ترا بر اَصحابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم خلیفہ ساختم عمر گفت یا خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم این زحمت را از من دُور دار کہ مرا بخلافت حاجت نیست صدیق گفت اگر ترا بآن حاجت نیست آن را بتو حاجت ہست اَلقصہ صدیق فاروق را رضی اللہ عنہما در بابِ حقوق اللہ و حقوق المسلمین وصیّت ہائے خوب ومواعظ ونصائحِ مرغوب فرمود وختم وصیّت باین سخن کرد کہ اگر وصیّتِ مرا نگاہداری ہیچ غایبے پیش تو از موت دوست تر نہ باشد و اگر وصیتِ مرا ضائع سازی ہیچ غائبے پیشِ تو

اور میں ایک ایسا عمل بجالایا ہوں جس کو آپ سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور میں نے پورا غور وخوض کیا اور مسلمانوں میں جو سب سے بہتر دیکھا اُس کو اُن پر والی بنادیا۔ اور سب کے کاموں کو میں نے خدا کے سپرد کیا۔ خدا تو غیب کا بہت جاننے والا ہے میں نے اس قصّہ میں عمر (رضی اللہ عنہ) کی جانب داری نہیں چاہی اور میں ... دنیا سے آخرت کی طرف جارہا ہوں آپ اُن کے محافظ رہیئے کیونکہ وہ آپ کے بندے ہیں اور اُن کے والی (یعنی عمر رضی اللہ عنہ) کی اُن کی بھلائی کے واسطے آپ اصلاح (یعنی رہ نمائی) فرماتے رہیئے اور اُن کو خُلفائے راشدینؓ میں سے بنائیے کہ وہ اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی پیروی کریں اور اُن صالحینؓ کی سیرت پر عمل پیرا ہوں جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوں گے اور اُن کی رعیّت کے کاموں کو سنوار دیجئے۔ اس کے بعد آپ کے حکم سے اس دستاویز پر مُہر لگائی گئی اور اُمراءِ جیوش جو کہ اطراف وجوانب میں تھے اس دستاویز کا مضمون لکھا اور مُہر لگائی گئی۔ اس کے بعد آپؓ نے عمرؓ کو بلایا اور اُن کو خبر دی کہ میں نے تم کو اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر خلیفہ بنادیا ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس زحمت کو مجھ سے دُور رکھئے کہ مجھے خلافت کی حاجت نہیں ہے۔ صدیقؓ نے فرمایا کہ اگر تمھیں اُس کی حاجت نہیں ہے تو اُس کو تو تمھاری حاجت ہے۔ القصہ صدیقؓ نے فاروقؓ کو حقوق اللہ اور حقوقِ مسلمین کے بارے میں بہت عمدہ وصیتیں اور مواعظ اور اعلیٰ درجہ کی نصیحتیں فرمائیں۔ اور وصیّت کو اس کلام پر ختم کیا کہ اگر تم میری وصیت کی نگہداشت کروگے تو کوئی غائب چیز تمھارے نزدیک موت سے عزیز تر نہ رہے گی۔ اور اگر تم نے میری وصیّت کو ضائع کردیا تو کوئی غائب چیز تمھارے نزدیک

ازموت مکروه تر نبود حالانکه موت را عاجز نتوانی
کرد مروی است از معیقیب دوسی که گفت من وکیلِ
خرچ ابوبکر صدیق بودم چون مرض برو مستولی گشت
نزدِ وے در آمدم وسلام کردم بامر استخلاف مشغول بود
چون فارغ گشت گفت ای معیقیب تو متصدی خرچ
ما بودی میانِ من و تو معامله بر چه وجه است گفتم
مرا بر تو بست و پنج درہم ہست و آن را بر تو حلال
کردم فرمود خاموش باش و زادِ راهِ آخرتِ من
از دین مساز گفتم یا خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم گمان نمی برم این مجلس را الا صحبتِ
آخرین میانِ من و تو و در گریه افتادم ابوبکر صدیق رضؓ
گفت یا معیقیب گریہ مکن و جزع منمای و طریقِ
شکیبائی مسلوک دار که من امید دارم که بجائے
روم که مرا بهتر و باقی تر بود از این خاکدانِ
دنیا معیقیب گوید انگاه صدیق رضؓ بریرہ رضؓ را
طلب کرد و بنزدِ عائشہ صدیقہ رضؓ فرستاد
تا بست و پنج درہم آورد و بمن داد بثبوت
پیوسته از عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
که گفت ابوبکر صدیق رضؓ در روزِ آخر مرضِ
موت بیہوش شد و من میگریستم و میگفتم
عجب مرضی صعب بر پدرِ من طاری گشته وی چون
بہوش می آمد و این سخن از من می شنید
می گفت ای دخترکِ من چنین نیست که
تو میگوئی ولیکن جَآءَتْ سَکْرَۃُ الْمَوْتِ
بِالْحَقِّ ذٰلِکَ مَا کُنْتَ مِنْهُ تَحِیْدُ ۱۲

موت سے زیادہ مکروہ نہ ہوگی درانحالیکہ موت کو (آنے سے)
تم عاجز نہیں کر سکتے۔ اور مروی ہے مُعَیقِیب دَوسی سے انھوں
نے کہا کہ میں ابوبکر صدیق رضؓ کے خرچ کا وکیل تھا۔ جب ان پر
بیماری کا غلبہ ہوا تو میں اُن کے پاس گیا اور اُن کو سلام
کیا۔ وہ خلیفہ بنانے کے کام میں مشغول تھے۔ جب فارغ ہوگئے
تو فرمایا اے مُعَیقِیب! تم ہمارے خرچ کے منتظم رہے ہو، ہمارے اور
تمھارے درمیان اب معاملہ کی کیا صورت ہے؟ میں نے کہا کہ
میرے آپ رضؓ کے ذمہ پچیس ۲۵ درہم ہیں اور میں نے آپ کو معاف
کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ خاموش رہو اور میرا زادِ آخرت قرض
سے نہ بناؤ۔ میں نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
میں گمان نہیں کر رہا ہوں اس مجلس کے بارے میں مگر یہ کہ یہ
صحبت آخری ہے میرے اور آپ رضؓ کے درمیان، اور میں رو پڑا۔
ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا کہ اے مُعَیقِیب روؤ نہیں، گھبراؤ نہیں،
طریق صبر اختیار کرو کہ میں امیدوار ہوں کہ میں ایسی جگہ جا رہا ہوں
جو میرے لئے اِس خاکدانِ دنیا سے بہتر... اور باقی تر ہے۔
مُعَیقِیب کہتے ہیں کہ اُس وقت صدیقِ اکبر رضؓ نے بَرِیرہ رضؓ کو طلب
کیا اور عائشہ صدیقہ رضؓ کے پاس بھیجا وہ جا کر اُن سے پچیس درہم
لے آئی وہ مجھے دیدیئے اور عائشہ صدیقہ رضؓ سے یہ بات ثابت
ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ مرضِ موت
کے آخر دن میں بے ہوش ہوگئے اور میں رو رہی تھی اور یہ کہہ
رہی تھی کہ بڑا سخت مرض ہے جو میرے باپ پر آپڑا ہے۔
وہ جب ہوش میں آتے تھے اور یہ بات مجھ سے سنتے تھے
تو کہتے تھے کہ اے میری بیٹی! بات وہ نہیں ہے جو تو
کہہ رہی ہے لیکن جَآءَتْ سَکْرَۃُ الْمَوْتِ الخ (۱۹:۵۰) اور موت
کی سختی یقیناً پیش آئے گی۔ یہی ہے جس سے تو بھاگتا پھرتا تھا۔"

وپرسید کہ رسولِ خدا را صلے اللہ علیہ وسلم
درچند جامہ کفن کردند گفتم در سہ جامہ سفید
سُحُولے کہ دران سہ جامہ پیراہن وعمامہ نبود
پس گفت چہ روز از دنیا نقل فرمود گفتم روز
دوشنبہ گفت امروز چہ روز است گفتم دوشنبہ
گفت اُمید دارم بخدای تعالےٰ کہ موتِ من
میانِ امروز وامشب باشد پس درجامہ کہ
در بر داشت وبیمارداری وے درانجامہ کردہ
بودند نظرے فرمود حالانکہ دران جامہ اثرے
از زعفران بود گفت این جامہ مرا بشویند و
بران دو جامہ دیگر زیادہ سازند ومرا دران
کفن کنند گفتم این کہنہ است گفت انّ
الحیَّ احقُّ بالجدیدِ والمیّتُ انّما یصیرُ الے
البلے والصّدید پس وصیّت نمود زوجۂ خود را
اَسماء بنت عُمیس کہ ویرا غسل دہد وعبدالرحمٰن
وے را امداد ومعاونت نماید وگفت نخواہم
کہ ہیچکس جز ایشان جسدِ برہنہ مرا بیند شب ہنگام
از دنیا نقل کرد وبعد از غسل تجہیز وتکفینِ وے بطورے
وصیت کردہ بود بعمل آوردند عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بروے
نماز گزارد ودر حُجرۂ عائشہ برابر قبر حضرت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم قبر وی کندند وپسرش عبدالرحمٰن و
عمر بن الخطاب عثمان بن عفان وطلحہ در قبر وے در آمدند وہم
در شب ویرا دفن کردند جزاہ اللہ عن المسلمین حسن الجزاء۔

اور پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا
تھا۔ میں نے کہا کہ تین کپڑوں میں جو سفید سُحُولی تھے کہ ان تین کپڑوں
میں پیراہن اور عمامہ نہیں تھا۔ پھر پوچھا کہ کس دن دنیا سے انتقال
فرمایا تھا؟ میں نے کہا کہ پیر کے دن۔ پھر پوچھا کہ آج کیا دن ہے؟
میں نے کہا کہ پیر۔ فرمایا کہ مَیں اللہ تعالےٰ سے امیدوار ہوں کہ میری
موت آج کے دن اور آج کی رات کے درمیان ہوگی۔ اس کے
بعد جو کپڑا اوڑھے ہوتے تھے اور بیماری کے زمانہ میں اُسی کپڑے کا
استعمال کیا تھا اُس پر نظر فرمائی اور حال یہ تھا کہ اس پر کچھ اثر
زعفران کا تھا۔ فرمایا کہ میرے اس کپڑے کو دھولیں اور اسی پر
دو کپڑے اور بڑھا لیں اور میرا کفن ان میں کردیں۔ میں نے کہا کہ
یہ پُرانا ہے۔ تو فرمایا کہ زندہ زیادہ مستحق ہے نئے کپڑے کا اور
مُردہ جسم گلنے اور پیپ بننے والا ہے۔ اس کے بعد اپنی زوجہ
اسماء بنتِ عُمیس کے لئے وصیّت کی کہ وہ اُن کو غسل دیں اور
عبدالرحمٰن اُن کی امداد اور اعانت کرے اور کہا کہ میں نہیں چاہتا
کہ ان کے سوا کوئی شخص میرے برہنہ جسم کو دیکھے۔ رات کے
وقت آپ دنیا سے رخصت ہوئے اور غسل کے بعد اُن کی تجہیز
وتکفین جس طرح آپؓ نے وصیّت کی تھی اسی طرح کی گئی۔ عمر
ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اُن پر نماز پڑھائی اور حجرۂ عائشہؓ
میں حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کے برابر
آپؓ کی قبر کھودی گئی اور آپؓ کے بیٹے عبدالرحمٰنؓ اور عمرؓ
ابن الخطاب اور عثمانؓ بن عفان اور طلحہؓ قبر میں اُترے اور
رات ہی میں آپؓ کو دفن کر دیا گیا۔ اللہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کی
طرف سے آپؓ کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔

ع۵ سُحُول پیش کے ساتھ یمن کے ایک شہر کا نام ہے جو پارچہ بافی میں مشہور تھا۔ یا ایک دھوبی کا نام ہے جو کپڑے دھونے میں مشہور تھا۔

اما آثار فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

پس از انجملہ آنست کہ قبل از اسلام در قریش تمکنے و وجاہتے تمام داشت فی الاستیعاب قال الزبیر یعنی صاحب النسب کان عمر بن الخطاب من اشراف قریش والیہ کانت السفارۃ فی الجاہلیۃ وذلک ان قریشا کانت اذا وقعت بینہم حرب او بینہم وبین غیرہم بعثوہ سفیرا وان نافرہم منافر او فاخرہم مفاخر بعثوہ منافرا او مفاخرا ورضوا بہ واز انجملہ آنست کہ تدبیر غیب اورا خواہی نخواہی باسلام آورد ع گر نیاید بخوشی موی کشانش آرید ، مراد بود نہ مرید مخلَص بود نہ مخلِص شتان بین المرتبتین درین راہ نیامد تا آنکہ از در و دیوار ندائش نکردند و برخوانِ نعمت نرسید تا آنکہ مکرر بہر زبانش نخواندند و کثرتِ اسباب مقتضیۂ اسلام او ازین جہت بودہ است حملۂ علم ہر یکے درین باب چیزے ذکر کردہ و چیزے فروگزاشتہ اینجا روایتے چند بر سبیلِ استشہاد بنویسیم آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بجنابِ عزت دعا نمود فی روایۃ ابن عمر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اللہم اید الدین بعمر بن الخطاب

مناقبِ جمیلۂ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

اُن میں سے ایک یہ ہے کہ قریش میں آپ ایک خاص مقام اور پوری وجاہت رکھتے تھے۔ استیعاب میں ہے کہ کہا زبیر (بن بکار) یعنی صاحب النسب نے کہ عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب قریش کے اشراف میں سے تھے۔ اور زمانۂ جاہلیت میں گفت و شنید صلح (قومی نظم کے مطابق) ان سے متعلق تھی اور ایسا اُس وقت ہوتا تھا کہ جب قریش کے آپس میں لڑائی واقع ہوجاتی یا قریش اور غیر قریش میں جنگ ہوجاتی تو لوگ ان کو سفیر بنا کر بھیجتے اور کسی حَکَم کے سامنے مقدمہ پیش کرنے یا کسی فخر کرنے والے کے مقابلہ پر اپنا فخر بیان کرنے والے ہوتے تو ان کو مقدمہ پیش کرنے والے اور اپنا فخر جتانے والے کی حیثیت سے بھیجا کرتے تھے اور اُن سے خوش تھے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ تدبیرِ غیب اُن کو کھینچ کر اسلام کی طرف لاتی (بقولِ بعض) ع "اگر خوشی سے نہ آتے تو اس کے بال پکڑ کر کھینچتے ہوئے لاؤ" آپ مُراد تھے مُرید نہ تھے، مُخلَص تھے نہ کہ مُخلِص۔ دونوں مرتبوں میں بڑا بُعد ہے۔ اُس راہ پر نہ آتے جب تک ان کو در و دیوار سے نہ پکارا گیا اور خوانِ نعمت پر نہ پہنچے جب تک بار بار ہر زبان سے اُن کو نہ بلایا گیا۔ ایسے اسباب کی اُن کے لئے کثرت جو اُن کو اسلام کی جانب تقاضا کرنے والے تھے اسی جانب سے واقع ہوتی۔ حاملینِ علم میں سے ہر ایک نے اس باب میں ایک بات ذکر کی اور ایک بات چھوڑ دی۔ ہم یہاں چند روایات بطور استشہاد لکھتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ ربّ العزت میں دُعا کی، ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی کہ اے اللہ عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب

و فی روایۃ عائشۃ اللہم أعز الاسلام بعمر
ابن الخطاب خاصۃ و فی روایۃ مسروق عن
ابن مسعود اللہم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب
او بابی جہل بن ہشام فجعل اللہ دعوۃ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعمر فبنے
علیہ الاسلام وہدم بہ الاوثان اخرج ہذہ
الروایات کلہا الحاکم حضرت فاروق رض گفتہ
است بینما انا نائم عند آلہتہم اذ جاء رجل
بعجل فذبحہ فصرخ بہ صارخ لم اسمع
صارخا قط اشد صوتا منہ یقول یا جلیح
امر نجیح رجل فصیح یقول لا الٰہ الا اللہ
فوثب القوم قلت لا ابرح حتے اعلم ما وراء
ہذا ثم نادی یا جلیح امر نجیح رجل فصیح یقول
لا الٰہ الا اللہ فقمت فما نشبنا ان قیل ہذا نبی
اخرجہ البخاری محمد بن اسحٰق گفتہ است کہ
فاطمہ رض خواہر فاروق رض وزوج او سعید رض بن زید
پیش از فاروق رض مسلمان شدہ بودند چون این
خبر بفاروق رسید بتعصب برخاست و ختن خود را
اہانت ہا نمود وسر خواہر را بکوفت تا آنکہ خون آلودہ
شد بعد ازان در دلش رحمے افتاد وسورۂ طٰہٰ
کہ پیش ایشان بود قرات نمود وازین راہ
داعیۂ اسلام بخاطرش پدید آمد و
بخدمت آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم بشتافت و مسلمان شد
ازانجملہ آنست کہ

کے ذریعہ سے دین کو مدد پہنچائیے۔ اور عائشہ رض کی روایت میں ہے یا اللہ
دین کو عزت عطا فرمائیے بذریعۂ عمر رض بن الخطاب خاص طور پر۔ اور مسروق
کی روایت ابن مسعود رض سے یہ ہے کہ یا اللہ اسلام کو عزت عطا فرمائیے
عمر رض بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام کے ذریعہ سے۔ تو اللہ تعالےٰ
نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا عمر رض کے لئے قبول کرلی۔
اور اس سے اسلام کی بنیاد کو مضبوط کیا اور بتوں کو گرادیا، ان
تمام روایات کو حاکم نے اخذ کیا۔ حضرت فاروق رض نے بیان کیا کہ میں
ان کے معبودوں کے نزدیک سو رہا تھا کہ اسی دوران میں ایک شخص
ایک بچھڑا لئے آیا اور اس نے اس کو ذبح کیا پھر اس کے ساتھ
ایک چلّانے والا اتنی سخت آواز سے چلّایا کہ میں نے کبھی اس سے
زیادہ سخت چلّانے کی آواز نہیں سنی وہ کہہ رہا تھا یا جلیح الخ
یعنی اے جلیح (یہ کسی کا نام تھا) ایک نجات دینے والی بات سن۔
ایک فصیح شخص کہہ رہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو قوم
اس پر لوٹ پڑی۔ میں نے دل میں کہا کہ میں معلوم کرکے رہوں گا
کہ اس کا پس منظر کیا ہے۔ پھر اس نے ندا کی یا جلیح امر نجیح رجل
فصیح یقول لا الٰہ الا اللہ تو میں اٹھ گیا۔ اس کے بعد کچھ وقت نہ
گزرا تھا کہ کہا گیا یہ نبی ہیں، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ محمد بن
اسحٰق نے بیان کیا کہ فاروق رض کی بہن فاطمہ رض اور ان کے شوہر
سعید رض بن زید فاروق رض سے پہلے مسلمان ہوگئے تھے۔ جب اس کی
اطلاع فاروق رض کو ہوئی تو تعصب سے اٹھ کھڑے ہوتے اپنے
بہنوئی کی بہت کچھ توہین کی، بہن کے سر کو کوٹ دیا یہاں تک کہ
وہ خون آلودہ ہوگئیں۔ اس کے بعد ان کے دل میں رحم پیدا ہوگیا
اور سورۂ طٰہٰ جو ان کے سامنے تھی اس کو پڑھا اور اس راہ سے اسلام
کا داعیہ ان کے دل میں پیدا ہوگیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں جا پہنچے اور مسلمان ہوگئے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ

چون فاروق اعظمؓ تشریف اسلام یافت آن
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم برائے او دعاء فرمودند
و آن دعاء بدرجۂ اجابت رسید عن عبد اللہ
ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ضرب
صدر عمر بن الخطاب بیدہ حین اسلم ثلاث
مرّات و ہو یقول اللّٰہم اخرج ما فی
صدرہ من غلّ و ابدلہ ایماناً یقول
ذٰلک ثلثاً اخرجہ الحاکم وازانجملہ
آنست کہ چون مسلمان شد اعلان نمود
اسلام خودرا وازین راہ متاعبات تشویش
بسیار نمود وآن را مانند شہد وشکر گوارا
فرمود قال ابن اسحٰق وحدثنی نافعؒ
مولےٰ عبد اللہ بن عمر عن ابن عمر قال لما
اسلم عمر قال ای قریش انقل للحدیث
قیل لہ جمیل بن معمر الجمحی قال فغدا علیہ
قال عبد اللہ بن عمر و غدوت اتبع اثرہٗ و
انظر مایفعل وانا غلام اعقل کلما
رأیت حتی جاءہٗ فقال اعلمت یا جمیل
انی اسلمت و دخلت فی دین محمد
صلے اللہ علیہ وسلم قال فواللہ ما
راجعہ حتی قام یجر رداءہٗ واتبعہ
عمر و اتبعت ابی حتی اذا
قام علے باب المسجد

جب فاروق اعظمؓ اسلام سے مشرف ہوتے تو آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے ان کے لئے دعاء فرمائی اور وہ دعاء مرتبۂ قبولیت کو
پہنچ گئی۔ مروی ہے عبد اللہ بن عمرؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے جب عمرؓ اسلام لاتے تو اپنا ہاتھ ان کے سینہ پر تین مرتبہ
مارا اور یہ فرماتے رہے کہ یا اللہ! اس کے سینہ میں جو کھوٹ ہے
اس کو نکال دیجئے اور اس کے بجائے ایمان دیدیجئے یہ آپ تین
مرتبہ فرماتے رہے، اس کو روایت کیا حاکم نے۔ اور ان میں سے ایک
یہ ہے کہ جب مسلمان ہوتے تو اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور
اس وجہ سے بہت تشویش اور ایذاؤں کا ہدف بنے اور ان کو
شہد اور شکر کی طرح گوارا فرمایا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے بیان
کیا نافع مولےٰ عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا کہ جب عمرؓ اسلام لاتے تو
انھوں نے (لوگوں سے) پوچھا کہ قریش میں کسی نئی بات کو سب
سے زیادہ لوگوں سے کہتے ہوتے پھرنے والا شخص کون ہے؟ تو
ان سے کہا گیا کہ جمیل بن معمر الجمحی ہے۔ کہا (ابن عمرؓ نے) کہ صبح کو
اس کی طرف روانہ ہو گئے۔ عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں بھی
صبح سے ہی ان کے پیچھے ہو لیا اور دیکھتا رہا کہ کیا کرتے ہیں، اور
میں اس وقت لڑکا[عہ] تھا جو کچھ دیکھتا اس کو سمجھ لیتا تھا، غرض
کہ عمرؓ اس کے پاس پہنچ گئے اور بولے کہ اے جمیل! کیا تجھے
معلوم ہو گیا ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد صلے اللہ علیہ
وسلم کے دین میں داخل ہو گیا ہوں۔ کہا (ابن عمرؓ نے) کہ واللہ ان
کی بات کا جواب دیتے بغیر ہی اپنی چادر کھینچتا ہوا کھڑا ہو گیا (اور
چلنے لگا) اور عمرؓ اس کے پیچھے چلنے لگے اور میں اپنے باپ کے
پیچھے چل رہا تھا یہاں تک کہ جب وہ مسجد حرام کے دروازے پر کھڑا ہوا تو

عہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ولادت نزول وحی سے ایک سال پہلے ہوتی اپنے والد محترم کے ساتھ مکہ میں اسلام قبول کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبوت کے چھٹے سال میں اسلام لاتے تو اس قصہ کے وقت جس کا بیان کر رہے ہیں ان کی عمر تقریباً سات برس کی تھی ۱۲ مترجم

صَرَخَ بِاَعْلٰی صوتِہٖ یا معشر قریش وہم فی اَنْدِیَتِہِمْ (مجالسہم ۱۲) حولَ الکعبۃ اَلَاَ انّ ابن الخطاب قد صَبَا (خرج من الدین ۱۲) قالَ یقولُ عُمر مِن خلفہ کَذَبَ ولٰکن قد اَسلمتُ و شہدتُ اَنْ لا اِلٰہ الاّ اللّٰہ و انّ محمّدًا عبدہٗ رسولہ و صاروا الیہ فما بَرِحَ یُقاتلہم و یُقاتِلونَہ حتّٰی قامَتِ الشمس علٰی رؤسہم قال و بَلِحَ (اعیٰی ۱۲) فقعدَ و قامُوا علٰی رأسِہٖ و ہو یقول افعلوا مابدا لکم فاَحْلِفُ باللّٰہ لو کُنّا ثلٰث مأۃ رجلٍ لقد ترکنٰہا (مکۃ ۱۲) لکم او ترکتموہا (مکۃ ۱۲) لنا قال فبینا ہو علٰی ذٰلکَ اِذْ اَقبلَ شیخٌ من قریش علیہ حُلّۃ حِبَرَۃٍ (چادرہائے یمن ۱۲) و قمیصٌ مُوَشًّی (منقش ۱۲) حتّٰی وقف علیہم فقال ما شانکم قالوا صبا عُمر قال فَمَہْ (چہ شد ۱۲) رجلٌ اختار لنفسہٖ امرًا فماذا تریدونَ اَتَرَوْنَ بنی عَدِیّ بن کعب یُسلمون لکم صاحبہم ہٰکذا خَلُّوا عن الرّجل قال فو اللّٰہ لکاَنّما کانوا ثوبًا کُشِطَ (ازیل ۱۲) عنہ قالَ فقلتُ لِاَبی بعدَ (عمر ۱۲) اَن ہاجرَ الی المدینۃِ یا ابتِ من الرجلُ الذی

بہت اونچی آواز سے چلّایا کہ "اے قریش کی جماعت! اور اُس وقت وہ کعبہ کے گرد اپنی ایک مجلس جماتے ہوتے تھے" آگاہ ہوجاؤ کہ ابن الخطاب بے دین ہوگیا"۔ کہا کہ عمرؓ اس کے پیچھے یہ کہہ رہے تھے کہ اس نے جھوٹ بولا۔ لیکن میں تو اسلام لے آیا ہوں اور گواہی دے چکا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ پھر وہ سب عمرؓ کی طرف آلئے (اور لڑائی شروع ہوگئی تو برابر عمرؓ) اُن لوگوں سے لڑتے رہے اور وہ لوگ ان سے لڑتے رہے یہاں تک کہ سُورج اُن سب کے سروں پر آلیا۔ کہا کہ اور عمرؓ تھک کر بیٹھ گئے تھے اور وہ سب لوگ اُن کے سر پر کھڑے ہوتے تھے اور عمرؓ کہہ رہے تھے کہ جو تمہارے جی میں آئے کرلو میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہم تین سو[۳۰۰] آدمی ہوگئے تو مکہ کو ہم تمہارے لئے چھوڑ دیں گے یا تم کو اُسے ہمارے لئے چھوڑنا پڑے گا۔ کہا کہ اسی دَوران میں جبکہ اس جھگڑے میں تھے کہ قریش میں کا ایک شیخ آگیا جس کے بدن پر یمنی چادروں کا جوڑا تھا اور مُنقّش کُرتہ پہنے ہوتے تھا، وہ اُن کے سامنے کھڑا ہوا اور بولا کہ تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو! اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ بے دین ہوگیا۔ اُس نے کہا پھر ہوا کیا؟ ایک شخص نے اپنی ذات کے لئے ایک امر اختیار کرلیا تو اب تم کیا چاہتے ہو۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بنی عدی بن کعب اپنے میں کے ایک فرد کو اسی طرح تمہارے سپرد کئے رکھیں گے۔ چلے جاؤ اس شخص کے پاس سے۔ کہا واللہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ ایک کپڑے کی طرح تھے (جو اُن پر چھاتے ہوتے تھے)، وہ اُن پر سے ہٹا دیا گیا (یعنی سب لوگ فورًا چلے گئے) عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنے باپ سے اُس زمانہ میں دریافت کیا جب مدینہ میں ہجرت کرکے آگئے کہ ابّا جان! وہ کون شخص تھا جس نے قوم کو

زجرَ القومَ فيک بمکةَ يوم اسلمتَ وہم
يُقاتلونک قال ذاکَ ای بُنَیَّ العاصُ
ابن وائل السّہمی و عن عبداللہ بن عمر
قال لما اسلمَ عمرُ اجتمع الناسُ عندَ دارِہ
قالوا صبأ عمرُ و انا غلامٌ فوق ظہرِ بیتی فجاءَ
رجلٌ علیہ قباءٌ من دیباج فقال صبأ
فماذاک فانا لہٗ جارٌ فرأیتُ الناس
تصدّعوا عنہ فقلتُ من ہذا قالوا
العاصُ بن وائل اخرجہ البخاری دریں جا
نکتہ باید فہمید کہ فاروقِ اعظم سالِ ششم
از بعثت بعد اسلام چہل مرد و پانزدہ
زن مسلمان شد و اختلافِ یسیر
بینَ حملۃِ العلم فی ذٰلک بالجملہ اسلام
او اگرچہ بنصفِ قرن از اوّلِ بعثت متأخّر
شد و آن سابقہا از وی فوت گشت
الّا بتائیدِ الٰہی در قیام بحقوقِ خلافت باتمّ
وجہ و توسّط میانِ پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم
وامّتِ او در نشرِ دین از ہمہ سبقت نمود
در اوّل امر مفضول بود بنسبتِ صدّیقِ اکبرؓ
بر بسیارے از جہت تأخّرِ اسلام و در آخر
حال ہمعنانِ او وسہیم و شریکِ او شد
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیانِ ہر دو وجہ
فرمودہ اند در قضیہ مغاضبہ صدّیقِ اکبرؓ
باوے خطاب عتاب آلود فرمود
ہل انتم تارکون لی صاحبی ہل انتم

آپ کے بارے میں مکّہ میں ڈانٹا تھا جس دن آپ اسلام لاتے تھے اور وہ
آپ سے لڑ رہے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میرے بیٹے! وہ شخص
عاص بن وائل السہمی تھا۔ (عمروؓ بن العاص کا باپ) اور مروی ہے
عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ جب عمرؓ اسلام لاتے تو لوگ ان کے
مکان کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ عمرؓ بے دین ہو گیا اور
میں (اس وقت) لڑکا تھا اپنے گھر کی چھت پر چڑھا ہوا تھا۔ پھر
ایک شخص آیا جو دیبا کی قبا پہنے ہوئے تھا تو اس نے کہا بے دین
ہو گیا تو پھر ہوا کیا، میں بھی تو اس کا ہمسایہ ہوں تو میں نے لوگوں
کو دیکھا کہ سب تتر بتر ہو گئے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون تھا؟ تو لوگوں
نے بتایا کہ عاص بن وائل تھا، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ یہاں
ایک نکتہ سمجھ لینا چاہیئے کہ فاروقِ اعظمؓ بعثت کے چھٹے سال
میں جب کہ چالیس مرد اور پندرہ عورتیں اسلام لا چکی تھیں مسلمان
ہوئے۔ اہلِ علم کا اس (عدد) میں تھوڑا سا اختلاف بھی ہے۔ الغرض
ان کا اسلام اگرچہ اوّلِ بعثت سے نصف قرن کے قریب (بحساب
قیامِ مکّہ) متأخر ہو گیا اور وہ سبقتیں (جو ان سے پہلے والوں کو
حاصل ہوئیں) ان سے فوت ہو گئیں لیکن بتائیدِ الٰہی حقوقِ
خلافت کو پورے طور پر قائم رکھنے میں اور پیغمبر صلے اللہ علیہ
وسلم اور امّت کے درمیان دین کی اشاعت میں واسطہ بننے میں
سب سے سبقت لے گئے۔ اوّل امر میں بہ نسبتِ صدّیقِ اکبرؓ کے بوجہ
دیر میں اسلام لانے کے بہت سی باتوں میں کم رتبہ رہنے اور
آخر حال میں ان کے برابر کے ساتھی اور شریک وسہیم رہے۔ آں
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قضیہ میں جو صدّیقِ اکبرؓ سے
ناراض ہونے کا پیش آیا تھا دونوں حالتوں کا اظہار ان سے
عتاب آمیز خطاب کے ساتھ فرمایا تھا کہ کیا تم میری وجہ سے
میرے رفیق کو (اذیّت دینا) چھوڑ دو گے؟ کیا تم میری وجہ سے

تارکون لی صاحبی قلت یا ایھا الناس انی
رسول اللہ الیکم جمیعا فقلتم کذبت وقال
ابوبکر صدقت اخرجہ البخاری و در حدیث
رؤیا قلیب چاہ فرمود ثم اخذ ابوبکر وفی
نزعہ ضعف واللہ یغفر لہ ثم اخذھا عمر
ابن الخطاب فاستحالت غربا فلم ار عبقریا
من الناس یفری فریہ حتی ضرب
الناس بعطن اخرجہ الشیخان وغیرھما
وازا نجملہ آنست کہ بسبب دخول او در
اسلام مسلمانان عزیز شدند و اعلان
اسلام نمودند عن ابن مسعود قال
ما زلنا اعزۃ منذ اسلم عمر اخرجہ
البخاری قال ابن اسحق ولما قدم عمرو
ابن العاص وعبداللہ بن ابی ربیعۃ
علی قریش ولم یدرکوا ما طلبوا
وردھم النجاشی بما یکرھون واسلم
عمر بن الخطاب وکان رجلا ذا
شکیمۃ لایرام ما وراء ظھرہ امتنع
بہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وبحمزۃ رضی اللہ عنہ حتی غاظوا
قریشا فکان عبداللہ بن مسعود یقول ما کنا
نقدر علی ان نصلی عندالکعبۃ حتی اسلم عمر
ابن الخطاب فلما اسلم قاتل قریشا حتی
صلی عندالکعبۃ وصلینا معہ عن
سعد بن ابراہیم قال

میرے رفیق کو اذیت دینا، چھوڑو گے؟ میں نے کہا کہ اے لوگو! میں
تم سب کے پاس اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں، تو تم نے کہا کہ تو
جھوٹا ہے ابوبکر رض نے کہا کہ تو سچا ہے، اس کو بخاری نے روایت کیا۔
اور کنویں والے خواب کی حدیث میں فرمایا پھر ابوبکر رض نے (ڈول)
پکڑا اور اس کے کھینچنے میں ضعف تھا اور اللہ اس کی مغفرت کرے
پھر اس کو عمر رض بن الخطاب نے پکڑ لیا تو وہ ایک موچرس بن گیا تو
میں نے لوگوں میں کوئی جوانمرد نہیں دیکھا جو اس جیسا کام کرتا ہو
یہاں تک کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو پانی پلا کر پانی کے گرد بٹھا دیا
اس کو شیخین وغیرہما نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ
ان کے اسلام میں داخل ہونے کے سبب سے مسلمانوں کے حوصلے
بڑھ گئے اور انھوں نے اسلام کا اعلان کردیا۔ ابن مسعود رض سے
مروی ہے انھوں نے کہا کہ جب سے عمر رض اسلام لاتے ہم عزت
کے ساتھ رہے، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ
جب عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ قریش کے پاس (واپس)
آئے اور جس مقصد سے گئے تھے اس کو نہ پا سکے اور ان کو ایسے
طور پر نجاشی نے نکال دیا جو ان کو ناگوارا تھا اور عمر رض بن الخطاب
اسلام لے آئے اور وہ بڑے حوصلے والے شخص تھے پروا نہیں
کرتے تھے ان کی پیٹھ پیچھے جو کچھ (خطرہ) ہو تو ان سے اور حمزہ
رضی اللہ عنہ (کے اسلام لانے) سے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم طاقتور ہوگئے یہاں تک کہ ان لوگوں نے قریش کو
غضبناک کردیا۔ اس پر عبداللہ بن مسعود رض کہا کرتے تھے کہ ہم اس
پر قدرت نہیں رکھتے تھے کہ کعبہ کے قریب نماز پڑھ لیں یہاں تک
کہ عمر رض اسلام لاتے۔ جب وہ مسلمان ہوگئے تو وہ قریش سے
لڑے یہاں تک کہ انھوں نے کعبہ کے نزدیک نماز پڑھی اور ہم نے
بھی ان کے ساتھ پڑھی۔ اور سعد بن ابراہیم سے مروی ہے کہا کہ

قال عبداللہ بن مسعود ان اسلام عمر رضی اللہ عنہ
کان فتحاً و ان ہجرتہ کانت نصراً و ان امارتہ
کانت رحمۃً ولقد کنا ما نصلی عند الکعبۃ حتی
اسلم عمر فلما اسلم قاتل قریشاً حتی صلی
عند الکعبۃ و صلینا معہ اخرجہ ابن ہشام
فی زیادتہ علی السیرۃ و اخرج الحاکم مثلہ
واز انجملہ آنست کہ ہجرۃ نمود بسوی مدینہ
قبل از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و تمہید
و لو طیہ ساخت برائے قدوم وے صلے اللہ علیہ
وسلم عن البراء بن عازب اول من قدم
علینا مصعب بن عمیر و ابن ام مکتوم وکانوا
یقرؤن الناس فقدم بلال و سعد و عمار
ابن یاسر ثم قدم عمر بن الخطاب فی عشرین
من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم قدم
النبی صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث اخرجہ
البخاری و از انجملہ آنست کہ در غزوہ بدر
مآثر جمیلہ نصیب فاروق رض گشت بوجوہ بسیار یکے
آنکہ خال خود را للہ فی اللہ کشت محبت قرابت مانع
مباشرت قتل او نشد فی الاستیعاب قتل العاص بن
ہشام بن مغیرۃ کافراً یوم بدر قتلہ عمر بن الخطاب کان
خالاً لہ دیگر آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ عباس
را نکشند ابو حذیفہ آن را قبول نکرد دریں جا نوعی از وہن
در امتثال حکم پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم
پدید آمد و نحوی از اختلاف نمودار گردید
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

عبداللہ بن مسعود رض نے فرمایا کہ عمر رض کا اسلام ایک فتح تھا اور اُن
کی ہجرت ایک مدد تھی اور اُن کی امارت ایک رحمت تھی اور ہم
اس حال میں تھے کہ کعبہ کے قریب نماز نہیں پڑھ سکتے تھے یہاں
تک کہ عمر رض اسلام لے آئے۔ جب وہ مسلمان ہوتے تو قریش سے
لڑے یہاں تک کہ اُنھوں نے کعبہ کے پاس نماز پڑھی اور ہم نے اُن
کے ساتھ نماز پڑھی اس کو ابن ہشام نے اپنی "زیادۃ علی السیرۃ"
میں نقل کیا ہے اور حاکم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ اور اُن
میں سے ایک یہ ہے کہ آپ رض نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے
پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف
آوری کے لئے وہاں کی فضا کو مناسب اور ہموار کیا۔ براء بن عازب رض
سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ ہمارے پاس آتے وہ مصعب رض
ابن عمیر اور ابن ام مکتوم رض تھے اور وہ لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے
تھے۔ پھر بلال رض اور سعد رض اور عمار رض بن یاسر آتے۔ پھر اصحاب
نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بیس آدمیوں میں عمر رض بن الخطاب
آتے پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے، آخر حدیث تک،
اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوہ
بدر میں اچھی فضیلتیں حضرت فاروق رض کے حصہ میں آئیں بہت
سی وجوہ کے ساتھ ایک یہ کہ آپ نے اللہ کی رضا کے لئے اپنے
ماموں کو قتل کیا۔ قتل کرنے میں قرابت کی محبت آپ کے لئے مانع
نہ ہوتی۔ استیعاب میں ہے کہ قتل کیا گیا عاص بن ہشام بن مغیرہ
بدر کے دن کفر کی حالت میں۔ اس کو عمر رض بن الخطاب نے قتل کیا
اور یہ اُن کا ماموں تھا۔ دوسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و
وسلم نے فرمایا کہ عباس کو نہ ماریں۔ ابو حذیفہ رض نے اس کو قبول
نہ کیا۔ اس موقع پر تعمیل حکم پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم میں کوتاہی کا
ظہور ہوا۔ اور ایک طرح کا اختلاف نمودار ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

این حادثه را بدو وجه تدارک فرمود در حالتِ
راہنہ موجودہ تخویف و تہدیدِ شخصے کہ از قبولِ امر
نافرمانی نمود وجارحۂ آن تہدید و تشدید فاروقِ
اعظم ؓ را ساخت و گفت یَا اَبَا حفصٍ اَیُضْرَبُ وجہُ
عمِّ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالسَّیفِ حضرتِ
فاروق ؓ ازین کلمہ بجوشید و مقصود بحصول
انجامید و در وقتِ اخذ فدا ہر چند انصار گفتند
کہ ابنِ اُخت ما را معاف باید داشت قبول
نہ فرمود تا سدِّ ذریعہ اختلاف شود اینجا بر قدرِ
عقولِ مردم تنزل نمود عن ابن عباسٍ انّ
النّبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاَصحابہ یومئذٍ
انّی قد عرفتُ انّ رجالاً من بنی ہاشم وغیرہم
قد اُخرِجوا کرہًا لاحاجۃ لہم بقتالنا فمن لقیَ
اَحدًا من بنی ہاشم فلا یقتلہُ ومَن لقیَ
ابا البختری ابن ہشام فلا یقتلہ ومَن لقیَ
العباسَ بنَ عبد المطلب عمَّ رسولِ اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فلا یقتلہ فانما خرج مستکرہًا قال
فقال ابو حذیفۃ اَنقتلُ آباءَنا وابناءَنا واخواننا
وعشیرتنا ونترک العبّاسَ واللّٰہِ لئن لقیتُہ لاُلجِمَنَّہ
السّیفَ قال فبلغتْ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فقالَ لعمرَ بن الخطاب یَا اَبا حفصٍ قال عمر
واللہ انّہ لاوّلُ یومٍ کنّانی رسولُ اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم بابی حفصٍ اَیُضرب
وجہُ عمِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بالسّیف فقال عمر یا رسولَ اللہ

اس حادثہ کا تدارک دو طرح سے فرمایا (ایک یہ کہ) ایسے شخص کو ڈرانا اور
دھمکانا جس نے کہ حکم کے ماننے میں نافرمانی کی اور اُس ڈرانے
دھمکانے کا آلہ آپ نے فاروقِ اعظم ؓ کو بنایا اور فرمایا کہ اے
ابو حفص! کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا کے منہ پر
تلوار ماری جاتے گی۔ حضرتِ فاروق ؓ اس کلمہ سے جوش میں آگئے
اور مقصود حاصل ہو گیا۔ اور (دوسری یہ کہ) فدیہ لینے کے وقت
ہر چند انصار نے کہا کہ ہمارے بھانجے کو معاف رکھنا چاہیئے (یعنی
عباس ؓ سے فدیہ نہ لیا جائے) مگر آپ نے قبول نہ فرمایا تاکہ اختلاف
کا سبب بند ہو جائے۔ یہاں عام لوگوں کے مرتبۂ عقل پر آپ نے
تنزل فرمایا۔ مروی ہے ابن عباس ؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اُس دن اپنے اصحاب ؓ سے فرمایا کہ بہت سے لوگ بنی ہاشم
وغیرہم کے زبردستی نکالے گئے ہیں اُن میں ہم سے لڑنے کا داعیہ
نہیں تھا تو جس کا بنی ہاشم میں سے کسی کے ساتھ مقابلہ ہو جائے
وہ اُس کو قتل نہ کرے، جو شخص ابو البختری بن ہشام کے مقابل
ہو وہ اس کو قتل نہ کرے اور جو عباس بن عبد المطلب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا مقابل ہو وہ اُن کو قتل نہ کرے۔
بیان کیا کہ اس پر ابو حذیفہ (ابن عتبہ بن ربیعہ) نے کہا کہ کیا ہم
اپنے باپ اور اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے رشتہ داروں
کو تو قتل کر دیں اور عباس کو چھوڑ دیں واللہ اگر میرا اُس سے مقابلہ
ہو گیا تو میں اپنی تلوار کو اُس کا گوشت ضرور کھلاؤں گا۔ کہا کہ یہ
بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی۔ تو آپ نے عمر ؓ
ابن الخطاب سے فرمایا اے ابو حفص! عمر ؓ فرماتے ہیں کہ واللہ
یہ پہلا دن تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کنیت
ابو حفص سے خطاب کیا، کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے
چچا کے منہ پر تلوار ماری جاتے گی؟ تو عمر ؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ!

دعنی فلاضرب عنقہ بالسیف فواللہ لقد
نافق فکان ابو حذیفۃ رضؓ یقول ما انا بآمن
من تلک الکلمۃ التی قلت یومئذٍ ولا ازال
منہا خائفاً الا ان تکفرہا عنی الشہادۃ فقتل
یوم الیمامۃ شہیداً اخرجہ ابن اسحٰق سوم
آنکہ بعد فتح درباب اسیران اختلاف
افتاد کہ فدا بگیرند یا قتل کنند رائے حضرت
فاروق رضؓ موافق مرادِ حق واقع شد عن ابن
عباس قال حدثنی عمر بن الخطاب فذکر
قصۃ الی ان قال فاستشار رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر و علیاً و عمر
فقال ابو بکر یا نبی اللہ ہؤلاء بنو العم
والعشیرۃ والاخوان فانی اری
ان ناخذ منہم الفدیۃ فیکون
ما اخذنا منہم قوۃ لنا علی الکفار و
عسی اللہ ان یہدیہم فیکونون لنا
عضدا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ماتری یا ابن الخطاب قال
قلت واللہ ما اری ما رأی ابو بکر
ولکنی اری ان تمکننی من فلان
قریب لعمر فاضرب عنقہ وتمکن
علیاً من عقیل فیضرب عنقہ و
تمکن حمزۃ من فلان اخیہ فیضرب عنقہ
حتی یعلم اللہ انہ لیست فی قلوبنا
ہوادۃ للمشرکین ہؤلاء صنادیدہم و

نرمی ۱۲ — بہتران ۱۲

مجھے اجازت دیجئے کہ میں تلوار سے اس کی گردن اُڑا دوں. خدا کی
قسم اس نے نفاق برتا ہے۔ اس پر ابو حذیفہ رضؓ کہا کرتے تھے کہ جو کلمہ
اُس دن میری زبان سے نکل گیا تھا میں اُس سے مطمئن نہیں ہوں
اور ہمیشہ اُس سے خائف رہتا ہوں (آخرت کے مواخذہ سے بچنے
کی کوئی صورت نہیں) بجز اس کے میری طرف سے اس معصیت
کا کفارہ شہادت بن جاتے۔ تو وہ یوم یمامہ میں قتل کیے گئے اور
شہید ہو گئے۔ اس کو ابن اسحٰق نے روایت کیا۔ تیسری یہ کہ فتح
(بدر) کے بعد قیدیوں کے بارے میں اختلاف واقع ہوا کہ فدیہ
لے لیں یا قتل کریں۔ اس بارے میں حضرت فاروق رضؓ کی رائے
مرادِ حق کے موافق واقع ہوئی۔ مروی ہے ابن عباس رضؓ سے کہا کہ
مجھ سے بیان کیا عمر رضؓ بن الخطاب نے۔ پھر اس قصہ کا ذکر کرتے
ہوئے فرمایا کہ پھر مشورہ لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ابو بکر رضؓ سے اور علی رضؓ سے اور عمر رضؓ سے۔ تو ابو بکر رضؓ نے کہا یا رسول اللہ
یہ لوگ چچا کے بیٹے اور رشتہ دار و بھائی ہیں میری رائے یہ ہے
کہ ہم ان سے فدیہ لے لیں تو جو کچھ ہم ان سے لیں گے وہ ہمارے
لئے کفار پر موجب قوت ہوگا اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت
کردے گا تو وہ ہمارے لئے ایک بازو بنیں گے۔ پھر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن الخطاب! تمھاری کیا رائے ہے؟
کہا کہ میں نے کہا واللہ میں وہ رائے نہیں رکھتا جو ابو بکر رضؓ رائے
رکھتے ہیں۔ میری رائے تو یہ ہے کہ میرے سپرد آپ کریں فلاں کو،
یہ حضرت عمر رضؓ کے ایک رشتہ دار تھے، تاکہ میں اُس کی گردن
ماردوں اور علی رضؓ کے سپرد کیجئے عقیل کو تاکہ وہ اُس کی گردن مار
دیں اور حمزہ رضؓ کے سپرد کیجئے اُن کے فلاں بھائی (یعنی عباس) کو کہ
وہ اُن کی گردن ماردیں۔ تاکہ اللہ پر ظاہر ہو جائے کہ ہمارے دلوں
میں مشرکین کے لئے نرمی نہیں ہے۔ یہ لوگ مشرکین کے سردار اور

ائمتهم و قادتهم فهوىٰ رسولُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ما قال ابو بكر ولم يهوَ ما قلتُ فأخذ منهم الفداءَ فلمّا كان من الغدِ قال عمرُ غدوتُ الى النبی صلى اللّٰه عليه وسلم فاذا هو قاعد و ابو بكرٍ و اذا هما يبكيانِ فقلتُ يا رسولَ اللّٰه اَخبِرنی ماذا يبكيك انتَ و صاحبك فان وجدتُ بكاء بكيتُ و ان لم اجد بكاء تباكيتُ لبكائكما قالَ فقال النبی صلى اللّٰه عليه وسلم ابكی للذی عَرَضَ علیَّ اصحابك من الفداء ثم قال لقد عُرِضَ علیَّ عذابكم ادنىٰ من هٰذه الشجرة بشجرةٍ قريبةٍ و اَنزلَ اللّٰه عزّ و جلّ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ الٰى لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ من الفداء ثم اُحِلَّ لهم الغنائم فلمّا كان يوم اُحُدٍ من العام المُقبل عُوقِبوا بما صنعوا يوم بدر من اَخذِهم الفداء فقُتِلَ منهم سبعونَ و فرَّ اصحابُ النبیّ عن النبی صلى اللّٰه عليه وسلم و كُسِرت رَباعيته و هُشِمت البيضةُ على رأسه

(احبّ ۱۲ — شکست ۱۲ — خود ۱۲)

اُن کے پیشوا اور اُن کے راہ نما ہیں۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پسند کیا اُس رائے کو جو ابو بکرؓ نے دی تھی اور جو کچھ میں نے کہا تھا اس کو پسند نہ کیا اور ان سے فدیہ لے لیا۔ عمرؓ نے بیان کیا کہ جب اگلا دن ہوا تو صبح کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ آپؐ بیٹھے ہیں اور ابو بکرؓ بھی اور دونوں رو رہے ہیں تو میں نے کہا یا رسول اللہؐ! مجھے بتائیے کہ آپ کیوں رو رہے ہیں اور آپ کے ساتھی بھی، تو اگر مجھے رونا آئے گا تو میں بھی روؤں گا اور اگر نہیں آئے گا تو آپ کے گریہ کے ساتھ شریک ہونے کے لئے رونے کی کوشش کروں گا۔ کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں رو رہا ہوں اس وجہ سے جو میرے سامنے تمہارے ساتھیوں نے فدیہ کا معاملہ پیش کیا۔ پھر فرمایا کہ مجھ پر پیش کیا گیا تمہارا عذاب جو قریب آگیا تھا اس درخت کے۔ ایک قریب کے درخت کی طرف اشارہ فرمایا اور اللہ عزّ وجلّ نے یہ آیت نازل فرمائی مَا كَانَ لِنَبِيٍّ الخ (۸: ۶۷-۶۸) نبی کی شان کے لائق نہیں کہ اُن کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی نہ کرلیں تم تو دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالےٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالےٰ بڑے زبردست اور بڑے حکمت والے ہیں۔ اگر خدا تعالےٰ کا ایک نوشتہ مقدّر نہ ہو چکتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے یعنی فدیہ لینا اس کے بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی۔" پھر حلال کر دیا گیا اُن کے لئے غنیمتوں کو۔ پھر جب آئندہ سال جنگ اُحُد ہوئی تو اس چیز کا ان کو بدلہ دیا گیا جو اُنھوں نے یوم بدر میں کیا تھا یعنی اُن سے فدیہ لے لینا۔ تو مسلمانوں میں سے ستّر قتل کئے گئے اور اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں ہزیمت واقع ہوئی اور آپؐ کا دانت توڑا گیا اور آپ کے سر پر خود توڑا گیا

وسال الدم علی وجہہ وانزل اللہ تعالیٰ
اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ
مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ
مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ باخذکم الفداء، اخرجہ
احمد چہارم آنکہ عمیر بن وہب بعد از
فتح برائے استخلاص برادر خود بحضور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمد وے
از فاتکان قریش و دلیران ایشان بود و
حضرت فاروق رض در حفظ مراتب احتیاط
از مکر وے شرط محبت بتقدیم رسانید
عن عروۃ بن الزبیر فی قصۃ عمیر بن
وہب فبینا عمر بن الخطاب فی نفر
من المسلمین یتحدثون عن یوم بدر و
یذکرون ما اکرمہم اللہ بہ وما اراہم بہ
من عدوہم اذ نظر عمر الی عمیر بن
وہب حین اناخ علی باب المسجد
متوشحاً السیف فقال ہذا الکلب
عدو اللہ عمیر بن وہب ماجاء الا بشر و
ہو الذی حرش بیننا وحزرنا للقوم یوم
بدر ثم دخل عمر رضی اللہ عنہ علی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا نبی اللہ ہذا
عدو اللہ عمیر بن وہب قد جاء متوشحاً
سیفہ قال فادخلہ علی قال فاقبل
عمر حتی اخذ بحمالۃ سیفہ

اور خون آپ کے چہرۂ مبارک پر بہا۔ اور اللہ تعالیٰ نے نازل کیا
اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ الخ (۳: ۱۶۵) اور جب تمہاری ایسی ہار ہوئی جس
سے دو حصے تم جیت چکے تھے تو کیا ایسے وقت میں تم یوں کہتے ہو
کہ یہ کدھر سے ہوئی۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ ہار خاص تمہاری طرف سے
ہوئی بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔" (تمہاری طرف
سے یعنی) تمہارے فدیہ لینے کی وجہ سے، روایت کیا اس کو احمد نے۔
چوتھی یہ کہ عُمیر بن وہب فتح (بدر) کے بعد اپنے بھائی کو چھوڑانے
کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور یہ شخص
قریش کے خونریز اور دلیر لوگوں میں سے تھا۔ اور حضرت فاروق رض
نے اس کے مکر سے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) حفاظت
کے سلسلہ میں احتیاط کے تمام مراتب آپ کی محبت کی وجہ سے
پورے ادا کئے۔ عمیر بن وہب کے قصہ میں عروہ بن الزبیر رض سے مروی
ہے کہ اس دوران میں کہ عمر بن الخطاب رض مسلمانوں کی ایک جماعت
میں بیٹھے ہوتے تھے جو آپس میں یوم بدر کی باتیں کر رہے تھے اور
جو اکرام اللہ تعالیٰ نے ان پر کئے تھے اور دشمنوں کی جو حالت
اللہ تعالیٰ نے ان کو دکھائی تھی اس کو یاد کر رہے تھے کہ عمر رض کی نظر
پڑی عمیر بن وہب پر جب کہ اس نے اپنے اونٹ کو مسجد
کے دروازے پر بٹھایا اور وہ اپنی تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے
تھا۔ آپ نے کہا کہ یہ کتا اللہ کا دشمن عمیر بن وہب ہے یہ بجز شر
کے اور کسی ارادے سے نہیں آیا۔ اور یہ وہی شخص ہے جس نے
بدر کے دن ہمارے خلاف قوم کو خوب بھڑکایا تھا اور قوم کے جذبات
کو تیز کیا تھا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس پہنچے اور عرض کیا کہ اے نبی اللہ! یہ اللہ کا دشمن عمیر بن وہب
آیا ہے اپنی تلوار گلے میں لٹکائے ہوتے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے
پاس لے آؤ۔ تو عمر رض اس کو اس طرح لے کر آئے کہ اس کی تلوار

فی عُنقِہٖ فلبّبَہٗ بہا و قال لرجالٍ ممّن کانَ معہٗ من الانصار ادخلوا علٰے رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلّم فاجلسُوا عندہٗ واحذروا علیہ من ھٰذا الخبیثِ فانّہٗ غیر مامونٍ ثمّ دخل بہٖ علٰے رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلّم و عُمر آخذ بحمالۃِ سیفِہٖ فی عنقہٖ قالَ ارسِلْہُ یا عُمر اُدنُ یا عُمیر فذکرَ الحدیث بطولِہٖ وفیہ معجزۃ اخرجہ ابن اسحٰق و از انجملہ آنست کہ در غزوۂ اُحُد فضائل نمایاں نصیب حضرت فاروق رضہ شد بچندین جہت یکیؒ آنکہ در وقت تحصّن بشعب با جماعہ از مہاجرین بالاء کوہ برآمد و دفع کفّار نمود قال ابن اسحٰق فبینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالشعب معہ اولٰئک النفر من اصحابہ اذ علت عالیۃٌ من قریش الجبلَ فقالَ رسولُ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم

کے تسمہ کو جو اس کی گردن پڑا تھا اُس کے گریبان کے ساتھ پکڑلے ہوتے تھے۔ اور جو انصاری کہ آپ کے ساتھ بیٹھے ہوتے تھے ان سے کہا کہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جاؤ اور اُن کے قریب جاکر بیٹھو اور اس خبیث سے چوکنّے رہو کیونکہ یہ قابل اطمینان شخص نہیں ہے۔ پھر اس کو رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آتے اور عمر رضہ اس کی گردن میں پڑے ہوتے تلوار کے تسمہ کو پکڑے ہوتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اے عمر رضہ! اور اے عُمیرؓ قریب آ۔ یہ لمبی حدیث ہے اور اس میں ایک معجزہ بھی ہے، اس کو ابنِ اسحٰق نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ اُحد میں نمایاں فضائل فاروقِ اعظم رضہ کو حاصل ہوتے متعدد جہت سے ایکؒ یہ کہ گھاٹی میں پناہ گزین ہونے کے وقت مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ عمر رضہ نے پہاڑ کے اوپر چڑھ کر کفّار کو دفع کیا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ ایسے وقت میں کہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم گھاٹی میں تھے، اور آپؐ کے اصحاب میں سے وہ لوگ موجود تھے کہ ایک اوپر چڑھنے والی قریش کی جماعت پہاڑ کے اوپر پہنچ گئی تو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے کہا

؎۵ اس کے بعد کا واقعہ یہ ہے کہ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے عمیر! تو کیوں آیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ اُس قیدی کی وجہ سے آیا ہوں جو تمہارے قبضہ میں ہے۔ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تلوار کیوں لٹکائی؟ اُس نے (ٹالنے کے لئے) جواب دیا کہ ہماری تلوار کا منہ کالا ہو کہ یہ کبھی ہمارے کام نہ آئی۔ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صحیح بات بتاؤ، بغیر سچ بولے چھٹکارا نہ ملے گا۔ اُس نے کہا کہ اس مہم کے سوا میرا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے صفوان بن اُمیہؓ کے ساتھ بیٹھ کر کشتگانِ بدر کو یاد نہیں کیا اور جب کہ اُس نے تیرے قرض کو اور تیرے اہل و عیال کی کفالت کو اپنے ذمہ لے لیا تو تُو محمدؐ کے قتل کے لئے نہیں آیا؟ تو اس مہم کے لئے آیا ہے، لیکن میرے اور تیرے درمیان خدا حائل ہوگیا۔ (اس سے فاروقِ اعظم رضہ کی یہ اہم فضیلت نکلی کہ خدا تعالیٰ نے ان کو حفاظتِ نبی کے لئے اپنا جارحہ اور آلہ بنایا) عُمیرؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللّٰہ تعالیٰ کے رسولؐ ہیں اور اپنی انتہائی جہالت کی وجہ سے ہم آپؐ کا انکار کر رہے تھے۔ آپؐ کی سچائی مجھ پر ظاہر ہوگئی کیونکہ اس بات کی میرے اور صفوان کے سوا کسی کو بھی خبر نہ تھی۔ اور اس کی آپؐ کو خدا کے سوا کسی نے بھی خبر نہیں دی۔ اسی نے مجھے دولتِ اسلام سے مشرّف کیا۔ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو اسلام کے احکام سکھاؤ اور قرآن کی تعلیم دو۔ اس کے بعد اس نے مکہ واپس جانے کی اجازت چاہی اور لوگوں کو خدا کی طرف آنے کی دعوت دینا شروع کر دی۔ اور ایک جماعتِ کثیر اُس کے ذریعہ سے دولتِ اسلام سے مشرّف ہوئی ۱۲ شواہد النبوۃ مولانا جامیؒ مترجمہ اشتیاق احمد عفی عنہ۔

الھم انہ لا ینبغی لھم ان یعلونا فقاتل عمر بن
الخطاب رضی اللہ عنہ و رھط معہ من المہاجرین
حتے اھبطوا من الجبل ذکرہ فی السیرۃ دوم آنکہ
ابو سفیان نزدیک انصراف از احد گفت اعل
ھبل فاروق را غیرت اسلام بجوش آمد و آن موجب
اعلاء کلمۃ اللہ شد سوم آنکہ درین حادثہ واضح گشت
کہ کفار بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و بعد
صدیق اکبر اگر از کسے حساب میگرفتند از فاروق
میگرفتند قال ابن اسحق ان ابا سفیان حین
اراد الانصراف اشرف علی الجبل ثم
صرخ باعلے صوتہ فقال ان الحرب سجال
یوم بیوم بدر اعل ھبل فقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قم یا عمر فاجبہ
فقال اللہ اعلی واجل لا سواء (جنگ برابر سرابر نیست) قتلانا فی
الجنۃ وقتلاکم فی النار فلما اجاب عمر رضی
اللہ عنہ ابا سفیان قال لہ ابو سفیان ھلم الی
یا عمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمر
ائتہ فانظر ما شانہ فقال ابو سفیان
انشدک اللہ یا عمر اقتلنا محمدا
قال اللھم لا وانہ لیسمع
کلامک الآن قال انت
اصدق عندی من ابن قمیئۃ
وابر لقول ابن قمیئۃ لھم
انی قتلت محمدا واز انجملہ
آنست کہ در غزوۂ خندق حاضر شدند

یا اللہ! یہ تو ٹھیک نہیں کہ وہ ہم سے بلند ہو جائیں تو عمرؓ بن الخطاب
نے ایک جماعت مہاجرین کو ساتھ لے کر اُن سے قتال کیا یہاں تک
کہ وہ پہاڑ سے نیچے اُتار دیے گئے، اس کا ذکر کیا ہے سیرت میں۔
دوسری یہ کہ اُحد سے واپس ہوتے وقت ابوسفیان نے نعرہ لگایا
اُعْلُ ھُبَل (بلند ہو لے ہبل، یہ قریش کے بت کا نام تھا) فاروقؓ
کی غیرت اسلام جوش میں آئی اور وہ اعلاء کلمۃ اللہ کا موجب ہوئی
(کہ انھوں نے نعرہ لگایا اَللّٰہُ اَعْلیٰ وَ اَجَلّ) تیسری یہ کہ اس حادثہ
میں یہ واضح ہو گیا کہ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ
رضی اللہ عنہ کے بعد اگر کسی کو سربرآوردہ شمار کرتے تھے تو حضرت
فاروقؓ کو کرتے تھے۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ ابوسفیان نے جب
واپس ہونے کا ارادہ کیا تو پہاڑ کے اوپر چڑھا پھر بلند آواز سے
چیخا اور کہا کہ "لڑائی برابر سرابر کی ہوگئی یہ یوم بدر کے یوم کا
جواب ہے۔ بلند ہو لے ہبل" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اُٹھو اے عمرؓ! اور اس کا جواب دو۔ تو عمرؓ نے نعرہ لگایا
اللہ اعلیٰ و اجلّ (اللہ سب سے بلند مرتبہ اور سب سے بڑا ہے) لڑائی
برابر سرابر نہیں ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول
جہنم میں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا تو ابوسفیان
نے کہا کہ اے عمرؓ! میری طرف آ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا حضرت عمرؓ سے کہ جاؤ دیکھو کیا بات ہے؟ تو عمرؓ اس کے
پاس پہنچے۔ تو ابوسفیان نے کہا کہ اے عمرؓ! میں تجھے خدا کی قسم
دیتا ہوں کیا ہم نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہے؟ عمرؓ نے کہا کہ بار خدایا
نہیں اور وہ یقیناً تیری گفتگو سن رہے ہیں اب بھی۔ اُس نے کہا کہ
تو میرے نزدیک ابن قمیئہ سے زیادہ سچا اور زیادہ نیک ہے۔ ابن
قمیئہ لوگوں سے یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہے۔ اور
اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ خندق میں شریک ہوئے اور

مساعی جمیلہ دران واقعہ بکار بردہ یکے آنکہ محافظت طرفی از خندق عہدۂ وے بود والآن مسجدے بنام او رضی اللہ عنہ درانجا بنا کردہ اند دوم آنکہ اہل سیر نوشتہ اند کہ فاروق رضؓ و زبیر رضؓ روزے از روزہای خندق بر جماعۂ کفار حملہ آوردند و آن جماعہ را از ہم متفرق ساختند دران میان ضرار بن الخطاب باز گشت و نیزہ بجانب عمر کشید و بعد ازان آن نیزہ را باز گرفت و گفت این نعمت مشکورہ است کہ بر تو ثابت کردم سوم آنکہ در بعض ایام خندق بسبب اہتمام بشغل دفع کفار نماز عصر از حضرت فاروق رضؓ فوت شد و تأسفے عظیم ازین وجہ بخاطرش راہ یافت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود را دران وقت ہمراہ او عدّ فرمودند و باین شفقت علاج تأسفش ساختند عن جابر بن عبد اللہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جاء یوم الخندق بعد ما غربت الشمس جعل یسب کفارِ قریش وقال یارسول اللہ ما کدت ان اصلی حتے کادت الشمس تغرب قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم واللہ ما صلیتہا فنزلنا مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم بطحان فتوضأ للصلاۃ وتوضأنا لہا فصلے العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلے بعدہا المغرب اخرجہ البخاری و از انجملہ آنست کہ در غزوۂ بنی مصطلق حاضر شد و سعیہا مصروف داشت بچند وجہ یکے آنکہ اہل سیر ذکر کردہ اند کہ

اس واقعہ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ایک[1] یہ کہ خندق کی ایک جانب کی حفاظت اُن کے ذمہ تھی اور اب بھی وہاں ایک مسجد موجود ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کے نام سے وہاں بنائی گئی ہے۔ دوسرا[2] یہ کہ اہلِ سیر نے لکھاہے کہ خندق کے دنوں میں سے ایک دن فاروق رضؓ اور زبیر رضؓ نے کفار کی جماعت پر حملہ کیا اور اُس کو درہم برہم کر دیا اور اسی دوران میں ضرار بن الخطاب پلٹا اور عمر رضؓ کی طرف نیزہ کھینچا اور پھر اُس کو روک لیا اور کہا کہ یہ میرا قابلِ شکر احسان ہے جو میں نے تجھ پر قائم کیا ہے۔ تیسرا[3] یہ کہ خندق کے بعض ایام میں دفع کفار کے اہتمام و مشغولیت کے سبب سے حضرت فاروق رضؓ کی نمازِ عصر فوت ہوگئی اور اس وجہ سے بہت بڑا افسوس و رنج آپ کے دل میں پیدا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت اپنے کو اُن کے ہمراہ شمار کیا اور اس شفقت کے ساتھ آپ کے تأسف کا علاج فرمایا۔ مروی ہے جابر بن عبد اللہ رضؓ سے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یوم خندق میں آفتاب غروب ہونے کے بعد آئے اور کفارِ قریش کو گالیاں دینا شروع کر دیں اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے اتنا موقع نہ ملا کہ نماز پڑھ لوں یہاں تک کہ آفتاب غروب ہونے لگا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واللہ نمازِ عصر میں نے بھی نہیں پڑھی تو ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بُطحان میں اُترے (بُطحان مدینہ کے ایک نالے کا نام ہے) آپ ﷺ نے نماز کے لئے وضو کی اور ہم سب نے وضو کی پھر عصر کی نماز پڑھی غروبِ آفتاب کے بعد پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ عمر رضؓ غزوۂ بنی مصطلق میں حاضر ہوئے اور بڑی کوششوں میں لگے ہوئے تھے (اس میں بھی) چند خاص وجوہ کے ساتھ (فضیلت حاصل ہوئی) ایک[1] یہ کہ اہلِ سیر نے ذکر کیا ہے کہ

مقدمۃ لشکر او بود و جاسوسی را از طرفِ کفار
گرد و احوالِ آنہا از وے استفسار نمود بعد ازان
او را بکشت و باین جہت رُعبِ عظیم بر دل کُفّار
اُفتاد دوم آنکہ در عین قتال فاروق رضؓ مامور
شد بآنکہ ندا در دادند کہ ہر کہ کلمۃ اسلام
بگوید از تعرّض مامون باشد سوم آنکہ
جہجاہ غفاری اجیر فاروق رضؓ با اعرابی
در مناقشہ اُفتاد اعرابی بعبد اللہ
ابن اُبی منافق رجوع آورد و وے
بکلماتِ نفاق آمیز آتشِ نفاق خود
را دو بالا ساخت زید بن ارقم آن
کلمات را بعرضِ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلّم رسانید و غیرتِ حضرت
فاروق رضؓ بجوش آمد و قصدِ ایقاع بآن
منافق نمود و منافقان در صددِ
عذر آمدند خدائے عزّ و جلّ در باب تصدیق
قول زید بن ارقم و تحسین رائے فاروق رضؓ
درینقدر کہ منافق مستحق اہانت است
در دنیا و مستوجب عقوبت در آخرت اگرچہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم افادہ فرمودند کہ
بجہتِ مصلحتِ احتراز از تفرقِ کلمۂ
مسلمین و توحّش داخلان در اسلام
سزائے کردارِ او در کنارِ او نہادند
آیات نازل فرمود
إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ اه

مقدمۃ الجیش کے افسر وہی تھے اور اُنھوں نے کفار کا ایک جاسوس گرفتار کیا تھا اور اُن کے احوال اُس سے دریافت کئے تھے اس کے بعد اُس کو قتل کر دیا اس وجہ سے کفّار کے دل پر بڑا رُعب واقع ہوگیا۔ دوسری یہ کہ خاص قتال کے وقت حضرت فاروق رضؓ اس پر مامور ہوئے کہ یہ ندا کر دیں کہ جو کلمۂ اسلام کہے گا اُس سے تعرّض نہ کیا جائے گا۔ تیسری یہ کہ جہجاہ غفاری کا جو حضرت فاروق رضؓ کے اجیر تھے ایک اعرابی کے ساتھ جھگڑا ہوگیا۔ اعرابی نے عبد اللہ بن اُبیّ منافق کی طرف رجوع کیا اور اس نے نفاق آمیز کلمات کے ساتھ اپنی آتشِ نفاق کو بھڑکایا۔ اور زید بن ارقم نے اُن کلمات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا اور حضرت فاروق رضؓ کی غیرت جوش میں آئی اور آپ نے اُس منافق کو مارنے کا ارادہ کیا اور منافق لوگ عُذر و معذرت کرنے لگے (اور اُنھوں نے زید بن ارقم کو جھٹلایا) تو خدائے عزّ و جلّ نے زید بن ارقم رضؓ کے قول کی تصدیق اور حضرت فاروق رضؓ کی اس بارے میں تحسین کے سلسلہ میں کہ منافق بیشک دنیا میں اہانت کا مستحق ہے اور آخرت میں عذاب کے قابل، اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کلمۂ مسلمین میں تفریق سے بچنے کی مصلحت اور اسلام میں داخل ہونے والوں کو توحّش سے بچانے کے لئے (کہ کسی نومسلم کو یہ خوف نہ پیدا ہونے لگے کہ کہیں مجھے منافق قرار دے کر قتل نہ کر دیا جائے) درگزر کیا جائے اُس شخص کے کردار کی سزا اُس کو نہیں دی، یہ آیات نازل فرمائیں إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ الخ (۶۳: ۱ تا ۸) (پورا رکوع اسی کے بارے میں ہے آخر میں ارشاد فرمایا گیا ہے یہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس جمع ہیں اُن پر

والقصۃ مبسوطۃ فی معالم التنزیل
وغیرہ چہارم آنکہ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم حضرتِ فاروق رض را
درین حادثہ رمزے عجیب کہ در
باب ملک داری بکار آید ارشاد
فرمودند قال ابن اسحٰق فحدثنی
عاصم بن عمر ان عبداللہ بن
عبداللہ بن اُبَیّ اَتےٰ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقالَ
یارسولَ اللہ انہ قد بلغنی انک ترید
قتلَ عبد اللہ بن اُبَیّ فیما
بلغکَ عنہ فان کنتَ لابدَّ
فاعلاً فمُرنی بہ فانا اَحمِلُ
الیکَ رأسہ فو اللہِ لقد
عَلِمَتِ الخزرجُ ما کانَ بہا
مِن رجل اَبرَّ بوالدِہٖ مِنّی
اِنّی اخشیٰ اَن تامرَ غیرِیَ
فیقتلہ فلا تدعُنی نفسی اَن
انظرَ الیٰ قاتِلِ عبداللہ بن
اُبَیّ یمشی فی النّاس
فاقتُلہ فاقتُلُ مؤمناً
بکافرٍ فاَدخُل النّارَ فقالَ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم
بل نَترفَّقُ بہ و نُحسِن صُحبَتہ
ما بقےٰ معنا

کچھ خرچ مت کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جائیں گے اور (ان کا
یہ کہنا جہل محض ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں سب خزانے آسمانوں
کے اور زمین کے ولیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ
اگر ہم مدینہ میں لوٹ کر جائیں گے تو عزّت والا وہاں سے ذلّت
والے کو باہر نکال دے گا حالانکہ عزّت تو اللہ ہی کی ہے اور اس کے
رسول ﷺ کی اور مومنین کی لیکن منافقین جانتے نہیں") اور یہ قصّہ
تفصیل کے ساتھ معالم التنزیل وغیرہ میں موجود ہے۔ چوتھی یہ کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حادثہ میں حضرت فاروق رض کو
ایک عجیب رمز سے آگاہ فرمایا جو کہ ملک داری کے اصول میں بہت
کار آمد ہے۔ ابنِ اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عاصم بن عمر نے کہ
عبداللہ بن اُبَیّ (منافق) کا بیٹا عبداللہ (جو سچا مسلمان تھا) رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ یارسول
اللہ! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اُس اطلاع کی بناء پر جو عبداللہ بن
اُبَیّ کے بارے میں آپ کو پہنچی آپ اُس کے قتل کا ارادہ رکھتے
ہیں تو اگر آپ کو ایسا کرنا ضروری ہے تو آپ مجھے اس کا حکم دیں
میں آپ کے پاس اُس کا سر لے آؤں گا۔ کیونکہ خدا کی قسم تمام
(قبیلہ) خزرج جانتا ہے کہ اُن کے تمام مَردوں میں اپنے باپ کا
خدمت گزار مجھ سے زیادہ کوئی نہیں ہے۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر آپ
کسی دوسرے کو حکم دیں گے اور وہ اُس کو قتل کرے گا تو میرا
نفس مجھے نہ چھوڑے گا کہ میں عبداللہ بن اُبَی کے قاتل کو دیکھتا
رہوں کہ وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے پھر میں اُس کو قتل کر دوں
تو میں ایک مومن کو کافر کے بدلے میں قتل کروں گا اور جہنّم میں
داخل ہوں گا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں
بلکہ ہم اس کے ساتھ نرمی کریں گے اور جب تک وہ (بظاہر) ہمارے
ساتھ رہے گا ہم اُس کے ساتھ حُسنِ صحبت قائم رکھیں گے۔

وجعل بعد ذٰلک اذا أحدث الحدث کان (ابن ابیٔ)
قومہ الذین یعاتبونہ ویاخذونہ ویعنفونہ (سرزنش میدادند) فقال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعمر بن الخطاب رضی
اللہ عنہ حین بلغہ ذٰلک من شأنہم کیف ترٰے
یا عمر اما واللہ لو قتلتہ یوم قلت لی اقتلہ
لأرعدت لہ آنفٌ ولو امرتک الیوم بقتلہ (انف تنگ آرعدہ)
لقتلتہ قال فقال عمر رضی اللہ عنہ
قد واللہ علمت لأمر رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم اعظم برکۃً من امری
وازانجملہ آنست کہ درحدیبیہ حاضر
بود و آنجا فضائل بے حساب نصیب
او شد یکے[1] آنکہ حمیت اسلام برحضرت
فاروق رض غلبہ کرد و بتربیت آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم تسکین یافت
قال ابن اسحٰق فلما التأم الامر ولم یبق
بینہما الا الکتاب وثب (جست) عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ فاتے ابابکر رضی اللہ
عنہ فقال یا ابابکر الیس برسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم قال بلٰے قال أولسنا بالمسلمین
قال بلٰے قال أولیسوا بالمشرکین
قال بلٰے قال فعلام نعطی الدنیۃ

اب اس کے بعد یہ ہونے لگا کہ جب بھی عبداللہ بن ابی کوئی نیا شوشہ
اُٹھاتا تو اُس کی قوم کے لوگ ہی اُس پر عتاب کرنے لگتے اور اس
پر گرفتیں کرنے لگتے اور اس کو دھمکانے لگتے تو رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جب آپ کو
ان لوگوں کے اس حال کی اطلاع پہنچی فرمایا کیا رائے رکھتے ہو
اے عمر رض کیا واللہ اگر تم اس کو قتل کر دیتے جس دن تم نے مجھ
سے کہا تھا کہ میں اسے قتل کروں گا تو اب تم پر لرزہ خیز حال پیش
آجاتا؟ اور اگر میں اُس دن تمھیں اُس کے قتل کا حکم دیدیتا تو
تم اُس کو قتل کر دیتے (راوی نے) کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے
عرض کیا بیشک واللہ میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کا امر عظیم البرکت ہے میرے امر سے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے
کہ حُدَیبیہ میں حاضر تھے اور اُس جگہ بے حساب فضائل اُن کے
حصّہ میں آئے۔ ایک[1] یہ کہ حمیّتِ اسلام نے حضرت فاروق رض پر
غلبہ کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے تسلّی پائی۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ جب پورا معاملہ طے ہو چکا اور دونوں کے درمیان
بجز تحریر کے کوئی بات باقی نہ رہی تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
کود پڑے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ اے
ابوبکر رض! کیا وہ اللہ کے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) نہیں ہیں؟
اُنھوں نے کہا کیوں نہیں۔ پھر کہا کہ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟
ابوبکر رض نے کہا کیوں نہیں۔ پھر کہا کیا وہ مشرکین نہیں ہیں؟
اُنھوں نے کہا کیوں نہیں ہیں۔ کہا کہ پھر کس بناء پر ہم اپنے دین میں

[1] اس روایت میں حضرت فاروق رض کا اوّل حضرت صدیق رض کے پاس جا کر گفتگو کرنے کا ذکر ہے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچنے کا۔ لیکن صحیح بخاری کی اُس روایت میں جو مناقبِ صدیق رض میں گزر چکی ہے یہ ہے کہ اوّل آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی تھی اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تھے۔ بہرحال اس اختلاف سے اصل مقصد پر اثر نہیں پڑتا حضرت فاروق رض کی یہ منقبت کہ آپ اس موقع پر عزتِ اسلام کے لئے دوڑ دھوپ کر رہے تھے دونوں سے ثابت ہے ۱۲ مترجم

فی دِینِنَا قال ابو بکر یا عمر الزم غَرْزَہٗ فانّی اشہد انّہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قالَ عُمر وانا اشہد انّہ رسولُ اللّٰہ ثمّ اتیٰ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم فقالَ یارسولَ اللّٰہ اَلستَ برسول اللّٰہ حقًّا قال بلٰے قال اولسنا بالمسلمین قال بلٰے قال اولیسوا بالمشرکین قال بلٰے قال فعلامَ نعطی الدَّنیّۃ فی دِینِنا قال اَنا عبدُ اللّٰہ ورسولہٗ لَن اُخالفَ امرَہٗ ولن یُّضیّعنی قالَ فکان عُمر رضی اللّٰہ عنہ یقولُ مازلتُ اَصومُ و اَتصدّقُ واُصلّی و اُعتِق من الذی صَنَعتُ یومئذٍ مخافۃَ کلامی الذی تکلّمتُ بہ حتّی رجوتُ اَن یکونَ خیرًا و قال ابن اسحٰق فوثب عُمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ مع ابی جندل یمشی الٰی جانبہ ویقول اصبِر یاباجندل فانّما ہم المشرکونَ وانّما دمُ احدِہم دم کلب قال ویدنی قائمُ السیفِ قال یقول عمر رضی اللّٰہ عنہ رجوتُ ان یأخذ السیف فیضرب بہ اَباہ قال فضَنّ الرجل بابیہ ونَفِذَتِ القضیۃ دیگر آنکہ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ

عیب لگائیں۔[ف] ابوبکرؓ نے کہا کہ اے عمرؓ بس اُن کی رکاب پکڑے رکھو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں صلے اللہ علیہ وسلم۔ عمرؓ نے کہا اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر عمرؓ پہنچے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہا یارسول اللہ! کیا آپ اللہ کے سچے رسول نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں۔ پھر کہا کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں۔ پھر کہا کیا وہ مشرک نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں۔ عرض کیا کہ پھر ہم کس بنا پر اپنے دین میں عیب لگائیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں میں ہرگز اُس کے حکم کے خلاف نہ کروں گا اور وہ ہرگز مجھے ضائع نہ کرے گا۔ (راوی نے) کہا تو عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں روزے رکھتا اور صدقہ دیتا رہا اور نوافل پڑھتا رہا اور غلام آزاد کئے اُس بات کی وجہ سے جو میں اُس دن کر گزرا (یعنی) اپنی اُس گفتگو کے خوف سے جو میں نے اُس دن کی تھی یہاں تک کہ مجھے امید ہو گئی کہ خیر ہو گی۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جا پہنچے ابو جندل کے پاس اور اس کے ساتھ اُس کے ایک پہلو کے قریب چلنے لگے اور کہتے جاتے تھے کہ ابوجندل صبر کر یہ لوگ تو مشرک ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا خون کتّے کے خون کے برابر ہے (عمرؓ نے) کہا اور میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ تھا (راوی نے) کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں یہ امید کرتا تھا کہ یہ مجھ سے تلوار لے لیگا اور پھر اس کو اپنے باپ پر مارے گا مگر اس شخص نے اپنے باپ کے ساتھ ایسا کرنے سے اجتناب کیا اور جو قضیہ چل رہا تھا وہ ختم ہو گیا۔ دوسری فضیلت یہ کہ آیت فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ الخ (۲۶:۴۸) سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنین کو اپنی طرف سے تحمل

ف یہ حدیث اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ مناقب صدیق رضؓ میں پہلے گزر چکی ہے وہاں اس کی شرح تحریر کر دی گئی ہے دیکھ لی جائے ۱۲

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى در حق او نازل
شد سوم آنکه وقت مراجعت بسوئی مدینہ
سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اوّل بر فاروق رضی خواند و باین تشریف اورا
از میانِ اصحاب ممتاز ساخت گویا حکمت
درین صورت آن بوده باشد که حضرت
فاروق رض احکام انواع غلبات را بشناسد
اخرج مالک عن زید بن اسلم عن ابیه
انّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسیر
فی بعض اَسفارِه وعمر بن الخطاب یسیر معه
لیلاً فسألہ عمر عن شئ فلم یُجِبْهُ رسولُ اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ثم سألہ فلم یجبه ثم
سألہ فلم یجبه فقال عمر ثکلتک اُمّک
عمر نزرتَ (الححت علیه) رسولَ اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ثلاث مرات کلُّ ذلک
لا یُجِیْبُکَ قالَ عمر فحرّکتُ بعیری
حتی اذا کنتُ امامَ النّاس و
خشیتُ اَن ینزلَ فیّ قرآنٌ قال
فما نشبتُ اَن سمعتُ صارخًا یصرخ
بی قال فقلتُ لقد خشیتُ ان یکونَ نزل
فیّ قرآنٌ قالَ فجئتُ رسولَ اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فسلّمتُ علیہ فقالَ
لقد اُنزِلَتْ علیّ فی هذه اللّیلة
سورةٌ لَهِیَ احبُّ الیّ مما طلعت
علیه الشمس ثم قرأ

عطا کیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کلمۂ تقویٰ پر جمائے رکھا"
اُن کے حق میں نازل ہوئی۔ تیسری یہ کہ مدینہ کی طرف واپسی کے
وقت سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل
فاروق رضی اللہ عنہ کو سنائی اور اس عزت افزائی سے ان کو تمام
اصحاب رض میں ممتاز فرمایا۔ گویا اس صورت میں یہ حکمت ملحوظ ہوگی کہ
حضرت فاروق رض غلبات کی قسموں کے احکام کو پہچان لیں (غلبات
کی تشریح آگے آرہی ہے) مالکؒ نے روایت کیا یزید بن اسلم سے
وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اپنے ایک سفر میں (اونٹ پر) تشریف لیجارہے تھے اور عمر رض بن الخطاب
رات کے وقت آپؐ کے ساتھ جارہے تھے تو آپؐ سے عمر رض نے
کسی بات کو پوچھا تو اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
جواب نہ دیا۔ پھر آپؐ سے وہی سوال کیا تو پھر آپؐ نے اُن کو
جواب نہ دیا۔ پھر آپؐ سے وہی سوال کیا تو آپؐ نے اُن کو
جواب نہ دیا۔ تو عمر رض نے (اپنے دل میں) کہا کہ اے عمر رض! تجھے
تیری ماں روئے تونے التجا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے تین مرتبہ اور کسی مرتبہ میں بھی آپؐ نے تجھے جواب نہ دیا۔
عمر رض کہتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی (اور آگے
بڑھادیا) یہاں تک کہ سب لوگوں سے آگے پہنچ گیا۔ اور مجھے
یہ ڈر لگا کہ میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہوجائے۔ فرمایا کہ
پھر کچھ دیر نہ گزری تھی کہ میں نے سُنا کہ ایک چیخنے والا مجھے
پکار رہا ہے۔ کہا کہ میں نے (دل میں) کہا کہ میں تو پہلے ہی ڈر رہا
تھا میرے بارے میں قرآن نازل ہوا ہوگا۔ کہا کہ میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور آپؐ کو سلام کیا
تو فرمایا کہ اس رات میں مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے
زیادہ پیاری ہے ہر اُس چیز سے جس پر آفتاب طلوع ہوا۔ پھر آپ نے پڑھا

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ اینجا دو نکتہ باید شناخت یکی[۱] آنکہ غلبہ عبارت از انست کہ چون نورِ ایمان با قلب مخالطت نماید و درمیان نور ایمان و طبیعتِ قلب داعیہ متولد شود کہ امساک از موجب آن مقدور نباشد و بسبب غلبہ آن داعیہ از بعضِ آداب شرع و عقل فرو افتد و غلبہ بر دو نوع میباشد غلبہ[۱] منبجسہ از انقیادِ قلب نکتہ را کہ از شرع تلقی کردہ است[یا بر آیندہ ۱۲] اگرچہ در صورتِ حال مرضی نباشد مانند انقیادِ ابو لبابہ داعیہ شفقت بر خلق اللہ را ہنگامے کہ برائی بنو قریظہ اشارہ کرد کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایشان را خواہد کشت و شفقت علے خلق اللہ در سائر مواضع ہر چند محمود است چون اینجا معارض اعلاء کلمۃ اللہ واقع شد مرضی الٰہی نیفتاد و غلبہ[۲] داعیۂ الٰہیہ کہ از بعضِ مواطن شاہقہ بمنزلہ شعاعِ برق بر دل میریزد و شتان بین المرتبتین و حضرت فاروق بیان حال ہر دو غلبہ کردہ است برائی غلبہ کہ در حدیبیہ از جہتِ حمیتِ اسلام جوشید و بحقیقتِ خلافِ مصلحت کلیہ بود گفتہ است فمازلتُ اصوم واتصدّقُ الخ یعنی حالِ این غلبہ محتاج کفارت شد و در قضیہ موتِ ابن اُبی گفتہ است فتحوّلتُ حتّے قمتُ[قصدت ۱۲] فی صدرہ و قلتُ یا رسول اللہ اَتُصلّے علٰے ھٰذا و قد قال یوم کذا کذا و کذا

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ یہاں دو نکتہ پہچان لینے چاہئیں پہلا[۱] یہ کہ غلبہ سے یہ مراد ہے کہ جب نورِ ایمان قلب کے ساتھ گھُل مِل جاتے اور نور ایمان اور طبیعتِ قلب کے درمیان ایک داعیہ پیدا ہو جاتے کہ اس چیز کا روکنا جس کا موجب وہ داعیہ رہا ہے قدرت سے باہر ہو اور اُس داعیہ کے غالب آجانے کی وجہ سے شریعت اور عقل کے بعض آداب بھی نیچے گر جائیں اور غلبہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک[۱] وہ غلبہ ہے جو پھوٹ نکلنے والا ہوتا ہے قلب کے ایسے نکتہ کے زیر حکم آجانے سے جو کہ اُس نے شرع سے حاصل کیا ہے اگرچہ بصورت موجودہ پسندیدہ نہ ہو جیسا کہ "مخلوقِ خدا پر شفقت" کے داعیہ کے زیر حکم ابو لبابہ کے قلب کا مغلوب ہو جانا جس وقت میں کہ اُنھوں نے بنو قریظہ کو اشارہ کر دیا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُن کو قتل کریں گے اور خلق اللہ پر شفقت تمام مواقع میں اگرچہ محمود ہے مگر چونکہ اس جگہ وہ اعلاء کلمۃ اللہ کے معارض واقع ہوئی اس لئے پسندیدہ الٰہی نہ ہوئی۔ دوسرا[۲] غلبہ اُس داعیۂ الٰہیہ کا ہے جو بعض چوٹی کے مقامات سے بجلی کی شعاع کے مرتبہ میں دل پر گرتا ہے اور دونوں مرتبوں میں بہت بڑا بُعد ہے اور حضرت فاروق رضؓ نے دونوں مرتبوں کے غلبہ کا حال ظاہر کیا ہے۔ آپ کے اُوپر جس غلبہ نے حمیتِ اسلام کی جہت سے حدیبیہ میں زور مارا تھا اور وہ درحقیقت مصلحتِ کلیہ کے خلاف تھا اُس کے بارے میں آپ نے فرمایا فمازلتُ اصوم واتصدّق الخ یعنی اس غلبہ کی حالت کفّارے کی محتاج ہوئی اور ابنِ اُبی منافق کی مَوت کے قضیہ میں فرمایا کہ میں گھوم کر بالمقابل جا کھڑا ہوا اور میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ اس پر نماز پڑھیں گے حالانکہ اس نے فلاں دن ایسا اور ایسا کہا تھا اور فلاں دن یہ کہا تھا

أبعد ایامہ قال فعجبت لی وجرأتی پس
فرق درمیان این دو کلمہ ملاحظہ میباید کرد
بسیار است کہ بر سالک یکی ازین دو قسم
با دیگرے مشتبہ شود و فہم او برائے حل این
اشتباہ کفایت نہ نماید و این اشدّ مزلّۃ
الاقدام است حضرت فاروق را چندین
دفعہ اشتباہ درمیان غلبات واقع شدہ
بود و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میان
آنہا تمیز فرمودند تا آنکہ حضرت فاروق
درین باب حذاقتے پیدا کرد و بعد ازان
اشتباہ رُو نمی داد انگاہ محدّث کامل
گشت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (ملہم وصادق)
اشارۃ خفیہ باین معنے فرمودہ اند جائیکہ
بلفظ تعلیق (شرط) واقع شدہ لقد کانَ فیما کانَ
قبلکم محدَّثونَ فانْ یکُنْ من اُمّتی فعمرُ واللہ
اعلم و صدیقِ اکبر را در غلبات کم بود کہ اشتباہ
واقع شود و این یکے از وجوہ ازجحیّت اوست
بر فاروق در ذیلِ این نکتہ باید دانست کہ امر
دواعی مشابہت تمام دارد بامر رؤیا ہر دو امر فیضے
ہست نازل از احیاز شاہقہ (عالیہ) لیکن رؤیا نزدیک
تعطیل حواس نمودار (موقعہ) میگردد و داعیہ باوجود استقلال
حواس بر رُوئے کارمے آید و در رؤیا
مطرح شعاع بالاصالۃ عقل میباشد و
در دواعی مطرح آن قلب چنانکہ در رؤیا
اضغاثِ احلام و تشبّح (تصور) اخلاق و اعمال

اُس کے دنوں کو شمار کرنے لگا۔ فرماتے ہیں کہ پھر مجھے اپنے اوپر اور
اپنی جرأت پر تعجب ہوا۔ تو ان دونوں کلموں کے درمیان جو فرق ہے
اُس کو بخوبی ملحوظ کر لینا چاہیئے۔ ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ سالک پر ان
دونوں قسموں میں سے ایک قسم کا دوسری پر اشتباہ ہو جاتا ہے
اور اُس کی فہم اس اشتباہ کے حل کے لئے کفایت نہیں کرتی اور یہ
اَقدام کی سخت لغزش کا موقع ہے۔ حضرت فاروق رضؓ کو کتنی ہی مرتبہ
غلبات کے درمیان اشتباہ واقع ہوا تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے ان کو الگ الگ کر کے دکھا دیا۔ یہاں تک کہ حضرت
فاروق رضؓ اس باب میں پورے تجربہ کار ہو گئے پھر آپ کو کوئی اشتباہ
نہیں ہوتا تھا اُس وقت آپ محدّث کامل ہو گئے۔ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم نے ایک دقیق اشارہ اس حقیقت کی طرف کیا ہے جہاں کہ
کلمہ شرط واقع ہوا (یعنی اس ارشاد میں) لقد کان فی ما کان قبلکم
محدَّثون فان یکن من امتی فعمر (یعنی جو اُمتیں تم سے پہلے ہو چکی ہیں
اُن میں محدَّث (صاحب کشف) ہوتے تھے اگر میری امت میں
سے کوئی ہے تو عمر رضؓ ہے) واللہ اعلم۔ اور صدّیقِ اکبر رضؓ کو غلبات میں
کم اشتباہ واقع ہوا اور فاروق رضؓ پر اُن کی افضلیت کی وجوہ میں
سے ایک یہ وجہ بھی ہے۔ اس نکتہ کے ذیل میں یہ جاننا چاہیئے کہ
داعیوں کا معاملہ خواب کے معاملہ سے پوری مشابہت رکھتا ہے۔
دونوں امر ایک فیض ہوتے ہیں جو چوٹی کے مقامات سے آتا ہے
لیکن (دونوں میں یعنی داعیہ اور رؤیا میں یہ فرق ہے کہ) رؤیا
حواس کے معطّل ہونے کے وقت نمودار ہوتا ہے اور داعیہ حواس
کے بجا ہونے کے باوجود پیدا ہوتا ہے اور (دوسرا فرق یہ ہے
کہ) رؤیا میں (فیض کی) شعاع کے گرنے کا محل بالاصالۃ عقل
ہوتی ہے اور دواعی میں اُسکے گرنے کا مقام قلب ہوتا ہے۔
جس طرح کہ رؤیا میں "اضغاث احلام" اور "اخلاق و اعمال کا

بصورِ مثالیہ بافیضِ نازل از ملک رؤیا
مشتبہ می شود و حلّ اشتباہ متعذر مے
گردد ہمچنان در دواعی داعیہ منبجسہ جاریہ از
طبیعتِ نفس واز عادات و مالوفات و
داعیۂ متولّدہ درمیانِ نورایمان و
طبیعت قلب نزدیک انقیاد آن نکتہ کہ
از شرع تلقّی نمودہ باداعیۂ نازلہ از منبع
صدق و حق مشتبہ مے شود و حلّ اشتباہ
متعذر میگردد چون بعون اللہ عزّ و
جلّ اشتباہ منقطع شد و حق از باطل
ممتاز گشت آن داعیہ و آن
رؤیا قابل اعتماد مے باشد ولکن
دونَ ذٰلک خرط القتادِ۔ نکتۂ
دوم آنکہ معلوم بالقطع است کہ
صحابہ از نزدیکِ خود ہدایت را
نیاوردہ اند بلکہ ہمہ بتاثیرِ نفسِ قدسیۂ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم مہتدی گشتند کما قال عزّ
من قائل وَ اِنَّکَ لَتَہْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ
وتاثیر نفس مطہرۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم در ایشان گاہے بتقریب امر و نہی فقط
می باشد و گاہی باقترانِ غضب و
تہدید و زمانے بمجرد صحبت پس تنبیہ و تہدید
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
یکے از اسباب وصول بمرتبۂ سعادت است
و آن را یکے از مناقبِ عظیمہ صحابہؓ

مثالی صورتوں کے ساتھ نظر آنا" یا "فرشتے کی طرف سے فیض کا نازل
ہونا" (یہ امور) مشتبہ ہو جاتے ہیں اور اشتباہ کا حل دشوار ہو جاتا
ہے (کہ یہ فیصلہ کیا جائے کہ یہ رؤیا مذکورہ بالا انواع میں سے کس
نوع سے تعلق رکھتا ہے) یہی اشتباہ دواعی میں پیش آتا ہے،
ایک داعیہ ہے جو جاری ہونے والا ہے طبیعت اور عادات اور
مالوفات (یعنی نفس کے مرغوبات) سے، اور ایک داعیہ ہے جو پیدا
ہوتا ہے نورِ ایمان اور طبیعت قلب کے درمیان سے اس حالت میں
جب کہ وہ کسی نکتہ پر جو شریعت سے اس نے حاصل کیا اور پورے
طور پر اس پر جم چکا ہے (یہ داعیہ مشتبہ ہو جاتا ہے) اس داعیہ
کے ساتھ جو نازل ہونے والا ہے صدق وحق کے منبع سے (جو
چوٹی کا مقام ہے) اور اشتباہ کا حل دشوار ہو جاتا ہے۔ جب اللہ
عزّ وجلّ کی مدد سے اشتباہ منقطع ہو جائے اور حق باطل سے
ممتاز ہو جائے تو وہ داعیہ اور رؤیا قابلِ اعتماد ہو جاتا ہے اور
بغیر اس کے خاردار شاخ پر ہاتھ ملنا ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے
کہ یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ صحابہؓ ہدایت کو اپنی طرف سے نہیں
لائے (یعنی از خود ہدایت یافتہ نہیں بنے) بلکہ سب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ قدسیہ کی تاثیر سے ہدایت یافتہ
بنے۔ جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے وَاِنَّکَ لَتَہْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ
مستقیم (اور بیشک آپ صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں)
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ مطہرہ کی تاثیر ان حضرات
میں (مختلف طریقوں سے ہوتی تھی) کبھی صرف امر و نہی کے ارشاد
فرما دینے سے۔ اور کبھی غضب اور دھمکی کی آمیزش سے۔ اور
کبھی صرف صحبت سے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تنبیہ
کرنا اور دھمکانا بھی مرتبۂ سعادت پر پہنچنے کے اسباب میں
سے ایک سبب ہے اور اس کو صحابہؓ کی مناقبِ عظیمہ میں سے ایک

میاید شمرد ولہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ
است اللّٰھم انی بشر ایما مسلم آذیتہ شتمتہ
ضربتہ فاجعلہ لہ رحمۃ او کما قال واگر نفس بعضے
از صحابہؓ بوجہے مخلوق شدہ باشد کہ بغیر تقریب
تخویف وتہدید باصل مقصد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مہتدی شود وبمرضی وے صلی اللہ علیہ وسلم
متمثل گردد آن از عنایات حق است کہ بطریق ندرت
بعضی را بآن برمیگزیند در تہذیب وتربیت حضرت
فاروقؓ چندین دفعہ عنف وتہدید از آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر شدہ است چنانکہ در قرأت
او نسخہ توریت را واقع شد وبنسبت حضرت صدیقؓ
ازین قسم معاملہا بسیار کم بظہور آمد واین نیز وجہے
از وجوہ افضلیت صدیق اکبر است واللہ اعلم
وازانجملہ آنست کہ در غزوۂ خیبر آثار جمیلہ
نصیب فاروق گشت بوجوہ بسیار یکی آنکہ اہل سیر
ذکر کردہ اند کہ درین غزوہ میمنہ لشکر مفوض
بحضرت فاروقؓ شد دیگر آنکہ ہر شبی تعہد
حراست لشکر بیکے از صحابہؓ مقرر می شد شبے
کہ نوبت حراست فاروق اعظمؓ بود یہودی
بر دست وے رضی اللہ عنہ افتاد وپیش آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اورا برد وآنحضرت
احوال خیبر از وے استفسار فرمود واین معنی
سبب فتح خیبر شد سوم آنکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم در حق شخصے فرمود رحم اللہ
فلانا فاروقؓ بحدس ذہن معاملۂ الٰہی

منقبت شمار کرنا چاہیئے اور اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اللّٰھم انی بشر الخ یعنی یا اللہ میں بشر ہوں جس مسلمان کو میں نے ایذا
دی ہو، برا کہا ہو، مارا ہو تو اس کو اس کے لئے رحمت بنا دیجئے او
کما قال اور اگر صحابہؓ میں سے کسی کا نفس ایسی صورت میں مخلوق
ہوا ہو کہ تخویف وتہدید کے استعمال کے بغیر ہی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے اصل مقصد پر فائز ہو جاتے اور آپؐ کی مرضی کے
مطابق متمثل ہو جاتے تو یہ حق تعالیٰ کی عنایات خاصہ میں سے ہے
کہ شاذونادر طور پر کسی کو اس سے نواز دیتے ہیں۔ حضرت فاروقؓ
کی تہذیب وتربیت میں کتنی ہی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے غصہ اور ناراضی کا ظہور ہوا جیسا کہ ان کے نسخۂ توریت کے
پڑھنے کے وقت ایسا وقوع میں آیا۔ اور بہ نسبت حضرت صدیقؓ
کے اس قسم کے معاملوں کا ظہور بہت کم ہوا۔ اور صدیق اکبر رضی
اللہ عنہ کی افضلیت کی وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے، واللہ اعلم۔
اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت فاروقؓ
کے حصہ میں جو مناقب آئے ان کی بہت سی وجوہ ہیں۔ ایک[1] یہ کہ
اہل سیر نے ذکر کیا ہے کہ اس غزوہ میں لشکر کا میمنہ حضرت فاروقؓ
کے سپرد کیا گیا تھا۔ دوسری[2] یہ کہ ہر رات میں لشکر کی نگہبانی کی
ذمہ داری صحابہؓ میں سے ایک کے لئے مقرر کی جاتی تھی جس رات
میں حضرت فاروقؓ کی نگہبانی کی باری تھی تو ایک یہودی آپؓ
کے قبضہ میں آگیا اور اس کو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں لے جا کر پیش کیا۔ آپؐ نے اس سے خیبر کے حالات
دریافت کئے اور اس معنے سے یہ گرفتاری فتح خیبر کا سبب ہو گئی۔
تیسری[3] یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے حق
میں فرمایا رحم اللہ فلانا (یعنی اللہ تعالیٰ رحمت کرے فلاں
شخص پر) فاروقؓ نے اپنی ذہنی قوت سے اس کے ساتھ اللہ کے

بآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در دعاء او شناخت وگفت وَجَبَتْ یارسولَ اللہ [ای الشہادۃ لہ ۱۲] قال ابن اسحٰق فحدّثنی محمد ابن ابراہیم التیمی عن ابی الہیثم بن نضرۃ الاسلمی ان اَبَاہ حدّثہ انّہ سمعَ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی مسیرہ الیٰ خیبر لعامر بن الاکوعؓ اَنْزِلْ یا ابنَ الاکوع فحدِّثْنَا من ہُنَیّاتِک قال فنزل یرتجزُ برسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ؎

واللہِ لولا اللہُ ما اہتدَیْنا
ولا تصدَّقْنا ولا صلَّیْنا
انّا اذا قومٌ بغَوْا علینا
وانْ ارادوا فِتنۃً اَبَیْنَا [امتنعنا ۱۲]
فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً علینا [ای طمانینۃ ورحمۃ ۱۲]
وثَبِّتِ الاقدامَ اِنْ لاقَیْنا [العدو ۱۲]

فقالَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرحمکَ ربک فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وَجَبَتْ واللہِ یارسول اللہ لو لا مَتَّعْتَنَا بہ [عامر ۱۲] فقُتِل یومَ خیبر شہیدًا چہارم [۱۲] آنکہ در بعضِ ایّامِ خیبر او امیر لشکر بود مجاہدہا فرمود ہرچند فتح بردست حضرت مرتضیٰ واقع شد و فضیلتِ وے رضی اللہ عنہ دریں واقعہ غالب [تر] برآمد علی مرتضیٰ گفت سارَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ خیبر فلمّا اَتَاہا بعثَ عُمَر وبعثَ النّاسَ الیٰ مدینتہم اوقصرہم فقاتَلُوہُم فلم یَلْبَثُوا ان ہَزَمُوا عمرؓ واَصحابَہ

معاملہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ دُعا، سے پہچان لیا اور کہاکہ واجب ہوگئی یارسول اللہ (یعنی شہادت اس شخص کے حق میں) ابنِ اسحٰق نے کہاکہ مجھ سے بیان کیا محمد بن ابراہیم تیمی نے وہ روایت کرتے ہیں ابوالہیثم بن نضرۃ الاسلمی سے کہ اُس نے بیان کیا کہ اُس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُناکہ آپ خیبر کی طرف سفر کے دَوران میں عامر بن الاکوعؓ سے فرمارہے تھے اُتر آ اے ابن الاکوعؓ! ہم کو کچھ اپنے اشعار سُنا۔ کہاکہ وہ رجزیہ اشعار کہتا ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اُترا۔ اُس نے کہا؎ واللہ لولا اللہ الخ یعنی خدا کی قسم اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے ؛ ہم ایسی قوم ہیں کہ جب کسی قوم نے ہمارے ساتھ سرکشی کی، اور اگر انھوں نے ہمارے ساتھ فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم نے مقابلہ کیا ؛ تو (یا اللہ) ہم پر اطمینان ورحمت نازل کردیجئے، اور ہم کو ثابت قدم رکھئے جب دشمن کا ہم سامنا کریں ؛ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ تجھ پر تیرا رب رحمت کرے۔ تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا واجب ہوگئی (یعنی شہادت) خدا کی قسم یارسول اللہ! ابھی اس سے ہمیں کچھ اور آپ منتفع ہونے دیتے۔ تو یہ (عامر بن الاکوعؓ) خیبر میں قتل ہوکر شہید ہوئے۔ چوتھی [۱۲] یہ کہ خیبر کے بعض ایام میں وہ امیر لشکر تھے آپ نے بڑی جانفشانی کی اگرچہ (آپ فتحمند نہ ہوسکے اور) فتح حضرت علی مرتضیٰؓ کے ہاتھ پر واقع ہوئی اور اس واقعہ میں علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت غالب رہی۔ علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیبر کو روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو عمرؓ کو بھیجا اور (ان کے ساتھ) لوگوں کو روانہ کیا اُن (یہودیوں) کے شہر یا قصر (شکِ راوی) کی طرف، تو زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ عمرؓ اور اُن کے اصحابؓ پسپا ہوکر لوٹ آئے ساتھی اُن پر بزدلی کا

فجاؤا یجبّنونہ و یجبّنہم اخرجہ الحاکم و این کلمۂ بلیغہ است از حضرت مرتضےٰ چون اینجا مقصود اقتحام (در آمدن بے باکانہ) در حرب بود ترک اقتحام را بلفظ جُبن تعبیر رفتہ و از انجملہ آنست کہ در غزوۂ فتح فضائل فاروق بچندین وجہ ظاہر گشت اوّل آنکہ چون حاطب بن ابی بلتعہ خبر توجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بجانب قریش نوشت و آن بر خلاف مصلحتِ آنحضرت ﷺ بود غیرتِ فاروق رض بجوشید و بتدبیر نبوی ﷺ آن غلبہ فرونشست قال عمر انہ قد خانَ اللہَ و رسولہ والمؤمنین فدعنی فلاضرب عنقہ فقالَ الیس من اہلِ بدرٍ لعل اللہ اطّلع علٰی اہلِ بدرٍ فقال اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنۃ او قد غفرت لکم فدمعت عینا عمر و قالَ اللہ و رسولہ اعلم اخرجہ البخاری دوم آنکہ چون ابوسفیان احکام صلح درخواست نمود حضرت فاروق رض بشدت ردّ سوالِ او فرمود و آن موافقِ مرضیِ حق افتاد

الزام لگا رہے تھے اور وہ ان پر عائد کر رہے تھے، اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور حضرت مرتضےٰ رض نے یہ ایک بلیغ کلام فرمایا ہے۔ چونکہ یہاں مقصود جنگ میں (اپنے نقصان کی پرواہ کئے بغیر) گھس جانا تھا تو اس کے ترک کو لفظ جُبن (نامردی) سے تعبیر کی۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ فتح میں (یعنی فتح مکہ کے سلسلہ میں) فاروق رض کے فضائل متعدد وجوہ سے ظاہر ہوئے۔ اوّل یہ کہ جب حاطب رض ابن ابی بلتعہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ کی طرف متوجہ ہونے کی خبر قریش کو لکھ دی اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مصلحت کے خلاف تھی حضرتِ فاروق رض کی غیرت جوش میں آگئی اور تدبیر نبوی ﷺ سے اُس کا غلبہ فرو ہوا۔ (اس حدیث میں مذکور ہے کہ) عمر رض نے کہا (جب حاطب بن ابی بلتعہ کا خط پڑھا گیا جو حضرت علی رض نے مکہ جانے والی ایک عورت کے پاس سے برآمد کیا تھا اور حاطب نے خط لکھنے کا اقرار کر لیا اور اس کی وجہ عرض کی جس کو آپ ﷺ نے قبول فرمایا) یقیناً اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور تمام مومنین کی خیانت کی اس لئے مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ اہلِ بدر میں سے نہیں ہے؟ (جن کی مغفرت فرما دی گئی ہے اور مغفرت بھی ایسی کہ) گویا اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر پر طلوع ہو کر فرما دیا ہے کہ تم اب جو چاہو کرو تمہارے لئے جنّت واجب ہو چکی ہے یا (یہ فرمایا) میں تمہاری مغفرت کر چکا۔ تو عمر رض کی دونوں آنکھوں میں آنسو آگئے اور انھوں نے کہا اللہ اور اُس کے رسول ﷺ ہی سب سے بہتر جاننے والے ہیں، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ دوّم یہ کہ جب ابوسفیان نے (دوبارہ) صلح کو محکم کرنے کی درخواست کی تو حضرت فاروق رض نے بہت سختی کے ساتھ اس کی درخواست کو رد کر دیا اور وہ مرضئ حق کے مطابق رہا۔

سوم آنکہ ابوسفیان چون قائدِ لشکر کفار بود و مسلمانان از دستِ وی چندین بار ایذا کشیدہ بودند فاروق رض را داعیہ قتلِ او و عدمِ قبول امانِ او مصمم شد و دران باب قیل و قال بمیان آمد تا آنکہ تربیتِ نبوی ص آن شورشِ او را فرونشاند قال ابن اسحٰق فی حدیث العباس وشفاعتہٖ لِاَبی سفیان مررتُ بنارِ عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ قال مَن ہٰذا و قامَ الیّ فلمّا رآے ابا سفیان علیٰ عجزِ الدّابۃ قال ابوسفیان عدوّ اللّٰہ الحمد لِلّٰہ الّذی اَمکن منکَ بغیر عقدٍ و لا عہدٍ ثم خرج یشتدّ (میدوید ۱۲) نحو رسولِ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم وَرَکَضتُ (دوانیدم ۱۲) البغلۃ فَسَبَقتُہ بما (ان قدر ۱۲) تسبق الدّابۃُ البطیئۃُ (رونده سست) الرّجلَ البطیَ قال فاقتحمتُ (بے تامل انداختم خود را ۱۲) عن البغلۃ فدخلتُ علیٰ رسولِ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم و دخلَ علیہ عُمر رضی اللّٰہ عنہ فقالَ یارسولَ اللّٰہِ ہٰذا ابو سفیان قد اَمکن اللّٰہ منہ بغیر عقدٍ و لا عہدٍ فَدَعنی فَاَضرب عنقَہ قال قلتُ یارسولَ اللّٰہ اِنّی قد آجرتُہ (پناه داده ام ۱۲) ثمّ جلستُ الیٰ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم فاَخذتُ برأسہ فقلتُ و اللّٰہِ لایناجیہ اللّیلۃ دُونی قال فلمّا اَکثَرَ عُمَر

سوم یہ کہ ابوسفیان چونکہ لشکر کفار کا سردار تھا اور مسلمان کئی مرتبہ اُس کے ہاتھ سے ایذائیں اُٹھا چکے تھے اس لئے فاروق رض کے دل میں اُس کے قتل اور اُس کے لئے امن نہ قبول کرنے کا داعیہ مصمم پیدا ہوا اور اس باب میں قیل و قال واقع ہوئی یہاں تک کہ تربیتِ نبوی ص نے اس شورش (یعنی جوش) کو دبایا۔

ابن اسحٰق نے بیان کیا حدیث عباس رض میں اور اُن کے ابوسفیان کی سفارش کرنے کے سلسلہ میں (عباس رض فرماتے ہیں کہ) میں عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی آگ سے گزرا تو انھوں نے کہا کہ یہ کون ہے اور اٹھ کر میری طرف آتے تو جب اُنھوں نے ابوسفیان کو میرے جانور کی پچھاڑی پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو کہا کہ ابوسفیان خدا کا دشمن، اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے قابو میں کر دیا بغیر اس کے کہ تجھ سے کوئی وعدہ ہو یا عہد ہو۔ پھر نکل کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگنے لگے اور میں نے بھی اپنا خچر دوڑا دیا تو میں اُن سے اتنا آگے نکل گیا جتنا سُست چلنے والا جانور سُست چلنے والے آدمی سے آگے ہوتا ہے۔ کہا کہ میں پہنچتے ہی فوراً خچر سے کود پڑا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور (جبھی) عمر رضی اللہ عنہ بھی آ پہنچے اور کہنے لگے یا رسول اللہؐ! یہ ابوسفیان ہے، اب اللہ تعالیٰ نے اس کو قابو میں کر دیا ہے بغیر کسی وعدے اور عہد کے۔ بس آپؐ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں۔ عباس رض کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! میں نے اس کو امن دیدیا ہے۔ پھر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اُس کا (یعنی ابوسفیان کا) سر پکڑا اور کہا کہ خدا کی قسم آج کی رات اس سے تنہائی میں میرے بغیر کوئی بات نہیں کرے گا۔ عباس رض نے کہا کہ جب عمر رض نے اُس کے بارے میں گفتگو

فی شانہٖ قال قلتُ مہلاً یا عمر فواللہِ لو
کانَ من رجال بنی عدی بن کعب ما
قلتَ ہٰذا ولکنک قد عرفتَ (قبیلۂ عمرؓ) انہ من رجالِ
بنی عبد منافٍ فقال مہلاً یا عباسُ فواللہِ
لَاِسلامُک یومَ اَسلمتَ کان احبَّ اِلیَّ
من اِسلام الخطّاب لو اَسلَمَ وازاں جملہ
آنست کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
فاروقؓ را بر صدقاتِ مدینہ عامل ساخت
فمنع العباسُ و خالدٌ و ابنُ جمیلٍ الحدیث
مذکورٌ بطولہٖ فی صحیح البخاری وعن عمرُ
انّی عَمِلتُ لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فاَعطانی عُمالَۃً فقلتُ اَعطِہ افقرَ الیہ
مِنّی الحدیث اخرجہ ابوداؤد وغیرہ وازاں
جملہ آنست کہ در غزوۂ حُنین فضائل عظیمہ
حاصل نمود اہلِ سِیَر نوشتہ اند کہ روزِ حُنین
رایتے از رایاتِ مہاجرین بفاروق دادند مانند
جماعت داری از جماعتداران الیوم وازاں
جملہ آنست کہ در طائف فضیلتِ نمایاں نصیبِ وے
رضی اللہ عنہ آمد بدو وجہ یکی آنکہ در قصۂ رؤیا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کہ قعبِ زبدرا خروسی منقار زدہ پراگندہ
ساخت وتعبیر صدیق کہ در حالتِ راہنہ فتح طائف
میسّر نخواہد شد در سیرتِ ابن اسحٰق مذکور است ثم
انّ خولۃ بنت حکیم بن امیّۃ وہی امرأۃ عثمٰن بن
مظعونٍ قالت یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
اَعطِنی اِن فتحَ اللہُ علیکَ الطائف

زیادہ بڑھادی تو میں نے کہا کہ اے عمرؓ! بس رہنے دو واللہ اگر یہ بنی
عدی بن کعب کے لوگوں میں سے ہوتا تو تم یہ گفتگو نہ کرتے لیکن تم
بخوبی جانتے ہو کہ یہ بنی عبد مناف کے لوگوں میں سے ہے۔ تو عمرؓ نے
کہا ٹھہرو اے عباسؓ (تم نے مجھے غلط سمجھا کہ میں خاندانی تعصب میں
مبتلا ہوں) خدا کی قسم جس دن تم اسلام لائے تھے تمہارا اسلام
قبول کرنا میرے لئے خطاب کے اسلام سے زیادہ خوشی کا باعث
ہوتا اگر وہ اسلام لاتے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فاروقؓ کو مدینہ کے صدقات پر عامل بنایا
تو منع کیا عباسؓ اور خالدؓ ابن جمیل نے، یہ حدیث تفصیل کے ساتھ
صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ اور عمرؓ سے مروی ہے (فرمایا) کہ میں
نے عمل کیا (یعنی عامل کی خدمت انجام دی) رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے لئے۔ پھر آپؐ نے مجھ کو معاوضہ خدمت عطا کرنا چاہا
تو میں نے عرض کیا کہ یہ اس کو دیدیجئے جو مجھ سے زیادہ اس کا
حاجتمند ہو، اس کو ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے
ایک یہ ہے کہ غزوۂ حنین میں فضائلِ عظیمہ حاصل کئے۔ اہلِ سِیَر
نے لکھا ہے کہ یومِ حُنین میں مہاجرین کے جھنڈوں میں سے ایک
جھنڈا فاروقؓ کو دیا گیا جیسا کہ کسی جماعت کے سربراہ کو آج کے
سرداروں کی مانند دیا جاتا ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ
طائف میں عمر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں نمایاں فضیلت دو وجہ سے
آئی ایک یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اُس خواب کے قصہ
میں کہ مکھن کی رکابی ہے ایک مرغ نے چونچ مار کر اس کو پراگندہ کردیا
اور حضرت صدیقؓ نے یہ تعبیر دی کہ موجودہ حالت میں طائف کی
فتح میسّر نہ ہوگی۔ سیرت ابنِ اسحٰق میں مذکور ہے کہ خولہؓ بنتِ حکیم
ابن اُمیہؓ نے جو عثمان بن مظعون کی بیوی تھی کہا کہ یا رسول اللہ
(صلے اللہ علیہ وسلم) اگر اللہ آپؐ کو طائف فتح کرادے تو بادیہ بنتِ

حُلِّی بادیۃ بنت غیلان او حُلِّی الفارِعۃ بنت عقیلٍ وکانت من اَحْلیٰ نساءِ ثقیفٍ وَذُکِرَ لیٰ انّ رسولَ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قال لہاوان کانَ لم یُؤْذَنْ فی ثقیف یاخولۃُ فخرجَتْ خولۃُ فذکرَتْ لعمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ فدخل عمرُ علےٰ رسولِ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم فقالَ یارسولَ اللّٰہ ماحدیثٌ حدَّثَتْہٗ خولۃُ زَعمتْ انک قُلتَہا قال قد قلتُہا قال اَوَما اُذِنَ فیہم یارسولَ اللّٰہ قال لا قال افلا اُوذِنُ بالرحیل قالَ بلےٰ قال فاَذَّنَ عمرُ بالرحیلِ۔ دوم آنکہ وقت قسمت غنائم در جِعِرّانہ ذُوالخُوَیصِرۃ حاضر شد و فاروق رضہ را داعیہ قتل او بخاطر آمد عن عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص قیل لہٗ ہل حضرتَ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم حینَ کلّمہ التمیمی یومَ حُنین قالَ نعم جاءہ رجلٌ من تمیم یُقال لہٗ ذُوالخُوَیصِرۃ فوقفَ علیہ وہو یُعطی الناسَ فقال یا محمّد قد رأیتُ ماصنعتَ فی ہٰذا الیوم فقالَ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم اَجَلْ فکیفَ رأیتَ قالَ لم اَرَکَ عَدَلْتَ قالَ فغضبَ النّبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم فقالَ ویحکَ اذا لم یکن العدلُ عندی فعندَ مَن یکون فقالَ عمرُبن الخطّاب یارسول اللّٰہ اَلَا

غیلان کے زیور یا فارعہ بنتِ عقیل کے زیور مجھے عطا کیجئے اور بنو ثقیف کی عورتوں میں یہ بہت زیور والی تھی اور مجھ سے ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے یہ فرمایا کہ اے خَوْلہ اور اگر ایسا ہو کہ ہم کو اجازت نہ دی گئی ثقیف پر (یعنی غلبہ نہ دیا گیا) تو خولہ نے آپؐ کے پاس سے نکل کر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا تو عمر رضہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور کہا کہ اس بات کی کیا حقیقت ہے جو خولہ نے بیان کی وہ یہ سمجھتی ہے کہ آپؐ نے اُس سے ایسا فرمایا ہے۔ فرمایا کہ میں نے اُس سے ایسا کہا ہے۔ عمر رضہ نے کہا کہ کیا یارسول اللہ صلعم اُن کے بارے میں اجازت نہیں دی گئی؟ فرمایا کہ نہیں عرض کیا کہ تو پھر میں کوچ کرنے کا اعلان نہ کردوں؟ فرمایا کہ ہاں کردو۔ تو عمر رضہ نے کوچ کا اعلان کردیا۔ دُوسری یہ کہ جِعِرّانہ میں غنیمتوں کی تقسیم کے وقت ذوالخُوَیصِرہ حاضر ہوا تو فاروق رضہ کے دل میں اُس کے قتل کا داعیہ پیدا ہوا۔ مَروی ہے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہ اُن سے کہا گیا کہ کیا آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت موجود تھے جب آپؐ سے یوم حُنین میں تمیمی نے گفتگو کی تھی؟ کہا کہ ہاں آپؐ کے پاس تمیم میں کا ایک شخص آیا تھا جس کو ذُوالخُوَیصِرہ کہا جاتا تھا۔ وہ آپؐ کے پاس کھڑا ہوا جب آپؐ لوگوں کو دے رہے تھے پھر بولا کہ اے محمدؐ! میں نے دیکھ لیا ہے جو کچھ آپؐ نے آج کے دن کیا ہے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں تو پھر تو نے کیا دیکھا؟ بولا کہ میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ عدل کرتے ہوں۔ کہا کہ اس سے غصہ میں آگئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور فرمایا کہ افسوس ہے تجھ پر جب کہ عدل میرے پاس بھی نہ ہوگا تو پھر کس کے پاس ہوگا۔ پھر عمر رضہ بن الخطاب نے کہا یارسول اللہ صلعم کیا ہم اس کو

نَقتُلُہٗ قال لا دَعُوہ فانہ ستکون لہ شیعۃٌ یتعمّقُون فی الدّین حتّیٰ یخرجُوا منہُ کما یخرجُ السھم من الرمیۃ یَنظُر فی النَّصلِ فلا یُوجد شَیٌٔ ثم فی القِدحِ فلا یوجد شیٌٔ ثم فی الفُوقِ فلا یُوجَد شیٌٔ سبق الفرث والدمَ اخرجہ ابن اسحٰق سوم آنکہ استیذان نمودہ از آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ انّی نَذرتُ فی الجاہلیۃ اَن اَعتکِفَ لیلۃً فی المسجد الحرام فقال لہ النّبی صلّے اللہ علیہ وسلم اَوْفِ بنذرِکَ اخرجہ البخاری وفی بعضِ الروایات یا اُخی اَشرِکنا فی دعائِک او لا تُنسِنا فی دُعائِکَ و این تشریفے بود در حق حضرت فاروق رضے اللہ عنہ وازانجملہ آنست کہ در غزوۂ تبوک نصفِ مال خود انفاق نمود وازانجملہ آنست کہ در حجّۃ الوداع حاضر بود و آن ہمہ مواعظ استماع نمود و جمیع آن مشاہد متبرکہ را ادراک فرمود وازانجملہ آنست کہ بسیارے از فضائل شریک صدیق اکبر رضؓ بود وسہیم او در مشاورت

قتل نہ کر دیں۔ فرمایا نہیں چھوڑ دو اس کو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی پیروی کرنے والی ایک جماعت ہو گی جو دین میں عیب جوئی کرے گی یہاں تک کہ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح (زوردار) تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ ایک شخص اس تیر کی نوک کو دیکھتا ہے تو کوئی چیز (لگی ہوئی) نہ ملے گی پھر اس کے قدح[عہ] (سیدھے حصہ) کو دیکھا جائے گا تو کوئی شے نہ ملے گی۔ پھر سوفار (تیر کے اوپر کا حصہ جو چلّہ پر رکھا جاتا ہے) کو دیکھے گا تو وہاں کچھ نہ ملیگا۔ وہ تیزی کے ساتھ گوبر اور خون میں سے نکل گیا[عہ]، اس کو روایت کیا ابن اسحٰق نے۔ تیسری یہ کہ آپؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ میں نے جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجدِ حرام میں معتکف رہوں گا۔ تو اُن سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرو، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ (آپ نے یہ بھی فرمایا کہ) میرے بھائی ہم کو اپنی دعاء میں شریک رکھنا یا (یہ فرمایا) کہ ہم کو اپنی دُعاء میں بھلا نہ دینا۔ اور یہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں بڑی عزّت افزائی تھی۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ تبوک میں آپ نے اپنا نصف مال خرچ کر دیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ فاروق رضی اللہ عنہ حجّۃ الوداع میں حاضر تھے اور آپ نے وہاں کے تمام مواعظ کو خوب سُنا اور متبرک مقامات میں حاضری کو بخوبی سمجھا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بہت سے فضائل میں آپ صدیق اکبرؓ کے شریک تھے اور مشاورت میں آپ حصہ دار رہے (یعنی رسول اللہ

عہ نہایہ میں ہے کہ تیر کو کاٹتے ہی قِطعؔ کہتے ہیں۔ پھر تراش کر چھیل کر صاف کریں تو بَرِیؔ کہتے ہیں پھر سیدھا کریں تو قِدحؔ کہتے ہیں پھر پَر اور پیکان لگائیں تو سَہمؔ کہتے ہیں ۱۲ لغات الحدیث۔ یہ حدیث شرح و بسط کے ساتھ مقصد اول جلد ثانی میں گزر چکی ہے۔ عہ اسی طرح یہ لوگ اسلام میں داخل ہو کر فوراً ہی نکل جائیں گے۔ اس طرح کہ اسلام کا معمولی سا اثر بھی ان لوگوں میں باقی نہ رہے گا ۱۲

و در تعبیر بلفظِ صالح المؤمنین نزدیکِ نزول
آیۃ تحریم و در ثباتِ روز جمعہ وقت انفضاض من تفرّق
قوم و این ہمہ مباحث را در مآثرِ حضرت
صدیق رض بیان کردیم و از انجملہ آنست کہ
بعد انتقالِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ساعی ترینِ مردم بود برائے خلافتِ صدیق رض
و ناصح ترینِ مردم در حق او و این معنی
را بالا نوشتیم و از انجملہ آنست کہ در
خلافتِ صدیقِ اکبر رض نائب مطلق خلیفہ
و وزیر و مشیرِ او در مہمات و قاضی
مدینہ او بود عن ابراہیم النخعی قالَ
اوّلُ مَن وَلّٰی ابو بکرٍ شیئًا من اُمورِ
المسلمین عُمر بن الخطاب وَلّاہُ القضاء
فکان اوّل قاضٍ فی الاسلام و قال
اقضِ بینَ النّاسِ فانّی فی شُغُلٍ اخرجہ
ابو عُمر و از انجملہ آنست کہ صدیقِ اکبر رض
در آخر ایّام خود فاروق رض را ولیعہدِ
خود ساخت و اورا از افضلِ امّت
خواند چنانکہ گزشت و مآخذِ قولِ او حدیثِ
آنحضرت بود صلی اللہ علیہ وسلم
عن جابر بن عبد اللہ قال قال عُمر
لابی بکر یا خیر النّاس بعدَ رسولِ اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقالَ
ابو بکر اَمَا انّک اِن قلتَ ذاک فلقد سمعتُ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم مشوروں میں ابو بکر رض کے ساتھ عمر رض کو بھی شریک
رکھتے تھے) اور سورۃ تحریم کی آیت کے نزول میں لفظ صالح المؤمنین
کی تعبیر میں (بھی آپ ابو بکر رض کے ساتھ شریک ہیں) اور جمعہ کے
دن (خطبہ کے وقت) جب قوم متفرّق ہوگئی (جس کا بیان سورۃ
جمعہ میں ہے) آپ کا موجود رہنا اور ان تمام مباحث کو ہم حضرت
صدیق رض کے مناقب میں بیان کر چکے ہیں۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت صدّیقِ
اکبر رض کی خلافت کے لئے آپ سب سے زیادہ سرگرم سعی رہے اور اُن
کے حق میں تمام لوگوں سے زیادہ خیر خواہ رہے اور اس حقیقت کو
ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ صدّیقِ
اکبر رض کی خلافت میں خلیفہ کے نائب مطلق اور مہمات میں اُن کے
وزیر و مشیر اور مدینہ کے قاضی وہی تھے۔ مروی ہے ابراہیم نخعی
سے اُنھوں نے کہا کہ سب سے پہلے جس شخص کو مسلمانوں کے کچھ
امور پر ابو بکر رض نے متولّی بنایا وہ عمر رض بن الخطاب تھے۔ ان کو عہدۂ
قضا سپرد کیا تو وہ اسلام کے سب سے پہلے قاضی ہوتے اور
ابو بکر رض نے اُن سے فرمایا کہ لوگوں کے درمیان فیصلے آپ کیا کیجئے
کیونکہ میں دوسرے شغل میں ہوں، اس کو ابو عمر نے روایت کیا۔
اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ صدّیقِ اکبر رض نے اپنے آخری ایام
میں فاروق رض کو اپنا ولی عہد بنایا اور ان کو افضلِ اُمّت فرمایا
جیسا کہ گزر چکا اور اُن کے قول کا ماخذ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی حدیث تھی۔ مروی ہے جابر بن عبد اللہ سے اُنھوں
نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) عمر رض نے ابو بکر رض کو اس طرح خطاب
کیا "اے سب لوگوں سے بہتر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے" تو ابو بکر رض نے کہا کہ اب تم نے یہ کہدیا (تو مجھ سے بھی
سُن لو کہ) واللہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا

یقولُ ما طلعتِ الشمسُ علےٰ رجلٍ خیرٍ من عمر
اخرجہ الترمذی و معنی این کلام آنست کہ
فاروق رض افضل امّت باشد ور زمانے از آزمنہ
این قضیہ را مطلقہ عامہ می باید شمرد لہٰذا
فاروق رض صدیق رض را افضل می گفت وصدیق رض
این معنی را از وی مسلم میگذاشت وحضرت
صدیق رض فاروقِ اعظم رض را اقوی وخیر الناس
می گفت واو نیز این معنی را از وی مسلّم
میداشت این است شرح اعانتہا۔ فاروق
بہ نسبت جناب نبوّت ونسبتِ خلیفہ پیغامبر
باز چون نوبت خلافتِ او رسید سیاستے
از وے ظاہر شد کہ ہیچ خلیفہ را میسّر نہ
نیامد نہ پیش از وے نہ بعد از وے فی
الاستیعاب وُلّی الخلافۃ بعد ابی بکر بُویع لہ
بہا یوم مات ابو بکر باستخلافہ سنۃ ثلث
عشرۃ فسار باحسن سیرۃٍ وانزل نفسہ من
مال اللہ بمنزلۃ رجلٍ من الناس وفتح اللہ لہ
الفتوحَ بالشام والعراقِ ومصر ودوّنَ
الدواوین فی العطاء ورتّب الناس فیہ
علےٰ سوابقھم وکان لا یخاف فی
اللہِ لومۃَ لائم وھو الذی نوّرَ شھر
الصوم بصلوٰۃِ الاشفاع فیہ و
اَرّخ التاریخ من الھجرۃ الذی
بایدے الناس الی الیوم وھو
اوّل من سُمّی بامیر المؤمنین

آپ فرماتے تھے کہ سورج طلوع نہیں ہوا کسی ایسے شخص پر جو
عمر رض سے بہتر ہو، اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اور اس کلام کے
معنے یہ ہیں کہ زمانوں میں سے ایک زمانہ میں فاروق رض افضلِ
اُمت ہو گا۔ اس قضیہ کو مطلقہ عامہ سمجھنا چاہیئے۔ لہٰذا فاروق رض
صدیق رض کو افضلِ اُمت کہتے تھے اور صدیق رض اس معنے کو ان
کے لئے تسلیم شدہ قرار دیتے تھے اور حضرت صدیق رض فاروق
اعظم رض کو اقوای (بڑا طاقتور) اور خیر الناس (سب سے بہتر)
کہتے تھے۔ اور وہ بھی اس معنے کو اُن کے حق میں تسلیم شدہ
قرار دیتے تھے۔ یہ ہے اُن اعانتوں کی شرح جو فاروق رضی اللہ
عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ پیغمبر کی کرتے رہے
پھر جب خود اُن کی خلافت کی نوبت آئی تو اُن سے ایسی سیاست
کا ظہور ہوا کہ کسی خلیفہ کو میسّر نہ ہوئی نہ اُن سے پہلے اور
نہ اُن کے بعد۔ استیعاب میں ہے کہ ابو بکر رض کے بعد عمر رض خلیفہ بنائے
گئے۔ جس دن ابو بکر رض کا انتقال ہوا ۱۳ھ اُسی دن خلافت
کی بیعت کی گئی تو وہ بہت اعلیٰ سیرت پر چلے اور وہ اپنی ذات
کو اللہ کے مال کے سلسلہ میں ایک عام آدمی کے مرتبہ میں اتارے
ہوئے تھے اور اللہ نے ان کو شام اور عراق اور مصر میں بہت
فتوحات عطا فرمائیں اور عطیات کے لئے آپ نے رجسٹر بنوائے
اور ان میں لوگوں کے ناموں کی ترتیب اُن کی سابقہ اعمال و
خدمات کے لحاظ سے قائم کی اور وہ اللہ کے (احکام کے)
بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں
کرتے تھے اور وہی ہیں جنھوں نے ماہِ صیام (یعنی رمضان)
کو نماز تراویح سے منوّر بنا دیا اور ہجرت کے حساب سے
تاریخ کو قائم کیا جس پر آج تک سب لوگ عمل پیرا ہیں۔ اور
وہ پہلے شخص ہیں جن کو امیر المؤمنین کے خطاب سے موسوم کیا گیا۔

و ہو اول من اتخذ الدِّرَّۃَ وکان نقش
خاتمہ کفیٰ بالموت واعظًا یا عمر درین
مقام حکایتے چند از قیام او بامر جہاد
و ظہورِ کثرتِ فتوح و وفورِ غنائم در
ایام او ایراد کنیم سال سیزدہم از ہجرت
فاروقِ اعظم رض چند روز متصل خطبہ
می خواند و تحریض مے فرمود مردمان را
بر جہادِ عجم والیشان بملاحظہ کثرت عَدَد
و عُدَدِ آن جمع تقاعدی نمودند زیرا کہ
پادشاہی آنہا از زمانِ دراز در فارس
و رُوم محکم شدہ بود و افواج بسیار
و خزائنِ بیشمار ذخیرہ داشتند کہ عرب را ہیچ گاہ
مانند آن امکان نبود ازینجہت خدای عزّ وجلّ
فرمود سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِی بَاْسٍ شَدِیْدٍ
اول کسیکہ داعیہ جہاد در خاطر او افتاد ابو عُبَیدہ ثقفی
بود از کبار تابعین بعد از انجماعہ بعد جماعہ برای
حرب مہیا شدن گرفتند از انجملہ سلیط بن قیس کہ از حضّار
مشہدِ بدر بود و حضرتِ فاروق رض قدر اولیت ابو
عُبَیدہ در قبول داعیہ الٰہیہ بشناخت و او را
بر جیشِ مسلمین امیر گردانید ہر چند در
میانِ ایشان اصحابِ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم بودند
لکن مبالغہ فرمود کہ در قضایا و
سوانح امور باصحاب جنابِ رسالت
مشاورت کند و ایشان را شریک خود

اور وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے دِرّہ پکڑا۔ اور اُن کی مُہر کا نقش
یہ تھا کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا یَا عُمَرُ (اے عمر بحیثیتِ واعظ موت
کافی ہے) اس موقع پر اُن کے امرِ جہاد کے قیام اور کثرتِ فتوحات
کے ظہور اور اُن کے زمانہ میں مالِ غنیمت بکثرت آنے کے بارے
میں درج کرتے ہیں۔ ہجرت کے تیرھویں سال میں فاروقِ اعظم رض
چند روز مسلسل خطبہ دیتے رہے جس میں لوگوں کو جہادِ عجم
کے لئے ترغیب دیتے تھے اور لوگ ان کے پاس سامانِ جنگ
کی فراوانی اور ان کی عددی کثرت کی وجہ سے مذبذب ہو رہے
تھے کیونکہ اُن کی بادشاہی زمانہ دراز سے فارس و روم میں
محکم شدہ تھی اور اُن کے پاس بہت سی افواج اور بے شمار خزانوں
کے ذخیرے موجود تھے کہ اُن کی سطح پر آنے کا عرب کے لئے امکان
نہیں تھا، اسی جہت سے اللہ عزّ وجل نے فرمایا سَتُدْعَوْنَ
الخ (۴۸: ۱۶) عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی
طرف بُلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے الخ سب
سے پہلے جس شخص کے دل میں جہاد کا داعیہ پیدا ہوا وہ ابو عُبَیدہ
ثقفی تھے جو کبارِ تابعین میں سے تھے اس کے بعد ایک جماعت
کے بعد دوسری جماعت جنگ کے لئے تیار ہونے لگی۔ ان میں سے
سلیط بن قیس تھے جو کہ جنگِ بدر کے حاضرین میں سے تھے اور
حضرت فاروق رض نے ابو عبیدہ کی داعیہ الٰہیہ (یعنی عجم پر جہاد)
کو سب سے پہلے قبول کرنے میں اولیت کی قدر شناسی کی اور
اُن کو مسلمانوں کے لشکر پر امیر بنایا۔ اگرچہ اُن کے درمیان آں
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رض موجود تھے۔ لیکن آپ
نے (ابو عبیدہ کو) مبالغہ (کے ساتھ حکم) فرمایا کہ قضایا کے
فیصلوں اور پیش آنے والے امور میں اصحابِ جنابِ رسالت
مآب صلے اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کرتے رہیں اور اُن کو اپنا شریک

دانند فرمود ہیچ چیز مرا از تامیر سلیط مانع نشد الا
تعجیل و مسارعت او در حرب و خوفِ ہلاکِ مردم
بسبب تہوار او بالجملہ مثنیٰ بن حارثہ شیبانی
و ابو عبیدہ ثقفی با ہمراہیان خویش متوجہ عراق
گشتند و ازاں طرف رستم فرخ زاد و جابان را
بالشکرے جرار بمقابلہ فرستاد و بعد تلاقی فئتین
جنگے عظیم در پیوست آخر کار کفار ہزیمت یافتند
و غنیمت بے حساب بدست اہلِ اسلام آمد ہنوز
تقسیم غنائم نہ شدہ بود کہ نرسی سپہ سالار
عجم کہ خالہ زادہ کسرے بود با لشکرے عظیم
بسوئے ایشان متوجہ شد و رستم سردارے دیگر
جالیوس نام را با فوج کثیرے بکمکِ او تعین نمود
ابو عُبیدہ پیش ازانکہ اجتماعِ ہر دو فریق شود
بہ نرسی رسید و وی را منہزم گردانید و بر مال
خطیر دست یافت انگاہ بے توقف بجانب
جالیوس متوجہ شد و او را نیز ہزیمت داد و از
وی نیز غنائم فراوان در تصرف آورد و بعد ازان
ابو عُبیدہ ازان ہمہ غنائم و سبایا خمس را جدا
کردہ بدار الخلافت فرستاد و باقی را بر غزاۃ قسمت
نمود چون خبر ہزیمت افواج بملکِ فارس
رسید انفعالِ عظیم بخاطرش راہ
یافت و بہمن جادو را برائے
تدارک با سی ہزار مرد و
سی فیل فرستاد و ازان جملہ
فیلِ ابیض کہ از وقتِ پرویز

سمجھیں۔ آپ نے فرمایا سلیط کو امیر بنانے میں مجھے کوئی بات مانع
نہیں ہوئی بجز اس کے کہ زیادہ دلیر ہونے کی وجہ سے وہ جنگ
میں عجلت و سرعت کے خوگر ہیں جس میں لوگوں کے ہلاک ہونیکا
اندیشہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مثنیٰ بن حارثہ شیبانی اور ابو عبیدؓ ثقفی
اپنے ساتھیوں کو لے کر عراق کی جانب متوجہ ہو گئے، اور اُس طرف
سے (شاہ فارس نے) رستم فرخ زاد اور جابان کو ایک جرار
لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لئے بھیجا، ہر دو فریق کے مل جانے
کے بعد ایک جنگِ عظیم شروع ہو گئی، انجام کار کفار کو شکست
ہوتی اور اہلِ اسلام کے ہاتھوں میں بے حساب مالِ غنیمت
آیا۔ ابھی تک اموالِ غنیمت کی تقسیم نہ ہونے پائی تھی کہ عجم کا
سپہ سالار نرسی جو کسریٰ کی خالہ کا بیٹا تھا ایک زبردست
لشکر کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہو گیا، اور رستم نے ایک دوسرے
سردار کو جس کا نام جالیوس تھا ایک کثیر فوج کے ساتھ اُس
کی کمک کے لئے متعین کیا۔ ابو عبیدہؓ قبل اس کے کہ دونوں
(نرسی اور جالیوس) کی افواج مجتمع ہوں، نرسی پر جا پہنچے
اور اُس کو ہزیمت دیدی اور بہت سے مال پر قابض ہو گئے۔
اس کے بعد بے توقف جالیوس کی جانب متوجہ ہو گئے اور
حملہ کر کے اُس کو بھی شکست دیدی اور وہاں سے غنیمت
میں اموالِ فراواں تصرف میں لائے اس کے بعد ابو عبیدؓ نے
ان تمام غنیمتوں اور اسیروں میں سے پانچواں حصہ نکال کر
دار الخلافہ بھیجا اور باقی کو غازیوں پر تقسیم کر دیا۔ جب افواج
کی ہزیمت کی خبر ملک فارس میں پہنچی تو اُن کے دلوں میں
بہت غیرت و شرمندگی پیدا ہوئی اور تدارک کے لئے (شاہ فارس
نے) بہمن جادو کو تیس ہزار جوانوں اور تیس ہاتھیوں کے
ساتھ بھیجا، اُن میں ایک سفید ہاتھی بھی تھا جس کو پرویز کے

اورا مبارک می شمردند و در ہیچ معرکہ نے بود
الا کہ اہل آن معرکہ فیروز می شدند با درفش کاویانی
کہ از زمانِ فریدون در خزائنِ عجم ذخیرہ بود و
آن را رایتِ فتح و آیتِ نصرت می پنداشتند
ہمراہ کرد رستم نیز فوجی عظیم ہمراہ او داد ابو عبیدؓ
این مرتبہ کار فرمای تہور شدہ از پلِ فرات
گزشتہ بمحاربہ درپیوست اولاً تزلزلے در
میانِ مسلمین افتاد جاہلے از اہلِ اسلام پل
را برہم زد تا راہ گریز نداشتہ باشند ابو عبیدؓ
با جمعے سپاہ از اسپان فرود آمدہ شمشیرہا
کشیدہ خراطیم فیلان را قطع نمودند و ابو عبیدؓ
بر فیلِ ابیض رسید و خرطومِ او را برید و وقت
معاودت بلشکرِ خود پایش بلغزید و بیفتاد و
درین حالت فیلِ ابیض او را زیر پا در آورد و شہید
ساخت و بعد از وی ہفت کس از جوانمردان لوائے
او برمیگرفتند و بدرجۂ شہادت میرسیدند تا آنکہ آخر کار
آن لوا را مثنیٰ بن حارثہ برداشت و بصرفہ و حکمت
بجنگ مباشرت نمود انجام کار کفار از حرب متقاعد شدند
و مسلمانان فرصتِ غنیمت یافتہ بر سرِ پل آمدند
و کیف ما اتفق پل شکستہ را درست ساختہ عبور
نمودند درین مقتلہ چہار ہزار کس شہید شدند
حضرتِ فاروقؓ ازین ماجرا بغایت محزون
گشت و بسبب انکسار مسلمین نزدیک
بود کہ قاعدۂ جہاد برہم خورد عنایتِ الٰہی
ناگہان دررسید و در فوج رستم

زمانہ سے مبارک سمجھا جاتا تھا اور وہ جس معرکہ میں بھی بھیجا گیا تھا
اُس میں لوگوں کو فتح ہوتی رہی ہے۔ اور درفش کاویانی کو بھی
جو کہ فریدوں کے زمانہ سے عجم کے خزانوں میں محفوظ تھا اور
اُس کو ان لوگوں نے فتح کی نشانی اور نصرتِ (غیبی) کی علامت
قرار دے رکھا تھا ساتھ کر دیا۔ رستم نے بھی ایک بہت بڑی
فوج اُس کے ہمراہ کر دی۔ اس مرتبہ ابو عبیدہؓ دلیری کے ساتھ
فرات کے پُل کو عبور کر کے جنگ میں مشغول ہو گئے۔ اولاً مسلمانوں
میں ایک تزلزل واقع ہوا۔ اہلِ اسلام میں سے کسی جاہل نے
پُل کو توڑ دیا کہ گریز کی راہ باقی نہ رہے۔ ابو عبیدہؓ نے فوج کی
ایک ٹکڑی کے ساتھ گھوڑوں سے اُتر کر تلواریں کھینچ لیں اور
ہاتھیوں کی سونڈوں کو کاٹنا شروع کر دیا۔ اور ابو عبیدہؓ سفید
ہاتھی کے مقابلہ پر پہنچے اور اُنھوں نے اُس کی سونڈ کو کاٹ
دیا، جب اپنے لشکر کی طرف لوٹنے لگے تو ان کا پاؤں پھسلا اور
وہ گر پڑے۔ اس حالت میں سفید ہاتھی نے حملہ کر کے اُن کو اپنے
پاؤں سے مَسل کر شہید کر دیا۔ اُن کے بعد جوانمردوں میں سے
سات آدمی یکے بعد دیگرے اُن کے جھنڈے کو سنبھالتے اور
درجۂ شہادت پر پہنچتے رہے، یہاں تک کہ آخر کار وہ جھنڈا
مثنیٰ ابن حارثہؓ نے اُٹھایا اور بڑی ہمت اور حکمت کے ساتھ جنگ
میں مصروف ہو گئے، انجام کار کفار جنگ میں (پیش قدمی سے)
ڈھیلے پڑے اور مسلمان یہ موقع غنیمت جان کر پُل پر آگئے
اور کسی نہ طرح اُس ٹوٹے ہوئے پُل کو درست کر کے اُس سے عبور
کر گئے۔ اس قتال میں چار ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ حضرت
فاروقؓ اس واقعہ سے بہت غمگین ہوئے، اور مسلمانوں کے
حوصلے ٹوٹ جانے سے قریب تھا کہ اُس اُٹھنے والے جہاد میں
برہمی ہو جاتے کہ اچانک رحمتِ خداوندی آپہنچی اور رستم کی فوج میں

اختلافی افتاد دو فریق گشتند و حدّتِ ایشان کلیل گشت چندروز بر حرب جرأت نیارستند سالِ چہاردہم بقولِ اکثر اہلِ تاریخ فتحِ دمشق دست داد و بقولِ جمعے دیگر این واقعہ در سالِ سیزدہم بود نزدیک بوفاتِ حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ بالجملہ ہرقل ماہان نام سردارے را باگران لشکری بمددِ اہلِ دمشق فرستاد و کفّار در ہر ناحیہ متحصّن بحصون گشتہ باعدادِ آلاتِ حرب مشغول شدند و ابوعُبیدہ بن الجراح صورتِ حال را بعرض حضرتِ فاروق رسانید حضرت فاروق رض برائے او مکتوبے نوشت متضمن آنکہ اوّلاً عنانِ عزیمت بجانبِ دمشق معطوف سازد و در ہر ناحیہ فوجے از مسلمانان فرستد تا اہلِ آن ناحیہ را مشغول دارند و توغّل در حرب ہیچ کدام نکنند تا آنکہ دمشق مفتوح شود ازان طرف ماہان بالشکرِ خود از دمشق برآمدہ بآراستگیِ صفوف مشغول شد ازین طرف ابوعبیدہ رض بمقابلہ آنہا دادِ قتال بداد بعد تردّدِ عظیم شکست بر لشکرِ کفّار افتاد جمعے جانبِ ہرقل گریختند و طائفہ بشہرِ دمشق متحصّن شدند باز ابوعبیدہ رض و خالد رض بمحاصرۂ دمشق اہتمام کلّی بکار بردند و این محاصرہ مدّتِ دراز کشید اتفاقاً بطریقے از بطارقہ دمشق را درہمین ایّام فرزندے متولّد شد ازین سبب بترتیب جشنے

ایک اختلاف واقع ہوگیا اور وہ دو فریق ہوگئے اور اُن کی تیزی کُند ہوگئی اس لئے وہ چندروز تک جنگ کی جرأت نہ کرسکے۔ بقولِ اکثر اہل تاریخ کے چودھویں سال میں دمشق کی فتح حاصل ہوئی اور بقولِ دیگر مؤرخین کی ایک جماعت کے یہ واقعہ تیرھویں سال میں پیش آیا تھا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے قریب۔ الغرض ہرقل نے ایک سردار کو جس کا نام ماہان تھا ایک بھاری لشکر کے ساتھ اہلِ دمشق کی مدد کے لئے بھیجا اور کُفّار ہر علاقہ میں قلعوں میں محفوظ ہوکر آلاتِ حرب کی تیاری میں مشغول ہوگئے اور ابو عبیدہ رض بن الجراح نے اس صورتِ حال کو حضرت فاروق رض کی خدمت میں پہنچایا۔ حضرت فاروق رض نے اُن کو ایک مکتوب تحریر فرمایا جو ان احکام پر مشتمل تھا۔ اوّلاً یہ کہ آپ کو دمشق کی طرف روانہ ہوجانا چاہیئے اور ہر علاقہ میں مسلمانوں کی ایک فوج بھیجدیں تاکہ وہ ان علاقہ والوں کو (گاہے گاہے حملے کرکے) مشغول رکھیں اور ان میں سے کسی علاقہ پر لڑائی میں زیادہ زور نہ ڈالیں یہاں تک کہ دمشق فتح ہوجائے۔ اُس طرف سے ماہان اپنے لشکر کے ساتھ دمشق سے نکل کر صفوں کی درستی میں مشغول ہوا اور اس طرف سے ابوعُبیدہ رض نے اُن کے مقابلہ پر دادِ شجاعت دی گھمسان کی جنگ کے بعد کفّار کے لشکر پر شکست پڑی ان کی ایک جماعت ہرقل کی طرف بھاگی اور ایک جماعت شہر دمشق میں قلعہ بند ہوگئی، اس کے بعد ابو عُبَیدہ رض اور خالد رض نے دمشق کے محاصرہ کا پورا اہتمام کیا اور اس محاصرہ پر مدّتِ دراز گزرگئی۔ اتفاقاً دمشق کے بطریقوں (یعنی سرداروں) میں سے ایک سردار کے گھر میں ان ہی دنوں میں ایک لڑکا پیدا ہوگیا اس سبب سے وہ ایک جشن مرتب

مشغول شدند و افراط در لہو و لعب ایشان را از محافظتِ سُور غافل نمود دلیرانِ اسلام فرصت را غنیمت شمردہ سلالیم و اوہاق کہ برائی مثل ہمین روز آمادہ ساختہ بودند استادہ نمودہ تکبیر گویان بر بلندی سور بر آمدہ بوابان را بزخم سیوف بدوزخ رسانیدہ دروازہ را کشادند و جنگے عظیم بظہور پیوست از جانب خالد رض عنوۃً و از جانب ابو عبیدہ رض صلحاً فتحِ دمشق متحقق گشت و در ہمین سال جریر بن عبداللہ بجلی از جانبِ یمن بملازمتِ فاروق رسید حضرت فاروق چہار ہزار مرد از بجیلہ و کِندہ و دیگر قبائل مرتّب ساختہ جریر را امیرِ آن لشکر فرمود و بجانبِ عراق بمددِ مثنیٰ روان نمود جریر و قومِ او از انکہ تحت رایت مثنیٰ در آیند استنکاف ورزیدند حضرت فاروق رض برائی تالیفِ قلوب ایشان ربعِ خمس ہر غنیمتے کہ باہتمامِ ایشان حاصل شود زیادہ بر سہمِ غنیمت بایشان تنفیل فرمود و برائی مثنیٰ نامہ نوشت کہ شرائطِ توقیر و تبجیلِ جریر را مرعی دار دزیراکہ شرفِ صحبتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دریافتہ است سردارانِ عجم چون این خبر شنیدند فوجِ کثیر فراہم آوردہ مہران ہمدانی را بامارتِ آنہا منصوب ساختہ برائے مقابلۂ مثنیٰ و جریر نامزد گردانیدند ایشان این ماجرا بعرضِ حضرتِ فاروق رض رسانیدند وے رضی اللہ عنہ از ہر قبیلہ جمعے را برائے مددِ مثنیٰ معین فرمود و حکم کرد کہ مستعجلاً کارسازی نمودہ

کرنے میں مشغول ہوئے اور لہو و لعب میں منہمک ہو کر دیوارِ شہر پناہ کی حفاظت سے غافل ہو گئے۔ اسلام کے بہادروں نے اس فرصت کو غنیمت سمجھا اور سیڑھیاں اور کمندیں جو انھوں نے اسی دن کے لئے تیار کر رکھی تھیں کھڑی کر کے تکبیر کہتے ہوئے دیوار کی فصیل پر چڑھ گئے (اور نیچے اُتر کر) دربانوں کو تلوار کی دھار پر رکھ کر جہنم رسید کیا اور دروازۂ شہر کھول دیا اور ایک جنگِ عظیم واقع ہوئی۔ خالد رض کی طرف کا شہر کا حصہ جنگ سے مغلوب ہوا اور ابو عبیدہ رض کی جانب کا حصہ صلح سے، اس طرح سے شہر دمشق فتح ہو گیا۔ اسی سال میں جریر رض بن عبداللہ بجلی یمن کی جانب سے حضرت فاروق رض کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت فاروق رض نے چار ہزار مردوں کا لشکر قبیلۂ بجیلہ و کندہ اور دیگر قبائل کا مرتب کر کے جریر کو اُس لشکر کا امیر بنا کر عراق کی جانب مثنیٰ کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ جریر رض اور اُن کی قوم نے اس بات سے اعراض کیا کہ وہ مثنیٰ کے جھنڈے کے نیچے آئیں۔ حضرت فاروق رض نے ان لوگوں کی تالیف قلوب کے لئے ہر اُس غنیمت میں سے جو اُن کے اہتمام سے حاصل ہو ایک خُمس کا چوتھائی حصہ اُن کے غنیمت کے حصہ پر بڑھا دیا اور مثنیٰ کو ایک خط لکھا کہ شرائطِ توقیر و تعظیم جریر رض کی رعایت رکھے اس لئے کہ جریر رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شرفِ صحبت سے مشرف ہوتے ہیں۔ سردارانِ عجم نے جب یہ خبر سُنی تو ایک فوج کثیر فراہم کر کے مہران ہمدانی کو اس کا سردار بنایا اور اس کو مثنیٰ اور جریر کے مقابلہ پر نامزد کر دیا۔ اُنھوں نے یہ ماجرا حضرت فاروق رض کی خدمت میں پہنچایا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے ہر قبیلہ میں سے ایک جماعت کو مثنیٰ کی مدد کے لئے معین فرمایا اور حکم کیا کہ عجلت کے ساتھ تیاری کر کے

خود را بر مصاف حاضر گردانید و مثنیٰؓ نیز ازان بلاد کہ در تصرف او بود لشکری آراست بعد تلاقی فریقین مہران بر اسپے گلگون بر گستوانے از اطلس بران انداختہ بمیدانِ مبارزت جولان کنان درآمد غلامے از اہل ذمہ تیرے بجانب او روان کرد بتائیدِ الٰہی بر مقتلِ وے رسید و از اسپ بیفتاد و شکست بر لشکرِ عجم واقع شد و طرفہ معرکہ و عجیب مقتلہ آن روز بظہور انجامید ازین جہت آن را یوم الاعشار (جمع عشر بمعنے دہ ۱۲) گویند زیرا کہ صد کس از مبارزان بشمار درآمد کہ دران روز ہر یکے دہ کس از کفار کشتہ بود و چندان غنائم و سبایا (اسیران ۱۲) بدست آمد کہ پیش ازین گاہے میسر نہ شدہ بود بعد ازان مثنیٰؓ بن حارثہ بشر بن الخصاصیہ صحابی را بر بلادِ عراق خلیفہ ساختہ خود با وجودِ عدمِ اندمال جراحات کہ در واقعہ الجسر (جنگ پل ۱۲) بوی رسیدہ بود قصد غارتِ خنافس نمود و آن سوقی بود کہ در سال یکبار تجارِ کفار آنجا اجتماعِ عظیم میداشتند ناگاہ بر سر آن جماعہ ریخت و غنائم فراوان بدست آورد باز قصدِ سوقِ بغداد کرد و آن نیز سوقے عظیم بود کہ ہر سال جمِ غفیرے آنجا مجتمع می شدند لغتۃً بر آنہا حملہ آورد و یارانِ خود را فرمود کہ سوائے نقدین و جواہر و اقمشہ و امتعہ قیمتی بر ندارند ہزار شتر ازین اجناس پر کردہ بسلامت مراجعت نمودند

اپنے کو میدانِ جنگ میں حاضر کر دیں۔ مثنیٰؓ نے بھی ان شہروں میں سے جو اُنکے زیر تصرف تھے ایک لشکر مہیا کر لیا۔ فریقین کے مِل جانے کے بعد مہران ایک سُرخ رنگ کے گھوڑے پر جس پر اطلس کا جامہ پڑا ہوا تھا سوار ہو کر میدانِ جنگ میں دَوڑتا ہوا آیا۔ اہلِ ذمہ میں سے ایک غلام نے ایک تیر اُس کی طرف پھینکا، تائیدِ الٰہی سے وہ اُس کے مقتل پر پہنچ گیا اور وہ گھوڑے سے گر پڑا اور لشکرِ عجم پر شکست واقع ہو گئی۔ اور یہ ایک عجیب جنگ اور نادر معرکہ تھا جو اُس دن ظہور میں آیا۔ اسی بناء پر اس کو یوم الاعشار کہتے ہیں۔ (اعشار عشر کی جمع ہے جس کے معنے ہیں دس۱۰) اس لئے کہ لڑنے والوں میں ایسے ایک سو۱۰۰ آدمی شمار میں آئے کہ اُس دن اُن میں سے ہر ایک نے کفار کے دس۱۰ آدمیوں کو قتل کیا تھا اور اتنے اموالِ غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے کہ اس سے پہلے کبھی میسّر نہ ہوئے تھے۔ اُس کے بعد مثنیٰؓ بن حارثہ نے بشیرؓ بن الخصاصیہ صحابی کو بلادِ عراق پر قائم مقام بنا کر خود باوجود اُن زخموں کے ابھی تک مندمل نہ ہونے کے جو پُل کی جنگ میں اُن کو پہنچے تھے خنافِس پر لُوٹ ڈالنے کا قصد کیا اور یہ ایک بازار تھا کہ کُفّار تاجرین سال میں ایک مرتبہ وہاں بہت بڑا اجتماع کیا کرتے تھے، اچانک اس جماعت کے سَر پر جا پڑے اور بہت سے اموالِ غنیمت پر قبضہ کیا۔ پھر بازارِ بغداد کا قصد کیا اور وہ بھی بہت شاندار بازار تھا کہ ہر سال وہاں ایک زبردست میلہ لگتا تھا، اچانک اُن پر حملہ کر دیا اور اپنے ساتھیوں کو یہ ہدایت کی کہ سونے چاندی اور جواہر اور ریشمی کپڑوں اور بیش قیمت چیزوں کے سوا اور کچھ نہ اُٹھائیں۔ اس قسم کی چیزوں کو ایک ہزار اُونٹوں پر لدوا کر سلامتی کے ساتھ مراجعت کی۔

سالِ پانزدہم و سالِ شانزدہم فرقانِ اکبر
درمیانِ اسلام و کفر بسعی و اہتمام او رضی اللہ
عنہ بظہور پیوست و اینجا واضح گشت کہ تسمیہ
خلیفہ ثانی بفاروقِ اعظم بچہ وجہ بودہ
است و اینجا دو نکتہ باید شناخت نکتہ
اُولیٰ آنکہ در شریعت متواتر بالمعنی است
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خبر دادند
بآنکہ فارس و روم فتح خواہد شد و غنائم
بے شمار از ایشان بدستِ مسلمین خواہد آمد
قال اللہ تعالیٰ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ
وقال وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ
أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا الآیۃ بعد ما قال وَعَدَكُمُ
اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ
لَكُمْ هَٰذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنكُمْ
اگر منصفے درین آیۃ تأمل کند و سیاق و
سباق را مستحضر سازد مضطر شود بآنکہ
غنائم کثیرہ کہ اوّل مذکور شد غنائم حُنین
است کہ در زمانِ سعادت نشانِ جناب
نبوی صلے اللہ علیہ وسلم صورت
وجود یافت عَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ
فتحِ خیبر است وَأُخْرَىٰ
لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا غنائم
فارس و روم است قال ابن عباس
والحسن و مقاتل ہیَ فارس
والرُّوم ما کانتِ العرب

پندرھویں سال اور سولھویں سال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کی مساعی سے اسلام اور کفر کے درمیان "فرقانِ اکبر"
(امتیازِ کامل) کا پورا پورا ظہور ہوگیا۔ اور اس موقع پر
واضح ہوگیا کہ خلیفہ ثانی کو "فاروقِ اعظم" کہنے کی وجہ تسمیہ
کیا ہے۔ اور یہاں دو نکتے پہچاننے چاہئیں پہلا نکتہ یہ ہے
کہ شریعت میں یہ بات متواتر بالمعنے ہے کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ فارس اور روم فتح ہوگا اور ان
لوگوں سے بے شمار اموالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھوں میں
آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ
كُلِّهِ (۶۱: ۹) تاکہ اس (دین) کو (بقیہ) سب دینوں پر غالب
کردے) اور فرمایا وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا الخ (۴۸:
۲۱) اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی
خدا تعالیٰ اس کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔" یہ اس ارشاد
کے بعد فرمایا وَعَدَكُمُ اللَّهُ الخ (۴۸: ۲۰) اللہ تعالیٰ نے تم
سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم
لوگے سو سر دست تم کو یہ دیدی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم
روک دیئے۔" اگر کوئی منصف اس آیت میں غور کرے تو
وہ مجبور ہو جائے گا یہ تسلیم کرنے پر کہ غنائم کثیرہ (بہت سے
اموالِ غنیمت) جو کہ پہلے مذکور ہوئے وہ غزوۂ حُنین کے اموالِ
غنیمت ہیں جو جنابِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانِ سعادت
نشان میں ظہور میں آئے اور عَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ (سو سر دست
تم کو یہ دیدی ہے) فتح خیبر ہے اور وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا
عَلَيْهَا (اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی)
فارس اور روم کی غنیمتیں ہیں۔ ابن عباس رض اور حسن اور مقاتل
کا قول ہے کہ یہ فارس اور روم ہیں۔ عرب فارس اور روم کے ساتھ

تقدرُ علےٰ قتال فارس والروم کانوا خولاً لہم (العرب اتباعا لفارس والروم)
حتّے قدروا علیہا بالاسلام و نیز مضطر شود
بآنکہ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَأْسٍ
شَدِیْدٍ مراد ازین اولی بأس شدید فارس
و روم است قال ابن عباس و مجاہد
والحسن ہم فارس والروم و در حدیث
شیخین آمدہ رأیتُ کانّما وُضع فی یدی
مفاتیحُ خزائنِ الارض و نیز در حدیث
شیخین ہلک کسرٰے فلا کسرٰے بعدہٗ
و ہلک قیصرُ فلا قیصرَ بعدَہٗ و نیز
در باب رمی (تیراندازی ۱۲) عن عقبۃَ بن عامر قال
سمعتُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلّم یقول ستُفتح علیکم الرّومُ
و یکفیکم اللہُ فلا یَعجزُ احدُکم ان یّلہوَ
باَسْہُمِہٖ اخرجہ مسلم پس این ہمہ
نعم الٰہی است و وجودِ این امور معجزۂ
آنحضرت است صلے اللہ علیہ وسلم و
بعثتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم متضمّن
است فتح فارس را قال تعالےٰ وَاٰخَرِیْنَ
مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ یعنی فارس
خدائے عزّ و جلّ از فوقِ سمٰوٰت ارادۂ
ابطال سلطنتِ فارس و روم و
برہم زدنِ ملّتِ ایشان فرمود و
آنحضرت را صلے اللہ علیہ و
سلم جارحۂ اتمامِ مرادِ

لڑنے پر قادر نہیں تھے یہ لوگ تو اُن کے بچھ لگو تھے یہاں تک کہ
اِسلام کی بدولت اس پر قادر ہو گئے۔ اور نیز مجبور ہو گا یہ تسلیم
کرنے پر کہ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَأْسٍ شَدِیْدٍ (۴۸: ۱۶)
یعنی عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بُلائے جاؤگے
جو سخت لڑنے والے ہوں گے۔" اس "اُولی بأس شدید" سے مراد
فارس اور روم ہیں۔ ابن عباسؓ اور مجاہدؒ اور حسنؒ کا قول
ہے کہ وہ فارس اور رُوم ہیں۔ اور حدیث شیخین (بخاری و مسلم)
میں آیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ گویا میرے ہاتھ میں تمام زمین کے
خزانوں کی کنجیاں رکھدی گئیں۔ اور نیز حدیث شیخین میں ہے کہ
کسرٰی ہلاک ہوا پھر اس کے بعد کوئی کسرٰے نہ ہوگا اور قیصر
ہلاک ہوا پھر اُس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ اور نیز باب الرمی
میں ہے مروی ہے عقبہؓ بن عامر سے کہا کہ میں نے سُنا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے عنقریب تم پر رُوم مفتوح ہو جائیگا
پھر تم میں سے کوئی اس سے عاجز نہ ہوگا کہ اپنے تیروں سے کھیلے،
اس کو مسلم نے روایت کیا۔ تو یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں اور ان
امور کا وجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت متضمّن ہے فارس کی فتح کو (یعنی
جس طرح بعثت کا مقصد شرک کو مٹانا اور توحید الٰہی کو قائم کرنا
تھا اسی طرح فارس کا فتح کرنا بھی تھا) اللہ تعالےٰ نے فرمایا
وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ الخ (۶۲: ۳) اور (علاوہ ان
موجودین یعنی عرب کے) دوسروں کے لئے بھی (آپ کو مبعوث
کیا) جو ابھی ان کے ساتھ شامل نہیں ہوتے (یعنی فارس)
خدائے عزّ و جل نے آسمانوں کے اوپر سے سلطنت فارس و رُوم
کو باطل کرنے اور ان کی ملّت کو درہم برہم کر دینے کا ارادہ کرلیا
تھا اور اپنی مراد کو پورا کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

خود ساخت و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
پیش از ظہورِ این امرِ خطیر برفیقِ اعلےٰ
انتقال نمودند و ہمان داعیۂ بواسطۂ آن
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم از سینۂ
فاروقِ اعظم رضہ باز جوشید و ہمگی اورا رضی
اللہ عنہ مطیعِ امرِ خود ساخت و عقل و
قلب اورا منقادِ آن امر فرمود و در
دلِ حاضرین پرتوِ نورِ فاروق رضہ انداخت
تا غُزاۃِ اسلام اجتماع تمام پیدا کردند
و دست بُردی عجیب ظاہر گشت کشایش
زیادہ از کوشش دیدند وَ اَبعَثُ جَیشًا
تبعثُ خَمسَۃً مِثلَہٗ نقدِ حال (کما وقع فی الحدیث القدسی ۱۲)
ایشان شد نکتۂ دوم آنکہ
اہتمامِ فاروق رضہ در فتحِ فارس و روم بوجوہ
بسیار بودہ است یکی آنکہ دعا می نمود
در صلوٰۃِ خود و ہمتی تمام درین کار بکار
می بُرد قالَ النَّووی فِی الاَذکار جاء عن
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ قنت فی الصبح
بعد الرکوع فقالَ اللّٰھُمَّ انا نستعینک
و نستغفرک و لا نکفرک و نؤمن
بک و نخلع من یفجرک اللّٰھم ایاک
نعبد ولک نصلی و نسجد و الیک نسعٰی
و نحفد نرجوا رحمتک و نخشیٰ
عذابک ان عذابک الجِدَّ بالکفار مُلحِق
اللّٰھم عذب الکفرۃ الذین

آلۂ کار بنایا، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس اہم کام کے ظہور
میں آنے سے پہلے رفیقِ اعلیٰ سے جاملے اور اُسی داعیہ نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے پھر فاروقِ اعظم رضہ کے سینہ سے
جوشش مارا اور آپ کو (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) پورے طور پر اپنے
قبضہ میں کر لیا اور آپ کی عقل کو اور قلب کو اُس امر کا بخوبی مطیع
کر لیا۔ اور حاضرین کے دلوں میں حضرت فاروق رضہ کے نور کا پرتو
ڈال دیا، یہاں تک کہ غازیانِ اسلام اس پر مکمل طور پر مجتمع ہوگئے
اور عجیب و غریب تصرفات ظاہر ہوتے اور سب نے اپنی کوشش
سے زیادہ کشایش کا مشاہدہ کر لیا اور یہ (حدیث قدسی) گویا اُن
ہی کے حال سے متعلق ہوگئی اَبعَثُ جَیشًا الخ یعنی تو اپنا لشکر
بھیج ہم اُس سے پانچ گنا اپنا لشکر بھیج دینگے۔ **دوسرا نکتہ** یہ
کہ فاروق رضی اللہ عنہ کا اہتمام فارس اور روم کی فتح میں
بہت سی وجوہ کے ساتھ جاری رہا۔ اوّل یہ کہ آپ اپنی نماز میں
دُعاء کیا کرتے اور پوری ہمت اس کام میں بسر کرتے رہتے۔ نووی
نے کتاب الاذکار میں ذکر کیا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے
بارے میں منقول ہے کہ وہ صبح کی نماز میں بعد (دوسری رکعت کے)
رکوع کے دُعاء قنوت پڑھا کرتے تھے۔ یہ پڑھتے اَللّٰھُمَّ اِنَّا
نَستَعِینُکَ الخ یعنی اے اللہ! ہم آپ سے مدد مانگتے ہیں اور ہم آپ
سے مغفرت چاہتے ہیں اور آپ کے ساتھ کفر نہیں کرتے اور آپ
پر ایمان لاتے ہیں اور اُن سے ترکِ تعلق کرتے ہیں جو آپ کی
نافرمانی کرنے والے ہیں۔ یا اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے
ہیں اور آپ ہی کے لئے نماز پڑھتے اور سجدے کرتے ہیں اور
آپ ہی کی طرف دَوڑتے اور جھپٹتے ہیں۔ ہم آپ کی رحمت کی
اُمید کرتے اور آپ کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک آپ کا عذاب
حقیقی کفّار سے ملنے والا ہے۔ یا اللہ عذاب دے ان کفّار کو دنیا

یَصُدُّوْنَ عن سبیلک وَیُکَذِّبون رُسلکَ و یُقاتِلون اولیاءک اللّٰھمّ اغفِر للمؤمنین و المؤمنات والمسلمین والمسلمات وَاَصْلِحْ ذاتَ بینھم وَاَلِّفْ بین قلوبھم و اجعل فی قلوبھم الایمانَ و الحکمۃَ وثَبِّتْھُمْ علیٰ مِلّتِ رسولِکَ صلی اللّٰہُ علیہ وسلّم وَاَوْزِعْھم اَن یُوْفُوا بِعَھدِکَ الّذی عاھدتَھم علیہ وانصرھم علیٰ عدوِّک و عدوِّھم اِلٰہ الحقّ و اجعلنا منھم دُوم آنکہ خُطب بلیغہ متضمن تحریص بر جہاد وترغیب مجاہدین مے خواند و احادیثِ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم درین باب روایت می نمود سوم آنکہ تہیۂ اسباب مجاہدین باہتمام ہرچہ تمام تر می فرمود اَخرج مالک عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب کان یحمِل فی العامِ الواحدِ علیٰ اربعین الف بعیرٍ یحمِلُ (سوار میکرد) الرجلَ الی الشّام علیٰ بعیر و یحمل الرّجلین الی العراق علیٰ بعیر فجاءہ رجلٌ فقال احملنی و سُحیماً فقال لہ عمر ابن الخطاب اَنشُدُکَ اللّٰہَ اَ سُحیمٌ زِقٌّ (مشک) قال نعم چہارم آنکہ ترتیب جیوش و تقدیم فتح

ہی ہیں) جو آپ کے راستہ سے روکنے والے ہیں اور آپ کے رسولوں کی تکذیب کرنے والے ہیں اور آپ کے خاص بندوں سے قتال کرنے والے ہیں۔ اے اللہ! مغفرت کیجئے ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کی اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی اور اُن کے تعلقاتِ باہمی کی اصلاح کیجئے اور اُن کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا کر دیجئے اور اُن کے دلوں میں ایمان اور دانائی رکھدیجئے اور اُن کو اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ملّت پر ثابت قدم رکھئے اور ان کو توفیق بخش دیجئے اس امر کی کہ وہ آپ کے اُس عہد کو پورا کریں جو عہد آپ نے اُن سے لیا ہے اور مدد دیجئے ان کو اُن کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر۔ اے سچے معبود اور ہم کو اُن لوگوں میں شامل رکھئے۔ دُوم یہ کہ ایسے بلیغ خطبے آپ دیتے رہتے تھے جو دلوں میں جوشِ جہاد پیدا کرتے اور مجاہدین کو جہاد کی ترغیب دیتے تھے اور اس باب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روایت کیا کرتے تھے۔ سوم یہ کہ اسباب مجاہدین کی تیاری میں پورا پورا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ مالکؒ نے روایت کی یحییٰ بن سعید سے کہ عمرؓ بن الخطاب ایک سال میں چالیس ہزار اونٹوں کی سواری کا انتظام کرتے رہے ہیں۔ آپ شام کی طرف ایک آدمی کو ایک اونٹ پر سوار کر کے بھیجتے اور عراق کی طرف ایک اونٹ پر دو آدمیوں کو۔ ایک دن آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اُس نے کہا کہ مجھے اور سُحیمؔ کو سواری دیجئے تو اس سے عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا سُحیم (سے تیری مراد) مشک ہے؟ اُس نے کہا ہاں۔ چہارم یہ کہ افواج کی ترتیب اور کونسا مقام دوسرے

ع سُحیم تصغیر ہے سحم کی جسکے معنے ہیں سیاہ۔ سائل کی مراد اس لفظ سے مشکیزہ تھا مگر اس نے ایسا اندازِ بیان اختیار کیا جس سے یہ مفہوم ہو کہ سُحیم کوئی دوسرا آدمی ہے جو اس کے ساتھ عراق جانا چاہتا ہے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذکاوت نے حقیقتِ حال کو عیاں کر دیا ۱۲

برفتح و اختیارِ صلح و جنگ ہمہ برائے فاروق رضی اللہ عنہ مفوّض بود اما قصۂ برہم شدنِ دولت ساسانیان بدین وجہ بودہ است کہ چون صنادید فارس دیدند کہ مسلمانان را ہر روز فتحے جدید بدست می آید انفعال جدید بخاطرِ ایشان راہ یافت فکر واقعی نمودہ ملکۂ فارس را معزول ساختند و یزدجرد را کہ اشجعِ اولادِ کسریٰ بود بپادشاہی برافراختند و خزائن اکاسرہ کہ بیرون از شمار بود برآوردہ ادوات (آلاتِ جنگ ۱۲) و افواج بے حساب مجتمع نمودند و رستم فرخ زاد را سردار معرکہ معیّن گردانیدند و یزدجرد در مدائن نشست مستعدِ آنکہ ادوات و ابطال را دفعۃً بعد دفعۃٍ پیشِ رستم فرستد مثنّیٰ بن حارثہ این ماجرا را بعرضِ حضرتِ فاروق رضی اللہ عنہ رسانید و وی رضی اللہ عنہ بہر یک از عمّالِ خود کہ در اطرافِ ممالکِ اسلام بودہ اند احکام فرستاد کہ در ہر ناحیہ با ہر کہ اسپے و سلاحی باشد و از اہلِ نجدۃ و شجاعت باشد سردارانِ آنجا را می باید کہ زود ساختگی آنہا نمودہ بمدینۂ مطہرہ فرستند چون آن ہمہ مجتمع شدند سعد بن ابی وقاص را بسرداری آن جمیع منصوب ساخت و سعد را موعظتِ بلیغہ فرمود بتقوی و صبر بر مکارہ و ثباتِ قدم بر مواطنِ حرب امر فرمود و قوم را بمتابعت وی در جمیع سوانح مامور ساخت و برای مثنّیٰ و جریر نامہ نوشت کہ ہمہ در تحتِ رایتِ سعد رضی اللہ عنہ درآیند و او را امیر الامراءِ عراق تصوّر نمایند یکے از حکمتہائے الٰہی کہ درین واقعہ

مقام سے پہلے فتح کیا جائے، اور صلح و جنگ کا اختیار سب حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے پر مفوّض تھا۔ **دولتِ ساسانیان کے برباد ہونے کا حال** اس صورت سے واقع ہوا کہ جب سردارانِ فارس نے دیکھا کہ مسلمانوں کو ہر روز ایک نئی فتح حاصل ہو رہی ہے تو اپنے دل میں بہت پیچ و تاب کھانے لگے اور نظمِ مملکت پر غور کر کے ملکۂ فارس کو معزول کر دیا اور یزدجرد کو جو کسریٰ کی اولاد میں سب سے زیادہ بہادر تھا بادشاہی سے سربلند کیا اور خاندانِ کسروی کے خزانے جو حدِّ شمار سے باہر تھے نکال کر اُن سے آلاتِ حرب اور بے حساب فوجیں جمع کیں اور رستم فرخ زاد کو جنگ کا افسرِ اعلیٰ مقرر کیا اور یزدجرد نے مدائن میں قیام کیا تاکہ سامانِ حرب اور شجاعانِ فارس کو یکے بعد دیگرے رستم کی مدد کے لئے بھیجتا رہے۔ مثنّیٰ بن حارثہ نے یہ ماجرا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام عاملوں میں سے ہر ایک کو جو مختلف اسلامی ممالک میں تھے احکام بھیجے کہ ہر علاقہ میں جس شخص کے پاس کوئی گھوڑا اور ہتھیار ہو اور وہ دلیر اور بہادر ہو وہاں کے سرداروں کو چاہیئے کہ جلد اُن کو تیار کر کے مدینہ مطہرہ روانہ کر دیں۔ جب یہ سب جمع ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اُس جمعیت کا افسرِ اعلیٰ بنایا اور سعد رضی اللہ عنہ کو بہت دُور رس نصیحتیں فرمائیں تقوٰی کے متعلّق۔ اور مکروہات پر صابر رہنے اور جنگ کے مواقع پر ثابت قدم رہنے کا امر فرمایا اور قوم کو جملہ امور میں اُن کے تابع رہنے کا حکم دیا۔ مثنّیٰ اور جریر کے نام فرمان تحریر کئے کہ سب سعد رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے نیچے آجائیں اور اُن کو عراق کا امیر الامراء تصوّر کریں۔ اس واقعہ میں حق تعالیٰ کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ

بر دلِ فاروق رضؓ پرتو انگند آن بود کہ سعد را
بامارتِ عراق برگزیند زیراکہ عمر مثنّیٰ بن حارثہ
بآخر رسیدہ بود اگر درین وقت سعد آنجا نمی
رسید تزلزلِ عظیم درامر جہاد پدید مے آمد
وسعد را بسبب شدتِ سرما توقفے درراہ
واقع شد درین اثنا فاروقِ اعظم رضؓ دفعۃ بعد
دفعۃ پہلوانانِ نامدار وجوانانِ کامگار بکمکِ
وے روان مے نمود و اہتمام تمام درین باب
مے فرمود تاآنکہ درعرب از اشرفِ قبائل و
اہلِ شجاعت ورائے کم کسی را گزاشتہ باشد
سی و چند ہزار مرد ہمراہِ سعد مجتمع شدند از انجملہ
یکہزار کس از صحابہ بودند کہ نود و نہ کس از ایشان
اہلِ بدر بودند انگاہ سعد باامیر المؤمنین نامہ
نوشت و توجہِ رستم بعزم قتال و کثرت عَدد
و عُدد او بتفصیل باز نمود حضرتِ فاروق درجوابش
نوشت کہ ہیچ دغدغہ را بخاطر خود راہ ندہی و از
کثرتِ آلاتِ و ادواتِ دشمن بیجا نہ گردی و نظر بر
لطفِ پروردگار خود عزوجل داشتہ متوکل بتائیدِ او
باش وہرگاہ لشکرِ خود را تعبیہ نمای موضعِ ہر کسی را برای
من بوجہی اعلام کن کہ گویا من بچشم خود معاینہ میکنم سعد
کیفیتِ تعبیہَ جیش پیش حضرت فاروق رضؓ نوشتہ
فرستاد و وے رضی اللہ عنہ تحسینِ آن صورت
فرمود و امر نمود کہ نخست آن جماعہ
راکہ بکمالِ حسب و نسب و طلاقتِ لسان
وزیادۃِ عقل موصوف باشند

حضرت فاروق رضؓ کے قلب پر جو پرتو ڈالا وہ یہ تھا کہ امارتِ عراق
کے لئے سعدؓ کو منتخب کریں کیونکہ مثنیٰؓ بن حارثہ کی عمر آخری
حد پر پہنچ چکی تھی اگر اس وقت سعدؓ وہاں نہ پہنچتے تو امرِ جہاد
میں ایک بڑا تزلزل واقع ہو جاتا اور سخت سردی کی وجہ سے
سعدؓ کو راستہ میں کچھ توقف واقع ہوا اسی دوران میں
فاروقِ اعظم رضؓ یکے بعد دیگرے نامی پہلوانوں اور بہادر جوانوں
کو اُن کی کمک کے لئے برابر روانہ کرتے رہے اور اس بارے
میں پورا اہتمام فرماتے رہے اس حد تک کہ عرب کے اشرف
قبائل میں سے اور اہلِ شجاعت اور صاحبِ رائے لوگوں میں
سے ایسے کم ہوں گے جن کو آپ رضؓ نے چھوڑ دیا ہوگا۔ تیس اور
چند ہزار مرد جو سعد رضؓ کی ہمراہی کے لئے جمع ہوئے اُن میں
ایک ہزار حضرات صحابہ رضؓ تھے جن میں سے ننانوے اصحابِ اہلِ
بدر تھے۔ اُس زمانہ میں سعدؓ بن ابی وقاص نے امیر المؤمنین رضؓ
کو خط لکھا اور قتال کے لئے رستم کے متوجہ ہونے اور دشمنوں
اور اُن کے سامان کی کثرت کی تفصیلات کا اظہار کیا۔ حضرت
فاروق رضؓ نے اُن کو جواب میں لکھا کہ تم اپنے دل میں کوئی خدشہ
نہ آنے دو اور دشمن کے آلات اور سامان کی کثرت سے اندیشہ
نہ کرو۔ بس اپنے پروردگار عزّ وجلّ کے لطف پر نظر رکھتے ہوئے
اُس کی مدد پر متوکل رہو اور جب تم اپنے لشکر کو صف بستہ کرو
تو ہر ایک کے مقام کی تفصیل ایسی طرح واضح لکھو کہ گویا میں
اپنی آنکھ سے دیکھ لوں۔ (کہ کس کو میمنہ پر رکھا اور کس کو میسرہ
پر وغیر ذٰلک)۔ سعدؓ نے لشکر کی صف بندی کا پورا نقشہ آپ رضؓ
کی خدمت میں لکھ بھیجا اور فاروق رضی اللہ عنہ نے اُس نقشہ
کی تعریف کی اور حکم دیا کہ سب سے پہلے ایک ایسی جماعت کو
جو کمالِ حسب و نسب اور زبان آوری اور زیادتی عقل سے موصوف ہو

پیش صنادید فرس فرستد و دعوت
باسلام کند سعد ہمچنان کرد یکے ازان
جماعہ مُغیرۃ بن شُعبۃ بود آخرج
الحاکم عن ایاس بن معاویۃ بن قُرۃ
عن ابیہ قال لما کانَ یومُ القادسیّۃ
بُعِثَ بالمغیرۃ بن شعبۃ الی صاحب
فارس فقالَ ابعثوا معی عشرۃً
فبعثوا فشدَّ علیہ ثیابہ ثم اخذَ
جحفۃً ثم انطلقَ حتی اَتَوہ
فقال اَلقُوا لی تُرسًا فجلس
علیہ فقال العِلجُ (کافر یعنی یزدگرد) انکم معشر
العرب قد عرفتُ الذی حملکم
علی المجیٔ الینا انتم قومٌ لا
تَجِدون فی بِلادِکم من الطعام
ما تشبعون منہ فخذوا نُعطیکم
من الطعام حاجتکم فانا
قومٌ مجوسٌ و انا نکرہ قتلکم
انکم تنجّسون علینا ارضنا فقالَ
المغیرۃُ و اللہِ ما ذاکَ جآء بنا و لکنّا
قومًا نعبد الحجارۃَ و الاوثانَ فاذا
رأینا حجرًا احسنَ من حجرٍ
القیناہ و اخذنا غیرہ ولاَ نعرفُ ربًّا
حتی بعثَ اللہُ الینا رسولاً
من انفسنا فدعانا الی الاسلام
فاتبعناہ و

فارس کے سرداروں کے پاس بھیجیں جو اُن کو اسلام کی طرف
دعوت دیں۔ سعدؓ نے ایسا ہی کیا۔ اُس جماعت میں سے ایک
مُغیرہؓ بن شعبہ تھے۔ حاکم نے روایت کی ایاس بن معاویہ بن قرہ
سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے اُنھوں نے کہا کہ جب
جنگِ قادسیہ واقع ہوئی تو مغیرہؓ بن شعبہ شاہِ فارس
(یزدجُرد) کے پاس بھیجے گئے، اُنھوں نے کہا کہ میرے ساتھ
دسؓ آدمی بھیجدیئے جائیں تو بھیجدیئے گئے۔ اب اُنھوں نے
اپنے بدن پر اپنے کپڑے کسے (پٹکے یا رسّی وغیرہ سے) اور ڈھال
لے کر روانہ ہوگئے یہاں تک کہ شاہِ فارس کے یہاں جا پہنچے
پھر (یہ دیکھ کر کہ یہ کوئی کُرسی وغیرہ پر بطورِ تکریم نہیں بٹھا رہا
ہے ساتھیوں سے) کہا کہ میرے لئے ڈھال رکھدو تو اُس پر
بیٹھ گئے۔ پھر اُس کافر مجوسی (یزدجُرد) نے کہا کہ تم لوگ
عرب کے گروہ ہو میں پہچان چکا ہوں کہ ہمارے شہروں کی طرف
آنے پر تم کو کس چیز نے اُبھارا تم ایسی قوم ہو کہ تم کو اپنے شہروں
میں کھانے کی ایسی چیزیں نہیں ملتیں جن سے تم اپنا پیٹ بھرلو
سو ہم تم کو کھانے کی چیزیں دیدیں گے جس سے تم اپنی حاجت
پوری کرلو، کیونکہ ہم مجوس قوم ہیں اور ہمیں کراہت معلوم ہوتی
ہے تمہارے قتل سے اس وجہ سے کہ تم ہمارے مُلک میں گھُس
آئے ہو۔ اس کو سُنکر مغیرہؓ نے کہا کہ واللہ یہ چیز نہیں ہے جو ہمیں
یہاں لائی لیکن جو اصل بات ہے وہ یہ ہے کہ ہم ایسی قوم تھے
جو پتھروں کو پوجتے تھے اور بُتوں کو۔ تو جب ہم کوئی ایسا
پتھر دیکھتے جو پہلے پتھر سے اچھا ہوتا تو اس کو معبود بنا لیتے
اور پہلے کو پھینک دیتے اور ہم رب کو نہیں پہچانتے تھے، یہاں
تک کہ اللہ تعالےٰ نے ہم میں سے اپنا ایک رسول ﷺ بھیجا جس نے
ہم کو اسلام کی طرف دعوت دی تو ہم نے ان کا اتباع کیا اور

انا اُمِرْنا بقتالِ عدوِّنا ممّن ترکَ الاسلامَ ولم نجیُٔ للطعام ولکنّا جِئنا لِنقتل مقاتلتکم ونسبیَ ذرارِیکم و امّا ما ذکرتَ من الطعام فانّا لَعَمری ما نجدُ من الطعام ما تشبع منہ و رُبما نجد ریًّا من الماء احیانًا فجئنا الیٰ ارضکم ہٰذہ فوجدنا فیہا طعامًا کثیرًا و ماءً کثیرًا فو اللّٰہ لا نبرحہا حتّٰی تکون لنا او لکم فقال العِلج بالفارسیۃ صدق قالَ و انتَ تُفقأُ عینک غدًا ففقئت عینہ من الغدِ اَصابتہ نُشابۃٌ گویند یزدگرد جُوالے از خاک پُر کردہ بقصدِ اہانت بطریق جوائز الوفود بایشان پیش آورد و عرب آن را فالِ فتح بلاد شمردند بعد ازان سعد بعُوث و سرایا باَطراف و اکناف منتشر ساخت تا در نواحی بلادِ عجم طرحِ غارت و نہب ریزند القصہ رستم باشوکت و اُبّہت تمام بجانب لشکرِ اسلام متوجہ شد و پُلی ترتیب دادہ از دریا این طرف عبور نمود درین حالت یزدگرد در ہر نغرہ داری شخصے را مقرر داشتہ بود کہ ہرچہ رستم گوید یا کند در اسرعِ اوقات باو رسد و سعد بسبب دَمامیل و ثبرات امکان نیافت کہ خود در وسطِ لشکر باشد

ہم کو حکم دیا گیا ہے اپنے اُن دشمنوں سے قتال کرنے کا جو اسلام کو ترک کریں اور ہم کھانے کے لئے نہیں آئے لیکن ہم اس لئے آئے کہ تمھارے جنگی مَردوں سے لڑیں اور تمھاری ذرّیات کو قید کرلیں۔ رہا کھانے کا ذکر جو تم نے کیا ہے تو اپنی عمر کی قسم ہم کو اتنا کھانا نہیں ملتا جس سے ہم چھک جائیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم کو اتنا پانی بھی نہیں ملتا جس سے ہم سیراب ہوجائیں پھر ہم تمھاری اس سرزمین کی طرف آئے تو یہاں ہم نے کھانے کی بہت چیزیں پائیں اور بہت پانی پیا، اب واللہ ہم یہاں سے جانے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ یہ سرزمین ہمارے لئے رہے یا تمھارے لئے۔ تو اس کافر مجوس نے فارسی زبان میں کہا کہ اس نے سچ کہا۔ مُغیرہ نے کہا اور تیرا یہ حال ہوگا کہ کل تیری آنکھ پھوٹ جائیگی۔ چنانچہ اگلے دن اُس کی آنکھ پھوٹ گئی، اُس پر ایک تیر آکر لگا تھا۔ کہتے ہیں کہ یزدگرد نے توہین کے ارادے سے ایک بوری مٹی سے بھر کر اس رسم کی ادائگی کے طور پر کہ وفود کو بادشاہوں سے کچھ ہدایا و انعامات ملا کرتے ہیں ان کو دی، اور عرب نے اس سے یہ فال لی کہ ہم تمام شہر فتح کرینگے (وہ اس مٹی کو لے آئے)۔ اس کے بعد سعدؓ بن ابی وقاص نے بڑے اور چھوٹے لشکر عجم کے شہروں کے اطراف داکناف میں منتشر کردیئے تاکہ ان پر حملے کریں اور لوٹیں۔ القصہ رستم پوری شوکت و دبدبہ کے ساتھ لشکرِ اسلام کی طرف متوجہ ہوا اور ایک پُل بنا کر دریا سے اِس طرف پار ہوگیا۔ اس حالت میں یزدگرد نے ہر ایک چوکی پر ایک شخص مقرر کیا تھا کہ رستم کی تمام گفتگو اور کارروائی کی اطلاع اُس کو جلد از جلد پہنچتی رہے۔ اور سعدؓ دُنبلوں اور آبلوں کے سبب اس سے مجبور ہوگئے کہ خود لشکر کے درمیان رہیں

بر بلندئ قصرے قرار گرفت و جمعی از سوار و پیادہ را زیر قصر حاضر داشت تا ہر چہ فرماید بے توقف بسرداران فوج رسانند انگاہ سعد اعیان لشکر را نزد خود خواند و موعظت بلیغہ فرمود و مواعید الٰہی در باب فتح عجم بیاد ایشان داد و بتفصیل واضح گردانید کہ امروز اگر دست برد ی نمائید سعادت دنیا و اُخری ازان شما باشد و اگر بد دلی کنید دولت صوری و معنوی از دست شما رود و امیر ہر قوم را فرمود تا ہمین کلمات اتباع خود را سرگرم کارزار کند و شعراء را بانشاد اشعار مہیج شجاعت برانگیخت و قرّاء را بتلاوت سورۃ انفال ارشاد فرمود قرّاء چون در تلاوت آن شروع نمودند دلہارا اطمینانے روی نمود انگاہ فرمود کہ چون ساعت ہبوب ریاح نصر یعنی وقت نماز در رسد تکبیرے خواہم گفت شما نیز تکبیر بگوئید و ادوات حرب مہیا سازید باز چون تکبیر دوم گفتہ شود جوشن پوشید و ادوات جنگ بر خود راست کنید و چون تکبیر سوم بشنوید جوانان بجولانگاہ مبارزت در آیند و باستماع تکبیر چہارم کلمۂ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم گوئید و ہمہ بہیئت اجتماعیہ با دشمن در آویزید القصہ[۳] روز و یک شب میان ہر دو فریق جنگ قائم ماند چہارم روز نصر نازل شد و فرقان اکبر بظہور پیوست و ہر یکی ازین اوقات نامے علیحدہ دارد روز ارماث[ا] و روز اغواث

وہ ایک قصر بلند کے اوپر بیٹھ گئے اور سوار اور پیادوں کی ایک جماعت قصر کے نیچے موجود رکھتے تھے تاکہ جو کچھ وہ ہدایت دیں بے توقف یہ لوگ فوج کے سرداروں کو پہنچا دیں۔ اس وقت سعدؓ نے اعیانِ لشکر کو اپنے پاس بلایا اور ان کو دور نصیحتیں فرمائیں اور اللہ کے وعدے فتح عجم کے بارے میں ان کو یاد دلاتے اور بتفصیل واضح کیا کہ اگر تم نے پوری ہمت و شجاعت سے مقابلہ کیا تو دنیا اور آخرت کی سعادت تمہارے لئے ہوگی اور اگر بد دلی کر گئے تو ظاہری اور معنوی دولت تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ ہر قوم کے امیر کو فرمایا کہ ان ہی کلمات سے اپنے ماتحتوں کو جنگ میں سرگرم کریں اور شعراء کو ایسے اشعار کہنے پر برانگیختہ کیا جو شجاعت میں ہیجان پیدا کریں اور قاریوں کو سورۃ انفال کی تلاوت کا ارشاد فرمایا۔ قرّاء نے جب اس کی تلاوت شروع کی تو دلوں میں اطمینان پیدا ہونے لگا اس وقت فرمایا کہ جب مدد الٰہی کی ہوائیں چلنے کی ساعت یعنی وقت نماز آپہنچے گا تو میں تکبیر کہوں گا، تم بھی تکبیر کہنا اور آلاتِ حرب کو تیار کر لینا۔ پھر جب دوسری تکبیر کہی جائے تو زرہ پہن لو اور آلاتِ حرب اپنے بدن پر لگا لو اور جب تیسری تکبیر سنو تو ہمارے جوان میدانِ جنگ میں پہنچ جائیں اور چوتھی تکبیر کے سننے کے وقت کلمۂ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہو اور سب ہیئتِ اجتماعیہ کے ساتھ دشمنوں پر ٹوٹ پڑو۔ القصہ تین[۳] دن اور ایک رات دونوں فریقوں کے مابین جنگ برپا رہی۔ چوتھے روز اللہ کی مدد نازل ہوئی اور فرقانِ اکبر کا نزول ہو گیا۔ اور ان اوقات میں سے ہر ایک کا علیحدہ نام ہے۔ روزِ ارماث، روزِ اغواث (یعنی کمک پہنچ جانیکا دن)

[ا] ارماث، رمث کی جمع ہے یعنی وہ لکڑیاں جو جوڑ کر باندھی جاتی ہیں اور ان پر سوار ہو کر سمندر میں جاتے ہیں۔ یہ دن عجمیوں کے ساز و سامانِ حرب سے آراستہ ہو کر نکلنے کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوا ۱۲ مترجم

وروزِ عماس (حرب سخت[1]) ولیلۃ الہریر (شور مثل آواز آسیا[2]) امّا روزِ ارماث ہمہ صنادیدِ عجم با ہیئتِ عجیبہ تاجہای مُکلّل برسر دکمرہاتے مرصع برمیان براسپانِ عراقی سوار صف آراستند و تیراندازانِ حکم انداز را بر فیلان نشاندہ وجمعے گرداگردِ آنہا برائی محافظتِ فیلان پیادہ گشتہ مقدّمۃ الجیش ساختند وطورِ عرب وسادہ وضعی ایشان معلوم است باآن ہمہ بتائید الٰہی دست بُردہائی عجیب کردند اوّلاً غالب بن عبداللہ اسدی و عاصم بن عمرو تمیمی بجولانگاہ مبارزت درآمدند ہرمزان نام شخصے از رؤسای عجم مقابل غالب وشخصے دیگر از سرداران مقابلِ عاصم برآمد غالب بزخمِ نیزہ قرنِ (ہمسر[2]) خود را بر زمین غلطانید انگاہ بکمند بستہ پیشِ سعد رسانید وعاصم نیز بر قرنِ خود حملہ آورد وقرنِ او بیقین دانست کہ حریف عاصم نمی تواند شد از میان بگریخت عاصم بتعاقب او تاختہ ہر چند جست اورا نیافت عوضِ او را شتر سوارے را گرفتہ آورد سعد رضؓ راکب و مرکوب را نفلِ (غنیمت[3]) او ساخت ثانیاً تیرانداز کہ تیرِ او خطا نمی شد از طرف عجم بقصدِ عمرو ابن معدیکرب بمیدان درآمد مسلمانان عمرو را آگاہ گردانیدند عمرو تیرے بجانبِ او انداخت وبآن زخم او را از اسپ برزمین افگند عمرو خود را زود برسرِ او رسانید و سرِ او را بُرید و کمرِ قیمتے و سَلَب (اسباب[4]) گران بہائے او را

روز عماس (سخت لڑائی کا دن) اور لیلۃ الہریر (چکّی کے شور والی رات) اب روزِ ارماث کا حال سُنیئے۔ تمام سردارانِ عجم عجیب عجیب ہیئت کے ساتھ سروں پر زرنگار تاج اوڑھے ہوئے اور مرصّع پٹکے کمر پر باندھے ہوئے، عراقی گھوڑوں پر سوار صف آرا ہوئے اور ایسے تیراندازوں کو جو قادر انداز تھے ہاتھیوں پر بٹھایا اور اُن کے گرداگرد ہاتھیوں کی حفاظت کے لئے پیدل سپاہیوں کو مقدّمۃ الجیش بنایا۔ ادھر عرب کا انداز اور ان کی سادہ وضعی معلوم ہی ہے (وہاں یہ طمطراق کہاں مگر) اس کے باوجود قدرت نے عجیب تصرّفات کیے۔ اوّلاً غالب بن عبداللہ اسدی اور عاصم بن عمرو تمیمی میدانِ جنگ میں آئے۔ رؤسائے عجم میں سے ایک شخص جس کا نام ہرمزان تھا غالب کے مقابل آیا اور سرداروں میں سے ایک دوسرا شخص عاصم کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ غالب نے نیزے سے زخمی کرکے اپنے مقابل (ہرمزان) کو زمین پر لٹا دیا اور پھر کمند سے باندھ کر سعد رضؓ کے پاس پہنچا دیا۔ عاصم نے بھی اپنے مقابل پر حملہ کیا۔ اُس کے مقابل نے یقین کے ساتھ سمجھ لیا کہ وہ عاصم کے مقابلہ کا نہیں ہے تو وہ بھاگ نکلا۔ عاصم نے اس کا تعاقب کیا ہر چند اُس کو ڈھونڈا مگر نہ پایا تو اس کے بدلے میں ایک اور شتر سوار کو قابو میں کرکے لے آئے۔ سعد رضؓ نے سوار اور سواری دونوں عاصم کو بطور حصّہ غنیمت دیدیئے۔ ثانیاً ایک تیرانداز جس کا تیر خطا نہیں ہوتا تھا عجم کی طرف سے عمرو بن معدیکرب سے مقابلہ کے لئے میدان میں آیا۔ مسلمانوں نے عمرو کو آگاہ کیا۔ عمرو نے اُس پر ایک تیر مارا جس کے زخم سے وہ گھوڑے سے زمین پر گرا۔ عمرو نے سرعت کے ساتھ پہنچکر اُس کا سر کاٹ دیا اور اس کا قیمتی پٹکا اور بیش قیمت سامان اپنے

بدست آورد ثالثاً مہران حاکم آذربیجان برباد پائے
عجیبے سوار تبختر کنان روی بمیدان نہاد و
بتقلید رستم میگفت الیوم ندق العرب دقاً
شخصے از حاضران او گفت انشاء اللہ آن بے
دولت برزبان راند شاء اللہ اولم یشاء درین
اثناء منذر بن حسان ضبی نیزہ در پہلوی او
خلانید واز اسپش غلطانید خواست کہ
خود پیادہ شدہ سرش بردارد اسپ منذر
رمید ساعتے بضبط اسپ مشغول ماند درین
توقف جریر بن عبد اللہ بجلی از میمنہ لشکر
مانند باد باو رسید و سراو را برید منذر چون
بر سر صریع خویش آمد کشتہ یافت درباب سلب
او قیل وقال بلند شد آخر الامر بحکم سعد کمر بہ منذر
دادند و باقی سلب بجریر گویند قیمت کمر سی ہزار
بود و قیمت باقی سلب ہزار سپاہ عجم چون این
دار و گیر را دیدند فیلان را نیز حرکت نمودند جملۂ
حملہ بر لشکر اسلام آوردند کتائب اسلامیہ را
متفرق ساختن گرفتند مقصد اصلی ایشان استیصال
قوم بجیلہ بود زیرا کہ قتل مہران بردست جریر
بجلی واقع شدہ است نزدیک بود کہ بجیلہ
بالکلیۃ متاصل شوند سعد بطلیحہ اسدی
حکم فرمود کہ با قوم خود زود بمدد ایشان رسد چون
دران معرکہ رسیدند عظیمے از عظماء عجم
بمبارزت برآمد طلیحہ دفعۃً بطعن نیزہ
بدوزخش فرستاد انگاہ

قبضہ میں لیا۔ ثالثاً مہران آذربیجان کا حاکم ایک تیز رفتار گھوڑے پر
جو بہت اعلیٰ قسم کا تھا سوار ہو کر اکڑتا ہوا میدان میں آیا اور
رستم کی تقلید میں کہنے لگا الیوم ندق العرب دقاً (آج ہم
عربوں کو کوٹ ڈالیں گے) اُس کے پاس والوں میں سے ایک شخص
نے کہا "انشاء اللہ"۔ وہ بدنصیب یہ کلمہ زبان پر لایا ان شاء اللہ
اولم یشاء (یعنی اللہ چاہے یا نہ چاہے) لڑائی کے دوران میں منذر
ابن حسان ضبی نے اُس کے پہلو میں نیزہ مارا اور اس کو گھوڑے
سے گرا دیا، چاہا کہ خود پیادہ ہو کر اُس کا سر کاٹے لیکن منذر
کا گھوڑا بدک گیا اور وہ ایک ساعت اُس کو قابو میں لانے کے
لئے مشغول رہے اس توقف میں جریر بن عبد اللہ بجلی میمنۂ
لشکر سے ہوا کی طرح نکل کر اُس کے پاس پہنچے اور اُس کا سر
کاٹ ڈالا۔ منذر نے جب اپنے پچھاڑے ہوئے شخص کو مقتول
پایا تو اُس پر سے اُتارے ہوئے سامان کے بارے میں بات بڑھی
آخر کار سعدؓ کے حکم سے اُس کا پٹکا منذر کو دیا گیا اور باقی سامان
جریر کو۔ کہتے ہیں کہ پٹکے کی قیمت تیس ہزار تھی اور باقی سامان
کی دس ہزار۔ عجم کی افواج نے جب یہ پکڑ دھکڑ دیکھی تو
وہ ہاتھیوں کو بھی حرکت میں لے آئے۔ اور لشکر اسلام پر سب
نے مل کر حملہ کر دیا اور اسلامی لشکروں کی صفوف کو متفرق
کرنا شروع کر دیا۔ اُن کا مقصد اصلی قوم بجیلہ کو برباد کرنا
تھا کیونکہ مہران کا قتل جریر بجلی کے ہاتھ سے واقع ہوا تھا۔
قریب تھا کہ بجیلہ کلیۃً برباد ہو جائیں مگر سعدؓ نے طلیحہ اسدی کو
حکم دیا کہ جلد اپنی قوم کو ساتھ لے کر اُن کی مدد کے لئے پہنچ
جائے۔ جب یہ اُس معرکہ میں پہنچے تو عجم کے جنگی مردوں میں
سے ایک بڑا شخص مقابلہ کے لئے نکلا طلیحہ نے پھرتی کے ساتھ
نیزے کے ایک حملہ سے اُس کو دوزخ میں پہنچا دیا۔ اس وقت

با جماعۂ خود یکبارگی بر پیل سواران
تیر باران کردند چنانکہ اکثرے منہزم
گشتند اشعث بن قیس کندی بانگ
بر قوم خود زد کہ بنو اسد کار شیران
نمودہ اند شمارا چہ شدہ است اقوام
او نیز حملہ آوردند و بقیہ را زدہ زدہ
تا بہ قلب گاہِ لشکرِ عجم رسانیدند بعد
ازان جالیوس و ذوالحاجب از رؤسارِ
عجم با لشکرے بے حساب با فیلان ژیان
بر فوج اسلام حملہ آوردند درین اثناء تکبیر
از طرفِ سعد تکبیر چہارم بلند شد اہلِ
اسلام ہمہ باجمعہم کلمۂ طیبہ لاحولَ و
لاقوۃَ الا باللہ العلی العظیم گفتہ بر
کفار ریختند و آسیای حرب بر بنی اسد و بجیلہ و کندہ
دائر گشت ازین جماعہ بسیارے بدرجۂ شہادت رسیدند
سعد بجانب عاصم بن عمرو تمیمی زد و قاصدے دوانید
تا حیلہ سازد کہ راکبانِ فیل ازین طغیان پابدامان
کشند عاصم تیر اندازانِ تمیم و اسد را فرمود کہ
تا بر فیلان ہجوم کردند و روئے ایشان را
باز گردانیدند انگاہ ندا درداد کہ حبال فیلان
را قطع نمایند چون حبال را بریدند راکبان بر
زمین غلطیدند و دشمن پشت داد سعد در
فکر تکفین و تجہیز قتلےٰ فتاد و جرحےٰ
را بزنانِ لشکر سپردند تا بمداوات ایشان
قیام کنند روزِ اغواث

اپنی جماعت کے ساتھ انھوں نے دفعتہً ہاتھیوں کے سواروں پر
تیروں کی بارش کر دی جس سے اکثر لوگ بھاگ گئے۔ اشعث
ابن قیس کندی نے اپنی قوم کو للکارا کہ بنو اسد (طلیحہ کے قبیلے
والے) شیروں کا کام کر رہے ہیں تمھیں کیا ہوگیا تو اُن کی
قوم کے لوگوں نے بھی سخت حملہ کر دیا اور باقی ماندہ لوگوں
کو مارتے مارتے لشکر گاہِ عجم کے قلب تک پہنچا دیا۔ اس کے
بعد جالیوس اور ذوالحاجب نے جو عجم کے رئیسوں میں سے
تھے بیشمار لشکر کے ساتھ مع غضبناک ہاتھیوں کے اسلامی
فوج پر حملہ کیا۔ اس دوران میں سعدؓ کی طرف سے چوتھی
تکبیر بلند ہوئی (جس کو سُنکر) تمام اہلِ اسلام سب کے سب
کلمۂ طیبہ لاحولَ ولاقوۃَ الا باللہ العلیّ العظیم کہتے ہوئے
کفار پر جا پڑے اور جنگ کی چکی بنی اسد اور بجیلہ اور
کندہ پر گھومنے لگی ان قبائل کے بہت سے لوگ درجۂ شہادت
پر پہنچے۔ سعدؓ نے عاصم بن عمرو تمیمی کے پاس قاصد دوڑایا
کہ جلد کوئی ایسا حیلہ کریں کہ ہاتھیوں کے سواروں کے اس
طوفان میں پاؤں اُکھڑ جائیں (کہ ان سے زیادہ نقصان
پہنچ رہا ہے) عاصمؓ نے تمیم اور اسد کے تیر اندازوں کو
حکم دیا جس سے سب کے سب نے ہاتھیوں پر تیر اندازی شروع
کر دی اور اُن کے رُخ موڑ دیئے ایسے وقت اُنھوں نے
للکارا کہ ہاتھیوں کے رسّے (جن سے ہودے بندھے ہوتے تھے)
کاٹ ڈالو! جب رسے کاٹے گئے تو سب سوار لڑھک کر زمین
پر گر پڑے اور دشمن پشت پھیر کر بھاگے۔ اب سعدؓ نے
اپنے مقتولین کو کفنانے دفنانے کا انتظام کیا اور زخمیوں
کو لشکر کی عورتوں کے سپرد کیا تاکہ وہ اُن کی مرہم پٹی اور
دیکھ بھال کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ حال روزِ اغواث۔

حضرتِ فاروق رضی اللہ عنہ برائے ابو عُبیدہ امیر
الأمراء شام نوشتہ بود کہ فوجے ترتیب
دادہ بسرکردگی ہاشم بن ابی وقاص
بمددِ سعد بفرستد باتفاقِ حسن قعقاع
کہ مقدمۂ لشکر ہاشم بود بایک ہزار و
پانصد سوار درین حالت رسید جماعۂ
خودرا دَہ قسم ساخت وفرمود یک
طائفہ مسلّح و مکمّل اوّلاً در عسکرِ اسلام
داخل شوند چون داخل شدند قسمتے
دیگر نمایان گردد الیٰ آخر الاقسام
چون نظر اہلِ لشکر برین جماعہ
افتاد دل قوی شدند بالجملہ
قَعقاع در قسمِ اوّل بہ لشکرِ اسلام درآمدہ
بمصاف پیوست و مسلمین را بر حرب کفار
تحریض تمام نمود و مُبارِز طلبید ازان
طرف ذوالحاجب برآمد قعقاع چون دانست
کہ ذوالحاجب است بانگ برداشت یا
ثاراتِ (انتقام) اصحابِ الجسر انگاہ باندک
فرصتے بدوزخش رسانید و باز مُبارِز دیگر
خواست بُندان و فیروزان تاختہ بمیدان
آمدند حارث بن ظبیان بمددِ قعقاع
رسید فیروزان بمقابلۂ قعقاع
و بُندان حریف حارث شد ہر دو پہلوانانِ
عظیم خودہا را کشتند و بسببِ قتل آنہا
گسرِ عظیمے در لشکرِ کسرٰی افتاد

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے شام کے امیر الامراء ابو عبیدہؓ کو لکھا تھا کہ ایک
فوج تیار کر کے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کی سرکردگی میں سعد
ابن ابی وقاص کی مدد کے لئے بھیجیں۔ حُسنِ اتفاق سے قعقاع
جو کہ ہاشم کے لشکر کے کمانڈر تھے ایک ہزار پانچسو سواروں
کے ساتھ اس شدید جنگ کی حالت میں پہنچ گئے۔ اُنھوں نے
(یہاں پہنچنے سے پہلے) اپنی فوج کے دس حصے کردیئے اور
حکم دیا کہ پہلے ایک حصہ مسلّح اور مکمل حالت میں (یعنی ڈیڑھ
سو مجاہدین) اولاً لشکرِ اسلام میں داخل ہوجائیں۔ جب وہ شامل
ہوچکیں تو دوسرا حصہ نمایاں ہو۔ اسی طرح ہر ایک حصہ آخر
تک داخل ہوتا رہے۔ جب اہلِ لشکر کی نظر ان امدادی دستوں
پر پڑی تو ان کے دل قوی ہوگئے۔ چنانچہ قعقاع جو اس لشکر
اسلام کے پہلے دستہ کے کمانڈر تھے آکر جنگ میں شریک ہوئے
اور اُنھوں نے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ لڑنے پر جوش دلانا
شروع کردیا اور کفار سے مبارز طلب کیا (یعنی کوئی میرے مقابلہ
پر آئے) اُس طرف سے ذوالحاجب نکلا۔ قعقاع کو جب معلوم
ہوگیا کہ یہ ذوالحاجب ہے تو اُنھوں نے للکار کر کہا یا ثارات
اصحاب الجسر (پُل کی جنگ میں جو شہید ہوئے تھے اُن کے خون
کا بدلہ لینے کا موقع آگیا۔ وہ نقصان اسی ذوالحاجب نے پہنچایا
تھا۔) بس تھوڑے سے وقفہ کے بعد قعقاع نے اُس کو دوزخ
میں پہنچادیا اور پھر اور مُبارِز طلب کیا تو بُندان اور فیروزان
گھوڑے دوڑاتے ہوئے میدان میں آگئے۔ اِدھر سے حارث بن
ظبیان قعقاع کی مدد کے لئے پہنچ گئے۔ فیروزان تو قعقاع
کے مقابلہ پر آیا اور بُندان حارث کے مقابلہ پر۔ دونوں بہادر
پہلوانوں نے اپنے اپنے حریفوں کو مار ڈالا۔ ان کے قتل سے
کسریٰ کے لشکر میں ایک عظیم کسر (یعنی شکستگی) واقع ہوگئی۔

گویند قعقاع سی دفعہ درین روز بر لشکر
کفار حملہ آورد و ہر دفعہ کارے کرد درین
وقت دانایان لشکر اسلام شتران را جلال
واسع پوشانیدہ بر شکل مہیب نمودار کردند
آنچہ فیول عجم دیروز باخیول عرب کردہ
بودند امروز جمال عرب با افراس فرس
بعمل آوردند چون ہنگام نصف النہار در رسید
ہردو فریق ساعتے مشغول استراحت شدند
بعد از نماز پیشین نار حرب مشتعل شد
گویند سعد بن ابی وقاص ابو محجن را بواسطہ
شرب خمر محبوس ساختہ بود چون ابو محجن
این حالت مشاہدہ نمود غیرت اسلامش
بجوشید از امّ ولد سعد درخواست کہ
وے را از حبس خلاص کند و اسپ ابلق
سعد و سلاح او عاریت دہد بقرار آنکہ
اگر حیات باقی است خود را در محبس رساند
امّ ولد سعد ہمچنان کرد و ابو محجن نعرہ زنان
بمیدان در آمد و تردّدے بکار برد کہ جمیع
لشکر استحسان او کردند بلکہ گمان
جمعے آن شد کہ او خضرؑ ست کہ بمدد
لشکر اسلام رسیدہ طائفہ را نظر بر آنکہ ملکے
برائے نصرت ایشان نازل شد روز دیگر
چون حال ابو محجن بر سعدؓ واضح
شد بدل جوئی وے در آمد و
گفت من بعد ترا در حبس

کہتے ہیں کہ قعقاع نے اس دن لشکر کفار پر تیس دفعہ حملہ کیا اور
ہر حملہ میں بڑا کام کیا۔ اس موقع پر لشکر اسلام کے بعض دانشمندوں
نے اونٹوں کو (گودڑ باندھ کر ان کے بدن کو خوب پھلایا اور
کشادہ جھولیں پہنا کر ہیبتناک شکل پر نمودار کیا تو جو کچھ
عجم کے ہاتھیوں نے عرب کے گھوڑوں کے ساتھ کیا تھا کہ وہ
ان کو دیکھ کر بدکنے اور قابو سے باہر ہونے لگے تھے) وہی کام
آج عرب کے اونٹوں نے فارس کے گھوڑوں کے ساتھ کیا۔ جب
لڑتے لڑتے دوپہر ہوگیا تو دونوں فریق ایک ساعت کے
لئے کچھ آرام کرنے لگے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر جنگ کی آگ
مشتعل ہوئی۔ کہتے ہیں کہ سعدؓ بن ابی وقاص نے شراب پینے
کی بنا پر (اپنے جائے قیام پر) ابو محجن کو محبوس کر رکھا تھا۔
جب ابو محجن نے اس حالت کا مشاہدہ کیا (ان کے محبس کے
دریچہ سے میدان جنگ نظر آتا تھا انھوں نے دیکھا کہ کفار کا
دباؤ بڑھ رہا ہے) تو اُن کی غیرت اسلامی نے جوش مارا
اور اُنھوں نے سعدؓ کی امّ ولد سے درخواست کی کہ وہ اُس کو
قید سے خلاص کردے اور سعدؓ کا ابلق گھوڑا اور اُن کے ہتھیار
عاریۃً دیدے اس اقرار پر کہ اگر زندگی باقی رہی تو وہ پھر اپنے
کو محبس میں پہنچا دے گا۔ سعدؓ کی امّ ولد نے ایسا کردیا،
ابو محجن نعرے مارتے ہوئے میدان میں جا پہنچے اور دشمنوں
پر اتنے سخت حملے کئے کہ تمام لشکر اسلام اُن کی تعریف
کرنے لگا۔ بلکہ ایک جماعت کا گمان یہ ہوگیا کہ یہ خضرؑ ہیں
جو لشکر اسلام کی مدد کے لئے پہنچ گئے ہیں اور ایک جماعت
کا خیال یہ ہوگیا کہ یہ کوئی فرشتہ ہے جو اُن کی مدد کے لئے
نازل ہوا ہے۔ دوسرے دن جب ابو محجن کا حال سعدؓ پر واضح
ہوا تو وہ اُن کی دلجوئی کرنے لگے اور کہا کہ اب میں تجھے قید میں

نگزارم ابو محجن گفت من نیز از سر صدق و اخلاص عزم کردم کہ باز گردِ آن خبیث (شراب) نگردم روزِ عماس قعقاع جماعہ خود را فرمود (کہ) بغیر اطلاع لشکر اسلام بصفتِ روزِ گزشتہ دہ دہ فرقہ شوند و باشکالِ عجیبہ درآیند تا مسلمانان درین ظن افتند کہ فوج ہاشم رسیدہ است بالجملہ چنان کردند و متعاقبِ ایشان لشکر ہاشم رسید و وے نیز صنیع قعقاع در قومِ خود مرعی داشت ازین راہ اطمینان اہلِ لشکر دو بالا گشت دران روز اولاً مطاردہ (حملہ) بود بعد ازان مراماۃ (تیر اندازی) بعد ازان مرامحہ (نیزہ بازی) بعد ازان مسابقہ (بجے جستن) بعد ازان مصارعہ (کشتی) ہاشم باجوقِ اول

نہیں ڈالوں گا۔ ابو محجن نے کہا کہ میں نے بھی سچائی اور اخلاص سے یہ عزم کر لیا ہے کہ آئندہ اس خبیث (یعنی شراب) کے قریب بھی نہ آؤں گا۔ **روزِ عماس** کے واقعات۔ قعقاع نے اپنی جماعت کے لوگوں کو حکم دیا کہ لشکرِ اسلام کے شرکاء کی نظروں سے بچ کر (دُور نکل جائیں اور پھر) گزشتہ دن کی طرح دس دس جماعتیں بن کر کچھ اوپری وضع بنا کر آئیں تاکہ عام مسلمانوں کو یہ گمان ہو جائے کہ اب ہاشم کی فوج ہماری مدد کے لئے پہنچ گئی ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے ایسا کرنا شروع کر دیا اور (یہ اللہ کا فضل ہوا کہ) ان کے پیچھے ہاشم کا لشکر بھی پہنچ گیا اور اُنھوں نے بھی قعقاع کی روِش اپنے ساتھیوں کو لشکرِ اسلام تک پہنچانے میں اختیار کی۔ اس طریقہ پر عمل کرنے سے لشکر والوں کا اطمینان دوگنا ہو گیا۔ اس دن میں تجویز کیا گیا تھا کہ اوّلاً عام حملہ ہو، اس کے بعد تیر اندازی، اس کے بعد نیزہ بازی، اس کے بعد دفعۃً ہلّہ بول کر آگے بڑھنا، پھر کُشتی لڑ کر پچھاڑنا۔ ہاشم نے اپنے پہلے ساتھیوں کے ساتھ

ع۵ واقدی نے اس قصہ کو اسی طرح روایت کیا ہے اور غالباً ان ہی سے دیگر مورخین نے اخذ کر لیا۔ اور تاریخ کامل ابنِ اثیر میں یہ لکھا ہے کہ وہ اپنے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ اذا مِتُّ فادفنّی الی جنب کرمۃٍ ۔ تروّی عظامی بعد موتی عروقہا ۔ ولا تدفننّی فی الفلاۃِ فانّنی ۔ اخافُ اذا ما مِتُّ ان لا اذوقہا ۔ جب میں مرجاؤں تو مجھے انگور کے برابر دفن کرنا تاکہ میری ہڈیاں میرے مرنے کے بعد اس کی جڑ سے بہرہ اندوز ہوتی رہیں۔ اور مجھے کھُلے میدان میں نہ دفن کرنا کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ جب میں مرجاؤں تو اس کو چکھنا نصیب نہ ہوگا۔ جس کی اطلاع سعد کو پہنچا دی گئی اور انھوں نے ان کو گرفتار کر کے اپنے جائے قیام پر محبوس کر دیا۔ کامل ابن اثیر میں ان کا بیان نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کے بعد میں نے کبھی شراب نہیں پی۔ صرف ان اشعار کی بناء پر سعدؓ نے گرفتار کر لیا تھا۔ یہ غلط ہے کہ شراب پیتے ہوئے پکڑے گئے تھے۔ اور یہ بات مستبعد بھی ہے کہ شراب پیتے ہوئے دیکھ کر پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر محبوس کر دیا جاتے۔ اگر شراب پینا ثابت ہو جاتا تو اس کی حد کا جاری کرنا اتنا طویل کام نہیں تھا کہ اس کو آئندہ وقتِ فرصت پر موقوف رکھا جاتے اور ایسے بہادر مجاہد کی خدمت سے اپنے لشکر کو محروم رکھا جاتے اس کا اجراء فوراً کر دیا جاتا چالیس کوڑے لگوا دینا چند منٹوں کی بات تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعدؓ کی نظر میں یہ الزام محتاج ثبوت تھا جس کی سماعت میں وقت صرف ہوتا۔ اسی لئے گرفتار کر کے محبوس کر دیا تھا کہ بوقتِ فرصت اس کی تحقیق کی جائیگی۔ پھر جب ابو محجن نے سعدؓ کی بی بی سلمیٰ سے حقیقت بیان کر دی ادھر ان کی بے نظیر شجاعت سے بڑا تاثر پیدا ہو چکا تھا تو ان کو خود آ کر کھول دیا اور عزت کے ساتھ رہا کر دیا۔ واقدی کو محدثین نے غیر محتاط قرار دیا ہے۔ کامل ابن اثیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ قیاس کے مطابق ہے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

برمیمنۂ عجم حملہ کرد و صفوفِ ایشان
رامتفرق ساخت و تا بمسافتے تاختہ رفت.
باز عمرو بن معدیکرب یارانِ خود را برائے
حرب مہیا نمود و بر قلبِ لشکر کفار تاخت و
بسیارے را بکشت فارسانِ فرس بیکبارہ
متوجہ او گشتند و غبارے عظیم برخاست دران
میان عمرو بن معدیکرب ناپید گشت و اسپ
او کشتہ شد عمرو فی الحال پای اسپ سوارے را
از سوارانِ عجم محکم گرفت تا آنکہ از رفتار باز
ماند سوار چون مجالِ مقاومت باوے ندید
از اسپ پیادہ گردید عمروؓ بران اسپ سوار
شد و بسلامت از قلبِ لشکر کفار برآمد
دیگر بار سوارے از فوجِ عجمی جولان نمود
و مبارز خواست مردے از اہلِ اسلام قصیر
القامت وصغیر الجثۃ در معرض قتال درآمد
عجمی بیک ضرب آن مرد مسلمان را از اسپ
بینداخت و خود نیز از اسپ فرود آمد و بسینہ او
نشست تا او را بکشد درین حال لطیفۂ غیبی در رسید
کہ اسپ عجمی رم خورد و عجمی رسن اسپ در
کمر خود بستہ بود اسپش بہمان رسن از سینۂ
مسلمان برداشت آن مسلمان بسلامت برجست
و شمشیر بر فرقِ او زد و بدوزخش فرستاد و مشاہدۂ
این لطیفہ موجبِ اطمینان قلوب مسلمانان شد چون کافران حال را
بدین منوال معاینہ نمودند ابطال و افیالِ خود را باز
آراستند و دو جوق ساختند

(ابطال: بہادران ۱۲ — افیال: جمع فیل ۱۲)

عجم کے میمنہ پر حملہ کر دیا اور اُن کی صفوں کو درہم برہم کر دیا اور دُور
تک گھستے چلے گئے۔ پھر عمرو بن مَعدِیکرب نے اپنے ساتھیوں کو
لڑنے کے لئے تیار کیا اور لشکرِ کفّار کے قلب پر حملہ کر دیا اور
بہت لوگوں کو مار ڈالا اس پر فارس کے سوار ایک بار اُن پر دَوڑ
پڑے اور بہت بڑا غبار اُٹھ کھڑا ہوا جس میں عمرو بن مَعدِیکرب
چُھپ گئے اور (اُن پر یہ حادثہ پیش آیا تھا کہ) اُن کا گھوڑا مارا
گیا تھا تو عمرو نے فوراً ہی ایک گھوڑے کے پاؤں مضبوط پکڑ
لئے جس پر ایک عجمی سوار تھا۔ یہاں تک کہ گھوڑا آگے نہ چل سکا۔
سوار نے جب اپنے میں مقاومت کی طاقت نہ پائی تو وہ گھوڑے
سے اُتر کر پیدل ہوا اور عمرو فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر لشکرِ کفّار
کے قلب سے سلامتی کے ساتھ باہر آ گئے۔ اسی وقت ایک واقعہ
یہ پیش آیا کہ فوجِ عجم میں سے ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا
آیا اور اس نے مبارز طلب کیا (یعنی چیلنج کیا کہ کوئی مقابلہ
پر آئے) اہلِ اسلام میں سے ایک شخص پستہ قد لاغر اندام میدان
جنگ میں نکلا۔ عجمی نے ایک ہی ضرب میں اس کو گھوڑے سے نیچے
گرا دیا اور وہ بھی اپنے گھوڑے سے اُتر آیا اور اُس کے سینہ
پر بیٹھا تاکہ اس کو مار ڈالے۔ اسی حال میں ایک لطیفہ غیبی آ پہنچا۔
عجمی کا گھوڑا دفعۃً اُچھلا اور عجمی نے اُس کی رسّی اپنی کمر سے
باندھ رکھی تھی۔ اُس کے گھوڑے نے اُسی رسّی سے اُس کو مسلمان
کے سینہ سے اُٹھا کر گرا دیا۔ مسلمان نے فوراً اُٹھ کر اس کے سر
پر تلوار ماری اور اُس کو دوزخ میں پہنچا دیا۔ اس لطیفہ کا مشاہدہ
مسلمانوں کے دلوں کے لئے اطمینان کا موجب ہوا (کہ اللہ کی
مدد ہمارے ساتھ ہو گئی ہے) اور جب کافروں نے حالات کے اس
طور کا مشاہدہ کیا تو اپنے بہادروں کو اور اپنے ہاتھیوں کو پھر
صف بستہ کیا اور ان کے دو حصّے کر دیئے اور لشکرِ اسلام کے

روبروی لشکر اسلام شدند مقدم جوقِ اوّل فیل
وآنجماعہ مواجہہ قعقاع و عاصم شدند
ومقدم جوقِ ثانی فیلِ اَجرب و آن طائفہ
مقابلہ جمال بن مالک اسدی بفرمان سعدؓ
قعقاع و عاصم نیزہا برداشتہ یکبار متوجہ
بجانب فیلِ ابیض شدند و جمال باقرینِ
دیگر قصدِ فیلِ اجرب نمود و باہر یکے جمعے
ہمراہ شد حارسانِ فیلان را بزخم تیر متفرق
ساختند و این چہار جوانمرد بفیلان رسیدہ
نیزہائے خود را حوالۂ چشم فیلان نمودند
فیلان نعرہ زنان تا بہ لشکرگاہِ خود گریزان
برگشتند و اہلِ لشکر را متفرق گردانیدند بعد
ازان مسلمانان آواز تکبیر بلند برداشتہ
مشغولِ حرب و ضرب شدند و تا بشب
ہمین معاملہ ماند لیلۃ الہریر بعد العشائین
از طرفین مشعلہا افروختہ بیشتر متقید قتال
شدند و خدائے عزّ و جلّ صبرِ عظیم در
دلِ مسلمین القا فرمود یک فوج بفوجِ
دیگر در پیوست تا آنکہ اصواتِ مردم از
سعد و رستم ہردو منقطع گشت و تمام شب
بہمان صفت گزشت در دلِ شب سعد
بجناب کبریا التجا نمودہ مشغولِ بدعاء و
زاری شد درین حال نوید فتح بگوش
وہوش او در دادند علی الصباح بمسلمانان
تسلّی دادہ و بر زیادتِ اجتہاد در حرب

مقابلہ پر آئے۔ پہلے حصہ میں سب سے آگے سفید ہاتھی کو رکھا
اور یہ حصہ قعقاع اور عاصم کے مقابلہ پر آیا۔ اور دوسرے
حصّہ میں سب سے آگے فیلِ اَجرَب (یعنی چکنے ہاتھی) کو رکھا،
اور یہ حصّہ جمال بن مالک اسدی کے مقابلہ پر آیا۔ سعدؓ کے حکم
سے قعقاع اور عاصم نے نیزے اُٹھائے اور اُس سفید ہاتھی
کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اور جمال نے دوسرے شخص کی معیّت
میں چکنے ہاتھی کا قصد کیا اور ہر ایک کے ہمراہ ایک جماعت ہوگئی
ان لوگوں نے ہاتھیوں کے نگہبانوں کو تیروں کے زخم پہنچا کر
متفرّق کردیا اور ان چاروں بہادروں نے (دونوں) ہاتھیوں
تک پہنچ کر اپنے نیزوں کو ہاتھیوں کی آنکھوں پر مارا۔ ہاتھی
چنگھاڑتے ہوتے لوٹے اور بھاگتے ہوتے اپنی لشکرگاہ میں
جا گھسے اور اہلِ لشکر کو متفرّق کردیا۔ اس کے بعد مسلمانوں
نے تکبیر کے نعرے بلند کئے اور حرب وضرب میں مشغول ہوگئے
اور رات تک یہی معاملہ رہا۔ لیلۃ الہریر مغرب اور عشاء کے بعد
طرفین کی جانب سے مشعلیں روشن ہوگئیں اور پہلے سے زیادہ
تیزی کے ساتھ قتال میں مصروف ہوگئے اور اللہ عزوجل نے
بہت بڑا صبر مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دیا۔ ہر فوج اپنی
مقابل فوج کے ساتھ گتھم گتھا ہو رہی تھی یہاں تک لوگوں کی
آوازیں بلند ہو رہی تھیں جن سے سعدؓ کی اور رستم کی دونوں
کی آوازیں دب گئیں اور تمام رات اسی طرح (لڑتے ہوتے)
گزرگئی۔ وسطِ شب میں سعدؓ نے جنابِ کبریا میں دعائیں اور
گریہ وزاری شروع کی۔ اس حالت میں فتح کی خوش خبری
منجانب اللہ ان کو دی گئی (بذریعہ خواب یا ہتفِ ہاتف جس
سے ان کو اطمینان ہوگیا) علی الصباح انہوں نے مسلمانوں کو
(یہ خوش خبری سُنا کر) تسلّی دی اور جنگ میں پہلے سے اور زیادہ

ترغیب فرمود بتائید الٰہی این موعظۃ دلہائے
مسلمانان را اطمینان افزود و تاثیر بلیغ نمود
تا آنکہ صبحوۃ کبریٰ (چاشت) ریاح نصر وزیدن آغاز
کرد کہ ہر تیرے کہ از لشکر اسلام روان
می شد بأعداء می رسید و از اعداء ہر مرتبہ
کہ مے آمد منعکس مے افتاد درین فرصت
غزات مسلمین از مراکب و جنائب (اسپان عربی و ترکی) چقدر را
کہ در حوطۂ تصرف نیاوردند انجام کار
نزدیک رستم رسیدند و ہلال بن علقمہ سر
رستم بریدہ بر نیزہ آویختہ ندا در داد الا
انی قتلت رستما چون این ندا شنیدند
و کشتہ شدن رستم بر سپاہ عجم محقق شد
منہزم و مخذول رو بگریز نہادند و مسلمانان
بتعاقب آنہا تاختند چہ مقتلہا کہ بظہور نرسانیدند
و جسد مردہ رستم را پیش سعد آوردند وے
بدیدن این کرامت شکر الٰہی بجا آورد بعد
ازان فتح قلعہ قادسیہ کردند و جمعے
کثیر بہ سی ہزار گریختگان جمع شدہ بودند
سعد لشکرے عظیم فرستاد تا آن جمع
را متفرق ساختند من بعد نامۂ فتح برائے
فاروق اعظم رضؓ نوشت وے رضی
اللہ عنہ و جمیع اصحاب رضؓ ازین بشارت مسرور
و مبتہج گشتہ محامد ایزدی بجا آوردند
شمار مقتولان کفار در معرکۂ قتال و بعد
وزیدن نسیم فتح در فتح قلعہ قادسیہ

کوشش اور ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے
مسلمانوں کے قلوب میں اطمینان بڑھ گیا اور آپ کی نصیحتوں کا دلوں
پر بڑا اثر ہوا (کہ تھکے ہوئے اجسام میں تازہ روح دوڑ گئی)
یہاں تک کہ بوقت چاشت (اللہ تعالیٰ کی) مدد کی ہوا چلنا شروع
ہوگئی کہ جو بھی تیر لشکر اسلام کی طرف سے چلایا جاتا تھا وہ
دشمنوں پر پہنچ کر اپنا پورا کام کرتا تھا اور دشمنوں کی طرف سے
جو حربہ بھی مسلمانوں پر پھینکا جاتا تھا وہ بے کار ہوکر گر جاتا تھا۔
اس موقع پر مسلمان غازیوں نے بے شمار اونٹوں اور اصیل گھوڑوں
پر قبضہ کرلیا۔ غازیان اسلام لڑتے لڑتے رستم کے پاس
پہنچ گئے اور ہلال بن علقمہ نے رستم کا سر کاٹ کر نیزے پر
لٹکا کر بلند آواز سے ندا کردی الا انی قتلت رستما (لوگو! سن لو
میں نے رستم کو قتل کردیا) جب عجمیوں نے یہ آواز سنی اور سپاہ
عجم پر رستم کا مارا جانا ثابت ہوگیا تو وہ مغلوب اور رسوا ہوکر
بھاگنے لگے اور مسلمان ان کے تعاقب میں دوڑتے رہے قتل
کا اس قدر وقوع ہوا کہ حساب میں آنا دشوار ہے۔ اور رستم کے
مردہ جسد کو سعدؓ کے سامنے لایا گیا۔ آپ (اللہ کے) اس فضل
کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے
قادسیہ کا قلعہ فتح کیا۔ اور شکست کھاکر بھاگنے والوں کی
تیس ہزار کی ایک تعداد مجتمع ہوگئی تھی۔ سعدؓ نے ایک عظیم
لشکر بھیجا جس نے پہنچ کر سب کو تتر بتر کردیا۔ اس کے بعد
نامۂ فتح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا
آپؓ اور تمام اصحابؓ اس بشارت سے پُر مسرت اور بہت خوش
ہوئے اور سب نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور شکر کیا۔ اور معرکۂ
قتال میں مقتولین کفار کے شمار اور نسیم فتح چلنے کے بعد اور
قادسیہ کے قلعہ کے فتح کے موقعہ پر جو کفار قتل ہوئے اور شکست

وتفریقِ جماعہ کہ از گریختگان جمع شدہ بودند بصد
ہزار رسید واز لشکرِ اسلام قبل لیلۃ الہریر دہ ہزار
وپانصد مرد و در لیلۃ مذکورہ و روزِ مسطور نزدیک
فتحِ قلعہ شش ہزار کس بدرجۂ علیاء شہادت در رسیدند
بعد ازان سعد بن ابی وقاص خمس غنیمت را ارسالِ
دار الخلافت نمود و باقی بر غزات تقسیم فرمود بعد ازانکہ
غزاتِ اسلام آسایشی کردند و استراحتے نمودند حضرت
فاروق رض برائے سعد حکم فرستاد کہ بجانبِ فتح مداین
ہمت گمارد وسعد باہتمامِ تمام بترتیبِ جیوش قیام
نمودہ طرف مدائن روان شد و در اثناء راہ بعض
بلاد را بطریقِ صلح و بعضے دیگر را بطور عنوۃ مفتوح
ساخت و طائفہ را کہ در بابل سکونت داشتند قہراً بعد
محاربہ متفرق گردانید درین دار و گیر شصت ہزار سوار
در رکابِ سعد حاضر بود چون خبر توجہ سعد بہ یزدجرد
رسید امارتِ سپاہ بہر کہ میفرمود از خوفِ سعد قبول
نمی نمود لاچار طرف شرقی دجلہ درمیانِ شہر اقامت گاہ
خود ساخت و غربی آن را از برائے سعد گزاشت و
پُل را ویران کردند و کشتی ہا باز کشیدند فارسانِ اسلام
متوکلاً علی اللہ دران بحرِ زخار خوض نمودہ بسلامت
عبور فرمودند و یزدگرد آنچہ توانست از اموالِ سبک
بارِ گران بہا با خود برداشتہ جانبِ حلوان روان شد
سعد قعقاع را بتعاقبِ وی فرستاد و عمرو بن
مقرن را بضبط و جمعِ غنائم مامور ساخت
اہلِ تاریخ حساب آنچہ کہ از غنائمِ
مداین و آنچہ قعقاع

خوردہ لوگوں کے اجتماع کے متفرق کرنے کے موقع پر جو کفار قتل کئے
گئے ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ اور لشکرِ اسلام میں سے لیلۃ الہریر
سے پہلے دس ہزار پانچسو اور لیلۃ الہریر اور اُس خاص یوم میں جس کا
حال ابھی ذکر کیا ہے قلعہ کے فتح ہونے کے وقت تک چھ ہزار آدمی
شہادت کے بلند مقام پر پہنچے۔ اس کے بعد سعد بن ابی وقاص رض نے
غنیمت کا پانچواں حصہ دار الخلافت میں روانہ کیا اور باقی غازیوں پر
تقسیم کیا۔ پھر جب کہ مجاہدینِ اسلام نے آرام کرلیا اور بخوبی راحت
حاصل کرلی تو حضرت فاروق رض کا سعد رض کے پاس حکم پہنچا کہ اب مدائن
کو فتح کرنے کی ہمت کریں۔ سعد رض پوری کوشش کے ساتھ فوجوں کی
نظم و ترتیب میں لگ گئے اور مدائن کی طرف روانہ ہوگئے، اس دوران
میں بعض شہر بطریقِ صلح کے اور بعض جنگ کے دباؤ کے ساتھ
فتح کرلئے اور ایک گروہ کو جو بابل میں سکونت رکھتا تھا جنگ کے
بعد متفرق کردیا۔ اس دار و گیر کے وقت حضرت سعد رض کے ہمرکاب
ساٹھ ہزار سوار تھے۔ جب سعد رض کے (مدائن کی طرف) متوجہ ہونے
کی خبر یزدجرد کو پہنچی تو (اس نے پھر مقابلہ کا ارادہ کیا لیکن)
فوج کی امارت کے لئے جس سردار کو بھی تجویز کرتا تھا وہ سعد رض کے
خوف سے قبول نہیں کرتا تھا۔ مجبور ہو کر دجلہ کی جانب شرقی میں
شہر کے درمیان اُس نے اپنی جائے قیام بنائی اور اُس کی غربی
جانب کو سعد کے لئے چھوڑ دیا اور پُل کو خراب کردیا اور کشتیاں
وہاں سے دُور کردی گئیں۔ اسلامی سوار اللہ کے توکل پر اس
بحرِ زخار میں گھُس گئے اور سلامتی کے ساتھ عبور فرماگئے۔ یزدجرد جو کچھ
ہلکے اور قیمتی اموال میں سے اپنے ساتھ لیجا سکا لے کر حلوان کی طرف
روانہ ہوگیا۔ سعد رض نے قعقاع کو اُس کے تعاقب میں بھیجا اور عمرو
ابن مقرن کو اموالِ غنیمت کے منضبط اور جمع کرنے پر مامور کیا۔ اہلِ تاریخ
نے جو کچھ کہ مدائن کی غنیمتوں سے حاصل ہوا اور جو کچھ قعقاع نے

از بنگاہ یزدگرد نہب نمودہ نوشتہ اند تفصیل آن درینجا متعذر است بالجملہ چون تفرقِ کلی بحالِ سپاہ عجم راہ یافت یزدگرد بحلوان اقامت نمود و لشکر بسیارے از عجم در شہر حلولا بسرکردگی مہران رازی مجتمع شدند و باہم عہد بستند برآنکہ نگریزند و استقامت ورزند و جمعے کثیر از ہزیمت زدگان نیز بایشان ملحق شدند سعد حقیقتِ حال بعرض حضرت فاروق رضؓ رسانید و وے رضی اللہ عنہ حکم فرستاد کہ دوازدہ ہزار کس بسرکردگی ہاشم بن عتبہ بجانب حلولا روان کند بالجملہ ایشان را با سپاہِ عجم ہشتاد بار مصاف درمیان آمد و در آخر ہزیمت بر کفار افتاد غنائم بے حساب بدست مسلمانان آمد یزدگرد چون این خبر شنید از حلوان برخاستہ بجانب رَیّ روان گردید و فوجے را در حلوان گذاشت ہاشم این ماجرا بسعد نوشت سعدؓ فرمود جہدے کن و اہتمامی نما و حلوان را بہر وجہ در تصرف آر قصہ کوتاہ حلوان نیز مفتوح شد باز سال بستم حضرت فاروق رضؓ سعد بن ابی وقاص را از جہتِ اظہار شکایتِ مردم و بیم و اختلاف قوم برِوے بحضورِ خود طلبید چون این معنی بگوش یزدگرد رسید فرصت را غنیمت دید و با تواعِ حِیَل اہلِ رَے و خراسان و ہمدان و نہاوند را رفیقِ خود گردانیدہ لشکرے بیحساب بہم آورد گویند صد و پنجاہ ہزار مرد جمع شدہ بود بسرکردگی فیروزان بجانبِ عراق روان نمود چون این ماجرا بعرضِ امیر المومنین رسید نعمان بن مقرن را فرمود تا بتدبیرِ حرب زود قیام نماید

یزدجرد کے جاتے قیام سے لوٹا سب کا حساب لکھا ہے۔ یہاں اس کی تفصیل لکھنا دشوار ہے۔ المختصر جب عجم کی فوج بالکل پارہ پارہ ہوگئی تو یزدجرد نے حلوان میں قیام کر لیا اور عجمیوں کا بہت سا لشکر شہر حلولا میں مہرانِ رازی کی سرکردگی میں اکٹھا ہوگیا۔ اور اہلِ لشکر نے باہم عہد کیا کہ وہ بھاگیں گے نہیں اور جمے رہیں گے اور ہزیمت زدہ لوگوں کی ایک بڑی جماعت بھی ان سے آملی۔ سعدؓ نے حقیقتِ حال کو حضرتِ فاروق رضؓ کی خدمت میں پہنچایا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم بھیجا کہ بارہ ہزار آدمی ہاشم بن عتبہ کی سرکردگی میں حلولا روانہ کردیں۔ مختصر یہ ہے کہ عجم کی فوجوں کے ساتھ ان کی جنگ اسّی (۸۰) مرتبہ ہوتی ہے۔ آخر میں کفار کو شکست ہوتی اور بے حساب اموالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آتے۔ یزدجرد نے جب یہ حال معلوم کیا تو حلوان سے اٹھ کر رَے کی طرف روانہ ہوگیا اور ایک فوج کو حلوان میں چھوڑ دیا۔ ہاشم رحؓ نے یہ ماجرا سعد رضؓ کو لکھا۔ سعدؓ نے حکم بھیجا کہ پوری جد و جہد کرو اور جس طرح بھی ممکن ہو حلوان پر قبضہ کرو۔ قصہ کوتاہ یہ کہ حلوان بھی فتح ہوگیا۔ پھر بیسویں سال میں حضرت فاروق رضؓ نے سعدؓ بن ابی وقاص کو اس وجہ سے اپنے پاس واپس بلا لیا کہ لوگوں نے اُن کے بارے میں کچھ شکایتیں کی تھیں آپؓ کو یہ اندیشہ ہوگیا تھا کہ ان کے ساتھ اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ جب اس بات کی اطلاع یزدجرد کے کانوں تک پہنچی تو اُس نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور طرح طرح کے حیلوں سے رَے اور خراسان اور ہمدان و نہاوند کے لوگوں کو اپنا ساتھی بنا کر بے شمار لشکر جمع کر لیا۔ کہتے ہیں کہ لشکر کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تھی۔ اس لشکر کو فیروزان کی سرکردگی میں عراق کی جانب روانہ کردیا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع امیر المومنین رضؓ کی خدمت میں پہنچی تو آپ رضؓ نے نعمانؓ بن مقرن کو حکم دیا کہ جلد انتظام جنگ شروع کردیں

و جیوشِ کوفہ را با تباعِ او امر کرد در وقت تولیتِ
نُعمان برزبانِ غیب ترجمانِ حضرت فاروق رضؓ
جاری شد کہ اگر نُعمان شہادت یافت امارت بحذیفہؓ
ابن الیمان مقرر باشد بالجملہ چون نُعمان متوجہ شد
درمیانِ ہر دو جیش وادی پیش آمد پُر از خار
کہ عبورِ آن متعسّر بود نخست مغیرۃ بن شعبہؓ
را بپیشِ فیروزان فرستاد تا دعوتِ اسلامش
کند و آن بی دولت تُرّہات بسیارے بگفت
چون مغیرہ بازگشت مصلحت الحرب خدعۃ را کار
فرما شدند و یک منزل این طرف رجوع نمودند مجوسیان
را گمان شد کہ از تُرّہاتِ فیروزان ہراسان شدہ
گریزان شدند کفار ازان وادی خارناک گذشتہ
بمیدانِ صاف برآمدند و دلیرانِ اسلام دلیرانہ
حملہ بران جماعہ آوردند و نُعمان بجنابِ کبریا دعاء
نمود کہ درین معرکہ بدرجۂ شہادت فائز گردد
بالجملہ بعد کوشش بسیار فتحِ اسلام و ہزیمت کفار
بروئے کار آمد و نعمان برفیقِ اعلےٰ انتقال نمود
و فیروزان گریزان شد قعقاع دنبالِ او افتادہ
بدوزخش فرستاد و غنائم بسیار و سبایا بیشمار
بدستِ لشکرِ مسلمین آمد و این را فتوح الفتوح
نام نہادند زیرا کہ عجم را من بعد اجتماعے
معتدبہ مقدور نشد و بلادِ ایشان
تمام مُسخرِ اہلِ اسلام گردید و دولتِ
ساسانیان منہزم گشت و الحمد
للہ رب العالمین۔

اور کوفہ کے لشکروں کے پاس حکم بھیجا کہ اُن کی اتباع کریں۔ نعمانؓ
کو سپہ سالار بناتے وقت حضرت فاروق رضؓ کی زبانِ غیب ترجمان
پر یہ بھی جاری ہو گیا کہ اگر نعمانؓ نے شہادت پائی تو امیر افواج حذیفہؓ
ابن الیمانؓ مقرر ہوں گے۔ الغرض جب نعمانؓ (افواجِ مجاہدین کو
لے کر مقابلہ کے لئے) چلے تو دونوں لشکروں (یعنی اسلامی لشکر
اور فارس کے لشکر) کے درمیان ایک وادیٔ پُرخار پیش آ گیا جس سے
عبور کرنا بہت مشکل تھا۔ اوّل اُنھوں نے مغیرہ بن شعبہ رضؓ کو
فیروزان کے پاس بھیجا تاکہ اس کو دعوتِ اسلام دیں۔ (جب
مغیرہؓ نے جا کر اس کو دعوتِ اسلام پہنچائی تو) اس بدنصیب
نے بہت کچھ ڈینگیں ماریں۔ جب مغیرہؓ واپس ہوئے تو الحربُ
خدعۃٌ (جنگ دھوکا ہے) پر عمل کرتے ہوئے مصلحت یہ ہوئی
کہ ایک منزل پیچھے واپس ہو جائیں۔ (اس واپسی سے) مجوسیوں
کو یہ گمان ہو گیا کہ فیروزان کی ڈینگوں سے گھبرا کر اہلِ اسلام
بھاگ پڑے تو یہ کفّار اس وادیٔ خارزار سے گزر کر صاف میدان
میں (جس کو چھوڑ کر اہلِ اسلام پیچھے ہٹے تھے) آ گئے اب
دلیرانِ اسلام نے بہادری کے ساتھ اس لشکر پر حملہ کر دیا۔ نعمانؓ
نے بارگاہِ کبریا میں دعاء کی کہ اس معرکہ میں وہ درجۂ شہادت پر کامیاب
ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ بہت کوشش کے بعد اسلام کی فتح
ہوئی اور کفّار کو شکست ہوئی اور نعمان رضؓ رفیقِ اعلیٰ کی طرف
انتقال کر گئے اور فیروزان بھاگا تو قعقاع نے اس کا تعاقب
کر کے اس کو جہنّم میں پہنچا دیا اور بہت اموالِ غنیمت اور بیشمار
قیدی لشکرِ اسلام کے ہاتھ آئے اور اس کا نام فتح الفتوح رکھا
گیا۔ کیونکہ عجم کو پھر کبھی یہ قدرت نہ حاصل ہو سکی کہ وہ کوئی
معتدبہ لشکر جمع کر لیں اور ان کے تمام شہر اہلِ اسلام کے زیرِ حکم
آ گئے اور دولتِ ساسانیان کا کلّیۃً خاتمہ ہو گیا، والحمد للہ رب العالمین

اینست منتخب آنچہ اصحاب فتوح عراق تقریر
نمودہ اند اما برہم شدن دولتِ رومیان از
شام باین صورت بود کہ چون دمشق مفتوح شد
ابو عُبیدہ اُمراء اسلام را بفتح بلادِ شام معیّن
گردانید اکثر قُرے قریبۂ دمشق بردستِ ابی سفیان
ومعاویہ مفتوح شد و میسان بردستِ شرجیل
ابن حسنہ وطبریہ باہتمام ابوالاعور بدستور دمشق
صلحاً بدست آمد و بعلبک عنوۃً خالد بن الولید فتح نمود
بعد ازان ابو عبیدہ و خالد بحمص متوجہ شدند کہ معسکر
ہرقل بود ہرقل بطریقے از بطارقۂ خود نودر نام را
بالشکرے گران بمقابلۂ ایشان فرستاد و بطریقے
دیگر سنیش نام را بکمکِ وی روان کرد ابو عبیدہ
در مواجہہ سنیش و خالد بمقابلۂ نودر معسکر آراستند
اتفاقاً نودر را بخاطر آمد کہ مقابلۂ این جماعہ سنیش
واگزاشتہ خود بجانبِ دمشق وسائر بلدان کہ در
حکمِ اسلام داخل شدہ بودند متوجہ گردد چون بدمشق
رسید یزید بن ابی سفیان امیرِ دمشق بمقابلۂ او برآمد
و خالد رضہ نیز مانند باد در عقب رسید لشکرِ کفار را
درمیان گرفتہ دادِ مقاتلہ دادند وجمعے کہ فرار کردہ
بودند مسلمانان در عقبِ ایشان دویدند وہمہ
را افنا نمودند خالد رضہ دیگر بار ملحق بہ
ابو عبیدہ رضہ شد و بہیئت اجتماعیہ متوجہ
مصاف سنیش گشتہ او را ہزیمت نمایان
دادند بعد ازان بطرفِ حمص متوجہ گشتند
ہرقل برائے محافظتِ حمص

یہ ہے اُن تمام احوال کا منتخب جو اہلِ تاریخ نے عراق کی فتوحات
کے بارے میں بیان کئے ہیں۔ **شام سے رومیوں کی حکومت
کا خاتمہ** اس صورت سے ہوا کہ جب دمشق فتح ہوگیا تو ابو
عبیدہ رضہ نے اُمراء اسلام کو شام کے شہروں کو فتح کرنے کے لئے
معین کیا۔ چنانچہ دمشق کے قریب کے اکثر شہر ابوسفیان رضہ اور
معاویہ رضہ کے ہاتھ پر فتح ہوتے اور میسان شرجیل بن حسنہ رضہ
کے ہاتھ پر، اور طبریہ ابو الاعور رضہ کی سرکردگی میں دمشق کے
طور پر صلح کے ساتھ قبضہ میں آیا۔ اور بعلبک کو جنگ کرکے خالد رضہ
ابن الولید نے فتح کیا۔ اس کے بعد ابو عبیدہ رضہ اور خالد رضہ حمص
کی طرف متوجہ ہوتے جو ہرقل کی ایک فوجی چھاؤنی تھا۔
ہرقل نے اپنے سرداروں میں سے ایک سردار کو جس کا نام نودر
تھا ایک بھاری لشکر دے کر اُن کے مقابلہ کے لئے بھیجا اور
ایک دوسرے سردار کو جس کا نام سنیش تھا اُس کی کمک کے لئے
روانہ کیا۔ ابو عبیدہ رضہ نے سنیش کے مقابلہ پر اور خالد رضہ نے نودر
کے مقابلہ پر لشکر کو مرتب کیا۔ اتفاقاً نودر کے دل میں یہ خیال
آیا کہ اس جماعت کے مقابلہ پر سنیش کو چھوڑ کر خود دمشق کی
اور اُن شہروں کی طرف متوجہ ہو جاتے جو اسلام کے زیرِ
حکم آگئے ہیں۔ جب وہ دمشق پہنچا تو یزید بن ابی سفیان رضہ
اُس کے مقابلہ کے لئے نکل آتے اور خالد رضہ بھی ہوا کی طرح اُس
کے پیچھے پہنچ گئے۔ اب اُنھوں نے لشکرِ کفار کو گھیر کر قتل
کر ڈالا اور ان میں کی ایک جماعت فرار ہوگئی تھی مسلمانوں
نے اُس کا تعاقب کرکے سب کو فنا کردیا۔ خالد رضہ پھر ابو عبیدہ رضہ
کے ساتھ آملے اور دونوں متفقہ طور پر سنیش کے ساتھ جنگ
پر متوجہ ہوگئے اور اس کو نمایاں شکست دی اس کے بعد
حمص کی طرف بڑھنا شروع کردیا۔ ہرقل نے حمص کی حفاظت کیلئے

بطریقی را منصوب ساخت وخود در مقام رہا
معسکر آراست واز اہلِ جزایر مددے بحمص فرستاد
وسعد بحسب حسن اتفاق بعد فتح قادسیہ کہ افواجِ
خود برائے نہب وغارتِ کفار منتشر ساختہ بود درین
حالت جمعی از ایشان بجزایر رسیدند چون این خبر
بمتعینانِ کمک حمص رسید خایب باز گشتند درین
ایام شدّتِ برودت مانع بود مسلمین را از وصول
بحمص بعد انقضائے موسم سرما لشکر اسلام عزیمت
فتح حمص مصمم نمودند گویند در وقت مناہدہ (محاربہ) چون
بکلمۂ طیبۂ اللہ اکبر متکلم شدند در حمص زلزلہ
افتاد وبیوت اہلِ حمص منہدم گشت باز تکبیر دوم
گفتند زلزلۂ سخت تر از اول واقع شد بالجملہ
رُعبِ عظیم ازین حادثہ بردلِ ایشان افتاد صلح
نمودند وبدل الصلح اداکردند ابو عبیدہ رض خمس آن
مصحوب عبداللہ بن مسعود رض بحضرتِ خلافت ارسال
نمود وجماعۂ از قبائل را کہ بشرفِ اسلام تشریف
یافتہ بودند در حمص ساکن گردانید حضرت فاروق رض حکم
فرستاد کہ اہلِ نجدات (دلیری) را از نواحی شام نزدیک
خود جمع بکن وما نیز ازینجا بعوث (مددگار) وسرایا بجانب
تو فرستیم باید کہ برائے فتح بقیۂ بلاد ہمت
گمارنی ابوعبیدہ اطاعۃً للامر عبادہ بن الصامت
را بر حکومتِ حمص گزاشتہ خود
متوجہ جہاد وفتحِ بلاد گشت بلدۃً
بعد بلدۃٍ مفتوح مے ساخت
گویند چون بلاذقیہ

ایک بطریق (سردار) کو قائم کیا اور وہاں سے ہٹ کر مقام
رہا میں چھاؤنی قائم کرلی اور جزائر والوں میں سے ایک لشکر
کی مدد حمص کے لئے بھیجی۔ حسنِ اتفاق یہ ہوا کہ سعد رض نے قادسیہ
فتح کرنے کے بعد اپنی افواج کو کفّار کے لوٹنے اور غارت کرنے کے لئے
جوراُدھراُدھر بھیجا تھا اسی حالت میں ان کی ایک جماعت
جزائر میں پہنچی۔ جب یہ خبران لوگوں کو پہنچی جو حمص کی کمک
کے لئے متعین ہوگئے تھے تو یہ لوگ پریشان ہوکر (بطریق کی
مدد سے دست کش ہوکر) واپس لوٹ گئے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں
کو حمص پہنچنے سے سردی کی شدّت مانع ہوگئی۔ پھر موسم سرما
گزرجانے کے بعد لشکرِ اسلام نے حمص کو فتح کرنے کا پختہ ارادہ
کیا۔ کہتے ہیں کہ جنگ کے وقت جب کہ مجاہدین کلمۂ طیبہ
اللہ اکبر کا نعرہ مارنے لگے تو حمص میں زلزلہ واقع ہوگیا اور
اہلِ حمص کے مکانات منہدم ہوگئے۔ پھر دوبارہ تکبیر کہی تو پہلے
سے زیادہ سخت زلزلہ واقع ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس واقعہ
سے بہت بڑا رُعب اہلِ حمص کے دلوں پر چھاگیا اور انھوں نے
صلح کرلی اور معاوضۂ صلح اداکیا۔ ابو عبیدہ رض نے اس کا پانچواں
حصہ عبداللہ بن مسعود رض کے ساتھ بارگاہِ خلافت میں ارسال کیا۔
اور قبائل کی ایک جماعت کو جو اسلام کے شرف سے مشرف ہوگئی
تھی ان کو حمص میں آباد کیا۔ پھر حضرت فاروق رض نے حکم بھیجا کہ
شام کے علاقوں سے دلیر لوگوں کو بُلاکر اپنے پاس جمع کرو اور
ہم بھی یہاں سے بڑے چھوٹے لشکروں کو تمہاری طرف بھیج رہے
ہیں چاہیئے کہ اب بقیہ شہروں کے فتح کرنے کی ہمت کرو۔ ابوعبیدہ رض
حکم کی اطاعت میں عبادہ بن الصامت رض کو حمص کی حکومت
پر چھوڑکر خود جہاد کرنے اور شہروں کے فتح کرنے کی طرف متوجہ
ہوتے اور ایک شہر کے بعد دوسرا شہر فتح کرتے رہے۔ جب لاذقیہ کے

رسیدند دروازۂ آن را دیدند کہ سخت محکم است و
شکستِ آن مقدور نبود بحکم الحربُ خدعۃٌ معسکر را
دور از شہر قرار دادہ خندقے برگرد لشکر کندند بعد
ازان روزی یک جماعتی را مسلح و مکمل در میانِ خندق
متواری ساختہ ازانجا کوچ نمودند اہلِ لاذقیہ کوچ
لشکر معلوم کردہ لشکرگاہ را خالی دید دروازہ را کشادند
دلیرانِ اسلام از میانِ خندق برجستہ بَغتۃً (ناگاہ)
بشہر درآمدند عجیب مقتلہ بظہور آمد آخر کار مدار بر
صلح افتاد بعد ازان خالد بن الولید بجانب قِنّسرین
توجہ نمود و با عظیمے از عظماء روم میناس نام محاربہ
در افتاد عاقبۃ الامر میناس بلجمعے کشتہ شد آنگاہ
قنسرین را محاصرہ کرد و آخر بصلح مفتوح شد
بعد ازان ابو عبیدہ در نواحی حلب معسکر ساختہ
صلحاً مفتوح نمود بعد ازان اہلِ انطاکیہ ہم بعد جنگے
بصلح تن دادند ابو عبیدہ رض جمعے کثیر از اہلِ اسلام
در انطاکیہ ساکن گردانید و درین ایام ہرقل از ملکِ
شام مایوس گشت و آن ولایت را وداع نمودہ
بصوبِ قسطنطنیہ متوجہ شد و بقدر امکان در ضبط
و ربطِ بلاد قریبۂ قسطنطنیہ انواع سعی مصروف
داشت از انجملہ قیساریہ و اجنادین بود حضرت
فاروق رض برائے ابو عبیدہ نوشتہ فرستاد
کہ معاویہ را با پنج ہزار بجانب قیساریہ و
عمرو بن العاص را بجانب اجنادین
روان کند حاکم اجنادین ارطبون
بود و ارطبون

پر پہنچے تو اس کے دروازے کو دیکھا کہ نہایت مستحکم ہے اور اُس کا توڑنا
قدرت سے باہر ہے تو حسب قول الحرب خدعۃٌ (یعنی لڑائی دھوکا
ہوتی ہے) اُنھوں نے اپنے لشکر کا پڑاؤ شہر سے دور قرار دیا اور
لشکر کے گرد ایک خندق کھودی اس کے بعد ایک دن ایک جماعت
کو مسلح اور مکمل کرکے خندق کے درمیان پوشیدہ کرکے وہاں سے
کوچ کر دیا۔ لاذقیہ والوں کو جب لشکر کے کوچ کرنے کا حال معلوم
ہوا اور انھوں نے لشکرگاہ کو خالی دیکھا تو دروازہ کھول دیا۔ بہادرانِ
اسلام خندق میں سے کُود کر نکلے اور ایک دم شہر میں جا گھسے
اور سخت کُشت و خون شروع ہوگیا۔ انجام کار صلح پر جنگ کا خاتمہ
ہوا۔ اس کے بعد خالد رض بن الولید نے قِنّسرین کی طرف توجہ کی
اور رومی سرداروں میں سے ایک بڑے سردار کے ساتھ جس کا
نام میناس تھا اُن کی جنگ ہوئی انجام کار میناس ایک جماعت کے
ساتھ مارا گیا۔ اس وقت قِنّسرین کا محاصرہ کرلیا اور بالآخر صلح
کے ساتھ فتح ہوگیا۔ اس کے بعد ابو عبیدہ رض نے حلب کے اطراف
میں فوجیں قائم کردیں اور وہ بھی صلح کے ساتھ فتح ہوگیا۔ اس
کے بعد انطاکیہ والوں کو بھی ایک جنگ کے بعد صلح کرنا پڑی۔
ابو عبیدہ رض نے اہلِ اسلام کی ایک بڑی جماعت کو انطاکیہ میں بسادیا
اور ان ایام میں ہرقل ملک شام سے مایوس ہوگیا اور اس
ولایت کو رخصت کرکے قسطنطنیہ کی طرف متوجہ ہوا اور بقدر
امکان قسطنطنیہ کے قریب کے شہروں کا دفاع مضبوط کرنے اور
ان میں رابطہ کے قائم کرنے میں طرح طرح کی کوششیں عمل
میں لایا۔ اُن شہروں میں سے قیساریہ اور اجنادین تھے حضرت
فاروق رض نے ابو عبیدہ رض کے پاس یہ لکھ کر بھیجا کہ معاویہ کو پانچ ہزار
سواروں کے ساتھ قیساریہ کی طرف اور عمرو بن العاص کو اجنادین
کی طرف روانہ کریں۔ حاکم اجنادین ارطبون تھا اور ارطبون

بلغتِ روم فطِن وذکی را گویند فاروقِ اعظم رضؓ
فرمود کہ رَمَیْنَا ارطبونَ الرّوم بارطبون العرب
بتائیدِ الٰہی معاویہ بقیساریہ رسید و پنجاہ
ہزار کس بلکہ زیادہ را ہزیمت داد و عمرو
ابن العاص نیز ارطبون را منہزم ساخت
آن بے دولت ملتجی بہ بیت المقدس شد
چون ہرقل دید کہ دران مرز بوم ہم اورا
نمے گزارند مضطر شدہ سہ کس از سرداران
نام دار برگزید مبلغے خطیر بایشان عطا
داد و فوجے عظیم بسرکردگی ماہان برائے
مقابلہ مسلمانان مُہیّا کرد چون این خبر
بابو عبیدہ رسید اُمراء را جمع فرمود
ودر مقدّماتِ حرب با ایشان مشورت
نمود وقاصدے را بحضورِ خلیفۂ اعظم رضؓ
فرستاد درحالتِ راہنہ رُجحانِ رائے ایشان
مُجوّزِ آن شد کہ قبائلِ مسلمین را از حمص
برآوردہ بدمشق رسانند زیراکہ براہل حمص
اطمینان نداشتند حضرتِ فاروق رضؓ درجواب
ایشان دلاسا نوشت وسہ ہزار کس برائے
مددِ ایشان فرستاد اخرج مالک عن زید بن اسلم
قال کتب ابو عبیدۃ بن الجراح الٰی عمر بن الخطاب
یذکر لہ جموعًا من الرّوم وما یتخوّف من امرہم فکتب
الیہ عمر امّا بعد فانّہ مہما ینزل بعبدٍ مؤمن من
منزلِ شدّۃٍ یجعل اللہ بعدہ فرجًا
وانّہ لن یغلبَ عسرٌ یُسرین

رومی زبان میں ذہین اور اہل ذکاوت کو کہتے ہیں۔ فاروقِ
اعظم رضؓ نے فرمایا کہ رَمَیْنَا ارطبونَ الروم بارطبون العرب۔
(یعنی ہم نے ارطبونِ روم کے مقابلہ پر ارطبونِ عرب کو ڈالا ہے)
اللہ تعالیٰ کی مدد سے معاویہ قیساریہ میں پہنچے اور پچاس ہزار
لوگوں کو بلکہ زیادہ کو شکست دی اور عمرو بن العاصؓ نے بھی
ارطبون کو بھگا دیا۔ وہ بدنصیب بیت المقدس میں جاکر پناہ گزین
ہوا۔ جب ہرقل نے دیکھا کہ اس سرزمین میں بھی اس کو نہیں
چھوڑ رہے ہیں تو پریشان ہوکر اُس نے اپنے نامور سرداروں
میں سے تین آدمیوں کا انتخاب کیا اور اُن کو بہت مال عطا کیا
اور ایک بہت بڑی فوج ماہان کی سرکردگی میں مسلمانوں سے
مقابلہ کے لئے تیار کی۔ جب یہ خبر ابو عبیدہ رضؓ کو پہنچی تو انھوں
نے اُمراء کو جمع فرمایا اور ان کے ساتھ جنگ کے مقدّمات میں
مشورہ کیا اور ایک قاصد خلیفۂ اعظم رضؓ کے حضور میں روانہ کیا۔
پیش آمدہ حالت میں ان صاحبان کی رائے کا رجحان اس
تجویز کی طرف ہوا کہ مسلمانوں کے قبیلوں کو حمص سے نکال کر
دمشق میں پہنچا دیں، کیونکہ حمص والوں پر وہ اطمینان نہیں
رکھتے تھے۔ حضرت فاروق رضؓ نے اُن کے جواب میں ہمت افزائی
کے کلمات لکھے اور تین ہزار کا لشکر اُن کی مدد کے لئے روانہ
کیا۔ مالکؒ نے روایت کی زیدؒ بن اسلم سے انھوں نے کہا کہ ابو عبیدہؓ
ابن الجراح نے عمرؓ بن الخطاب کو لکھا اور (مراسلہ میں) روم
کے لشکروں کا ذکر کیا اور ان کی جانب سے جو اندیشے تھے وہ
بھی لکھے تو اُن کو عمر رضؓ نے جواب لکھا امابعد یاد رکھو کہ جب بھی
بندۂ مومن پر کوئی سختی کا موقع آتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس کے
بعد کشائش بھیجدیا کرتا ہے اور ایک عُسر (تنگی) کبھی دو یُسر
(آسانی) پر ہرگز غالب نہیں ہوتی (فانّ مع العسر یُسرًا الخ

وان اللہ تعالیٰ یقول فی کتابہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا
اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ و برآوردن قبائل مسلمین
از حمص و خالی گذاشتن حمص پسند نہ فرمود و
گفت اما چون مسلمین دران واقعہ چنین مصلحت
دانستند امید کہ ضرر نہ رسد بالجملہ در ساحل یرموک
تلاقی فئتین واقع شد جنگے در میان آمد کہ
زبان قلم طاقت شرح و بیان آن ندارد و خالد
ابن الولید بدست خود چندان محاربہ فرمود کہ
ہفت شمشیر در دست او شکستہ شد بعد کوشش
بسیار فتح اسلام بظہور آمد و در افنای جماعہ کہ
گریختہ بودند سیوف مسلمین کارے عجیب نمود
گویند مجموع قتلے ہفتاد ہزار کس بودند غنائم
بسیار و سبایای بیشمار بدست مسلمانان افتاد خمس
بدار الخلافہ ارسال داشتہ باقی بر غزات قسمت کردند
چون ارطبون فرار کردہ بہ بیت المقدس پناہ برد
عمرو بن العاص در پے او افتاد و محاصرہ کرد درین
اثنا عمرو بن العاص شخصے را کہ بلغت روم آشنا
بود فرستاد و وصیت نمود کہ بر اطلاع خود بلغت
روم کسے را از ایشان مطلع نہ سازد چون بمجلس
ایشان در آمد ارطبون با قوم خود می گفت کہ
فتح بیت المقدس بر دست عمرو بن العاص نہ
خواہد بود قوم پرسید تدلیس بر دست کدام
کس مفتوح خواہد شد گفت شخصے کہ اسم او
سہ حرف است و وی یکے از اربعہ است

کی طرف اشارہ ہے) اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے یٰاَیُّھَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَالخ (۳: ۲۰۰) اے ایمان والو خود صبر
کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی
مراد کو پہنچو" اور مسلمانوں کے قبیلوں کو حمص سے نکالنے اور
حمص کو خالی چھوڑ دینے کو آپ نے پسند نہ فرمایا اور کہا کہ جب
مسلمانوں نے اس واقعہ میں اسی کو مصلحت سمجھا ہے تو امید ہے
کہ نقصان نہ پہنچے گا۔ الغرض ساحل یرموک پر دونوں جماعتوں
کی مڈ بھیڑ ہوئی تو اتنی شدید جنگ واقع ہوئی کہ زبانِ قلم اس
کی شرح اور بیان کی طاقت نہیں رکھتی اور خالدؓ بن الولید نے
اپنے ہاتھ سے اس قدر محاربہ فرمایا کہ (اس دن) ان کے ہاتھ سے
سات تلواریں ٹوٹی تھیں۔ بہت کوشش کے بعد اہلِ اسلام کی
فتح ظہور میں آئی۔ اور اس جماعت کے فنا کرنے میں جو بھاگی تھی
مسلمانوں کی تلواروں نے عجیب کام کیا۔ کہتے ہیں کہ مقتولین کی
مجموعی تعداد ستر ہزار آدمی تھے۔ بہت سے اموالِ غنیمت اور
بے شمار قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ پانچواں حصہ دار الخلافہ
روانہ کرنے کے بعد باقی غازیوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ جب ارطبون
نے بھاگ کر بیت المقدس میں پناہ لی تو عمروؓ بن العاص نے
اس کا تعاقب کیا اور محاصرہ کر لیا۔ اس دوران میں عمروؓ بن
العاص نے ایک ایسے شخص کو (قاصد بنا کر) بھیجا جو رومی زبان
جانتا تھا اور اس کو ہدایت دی کہ رومی زبان سے اپنی واقفیت
پر کسی کو مطلع نہ کرے۔ جب یہ ان کی مجلس میں پہنچا تو ارطبون
اپنی مجلس میں کہہ رہا تھا کہ بیت المقدس کی فتح عمروؓ بن العاص
کے ہاتھ پر نہیں ہوگی۔ قوم نے پوچھا کہ پھر کس کے ہاتھ پر
ہوگی؟ تو اس نے کہا کہ وہ ایسا شخص ہے جس کے نام میں تین
حروف ہیں اور وہ ان چار آدمیوں میں سے ایک شخص ہے

بر دستِ او فتح بیت المقدس خواہد بود یعنی
صفاتے کہ ہمہ منطبق بر فاروقِ اعظم رض بود
تقریر نمود عمرو بن العاص این ماجرا بعرضِ
حضرتِ فاروق رض رسانید وی رضی اللہ عنہ
بساختگی توجہ خود بجانب بیت المقدس
اہتمام تمام نمود فی تاریخ الیافعی نزلَ
عمر رضی اللہ عنہ علیٰ بیتِ المقدس و
کانَ المسلمون قد حاصروا تلکَ المدِینۃَ
المقدسۃَ المبارکۃَ و طالَ حِصارُہم فقال
لہم اہلُہا لاتتعبوا فلَن یفتحہا الّا رجلٌ نحن
نعرفہ لہ علامۃٌ عندنا فان کانَ اِمامکم بتلک العلامۃ
سَلّمناہا لہ من غیر قتالٍ فارسل المسلمون الیٰ عمر
یُخبرونہ بذلک فرکبَ رضی اللہ عنہ راحِلتہ
و توجّہ الیٰ بیتِ المقدس وکانَ معہٗ
غلام لہ یعاقبہ فی الرکوب نوبۃً بنوبۃٍ
و قد تزوّد شعیرًا و تمرًا و زیتًا و علیہ
مُرقّعۃ (جامہ با پیوند ۱۲) لم یزل یَطوے القِفارَ (میدان بے آب ۱۲) اللّیل
والنّہارَ الیٰ ان قربَ من بیت
المقدس فتلقّاہ المسلمون وقالوا لہ ما
ینبغی ان یرے المشرکون امیرَ المؤمنین
فی ھٰذہ الہیئۃ و لم یزالوا بہ
حتّیٰ اَلبسوہ لباسًا غیرہا و
اَرکبوہ فرسًا فلمّا رکبَ وجدَ (اسرع ۱۲) بہ
الفرسُ داخلہ شیٔ من
العُجب

جس کے ہاتھ پر بیت المقدس فتح ہو گا۔ یعنی اس نے ان
تمام صفات کی تقریر کی جو فاروقِ اعظم رض پر منطبق تھیں۔
عمرو رض بن العاص نے یہ ماجرا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی
خدمت میں پہنچایا۔ آپ رض نے بیت المقدس کی جانب سفر کا
پورا اہتمام فرمایا۔ تاریخ یافعی میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ بیت
المقدس پر نازل ہوئے اس حالت میں کہ مسلمانوں نے
اس شہر مقدس و مبارک کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اور اُن کا محاصرہ
طویل ہو گیا تھا تو اُن سے اہلِ شہر نے کہا کہ تم تکلیف نہ اٹھاؤ
اس کو ہرگز کوئی شخص فتح نہ کر سکے گا بجز ایک ایسے شخص کے
جس کو ہم پہچانتے ہیں۔ ہمارے پاس اُس کی علامت ہے، تو اگر
تمہارے خلیفہ میں وہ علامت موجود ہو گی تو ہم یہ شہر بغیر
قتال کے اُس کے سپرد کر دیں گے۔ تو مسلمانوں نے حضرت عمر رض
کے پاس قاصد بھیجا اور صورتِ احوال کی اُن کو خبر پہنچائی تو
عمر رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہو کر بیت المقدس کی
طرف متوجہ ہوئے اور آپ رض کے ساتھ آپ کا غلام تھا جو سوار
ہونے میں باری باری سے ان کا قائم مقام ہوتا تھا۔ اور آپ
نے اپنا زادِ راہ بنایا جو اور کھجوروں اور زیت کو اور آپ کے
بدن پر پیوندوں والا لباس تھا۔ چٹیل میدانوں کو رات اور
دن برابر آپ طے کرتے رہے یہاں تک کہ بیت المقدس کے
قریب پہنچ گئے تو آپ سے مسلمانوں نے ملاقات کی اور اُن
سے کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ مشرکین اس ہیئت میں امیر المؤمنین رض
کو دیکھیں اور برابر آپ رض سے اس پر اصرار کرتے رہے یہاں تک
کہ انھوں نے آپ کو دوسرا لباس پہنوا دیا اور آپ رض کو گھوڑے
پر سوار کرایا۔ تو جب آپ رض سوار ہو گئے اور گھوڑا ان کو لے کر
دوڑا تو اُن میں کچھ عُجب (خود بینی) کا اثر پیدا ہوا تو

فنزل عن الفرس و نزع اللباس ولبس
المرقعة و قال اقیلونی ثم سار فی ھٰذہ
الھیئۃ الی ان وصل فلما رآہ المشرکون
من اھل الکتاب کبّروا و قالوا ھذا ھو وفتحوا
لہ الباب بالجملہ فاروقِ اعظم رض بعمالِ شام
احکام فرستاد کہ ہر شخصے عمل خود را کہ بآن
مامور است بدیگرے کہ بروے اعتماد داشتہ
باشد بسپارد و خود در جابیہ کہ شہریست بر پنج
مرحلہ از بیت المقدس حاضر شود اوّل کسیکہ
آنجا رسید ابو عبیدہ و یزید بن ابی سفیان بود
بعد ازان تترائے مرۃً بعد اُخریٰ امرائے سپہ سالارانِ
شام بملازمتِ امیر المؤمنین مستسعد می شدند
حضرتِ فاروق رض متوجہ بیت المقدس شد
و ارطبون ازینجا گریختہ راہ مصر گرفت و حضرت
امیر المؤمنین بمبارکی داخلِ بیت المقدس
شد و اعلانِ شعائرِ اسلام فرمود سال
ہفتدہم ہرقل با اہلِ جزائر متفق شد
جمعے را کہ قبولِ اسلام ایشان را بطوع و
رغبت نبود بخود کشید و فوجے عظیم قریب صد
ہزار سوار فراہم آوردہ بطرفِ شام روان شد
اوّل قصد حمص نمود کہ مقر حکومتِ او بود
ابو عبیدہ این ماجرا را بعرض حضرتِ
فاروق رض رسانید وے رضی اللہ عنہ
برائے حکّام جمیع ممالکِ اسلام حکم
فرستاد کہ

آپ گھوڑے سے اتر پڑے اور وہ لباس اُتار دیا اور وہی
پیوندوں والا لباس پہن لیا اور لوگوں سے کہا کہ مجھے (میرے
حال پر) چھوڑ دو۔ پھر اسی ہیئت میں آپ روانہ ہو گئے یہاں
تک کہ (شہر تک) پہنچ گئے تو جب اُن کو اہلِ کتاب کے مشرکوں
نے دیکھا تو اُنھوں نے اللہ اکبر کہا اور بولے کہ وہ شخص یہی
ہے اور اُن کے لئے دروازہ کھول دیا۔ المختصر فاروقِ اعظم رض
نے شام کے عاملوں کو احکام بھیجدیئے تھے کہ (ان میں سے)
ہر ایک اپنے کام کو جس پر کہ وہ مامور ہے کسی دوسرے شخص
کے سپرد کر دے جس پر کہ وہ اعتماد رکھتا ہو اور خود جابیہ میں
پہنچ جائے جو بیت المقدس سے پانچ منزل پر ایک شہر ہے۔
سب سے پہلے جو لوگ وہاں پہنچے وہ ابو عُبَیدہ رض اور یزید رض بن
ابی سفیان تھے۔ اس کے بعد متفرقاً ایک دوسرے کے بعد شام
کے سپہ سالار امیر المؤمنین رض کی ملاقات سے سعادت اندوز
ہوتے رہے اور حضرت فاروق رض بیت المقدس کی جانب
متوجہ ہوئے اور ارطبون نے اس جگہ سے بھاگ کر مصر کی راہ
اختیار کی اور حضرت امیر المؤمنین رض مبارک قدوم کے ساتھ
بیت المقدس میں داخل ہوئے اور آپ رض نے شعائرِ اسلام
کا اعلان فرما دیا۔ سترھویں سال میں ہرقل جزائر والوں
سے مل گیا اور اُس نے ایک ایسی جماعت کو جن کا قبولِ اسلام
خوشی اور رغبت کے ساتھ نہیں تھا اپنی طرف کھینچ لیا اور
ایک بہت بڑی فوج جو ایک لاکھ سواروں کے قریب تھی
فراہم کر لی اور شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ اوّل اُس نے
حمص کا قصد کیا جو اس کا دار الحکومت تھا۔ ابو عبیدہ رض نے اس
واقعہ کی اطلاع امیر المؤمنین رض کی خدمت میں پہنچائی۔ آپ رض
نے تمام ممالکِ اسلام کے حکّام کے پاس حکم بھیجا کہ

از ہر ناحیہ ساختگی افواج نمودہ خودہا را
با ابو عبیدہ ملحق گردانند و قاصدے بجانب
سعد بن ابی وقاص روان کرد کہ قعقاع بن
عمرو را با چہار ہزار سوار بمددِ ابو عبیدہ ؓ
فرستند و برای ابو عبیدہ پیغام نمود کہ تا رسیدن
کمک در حمص متحصن باشند و مبادرت بجنگ
نکنند و خود حضرت فاروق رضی اللہ عنہ تا جابیہ
رسید و خالد بن ولید انتظار کمک نہ کشید نزد
ابو عبیدہ رفتہ مبالغہ از حد گزرانید تا برآید و
استعدادِ مقابلہ نماید بالجملہ پیش از وصول افواجِ
کمک در میانِ فریقین مقاتلہ و مقابلہ واقع شد و
بہ نصرتِ الٰہی لشکر کفار ہزیمت یافت و غنایم
و سبایا بیرون از شمار بدست مسلمانان آمد و
مملکتِ شام برای ابو عبیدہ مُستصفیٰ گشت لیکن حضرت
فاروق این عجلت و مُبادرت در قتال از خالد بن
ولید و عدم انتظارِ لشکرِ امداد او را کہ بنا بر ضِنّ (بخل ۱۲) بر غنایم
و سبایا و متضمّن عُجبُ خود بینی بود پسند نفرمود و
وی را معزول ساخت و چون درین ایام ارطبون در
مصر متحصن شدہ اغوای اہل شام می نمود لہٰذا برای
عمرو بن العاص نوشت کہ بجانبِ مصر روان شود
و ارطبون را بسزا رساند عمرو بن العاص بامتثالِ امر متوجہ
مصر شد و با ارطبون مصاف نمود و او را با اکثر سردارانِ
لشکرش بقتل آورد و انگاہ عمرو بن العاص بصوبِ اسکندریہ
عنانِ عزیمت تافت و آن را بطریقِ صلح مفتوح
ساخت ازان باز

ہر علاقہ سے فوجوں کی تیاری کر کے لپنے کو ابو عبیدہ ؓ کے پاس
پہنچا دیں اور ایک قاصد سعد ؓ بن ابی وقاص کے پاس روانہ کیا کہ
قعقاع بن عمرو کو چار ہزار سواروں کے ساتھ ابو عبیدہ ؓ کی مدد
کے لئے بھیجیں۔ اور ابو عبیدہ ؓ کو یہ پیغام بھیجا کہ کمک کے پہنچنے
تک حمص میں قلعہ بند رہیں اور جنگ پر پیش قدمی نہ کریں۔ اور خود
حضرت فاروق رضی اللہ عنہ جابیہ تک پہنچے۔ اور خالد ؓ بن الولید
نے کمک کا انتظار نہ کیا اور ابو عبیدہ ؓ کے پاس پہنچے اور اس بات
پر کہ باہر نکلیں اور مقابلہ کی تیاری کریں مبالغہ حد سے گزار دیا۔
خلاصہ یہ ہے کہ امدادی فوجوں کے پہنچنے سے پہلے ہی دونوں فریق
کے درمیان مقاتلہ اور مقابلہ واقع ہو گیا اور اللہ کی مدد سے لشکر
کفار نے شکست کھائی اور بے شمار اموالِ غنیمت اور بہت سے
قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور شام کی مملکت ابو عبیدہ ؓ کے
لئے صاف اور بے خطر ہو گئی۔ لیکن حضرت فاروق ؓ نے خالد ؓ
ابن الولید کی طرف سے قتال میں اس جلدی اور پیش قدمی کو اور
امدادی لشکر کے پہنچنے کا انتظار نہ کرنے کو جو اموالِ غنیمت اور
قیدیوں کے بارے میں بخل کے شبہ پر مبنی تھا (کہ اگر امدادی
افواج کے پہنچنے کے بعد فتح ہوئی تو وہ سب اموالِ غنیمت
میں حصہ دار بن جائیں گے) اور جو عُجب اور خود بینی پر بھی متضمّن
تھا پسند نہ فرمایا اور خالد ؓ کو معزول کر دیا۔ اور چونکہ ان ایّام میں
ارطبون مصر میں قلعہ بند ہو کر اہلِ شام کو بھڑکا رہا تھا اس لئے
آپ ؓ نے عمرو ؓ بن العاص کو لکھا کہ مصر کی طرف روانہ ہو جائیں اور
ارطبون کو سزا دیں۔ عمرو ؓ بن العاص تعمیلِ حکم کے لئے مصر روانہ
ہو گئے اور ارطبون کے ساتھ جنگ کر کے اُس کو اس کے اکثر
سردارانِ لشکر کے ساتھ قتل کر دیا۔ پھر عمرو ؓ بن العاص نے اسکندریہ
پر چڑھائی کی اور اس کو بطریقِ صلح کے فتح کر لیا۔ اس کے بعد

هر روز فتح اسلام افزودن گرفت و بلادِ کفّار
در تحت و تصرّف مسلمانان درآمد و دولتِ رومیان
از بلادِ شام بمعرضِ انقطاع و انخرام افتاد و
الحمد للہ رب العالمین این است منتخب آنچہ اصحابِ
فتوحِ شام بتحریر آوردہ اند بعد ازان ظہور دیگر
فتوح رونقِ اسلام را افزودن گرفت مانند فتح
اَہواز بردستِ ابوموسیٰ و آذربیجان بسعی مغیرۃ
ابن شعبۃ و نہاوند بطریقِ صلح و دینور و ہمدان
عنوۃً باہتمام حذیفہ و طرابلس مغرب بکوششِ
عمرو بن العاص و اوائل فتح خراسان و اطرافِ
قسطنطنیہ درزمانِ حضرت فاروق شروع شدہ
بود و بیانِ آنہمہ طولے دارد حظ فطینِ لبیب۔
ازین مبحث نکتہ ایست و آن آنست کہ حق عزّ و
علا از فوقِ سمٰوات ظہور دینِ محمدی را علیہ الصلوٰۃ
والسلام در جمیع ارض ارادہ فرمودہ و این
ارادہ در تمام عالم سیلان نمود مانند سیلان آب
بر وضع طبعی در مجرے خود و حکم وضع طبعی
سیلانِ این ارادہ در حالتِ راہنہ آن
بود کہ اوّلاً کسرِ دولتِ کسرٰے و
قیصر بروئے کار آید و دینِ مرتضیٰ
قائم مقام مِلّتِ ایشان شود و بان
شیوع دولت در اطرافِ ممالک شائع
گردد چون ظہور این فرقانِ اکبر
بر دستِ فاروقِ اعظم رض اتفاق
افتاد بالقوۃ القریبۃ

فتح اسلام یومًا فیومًا بڑھتی رہی اور کفار کے شہر مسلمانوں کے
ماتحت وزیرِ تصرّف آتے رہے اور رومیوں کی سلطنت شام
کے شہروں سے منقطع و مختتم ہو گئی، والحمد للہ رب العالمین۔
یہ اُن واقعات کا منتخب ہے جو فتوحِ شام کے مورخین نے
تحریر کئے ہیں۔ اس کے بعد دیگر فتوحات کے ظہور سے رونقِ اسلام
بڑھنا شروع ہوتی جیسے اہواز کی فتح ابوموسیٰ رض کے ہاتھ پر
اور آذربیجان کی فتح مغیرہ رض بن شعبہ کی کوشش سے اور
نہاوند بطور صلح کے اور دینور اور ہمدان جنگ کے ساتھ
حذیفہ رض کے اہتمام سے اور طرابلسِ مغرب عمرو رض بن العاص کی
کوشش سے وقوع میں آئیں۔ اور خراسان و اطرافِ قسطنطنیہ
کی فتوحات کی ابتداء حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں
ہو چکی تھی اور ان سب کا بیان بہت طول رکھتا ہے۔

اس مبحث سے ایک دقیقہ شناس ہوشیار کے حصّہ میں ایک
نکتہ آئے گا اور وہ یہ کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آسمانوں کے
اُوپر سے دینِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور کا تمام
زمین میں ارادہ فرمایا تھا اور یہ ارادہ تمام عالم میں اس طرح جاری
ہوا جس طرح پانی اپنی طبعی وضع پر اپنے مجرے (یعنی بہاؤ کے
راستہ) پر بہتا ہے اور اس ارادے کے سیلان کی (دنیا کی)
پیش آمدہ حالت کے لحاظ سے طبعی وضع کا حکم یہ تھا کہ اوّلاً
کسرٰے اور قیصر کی حکومتوں کا زوال ظہور پذیر ہو اور جو
دین پسندیدہ حق ہے وہ اُن کی مِلّتوں کا قائم مقام بن جائے
اور اطرافِ ممالک میں حکومت کے پھیل جانے کے طور پر شائع
ہو جائے۔ جب اس فرقانِ اکبر (یعنی حق و باطل میں امتیازِ
کامل۔ مراد دینِ محمدی جو حق کو باطل سے جُدا کر دینے والا
ہے) کا ظہور فاروقِ اعظم رض کے ہاتھ سے قوّتِ قریبہ سے

من الفعل ظہور دینِ محمدیؐ در جمیع ارض حاصل
گشت عن جُبَیر بن حیّۃ قال بعث عمر رضی اللہ
عنہ النّاس فی افناء الامصار یُقاتلون المشرکین
فاسلم الہرمزان فقال انی مُستَشیرک
فی مَغازیّ ہذہ قال نعم قال مَثَلُہا و
مَثَلُ مَن فیہا من النّاس مِن عَدُوِّ المسلمین
مَثَلُ طائرٍ لہٗ رأسٌ ولہ جناحانِ و
لہٗ رجلان فاِنْ کُسِرَ احدُ الجناحین نہضت
الرِّجلان بجناحٍ والرّأس فاِن کُسِر
الجناحُ الاٰخر نہضت الرِّجلانِ و
الرّأس فان شُدِخَ الرّأسُ
ذہبت الرِّجلانِ و الجناحانِ و
الرّأسُ فالرّأسُ کسریٰ و
الجناحُ قیصر والجناح الاُخریٰ فارس
فَمُرِ المسلمین فلینفِرُوا اخرجہ البخاری
وسعی حضرت فاروقؓ درین امر ولو
بیش نہ بود ظہور ارادۂ حق را عزّ و علا
و نِعمَ ما قیل ؎ این ہمہ مستی و بیہوشی
نہ حدِّ بادہ بود ؛ باحریفان ہرچہ کرد آن
نرگس مستانہ کرد ؛ و این معنی را قراین
بسیار است بمجرد ملاحظہ آن قراین حدس
قوی بآن وجہ حاصل می شود یکے ازان
قراین این است کہ کسر این دو دولت
مستقرۂ ممتدّہ از مدتِ چہار صد سال باآن
ہمہ عَدَد و عُدَد و دلاوری و سپہ سالاری

فعل میں واقع ہوگیا (یعنی اس دین کا ظہور تمام عالم کے لئے پہلے
بالقوّہ تھا اب فعلیت میں آگیا) تو دینِ محمدی کا ظہور تمام زمین
میں حاصل ہوگیا۔ جُبیر بن حیّہ سے مروی ہے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے
لوگوں کو (یعنی لشکروں کو) شہروں کی حدود پر بھیجا جو مشرکین سے
قتال کر رہے تھے پھر ہرمزان اسلام لے آیا تو عمرؓ نے فرمایا کہ میں
تم سے مشورہ لینا چاہتا ہوں ان غزوات کے بارے میں۔ اس نے
کہا ہاں (اور) کہا ان ملکوں کی مثال اور جس قدر ان میں مسلمانو
کے دشمن لوگ رہتے ہیں ایک پرندے کی سی ہے جس کے ایک سر
ہے اور دو بازو ہیں اور دو ٹانگیں ہیں تو اگر دو بازوؤں میں سے
ایک توڑ دیا جاتے تو وہ دونوں پاؤں اور ایک بازو سے اور
سر سے کھڑا رہے گا۔ پھر اگر دوسرا بازو توڑ دیا جاتے گا تو پھر
بھی وہ دونوں پاؤں اور سر سے کھڑا رہے گا، لیکن اگر سر
ہی کچل ڈالا جاتے گا تو دونوں پاؤں اور دونوں بازو اور سر
سب ختم ہو جائیں گے۔ تو سر (دنیائے کفر کا) کسریٰ ہے اور
ایک بازو قیصر ہے اور دوسرا بازو فارس تو مسلمانوں کو حکم
دیجئے کہ وہ (لڑنے کے لئے) نکلیں، اس کو بخاری نے روایت کیا۔
اور حضرت فاروقؓ کی سعی اس امر میں ارادۂ حق سبحانہٗ وتعالیٰ
کے ظہور کے لئے ایک نقاب سے زیادہ نہیں تھی۔ اور کیا خوب
کہا گیا ہے ؎ این ہمہ مستی و بیہوشی الخ یعنی یہ تمام مستی اور
بیہوشی شراب کا ذاتی اثر نہیں تھا، یارانِ ہم مشرب کے ساتھ
جو کچھ کیا اس (چشم) نرگس مستانہ نے کیا ہے۔" اور اس حقیقت
کے لئے بہت سے قرائن ہیں جن کے ملاحظہ سے دقیقہ شناس عقل
اس وجہ پر جا پہنچتی ہے۔ ان قرائن میں سے ایک یہ ہے کہ ان دو
مضبوط و پائدار سلطنتوں کا جو چار سو برس سے اس قدر عددِ کثیر
اور فوجی سامانِ جنگ کے ساتھ اور دلاوری اور فنون سپہ گری کے ساتھ

درین مدتِ قلیلہ از دستِ عرب باین سامانے کہ داشتند ہرگز مثلِ آن ہیچگاہ متحقق نشد و نخواہد شد نہ در زمانِ اسکندر ذو القرنین و نہ در وقتِ ترکانِ چنگیزیہ و نہ در ایامِ تیموریہ بر متتبعانِ فنِ تاریخ پوشیدہ نیست کہ فتحِ بلاد ہر چند مساعدتِ بخت غالب باشد و اسباب ہمہ مہیا حدی دارد و غایتے و آنچہ در خلافتِ حضرت فاروق رضؓ از فتوح واقع شد فائت از حد و غایت است در میانِ کشور کشائی (درگزرندہ ۱۲) حضرت فاروق رضی اللہ عنہ و کشور کشائی جمعے کہ قبل از وی بودہ اند و بعد از وی آمدند فرقے بین است زیرا کہ در عرب بادشاہی و کشورستانی و فوج کشی نبود و رسوم سپاہیان را نمی دانستند و مقابلۂ کسرای و قیصر بخاطر ایشان گزشتن چہ احتمال حضرتِ فاروق رضؓ صنعتِ فروسیت (سواری ۱۲) را بمردم آموخت و لشکر ہا ساخت و خوفی کہ در دلہائی ایشان بود برانداخت و جمعے کہ بعد از حضرتِ عمر رضؓ فوج کشی کردند از فوجِ آمادہ و مستعد کار گرفتند و چیزیکہ رسومِ آن معلوم و قواعدِ آن ممہد بود با تمام رسانیدند شتان بینہما چنان محسوس می شود کہ در عہد حضرتِ فاروق رضؓ تائیدِ الٰہی و نصرتِ غیبی گویا مانندِ باران از آسمان مے بارید اخرج الحاکم عن حذیفۃ انہ قال کان الاسلام فی زمان عمر کالرجل المقبل لا یزداد الا قربا فلما قتل عمر کان

قائم تھیں عرب کے ہاتھوں سے ایسے (حقیر) سامان کے ساتھ جو اُن کے پاس تھا اکھڑ جانا ایسا عظیم واقعہ ہے جس کا مثل کبھی زمانہ میں بھی وجود نہیں آیا اور نہ آئے گا۔ نہ (عمر رضؓ سے پہلے) اسکندر ذو القرنین کے زمانہ میں متحقق ہوا اور نہ (بعد میں) ترکانِ چنگیزیہ کے وقت میں اور نہ خاندانِ تیموریہ کے ایام میں۔ فنِ تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے کہ کتنی ہی بخت کی یاوری غالب ہو اور اسبابِ فتح مہیا ہوں پھر بھی اُن کی ایک حد اور نہایت ہوتی ہے۔ اور جو کچھ فتوحات حضرت فاروق رضؓ کی خلافت میں واقع ہوئیں وہ تو حد و نہایت سے گزری ہوئی ہیں آپکی کشور کشائی اور آپ سے اگلوں اور پچھلوں کی کشور کشائی میں نمایاں فرق ہے کیونکہ عرب میں بادشاہی اور کشورستانی کا وجود ہی نہ تھا، وہ رسوم سپاہیانہ کو جانتے ہی نہ تھے اور کسرٰے و قیصر کے مقابلہ کا ان کے دلوں میں خیال ..... گزرنے کا بھی کیا احتمال تھا۔ حضرت فاروق رضؓ نے گھوڑے سواری کا فن لوگوں کو سکھایا اور بہت سے لشکر مرتب کئے اور جو خوف کہ اُن کے دلوں میں بیٹھا ہوا تھا اس کو نکال پھینکا۔ اور جن جماعتوں نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد فوج کشی کی وہ اُس فوج سے کی جو آمادہ اور کام پر مستعد بنائی جا چکی تھی اور انھوں نے اس چیز کو اتمام کو پہنچایا جس کے رسوم معلوم اور قواعد مفصّل ہو چکے تھے۔ دونوں میں (یعنی عمر رضؓ کی مساعی اور بعد کے لوگوں کی مساعی میں) بڑا فرق ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فاروق رضؓ کے عہد میں تائیدِ الٰہی اور نصرتِ غیبی گویا بارش کی مانند آسمان سے برستی تھی۔ حاکم نے روایت کیا حذیفہ رضؓ سے کہ اُنھوں نے کہا کہ عمر رضؓ کے زمانہ میں اسلام اُس شخص کی مانند تھا جو (دور سے) چلا آرہا ہو کہ دم بدم اُس کا قرب بڑھتا ہی رہتا ہے پھر جب عمر رضؓ قتل ہو گئے تو اُس شخص کی مانند ہو گیا جو

کالرجلِ المُدبَر لا یزداد الا بُعدًا قرینہ دیگر
آنکہ ہر شہرے کہ درزمانِ حضرت فاروق رضؓ
مفتوح شد شعائر اسلام درانجا باندک فرصتے
شیوع یافت وبشاشتِ اسلام ظاہر و
باطن آن قوم را درگرفت تا الیوم سُکانِ
آن بلاد ہمہ مسلمان و متصف بہ نورِ ایمان اند
و بلادے کہ بعد از فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ
مسلمانان مفتوح ساختند اسلام درانجا گاہے
قوت می گیرد و گاہی ضعف می پذیرد فرقہ کہ
آبائی ایشان در ہندوستان داخل شدند
عمدۂ اہلِ اسلام درین دیار ایشان اند و
غیر ایشان از متوطنانِ ہندوستان اکثرے
مستمر بر کفر خود اند طائفہ کہ شرفِ اسلام حاصل
کردہ اند بغایت ضعیف الاسلام وہمچنین ترکستان
وحبشہ وافریقیہ وغیرہا اسلام آنہا ضعیف است
این معنی برمتتبعان کتبِ تاریخ مستور نیست گویا
عنایتِ الٰہی سعی فاروق رضؓ را بہانۂ شیوعِ دینِ محمدی ﷺ
ساختہ بود در مقامیکہ عمدۂ کمالات فاروقِ اعظم رضؓ ہمان
است یعنی جارحۂ فیضِ الٰہی بودن فضیلتے بالاتر ازان
نمی تواند بود کہ ارادۂ الٰہی بغلبۂ تمام محیطِ عالم گردد وسعی
بندہ را روپوش آن احاطہ سازد بوجہے کہ ناظران تعجب
کنند کہ آیا از مثل این اسباب مثل مُسبّب بظہور می آید باز
شخصے کہ علم سیاست مدن را شناختہ باشد و بر احوال
ملوکِ در کشورستانی مطلع شدہ میداند کہ ہیچ
دقیقہ از دستِ فاروق رضؓ درین واقعات

پشت پھیر کر جارہا ہو کہ دمبدم دور ہی ہوتا چلا جائے گا۔ دوسرا قرینہ یہ
ہے کہ ہر اُس شہر میں جو کہ حضرت فاروق رضؓ کے زمانہ میں فتح ہوا
اُس میں اسلامی شعائر قلیل عرصہ میں ہی شائع ہوگئے اور بشاشت
اسلام نے اُس قوم کے ظاہر و باطن کو گرفت میں لے لیا۔ آج تک
ان شہروں کے رہنے والے سب مسلمان نورِ ایمان سے متصف ہیں
اور جو شہر کہ بعد فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مفتوح ہوتے
ان میں اسلام کبھی قوت پکڑتا ہے اور کبھی ضعف قبول کرتا ہے۔
اور جو فرقہ ایسا ہے کہ اُن کے باپ دادا ہندوستان میں داخل ہوتے
اس دیار کے چیدہ اہلِ اسلام میں سے وہی لوگ ہیں اور ان کے
علاوہ ہندوستان کے رہنے والے دوسرے لوگوں کا اکثر حصّہ
اپنے کفر پر بدستور چل رہا ہے اور جس جماعت نے شرف اسلام
حاصل کیا ہے وہ نہایت ضعیف الاسلام رہے۔ اسی طرح ترکستان
اور حبشہ اور افریقہ وغیرہ کا حال ہے کہ ان کا اسلام ضعیف ہے۔
یہ حقیقت کُتبِ تاریخ کا پورا مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ
نہیں ہے۔ گویا عنایتِ الٰہی نے فاروق رضؓ کی سعی کو دینِ محمدی ﷺ کی
اشاعت کے لئے بہانہ بنایا تھا دراں حالیکہ فاروقِ اعظم رضؓ کے
خاص و بہترین کمالات میں سے یہی وصف ہے یعنی فیضِ الٰہی
کے لئے اُن کا جارحہ (یعنی آلہ اور واسطہ) بننا اور کوئی فضیلت
اس سے بالاتر نہیں ہوسکتی کہ ارادۂ الٰہی پورے غلبہ کے
ساتھ عالم کو محیط ہوجاتے اور بندے کی سعی کو اُس احاطہ کا
نقاب بنالے ایسے طریقہ سے کہ دیکھنے والے تعجب کریں کہ کیا ایسے
اسباب سے اس طرح کا مسبّب (یعنی نتیجہ) ظہور میں آیا بھی
کرتا ہے۔ پھر جو شخص کہ سیاستِ شہریہ کا علم رکھتا ہوگا اور
بادشاہوں کے احوال سے جو کشورستانی میں رہے ہیں باخبر
ہوگا وہ جانتا ہے کہ فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ان واقعا

نامرعی نماند و این کمال نفس اوست کہ بمعیار
آن فیضِ الٰہی ظہور فرمود التجلّی لایکونُ ابدًا
الّا بقدر المتجلّٰی لہ فقیر اشارتے لطیفہ باین معنٰے
کردہ است درین بیت ۵ کانُبُوبِ لرحمۃ
تعالٰی: وَمَا الْاُنْبُوْبُ اِلّا قَبْسُ مَاءٍ: و نیز می
داند کہ اعدا در صنعتِ فوج کشی و مردانگی ہیچ
دقیقہ فرو نگذاشتہ و در مقدماتِ مبارزت
تقصیرے نمودہ اذا تا فتوحِ اسلام
را کسے بران حمل کند لیکن ارادۂ حق
جلّ و علاؔ مساعی ایشان را برہم زد و
تمام ایشان را باطل ساخت اذا جاء نہرُ
اللہِ بطلَ نہرُ عیسیٰ واگر جاہلے این
واقعات را باوضاعِ فلکیہ منسوب
سازد گوئیم فکذٰلک کلّ نبیؐ
و ولیؒ ہمیشہ اطوارِ عجیبہ
انبیاءؑ و اولیاءؒ بزعم این
قائل موافق ہمان اوضاعِ فلکیہ
بودہ است باوجود این تحقق
فضائلِ ایشان را نقصانے
نیست

میں کوئی دقیقہ بھی ایسا نہیں جو رعایت کئے بغیر چھوٹ گیا ہو اور
یہ اُن کے نفس کا کمال ہے کہ جس کے معیار سے اُس فیضِ الٰہی نے
ظہور فرمایا کہ التجلّی لایکون الخ یعنی تجلّی کبھی نہیں ہوتی مگر بقدر
(ظرف) متجلّٰی لہ کے (یعنی جس پر تجلّی کی جارہی ہے اس کے
ظرف کے مناسب) اس بیت میں فقیر نے اس معنے کی طرف ایک
لطیف اشارہ کیا ہے ۵ کانُبُوبِ لرحمتہ الخ ترجمہ:۔ وہ مثل
ٹونٹی کے ہے اللہ تعالٰی کی رحمت (کے ذخیرے) کے لئے۔
اور ٹونٹی نہیں ہوتی مگر پانی کے اندازے کے مطابق۔ اور نیز
(تاریخ پر نظر رکھنے والا) جانتا ہے کہ دشمنوں نے فوج کشی
کے خاص اصولوں میں اور بہادری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہیں کیا۔ اور مقدّماتِ محاربہ میں کوئی غلطی نہیں کی، کہ کوئی
شخص فتوحاتِ اسلام کو اس پر محمول کرے۔ لیکن (بنیادی
بات صرف یہ ہے کہ) ارادۂ حق جلّ وعلا نے اُن کفار کی مساعی
کو برہم کردیا اور ان کی تمام کوششوں کو بیکار کردیا جب
اللہ کی نہر آگئی تو عیسیٰ کی نہر بیکار ہوئی۔ اور اگر کوئی جاہل
ان واقعات کو اوضاعِ فلکیہ (یعنی گردشِ سیارگان)
کی طرف منسوب کرے تو ہم کہتے ہیں کہ پھر ایسا ہر نبی اور ولی
کے حق میں کہا جاسکتا ہے۔ انبیاءؑ اور اولیاءؒ کے اطوارِ عجیبہ
اس قائل کے زعم کے مطابق وہی اوضاعِ فلکیہ ہوئے ہیں اس
کے باوجود اُن کے فضائل کے تحقق میں کوئی نقصان نہیں ہوتا

ع۵ یہ اس اشکال کا جواب ہے جو کسی کوتاہ فہم کو پیش آسکتا ہے کہ آپ کے بیان کے مطابق عمرؓ فیضِ الٰہی کا ایک آلہ وجارحہ تھے تو
اس میں ان کی فضیلت کی کیا صورت ہے جب کہ جو کچھ کام کیا وہ فیض ونصرتِ الٰہی نے کیا۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ عمرؓ کا کمال ان کا
وسیع الظرف ہونا ہے کہ جس نے اس عظیم الشان فیض کا تحمل کیا جو اُن کے ذریعہ سے تمام عالم پر پھیلنے والا تھا۔ اگر کوئی ایسا بند (ڈیم) بنایا جائے
جس میں پانی کا اتنا بڑا ذخیرہ محفوظ رکھا جاسکے جو سیکڑوں میل کے رقبہ کو سیراب کرسکے تو اس کو کروڑوں روپیہ صرف کرکے اعلیٰ ومستحکم بنایا جاتا ہے جو
پانی کے زور ٹوٹ نہ جائے جب وہ حسب منشاء بن جائیگا اور عمدہ کام دیگا تو اس کو پسندیدہ اور اعلیٰ مانا جائیگا ۱۲ مترجم

ومنّتِ ایشان برگردنِ مردمان ثابت است الحال حکایتے چند از سیاست وجہان بانی حضرت فاروق رضؓ تقریر کنیم از انجملہ آنست کہ چون خلیفہ شد غایت تادّب بنسبتِ صدّیقؓ بجاآورد ومردم از وے می ترسیدند وہیبتی عظیم دردلِ مردمان افتاد بجہتِ تدارکِ این خلل خطبۂ بلیغہ متضمّن ملاطفہ عامہ برخواند عَن جامع بن شدّادٍ عن ابیہ قال اوّلُ کلام تکلّم بہ عمرُ اَن قال اللّھم انی ضعیفٌ فقوّنی وانّی شدید فلیّنّی وانّی بخیلٌ فسخّنی اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی الرّیاض قال ابن شہاب وغیرہ من اھل العلم اوّل ما ابتدا بہ عُمر حین جلس علی المنبر انہ جلس حیثُ کان ابوبکر یضعُ قدمیہ وھو اوّلُ درجۃ و وضع قدمیہ علی الارض فقالوا لو جلستَ حیثُ کان ابوبکر یجلس قال حسبی اَن یکونَ مجلسی حیث کانتْ تکون قدما ابی بکرٍ قالوا وھاب النّاسُ عمر ھیبۃً عظیمۃً حتّی ترکَ النّاس المجالس بالافنیۃ قالوا ننتظر ما رأیُ عُمر وقالوا اکلغ من ابی بکرٍ ان الصّبیان کانوا اذا رأوہ یسعون الیہ ویقولون یا ابت فیمسح رؤسھم

اور ان کا احسان لوگوں کی گردنوں پر ثابت ہے۔ اب ہم حضرت

فاروق رضؓ کی سیاست اور جہانبانی کی چند حکایات

بیان کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب خلیفہ ہوتے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت انتہائی ادب بجالایا کرتے تھے اور اور لوگ اُن سے ڈرتے تھے اور لوگوں کے دلوں میں ایک عظیم ہیبت واقع ہوگئی تھی، آپ رضؓ نے اس خلل کے تدارک کے لئے ایک خطبہ بلیغہ پڑھا جس میں دلداری اور ملاطفتِ عامہ پر مشتمل کلمات ارشاد فرمائے۔ جامع بن شداد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ (خلیفہ بننے کے بعد) عمر رضؓ نے پہلا کلمہ جو بولا تھا وہ یہ تھا کہ اُنھوں نے کہا یا اللہ میں ضعیف ہوں مجھے طاقتور بنادے اور میں سخت مزاج ہوں مجھے نرم مزاج بنادے اور میں بخیل ہوں مجھے سخی بنادے، اس کو اخذ کیا ہے ابن ابی شیبہ نے ریاض میں۔ ابن شہابؒ وغیرہ اہلِ علم لوگوں نے بیان کیا کہ سب سے پہلی چیز جس سے عمر رضؓ نے ابتدا کی جب آپ (خلیفہ بننے کے بعد) منبر پر بیٹھے تو وہ اس جگہ بیٹھے جہاں ابوبکر رضؓ اپنے قدم رکھتے تھے اور وہ (منبر کا) پہلا درجہ تھا اور اپنے دونوں قدموں کو زمین پر رکھا۔ لوگوں نے کہا کہ (اس میں کیا مضائقہ تھا) اگر آپ وہیں بیٹھ جاتے جہاں ابوبکر رضؓ بیٹھا کرتے تھے، فرمایا کہ میرے لئے (یہ شرف) کافی ہے کہ میرے بیٹھنے کی جگہ وہاں ہو جہاں ابوبکر رضؓ کے قدم ہوتے تھے۔ (ابن شہابؒ وغیرہ علماء نے یہ بھی) بیان کیا کہ لوگوں پر عمر رضؓ کی بہت بڑی ہیبت طاری ہوگئی یہاں تک کہ لوگوں نے عام نشستگاہوں میں بیٹھنا چھوڑ دیا کہنے لگے کہ ہم انتظار کرتے ہیں کہ عمر رضؓ کی رائے (یعنی طرزِ عمل) کیا ہوتا ہے اور (علماء نے) ذکر کیا کہ ابوبکر رضؓ کا حال اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ لڑکے جب اُن کو دیکھتے تھے تو اُن کے پاس اے میرے ابا جان کہتے ہوئے دوڑ کر آتے تھے اور ابوبکر رضؓ اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔

وبلغ من هيبة عمر ان الرجال تفرقوا من المجالس هيبة حتى ينظروا ما يكون من امره قالوا فلما بلغ عمر هيبة الناس له امر فصيح فى الناس الصلوٰة جامعة فحضروا ثم جلس من المنبر حيث كان ابوبكر يضع قدميه فلما اجتمعوا قام قائما فحمد الله واثنى عليه بما هو اهله وصلى على النبى صلى الله عليه وسلم ثم قال بلغنى ان الناس قد هابوا شدتى وخافوا غلظتى وقالوا قد كان عمر يشتد علينا ورسول الله صلى الله عليه وسلم بين اظهرنا ثم اشتد علينا وابوبكر والينا[حاكمنا ۱۲] دونه فكيف اذا صارت الامور اليه من قال ذلك فقد صدق قد كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فكنت عبده وخادمه وكان من لا يبلغ احد صفته من اللين والرحمة صلى الله عليه وسلم وقد سماه الله بذلك ووهب له اسمين من اسمائه رؤف رحيم فكنت سيفا مسلولا حتى يغمدنى[در نیام کند ۱۲] او يدعنى فامضى[اى اقطع ۱۲] حتى قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو عنى راض والحمد لله وانا اسعد بذلك

اور عمرؓ کی ہیبت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ بڑے آدمی نشستگاہو سے تیتر بتر ہو گئے تاکہ یہ دیکھ لیں کہ ان کا طرز عمل کیا ہوگا (اور وہ اس مجالست پر ناراض تو نہیں ہو جائیں گے)، کہا کہ جب عمرؓ کو لوگوں کے اُن سے خائف ہونے کی اطلاع پہنچی تو لوگوں میں ان کے حکم سے الصّلوٰۃ جامعۃ (نماز تیار ہے) کی بلند آواز لگائی گئی۔ اس پر لوگ حاضر ہو گئے تو آپؓ منبر پر اس جگہ بیٹھے جہاں ابوبکرؓ اپنے پاؤں رکھا کرتے تھے۔ جب پورا اجتماع ہو گیا تو سیدھے کھڑے ہوتے تو اللہ کی حمد و ثنا ان کلمات سے کی جو اُس کے مناسب ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا۔ پھر فرمایا کہ مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ لوگوں کو میری تیز مزاجی سے ہیبت ہو رہی ہے اور وہ میری تُند خوئی سے خوفزدہ ہو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ عمرؓ ہم پر سخت گیری اس زمانہ میں بھی کیا کرتا تھا جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان میں موجود تھے۔ پھر ہم پر سختی کرتا رہا جب کہ ابوبکرؓ ہم پر حاکم تھے نہ کہ وہ۔ تو اب کیا حال ہوگا جب کہ امور کا پورا اختیار اُسی کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔ جس نے یہ کہا اُس نے سچ کہا بیشک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپؐ کا غلام اور آپؐ کا خادم تھا اور آپؐ ایسے تھے کہ کوئی شخص آپؐ کی نرمی اور رحمدلی کی صفت تک نہیں پہنچ سکتا صلے اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو اس سے موسوم کیا اور آپؐ کو اپنے اسماء میں سے دو نام رؤف و رحیم عطا کئے۔ اور میں ایک کھنچی ہوئی تلوار تھا کہ (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر چاہیں تو) مجھے نیام میں کرلیں یا مجھے چھوڑ دیں تو میں کاٹ ڈالوں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور وہ مجھ سے خوش تھے اور اللہ کا شکر ہے۔ میں اس بنا پر سعادتمند رہا

ثم وَلِیَ امرَ النّاسِ ابو بکرؓ فکان ممّن لا تُنکِرون رِقّتَہ وکرمَہ ولینَہ فکنتُ خادمَہ وعونَہ اخلطُ شِدّتی بلینِہ فاکونُ سیفًا مسلولاً حتّٰی یُغمِدَنی او یدعنی فامضی فلم ازل معہ کذلک حتّٰی قبضَہ اللّٰہ عزّ وجلّ وہو عنّی راضٍ والحمدُ للّٰہ وانا اسعدُ بذلک ثم قد وَلیتُ امورَکم ایہا النّاسُ واعلموا ان تلک الشّدّۃَ قد اُضعِفَت ولکنّہا انّما تکون علٰی اہلِ الظّلمِ والتّعدّی علی المسلمین واما اہلُ السّلامۃِ والدّینِ والفضلِ فانا اَلینُ لہم من بعضٍ لبعضٍ ولستُ اَدَعُ احدًا یظلِمُ احدًا او یتعدّٰی علیہ حتّٰی اَضَعَ خدّہٗ الارض واَضَعَ قدمی علی الخدّ الآخر حتّٰی یُذعِنَ بالحقّ ولکم علیَّ ایّہا النّاسُ خصالٌ اذکرہا لکم فخُذُونی بہا لکم علیّ اَن لا اَختَبِئَ شیئًا من خراجکم ولا ممّا اَفاءَ اللّٰہُ علیکم الّا من وجہہ ولکم علیّ اذا وقعَ عندی اَن لا یخرُجَ الّا بحقّہ ولکم علیّ اَن اَزیدَ عطایاکم و

پھر لوگوں کے والیٔ امر یعنی حاکم ابو بکرؓ ہوئے تو وہ ایسے لوگوں میں سے تھے کہ تم میں سے کوئی منکر نہیں ہے اُن کی رقیق القلبی اور کرم اور نرم مزاجی کا اور میں اُن کا خادم اور اُن کا مددگار تھا اپنی سختی کو اُن کی نرمی کے ساتھ مخلوط کرتا تھا اور کبھی ہوئی تلوار بن جاتا تھا (اور اُن کے ہاتھ میں ہوتا تھا) کہ وہ مجھے نیام میں بند کردیں یا (اگر چاہیں تو) مجھے چھوڑ دیں اور میں کاٹ ڈالوں۔ تو میں اُن کے ساتھ اسی طرح رہا یہاں تک کہ اللہ عز وجل نے ان کو اس حال میں وفات دی کہ وہ مجھ سے خوش تھے۔ الحمد للہ میں اس بنا پر سعادت مند رہا۔ پھر اے لوگو! میں تمہارے امور کا والی بن گیا ہوں (یعنی امیر) اب سمجھ لو کہ وہ تیزی کمزور کردی گئی۔ لیکن وہ ظاہر ہوگی مسلمانوں پر ظلم و دراز دستی کرنے والوں پر۔ رہے وہ لوگ جو نیک خُو اور دیندار اور صاحب فضیلت ہیں میں ان کے ساتھ اس سے بھی زیادہ نرم ثابت ہوں گا جو نرمی وہ ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں اور میں کسی ایسے شخص کو جو دوسرے پر ظلم و درازدستی کرتا ہوگا نہیں پاؤں گا مگر میں اُس کے رخسار کو زمین پر ڈال کر اپنا پاؤں اُس کے دوسرے رُخسار پر رکھدوں گا یہاں تک کہ وہ حق کو اچھی طرح سمجھ لے اور اے لوگو! تمہارے مجھ پر بہت سے حقوق ہیں جو میں تم سے ذکر کرتا ہوں تم اُن پر میری گرفت کرسکتے ہو۔ تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں اس مال میں سے جو تم پر خرچ کرنا ہے کوئی شے تم سے چھپا کر نہ رکھوں اور نہ اُس میں سے جو اللہ تعالیٰ غنیمتوں میں سے تمہارے لئے بھیجے بجز اس کے جو اللہ کے کام کے لئے روکوں اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ وہ (روکا ہوا مال) کہیں خرچ نہ ہو مگر اپنے حق کے موقعہ پر اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں تمہارے وظائف اور

أرزاقكم إن شاء الله وكم عليّ أن لا
ألقيكم المهالك وإذا غبتم في
البعوث فأنا أبو العيال حتى ترجعوا
إليهم أقول قولي هذا وأستغفر الله لي و
لكم قال سعيد بن المسيب وأبو سلمة
ابن عبد الرحمن فوفى والله عمر وزاد في
الشدة في مواضعها واللين في مواضعه
وكان أبا العيال حتى إن كان ليمشي
إلى المغيبات فيسلم على أبوابهن ثم
يقول ألكن حاجة (التي غابت ازواجهن) إذا كنتن تردن حاجة
أشتري لكن شيئا من السوق فإني
أكره أن تخدعن في البيع والشراء
فيرسلن معه بجواريهن فيدخل السوق
وإن وراءه من جواري الناس وغلمانهم
ما لا يحصى فيشتري لهم حوائجهم ومن
كانت ليس عندها منهن شيء اشترى
لها من عنده وإذا قدم الرسول من
بعض البعوث يبلغهن هو بنفسه الكتب
أزواجهن ويقول لهن إن أزواجكن
في سبيل الله وأنتم في بلد رسول
الله صلى الله عليه وسلم
إن كان عندكن من يقرأ
وإلا فادنين من الباب
حتى أقرأ لكن ثم يقول
رسولنا يخرج

روزینے انشاءاللہ تم کو دیتا رہوں۔ اور تمہارا مجھ پر یہ حق بھی
ہے کہ میں تم کو ہلاکت کے مقامات میں نہ ڈالوں اور جب تم
لشکر میں شامل ہو کر گھر سے غائب رہو تو میں تمہارے بال بچوں
کا باپ بنا رہوں یہاں تک کہ تم اُن کے پاس واپس آؤ۔ میں اپنی
یہ بات کہہ رہا ہوں اور اللہ سے اپنے اور تمہارے لئے مغفرت چاہتا ہوں
سعید بن المسیبؓ اور ابو سلمہ بن عبد الرحمنؒ نے کہا کہ واللہ عمرؓ
نے (جو کچھ کہا اس کو) پورا کر دیا۔ سختی کرنے کے مواقع پر سختی
میں اور نرمی کے مواقع پر نرمی میں بڑھ گئے اور وہ لوگوں
کے بال بچوں کے باپ بن گئے تھے یہاں تک کہ ان عورتوں کے
پاس جاتے جن کے شوہر باہر گئے ہوئے ہوتے تھے۔ اُن کے
دروازوں پر پہنچ کر ان کو سلام کرتے پھر کہتے کیا تمہیں کوئی
حاجت ہے جب تم کوئی ضرورت کی چیز منگانا چاہو تو میں وہ
چیز تمہیں بازار سے خرید کرا دوں گا۔ مجھے یہ ناگوار ہے کہ خرید و
فروخت میں تمہیں دھوکا دیا جائے تو وہ عورتیں آپؓ کے ساتھ
اپنی لڑکیوں کو بھیجدیتی تھیں تو آپؓ بازار میں اس طرح جاتے
کہ آپؓ کے پیچھے لوگوں کی لڑکیاں اور لڑکے اتنے ہوتے کہ
اُن کا شمار مشکل ہوتا پھر ہر ایک کے لئے اُن کی ضرورت کی چیزیں
خریدتے اور جو عورت ایسی ہوتی کہ اس کے پاس کوئی بال بچہ
نہ ہوتا تو اس کے لئے خود خریدتے اور جب کسی لشکر میں سے
کوئی ایلچی آتا تو اس سے اُن عورتوں کے شوہروں کے خطوط
لے کر خود اُن کو پہنچاتے اور اُن سے فرماتے کہ تمہارے شوہر اللہ
کی راہ میں گئے ہوئے ہیں اور تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے شہر میں ہو اگر تمہارے پاس کوئی ایسا شخص موجود ہے جو یہ
خط پڑھ دے تو فبہا ورنہ دروازے کے قریب کھڑی ہو جاؤ تاکہ
میں پڑھ کر سنا دوں۔ پھر فرماتے کہ ہمارا ایلچی یہاں سے فلاں دن

یوم کذا و کذا فاکتبن حتے نبعث بکتبکن ثم یدور علیهن بالقراطیس و الدوی فمن کتبت منهن اخذ کتابها و من لم تکتب قال هذا قرطاس و دواة ادنی من الباب فاملی علی فیمر علی کذا و کذا بابا فیکتب لاهله ثم یبعث بکتبهن و اذا کان فی سفر نادی الناس فی المنزل عند الرحیل ارحلوا ایها الناس فیقول القائل ایها الناس هذا امیر المؤمنین قد ناداکم فقوموا فاسقوا و ارحلوا ثم ینادی الثانیة الرحیل فیقول الناس ارکبوا فقد نادی امیر المؤمنین الثانیة فاذا استقلوا قام فرحل بعیره و علیه غرارتان احدیهما فیها سویق و الاخری فیها تمر بین یدیه قربة فیها ماء و جفنة کلما نزل جعل فی الجفنة من السویق و صب علیه الماء و بسط شناره قال و الشنار مثل النطع الصغیر من جاءه یخاصمهم او یستفتی او یطلب حاجة قال له کل من هذا السویق و التمر ثم ترحل فیاتی المکان الذی رحل الناس منه فان وجد متاعا ساقطا اخذه و ان وجد احدا به عرجة او عرض لدابته او بعیره

اور فلاں وقت جائے گا تم خط لکھ دینا تاکہ ہم تمھارے خطوط بھیجدیں پھر سب عورتوں کے یہاں (خطوط کے لئے) کاغذ اور دواتیں بھیجتے۔ پھر ان میں سے جو خط لکھدیتی اس کا خط لیتے اور جو نہ لکھ سکتی تو فرماتے کہ یہ کاغذ ہے اور دوات (بھی) موجود ہے تم دروازے کے قریب آجاؤ اور مجھے بتاتی رہو اس طرح ہر ایک دروازے پر جاتے اور اُن کے شوہروں کو (اُن کی طرف سے خطوط لکھتے۔ پھر ان خطوط کو بھیجتے۔ اور جب آپ کسی سفر میں ہوتے تو منزل (یعنی پڑاؤ کی جگہ) میں کوچ کرنے کے وقت ندا کرتے "اے لوگو! کوچ کرو" پھر ایک کہنے والا پکارتا اے لوگو! یہ امیر المؤمنین ہیں انھوں نے تم کو پکار کر کہاہے پس اُٹھو اور (اونٹوں پر) پانی رکھ لو اور کوچ کرو۔ پھر آپؓ دوبارہ آواز لگاتے "الرحیل" (یعنی کوچ کرو) تو لوگ (آپس میں) کہتے سوار ہو جاؤ امیر المؤمنین نے دوبارہ ندا کی ہے۔ پھر جب کہ سب لوگ اپنا سامان باندھ لیتے تو کھڑے ہو کر اپنا اونٹ ہنکاتے اور اُس کے اوپر دو شلیتے ہوتے اُن میں سے ایک میں ستو ہوتا اور دوسرے میں کھجوریں ہوتیں۔ اور سامنے ایک مشکیزہ ہوتا جس میں پانی ہوتا اور ایک بڑا کونڈا۔ جب کہیں پڑاؤ کرتے تو کونڈے میں ستو ڈال کر اس پر پانی ڈالتے اور اپنا شنار (دستر خوان) بچھاتے۔ سعیدؒ نے کہا کہ شنار چمڑے کے چھوٹے دستر خوان کی طرح ہوتا تھا۔ جو شخص آپؓ کے پاس آتا کوئی جھگڑا لے کر یا کوئی مسئلہ پوچھتا یا اپنی ضرورت کی چیز مانگتا اُس سے فرماتے اس ستو اور کھجوروں میں سے کھاؤ پھر چلے جانا۔ پھر (قافلہ کو چلتا کر کے) آپ اُس جگہ پہنچتے جہاں سے لوگوں نے کوچ کیا تھا تو اگر کوئی چیز پڑی ہوئی دیکھتے تو اُس کو اُٹھاتے اور اگر کسی شخص کو دیکھتے کہ اُس کے گھٹنے لگ گئے ہیں یا اس کے چوپایہ یا اونٹ میں تھکن کی وجہ سے

تبکارٌ ازالہ و ساق بہ فیتبعُ آثارَ الناس کذلک فما سقطَ من متاعٍ اخذہ ومن اصابتہ عرجۃٌ تخلَّف علیہ فاذا اَصبح الناسُ فی المسیرِ من الغدِ لم یفقد احدٌ متاعاً لہ منہ الاَّ قال حتے یاتی امیرُ المؤمنین فیطلُعُ عمرُ و اِنَّ جملَہ مثل المشجب مِمَّا علیہ من المتاعِ فیاتی ھذا فیقولُ یا امیرَ المؤمنین اِدَاوتی فیقولُ فہل یغفلُ الرجلُ الحکیمُ عن اِداوتہ الَّتی یشرب فیہا و یتوضَّأ للصَّلوۃِ منہا او کُلَّ ساعۃٍ اُبصِرُ مایسقط او کُلَّ اللَّیل اکلأُ عینی من النَّوم ثم یدفع الیہ اِداوتہ و یقولُ انذا قوسی و ہذا رِشائی او ما وقع منہم فیعنفہم ثم یدفع ذلک الیہم و لما بلغ الشَّام تلقوہ ببرذون و ثیابٍ بیضٍ فکلَّموہ ان یرکبَ البرذونَ لیراہ العدوُّ و یکون ذلک اَہیبَ لہ عندہم و یلبس البیاضَ و یطرح الفروَ الذی علیہ فابی ثم اَلحوا علیہ فرکب البرذونَ بفروہ و ثیابہ فہملجَ بہ البرذونُ و خطام ناقتہ بعدُ فی یدہ فنزلَ

(پٹھوں میں) گرفتگی پیدا ہو گئی ہے تو اس کو (مالش کرکے) زائل کرتے اور اُس کو ہنکاتے۔ پھر قافلہ کے نشانِ راہ کو دیکھتے ہوئے چلتے تو جو چیز کسی کی گر گئی ہوتی اس کو اُٹھاتے اور جس کو لنگ عارض ہو جاتا اُس کے پیچھے لگے رہتے پھر جب لوگوں کو شام سے چلتے ہوئے صبح ہو جاتی تو جس کی کوئی چیز کھوئی گئی ہوتی وہ کہتا کہ امیر المؤمنین کو آنے دو تو جب عمرؓ دکھائی دینے لگتے اور آپ کا اونٹ (گرا پڑا) سامان رکھتے رکھتے مثل گھڑونچی کے بنا ہوا ہوتا تھا (جب آپؓ قافلہ سے آملتے) تو ایک شخص آتا اور کہتا کہ اے امیر المؤمنین! میرا لوٹا رہ گیا تھا (یا گر گیا تھا) تو آپؓ کہتے کہ کیا دانشمند آدمی اپنے لوٹے سے غافل ہوا کرتا ہے جس سے وہ پیتا ہے اور نماز کے لئے اُس سے وضو کرتا ہے کیا میں ہر ساعت دیکھتا ہی رہوں کہ کیا چیز گرتی ہے؟ کیا تمام رات میں نیند سے اپنی آنکھ کو بچاتا ہی رہوں؟ پھر اس کا لوٹا اُسے دیتے۔ پھر دوسرا آتا اور کہتا کہ یہ میری کمان ہے اور یہ میری رسّی ہے یا جو چیز ان کی گرتی آپ ہر ایک کو کچھ سرزنش کرتے اور دیتے جاتے تھے۔ اور جب آپ شام میں پہنچے تو لوگ اُن سے گھوڑا اور سفید کپڑوں کا جوڑا لے کر ملے اور اُنھوں نے آپ سے اس میں گفتگو کی کہ آپ گھوڑے پر سوار ہوں تاکہ دشمن آپ کو اس حالت میں دیکھیں اور تاکہ ان کے نزدیک ایسا کرنے سے دشمنوں پر آپ کا رُعب پڑے اور سفید کپڑے پہنیں اور جو پوستین آپ کے بدن پر تھا اُس کو اُتار دیں تو آپؓ نے انکار کر دیا پھر لوگوں نے اس درخواست پر زیادہ اصرار کیا تو آپ گھوڑے پر اپنے پوستین اور کپڑوں کے ساتھ سوار ہو گئے اور گھوڑا آپ کو لے کر قدم مارتا ہوا دوڑا اور ابھی تک اونٹنی کی مہار آپ کے ہاتھ میں ہی تھی تو آپؓ اتر گئے

ورکب راحلتہ وقال لقد غیّرنی ہذا
حتی خفتُ ان انکر نفسی ذکر ذلک
کلہ ابو حذیفۃ اسحٰق بن بشر فی فتوح الشام
وخرّج ابن بشر خطبتہ الی آخرہا و
جلوسہ علی المنبر فقط وازانجملہ
آنست کہ طلاق داد زنی را کہ باوے
محبت داشت فی الاحیاء لما ولی عمر
الخلافۃ کانت لہ زوجۃ یحبہا فطلّقہا
خیفۃ ان تشیر علیہ بشفاعۃ فی
باطل فیطیعہا و یطلب رضاھا۔
وازانجملہ آنست کہ خطبہ خواند متضمن
آنکہ وظیفہ عمال او چیست عن معدان بن
ابی طلحۃ من جملۃ خطبۃ عمر اللّٰہم انّی
اُشہدک علی امراء الامصار فانی بعثتہم
یعلّمون الناس دینہم وسنۃ نبیہم ویقسمون
فیئہم ویعدلون علیہم وما اشکل
علیہم یرفعونہ الیّ اخرجہ
مسلم و احمد و عن ابی فراس
من جملۃ خطبۃ عمر الا واللّٰہ
انّی ما ارسل عمالی الیکم لیضربوا
ابشارکم ولا لیاخذوا اموالکم و
لکن ارسلہم الیکم لیعلّموکم
دینکم وسنتکم فمن فعل
بہ سوی ذلک

اور اپنی اسی سواری پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اس نے مجھ کو بدل دیا یہاں
تک کہ مجھے اندیشہ ہوگیا کہ میرا نفس بگڑ جائے گا، ان سب کو
بیان کیا ابو حذیفہ اسحٰق بن بشر نے فتوح شام کے بیان میں۔
اور ابن بشر نے اخذ کیا صرف آپ کے خطبہ کو آخر تک اور ان کے
منبر پر بیٹھنے کو۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے (خلیفہ
بننے کے بعد) اپنی ایک بی بی کو طلاق دیدی کہ جس کے ساتھ
محبت رکھتے تھے۔ احیاء میں ہے کہ جب عمر والیٔ خلافت ہوئے
تو ان کی ایک ایسی بیوی موجود تھی جس سے محبت کرتے تھے
تو اس خوف کے پیش نظر کہ یہ کسی باطل میں شفاعت پر زور
دے گی تو میں اس کی اطاعت ورضاجوئی میں لگ سکوں گا
اس کو طلاق دیدی۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ رضؓ نے
خطبہ دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ ان کے عاملوں کو کیا کام سپرد
ہیں۔ معدان بن ابی طلحہ سے خطبۂ عمرؓ میں کا ایک حصہ اس طرح
مروی ہے کہ اے اللہ! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں شہروں کے
امراء پر کہ میں نے ان کو اس لئے بھیجا ہے کہ وہ لوگوں کو ان
کے دین کی تعلیم دیں اور ان کے نبیؐ کا طریقہ سکھائیں اور
ان کا حصہ تقسیم کریں اور ان پر عدل کریں اور جس امر کا فیصلہ
ان کو مشکل ہوجائے اس کو میرے پاس بھیجدیا کریں، اس کو
مسلم اور احمد نے روایت کیا۔ اور ابو فراس سے خطبۂ عمرؓ
کا ایک یہ حصہ مروی ہے کہ یاد رکھو خدا کی قسم میں اپنے عاملوں
کو تمہارے پاس اس لئے نہیں بھیجتا کہ وہ تمہاری جلد کو پیٹا
کریں اور نہ اس لئے کہ وہ تمہارے اموال چھین لیں، لیکن
میں ان کو اس غرض سے تمہارے پاس بھیجتا ہوں کہ وہ تم کو
تمہارے دین کی تعلیم دیں اور تم کو سنتِ نبویؐ سکھائیں تو
جس شخص کے ساتھ اس کے سوا کچھ کیا گیا تو چاہیئے کہ

فليرفعه الىّ فو الذى نفسى بيده اذاً لاُقصّنّه منه فوثب عمرو بن العاص فقال يا امير المؤمنين او رأيت ان كان رجلاً من المسلمين غدا على رعيّته فادّب بعض رعيّته ائنّك لمقتصّه قال اى والذى نفس عمر بيده اذاً لاقتصنّه منه انا لااقتص منه وقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقتص من نفسه الا لا تضربوا المسلمين فتذلوهم ولا تجمّروهم فتفتنوهم ولا تمنعوهم حقوقهم فتكفّروهم ولا تنزلوهم الغياض فتضيّعوهم اخرجه احمد قوله ولا تجمّروهم تجمير الجيش جمعهم فى الثغور وحبسهم عن العود الى اهليهم قوله ولا تنزلوهم الغياض فتضيعوهم الغياض جمع غيضة وهى الشجر الملتف يعنى اذا انزلوها تفرّقوا فيها فتمكّن منهم العدوّ فقير گوید این کنایت است از ارتکاب امرے کہ وجہ مصلحت دران بر قوم مشتبہ باشد و علاقہ کنایت آنکہ غیضہ محلّ تستّر و اختفا است سائر خطب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مصرّح این مدعا ست واللہ اعلم وازانجملہ آنکہ در روضۃ الاحباب مذکور است کہ در زمان خلافت وے رضی اللہ عنہ

مجھے اس کی اطلاع دیں تو قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس صورت میں میں اُس سے قصاص لوں گا، تو کھڑے ہوتے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور انھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کیا آپ نے اس پر غور کیا ہے کہ وہ شخص مسلمانوں میں سے ہوگا جو اپنی رعیّت کی طرف جائے گا اور رعیّت میں سے کسی کی اس نے تادیب بھی کی تو کیا آپ اس سے ضرور قصاص لیں گے؟ فرمایا ہاں قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمر رضی اللہ عنہ کی جان ہے میں اُس سے ضرور قصاص لوں گا۔ میں اُس سے قصاص نہ لوں؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اپنی ذات سے قصاص لیتے تھے۔ یاد رکھو مسلمانوں کو نہ مارو کہ تم ان کو ذلیل کرو اور نہ اُن کی تجمیر کرنا کہ تم ان کو فتنوں میں ڈالو اور نہ اُن سے اُن کے حقوق روکو کہ تم اُن کو (اپنے سامنے) جھکاؤ اور نہ اُن کو غیاض میں اُتارو کہ تم ان کو ضائع کر ڈالو، اس کو روایت کیا احمد نے (تفسیر) یہ ارشاد ولا تجمّروہم تجمیر الجیش کے معنے ہیں یعنی ان کو سرحدوں پر جمع رکھنا اور ان کو اپنی بیوی بچوں کے پاس لوٹنے سے روکے رکھنا۔ اور اس ارشاد ولا تنزلوہم الغیاض میں غیاض جمع ہے غیضۃ کی اور اس کے معنے گھنے درخت اور جھاڑیاں یعنی جب تم لشکر کو ایسی جگہ اُتاروگے تو وہ اُس میں متفرّق ہو جائیں گے اور ان کے ایک حصہ پر دشمن قابو پالے گا۔ فقیر کہتا ہے کہ یہ کنایہ ہے ایسے امر کے ارتکاب سے کہ جس میں مصلحت کی صورت قوم پر مشتبہ ہو اور اس کنایہ کی مناسبت یہ ہے کہ غیضہ (یعنی جھاڑیوں والا بن) چھپ جانے اور مخفی ہو جانے کا مقام ہے۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے تمام خطبے اس مدعا کی تصریح کرتے ہیں، واللہ اعلم۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ روضۃ الاحباب میں مذکور ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ

ہزار و سی و شش شہر با توابع و لواحق آن
مفتوح شد و چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و
چہار ہزار کنیسہ خراب گردید و نہ صد منبر بر جنوب
محاریب جوامع بجہت خطبۂ جمعہ بنا کردند و
از آنجملہ بنا کردنِ شہر بصرہ بر ساحلِ بحر و آباد ساختن
جماعۂ از غزات در انجا بجہت آنکہ چون آن موضع
محل ورودِ مراکب عجم و ہند است نباید کہ ناگاہ
جمعے از فارس و ہند در انجا برسند و بر اہلِ اسلام
مصیبتے ریزند و از آنجملہ بنا کردنِ شہر کوفہ
چون اتفاقِ اقامتِ عرب در شہر مدائن واقع
شد ہوائے آن موضع با مزاجِ ایشان نہ ساخت
اکثرے گرفتار مرض شدند سعد بن ابی وقاص
کیفیتِ حال برائے حضرتِ فاروق رضؓ نوشتہ
فرستاد وی رضی اللہ عنہ فرمود کہ برائے اقامت
عرب ہیچ مکانے اصلح ازان نیست کہ ہم برّی
باشد و ہم بحری جائے وسیعی بدین صفت
اختیار باید نمود و باید کہ درمیانِ من و آن موضع
پُلے و دریائے حائل نباشد سعد رضؓ برای تفحّص
این چنین سرزمینے مردمان را منتشر ساخت و
برین موضع کہ الحال مسمّٰی بکوفہ است اتفاق
آرا واقع شد اوّلِ حال امر کرد کہ بناہا از قصب
و خشتِ خام کنند یعنی تا میلِ ساکنانِ آن موضع
بعماراتِ رفیعہ پیدا نشود و خود را مہیّا برائے جہاد
داشتہ مانندِ مسافران بسر برند بالآخرۃ چون حریق
افتاد رخصت باحکامِ عمارات فرمود

کے زمانۂ خلافت میں ایک ہزار چھتیس شہر مع اپنے ماتحت اور
ملحقہ دیہات کے فتح ہوئے ہیں اور چار ہزار مسجد بن بنائی گئیں
اور چار ہزار گرجے توڑے گئے اور نو سو منبر جامع مسجدوں کی محرابوں
کے پہلوؤں میں بنائے گئے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ شہر
بصرہ کی بنیاد ڈالنا ساحلِ دریا پر اور غازیوں کی ایک جماعت
کو وہاں آباد کرنا چونکہ یہ موقع ایسا تھا جو عجم اور ہندوستان
کی کشتیوں کے وارد ہونے کا مقام تھا کہ ایسا نہ ہو کہ اچانک
کوئی جماعت فارس اور ہندوستان سے یہاں پہنچ جاتے
اور اہلِ اسلام پر کوئی مصیبت ڈالیں۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے
شہر کوفہ کی بنیاد ڈالنا۔ جب عرب کو شہر مدائن میں اقامت
گزیں ہونے کا اتفاق پڑا تو اس مقام کی ہوا اُن کے مزاجوں
کے موافق نہ آئی اور بہت سے لوگ امراض میں گرفتار ہو گئے
تو سعد بن ابی وقاص رضؓ نے یہ کیفیتِ حال حضرت فاروق رضؓ کو
لکھ کر بھیجی۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عربوں کی اقامت
کے لئے کوئی مقام اس سے زیادہ بہتر نہ ہوگا کہ وہ برّی بھی
ہو اور بحری بھی اس لئے کوئی مقام جس میں یہ وصف ہو انتخاب
کر لیا جائے اور چاہیئے کہ میرے اور اُس مقام کے درمیان کوئی
پُل اور دریا حائل نہ ہو۔ سعد رضؓ نے ایسی سرزمین کی جستجو میں
لوگوں کو اطراف میں بھیجا اور اس سرزمین پر کہ اب جس کا نام
کوفہ ہے سب کی رائے متفق ہو گئی۔ ابتداءِ حال میں حکم دیا کہ بانسوں
اور کچی اینٹوں کے مکان بنالیں یعنی جب تک اُس مقام پر
رہنے والوں میں بلند عمارات کی رغبت نہ پیدا ہو اور (یہ مصلحت
بھی پیشِ نظر تھی) کہ اپنے کو جہاد کے لئے تیار رکھتے ہوئے
مسافروں کی مانند بسر اوقات کریں۔ آخر کار جب (ایک مرتبہ)
آگ لگی تو مضبوط اور پختہ عمارتیں بنانے کی اجازت مل گئی۔

بالجملہ چون مسلمانان درانجا اختیار اقامت نمودند
الوان و قوائے ایشان بحالِ اصلی عود کرد و
از انجملہ وضعِ تاریخ زیراکہ پیش از وضع تاریخ
تعیین شہور در سجلات می نمودند نہ تعیینِ سنین
این معنے موجب اشتباہ می شد حضرت فاروق رض
ابتداء حساب تاریخ از ہجرت مقرر فرمود والے
الیوم ہمان دستور جاری است و از انجملہ آنکہ
چون خالد بن ولید ابو عبیدہ را طوعا و کرہا
بران باعث شد کہ از حصارِ حمص بیرون
برآمدہ با کفار مقاتلہ کند و انتظارِ وصولِ فوج
کمک از ہر جانب نکشد حضرت فاروق رض آن را
از وی نہ پسندید بجہت آنکہ وجہش یا عجبِ
نفس است بشجاعت و پہلوانی خود یا بخل
است بغنائم یا استہانتِ امر خلیفہ برحق است
وکیف ماکان از خصالِ ذمیمہ اعتبار نمود و غالبا
این چنین جرأت در عادت موجب ہزیمت
می شد ہر چند اینجا شمولِ فضل حق و تائید
الٰہی کار خود فرمودہ باشد دیگر آنکہ خالد رض بن
ولید شاعرے را بر مدیح خود دہ ہزار درہم صلہ
داد چون رسم فاسد بود گوارای طبیعت حضرت
فاروق رض نیفتاد خالد رض را از حکومتِ قنسرین
معزول ساختہ در مدینہ نشاند والے آخر العمر اورا
بحکومتے نامزد نہ کرد و براۓ ابو عبیدہ رض
نوشتہ فرستاد کہ اورا از قنسرین
بنزدِ خود خواند و در محضر

المختصر جب مسلمانوں نے وہاں اقامت اختیار کرلی تو اُن کے رنگ
اور اُن کے قُوٰی اصلی حالت پر عود کر آئے۔ اور اُن میں سے
ایک ہے تاریخ کا وضع کرنا۔ کیونکہ تاریخ کے وضع کرنے سے
پہلے مُہر شدہ مکاتیب میں صرف مہینوں کا تعیّن کرتے تھے سنوں
کا تعیّن نہیں اور یہ صورت موجب اشتباہ ہوتی تھی حضرت
فاروق رض نے تاریخ کے حساب کی ابتدا ہجرت سے مقرر فرمادی اور
آج کے دن تک وہی دستور جاری ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے
کہ جب حضرت خالد بن الولید رض نے ابو عبیدہ رض کو طوعاً و کرہاً اس پر
آمادہ کیا کہ حمص کے حصار سے باہر آکر کفار کے ساتھ جنگ کریں
اور ہر جانب سے جو (حضرت عمر رض کے احکام کے ماتحت) کمک کی
فوجیں پہنچ رہی تھیں ان کا انتظار نہ کریں تو حضرت فاروق رض
کو ان کی یہ بات پسند نہ آئی کیونکہ اس کی وجہ یا نفس کا اپنی
بہادری اور پہلوانی پر عجب ہے یا غنیمتوں پر بخل ہے (کہ
اموالِ غنیمت میں حصہ دار وہ لشکر بھی ہو جائیں گے جو مختلف
مقامات سے آنے والے تھے) یا خلیفۂ برحق کے حکم سے لاپرواہی
برتنا اور جو کچھ بھی ہو آپ نے اُس کو خصالِ ذمیمہ میں اعتبار
کیا اور بسا اوقات عادۃً اس طرح کی جرأت موجب ہزیمت
ہوا کرتی ہے ہرچند کہ اس موقع پر حق تعالیٰ کے فضل اور
تائیدِ الٰہی نے شامل ہو کر اپنا کام فرمادیا۔ دوسری بات یہ
پیش آئی کہ خالد رض بن الولید نے ایک شاعر کو اپنی مدح پر
دس ہزار درہم انعام دیدیا۔ چونکہ یہ رسم فاسد تھی اس لئے
حضرت فاروق رض کی طبیعت کو گوارا نہ ہوئی۔ آپ نے خالد رض
کو قنسرین کی حکومت سے معزول کر کے اُن کو مدینہ میں بٹھادیا
اور آخر عمر تک اُن کو کسی حکومت پر نامزد نہ کیا اور ابو عبیدہ رض
کو لکھا کہ اُن کو قنسرین سے اپنے پاس بلائیں اور اعیانِ لشکر کی

اَعیانِ لشکر استادہ نماید و بفرماید کہ عمامہ را از سرش بردارند و بہمان عمامہ مقید سازند بعد از ان استفسار کنند کہ این دہ ہزار را از چہ مکان صرف کردہ است اگر از بیت المال یا از دفینِ جاہلیت برامد خیانت کردہ باشد و اگر از مالِ خود عطا نمود باسراف کار فرمود بالجملہ ہمچنان بعمل آوردند کہ مامور شدہ بودند تحفہ تر آنکہ خالد رضـ با آن ہمہ جلادتے کہ داشت برین ماجرا بچون و چرا مجال دَم زدن ندید و دیگر لشکریان و اُمراء از دیدِ این معاملہ نیز بد دل نشدند و این خصائصِ صولتِ حضرت فاروق رضـ بودہ است بعد اللتیا والتی بامرا امصار نوشت کہ عزلِ خالد رضـ نہ بجہتِ خیانتے از وے بودہ است بلکہ برائے آنکہ بخاطرِ او چنان خطور کردہ بود کہ این فتوح بدستیاری او و قوتِ او ظہور نمود و آنّ الامر کلّہ للّٰہ و ہمچنین چون سعد رضـ را از عراق معزول فرمود بجہتِ خوفِ اختلاف قوم بود ہیچ فتنہ بر نخاست و در آخر عمر تصریح نمود بآنکہ عزل سعد رضـ نہ بنابر عجز او بود یا بسبب صدورِ خیانتے از وے بل بجہت از مظانّ اختلاف و وجہ این تصریح آن بود کہ عدالتِ او از نظرِ مردم ساقط نشود و از انجملہ آنکہ سالے بقصدِ عمرہ بمکہ محترمہ توجہ فرمود و توسیع و تفسیح مسجدِ حرام بتقدیم رسانید و نزدیک مراجعت امر نمود تا در منازلے

موجودگی میں کھڑا کر کے کسی کو حکم دیں کہ عمامہ اُن کے سر سے اُتار لے اور اُسی عمامہ سے اُن کو باندھ کر استفسار کریں کہ تم نے ان دس ہزار روپیہ کو کہاں سے صرف کیا ہے؟ اگر بیت المال سے یا کسی جاہلیت کے دفینہ سے برآمد کیا تو یہ خیانت ہوگی اور اگر اپنے مال سے عطا کیا تو اِسراف (یعنی فضول خرچی) پر عمل کیا۔ الغرض جس طرح مامور ہوتے تھے عمل میں لایا گیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ خالد رضـ نے باوجود اس دلیری کے جو وہ رکھتے تھے اِس ماجرا پر چون و چرا کے ساتھ دم مارنے کی مجال نہ دیکھی اور دوسرے لشکر والے اور اُمراء بھی اس معاملہ کے دیکھنے سے بددل نہیں ہوتے اور یہ حضرت فاروق رضـ کے دبدبہ کی خصوصیتوں میں سے ہے۔ آپ رضـ نے کچھ چناں و چنیں کے بعد اُمراء بلاد کو لکھا کہ خالد رضـ کا عزل اُس سے کسی خیانت کے صادر ہونے کی بناء پر نہیں ہوا بلکہ اس وجہ سے ہوا ہے کہ اُس کے دل میں یہ بات پیدا ہوگئی تھی کہ یہ فتوحات اُس کے زور اور قوّت سے ظہور میں آتی ہیں حالانکہ تمام امر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اسی طرح جب سعد رضـ کو عراق سے معزول فرمایا تھا اس وجہ سے کہ قوم میں ان کی نسبت اختلاف پیدا ہوگیا تھا تو کوئی فتنہ نہ اُٹھا اور آخر عمر میں اس بات کی تصریح کردی کہ سعد رضـ کا عزل اُن کے عجز کی بناء پر نہیں ہوا تھا، نہ اُن سے کسی خیانت کے صادر ہونے کی وجہ سے بلکہ مظنّہ اختلاف سے محتاط رہنے کی بناء پر۔ اور اس تصریح کی وجہ یہ تھی کہ ان کی عدالت لوگوں کی نظر سے ساقط نہ ہوجائے۔

اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ایک سال بقصد عمرہ آپ رضـ نے مکہ مکرّمہ کی طرف توجہ کی تو مسجدِ حرام کو وسیع کرنے اور کشادہ کرنے کا اہتمام فرمایا اور لوٹتے وقت حکم دیا کہ اُن تمام منزلوں میں

کہ مابین حرمین واقع اند سایہا و پناہہا سازند و ہر چاہے کہ انباشتہ شدہ باشد آن را پاک کنند و صاف نمایند و در منازلِ کم آب چاہ ہا را کنند تا بر محتاج باستراحت تمام قطعِ مراحل میسّر شود فی الاستیعاب لما وُلِّی عمر بن الخطاب بعث اربعۃً من قریشٍ فنصبوا اَعلام الحرمِ مخرمۃ بن نوفل وازہر بن عوف وسعید بن یربوع وخویطب ابن عبد العزّیٰ وازانجملہ آنکہ توسیعِ مسجد شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچوب خرما وجرید آن وخشت خام فرمود مانند صنیعِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در بناءِ مسجد خود اخرجہ البخاری بعد از آن فرمود کہ حصیر در مسجد فرش کنند عن عبد اللہ بن ابراہیم قال اوّل من اَلقی الحصیرَ فی مسجدِ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن الخطاب کان النّاسُ اذا رفعوا رؤسہم من السجود نفضوا ایدیہم فاَمَرَ بالحصیر فجیئ بہ من العقیقِ فبُسِطَ فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ ابن ابی شیبۃ وازانجملہ آنکہ سالِ رمادہ چون قحط شدید طاری شد حضرت فاروق بانواعِ تدبیر حلِّ این مشکل فرمود اوّلاً ہرچہ در بیت المال بود بر فقراء و مساکین تقسیم نمود ثانیاً جمعے کہ احتکار پیشہ بودند ایشان را از ان احتکار بشدّتِ تمام باز داشت ثالثاً بامرائے امصار احکام فرستاد کہ

جو کہ حرمین کے درمیان واقع ہیں سایہ گاہیں اور پناہ گاہیں بنائیں اور ہر وہ کنواں جو پاٹ دیا گیا ہو اُس کو کھولا جائے اور صاف کیا جائے اور کم پانی والی منزلوں میں کنویں کھودے جائیں تاکہ عازمین حج پوری راحت کے ساتھ قطعِ مراحل کر سکیں۔ استیعاب میں ہے کہ جب عمرؓ بن الخطاب خلیفہ ہوئے تو اُنھوں نے قریش کے چار آدمیوں کو بھیجا جنھوں نے حرم کی علامتیں نصب کیں۔ مخرمہ بن نوفل اور ازہر بن عوف اور سعید بن یربوع اور خُوَیطب بن عبد العزّیٰ۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف کی توسیع آپؓ نے کھجور کی لکڑیوں اور شاخوں اور کچی اینٹوں سے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق جو آپؐ نے اپنی مسجد کی بناء میں استعمال کیا تھا، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مسجد میں بوریئے بچھائیں مروی ہے عبد اللہؓ بن ابراہیم سے فرمایا کہ سب سے پہلے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بوریئے بچھائے عمرؓ بن الخطاب تھے۔ (پہلے) جب لوگ اپنا سر سجدے سے اُٹھایا کرتے تھے تو اپنے ہاتھ جھاڑا کرتے تھے تو اُنھوں نے بوریئے لانے کا حکم دیا جو عقیق سے لائے گئے پھر وہ مسجدِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بچھائے گئے، اس کو ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ سالِ رمادہ[1] میں جب شدید قحط پھیل گیا حضرت فاروقؓ نے مختلف قسم کی تدابیر سے اس مشکل کو حل فرمایا۔ اوّلاً جو کچھ بیت المال میں تھا وہ سب فقراء اور مساکین پر تقسیم کر دیا۔ دوم جو لوگ کہ احتکار[2] پیشہ تھے ان کو اس احتکار سے پوری سختی کے ساتھ روک دیا۔ سوم شہروں کے اُمراء کو احکام بھیجے کہ

[1] رماد خاکستر کو کہتے ہیں اور اس سالِ قحط کو اس وجہ سے رمادہ کہتے ہیں کہ لوگوں کا رنگ اس سال میں خاکستری ہو گیا تھا ۱۲ [2] احتکار کے معنے ہیں گرانی کے وقت غلہ خرید کر رکھ لینا اور اس کو بند کر کے رکھ چھوڑنا اس امید پر کہ اور گراں ہو جائے ۱۲

ہر یکے از محل حکومتِ خود طعام بمدینۂ منورہ روان
کند ابو عبیدہ چہار ہزار راحلہ (شتر) از شام بمدینہ فرستاد
و عمرو بن العاص صد سفینہ از راہِ دریا روان نمود در
اندک فرصتے نرخ مدینہ با نرخ مصر دم مساوات
می زد و در ایامِ غلاء (گرانی) و قحط بر خود لازم گرفت کہ تا ہنگام
رفع این حادثہ گوشت و روغن را تناول نفرماید
و شیر را نیاشامد و از انجملہ آنکہ در کوفہ و بصرہ و غیرہما
من البلاد حاکمی جدا معین فرمود و قاضی جدا و
تحویلدار بیت المال علیحدہ و این امریست کہ تا
زمانِ حضرت فاروق واقع نشدہ بود و یکے از حکمتہا
آن تفریق آنست کہ اگر بالفرض از یکے خیانتے ظاہر
شود دیگرے بانکار برخیزد و اجتماع جماعہ از مسلمین کہ
مجرب الصدق باشند بر خیانت بعید است و از انجملہ
آنکہ دفتر مسلمین وضع فرمود و در انجا رعایت حکمتِ
دقیقہ نمود و آن جمع است در اعتبار سوابقِ اسلام
و اعتبار مراتبِ قرب بآنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
و قاعدہ الرجلُ وسابقتہ و الرجلُ وبلاءہ والرجلُ و
عیالہ رعایت فرمود اگر باکسے خرد خورد بین باشد
بداند کہ اختراعِ این امر و وفا باین
التزام چیزیست کہ عقولِ حکماء دران
عاجز مے شوند اخرجَ البیہقی
عن الشافعی انہ قال اخبرنی
غیر واحدٍ من اہلِ العلم و
الصدقِ من اہلِ المدینۃ و
مکۃ من قبائلِ قریش و من

ہر ایک اپنے زیر حکومت شہروں سے مدینہ منورہ میں غلہ روانہ کرے۔
ابو عبیدہ رضی نے چار ہزار اونٹ شام سے مدینہ بھیجے اور عمرو رض بن
العاص نے ایک سو کشتیاں دریا کے راستہ سے روانہ کیں۔ تھوڑے
عرصہ میں مدینہ کا نرخ مصر کے نرخ کی برابری میں آگیا اور گرانی
و قحط کے زمانہ میں آپ رض نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ اس حادثہ کے
رفع ہونے تک گوشت اور گھی تناول نہ فرمائیں گے اور نہ دودھ
پئیں گے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ کوفہ و بصرے وغیرہ شہروں
میں حاکم جُدا معین کئے اور قاضی جُدا اور بیت المال کا تحویلدار
جُدا اور یہ ایک ایسا نظم ہے جو حضرت فاروق رض کے زمانہ تک واقع
نہیں ہوا تھا اور اس تفریق کی حکمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر
بالفرض کسی ایک سے کوئی خیانت ظاہر ہو تو دوسرا اس سے مقابلہ
کے لئے کھڑا ہو جاتے اور خیانت پر مسلمانوں کی ایسی جماعت کا
اجتماع جن کا صدق تجربہ شدہ ہو بعید ہے۔ اور اُن میں سے ایک
یہ ہے کہ (بسلسلۂ عطیات وغیرہ) دفتر مسلمین کو وضع فرمایا جس میں
دقیق حکمتوں کی رعایت رکھی یعنی سوابق اسلامیہ کے اعتبار کرنے
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مراتب قُرب کے اعتبار
کرنے کا پورا لحاظ رکھا اور قاعدہ الرجل و سابقتہ الخ یعنی ہر
آدمی کے ساتھ اُس کی سابقہ خدمات اور ہر شخص کے ساتھ اُس کے
شہر کو ملحوظ رکھا جاتے اور ہر ایک کے ساتھ اُس کے عیال کو مدنظر
رکھا جاتے، پوری رعایت فرمائی۔ جس شخص کو چھوٹی چھوٹی
جزئیات پر عبور کرنے والی سمجھ میسّر ہے وہ جان لے گا کہ اس امر کا
اختراع اور اس التزام کو نباہ دینا ایسا کام ہے کہ دانشمندوں کی
عقلیں اُس میں عاجز ہو جاتی ہیں۔ بیہقی رح نے روایت کیا شافعی رح
سے اُنھوں نے کہا کہ مجھے خبر دی ایک سے زیادہ اہل علم و اہل صدق
نے جو اہلِ مدینہ و مکہ میں سے تھے قبائل قریش میں سے اور دوسرے

غیرہم و کان بعضہم احسن اقتصاصاً للحدیث
من بعض و قد زاد بعضہم علی بعض
فی الحدیث ان عمر رضی اللہ عنہ لما دوّن
الدواوین قال ابدأ ببنی ہاشم ثم قال
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یعطیہم و بنی المطلب فاذا کانت السن فی
الہاشمی قدمہ علی المطلبی واذا کانت فی
المطلبی قدمہ علی الہاشمی فوضع الدیوان
علی ذلک اعطاہم عطاء القبیلۃ
الواحدۃ ثم استوت لہ عبد شمس و نوفل فی
جذم النسب فقال عبد شمس اخوۃ النبی صلی
اللہ علیہ وسلم لابیہ و امہ دون نوفل فقدمہم
ثم دعا بنی نوفل یتلوہم ثم استوت لہ عبد العزی
و عبد الدار فقال فی بنی اسد بن
عبد العزی اصہار رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وفیہم انہم من المطیبین
و قال بعضہم ہم من حلف الفضول
و فیہما کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم و قیل

لوگوں میں سے اور ان میں سے بعض بہ نسبت بعض کے حدیث کے
قصوں کو عمدگی سے بیان کرنے والے تھے اور بعض نے ان میں
سے بعض کی روایت سے کچھ زیادہ باتیں بیان کیں کہ عمر رضی اللہ عنہ
نے جب رجسٹر تیار کرائے تو فرمایا کہ میں شروع کرتا ہوں بنی ہاشم
سے پھر فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر تھا آپؐ ان کو اور بنی المطلب کو عطا فرمارہے تھے تو جب
کوئی بڑی عمر والا ہاشمی جماعت میں ہوتا تھا تو اس کو مطلبی پر
مقدم کردیتے تھے اور اگر مطلبی میں ہوتا تھا تو اس کو ہاشمی پر
مقدم کردیتے تھے۔ تو آپؓ نے دیوان (رجسٹر اسماء) کی ترتیب
قائم کی اسی نہج پر ان کو عطا کیا قبیلہ واحدہ کی طرح۔ پھر ان کے
سامنے عبد شمس اور نوفل اصل نسب میں برابر معلوم ہوئے تو
فرمایا کہ عبد شمس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں باپ
کی طرف سے اور ماں کی طرف سے نہ کہ نوفل، تو ان کو مقدم کیا پھر
ان کے متصل آپ نے پکارا بنی نوفل کو پھر اس کے سامنے برابر
ہوئے عبد العزیٰ اور عبد الدار تو فرمایا کہ بنی اسد بن عبد العزیٰ
میں داماد ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ان میں یہ
خصوصیت بھی ہے کہ وہ مطیبینؑ میں سے ہیں اور بعضوں نے
کہا (یعنی بعض راویوں نے) کہ حلف الفضول میں سے ہیں اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میں سے تھے اور کہا گیا کہ

ع۵ جب عبد مناف کی اولاد نے عبد الدار کی اولاد سے بیت اللہ کی دربانی اور رفادہ (رفادہ اُس چندے کو کہتے تھے جو قریش میں حج سے کچھ پہلے کیا جاتا تھا جس میں سے بزمانہ حج آنیوالوں کی آسائش اور تواضعات کا انتظام کیا جاتا تھا) اور سقایت کا مطالبہ کیا اور عبد الدار کی اولاد نے اس سے انکار کیا تو دونوں میں سے ہر فریق نے اپنے اپنے دوست قبائل سے عہد لیا کہ وہ بہر حال ان کے ساتھی رہیں گے۔ اولاد عبد مناف نے ایک بڑے پیالہ میں کچھ خوشبوئیں حل کر کے لائے ان کے مددگاروں نے اس پیالہ میں ہاتھ ڈبوکر عہد امانت کیا تھا اس بناء پر ان کو "مطیبین" کہا گیا (ان کے ساتھ تین۳ قبیلے شریک ہوتے اسد۱ اور زہرہ۲ اور تیم۳۔ ابو بکر صدیقؓ ان میں سے تھے یعنی بنی تیم میں سے) اور عبد الدار نے دوسرے طور پر عہد لیا ان کو احلاف کہا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ مطیبین میں سے تھے اور حضرت عمرؓ احلاف میں سے (عبد الدار کے ساتھ یہ پانچ قبائل تھے جمح۱، مخزوم۲، عدی۳، کعب۴ و سہم۵۔ یہ چھ۶ قبیلے احلاف بولے جاتے تھے) ۱۲

ذُکِرَ سابقۃٌ فقدَّمہم علی بنی عبدالدار ثم دعا بنی عبدالدار تلوہم ثم انفردت لہ بنو زہرۃ فدعاہا بتلو عبدالدار ثم استوت لہ تیم و مخزوم فقال فی بنی تیم انہم من حلف الفضول و المطیبین وفیہما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقیل ذکر سابقۃً وقیل ذکر صہرًا فقدّمہم علی مخزوم ثم دعا مخزومًا بتلوہم ثم استوت لہ سہم و جمح و عدیّ بن کعب فقیل ابدأ بعدیٍّ فقال بل اُقرُّ نفسی حیث کنتُ فانّ الاسلام دخل وامرُنا و امرُ بنی سہم واحدٌ ولکن انظروا بنی جمح و سہم فقیل قدِّم بنی جمح ثمّ دعا بنی سہم وکان دیوانُ عدیّ و سہم مختلطًا کالدّعوۃ الواحدۃ فلمّا خلصت الیہ دعوتہ کبّر تکبیرۃً عالیۃً ثم قال الحمدُ للہ الذی اوصل حظّی من رسولہ ثمّ دعا من بنی عامر بن لوّیّ قال الشافعی فقال بعضہم انّ ابا عبیدۃ ابن عبداللہ بن الجرّاح الفہری لما رأی من یتقدّم علیہ قال اَکُلّ ہؤلاء تدعوا اَمامی فقال یا ابا عبیدۃ اِصْبِر کما صبرتُ اوکلّم قومک فمن قدّمک منہم علی نفسہ لم اَمنعہ فاما انا و بنو عدیٍّ

ذکر کیا اُن کے اسلام پر سبقت کرنے کا۔ تو اُن کو مقدّم کیا بنی عبدالدار پر پھر بنی عبدالدار کو اُن کے متصل بُلایا۔ پھر منفرد ہوتے اُن کے سامنے بنو زُہرہ تو اُن کو بُلایا عبدالدّار کے ساتھ۔ پھر برابر ہوئے اُن کے سامنے تیم اور مخزوم تو بنی تیم کے بارے میں کہا کہ وہ حُلف الفضول اور مُطیّبین میں سے ہیں اور ان دونوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور یہ بھی کہا گیا کہ آپؓ نے ان کے سوابق اسلام کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ نے تعلقِ دامادی کا ذکر کیا تو اُن کو مخزوم پر مقدّم کیا۔ پھر مخزوم کو ان کے متّصل بُلایا۔ پھر ان کے سامنے سہم اور جمح اور عدی بن کعب برابر آتے تو آپؓ سے کہا گیا کہ عدی سے شروع کیجئے تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے نفس کو وہیں رکھتا ہوں جہاں میں تھا کیونکہ اسلام داخل ہو گیا تھا اور ہمارا اور بنی سہم کا ایک ہی معاملہ تھا، لیکن غور کرو بنی جمح اور بنی سہم میں تو کہا گیا کہ بنی جُمح کو مقدّم کیجئے تو آپ نے پکارا بنی سہم کو اور عدی اور سہم کا رجسٹر مختلط تھا مثل دعوتِ واحدہ کے۔ پھر جب اُن کی دعوت یہاں تک پہنچ گئی تو اُنھوں نے ایک بلند تکبیر کہی پھر فرمایا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے میرے حصّہ کو اپنے رسولؐ سے مِلا دیا[عہ]۔ پھر آپؓ نے بنی عامر لوّی کو بُلایا۔ شافعیؒ نے کہا کہ بعض رواۃ نے یہ ذکر کیا کہ ابو عبیدہؓ بن الجراح فہری نے جب ان لوگوں کو دیکھا جو اُن پر مقدّم ہو رہے تھے تو کہا کہ کیا ان سب لوگوں کو میرے سامنے بُلا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو عبیدہؓ صبر کرو جیسا میں نے صبر کیا یا (بروایتِ بعض یہ فرمایا کہ) اپنی قوم سے بات کر لیجئے تو جو اُن میں سے آپ کو اپنی ذات پر مقدّم کرے میں اس کو نہیں روکوں گا۔ رہے میں اور بنو عدی تو

عہ یعنی آپؐ سے اتنا نسبی بُعد ہونے کے باوجود یہ اتنا زیادہ تقرّب رہا جو نسبی قُرب رکھنے والوں کو میسّر نہیں آیا ۱۲ مترجم

فنقدمک ان احببت علی انفسنا قال الشافعی عند ذلک الناس عباد اللہ فاولٰہم ان یکون مقدمًا اقربہم بخیرۃ اللہ لرسالاتہ و مستودع امانتہ خاتم النبیین وخیر خلق رب العالمین محمد صلے اللہ علیہ وسلم قال القاضی ابو یوسف فی کتاب الخراج حدثنی ابن ابی نجیح قال قدم علی ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ مالٌ فقال من کان لہ عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم عدۃ فلیأت فجاء ہ جابر بن عبد اللہ فقال قال لی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لوجاء مال البحرین اعطیک ہکذا وہکذا ہکذا یشیر بکفیہ فقال لہ ابو بکر خذ فاخذ بکفیہ ثم عدہ فوجد خمسمأتہ فقال خذ الیہا الفا فاخذ الفا ثم اعطی کل انسان کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وعدہ شیئا وبقی بقیۃ من المال فقسمہ بین الناس بالسویۃ علی الصغیر والکبیر والحر والمملوک والانثی فخرج علی تسعۃ دراہم وثلث لکل انسان فلما کان العام المقبل جاء مال اکثر من ذلک فقسمہ بین الناس فاصاب کل انسان عشرین درہما قال فجاء ناس من المسلمین وقالوا یا خلیفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انک قسمت ہذا فسویت بین الناس

اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو اپنی ذات سے مقدم کر دیں گے۔ اس موقع پر شافعیؒ نے کہا کہ سب لوگ اللہ کے بندے ہیں بس مقدم ہونے میں سب سے اولیٰ وہی ہے جو اُن میں سب سے زیادہ قریب ہو اُس ذات سے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغامات کے لئے برگزیدہ کیا اور جو ودیعت گاہ بنا اُس کی امانت کا، خاتم النبیین، رب العالمین کی مخلوق میں سب سے بہتر یعنی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے۔ قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں کہا ہے کہ مجھ سے بیان کیا ابن ابی نجیح نے۔ کہا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس مال آیا تو اُنھوں نے کہا کہ جس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو تو چاہیئے کہ وہ آئے تو اُن کے پاس جابر بن عبد اللہ رضؓ پہنچے اور کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آگیا تو میں تجھے اس طرح اور اس طرح اور اس طرح دوں گا اپنی دونوں ہتھیلیوں کے ساتھ (دو ہتڑ بنا کر) اشارہ کر رہے تھے۔ تو اُن سے ابو بکرؓ نے کہا کہ لے لے تو اُنھوں نے ایک دو ہتڑ بھرلی۔ پھر اس کو شمار کیا تو وہ پانچسو درہم نکلے تو فرمایا کہ اس کے ساتھ ایک ہزار اور لے لے۔ (تاکہ تین دو ہتڑ کی مقدار پوری ہو جائے جو وعدہ تھا) تو اُنھوں نے ایک ہزار لے لئے۔ پھر اُنھوں نے ہر اُس شخص کو دیا جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ وعدہ فرمایا تھا۔ پھر جو مال باقی بچا تو اس کو سب لوگوں پر چھوٹے اور بڑے، آزاد اور مملوک اور عورتوں پر برابر تقسیم کیا تو ہر انسان کے حصّہ میں نو درہم اور ایک تہائی درہم آئے۔ پھر جب آئندہ سال آیا تو اس میں اس سے زیادہ مال آیا پھر اُس کو سب لوگوں میں تقسیم کیا تو ہر شخص کے حصّہ میں بیس درہم آئے کہا کہ پھر مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں نے آپ سے مل کر کہا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ نے اس مال کو تقسیم کیا اور سب لوگوں میں برابری کر دی حالانکہ

ومن الناس اُناسٌ لہم فضلٌ وسوابقٌ وقدمٌ فلو فضّلتَ اہلَ السّوابق والقدم والفضل بفضلہم قال فقال اما ماذکرتہم من السّوابق والقدم فما اَعْرِفنی بذلک وانما ذلک شئ ثوابہ علی اللّٰہ وہذا معاشٌ فالاسوۃ فیہ خیرٌ من الاثرۃ فلما کان عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ وجاءتہ الفتوحُ فضّلَ وقال لا اجعل من قاتَل رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کمن قاتَل معہ ففرضَ لاہل السّوابق والقدم من المہاجرین والانصار ممن شہد بدرًا خمسۃَ الف خمسۃ الف وفرض لمن کان لہٗ اسلامٌ کاسلام اہلِ بدرٍ دون ذلک انزلہم علیٰ قدرِ منازلہم فقیر گوید سابق بیان کردیم کہ فہم بندۂ ضعیف آنست کہ این اختلاف در حکم شرعی نیست بلکہ اختلاف حکم بسبب اختلافِ حال است واللّٰہ اعلم۔ اخرج القاضی ابو یوسف فی کتاب الخراج عن ابی جعفر انّ عمر لمّا اراد ان یفرض للنّاس وکان رَاْیُہٗ اَخْیَرَ من رأیہم قالوا ابدأ بنفسک قال لا فبدأ بالاقرب من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم ففرض للعبّاس ثمّ لعلیٍّ حتّٰی والی بین خمس قبایل حتّٰی انتہیٰ الٰی بنی عدیّ بن کعب و اخرج ایضًا عن الشعبی

ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو صاحب فضیلت و صاحب سوابق ہیں اور قدیم الاسلام ہیں تو اگر آپ اہلِ سوابق اور اہلِ قدامت اور صاحب فضیلت لوگوں کو فضیلت دیتے ان کے افضل ہونے کی وجہ سے تو بہتر ہوتا۔ کہا کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا کہ تم نے جو سوابق اور قدم کا ذکر کیا ہے تو مجھ سے زیادہ اس کو کون جاننے والا ہے اور یہ صرف ایسی شئے ہے جس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور یہ معاش کا معاملہ ہے اس میں برابری رکھنا ترجیح دینے سے بہتر ہے۔ پھر جب خلیفہ ہوئے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے پاس فتوحات آئیں تو انھوں نے فضیلت دی اور فرمایا کہ میں اس شخص کو جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قتال کیا اس شخص کے برابر نہیں کروں گا جس نے آپؐ کے ساتھ مل کر ان سے قتال کیا۔ تو آپ رضؓ نے حصہ قائم کیا مہاجرین و انصار میں سے اہلِ سوابق اور اہلِ قدامت کے لئے جو لوگ بدر میں حاضر ہوتے پانچ پانچ ہزار۔ اور جن لوگوں کا اسلام مثل اسلام اہلِ بدر کے تھا ان لوگوں کا حصہ ان سے کم رکھا۔ ان کو ان کی سوابق کی منزلوں کے بقدر زیریں مرتبہ میں رکھا۔ فقیر کہتا ہے کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ بندۂ ضعیف یہ سمجھتا ہے کہ یہ اختلاف حکمِ شرعی میں نہیں ہے بلکہ اختلاف حکم بسبب اختلافِ حال کے ہوا ہے واللہ اعلم۔ اخذ کیا ہے قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں مروی ہے ابوجعفر سے کہ عمر رضؓ نے جب ارادہ کیا کہ لوگوں کے حصے مقرر کردیں اور ان کی رائے سب لوگوں کی رائے سے بہتر تھی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ اپنی ذات سے شروع کیجئے۔ فرمایا نہیں۔ پھر آپ رضؓ نے شروع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب رشتہ دار سے تو حصہ مقرر کیا عباس رضؓ کا پھر علی رضؓ کا یہاں تک کہ ترتیب قائم کی پانچ قبائل کے درمیان یہاں تک کہ پہنچے بنی عدی بن کعب پر۔ اور نیز روایت کی شعبی سے وہ

عن من شهد عمر بن الخطاب قال لما فتح الله عليه
وفتح فارس والروم جمع ناسًا من اصحاب النبي
صلى الله عليه وسلم فقال ما ترون فاني ارى
ان اجعل عطاء الناس في كل سنة واجمع
المال فانه اعظم للبركة قالوا اصنع ما رأيت فانك
ان شاء الله موفق فقال ففرض الاعطيات
فدعا الناس فقال عبد الرحمن بن عوف ابدأ بنفسك
فقال لا والله ولكن ابدأ ببني هاشم رهط النبي
صلى الله عليه وسلم فكتب من شهد بدرًا
من بني هاشم من مولى او عربي لكل رجل
منهم خمسة آلاف وفرض للعباس
ابن عبد المطلب رضي الله عنه اثني عشر الفًا ثم
فرض لمن شهد بدرًا من بني امية بن عبد شمس
ثم الاقرب فالاقرب الى بني هاشم ففرض
للبدريين اجمعين عربيهم ومولاهم خمسة
آلاف خمسة آلاف وفرض للانصار اربعة
آلاف اربعة آلاف وكان اول انصاري
فرض له محمد بن مسلمة وفرض
لازواج النبي صلى الله عليه وسلم
عشرة آلاف عشرة آلاف وفرض
لعائشة ام المؤمنين رضي الله عنها اثنا عشر
الفًا وفرض للمهاجرة الحبشية اربعة آلاف
اربعة آلاف لكل رجل منهم
وفرض لعمر بن ابي سلمة لمكان
ام سلمة اربعة آلاف

اس شخص سے روایت کرتے ہیں جو عمرؓ بن خطاب کے پاس حاضر
تھے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُن پر کشائش کر دی اور فتح کر دیا فارس
اور روم کو تو آپؓ نے جمع کیا بہت سے لوگوں کو نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کے اصحابؓ میں سے پھر فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے میں
خیال کر رہا ہوں کہ لوگوں کے سالانہ وظائف مقرر کر دوں اور
مال کو جمع کروں تو یہ بات بڑی ہوگی برکت کے لئے۔ لوگوں نے
کہا جو کچھ آپ کی رائے ہے اُس کے مطابق کیجئے۔ آپ کو انشاء
اللہ اس کی توفیق دی گئی ہے۔ کہا کہ پھر آپؓ نے وظائف مقرر
کئے اور لوگوں کو بلایا تو عبد الرحمٰنؓ بن عوف نے کہا کہ اپنی ذات
سے (شروع کیجئے) تو فرمایا کہ واللہ نہیں لیکن میں شروع کرتا ہوں
بنی ہاشم سے جو خاندان ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا تو آپ نے
اُن لوگوں کو لکھا جو بنی ہاشم میں سے بدر میں حاضر تھے مولے یا
عربی ان میں سے ہر شخص کے لئے پانچ پانچ ہزار اور عباسؓ
ابن عبد المطّلب رضی اللہ عنہ کے لئے مقرر کئے بارہ ہزار پھر
آپؓ نے حصّہ مقرر کیا اُن لوگوں کا جو بدر میں حاضر ہوتے بنی امیہ
ابن عبد شمس میں سے۔ پھر درجہ بدرجہ بنی ہاشم سے قریب تر
لوگوں کے حصّے مقرر کئے۔ پھر آپؓ نے وظائف مقرر کئے (دیگر)
تمام بدریّین کے خواہ وہ خالص عربی ہوں یا اُن کے آزاد کردہ
ہوں پانچ پانچ ہزار اور انصار کے لئے وظیفہ مقرر کیا چار
چار ہزار تو پہلے انصاری جن کا وظیفہ مقرر کیا گیا محمدؓ بن مسلمہ
تھے۔ اور آپ نے مقرر کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بی بیوں
کے لئے دس دس ہزار اور مقرر کیا اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ
عنہا کے لئے بارہ ہزار اور مقرر کیا مہاجرین حبشہ کے لئے ان میں
سے ہر شخص کے لئے چار چار ہزار۔ اور آپؓ نے مقرر کیا عمر بن ابی
سلمہؓ کے لئے بوجہ اُمّ سلمہ رضؓ کے مرتبہ و احترام کے چار ہزار تو

فقال محمد بن عبد اللہ بن جحش لِمَ تفضلُ علینا عمر لہجرۃ ابیہ فقد ہاجر آباؤنا وشہدوا فقال عمر اُفضِّلہ لمکانہ من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلیأتِ الذی یَستغیثُ بِامٍّ مثلِ اُمِّ سلمۃ اُغیثُہُ وَ فرضَ لِلحسن والحُسین خمسۃ آلاف خمسۃ آلاف لمکانہما من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم فرضَ للناس ثلثمائۃٍ و اربع مائۃٍ للعربیِّ والمولیٰ وفرضَ لنساءِ المہاجرین والانصار ستمائۃ ستمائۃ واربع مائۃ اربع مائۃ وثلث مائۃ ثلثمائۃ ومائتین وفرضَ لاُناسٍ من المہاجرین والانصارِ فی الفین الفین وَ اخرج ایضًا عن السائب بن یزید قال سمعتُ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یقولُ واللہِ الذی لا الٰہ الا ہو ما احدٌ الا ولہ فی ھٰذا المالِ حقٌّ اُعطِیَہ او مُنِعَہ وما احدٌ احقَّ بہ من اَحَدٍ الا عبدٌ مملوکٌ وما انا فیہ

محمدؒ بن عبد اللہ بن جحش نے کہاکہ آپؓ عمرؓ کو ہم پر کیوں فضیلت دے رہے ہیں اُس کے باپ کی ہجرت کی وجہ سے جب کہ ہمارے آباء نے ہجرت کی اور شہید بھی ہوتے۔ تو عمرؓ نے کہاکہ میں اُس کو فضیلت دے رہا ہوں اُس کے اس مرتبہ کی وجہ سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کو حاصل ہے۔ (اگر کوئی ایسا شخص ہے تو) آتے جو مدعی بنے کسی ایسی ماں کی بنار پر جو اُمّ سلمہؓ کے مرتبہ کی ہو کہ میں اُس کے اس دعوے کو درست قرار دوں۔ اور آپؓ نے وظیفہ قرار دیا حسنؓ اور حسینؓ کے لئے پانچ پانچ ہزار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ان دونوں کے مقام پر نظر کرتے ہوتے۔ پھر عام لوگوں کے حصے مقرر کئے تین سو اور چار سو عربی کے لئے بھی اور مولیٰ کے لئے بھی۔ اور وظیفے قرار دیتے مہاجرین اور انصار کی عورتوں کے لئے چھ چھ سو اور چار چار سو اور تین تین سو اور دو سو۔ اور آپؓ نے مہاجرین وانصار کے عام لوگوں کے وظیفے قرار دیئے دو دو ہزار کے اندر۔ اور نیز سائب بن یزید سے مروی ہے کہاکہ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سُناکہ وہ فرماتے تھے کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جس کا اس مال میں حق نہ ہو جو اُس کو عطا کر دیا جائے یا اس سے روک دیا جائے اور کوئی اُس کا دوسرے سے زیادہ حقدار نہیں بجز عبد مملوک کے اور اس بارے میں میں بھی ایسا ہی ہوں

ع۵ عمر بن ابی سلمہؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لے پالک تھے ان کی والدہ ام المؤمنین ام سلمہؓ ہیں یہ سنہ ۲ھ میں حبشہ میں پیدا ہوتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر نو سال کی تھی حضرت اُمّ سلمہؓ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنہ ۳ یا ۴ھ میں ہوا تھا۔ یہ گود میں تھے اور یہ معترض محمد بن عبد اللہ بن جحش ام المؤمنین حضرت زینبؓ کے بھتیجے تھے۔ اُن کے باپ عبد اللہؓ بن جحش ہیں جو حضرت زینبؓ کے بھائی تھے جنہوں نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ دونوں کی تھیں اور یہ جنگِ اُحد میں شہید ہوتے تھے ان کو اور حضرت حمزہؓ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ اسی ہجرت وشہادت کی طرف اُن کے بیٹے نے اشارہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ جواب دیا کہ ام سلمہؓ کی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو قرب عمر بن سلمہؓ کو حاصل ہے وہ تم سے زیادہ ہے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

الا کاحدکم و لکنا علے منازلنا من کتاب اللہ تعالٰے و قسمنا من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فالرجل و بلاءہ فی الاسلام والرجل وعناءہ فی الاسلام والرجل وحاجتہ فی الاسلام واللہ لئن بقیت لیاتین الراعی بجبل صنعاء حظہ من المال و ہو مکانہ قبل ان یحمر وجہہ یعنے فی طلبہ وکان دیوان حمیر علے حدۃ وکان یفرض لامیر الجیوش والقری فی العطاء ما بین تسعۃ آلاف وثمانیۃ آلاف وسبعۃ آلاف علے قدر ما یصلحہم من الطعام و ما یقومون بہ من الامور قال وکان یفرض للمنفوس اذا طرحتہ امہ مائۃ فاذا ترعرع بلغ بہ مائتین فاذا بلغ زادہ قال ولما رای المال قد کثر قال لئن عشت الٰی ھذہ اللیلۃ من قابل لالحقن اخری الناس باولہم حتے یکونوا فی العطاء سواء فتوفی قبل ذلک رحمۃ اللہ علیہ قال وحدثنی ابو معشر قال حدثنی عمر مولے غفرۃ وغیرہ قال لما جاء عمر بن الخطاب الفتوح و جاءتہ الاموال قال

جیسا تم میں کا کوئی ایک شخص، لیکن ہم اپنی اُن منزلوں (یعنی مرتبوں) پر عمل پیرا ہیں جو کتاب اللہ تعالٰے میں ہیں اور ہم نے وظیفے قائم کئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (کے تقرب کے معیار) سے۔ پھر ایک شخص پر نظر کی اور اس کی اس مصیبت پر جو اسلام لانے کی وجہ سے اُس پر پڑی اور ایک شخص پر نظر کی اور اس کے اسلام کی قدامت کو دیکھا اور ایک شخص پر نظر کی اور اس کی اسلام پر پوری مراعات کو دیکھا اور ایک شخص پر نظر کی اور اسلام میں اُس کی حاجت پر نظر کی۔ خدا کی قسم اگر میں زندہ رہ گیا تو اُس چرواہے کے پاس بھی جو جبلِ صنعاء میں رہتا ہوگا ضرور مال میں سے اُس کا حصہ اس طرح پہنچے گا کہ وہ اپنی جگہ پر ہوگا قبل اس کے کہ اس کا مُنہ سرخ ہونے پائے یعنی اُس کی طلب میں سفر کی صعوبت میں پڑے اور حمیر کا رجسٹر علیحدہ تھا اور آپ لشکروں اور بستیوں کے اُمراء کے لئے عطیات کی تعداد نو ہزار اور آٹھ ہزار اور سات ہزار کے درمیان قائم کیا کرتے تھے جس قدر بھی ان کے کھانے پینے کی ضروریات کے لئے مناسب معلوم ہوتا تھا اور جس سے وہ امور ضروریہ پورے کر سکیں اور کہا کہ آپ بچوں کا وظیفہ ایک سو لگایا کرتے تھے جب کہ اس کی ماں اُس کو (گود سے) اُتار دے۔ پھر جب وہ بڑھ جاتا تو بڑھا دو سو کر دیتے پھر جب اور بڑھتا تو اور اضافہ کر دیتے تھے۔ کہا کہ جب آپ نے مال کو دیکھا کہ بہت ہو گیا ہے تو فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال کی اس رات تک زندہ رہا تو میں بعد کے لوگوں کو اُوپر کے لوگوں کے ساتھ ملحق کر دوں گا تاکہ سب کے وظائف برابر ہو جائیں مگر آپؓ اس سے پہلے ہی وفات پا گئے، آپؓ کے اُوپر اللہ کی رحمت نازل ہو۔ کہا اور بیان کیا مجھ سے ابو معشر نے کہا مجھ سے عمر مولیٰ غفرہ وغیرہ نے کہا کہ جب عمرؓ بن الخطاب کو فتوحات ہوئیں اور اُن کے پاس اموال آئے تو فرمایا کہ

ان ابا بکر رضی اللہ عنہ رأیٰ فی ہذا المال رأیا ولی فیہ رأیٌ آخر لااجعلُ مَن قاتل رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمن قاتلَ معہ ففرضَ للمہاجرین والانصارِ ممّن شَہِدَ بدرًا خمسۃَ آلافٍ خمسۃَ آلافٍ وفرضَ لمن کان اسلامُہ کاسلامِ اہلِ بدر ولم یشہد بدرًا اربعۃَ آلاف اربعۃَ آلافٍ وفرضَ لازواج النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم لثنی عشر الفًا اثنی عشر الفًا اِلاّ صفیۃَ وجُوَیریۃَ فانہ فرض لہما سِتّۃ آلافٍ ستّۃ آلافٍ فَاَبَتا اَن تقبلا فقال لہما انّما فرضتُ لہنّ للہجرۃ فقالتا انّما فَرَضتَ لہُنّ لمکانہنّ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اثنیٰ عشر الفًا وفرضَ للعباس عمّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اثنیٰ عشر الفًا وفرضَ لأسامۃ بن زید اربعۃَ آلافٍ وفرضَ لعبد اللہ بن عمر ابنہٖ ثلٰثۃَ آلافٍ فقال یا ابتِ لِمَ زِدتَہٗ علیَّ الفًا ماکانَ لابیہ

اُس مال میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک رائے تھی اور میری رائے دوسری ہے۔ میں نہیں بناؤں گا اُس شخص کو جس نے قتال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس شخص کے برابر جس نے آپؐ کے ساتھ ہو کر اُن سے قتال کیا تو آپؓ نے وظیفہ مقرر کیا مہاجرین کے لئے اور انصار کے لئے ان لوگوں میں سے جو بدر میں حاضر تھے پانچ پانچ ہزار اور حصّہ مقرر کیا اُس شخص کا جس کا اسلام اہل بدر کے اسلام جیسا تھا اور وہ بدر میں حاضر نہیں تھے چار چار ہزار اور ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ مقرر کیا بارہ بارہ ہزار بجز صفیہؓ[۵] اور جویریہؓ[۶] کے کہ آپؓ نے ان دونوں کے لئے چھ چھ ہزار مقرر کئے تو ان دونوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو آپؓ نے ان سے فرمایا کہ میں نے اُن (ازواج) کا وظیفہ (بارہ ہزار) ہجرت کی وجہ سے مقرر کیا ہے تو اُنھوں نے کہا کہ تم نے ان کا وظیفہ بارہ ہزار اُن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے مقرر کیا ہے (اور آپؐ کا وہی تعلق ہم سے بھی تھا) اور آپؓ نے وظیفہ مقرر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے لئے بارہ ہزار اور وظیفہ مقرر کیا اُسامہ بن زیدؓ کا چار ہزار اور وظیفہ مقرر کیا اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمرؓ کا تین ہزار تو اُنھوں نے کہا کہ اے ابّا جان آپؓ نے مجھ سے اُسامہؓ کے ایک ہزار کیوں بڑھائے اُسکے باپ میں

[۵] صفیہؓ پہلے کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوی تھیں جو جنگِ خیبر میں محرم ۷ھ میں قتل کر دیا گیا اور یہ قید ہو گئیں تو ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے پسند فرما لیا۔ بعض نے یہ روایت کی ہے کہ یہ دحیہ کلبی کے حصّہ میں آئی تھیں اُن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات غلاموں کے عوض میں خرید لیا اس کے بعد یہ اسلام لے آئیں تو آپؐ نے ان کو آزاد کر دیا اور نکاح کر لیا اور ان کا مہر ان کے عتق کو قرار دیا ۱۲ مترجم عفی عنہ از اکمال

[۶] جویریہؓ حارث کی بیٹی تھیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ مریسیع میں قید کیا تھا ۵ھ میں۔ یہ ثابتؓ بن قیس کے حصہ میں آگئی تھیں۔ ثابتؓ بن قیس نے ان کو مکاتب بنا دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کتابت ادا کر کے آزاد کرا دیا۔ پھر اپنی زوجیت سے ان کو مشرّف کیا ان کا نام برّہ تھا آپؐ نے جُوَیریہ رکھ دیا تھا ۱۲ مترجم از اکمال

من الفضل مالم یکن لأبیہ وماکان لہ، مالم یکن لہ فقال ان اباأسامۃ کان احب الیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من أبیک وکان أسامۃ احب الیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منک وفرض للحسن والحسین خمسۃ آلاف خمسۃ آلاف الحقہما بأبیہما لمکانہما من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفرض لأبناء المہاجرین والانصار الفین فمر بہ عمر بن ابی سلمۃ فقال زیدوہ الفا فقال لہ محمد بن عبداللہ بن جحش ماکان لابیہ ابی سلمۃ مالم یکن لآبائنا وماکان لہ، مالم یکن لنا فقال عمر انی قد فرضت لہ بابیہ ابی سلمۃ الفین وزدتہ بأمہ ام سلمۃ الفا فان کانت لک ام مثل ام سلمۃ زدتک الفا وفرض لاہل مکۃ والناس ثمان مائۃ فجاءہ، طلحۃ بن عبیداللہ ففرض لہ ثمان مائۃ فمر بہ النضر بن انس فقال عمر افرضوا لہ الفین فقال طلحۃ جئتک بمثلہ ففرضت لہ ثمان مائۃ وفرضت لہذا الفین فقال ان ابا ہذا لقینی یوم احد فقال ما فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قد قتل فان اللہ حی لا یموت

کوئی ایسی فضیلت نہیں تھی جو میرے باپ میں نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی ایسی فضیلت ہے جو مجھ میں نہیں۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ اسامہؓ کا باپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا تیرے باپ سے اور اُسامہ رضؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا تجھ سے۔ اور آپ نے حسنؓ اور حسینؓ کے پانچ پانچ ہزار مقرر کئے ان دونوں کو اُن کے باپ (علی رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ملحق کیا، ان کے خاص مرتبہ کی وجہ سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے ان کو حاصل تھا اور آپ رضؓ نے مقرر کئے مہاجرینؓ اور انصار کے بیٹوں کے لئے دو دو ہزار تو ان کے سامنے آئے عمر بن ابی سلمہ رضؓ تو فرمایا کہ اس کے ایک ہزار بڑھا دو تو اُن سے کہا محمد بن عبداللہ بن جحش نے کہ اس کے باپ ابو سلمہ کو کوئی ایسی فضیلت حاصل نہ تھی جو ہمارے آباء کو نہ تھی اور اس میں کوئی ایسی فضیلت نہیں جو ہم میں نہیں ہے تو حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ میں نے اس کے باپ ابوسلمہ رضؓ کی وجہ سے دو ہزار مقرر کئے اور ایک ہزار بڑھاتے ہیں اس کی ماں اُم سلمہ رضؓ کی وجہ سے تو اگر تیری ماں مثل اُم سلمہ رضؓ کے ہوتی تو تیرے وظیفہ میں بھی ایک ہزار بڑھا دیتا۔ اور مقرر کئے آپ نے اہل مکہ اور سب لوگوں کے لئے آٹھ آٹھ سو۔ پھر اُن کے پاس لے کر آئے طلحہ رضؓ بن عبیداللہ اپنے بھائی عثمان بن عبیداللہ کو تو آپ نے اُن کے آٹھ سو مقرر کئے۔ پھر اُن کے سامنے آیا نضر بن انس تو حضرت عمر رضؓ نے کہا کہ اس کے دو ہزار مقرر کرو تو طلحہ رضؓ نے کہا کہ میں آپ کے پاس اسی جیسے کو لے کر آیا تو آپ نے اُس کے آٹھ سو مقرر کئے اور اس کے لئے دو ہزار۔ تو فرمایا کہ اس کا باپ مجھ سے ملا یوم اُحد میں (جب کہ کفّار نے یہ شور مچا دیا تھا کہ محمدؐ کو قتل کر دیا گیا)، تو اُس نے کہا کہ کیا ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قتل ہو چکے ہیں تو اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہ مرے گا۔ اس کے بعد اُس نے

فقاتل حتے قتل و ہذا یرعی الشاۃ فی مکان کذا و کذا فعل عمر بہذا خلافتہ۔ فقیر گوید میتواند بود کہ فاروقِ اعظم رض در بعض سنین قدرے تعیین کردہ باشد برائے بعض مردم و در سنین اُخرے قدرِ آخر و این وجہ جمع است در محل اختلافِ روایات و اللہ اعلم۔ و ازانجملہ آنکہ عثمان بن حُنَیف و حذیفۃ ابن الیمان را بر مساحتِ سوادِ عراق فرستاد و برسواد خراجے مقرر فرمود و تاحال بہمان دستور خراج ازانجا گرفتہ می شود قال ابو یوسف حدثنی السری بن اسماعیل عن عامر الشعبی ان عمر بن الخطاب مسح السواد فبلغ ستۃ وثلثین الف الف جریب وانہ وضع علی جریب الزرع درھما و قفیزا و علی الکرم عشرۃ دراہم و علی الرطبۃ خمسۃ دراہم و علی الرجل اثنے عشر درہما او اربعۃ و عشرین او ثمانیۃ و اربعین درہما زاد ابو یوسف عن بعض مشایخہ ایضا و علی جریب النخل ثمانیۃ و علی جریب القصب ستۃ و ہمچنین ابو یوسف در حالِ شام و جزیرہ و سائر بلدان ذکر احکام حضرتِ فاروق نمودہ است و تعداد آن طولے دارد اینجا نکتہ را باید فہم کرد کہ

قتال شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اور یہ اُس وقت بکریاں چرا رہا تھا فلاں فلاں جگہ پر۔ پھر عمر رض اپنی خلافت میں اس پر کاربند رہے فقیر کہتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ فاروقِ اعظم رض نے بعض سالوں میں ایک مقدار متعین کی ہو۔ بعض لوگوں کے لئے اور بعد کے بعض سالوں میں دوسری مقدار مقرر کی ہو۔ محلِ اختلافِ روایات میں جمع کرنے کی یہ ایک صورت ہے، واللہ اعلم۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے عثمان رض بن حُنَیف اور حُذیفہ رض بن الیمان کو عراق کے سواد (یعنی شاداب علاقہ) کی پیمائش کے لئے بھیجا۔ اور ہر علاقہ پر ایک خراج مقرر کیا۔ اب تک اسی دستور کے مطابق وہاں سے خراج لیا جاتا ہے۔ ابو یوسف رح نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سری بن اسماعیل نے وہ روایت کرتے ہیں عامر شعبی سے کہ عمر رض بن الخطاب نے سوادِ عراق کی پیمائش کی تو وہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب[1] ہوئی اور ہر جریب زراعت پر ایک درہم اور ایک قفیز (بوری تقریباً بیس سیر کی) اور انگور پر دس درہم اور کھجوروں پر پانچ درہم لگان مقرر کیا۔ اور ایک مرد پر بارہ درہم یا چوبیس یا اڑتالیس درہم مقرر کئے۔ اور ابو یوسف رح نے اپنے بعض مشائخ سے زیادہ بھی روایت کیا ہے۔ اور ایک جریب نخل (یعنی کھجور) پر آٹھ درہم اور ایک جریب گنے پر چھ درہم۔ اور اسی طرح ابو یوسف رح نے شام اور جزیرہ اور دوسرے شہروں کے حال میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے احکام کا ذکر کیا ہے اور اس کی تفصیل طول رکھتی ہے۔ یہاں ایک نکتہ سمجھ لینا چاہیئے کہ

[1] جریب ایک محدود قطعہ زمین کو کہتے ہیں جس کی مقدار ساٹھ ہاتھ لمبی اور ساٹھ ہاتھ چوڑی ہے اس کو ہندی میں بیگھہ کہتے ہیں۔ کتاب المساحت میں ہے کہ چھ جَو کے عرض کو انگل اور چار انگل کو مُٹھی اور چار مُٹھی کو ہاتھ اور دس ہاتھ کو قصبہ اور دس قصبہ کو اشل اور ایک اشل کو ایک اشل میں ضرب دیں تو حاصل ضرب جریب ہے۔ اس کا حاصل سو ہاتھ لمبی اور سو ہاتھ چوڑی نکلتا ہے۔ یہ بیگھہ پختہ ہے اور سابق پیمائش بیگھہ خام ۱۲ اشتیاق احمد از لغات الحدیث وغیرہ۔

فاروقِ اعظم رضہ در ہر شہرے خراجے و جزیہ معیّن کردہ موافقِ حالِ آن شہر و از انجملہ آنکہ چون باکفّار مصالحہ می فرمود شروطیکہ می بایست مقرر می نمود با ہر قومی شرطے ولہذا آثار مختلف افتادہ اند قال ابو یوسف حدثنی عبد اللہ بن سعید عن حُذَیفۃَ ان عمر بن الخطاب کان اذا صالح قوماً اشترط علیہم اَن یُؤدُّوا من الخراج کذا وکذا و اَن یَقرُوا ثلٰثۃَ اَیّام واَن یُہدوا الطریقَ ولایُمَالئوا علینا عدوّنا ولا یُؤووا لنا مُحدِثاً فاذا فعلوا ذٰلک فہم آمنون علٰی دمائہم و نسائہم و ابنائہم و اموالہم ولہم بذٰلک ذمّۃُ اللہ و ذمّۃُ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم و نحنُ بُرَآءُ من معرّۃِ الجیش و از انجملہ آنکہ تہیۂ اسبابِ مجاہدین بابلغ وجوہ مے نمود قال ابو یوسف و حدثنی شیخ لنا قدیم قال حدّثنی اشیاخی قالوا کان لعمر بن الخطّاب اربعۃ آلافِ فرسٍ مسوّمۃٍ فی سبیلِ اللہ فاذا کان فی عطاءِ الرجل خِفّۃٌ او کان محتاجاً اعطاہ الفرس وقال ان اَعیَیتَہٗ او ضَیَّعتَہٗ من عَلَفٍ وشرب

فاروقِ اعظم رضہ نے ہر شہر میں اُس شہر کے حال کے موافق خراج اور جزیہ مقرر کیا تھا۔ (روایات میں اس وجہ سے اختلاف پایا جاتا ہے)۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب کفّار کے ساتھ آپ مصالحت فرماتے تھے تو جو شرطیں کہ ہونی چاہئیں مقرر کیا کرتے تھے۔ ہر قوم کے ساتھ خاص شرط ہوتی تھی اور اسی وجہ سے آثار میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کہا ابو یوسف رحہ نے مجھ سے روایت کیا عبد اللہ ابن سعید نے بروایت حُذیفہ رضہ کہ عمر بن الخطاب رضہ جب کسی قوم سے صلح کیا کرتے تھے تو اُن پر یہ شرط لگایا کرتے تھے کہ تم کو اِتنا اور اِتنا خراج ادا کرنا ہوگا اور (جب مسلمان شہر سے گزریں تو) تین دن تم کو اُن کی مہمانی کرنا ہوگی۔ اور راستہ بتانا پڑے گا اور ہمارے خلاف ہمارے دشمنوں سے سازش نہ کروگے اور ہمارے کسی مجرم کو پناہ نہیں دوگے تو جب وہ اس پر کاربند رہے تو امن میں ہیں اپنے خون کی طرف سے اور عورتوں کی طرف سے اور اپنی اولاد اور اموال کی طرف سے اور اُن کے اس پر ذمہ داری ہے اللہ کی اور ذمہ داری ہے اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور لشکر کی طرف سے کچھ ضرر پہنچ جانے کے ہم ذمہ دار نہ ہوں گے۔ (مثلاً لشکر کے عبور اور گزرنے سے کچھ نقصان زراعت میں پیدا ہوجاتے)۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ اسبابِ مجاہدین کی تیاری کامل طور پر کرتے تھے۔ کہا ابو یوسف رحہ نے اور روایت کیا مجھ سے ہمارے ایک بڑی عمر کے بوڑھے نے کہا کہ مجھ سے روایت کیا ہمارے بڑوں نے کہ عمر رضہ بن الخطاب کے پاس چار ہزار نشان لگے ہوئے گھوڑے موجود تھے اللہ کی راہ میں استعمال کے لئے۔ تو اگر کسی شخص کے وظیفہ میں کمی دیکھتے، یا وہ ضرورتمند ہوتا تو اُس کو گھوڑا عطا کرتے اور فرماتے کہ اگر تو نے اس کو غائب کردیا یا اس کو ضائع کردیا گھاس پانی سے بے پرواہی کرکے

فانتَ منا منٌ فان قاتلتَ علیہ فاُصیبَ او
اُصیبتَ فلیس علیک شیٔیٌ و اخرج
مالک عن یحیے بن سعید ان عمر بن الخطاب کان
یحملُ فی العام الواحد علی اربعین الف بعیر
الحدیث وازانجملہ آنکہ خالصہ بادشاہان
جاہلیت را دربیت المال داخل نمود تاہرکرا
محتاج یابد ازانجا اِقطاع نماید قال
ابو یوسف وحدثنی بعض اہل المدینۃ
من المشیخۃ القدماء قال وُجدَ فی
الدیوان ان عمر اصطفٰی اموالَ
کِسریٰ و آل کِسریٰ وکلّ من
فرّ عن ارضہٖ وقتل فی المعرکۃ وکل مغیض
ماءٍ او اَجمۃٍ فکان یُقطع من ھٰذہ لمن
اَقطعَ وازانجملہ آنکہ بربحر عاملان را نشاند تا
تحصیل خمس نمایند قال ابو یوسف حدثنی
الحسن بن عمارۃ عن عمرو بن دینار عن
طاؤس عن عبداللہ بن عباس انّ
عمر بن الخطاب استعملَ یعلے بن اُمیّۃَ
علی البحر فکتب الیہ فی عنبرۃٍ
وجدَہا رجلٌ علی الساحل یسألہ عنہا و
عما فیہا فکتب الیہ انہ سَیبٌ سَیّبہ اللہ لہ
فیہا وفیما اخرج اللہ من البحر الخمس قال
ابن عباسٍ وذلک رأیی فقیر گوید فقہاء درین
مسئلہ مختلف اند و اگر بادشاہی محتاج
شود بکثرتِ بیت المال و

تو تو ذمہ دار ہوگا۔ پھر اگر تو نے اِس پر سوار ہو کر قتال کیا اور
کوئی حادثہ اس پر پڑا یا تجھ پر پڑا تو پھر تیرے اُوپر کوئی مواخذہ
نہیں۔ اور روایت کی مالک رح نے یحییٰ بن سعید سے کہ عمر رض بن الخطاب
ایک سال میں چالیس ہزار اُونٹوں پر لوگوں کو سوار کیا کرتے
تھے، آخر حدیث تک۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بادشاہان
جاہلیت کے ذاتی اموال کو آپ نے بیت المال میں داخل کیا تاکہ
جس کو ضرورتمند پائیں اس میں سے بطور جاگیر عطا فرمادیں۔ کہا
ابو یوسف رح نے اور مجھ سے روایت کیا بعض بڑے بوڑھے بڑی
عمر کے اہلِ مدینہ نے کہ رجسٹر میں یہ پایا گیا کہ عمر رض نے علیحدہ رکھا
کسریٰ اور اس کے خاندان کے اموال کو اور ہر اُس شخص
کے اموال کو جو اپنی زمین سے بھاگ گیا یا معرکہ میں قتل ہو گیا
اور پانی کے تالابوں کو اور بنوں کو تو جس کو کچھ جاگیر کے طور
پر دینا چاہتے تھے اس میں سے دیتے تھے۔ اور اُن میں سے ایک یہ
ہے کہ دریا پر عاملوں کو بٹھایا تاکہ خمس (یعنی پانچواں حصہ)
وصول کریں۔ ابو یوسف رح نے کہا کہ مجھ سے روایت کیا حسن بن عمارہ
نے انھوں نے عمرو بن دینار سے انھوں نے طاؤس سے انھوں
نے عبداللہ بن عباس رض سے کہ عمر رض بن الخطاب نے عامل بنایا یعلے
ابن اُمیّہ کو دریا پر تو انھوں نے اُن کو لکھا عنبر کے بارے میں
جس کو ایک شخص نے دریا کے کنارے پر پڑا ہوا پایا۔ اس کے
بارے میں سوال کیا (کہ کس کی مِلک ہوگا) اور اس میں کیا (محصول
ہوگا؟) تو آپ رض نے جواب میں لکھا کہ یہ ایک عطیہ ہے جو اللہ نے اُس کو
دیا۔ اس میں اور جو چیز ایسی ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو دریا میں سے
نکالے اس میں خمس (۱/۵) ہے۔ ابن عباس رض نے کہا اور میری
رائے بھی یہی ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ فقہاء اس مسئلہ میں مختلف ہیں۔
اور اگر کوئی بادشاہ کثرتِ مال کا بیت المال میں ضرورتمند ہو اور

برین روایت عمل کند درست باشد وذلک
مختار ابی یوسف و ہمچنین در عسل و لوز و
جوز و فستق و زیتون و غیر آن و اگر بروایت
اخذ عشر عمل کند جائز است و آن بہتر است
از وقوع در مظالم و از انجملہ آنکہ عدول
امنا را عامل می ساخت و ایشان را بابلغ
وجوہ موعظت میفرمود و تعہد حال ایشان
می نمود اینجا روایتے چند ایراد کنیم قال ابو یوسف
حدثنی مجالد بن سعید عن عامر عن
محرر بن ابی ہریرۃ عن ابیہ ان
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دعا
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقال اذا لم تعینونی فمن یعیننی فقالوا
نحن نعینک فقال یا ابا ہریرۃ ائت
البحرین و ہجر ائت العام قال فذہبت
فجئتہ فی آخر السنۃ بغرارتین فیہما
خمسمائۃ الف فقال عمر ما رأیت مالا مجتمعا
قط اکثر من ہذا فیہ دعوۃ مظلوم او مال
یتیم او ارملۃ قال قلت لا واللہ بئس
واللہ الرجل انا اذا ان ذہبت انت
بالمہناۃ و انا بالمؤنۃ قال وحدثنی محمد بن
ابی حمید قال حدثنا اشیاخنا ان
ابا عبیدۃ بن الجراح قال لعمر بن
الخطاب رضی اللہ عنہما دنست اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اس روایت پر عمل کرے تو درست ہوگا اور یہی مسلک ابو یوسفؒ
نے اختیار کیا اور یہی حکم ہے شہد اور بادام اور اخروٹ اور پستہ
اور زیتون وغیرہ کے بارے میں اور اگر عشر (یعنی دسواں حصہ)
لینے کی روایت پر عمل کرے تو جائز ہے اور یہ بہتر ہے مظالم میں
مبتلا ہونے سے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو
عامل بناتے تھے جو عدول (یعنی فسق کے دھبہ سے پاک) اور
صاحب امانت ہوں اور اُن کو بہت بلیغ صورتوں کے ساتھ
نصیحت فرمایا کرتے تھے اور ان کے حال کی خبر گیری بھی کرتے
رہتے تھے۔ اس موقع پر ہم چند روایتیں درج کرتے ہیں۔ ابو
یوسفؒ نے کہا کہ مجھ سے روایت کی مجالد بن سعید نے اور انہوں
نے عامر سے انھوں نے محرز بن ابی ہریرہؓ سے انھوں نے اپنے
باپ ابو ہریرہؓ سے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بلایا اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر کہا کہ جب تم مجھے مدد نہیں
دوگے تو کون ہے جو مجھے مدد دے گا، تو انھوں نے کہا کہ
ہم آپ کی مدد کریں گے تو فرمایا کہ اے ابو ہریرہؓ! بحرین اور ہجر
جاؤ اسی سال میں پہنچو۔ ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ میں گیا اور
آپ کے پاس آخر سال میں دو تھیلے لے کر آیا۔ ان دونوں میں پانچ
لاکھ درہم تھے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں نے کبھی جمع شدہ (دیکھا تی)
مال اس سے زیادہ نہیں دیکھا، کیا اس میں کسی مظلوم کی بددعا
یا یتیم اور بیوہ کا مال ہے؟ میں نے کہا نہیں واللہ، اس صورت
میں تو واللہ میں بدترین شخص ہوں گا اگر آپ تو لے کر جائیں
مبارک اور خوشگوار چیز اور میں لے کر جاؤں بربادی۔ کہا
(ابو یوسفؒ نے) اور مجھ سے روایت کیا محمد بن ابی حمید نے
کہا ہم سے روایت کیا ہمارے بزرگوں نے کہ ابو عبیدہؓ بن الجراح
نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فقال لہ عمر یا ابا عبیدۃ اذا لم استعین باہل الدین علی دینی فبمن استعین قال اما ان فعلت فاغنہم بالعمالۃ (مزدوری۱۲) عن الخیانۃ یقول اذا استعملتہم فاجزل لہم فی العطاء والرزق لایحتاجون و حدثنی عبد الملک بن ابی سلیمان عن عطاء قال کتب عمر بن الخطاب الی عمالہ ان یوافوا (بیایند۱۲) بہ بالموسم (زمن حج۱۲) فوافوہ فقام فقال ایہا الناس انی بعثت عمالی ہؤلاء علیکم ولم استعملہم لیصیبوا من ابشارکم (جلود کم۱۲) ولا من دمائکم ولا من اموالکم فمن کانت لہ مظلمۃ عند احد منہم فلیقم قال فما قام من الناس یومئذ غیر رجل واحد فقال یا امیر المؤمنین عاملی ضربنی مائۃ سوط قال فقال عمر اتضربہ مائۃ سوط قم فاستقد (قصاص بگیر۱۲) منہ فقام الیہ عمرو بن العاص فقال لہ یا امیر المؤمنین انک ان تفتح ہذا علی عمالک کثر علیہم وکانت سنۃ یاخذ بہا من بعدک فقال عمر لا اقید (استفہام انکاری۱۲) منہ وقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقید من نفسہ (قصاص مے گرفت۱۲) قم فاستقد فقال عمرو دعنا اذا فلنرضہ

وسلم کو میل کچیل میں ڈال دیا۔ تو ان سے عمرؓ نے کہا کہ اے ابو عبیدہؓ! اگر میں اپنے دین کے کام میں اہلِ دین سے مدد نہ لوں تو کس سے لوں؟ انھوں نے کہا کہ اچھا اگر آپ کو یہی کرنا ہے تو ان کو معاوضۂ عمل دے کر خیانت سے بچائیے یعنی یہ کہتے تھے کہ جب آپ اُن کو عامل بنائیں تو اُن کے وظائف اور روزینوں میں اضافہ کریں کہ وہ ذی احتیاج نہ رہیں۔ اور مجھ سے روایت کیا عبد الملک بن ابی سلیمان نے عطاءؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ بزمانۂ حج مجھ سے آکر ملیں۔ جب سب آپؓ کے پاس جمع ہوگئے تو کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو! میں نے اپنے ان عمّال کو تمھارے یہاں بھیجا اور میں نے اُن کو اس لئے عامل نہیں بنایا کہ وہ تمھارے کھال اُدھیڑیں اور تمھیں لہولہان کردیں اور تمھارے اموال چھین لیں تو جس شخص کا اُن میں سے کسی پر انتقام کا حق ہو تو چاہیئے کہ وہ کھڑا ہوجائے۔ تو اس دن لوگوں میں سے کوئی کھڑا نہ ہوا بجز ایک شخص کے کہ اُس نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ میرے یہاں کے عامل نے میرے سو کوڑے مارے۔ (راوی نے) کہا کہ اس پر عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تو اس کے سو کوڑے مارے گا، اُٹھ اور اپنا قصاص اُس سے لے۔ تو عمروؓ بن العاص کھڑے ہوئے اور عمرؓ سے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ اگر آپ اپنے عمّال پر یہ راستہ کھولیں گے تو لوگ ان پر لوٹ پڑیں گے اور یہ ایک سُنّت بن جائے گی جس پر وہ بھی عمل کرے گا جو آپ کے بعد ہوگا تو عمرؓ نے فرمایا کہ میں اُس سے قصاص نہ لوں حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اپنی ذات سے قصاص لیتے ہوئے۔ اُٹھ قصاص لے! تو عمرو نے کہا کہ اس صورت میں آپ ہم کو چھوڑیں کہ ہم اسکو راضی کرلیں۔

قال فقال ذو نعم قال فارضوه بان اشتريت منه بمائتي دينار كل سوط بدينارين وحدثني عبد اللہ بن الوليد عن عاصم بن ابي النجود عن ابن ابي بجر نمير بن ثابت قال كان عمر اذا استعمل رجلا اشهد عليه رهطا من الانصار وغيرهم واشترط عليه اربعا الا يركب برذونا ولا يلبس ثوبا رقيقا ولا يأكل نقيا ولا يغلق بابا دون حوائج الناس ولا يتخذ حاجبا قال فبينما هو يمشي في بعض طرق المدينة اذ هتف به رجل أترى هذه الشروط ينجيك من اللہ وعاملك عياض بن غنم على مصر قد لبس الرقيق واتخذ الحاجب فدعا محمد بن مسلمة وكان رسوله على العمال فبعثه وقال ائتني به على الحال التي تجده عليها قال فأتاه فوجد على بابه حاجبا فدخل وعليه قميص رقيق قال اجب امير المؤمنين فقال اطرح عني ثيابي فقال لا الا على حالك هذه فقدم به عليه فلما رآه عمر قال انزع قميصك ودعا بمدرعة صوف وربضة من غنم وعصا فقال البس هذه المدرعة وخذ هذا العصا وارع هذه الغنم و

کہا کہ اس پر عمرؓ نے کہا کہ ایسا کرلو۔ کہا کہ انہوں نے اس کو اس پر راضی کرلیا کہ اس سے حقِ انتقام خرید لیا گیا دو سو دینار میں ہر کوڑے پر دو دینار کے حساب سے۔ اور مجھ سے روایت کیا عبد اللہ بن الولید نے اُنھوں نے عاصم بن ابی النجود سے اُنھوں نے ابن ابی بجر نمیر بن ثابت سے اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ جب کسی شخص کو عامل بنایا کرتے تھے تو انصار وغیرہ کی ایک جماعت کو اس پر گواہ بنایا کرتے تھے اور اس پر چار شرط لازم کیا کرتے تھے کہ گھوڑے پر سوار نہ ہو اور نہ باریک کپڑے پہنے اور نہ عمدہ کھانا کھائے اور نہ دروازہ بند رکھے کہ لوگ اپنی حاجتوں کے لئے نہ آسکیں اور نہ کوئی دربان رکھے۔ کہا کہ پھر (ایسا ہوا کہ) مدینہ کے ایک راستہ پر جا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کو پکار کر کہا کہ کیا آپ نے یہ خیال کرلیا ہے کہ بس یہ شرطیں (جو آپؓ عاملوں پر لگایا کرتے ہیں) آپ کو اللہ سے بچالیں گی، حالانکہ مصر پر جو آپ کا عامل عیاض بن غنم ہے اُس نے باریک کپڑے پہنے ہیں اور دربان بھی رکھ لیا ہے۔ تو آپؓ نے محمد بن مسلمہ کو بلایا اور وہ عاملوں پر ان کے ایلچی ہوا کرتے تھے اور اُن کو بھیجا اور فرمایا کہ میرے پاس عیاض بن غنم کو لے کر آؤ اُسی حال سے جس پر تم اُس کو پاؤ۔ راوی نے کہا کہ محمد بن مسلمہ عیاض کے پاس پہنچے تو اُن کے دروازے پر دربان دیکھا۔ جب اندر داخل ہوئے تو اُن کے بدن پر باریک کپڑے کا کُرتہ دیکھا تو اُنھوں نے کہا کہ چلو امیر المؤمنینؓ کے پاس تو عیاض نے کہا کہ ذرا میں اپنے کپڑے بدل لوں تو اُنھوں نے کہا کہ نہیں بس اسی حال سے چلنا ہوگا تو وہ ان کو لے کر عمرؓ کے پاس آئے۔ جب اُن کو عمرؓ نے دیکھا تو کہا کہ اپنا کُرتہ اُتار اور ایک بالوں کا بنا ہوا کُرتہ منگایا اور ایک بکریوں کا ریوڑ منگایا اور ایک لاٹھی۔ پھر کہا کہ یہ کُرتا پہن اور یہ لاٹھی لے اور ان بکریوں کو چرا اور (ان کا دودھ)

اشرب و اَسْقِ من مَرَّبک و احفظ الفضلَ علینا قال اَسمعتَ قال نعم والموتُ خیرٌ من ہٰذا فجعل یرددُ علیہ و یردد الموت خیرٌ من ہذا فقال عُمر ولِمَ تکرہُ ہذا و انما سُمّے ابوک غانمًا لانہ کان یَرعے الغنمَ اترے یکون عندک خیرٌ قال نعم یا امیرَ المؤمنین قال انزع وردہ الی عملہ قال فلم یکن لہ عامل یُشبِہہ وحدثنی الاعمش عن ابراہیم قالَ کانَ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اذا بلغہ انّ عاملہ لایعود المریضَ و لایدخلُ علیہ الضعیفُ نزعَہ وحدثنی عبید اللہ ابن ابی حمید عن ابی الملیح قال کتبَ عمر ابن الخطاب الی ابی موسے الاشعری ان آسِ النّاسَ فی مجلسک وجاہک حتے لاییأسُ ضعیفٌ من عدلک ولا یطمعُ شریفٌ فی حَیفک وحدثنی شیخ من علماء اہلِ الشّام قد ادرکَ النّاسَ عن عُروۃ بن رُدیم قال کتبَ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ الی ابی عُبیدۃَ ابن الجراح و ہو بالشّام اما بعد فانّی کتبتُ الیک بکتاب لم آلُکَ و نفسی خیرًا اَلزِم خمسَ خِصالٍ یَسلَمْ لک دینک و تحظے بافضلِ حَظِّکَ اذا حضرک

پی اور جو تیرے پاس سے گزرے اُسے بھی پلا اور جو بچ جاتے وہ ہمارے لئے محفوظ رکھ۔ کہا کیا تو نے سُن لیا۔ عیاض نے کہا ہاں اور موت اس سے بہتر ہے۔ تو اُنھوں نے عیاض پر پھر اپنا حکم دُہرایا اور عیاض نے اپنے جواب کو کہ موت اس سے بہتر ہے دُہرایا تو عمرؓ نے کہا اور کیوں تو اس کو بُرا سمجھ رہا ہے۔ جب کہ تیرے باپ کا نام رکھا گیا غانم کیونکہ وہ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ کیا تُو چاہتا ہے کہ تجھے خیر حاصل ہو۔ عیاضؓ نے کہا ہاں اے امیرالمؤمنینؓ، فرمایا کہ اُتار اس (قمیص) کو اور ان کو ان کے عہدے پر واپس کر دیا۔ کہا کہ پھر ان کا کوئی عامل ایسا نہیں ہوا جو اُن کی وضع کے مشابہ ہو۔ (یعنی لباس فاخرہ سے سب بچتے رہے) اور مجھ سے روایت کیا اعمش نے اور اُن سے ابراہیم نے، کہا کہ عمرؓ بن الخطاب کو جب یہ خبر پہنچتی کہ ان کا عامل مریض کی عیادت نہیں کرتا اور کمزور آدمی اُس تک نہیں پہنچتا تو اس کو الگ کر دیا کرتے تھے۔ اور مجھ سے روایت کیا عبید اللہؓ ابن ابی حمید نے اور اُن سے ابی الملیح نے، کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ اپنی مجلس میں اپنے رُوبرو لوگوں کی دلداری کرو تاکہ تمھارے عدل سے کمزور آدمی مایوس نہ ہو جائے اور کوئی شریف تمھارے ظلم پر نظر نہ جمائے۔ اور مجھ سے روایت کیا ایک شیخ نے اہلِ شام کے علماء میں سے جس نے بہت سے لوگوں کو پایا۔ اُس نے روایت کیا عُروہ بن رُدیم سے اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو لکھا جب کہ وہ شام میں تھے۔ بعد حمد و صلوٰۃ مَیں نے آپ کو ایک خط لکھا جس میں آپ کے اور اپنے نفس کے لئے خیر کی بات نہیں چھوڑی پانچ خصلتوں کو اپنے اُوپر لازم کر لو تو تمھارا دین سالم رہے گا اور تم کو اجر کا افضل حصّہ دیا جائے گا۔ جب تمھارے سامنے مدعی

الخصمان فعلیک بالبینات العدول والایمان القاطعۃ ثم ادن الضعیف حتی ینبسط لسانہ و یجترئ قلبہ و تعہد الغریب فانہ اذا طال حبسہ ترک حاجتہ و انصرف الی اہلہ وان الذی ابطل لم یرفع بہ راسًا و احرص علی الصلح مالم یستبن لک القضاء و السلام وحدثنی محمد بن اسحٰق قال حدثنی من سمع طلحۃ بن معدان الیعمری قال خطبنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فحمد اللہ واثنی علیہ ثم صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ذکر ابابکر الصدیق فاستغفر لہ ثم قال ایہا الناس انہ لم یبلغ ذو حق فی حقہ ان یطاع فی معصیۃ اللہ وانی لم اجد فی ہذا المال مصلحۃ الا خلالا ثلاثًا ان یؤخذ بالحق و یعطی بالحق و یمنع من الباطل و انما انا و مالکم کوالی الیتیم ان استغنیت بہ استعف و ان افتقرت اکلت بالمعروف ولست ادع احدًا یظلم احدًا ولا یعتدی علیہ حتی اضع خدہ الارض و اضع قدمی علی الخد الآخر حتی یذعن بالحق و لکم علی ایہا الناس خصال

ومدعیٰ علیہ حاضر ہوں تو تم کو عدول (یعنی معتبر لوگوں کی) گواہیوں پر اور قطعی قسموں پر دھیان رکھنا ضروری ہے۔ پھر ضعیف کو اپنے قریب بٹھاؤ یہاں تک کہ اس کی زبان کھل جائے اور اس کے قلب میں جرأت پیدا ہو جائے۔ اور غریب کا خیال رکھیئے جب وہ دیر تک محبوس رہیگا تو جس حاجت کی وجہ سے وہ تمہارے یہاں تمہارے متوجہ ہونے کے انتظار میں محبوس رہا) وہ اپنی اس حاجت کو چھوڑ کر اپنے اہل و عیال کی طرف واپس ہو جائے گا۔ اور جس نے باطل کر دیا (نفسانی خواہشوں حُبِّ جاہ، حُبِّ مال وغیرہ کو) وہ ان کی طرف سے سر اُٹھا کر نہیں دیکھتا اور صلح کی حرص کرو (یعنی متخاصمین میں مصالحت کی کوشش کرو) جب تک تم پر فیصلہ عیاں نہ ہو جائے، والسلام۔ اور مجھ سے روایت کیا محمدؐ بن اسحٰق نے، کہا مجھ سے اُس نے روایت کیا جس نے طلحہ بن معدان الیعمری سے سُنا۔ کہا کہ ہم کو عمرؓ بن الخطاب نے خطبہ دیا پھر اللہ کی حمد و ثنا کی پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور ابو بکر صدیق رضؓ کا ذکر کیا اور اُن کے لئے دُعائے مغفرت کی۔ پھر فرمایا اے لوگو! کوئی صاحب حق اپنے حق کو نہیں پہنچے گا اس بات سے کہ اُس کی اطاعت کیجائے اللہ کی نافرمانی میں اور میں نے اس مال میں بہترین طریق عمل بجز ان تین خصائل پر کاربند ہونے کے اور کوئی نہیں پایا یعنی یہ کہ لیا جائے حق کے ساتھ اور دیا جائے حق کے ساتھ اور باطل سے روکا جائے۔ اور میری اور تمہارے مال کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی یتیم کا والی ہو اگر میں اس سے مستغنی رہا تو بچارہوں گا اور اگر حاجتمند رہا تو بقدر حاجت کھا لیا۔ اور میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا کہ وہ کسی پر ظلم کرے اور اس پر دست درازی نہ کرے حتے کہ میں اُس کے رخسار کو زمین پر ڈال کر اپنا قدم اُس کے دوسرے رخسار پر رکھدوں گا یہاں تک کہ وہ حق پر عمل پیرا ہو جائے۔ اور اے لوگو! تمہارے مجھ پر کچھ حقوق ہیں جن کو میں تم سے

اذکرہا لکم فخذونی بہا لکم علیّ ان
لا اختبی شیئاً من خراجکم ولا
ما آفاء اللہ علیکم الا من وجہہ ولکم
علیّ اذا وقع فی یدی الا یخرج منی
الا فی حقہ ولکم علیّ ان ازید اعطیاتکم
و ارزاقکم ان شاء اللہ وحدہ واسد لکم
ثغورکم ولکم علیّ ان لا القیکم فی
المہالک ولا اجمرکم فی ثغورکم و
قد اقترب منکم زمان قلیل الامناء
کثیر القراء قلیل الفقہاء کثیر
الامل یعمل فیہ اقوام للآخرۃ
یطلبون بہ دنیا عریضۃ تاکل دین
صاحبہا کما تاکل النار الحطب الا
فمن ادرک ذلکم منکم فلیتق اللہ ربہ
ولیصبر یا ایہا الناس ان اللہ
عظم حقہ فوق حق خلقہ فقال فیما عظم
حقہ ولا یأمرکم ان تتخذوا الملائکۃ
والنبیین اربابا ایأمرکم بالکفر
بعد اذ انتم مسلمون ۔ الا و
انی لم ابعثکم امراء ولا
جبارین ولکن بعثتکم ائمۃ
الہدی یہتدی بکم فادروا
علی المسلمین حقوقہم و
لا تضربوہم
فتذلوہم

ذکر کرتا ہوں تو تم ان پر میری گرفت کرو۔ تمہارا مجھ پر یہ حق ہے
کہ میں تمہارے خراج میں سے (یعنی اس مال میں سے جو تمہارے
لئے ہے) کوئی چیز چھپا کر نہ رکھوں اور نہ اس چیز میں سے جو اللہ
بغیر جنگ کے تم کو عطا کرے بجز اس کے جو میں اس کی ذات کے لئے
رکھوں (یعنی مصالح و ضروریاتِ جہاد کے لئے) اور تمہارا مجھ پر یہ
حق ہے کہ جب وہ مال میرے ہاتھ میں آجائے تو موضعِ حق کے علاوہ
اور کہیں خرچ نہ ہو اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ تمہارے وظائف
اور روزینوں میں اضافہ کردوں اگر اللہ واحد نے چاہا اور ملک کی
حدود کو تمہارے لئے مضبوط کردوں اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ
میں تم کو ہلاکت کے مقام میں نہ ڈالوں اور نہ تم کو سرحدوں پر بند
کئے رکھوں اور تم پر عنقریب وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ (حکام)
امانتدار کم ہوں گے، قرّاء بہت ہوں گے، فقہاء (یعنی قرآن کو سمجھنے
والے) کم ہوں گے، لمبی آرزوئیں رکھنے والے بہت ہوں گے، اس زمانہ
میں لوگ اعمالِ آخرت کو طلبِ دنیا کے لئے کریں گے جو ناپائدار ہے
اور اپنے ساتھی کے دین کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ سوکھی لکڑی
کو کھا جاتی ہے تو یاد رکھو تم میں سے جو شخص اس زمانہ کو پائے
تو چاہیئے کہ اللہ سے جو اس کا رب ہے ڈرتا رہے اور چاہیئے کہ صبر کرے
لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کو زیادہ عظمت اور فوقیت دی ہے
اپنی مخلوق کے حق سے۔ اپنے حق کی عظمت کے بارے میں فرمایا ہے
ولا یأمرکم الخ (۳: ۸۰) اور (اللہ) نہ یہ بات بتائے گا کہ تم فرشتوں
کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو کیا وہ تم کو کفر کی بات بتلائے گا
بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو" یاد رکھو کہ میں نے تم کو امراء اور
لوگوں پر دراز دستی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجا لیکن میں نے تم کو
ائمۂ ہدایت بنا کر بھیجا ہے کہ تم سے ہدایت حاصل کی جائے تو مسلمانوں
پر ان کے حقوق کا اجراء کرو اور نہ ان کو مارو اور نہ ذلیل کرو

ولا تجمّروهم فتفتنوهم و لاتغلقوا الابواب دونهم فيأكلُ قويُّهم ضعيفَهم ولاتستأثروا عليهم فتظلموهم و لا تجهلوا عليهم و قاتلوا بهم الكفّارَ طاقتهم فاذا رايتم بهم كلالةً (ماندگی ۱۲) فكفّوا عن ذلك فان ذلك ابلغ في جهاد عدوكم ايها الناسُ انّي اشهدكم على اُمراءِ الاَمصار انّي لم اَبعثهم اِلاّ ليفقّهوا الناسَ في دينهم ويقسموا عليهم فيئَهم ويحكموا بينهم فان اشكل شيءٌ رفعوه اليّ قالَ وكانَ عمر بن الخطاب رضي الله عنه يقولُ لا يصلح هذا الاَمر الاّ بشدّةٍ في غير تجبُّرٍ و لينٍ في غير وَهْنٍ و حدّثني عُبيدالله ابن ابي حميد عن ابي المليح بن اُسامة الهُذَلي قال خطبَ عمر بن الخطاب رضي الله عنه فقالَ ايها الرّعاء (اے الحکام ۱۲) انّ لنا عليكُم حق النصيحةِ بالغيبِ و المعونةُ على الخيرِ ايّها الرّعاء انّه ليسَ من حِلمٍ احبَّ الى الله و لا اَعمَّ نفعًا من حلم امامٍ و رفقه وليسَ من جهلٍ اَبغضَ الى اللهِ ولا اعمّ ضررًا من جهلِ امامٍ و خُرقه (حمقہ ۱۲) و انّه من يأخذ بالعافية فيما بينَ ظهرانيه يُعطَى العافيةَ من فوقه في الاستيعاب

اور نہ اُن کو (سرحدات پر یا میدانِ جنگ میں) روکے رکھو کہ تم ان کو فتنہ میں ڈالو اور نہ اُن پر اپنے دروازے بند کرو کہ اُن میں کا طاقتور کمزور کو کھا جائے اور نہ اُن (غرباء) پر دوسروں کو مقدم کرو (ایسا کرکے) تم ان پر ظلم کروگے اور ان کے ساتھ جہالت کی بات نہ کرو اور بقدر اُن کی طاقت کے ان سے قتالِ کفّار کا کام لو۔ پھر جب تم ان میں تھکاوٹ پاؤ تو اُن سے کام لینے سے رک جاؤ کہ درحقیقت یہ اصول اپنے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے میں تم کو دُور رس ثابت ہوگا۔ اے لوگو! میں تم کو اُمراء بلاد کے مقا پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو نہیں بھیجا مگر صرف اس لئے کہ وہ لوگوں کو اُن کے دین کی باتیں سمجھائیں اور اُن پر اُن کے مالی حصّے تقسیم کردیں اور اُن کے درمیان فیصلہ کریں پھر اُن کو کسی بات میں اشکال پڑے تو اس کو میرے پاس بھیجیں (راوی نے) کہا اور عمر بن الخطابؓ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ امر درست نہیں ہوتا بغیر ایسی سختی کے جس میں دراز دستی نہ ہو اور بغیر ایسی نرمی کے جس میں فروگذاشت نہ ہو۔ اور مجھ سے روایت کیا عبیداللہ بن ابی حمید نے اُنھوں نے سُنا ابوالملیح بن اُسامہ ہذلی سے اُنھوں نے کہا کہ خطبہ دیا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اور فرمایا کہ اے امیرو ہمارا تم پر یہ حق ہے کہ تم پیٹھ پیچھے خیرخواہی کرو اور نیک کاموں میں اعانت کرو۔ اے امیرو یقیناً کوئی بُردباری اللہ کے نزدیک نہایت پسندیدہ اور عام نفع رکھنے والی امام کی بُردباری اور نرمی سے نہیں اور کوئی جہل اللہ کے نزدیک ناگوار اور نہ عام نقصان پہنچانے والا امام کے جہل اور اس کے حمق سے زیادہ نہیں ہے۔ اور جو شخص اپنے سامنے کھڑے ہوئے قصورواروں کو معاف کرنے کا طریق اختیار کرے گا اُس کو اُس کے اوپر سے (یعنی اللہ کی طرف سے) معافی دی جائے گی۔ استیعاب میں

توفی یزید بن ابی سفیان و استخلف اخاہ معاویۃ علی عملہ فکتب الیہ عمر بعہدہ علی ما کان یزید یلی من عمل الشام ورزقہ الف دینار فی کل شہر قال عمر اذا دخل الشام ورای معاویۃ ہذا کسری العرب وکان قد تلقاہ معاویۃ فی موکب عظیم فلما دنا منہ قال لہ انت صاحب الموکب العظیم قال نعم یا امیر المؤمنین قال مع ما یبلغنی عنک من وقوف ذوی الحاجات ببابک قال مع ما یبلغک من ذلک قال ولم تفعل ہذا قال نحن بارض جواسیس العدو بہا کثیر فنحب ان نظہر من عز السلطان ما نرہبہم بہ فان امرتنی فعلت وان نہیتنی انتہیت فقال عمر یا معاویۃ نسالک عن شیئ الا ترکتنی فی مثل رواجب الضرس ان کان حقا ما قلت انہ لرای اریب[۱۲ عاقل] وان کان باطلا انہا لخدعۃ ادیب قال فمرنی یا امیر المؤمنین قال لا آمرک ولا انہاک فقال عمرو یا امیر المؤمنین ما احسن ما اصدر الفتی عما

کہ یزیدؓ بن ابی سفیانؓ کا انتقال ہوا تو اُن کے عمل پر اُن کی جگہ مقرر ہونا چاہا اُن کے بھائی معاویہؓ نے تو اُن کو عمر رضی اللہ عنہ نے تقرر نامہ لکھ کر بھیجدیا کہ ان ہی شرائط پر منظوری ہے جن شرائط پر یزیدؓ شام میں عامل کا فرض انجام دیتا تھا اور ان کا الاونس ایک ہزار دینار ماہوار مقرر کیا۔ جب عمرؓ شام میں داخل ہوئے اور اُنھوں نے معاویہؓ کو دیکھا تو کہا کہ یہ عرب کا کسرٰے ہے اور معاویہؓ ان سے ملنے کے لئے ایک شاندار سواری پر بیٹھ کر آئے تھے تو اُن سے فرمایا کہ تو بڑی شاندار سواری والا ہے۔ معاویہؓ نے کہا ہاں اے امیر المؤمنین! فرمایا کہ اس کے ساتھ تیرے متعلق مجھے یہ اطلاع بھی پہنچی ہے کہ صاحبِ حاجات کو تیرے دروازے پر کھڑا رہنا بھی پڑتا ہے۔ معاویہؓ نے کہا کہ اس اطلاع کے ساتھ اور کیا چیز (یعنی اس کی کیا وجہ) آپ کے پاس پہنچی۔ آپ نے فرمایا کہ تو ایسا کیوں کرتا ہے؟ تو معاویہؓ نے کہا کہ ہم ایسی سرزمین میں ہیں جہاں دشمنوں کے جاسوس بکثرت ہیں اس لئے ہم اس کو پسند کرتے ہیں کہ شوکتِ حکومت کے لئے ہم ایسی چیزوں کا اظہار کریں جن سے ہم ان کو مرعوب کرسکیں۔ تو اگر آپ مجھے حکم (یعنی اجازت) دینگے تو ایسا کرتا رہوں گا اور اگر آپ نے منع کیا تو رُک جاؤں گا تو عمرؓ نے کہا اے معاویہ میں تجھ سے جس چیز کے بارے میں بھی سوال کرتا ہوں تو مجھے ایسا کر ڈالتا ہے جیسے کوئی طاقتور پنجہ میں پکڑا گیا ہو۔ اگر تو نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے تو یہ ایک اریب (یعنی صاحب عقل) کی رائے ہے اور اگر جھوٹ ہے تو ایک ادیب (باتونی) کا دھوکا ہے۔ معاویہؓ نے کہا اے امیر المؤمنین میرے لئے حکم دیجئے فرمایا کہ نہ تجھے حکم دوں گا اور نہ منع کروں گا۔ اس کے بعد عمرو بن العاصؓ نے کہا اے امیر المؤمنین یہ جوان کس خوبصورتی سے کود گیا اس موقع سے جس میں آپ نے

اوردتہ فیہ قال الحسن مصادرہ وموارده
جشمناہ باجشمناہ وفی الاستیعاب یعلی
ابن امیۃ استعملہ ابوبکر علی بلاد حلوان
فی الردۃ ثم عمل لعمر علی بعض الیمن
فحمی لنفسہ حمی فبلغ ذلک عمر
وامرہ ان یمشی علی رجلیہ الی
المدینۃ فمشی خمسۃ ایام او ستۃ
الی سعدۃ وبلغہ موت عمر فرکب
وفی الاستیعاب النعمان بن عدی
العدوی ولاہ عمر میسان ولم یول
عمر رجلا من قومہ عدویا غیرہ
واراد امرأتہ علی الخروج معہ الی
میسان فابت علیہ فانشد النعمان
ابیاتا وکتب بہا الیہا وہی ؎ فمن مبلغ
الحسناء ان حلیلہا ؛ بمیسان یسقی فی
زجاج وحنتم ؛ اذا شئت غنتنی
دہاقین قریۃ ؛ وصناجۃ تحذو
علی کل میسم ؛ اذا کنت ندمانی
فبالاکبر اسقنی ؛ ولا تسقنی بالاصغر
المتثلم ؛ لعل امیر المؤمنین یسوءہ ؛
تنادمنا فی الجوسق المتہدم ؛
فبلغ ذلک عمر فکتب الیہ بسم اللہ
الرحمن الرحیم ۰ حم ۰ تنزیل
الکتاب من اللہ العزیز
العلیم ۰

اُسے گرایا تھا- فرمایا کہ اس کے پھنسنے اور خوبصورتی سے نکل جانے کی
وجہ سے ہی ہم نے اس پر اس ذمہ داری کا بار ڈالا ہے جو ڈالا ہے۔
اور استیعاب میں ہے کہ یعلی بن اُمیّہ کو عامل بنایا تھا ابوبکر رضؓ نے حلوان
کے شہروں پر ردّت کے زمانہ میں پھر وہ عمر رضؓ کے عامل رہے یمن کے
ایک علاقہ میں تو انھوں نے اپنے لئے ایک شکارگاہ مخصوص کرلی۔
اس کی اطلاع عمر رضؓ کو پہنچی اور انھوں نے حکم بھیجا کہ پیدل چل کر
مدینہ تک آئے تو وہ پانچ یا چھ دن پیدل چل کر سعدہ تک پہنچے۔ وہاں
ان کو عمر رضؓ کی وفات کی خبر پہنچی تو سوار ہو گئے۔ اور استیعاب میں
ہے کہ نعمان بن عدی عدوی کو عمر رضی اللہ عنہ نے میسان کا والی
بنایا اور عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم میں سے کسی عدوی (یعنی
بنی عدی کے شخص) کو اس کے سوا والی نہیں بنایا اور اس نے اپنی
بیوی سے بھی یہ چاہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ میسان کی طرف چلے مگر
اس نے انکار کردیا تھا تو نعمان نے چند ابیات کہے اور ان کو لکھ کر
اُس کے پاس بھیجے اور وہ یہ ہیں ؎ فمن مبلغ الحسناء (ترجمہ)
اُس حسینہ کو یہ خبر پہنچانے والا کوئی ہے کہ اس کا شوہر میسان میں
خوب پی رہا ہے شیشہ کے جام اور حنتم میں (یعنی ایسے کوزۂ شراب
میں جس پر سبز روغن ہوتا ہے) جب میں چاہتا ہوں تو مجھے گاؤں
کی لڑکیاں گانا سناتی ہیں، اور ایسی چنگ بجانے والی عورتیں
جو گاتی ہیں اپنی پوری خوبصورتی کے اظہار کے ساتھ۔ (اے ساقی)
جب تو میرا ہمنشین ہے تو مجھے سب سے بڑا جام پلا۔ اور مجھے چھوٹا
اور چوتا ٹپکتا جام نہ پلا۔ شاید امیر المؤمنین کو بُرا لگے ہمارا ایک دوسرے
کا ہمنشین بننا ایسے قصر میں جو شکستہ ہوا جارہا ہے۔" یہ اشعار
حضرت عمر رضؓ تک پہنچ گئے تو ان کو خط لکھا بسم اللہ الرحمن
الرحیم ۰ حم ۰ تنزیل الکتاب الخ (پ ۲۴، ۱-۲-۳) حم۔ یہ کتاب
اُتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے

غَافِرِ الذَّنبِ وَقَابِلِ التَّوبِ شَدِیدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ الآیۃ" امابعد فقد بلغنی قولک لعلّ امیرَ المؤمنین یسوءہ تنادُمنا فی الجوسقِ المتہدِمِ وایم اللہ لقد سائنی ذلک وعزلہ (معزول کردا) فلمّا قدِمَ علیہ سألہ فقالَ واللہِ ماکانَ من ہذا شیئٌ وماکان الا فضل شعرٍ وجدتُہ وما شربتُہا (خمر) قطّ فقال عمر اظنُّ ذلک لاتعمل لی عملاً ابداً وازانجملہ آنکہ بر شوارع طرق عاشران را نشاند وزکوٰۃ از مسلمین وعُشور از حربیان تحصیل نمود قال ابویوسف حدثنا اسمٰعیل ابن ابراہیم بن المہاجر قال سمعتُ ابی یذکرُ قال سمعتُ زیاد بن حُدیر قال ان اولَ من بعثَ عمرُ بن الخطاب علی العشورِ ہٰہنا انا قال فأمرنی ان لا اُفتِّش احدًا وما مرَّ علیّ (موصوفہ) من شیئٍ اخذتُ من حساب اربعینَ درہماً درہماً من المسلمین واخذتُ من اہل الذمۃ من عشرین واحدًا وممّن لا ذمۃَ لہ العشرَ قالَ وامرنی اَن اُغلظَ علی (سختی کنم در سخن) نصاریٰ بنی تغلب قال انہم قومٌ من العرب ولیسوا من اہلِ الکتاب فلعلّہم یُسلِمون قال کان عمر قد اشترط علی نصاریٰ بنی تغلبَ ان لا یُنَصِّرُوا اولادَہم وحدثنا سری بن اسمٰعیل عن عامر الشعبی عن زیاد بن حدیر الاسدی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بعثہ علی عشور العراق والشام و

گناہ کا بخشنے والا ہے، سخت سزا دینے والا ہے قدرت والا ہے۔" آخر تک، امابعد مجھ تک تمہارا قول لعلّ امیر المؤمنین یسوءہ۔ تنادُمنا فی الجوسق المتہدم۔ پہنچ گیا۔ اور خدا کی قسم یہ مجھے بہت بُرا لگا" اور ان کو معزول کر دیا۔ پھر جب وہ آکر اُن سے ملے تو اُن سے پوچھا تو اُنھوں نے کہا خدا کی قسم اس میں کچھ بھی واقعیت نہیں تھی اور بجز فضول اشعار کے جو میرے خیال میں آگئے اور کچھ بھی نہیں اور میں نے شراب کبھی نہیں پی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں بھی ایسا ہی گمان کرتا ہوں۔ لیکن اب تم کبھی میرے عامل نہ بن سکو گے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ سڑکوں کے ناکوں پر عاشروں (یعنی محصول لینے والوں) کو بٹھایا اور مسلمانوں سے زکوٰۃ اور حربیوں سے عُشر (دسواں حصّہ) حاصل کیا۔ ابو یوسفؒ نے کہا ہم سے روایت کیا اسماعیل بن ابراہیم بن المہاجرؒ نے۔ کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سُنا جو بیان کرتے تھے کہ میں نے سُنا زیاد بن حُدیر سے اُنھوں نے کہا کہ سب سے پہلا شخص جس کو عمرؓ بن الخطاب نے عُشروں کے وصول کرنے کے لئے یہاں بھیجا میں ہوں تو مجھے حکم دیا کہ میں کسی کی تلاشی نہ لوں اور جو چیز میرے سامنے سے گزرے میں چالیس درہم پر ایک درہم کے حساب سے مسلمانوں سے لوں اور اہلِ ذمّہ سے بیس درہم میں سے ایک درہم اور اُس شخص سے جس کا ذمہ نہیں ہے دسواں حصّہ۔ اور مجھے حکم دیا کہ میں بنی تغلب کے نصاریٰ سے گفتگو میں کھُرّا پن رکھوں۔ کہا کہ وہ عرب میں کی ایک قوم ہیں اور وہ اہلِ کتاب میں سے نہیں ہیں تو شاید وہ اسلام لے آئیں۔ کہا کہ عمرؓ نے بنی تغلب کے نصاریٰ پر یہ شرط عائد کر رکھی تھی کہ وہ اپنی اولاد کو نصاریٰ نہ بنائیں گے۔ اور ہم سے روایت کیا سری ابن اسمٰعیل نے اُن سے عامر شعبی نے اُن سے زیاد بن حُدیر اسدی نے کہ عمر بن الخطابؓ نے اُن کو شام اور عراق کے عُشروں پر بھیجا اور

أمرہ أن یأخذ من المسلمین ربع العشر
ومن اہل الذمۃ نصف العشر ومن
اہل الحرب العشر فمرّ علیہ رجلٌ من بنی
تغلب من نصارے العرب ومعہ فرسٌ
فقوّمہا عشرین الفًا فقال أعطنی الفرس
وخذ منی تسعۃ عشر الفًا قال فأعطاہ
الفًا وأمسک الفرس قال ثمّ مرّ علیہ
راجعًا فی سنتہ فقال لہ أعطنی الفًا
فقال لہ التغلبی کلّما مررتُ بک تأخذ
منی الفًا قال نعم فرجع التغلبی الی عمر
ابن الخطاب فوافاہ بمکّۃ وہو فی بیتٍ
فاستأذن علیہ فقال من انت قال
رجلٌ من نصارے العرب وقصّ علیہ قضیتہ
فقال لہ عمر کُفیتَ لم یزدہ علی
ذلک قال فرجع الرجلُ الی زیاد بن
جُدَیر وقد وطّن نفسہ علی ان یعطیہ
الفًا فوجد کتابَ عمر قد سبق الیہ
مَن مرّ علیک فاخذتَ منہ صدقۃً فلا تأخذ
منہ شیئًا الی مثل ذلک الیوم
من قابلٍ الّا ان تجدہ فضلاً
قال فقال الرجلُ قد واللہ کانت
نفسی طیبۃً ان أعطیک الفًا

ان کو حکم دیا کہ مسلمانوں سے عُشر کا چوتھائی (یعنی چالیسواں حصہ)
لیں اور اہلِ ذمہ سے عُشر کا آدھا (یعنی بیسواں) اور اہلِ حرب سے
دسواں حصہ۔ تو اُن پر بنی تغلب میں کا جو عرب کے نصاریٰ میں
سے تھے ایک شخص گزرا اور اُس کے ساتھ ایک گھوڑا تھا جس
کی قیمت کا اندازہ اُس نے بیس ہزار لگایا تو اُنھوں نے کہا کہ تو
مجھے گھوڑا دیدے اور مجھ سے اُنیس ہزار لے لے یا گھوڑا اپنے پاس
رکھ اور مجھے ہزار دیدے کہا کہ اُس نے ایک ہزار دیدیئے اور گھوڑا
روک لیا۔ بیان کیا کہ وہ شخص اسی سال لَوٹتے ہوتے پھر زیاد کی
طرف گزرا۔ انھوں نے اس سے کہا کہ ایک ہزار اور دے تو اُن
سے تغلبی نے کہا کہ جب میں تیری طرف گزروں گا تو مجھ سے ایک
ہزار لے گا؟ کہا کہ ہاں! تو وہ لَوٹ کر عمرؓ بن الخطاب کی طرف
پہنچا اور اُن سے مکہ میں جاکر ملا جب کہ وہ گھر میں تھے اور اُن سے
ملنے کی اجازت چاہی تو آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ تو اُس نے
کہا کہ میں عرب کے نصاریٰ میں کا ایک شخص ہوں اور اُس نے
اپنا قضیہ آپ کو سُنایا تو آپ نے فرمایا کُفیتَ (یعنی تجھے لَوٹا دیا
گیا ہٹادیا گیا ؏) اس پر اور کوئی لفظ نہیں بڑھایا۔ کہا کہ وہ نصرانی
پھر زیاد بن جُدیر کے پاس لَوٹ کر آیا اور اُس نے اپنے دل میں یہ
ٹھان لیا تھا کہ اُس کو ایک ہزار دیدے تو یہاں آکر اُس نے یہ
دیکھا کہ عمرؓ کا یہ ہدایت نامہ اس سے پہلے پہنچ چکا ہے کہ
جو شخص تم سے گزرے اور تم نے اُس سے محصول لے لیا ہے تو اگلے
سال کے اس دن تک اس سے اور کچھ نہ لو الّا یہ کہ تم اس کے
پاس زائد مال دیکھو۔ تو اُس شخص نے کہا حقیقت یہ ہے کہ بخدا کہ
میرا نفس تو اس پر راضی ہو گیا تھا کہ میں تم کو ایک ہزار دیدوں

؏ اس لفظ کے معنے میں کئی احتمالات تھے۔ ایک یہ کہ ہم تیرے لئے کافی ہوگئے اس لئے تجھے واپس ہونا چاہیئے۔ دوسرا یہ کہ تجھے لَوٹا دیا گیا جو کچھ محصّل کہتاہے اس میں تغیر نہیں کیا جاتے گا۔ وہ نصرانی اس کا یہی مطلب سمجھا ۱۲ مترجم

وانی اشہد اللہ انی بری من النصرانیۃ
و انی علی دین الرجل الذی کتب الیک
ہذا الکتاب. وازانجملہ آنکہ تجارِ حربیان را
مستامن ساخت و اذن داد کہ در دار
الاسلام درآیند و با مسلمانان بیع و شراء
کنند قال ابو یوسفؒ حدثنا عبد الملک
ابن جریج عن عمرو بن شعیب ان اہل
منبج (بروزن مجلس نام جائے) قوم من اہل الحرب ورآء البحر
کتبوا الی عمر بن الخطاب دعنا
ندخل ارضک تجاراً او تعشرنا قال فشاور
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی
ذلک فاشاروا علیہ بہ وکانوا اول من
عشر من اہل الحرب وازانجملہ آنکہ باحسان
اہل ذمہ تاکید فرمود. قال ابو یوسف حدثنی
حصین بن عمرو بن میمون عن عمر انہ قال
اوصی الخلیفۃ من بعدی باہل الذمۃ ان
یوفی لہم بعہدہم وان یقاتل وراءہم
ولا یکلفوا فوق طاقتہم قال وحدثنا
ہشام بن عروۃ عن ابیہ ان عمر بن
الخطاب مر بطریق الشام وہو
راجع فی مسیرہ من الشام علی قوم قد اقیموا
فی الشمس یصب علی رؤسہم الزیت
فقال ما بال ہؤلاء فقالوا علیہم
الجزیۃ لم یؤدوھا فہؤلاء یعذبون
حتی

اور میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نصرانیت سے بیزار ہو گیا ہوں
اور اب میں اُس شخص کے دین پر آگیا ہوں جس نے تمہارے
پاس یہ تحریر لکھ کر بھیجی ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے
دار الحرب کے تاجروں کو مستامن بنایا اور اجازت دی کہ وہ دار
الاسلام میں آئیں اور مسلمانوں کے ساتھ خرید و فروخت کریں
ابو یوسفؒ نے کہا کہ ہم سے روایت کیا عبد الملک بن جریج نے عمرو
ابن شعیب سے کہ اہل منبج (مقام کا نام) نے جو دریا پار اہلِ حرب
کی ایک قوم ہیں عمرؓ بن الخطاب کو لکھا کہ ہم کو اجازت دو کہ
ہم تمہاری سرزمین میں تجارت کے لئے داخل ہوں۔ آپ ہم سے
عُشر لے لیں۔ کہا کہ پھر عمرؓ نے اصحابِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ تو انھوں نے اس کی منظوری کا مشورہ
دیا۔ اہلِ حرب میں سے یہ لوگ اُن سب سے پہلے ہیں جن سے عُشر لیا
گیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اہلِ ذمہ کے ساتھ
نیک برتاؤ کی تاکید فرمائی۔ ابو یوسفؒ نے کہا مجھ سے روایت کیا
حصین بن عمرو بن میمون نے عمرؓ سے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے
بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں اہلِ ذمہ کے بارے میں کہ اُن سے
جو عہد کیا گیا ہے اُس کو پورا کیا جاتے اگرچہ اُن کے سواء (اُن کے
دوسرے لوگوں) سے قتال کر رہے ہوں اور اُن کو اُن کی طاقت
سے زیادہ تکلیف نہ دی جاتے۔ کہا اور ہم سے روایت کیا ہشام
ابن عروہ نے اپنے باپ سے کہ عمرؓ بن الخطاب کا گزر شام کے ایک
راستہ سے جب کہ وہ اپنے شام کے سفر سے واپس آرہے تھے ایک
ایسی قوم پر ہوا جن کو دھوپ میں کھڑا کیا گیا اور اُن کے سر پر
تیل ڈالا گیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ حال کیوں
ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ ان لوگوں کے ذمہ جزیہ ہے جس کو ان
لوگوں نے ادا نہیں کیا اس لئے ان کو تکلیف دی جارہی ہے تاکہ

یؤدّوا فقال عمر فما یقولون ما یعتذرون بہ
فی الجزیۃ قال یقولون لا نجد قال
فدعوہم لا تکلّفوہم ما لا یطیقون فانّی
سمعتُ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم
یقول لا تُعذّبوا النّاس فانّ الّذین
یُعذّبون النّاسَ فی الدّنیا یُعذّبہم
اللّٰہ تعالیٰ یومَ القیٰمۃِ فامرَہم فخلّیٰ
سبیلہم وحدّثنی عمر بن نافع عن
ابی بکر قال مرَّ عُمر بن الخطّاب بباب
قوم وعلیہ سائل یسأل شیخٌ
کبیرٌ ضریرُ البصر فضربَ عضدَہ
من خلفِہ وقال مِن ایّ اہل الکتاب
انت قال یہودیٌّ قال فما الجأک
الیٰ ما اریٰ قال الجزیۃُ والحاجۃُ و
السّنُّ قال فاخذ عُمر بیدہ الیٰ منزلہ
فرضخ لہ بشیءٍ من المنزل ثمّ ارسل
الیٰ خازن بیتِ المال فقال انظرْ
ہٰذا وضُرباءَہ فواللّٰہ ما انصفناہُ
اِذْ اکلنا شبیبتَہ ثمّ نخذلُہ
عند الہرم انّما الصّدقٰتُ للفقراءِ
وَالمسٰکینِ والفقراء ہم المسلمون
وہٰذا من مساکین اہل
الکتاب ووضعَ عنہ الجزیۃَ
وعن ضُربائہ قال ابو بکر انا
شہدتُ ذٰلک من عمر ورأیتُ

یہ اس کو ادا کریں۔ تو عمرؓ نے کہا تو یہ لوگ کیا کہتے ہیں، جزیہ ادا
نہ کرنے کا کیا عذر بیان کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ
ہمارے پاس نہیں ہے۔ فرمایا کہ تو ان کو چھوڑ دو اور ان کو ایسی
تکلیف نہ دو جس کی یہ طاقت نہیں رکھتے۔ کیونکہ میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ لوگوں کو
عذاب نہ دو کیونکہ جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں اُن
کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عذاب دے گا۔ پھر اُن کے لئے حکم
دیا تو اُن کو رہا کر دیا گیا۔ اور مجھ سے روایت کیا عمرؓ بن نافع نے
ابو بکرؓ سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب کا گزر ایک قوم کے دروازے پر
ہوا اور اس پر ایک سائل بیٹھا ہوا سوال کر رہا تھا جو بڑی عمر
کا بوڑھا تھا اور اندھا تھا تو آپ نے اُس کے پیچھے سے اُس کے
بازو پر ہاتھ مار کر پوچھا کہ تو کونسے اہل کتاب میں سے ہے؟ اُس
نے کہا یہودی ہوں۔ فرمایا کہ کس چیز نے تجھے اس حال میں
ڈالا جس میں کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں۔ اُس نے کہا جزیہ نے اور
ضرورت نے اور بڑھاپے نے۔ تو عمرؓ اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُس
کے گھر تک لائے اور گھر پر پہنچا کر اُسے کچھ دیا۔ پھر بیت المال
کے خزانچی کو بلوایا اور فرمایا کہ اس کی خبر گیری کرو اور اس جیسے
سب لوگوں کی۔ واللہ ہم نے ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا جب
کہ ہم نے کھا لیا اُن کی جوانی کی کمائی کو پھر ان کو رسوا کریں بڑھاپے
کے وقت اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ الخ یعنی صدقات فقراء اور مساکین
کے لئے ہیں۔ اور ”فقراء“ یہ لوگ مسلمان ہیں۔ اور یہ شخص
اہل کتاب کے مساکین میں سے ہے (اس لئے ”والمسکین“ کے
عموم میں یہ بھی داخل ہے) اور آپ نے اُس شخص سے اور
اس کی مانند سب لوگوں سے جزیہ معاف کر دیا ابو بکرؓ نے کہا کہ
عمرؓ کی اس کارروائی کے وقت میں موجود تھا اور میں نے

الشیخ . و از انجملہ آنکہ تفحص مجامع ناس
می فرمود تا فتنہ بر نہ خیزد قال ابو یوسف
حدثنی اسرائیل عن سماک بن حرب
عن ابی سلامۃ قال ضرب عمر بن الخطاب
رجالاً و نساءً ازدحموا علی حوض قال
فلقیہ علیؓ فسألہ فقال انی اخاف
ان اکون قد ہلکت فقال علیؓ ان
کنت ضربتہم علی غش و عداوۃ فقد
ہلکت و ان کنت ضربتہم علی نصح
و اخلاص فلا باس انما انت داع
و انما انت مؤدب و از انجملہ آنکہ
شعراء را نہی شدید فرمود از ہجو
فی الاستیعاب ہجی شاعر الزبرقان
بقولہ ع دع المکارم لا ترحل
لبغیتہا ٭ واقعد فانک انت
الطاعم الکاسی ٭ فشکاہ الزبرقان
الی عمر فسأل عمر حسان بن
ثابت عن قولہ ہذا فقضی لہ انہ
ہجو لہ و ضعۃ منہ فالقاہ عمر
فی المطمورۃ حتی شفع لہ
عبدالرحمن بن عوف و الزبیر
فاطلقہ بعد ان اخذ علیہ العہد و
اوعدہ ان لا یعود لہجاء احد ابداً
و از انجملہ آنکہ فاروق اعظمؓ در
معرفت اخلاق رجال و مبلغ ہمت

اُس بوڑھے کو دیکھا ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کے
مجامع کا حال بھی معلوم کرتے تھے تاکہ کوئی فتنہ نہ اُٹھے۔ ابو یوسفؒ
نے کہا مجھ سے روایت کیا اسرائیل نے اُن سے سماک بن حرب نے اُن
سے ابو سلامہ نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے کچھ مردوں اور عورتوں کو
مارا جنھوں نے ایک حوض پر بھیڑ لگا رکھی تھی۔ کہا کہ پھر ان سے
علیؓ نے ملاقات کی تو اُن سے آپ نے سوال کیا اور کہا کہ مجھے
یہ اندیشہ ہے کہ میں کچھ ہلاکت کا کام کر گزرا ہوں۔ کہا کہ علیؓ نے
جواب دیا کہ اگر آپؓ نے اُن کو مارا تھا کسی کینہ اور دشمنی کی بنا پر
تو بیشک آپ ہلاک ہو گئے۔ اور اگر آپ نے اُن کو مارا اُن کی خیر
خواہی اور اخلاص کی وجہ سے تو کوئی اندیشہ نہیں۔ اور آپ
تو داعی ہیں (یعنی لوگوں کو نیکی کی طرف بُلانے والے) اور آپ یقیناً
ایک ادب سکھانے والے ہیں۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ
نے شاعروں کو کسی کی ہجو کرنے کی سخت ممانعت کی۔ استیعاب
میں ہے کہ ایک شاعر نے زبرقان کی اس شعر سے ہجو کی ؎
دَعِ الْمَکَارِمَ الخ یعنی بزرگیوں (کے حاصل کرنے کے خیال کو
چھوڑ، ان کی طلب کے لئے سفر نہ کر۔ اور بیٹھا رہ کہ تو تو صرف
کھانے پینے اور کپڑے پہننے والا ہے۔" تو اس کی شکایت لے
گئے زبرقان عمرؓ کے پاس۔ تو عمرؓ نے اس قول کے بارے
میں حسان بن ثابتؓ سے سوال کیا تو انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ
بیشک یہ ان کی ہجو اور توہین ہے اُس کی طرف سے۔ تو عمرؓ
نے اس شاعر کو ایک تہ خانہ میں قید کر دیا یہاں تک کہ آپ سے
اُس کی سفارش کی عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور زبیرؓ نے تو اس کو یہ
عہد اور وعدہ لینے کے بعد کہ آئندہ کبھی کسی کی ہجو نہ کرے گا آپ
نے رہا کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ فاروق اعظمؓ لوگوں
کے اخلاق (قومی و طبعی) کی شناخت اور اُن کی ہمت کی آخری

ایشان و دانستنِ مرتبہ ہر یکے کہ اورا دران
می باید داشت حذاقتے عجیب داشتہ و
آن یکے از خوارقِ عاداتِ او رضی اللہ
عنہ میتوان شمرد و در اصل رکنِ اعظمِ
خلافت ہمین خصلت است و درحق ہر
شخصے ہر کلمہ کہ گفتہ است بالآخر مصداقِ
ہمان کلمہ ازوے بظہور آمد فی الاستیعاب
کَتَبَ الی النّعمان بن مُقرن اُسْتَنْشِرْ و
اسْتَعِنْ فی حربِک بطُلیحۃ و عمرو بن
معدیکرب ولا تُوَلِّهِما من الامرِ شیئاً فان
کلَّ صانعٍ اعلم بصَنَاعَتِہٖ و فی
الاستیعاب کعب بن سور کان جالساً
عند عمر فجاءت امرأۃ فقالت ما رأیتُ قطُّ
رجلاً افضلَ من زوجی انہٗ لیَبِیتُ لیلتہٗ
قائماً و یظلّ نہارَہٗ صائماً فی الیوم الحارّ ما
یُفطِر فاستغفر لہا عُمر و اَثْنیٰ علیہا و قال مِثلُکِ
اَثْنیٰ بالخیر و قالَ فاستحیَتِ المرأۃ و قامت (فالعدم فہم عمر مراد ہا ۱۲)
راجعۃً فقال کعب بن سور یا امیرَ المؤمنین ہلّا اَعدیتَ (مدد نہ کردی ۱۲)
المرأۃَ علی زوجہا اذ جاءتک تَستَعدیک (از تو مدد میخواست ۱۲)
فقالَ کذٰلک ارادتْ قال نعم قال
رُدُّوا علیَّ المرأۃ فرُدَّت

حد کی پہچان اور ہر شخص کے مرتبہ کی تشخیص کا کہ اس کو جس
درجہ میں رکھنا چاہیئے بڑا ملکہ رکھتے تھے اور اس کو آنجناب رضی
اللہ عنہ کے خوارقِ عادات میں شمار کر سکتے ہیں اور در اصل خلافت
کا رکنِ اعظم یہی خصلت ہے اور جس شخص کے حق میں آپ نے
کوئی کلمہ فرما دیا ہے بالآخر ظہور میں آگیا ہے کہ وہ اس کلمہ کا مصداق
ہے۔ استیعاب میں ہے کہ آپ نے نعمان بن مقرن کو لکھا کہ اپنی
جنگ کے امور میں مشورہ اور مدد لیتے رہو طلیحہ اور عمرو بن معدیکرب
سے اور ان دونوں کو اس امر میں کسی چیز کا اختیار نہ دینا۔
کیونکہ ہر ایک اپنی ہی کاریگری کو بخوبی جانتا ہے۔ اور استیعاب
میں ہے کہ کعب بن سور عمر رضؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت
آکر کہنے لگی کہ اپنے شوہر سے زیادہ صاحب فضیلت میں نے
کبھی کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ وہ تمام رات جاگتا ہے (نماز میں
کھڑا رہ کر) اور گرم دنوں میں بھی کچھ نہیں کھاتا ہمیشہ روزے
رکھتا ہے تو عمر رضؓ نے اس عورت کو دعاء دی اور اُس کی تعریف
کی اور کہا کہ تجھ جیسی ہی کو یہ زیبا ہے کہ بھلائی کے ساتھ تعریف
کرے اور اس کی خیر کا ذکر کرے۔ وہ عورت جھینپ گئی اور اُٹھ کر
چلی گئی۔ تو کعب بن سور نے کہا اے امیر المؤمنین آپ نے
اس عورت کی اُس کے شوہر کے مقابلہ پر مدد نہ فرمائی کیونکہ
وہ آپ سے مدد مانگنے آئی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا اُس کی یہ
مُراد تھی؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں! تو آپ نے فرمایا کہ میرے
پاس اُس عورت کو لوٹاؤ تو وہ واپس لائی گئی۔ آپ نے

ع۵ یعنی دونوں لڑائی کے فنون سے تو خوب واقف ہیں مگر سیاسی سوجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ یہ وہی طلیحہ اسدی ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدعی نبوّت بھی بن چکے تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تلوار نے ان سے توبہ کرائی تھی اور عمرو بن معدیکرب بھی ان کے ہمنوا بن کر مرتد ہو گئے تھے اور آخر کار تائب ہو کر دوبارہ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ دونوں شجاعت میں اونچا درجہ رکھتے تھے۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد پھر بیش بہا مجاہدانہ خدمات کرتے رہے اور اسلام پر قائم رہے ۱۲ مترجم

قال لہا لا بأس بالحق ان تقولیہ ان ہذا زعم انک جئت تشکین انہ یجتنب فراشک قالت اجل انی امرأۃ شابۃ وانی ابتغی ما یبتغی النساء فارسل الی زوجہا فجاء وقال لکعب اقض بینہما فقال امیر المؤمنین احق بان یقضی بینہما فقال عزمت علیک لتقضین بینہما فانک فہمت من امرہما مالم افہم قال فانی اری لہا یوما من اربعۃ ایام کان لزوجہا اربع نسوۃ فاذا لم یکن غیرہا فانی اقضی لہ بثلثۃ ایام ولیالیہا یتعبد فیہن ولہا یوم ولیلۃ فقال عمر واللہ ما رأیک الاول باعجب الی من الآخر اذہب فانت قاض علی البصرۃ وفی الاستیعاب النعمان بن مقرن قدم المدینۃ من عند سعد بفتح القادسیۃ وورد حینئذ علی عمر اجتماع اہل اصبہان وہمدان والری وآذربیجان ونہاوند فاقلقہ وشاور اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ علی بن ابی طالب ابعث الی اہل الکوفۃ فیسیر ثلثاہم ویبقی ثلثہم

اس سے فرمایا کہ سچی بات میں کوئی ڈر نہیں اگر تو اس کو کہدے۔ اس شخص نے یہ سمجھا ہے کہ تو یہ شکایت لے کر آئی تھی کہ تیرا شوہر تیرے بستر سے الگ رہتا ہے۔ اُس نے کہا کہ ہاں میں ایک جوان عورت ہوں اور مجھے بھی اس امر کی خواہش ہوتی ہے جس کی سب عورتوں کو ہوتی ہے۔ تو آپ نے اُس کے شوہر کو بُلوایا۔ وہ آگیا۔ اور کعبؓ سے فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ تو انھوں نے کہا کہ ان کے درمیان فیصلہ کرنے کا بڑا حق امیر المؤمنین کا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے طے کرلیا ہے کہ اس کا فیصلہ تم ہی کرو کیونکہ تم ہی سمجھے ہو ان دونوں کے امر کو جسے میں نہیں سمجھا تھا۔ اُنھوں نے کہا کہ پھر میری رائے تو یہ ہے کہ اس عورت کے لئے ہر چار دنوں میں سے ایک دن ہونا چاہیئے گویا اس کے شوہر کے پاس چار بیویاں ہیں تو جب کہ اس کے سوا اور کوئی بیوی نہیں تو اس کے لئے میں تین دن اور تین راتوں کا حق تجویز کرتا ہوں کہ وہ ان میں عبادت کرتا رہے اور اس عورت کے لئے ایک دن اور ایک رات۔ تو عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم تمھاری پہلی رائے میرے نزدیک اس دوسری رائے سے زیادہ عجیب نہیں (یعنی یہ اُس سے بھی بڑھ گئی) جاؤ۔ اب تم بصرہ پر قاضی بنا دیئے گئے۔ اور استیعاب میں ہے کہ نعمان بن مقرن سعدؓ کے پاس سے فتح قادسیہ کی خبر لے کر مدینہ میں آئے اور اسی زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اہل اصبہان و ہمدان و اہل رَے و اذربیجان و نہاوند کے اجتماع کی اطلاع پہنچی جس نے آپ کو بے چین کر دیا اور آپ نے اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا تو آپ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ اہل کوفہ کے پاس حکم بھیجیں (وہاں جس قدر مجاہدین ہیں) اُن کے دو تہائی مقابلہ کے لئے روانہ ہو جائیں اور ایک تہائی بال بچوں

علیٰ ذراریہم و ابعث الی اہل البصرۃ
قال فمن استعمل علیہم اشر علیّ
فقال انت افضلنا رأیاً و اعلمنا
فقال لاستعملن علیہم رجلاً یکون لہٗ
فخرج الی المسجد فوجد النعمان بن
مقرن یصلی فسرحہ (ارسلہ) وامرہ وکتب
الی اہل الکوفۃ بذلک وقد روی
انہ قال ان قتل نعمان فحذیفۃ
فان قتل حذیفۃ فجریر ففتح اللہ
علیہ اصبہان فلما اتی نہاوند
کان اول صریع و اخذ الرایۃ حذیفۃ
ففتح اللہ علیہم فلما جاء نعیہ (خبر مرگ او)
خرج عمر ینعاہ الی الناس علی
المنبر و وضع یدہ علی رأسہ یبکی
و این روایت از اصح روایات است و
روایت دیگر آنکہ نعمان در اعمال کوفہ
بود حضرت فاروق رضہ از ہمان موضع اورا
بر امارت لشکر مامور فرمود و فی
الاستیعاب عبد اللہ بن الارقم

کی حفاظت کے لئے وہیں باقی رہیں۔ اور اہلِ بصرہ کے پاس حکم
بھیجیں (کہ وہ بھی جنگ کے لئے روانہ ہوجائیں) آپ نے فرمایا کہ یہ
بھی مشورہ دو کہ ان سب پر سپہ سالار کس کو بناؤں ؟ تو علی رض
نے کہا کہ آپ رائے اور معلومات میں ہم سے افضل ہیں۔ تو آپ نے
فرمایا کہ میں ایسے شخص کو ان پر سردار بنانا چاہتا ہوں جو اس کام کا
اہل ہو۔ پھر آپ مسجد کی طرف گئے تو آپ نے نعمان بن مقرن
کو نماز پڑھتے ہوئے پایا تو آپ نے اُن کو روانہ کیا اور اُن ہی کو
امیر بنایا اور اہلِ کوفہ کو وہی (دو ثلث فوج کی روانگی کا) حکم
لکھا۔ اور مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر نعمان رض قتل ہوجائیں
تو حذیفہ رض امیر لشکر ہوں پھر اگر حذیفہ بھی قتل ہوجائیں تو
جریر رض پھر اللہ تعالیٰ نے نعمان رض کے ہاتھ پر اصفہان فتح کرادیا۔
جب نہاوند پر حملہ کیا تو پہلے مقتول یہی ہوئے اور جھنڈا
حذیفہ رض نے سنبھالا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی اور
جب نعمان رض کی موت کی خبر پہنچی تو عمر رض نکل کر منبر پر آئے
اور اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور روتے ہوئے اُن کی موت کی خبر
لوگوں کو سنائی، اور یہ خبر زیادہ صحیح روایات میں سے ہے
اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ نعمان رض کوفہ کے عامل تھے
حضرت فاروق رض نے اُسی جگہ سے اُن کو لشکر کی امارت پر مامور
فرمادیا تھا۔ اور استیعاب میں ہے عبد اللہ بن ارقم (کا حال)

ع۵ عراق کی جنگ کے ذکر میں یہ بات پہلے بیان کی جاچکی ہے کہ آپ نے سعد بن ابی وقاص رض کو سپہ سالاری سے ہٹاکر مدینہ بُلا لیا تھا اس لئے کہ ایک
جماعت کو ان سے اختلاف ہوگیا تھا۔ جب یزدجرد کو یہ اطلاع پہنچی تو موقع کو غنیمت سمجھ کر کچھ حیلوں سے اصفہان و رَے و خراسان اور ہمدان و نہاوند
وغیرہ کے لوگوں سے امداد لے کر ڈیڑھ لاکھ کا لشکر تیار کرکے فیروزان کی سرکردگی میں عراق کی جانب روانہ کردیا۔" اس اطلاع سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو
پریشانی ہوئی تو صحابہ رض کو جمع کرکے آپ نے مشورہ کیا۔ یہ بھی لکھا جاچکا ہے کہ مدائن کی آب و ہوا کے عربوں کے مزاج کے ناموافق ہونے کی اطلاع
جب حضرت سعد رض نے آپ کو دی تھی تو آپ نے کوفہ کو چھاؤنی قرار دے کر افواج کو وہاں بھیجدیا تھا اور کچھ حصہ کو بصرہ بھیجدیا تھا اس لئے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ مشورہ دیا کہ ان مقامات سے دو ثلث افواج کو مقابلہ کے لئے روانگی کا حکم بھیجدیا جائے۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور
بجائے سعد رض کے نعمان رض بن مقرن کو سپہ سالار بنایا ۱۲ مترجم

قال مالک بلغنی انہ ورد علی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کتاب فقال من یجیب
عنی فقال عبداللہ بن الارقم انا
فاجاب عنہ و اتی بہ الیہ فاعجبہ
و انفذہ و کان عمر حاضرا فاعجبہ
ذلک من عبداللہ بن الارقم فلم یزل
لہ ذلک فی نفسہ یقول اصاب ما ارادہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما
ولی عمر استعملہ علی بیت المال و
کان عمر یقول ما رأیت احدا اخشی
للہ من عبداللہ بن الارقم و قال
عمر لہ لو کان لک مثل سابقۃ القوم
ما قدمت علیک احدا و فی الاستیعاب
بعث عمر بن الخطاب عبداللہ بن مسعود
الی الکوفۃ مع عمار بن یاسر وکتب الیہم
انی قد بعثت الیکم بعمار بن یاسر امیرا و
عبداللہ بن مسعود معلما و وزیرا و ہما
من النجباء من اصحاب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من اہل بدر فاقتدوا
بہما واسمعوا من قولہما و قد آثرتکم
بعبداللہ علی نفسی قال عمر
فی عبداللہ بن مسعود کنیف ملئ
علما و فی الاستیعاب عن ابن عباس
قال بینا انا امشی مع عمر یوما اذ تنفس
نفسا ظننت انہ قد قضبت اضلاعہ

کہا مالک رح نے مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس ایک خط پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے اس کا جواب
کون لکھے گا تو عبداللہ بن الارقم رض نے کہا کہ میں۔ پھر آپ کی
طرف سے جواب لکھ کر لاتے تو آپ نے اُس کو بہت پسند کیا۔
اور اسی کو روانہ کر دیا۔ اور عمر رض حاضر تھے تو اُن کو عبداللہ بن
الارقم رض کا یہ کام عجیب معلوم ہوا تھا اور وہ اپنے دل میں یہ
خیال کرتے تھے کہ کس خوبی کے ساتھ اُنھوں نے صحیح رائے
قائم کر لی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا جواب دینے
کا ارادہ کیا ہے تو جب عمر رض خلیفہ ہوتے تو انھوں نے ان کو
بیت المال پر عامل بنایا۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے عبداللہ
ابن الارقم رض سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا کسی کو نہیں دیکھا
اور عمر رض نے اُن سے فرمایا کہ اگر تمہاری سبقتِ اسلام دوسرے
لوگوں جیسی ہوتی تو میں تم پر کسی کو مقدم نہ کرتا (عبداللہ ابن
الارقم زہری قریشی فتح مکہ کے سال میں اسلام لائے تھے)۔ اور
استیعاب میں ہے کہ عمر بن الخطاب رض نے عبداللہ بن مسعود رض کو عمار
ابن یاسر رض کے ساتھ کوفہ بھیجا اور کوفہ والوں کو لکھا کہ میں تمہارے
پاس بھیج رہا ہوں عمار بن یاسر رض کو امیر بنا کر اور عبداللہ بن مسعود رض
کو معلم اور وزیر بنا کر اور وہ دونوں شرفاء اصحابِ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم میں سے اور اہلِ بدر میں سے ہیں تو تم ان دونوں
کی اقتدا کرو اور ان دونوں کی بات مانو اور عبداللہ رض کو تو
میں تمہارے لئے اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہوں۔ عمر رضی اللہ عنہ کا
قول ہے عبداللہ بن مسعود رض کے بارے میں کہ وہ علم سے بھرا ہوا
تھیلا ہے۔ اور استیعاب میں ہے مروی ہے ابن عباس رض سے کہا کہ
میں ایک دن عمر رض کے ساتھ ٹہل رہا تھا اس دوران میں اُنھوں نے
اتنا لمبا سانس لیا کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ بس ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں

فقلتُ سُبحانَ اللہ واللہِ ما اَخرجَ ہذا مِنکَ یا امیرَ المؤمنین اِلاَّ امرٌ عظیم قال ویحکَ یا ابنَ عباس ما ادری ما اَصنعُ بأمّۃِ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم قلتُ ولِمَ واَنت بحمد اللہ قادرٌ اَن تضعَ ذٰلک مکانَ الثقۃِ قالَ انّی اراکَ تقولُ ان صاحبَک اولی النّاسِ بہا یعنی علیًّا قلتُ اجل واللہِ انّی لاقولُ ذٰلک فی سابقتِہ و علمِہ و قرابتِہ وصہرہ قال انّہ کما ذکرتَ ولکنّہ کثیرُ الدُّعابۃ (مزاح وظرافت ۱۲) فعثمانُ قال واللہِ لو فعلتُ لجعلَ بنی ابی مُعیط علی رِقاب النّاس یعملونَ فیہم بمعصیۃ اللہ و اللہِ لو فعلتُ لفعلَ و لو فعلَ لفعلوا فوثبَ النّاسُ الیہ فقتلوہُ قلتُ طلحۃ بن عُبید اللہ قال الاُکَیسِعُ ہو ازہیٰ من ذٰلک ما کانَ اللہُ

تو میں نے کہا سبحان اللہ اے امیر المؤمنین واللہ آپ کے اندر سے ایسا سانس نہیں نکلا ہے مگر کسی امر عظیم نے۔ فرمایا کیا کہوں اے ابن عباس رضؓ میں نہیں سمجھ سکا ہوں کہ امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا کام کروں۔ میں نے کہا اور یہ کیسے۔ آپ اللہ کا شکر ہے اس پر قادر ہیں کہ ایک ثقہ مقام پر اس ذمہ داری کو رکھدیں۔ کہا کہ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ تم اپنے صاحب کو اس کے لئے سب سے زیادہ مستحق سمجھتے ہو آپ حضرت علی رضؓ کو مراد لے رہے تھے، میں نے کہا کہ ہاں واللہ میں ان کے سابقہ اعمال اور ان کے علم اور ان کی قرابت اور ان کے داماد ہونے کی وجہ سے ان ہی کے لئے یہ کہہ رہا ہوں۔ فرمایا کہ وہ ایسے ہی ہیں جیسا تم نے ذکر کیا، لیکن وہ بکثرت ہنسی مذاق کی باتیں کرنے والے ہیں۔ (ایسا شخص بے رُعب ہوتا ہے اور خلافت کے لئے رُعب ضروری ہے) میں نے کہا تو عثمان رضؓ موجود ہیں تو بولے کہ واللہ اگر میں نے ایسا کیا تو وہ ابو مُعیط کی اولاد کو لوگوں کی گردنوں پر سوار کردے گا اور وہ لوگوں پر اللہ کی معصیت کے ساتھ حکمرانی کرنے لگیں گے۔ واللہ اگر میں نے ایسا کیا تو وہ ضرور وہی کرے گا اور جب وہ یہ کرے گا تو وہ لوگ بھی وہی کریں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ عثمان رضؓ پر لوٹ پڑیں گے اور اس کو قتل کردیں گے۔ میں نے کہا کہ طلحہ بن عبید اللہ۔ تو فرمایا کہ اُکَیسِع (چھوٹا کُسَعی) یعنی غلط کار بلکہ وہ اس سے بھی بڑھا ہوا خود پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ

عہ کُسَعی ایک شخص تھا کُسَیعہ یا بنی الکسیع کا۔ عرب کے لوگ شرمندگی اور ندامت میں اس کی مثال لاتے ہیں۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ اس نے ایک عمدہ کمان تیار کی تھی اور وہ بڑا تیر انداز تھا۔ رات کو تاریکی میں بیٹھ کر اس نے گدھوں کو تیر مارے اور ہر ایک تیر گدھے میں سے پار ہوکر پہاڑ کے پتھر پر لگا اس میں سے آگ نکلتی رہی۔ وہ یہ سمجھا کہ میرے تیروں نے خطا کی اور نشانے پر نہ لگے اور غصہ میں آکر کمان توڑ ڈالی یا اپنی انگلی کاٹ لی۔ جب صبح کی روشنی ہوئی تو دیکھتا ہے کہ تمام گدھے خون آلودہ پڑے ہوتے ہیں اور تیر اُن کے پار نکل کر خون میں لتھڑے ہوتے ہیں اُس وقت اس کو سخت ندامت ہوئی۔ اس روز سے یہ مثل ہوگئی۔ لطیفہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کے قصہ میں طلحہ رضؓ نے خود بھی اپنے حق میں یہی لفظ استعمال کیا تھا یعنی نَدامۃ الکُسَعی یعنی میں عثمان رضؓ کے مقدمہ میں کُسَعی کی طرح شرمندہ ہوں ۱۲ مترجم از لغات حدیث

لِیُرِیْنَے اُوَلِّیْہ اَمْرَ اُمَّۃِ محمدٍ صلے اللہ علیہ وسلم وہو علٰے مافیہ من الزّہو قلتُ الزبیر بن العوّام قال اذًا یُلاطِمُ النَّاسَ فے الصّاعِ والمُدّ قلتُ سعد بن ابے وقاص قال لیسَ بصاحبِ ذلک ذاک صاحبُ مِقْنَبٍ یقاتلُ فیہ قلتُ عبدالرحمٰن بن عوف قال نِعم الرّجلُ ذکرتَ ولکنہ ضعیفٌ عن ذلک واللہِ یا ابنَ عباس مایصلح لہٰذا الامر الاّ القویّ فے غیرِ عُنْفٍ واللّیّن فے غیر ضعف الجوّاد فے غیر سرف المُمْسِک فے غیر بُخل قال ابن عباس کان عمرُ کذلک واللہ وفے الاستیعاب ذُکِرَ معاویۃ عند عمر یومًا فقال دعونا من ذمّ فتے قریش مَن یضحک فی الغضب و لاینالُ ماعندہٗ الاّ علے الرِّضے و لایُؤخذُ مافوقَ رأسہ الاّ من تحتِ قدمیہ وفے الاستیعاب استشارَ عمر الصحابۃَ فے رجل یُوجّہہٗ الے العراق فاَجمعوا جمیعًا علٰے عثمان بن حُنَیف وقالوا لن تبعثَہ الے اہمّ من ذلک

ایسا نہ کرے گا کہ میری یہ رائے کر دے کہ میں اُمتِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی تولیت اُس کے سپرد کر دوں اور وہ اپنی اُسی صفتِ خود پسندی پر ہو۔ مَیں نے کہا کہ زُبیر بن العوّام۔ تو کہا کہ اگر وہ ہوا تو ہمیشہ لوگوں کے (چھوٹی چھوٹی باتوں) صاع اور مُد کے بارے میں طمانچے مارتا پھرا کرے گا (یعنی امورِ مہمہ پر توجہ نہ دے گا) میں نے کہا سعد بن ابی وقاص۔ تو کہا کہ وہ اس کا اہل نہیں وہ جنگی سواروں میں کا شخص ہے۔ میں نے کہا عبدالرحمٰن ابن عوف۔ فرمایا کہ بہت اچھا آدمی ہے جس کا تو نے ذکر کیا لیکن وہ اس ذمہ داری سے ضعیف ہے۔ اے ابن عباس رضؓ اس امر کے لئے کوئی صالح نہیں مگر ایسا طاقتور شخص جس میں سخت مزاجی نہ ہو اور ایسا نرم مزاج جس میں ضعف نہ ہو اور ایسا جوّاد (یعنی سخی) جس میں فضول خرچی نہ ہو اور ایسا مُمسِک (ہاتھ روک کر خرچ کرنے والا) جس میں بُخل نہ ہو۔ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ واللہ عمر رضؓ ایسے ہی تھے۔ اور استیعاب میں ہے کہ ایک دن معاویہؓ کی بُرائی کی گئی عمر رضؓ کے سامنے تو فرمایا کہ ہمارے سامنے ایسے قریشی جوان کی مذمت مت کرو جو غصہ کی حالت میں ہنسا کرتا ہے۔ اور جو چیز بھی اُس کو دی جاتی ہے (یا جو حالت اس پر پہنچائی جاتی ہے) وہ اس پر راضی اور خوش ہوتا ہے۔ اور کوئی ایسی چیز اُس سے نہیں لی جاتی جو اُس کے سر کے اوپر ہو مگر وہ اُس کے قدموں کے نیچے کی ہو گئی ہے[ف] اور استیعاب میں ہے کہ عمر رضؓ نے صحابہؓ سے ایسے شخص کے بارے میں مشورہ طلب کیا جس کو عراق کی طرف روانہ کیا جائے۔ تو سب نے اتفاق کیا عثمان بن حُنَیف پر اور کہا کہ آپ ان کو کبھی نہیں بھیجیں گے کسی ایسے کام پر جو اس سے بھی زیادہ اہم ہو

ف یہ حضرت معاویہ رضؓ کی سیر چشمی اور سخاوت کی تعریف ہے کہ اگر اس سے اُس کی ایسی عزیز چیز مانگی جائے جس کو وہ سر پر رکھے ہوتے ہو تو اس طرح بغیر رکاوٹ بخش دے گا جیسے کوئی پیش افتادہ شے کو اُٹھا کر کسی کو دیدے ۱۲ مترجم

فانّ لہٗ بصرًا و عقلاً و معرفۃً و تجربۃً فاسرع عمر الیہ فولّاہ مساحۃَ الارض فضرب عثمان علی کلّ جَرِیْبٍ من الارض ینالہ المآء عامرٍ اَوْ غامرٍ درہمًا و قفیزًا فبلغت جبایۃ سوادِ العراق قبل اَن یموت عمر مئتا (خراج) مائۃَ الفِ الفٍ و نیفًا (یعنے چندے زائد) وفی الاستیعاب ایضًا کان عتبۃ بن غزوانَ اوّلَ مَن نزلَ البصرۃ من المسلمین و ہو الذی اختطّہا (جدا کرد زمین او را) و قالَ لہٗ عمر لما بعثہ الیہا یا عتبۃُ اِنّی اُرید ان اُوجّہک لتقاتلَ بلدَ الحِیرۃ لعلّ اللّٰہ یفتحہا علیکم فسِرْ علیٰ برکۃ اللّٰہ ویُمنہٖ اتّقِ اللّٰہ ما استطعتَ و اعلم انکَ تأتی حومۃَ (وسط) العدوِّ و اَرجو اَن یُعِیْنَکَ اللّٰہ علیہم و یکفیکہم و قد کتبتُ الی العلاء الحضرمی اَن یُمِدّک بعرفجۃ بن خزیمۃ و ہو ذو مجاہدۃٍ للعدوِّ و مکایدۃٍ.

(اگر آپ کو ثابت ہو جائے گا) کہ بیشک وہ اہلِ بصیرت اور صاحبِ عقل و معرفت اور تجربہ کار ہے تو عمرؓ نے فورًا اُن کو بلایا اور اُن کو زمین کی پیمایش کا عہدہ سپرد کر دیا۔ (یعنی مہتمم بندوبست بنایا) تو عثمان نے لگان مقرر کیا ہر جریب (۴۴ اگز) پر جس کو پانی پہنچتا ہے خواہ وہ زمین مزروعہ ہو (آباد) یا غیر آباد (مگر قابل زراعت) ہو اُس پر مال گزاری ایک درہم اور ایک قفیز (ناپ کا پیمانہ) غلّہ قائم کیا۔ تو سواد (سرسبز علاقہ) عراق کی مالگزاری حضرت عمرؓ کے انتقال سے پہلے دس کروڑ سے اُوپر پہنچ گئی تھی۔[۵] اور استیعاب میں یہ بھی ہے کہ عتبہ بن غزوان مسلمانوں میں کے پہلے شخص ہیں جو بصرہ میں اُترے اور یہی وہ شخص ہیں جنھوں نے اُس کی حد بندی کی اور اُن کو عمرؓ نے فرمایا تھا جب اُن کو ادھر بھیجا کہ اے عتبہ! میں تم کو بھیجنے کا ارادہ کر رہا ہوں تاکہ تم اہلِ حیرہ سے قتال کرو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے ہاتھ پر فتح کرے گا اب تم اللہ کی برکت و خیر کے ساتھ روانہ ہو جاؤ اپنے مقدور بھر اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ خوب سمجھ لو کہ تم دشمن کے وسط میں پہنچ رہے ہو اور میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ اُن کے مقابلہ پر تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لئے کافی ہو جاتے گا اور میں نے علاء الحضرمی کو لکھ دیا ہے کہ وہ تمہاری مدد کرے عرفجہ بن خزیمہ کے ساتھ (یعنی اس کو تمہارے پاس بھیجدے) اور وہ دشمنوں کے ساتھ خوب جہاد کرنے والا اور تن دہی کے ساتھ لڑنے والا شخص ہے تو اُس سے

[۵] یہ عجیب بات ہے کہ حضرت عمرؓ نے اگرچہ نہایت نرمی سے خراج مقرر کیا تھا لیکن جسقدر مالگزاری ان کے عہد میں موصول ہوتی زمانہ مابعد میں کبھی وصول نہیں ہوتی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے کہ حجاج پر خدا لعنت کرے کمبخت کو نہ دین کی لیاقت تھی نہ دنیا کی۔ عمرؓ بن الخطاب نے عراق کی مالگزاری دس کروڑ اٹھائیس لاکھ درہم وصول کی۔ زیاد نے دس کروڑ پندرہ لاکھ اور حجاج نے باوجود جبر اور ظلم کے صرف دو کروڑ آٹھ لاکھ درہم وصول کئے۔ مامون رشید کا زمانہ عدل و انصاف کے لئے مشہور ہے لیکن اس عہد میں بھی عراق کے خراج کی تعداد ۵ کروڑ ۴۸ لاکھ درہم سے کبھی نہیں بڑھی ۱۲ مترجم از "الفاروق"

نشاورہ و ادع الی اللہ فمن اجابک
فاقبل منہ ومن ابی فالجزیۃ عن ید
مذلۃ و صغار و الا فالسیف فی غیر
ہوادۃ واستنفر من مررت بہ من العرب
و حثہم علی الجہاد و کابد العدو واتق اللہ
ربک فافتتح عتبۃ بن غزوان الابلۃ
ثم اختط البصرۃ و فی الاستیعاب من
حدیث الشعبی ان عدی بن حاتم قال
لعمر اذ قدم علیہ ما اظنک تعرفنی قال
و کیف لا اعرفک واول صدقۃ
بیضت وجہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم صدقۃ طی اعرفک آمنت
اذ کفروا و اقبلت اذ ادبروا و
اوفیت اذ غدروا و از انجملہ آنست
کہ نہی می فرمود نہی شدید از استعمال کفار
بر اعمال مسلمین فی ریاض النضرۃ ان
ابا موسی قدم علی عمرؓ و معہ کاتب
نصرانی فرفع کتابہ فاعجب عمر ولم یعلم
انہ نصرانی فقال لابی موسی این کاتبک
ہذا حتی یقرأ الکتاب علی الناس فقال
ابو موسی یا امیر المؤمنین انہ لا یدخل
المسجد قال لم اجنب ہو قال لا
ولکنہ نصرانی فانتہرہ عمر و
قال لا تدنوہم وقد اقصاہم
اللہ و لا تکرموہم وقد اہانہم

مشورہ کرتے رہو اور لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے رہو جو اجابت
کرے تم اس سے قبول کرو اور جو انکار کرے تو وہ ذلیل اور حقیر ہو کر
جزیہ دے ورنہ تلوار ہے بغیر کسی ہمدردی کے۔ اور عرب کے جس قبیلہ
پر بھی تمہارا گزر ہو اس کے لوگوں کو جمع کرو اور اُن کو جہاد کے لئے
اور دشمنوں کو بے حوصلہ کرنے کے لئے آمادہ کرو اور اللہ سے جو
تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو۔ تو عتبہ بن غزوان نے اُبلّہ کو فتح
کر لیا۔ پھر بصرہ کی حدود متعین کیں۔ اور استیعاب میں شعبی کی
حدیث میں سے ہے کہ جب عدی بن حاتم حضرت عمرؓ سے آکر ملے تو
اُنھوں نے کہا کہ میرا گمان نہیں ہے کہ آپ مجھے پہچان رہے ہیں تو
آپ نے فرمایا کہ میں تم کو کیسے نہ پہچانوں گا حالانکہ پہلا صدقہ جس
نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمکا دیا تھا طے کا صدقہ
تھا۔ میں تم کو پہچانتا ہوں کہ تم ایمان لائے جب کہ وہ (قبیلہ طے
والے) کافر تھے اور تم ہماری طرف آئے جب اُنھوں نے (مرتد ہو کر)
پیٹھ پھیر لی تھی اور آپ وفادار رہے جب اُن لوگوں نے غداری
کی تھی۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ شدت کے ساتھ روکا
کرتے تھے کفار سے اعتماد کے کام لینے سے مسلمانوں کے معاملات
میں۔ ریاض النضرۃ میں ہے کہ ابو موسیٰؓ عمرؓ کے پاس آئے اور
اُن کے ساتھ ان کا نصرانی کاتب تھا۔ تو اُس نے اپنا لکھا ہوا
حساب پیش کیا جس کو عمرؓ نے پسند کیا اور یہ نہ سمجھے کہ وہ نصرانی
ہے۔ پھر آپ نے ابو موسیٰؓ سے کہا کہ تمہارا یہ کاتب کہاں ہے؟
کہ لوگوں کو یہ تحریر پڑھ کر سنائے۔ تو ابو موسیٰؓ نے کہا کہ اے
امیر المؤمنینؓ وہ مسجد میں داخل نہ ہو سکے گا تو آپ نے فرمایا
کیوں؟ کیا وہ جنبی ہے۔ ابو موسیٰؓ نے کہا نہیں لیکن وہ نصرانی
ہے تو آنکو عمرؓ نے جھڑکا اور فرمایا کہ ان کو اپنے سے قریب نہ کرو
جب کہ اللہ نے دُور کر دیا اور ان کا اکرام نہ کرو جب ان کو اللہ نے

اللہ و لا تأمنوهم وقد خوَّنهم الله قد نہیتکم
عن استعمال اہل الکتاب فانہم یستحلون
الرُّشا (رشوت) و فی روایۃ ان عمر قال لابی موسیٰ
ائتنی برجل ینظر فی حسابنا فاتاہ بنصرانی
فقال لو کنتُ تقدّمتُ الیک لفعلتُ (ای العقاب)
و فعلتُ سألتک رجلاً اشرکہ فی امانتی
فاتیتنی بمن یخالف دینہ دینی۔
و ازاں جملہ آنکہ بنفس خود عسس (گشت) مے
فرمود و اختیارِ این امر بجہت دو فائدہ بود
اولے اطلاع براحوالِ رعیت تا ہر جا
خللے یافتہ شود تدارکِ آن بعمل آید
و ملوک عدالت پیشہ برائے ظہور این فائدہ
مُنہیان و سوانح نگاران مقرر کردہ اند و فائدہ
ثانیہ محافظتِ ضعفاء از دستِ بُرد سُرّاق و
پادشاہانِ عادل برائے رعایت این مصلحت
عسس و شُرَط قرار دادہ اند و ہمچنین ہر مصلحتے
کہ ملوک برائے آن شخصے را معین ساختہ اند حضرت
فاروق رض بنفسِ نفیس خود تا مدتے التزام مباشرت
آن مے فرمود تا بر نقیر و قطمیر آن مصالح
مطلع شود و ضابطہ برائے آن قرار دہد و ازین
قبیل است حکایت تعہد نساء غزاۃ و خلفِ
قافلہ گشتن او رضی اللہ عنہ و ادرا
رضی اللہ عنہ در اوقاتِ عسس اتفاقات
عجیبہ رُوئے دادہ است در ضمن دو
سہ حکایت تقریر آن عجائب کنیم۔

ذلیل کر دیا اور ان کو امین نہ بناؤ جب کہ اللہ نے ان کو خائن قرار
دیا۔ میں تم کو روک چکا ہوں اہلِ کتاب کو معتمدِ کار بنانے
سے کہ یہ لوگ رشوتوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور ایک روایت
میں یہ ہے کہ عمر رض نے ابو موسیٰ رض سے کہا کہ ہمارے پاس ایسا شخص
لے کر آؤ جو ہمارے حساب کی پڑتال کرے تو وہ اُن کے پاس
ایک نصرانی کو لے گئے تو فرمایا کہ اگر میں تجھ پر پیشقدمی کرتا تو
ایسا کرتا اور ایسا کرتا۔ میں نے تجھ سے ایسے شخص کا سوال کیا
تھا جس کو اپنی امانت میں شریک کر سکوں تو میرے پاس ایسے
شخص کو لے آیا جس کا دین میرے دین کے خلاف ہے۔ اور
اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بذاتِ خود گشت کیا کرتے تھے اور اس
کام کو دو فائدوں کے لئے اختیار کیا تھا۔ پہلا فائدہ رعیّت کے
حالات پر مطلع رہنا تاکہ جہاں بھی کوئی رخنہ واقع ہو تو اُس کا
تدارک عمل میں آجائے اور شاہانِ عادل نے اس مفاد کے لئے
مخبرین اور سوانح نگاروں کو مقرر کیا ہے۔ اور دوسرا فائدہ
ہے ضعفاء کی حفاظت چوروں کی دستِ بُرد سے اور بادشاہان
عادل نے اس مصلحت کے لئے کوتوال اور سپاہی مقرر کئے
ہیں اور اُسی طرح جن مصلحتوں کے لئے بادشاہوں نے ایک شخص
کو معیّن کیا ہے حضرت فاروق رض نے خود بنفسِ نفیس ان کاموں
کے کرنے کا التزام کیا ہے تاکہ ان مصالح کی ہر طرح کی
چھوٹی چھوٹی جزئیات پر بھی مطلع ہو جائیں اور اُن کے پیشِ نظر
ضابطے مقرر کر دیں اور اسی قسم میں سے ہیں غازیوں کی
بیویوں کی خبر گیری فرمانے کے قصّے اور آنحضرت رضی اللہ عنہ
کے قافلہ کے پیچھے چلنے کی حکایتیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کو گشت کے اوقات میں عجیب اتفاقات پیش آتے ہیں۔ دو
تین حکایتوں کے ضمن میں ہم ان عجائبات کا بیان کرتے ہیں۔

عن زید بن اسلم عن ابیہ قال خرجتُ مع
عمر فے السوق فلحقتہ امرأۃ شابۃ
فقالت یا امیر المؤمنین ہلک زوجی و
ترک صِبیۃً صغاراً واللہ ماینضجون
کُراعاً و لا لہم ضرع و لازرع وخشیتُ
علیہم الضبعۃ وانا ابنۃ خفاف بن
ایماء الغفاری و قد شہد ابی الحدیبیۃ
مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فوقف
معہا ولم یمض وقال مرحباً
بنسب قریب ثم انصرف الی بعیر
ظہیر کان مربوطاً فے الدار فحمل
علیہ غرارتین ملأہما طعاماً وجعل
بینہما نفقۃً وثیاباً ثم ناولہا
خطامہ فقال اقتادیہ فلن یفنے
ہذا حتے یأتیکم بخیر فقال الرجل یا
امیر المؤمنین اکثرت لہا فقال
ثکلتک امک واللہ انی لأریٰ
ابا ہذہ و اخاہا و قد حاصرا حصناً
زماناً فافتتحاہ ثم اصبحنا نستفیٔ
سُہمانہما اخرجہ البخاری وفے الریاض
عن ابن عمر قال قدمت رفقۃٌ من
التجار فنزلوا المصلّے (عیدگاہ پر ٹھہرے) فقال عمر لعبد الرحمن
ہل لک ان نحرسہم اللیلۃ من
السّرَق فباتا یحرسانہم و
یصلیان ماکتب اللہ

روایت ہے زید بن اسلم سے انھوں نے روایت کیا اپنے باپ سے کہا کہ
میں عمرؓ کے ساتھ بازار گیا تو ان سے آکر ملی ایک جوان عورت اور
اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میرا شوہر ہلاک ہوگیا اور اس نے
چھوٹی چھوٹی لڑکیاں چھوڑیں واللہ نہ انھیں گوشت کا ٹکڑا میسّر
ہے اور نہ ان کے پاس دودھ دینے والا کوئی جانور ہے اور نہ کھیتی
ہے اور مجھے ان کے مرجانے کا اندیشہ ہے۔ اور میں خُفافؓ بن
ایماء الغفاری کی بیٹی ہوں اور وہ حُدَیبیہ میں حاضر تھے نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ۔ تو عمرؓ اس کے پاس ٹھہرے اور آگے نہیں
گئے۔ اور فرمایا کہ بہت اچھا نسب ہے قریب کا (یعنی جس کو ہم
جلد پہچان گئے) پھر ایک باربرداری کے اونٹ کی طرف لوٹے جو
گھر میں بندھا ہوا تھا اس کے اوپر دو بورے لادے۔ دونوں کھانے
کی چیزوں سے بھرے ہوئے تھے اور ان کے درمیان نقدی بھی
تھی اور کپڑے بھی تھے پھر اس عورت کو اونٹ کی مُہار پکڑوادی
اور فرمایا کہ اس کو ہنکالیجا۔ یہ ختم نہ ہوگا کہ تیرے پاس اور مال
پہنچ جائے گا۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ
نے اس کو بہت دیدیا۔ آپ نے فرمایا تجھے تیری ماں روئے واللہ
میں دیکھ رہا ہوں اس عورت کے باپ کو اور بھائی کو اور ان
دونوں نے ایک قلعہ کا ایک زمانہ سے محاصرہ کر رکھا تھا پھر انھوں
نے اسے فتح کرلیا پھر ہم صبح کو ان دونوں کے حصے لوٹا رہے
تھے، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ریاض میں ہے کہ ابن
عمرؓ سے مروی ہے کہا کہ تاجروں کا ایک قافلہ آیا اور وہ لوگ
عیدگاہ پر ٹھہرے تو عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہا کہ کیا
آپ ہمارا ساتھ دینگے اس میں کہ آج رات ہم ان لوگوں کی چوروں
سے حفاظت کریں تو یہ دونوں تمام رات جاگتے اور ان لوگوں کی
حفاظت کرتے رہے اور نماز پڑھتے رہے جو اللہ نے ان دونوں کے لئے

لها فسمع عمر بكاء صبي فتوجه نحوه
فقال لأمه اتقي الله وأحسني الى
صبيك ثم عاد الى مكانه فسمع بكاءه
فعاد الى أمه فقال لها مثل ذلك
ثم عاد الى مكانه فلما كان من آخر
الليل سمع بكاءه فأتى أمه و
قال ويحك اني لأراك أم سوء
ما لي أرى ابنك لا يقر منذ الليلة
قالت يا عبد الله قد أبرمتني منذ
الليلة اني أريغه على
الفطام فيأبى قال ولم قالت لان
عمر لا يفرض الا للمفطم قال فكم له
قالت كذا وكذا شهرا قال لا تعجليه فصلى
الفجر وما يستبين الناس ثم
غلبه البكاء فلما سلم قال
يا بؤسا لعمر كم قتل من أولاد
المسلمين ثم أمر مناديا ينادي
ان لا تعجلوا صبيانكم على
الفطام وانا نفرض لكل مولود في
الاسلام وكتب بذلك الى
الآفاق ان يفرض لكل مولود
في الاسلام أخرجه صاحب
الصفوة وفيه عن عروة بن
رويم قال بينا عمر بن
الخطاب

مقدر کردی تھی۔ تو عمرؓ نے (گشت پر جاتے ہوتے) ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو اس کی طرف توجہ کی۔ پھر اس کی ماں سے کہا کہ اللہ سے ڈر اور اپنے بچہ کے ساتھ نیک برتاؤ کر پھر اپنے مقام کی طرف واپس ہوتے تو پھر بچے کے رونے کی آواز سنی پھر اس کی ماں کی طرف پہنچے اور پھر اس سے وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ پھر (گشت کرتے ہوتے) اپنی جگہ کی طرف لوٹے۔ پھر جب آخر شب کا وقت آیا تو پھر آپ نے اس بچہ کی رونے کی آواز سنی تو اس کی ماں کے پاس پہنچے اور فرمایا افسوس ہے تجھ پر میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو بہت بری ماں ہے۔ کیا ہوا کہ میں تیرے بچے کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ آج کی رات اتنا بے قرار ہے۔ اس نے کہا اے اللہ کے بندے تو نے بھی مجھے آج رات تنگ کر دیا۔ میں اس کو دودھ چھوڑانے کی عادت ڈال رہی ہوں اور یہ مانتا نہیں۔ آپ نے کہا اور کیوں؟ اس نے کہا اس لئے کہ عمرؓ وظیفہ نہیں دیتا مگر اس بچہ کو جس کا دودھ چھوٹ گیا ہو۔ آپ نے کہا کہ اس کی کیا عمر ہے؟ اس نے کہا اتنے اور اتنے مہینے کی۔ فرمایا کہ اس کے ساتھ جلدی نہ کر۔ پھر آپ نے صبح کی نماز پڑھی (یعنی شروع کی) درآں حالیکہ لوگ واضح طور پر نظر نہیں آتے تھے (یعنی اول وقت) پھر ان پر گریہ غالب آگیا تو جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ کس قدر بربادی ہے عمرؓ کی۔ مسلمانوں کے بچوں میں سے اس نے کتنوں کو ہلاک کر دیا۔ پھر منادی کو حکم دیا کہ یہ اعلان کرے کہ اپنے بچوں کا دودھ چھوڑانے میں جلدی نہ کرو (اب) مسلمانوں کے ہر بچہ کا وظیفہ مقرر کر دینگے۔ اور جملہ اطراف ملک میں احکام بھیجدیئے کہ اسلام میں کے ہر بچے کا پیدائش کے ساتھ ہی وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔

اس کو صاحب الصفوہ نے روایت کیا۔ اور اسی میں ہے کہ عروہ بن رویم سے مروی ہے کہ ایسے وقت جب کہ عمرؓ بن الخطاب لوگوں کو

يتصفح الناس يسألهم عن أمرآء أجنادهم اذ مرّ باهل حمص فقال كيف انتم وكيف اميركم قالوا خير امير يا اميرَ المؤمنين الآ انّہ قد بنےٰ عِليّةً يكونُ فيها فكتب كتاباً وارسل بريدًا وأمره اذاجئتَ بابَ علية فاجمع حَطَباً واحرقْ باب عليّة فلما قدم جمع حطباً واحرق بابَ العليّة فدخل عليہ الناسُ وذكروا انّ ہٰہنا رجلاً يُحرِّق بابَ عليتكَ فقالَ دَعوه فانّہ رسولُ اميرَ المؤمنين ثمّ دخلَ عليہ فناولہ الكتاب من يده فلم يَضَعِ الكتاب من يده حتےٰ ركب فلمّا رآه عُمر قال احبسوه عنّی فی الشمسِ ثلٰثةَ ايّامٍ فحُبسَ عنہ ثلٰثا حتّےٰ اذاكان بعدَ ثلٰث قال يا ابن فرط الحقنی الی الحرّة وفيها ابل الصّدقة وغنمها حتےٰ اذا جآءه الحرّةَ القےٰ عليہ نمرةً وقالَ انزع ثيابكَ واتزرْ بہٰذه ثم ناولہ الدّلوَ فقالَ اسقِ ہٰذه الابل فلم يفرغ حتےٰ تَعِبَ فقالَ يا ابن فرط متےٰ كانَ عہدكَ بہٰذا قال مَلِياً يا اميرَ المؤمنين قال فلہٰذا بنيتَ العِليۃ وأشرفتَ بہا علےٰ المسلمين والأرملة واليتيم ارجع الےٰ عملكَ ولا تعدْ وفيہ

غور کے ساتھ دیکھ رہے اور ان سے ان کے لشکروں کے اُمراء کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے تھے کہ ان کا گزر اہلِ حمص پر ہوا آپ نے ان سے فرمایا کہ تمھارا کیا حال ہے اور تمھارا امیر کیسا ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین وہ اچھا امیر ہے مگر اس نے ایک بالاخانہ بنالیا ہے جس میں وہ رہتا ہے تو آپ نے ایک خط لکھا اور قاصد کو بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ جب تو بالاخانہ کے دروازے پر پہنچے تو لکڑیاں جمع کر کے اُس کو پھونک دینا تو جب وہ وہاں پہنچا تو اُس نے لکڑیاں جمع کر کے بالاخانہ کے دروازے کو آگ لگادی، اس پر امیر کے پاس لوگوں نے جاکر کہا کہ یہاں ایک شخص ہے جو آپ کے بالاخانہ کا دروازہ پھونک رہا ہے۔ امیر نے کہا کہ اُسے چھوڑ دو کہ وہ امیر المؤمنین کا قاصد ہے پھر قاصد امیر کے پاس پہنچا تو امیر نے خط اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اُس کو اپنے ہاتھ سے چھوڑا نہیں کہ سوار ہوگیا۔ جب اس کو عمرؓ نے دیکھا تو کہا کہ میری جانب سے اس کو تین دن دھوپ میں روکے رکھو تو اس کو تین دن دھوپ میں روکا گیا۔ جب تین دن گزر گئے تو کہا اے ابنِ فرط! مجھ سے حرّہ میں آکر مل (حرّہ مدینہ کی آبادی سے باہر ایک پتھریلا مقام ہے) اور اس میں صدقہ کے اونٹ اور بکریاں موجود تھیں۔ تو جب وہ حرّہ پہنچا تو اس کے اُوپر ایک چادر پھینک دی اور کہا کہ اپنے کپڑے اُتار اور اس کی لنگی بناکر باندھ پھر اُس کو ڈول دیا اور کہا کہ ان اُونٹوں کو پانی پلا تو وہ چند ڈول کھینچ کر تھک گیا۔ تو آپ نے کہا کہ اے ابنِ فرط! اس عہدہ پر تجھے کتنا زمانہ گزرا۔ اُس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین زمانہ دراز سے ہوں۔ فرمایا تو اسی وجہ سے تم نے بالاخانہ بنایا۔ اور اُس پر چڑھ کر بیٹھے۔ سب مسلمانوں سے اور مصیبت زدوں سے، یتیموں سے اونچے ہوکر۔ اپنے عہدہ پر واپس جاؤ اور آئندہ ایسا نہ ہو۔ اور اسی میں ہے کہ

عن انس بن مالک بینما امیر المؤمنین عمر یعسّ ذات لیلۃ اذ مرّ باعرابیّ جالس بفناء خیمۃ فجلس الیہ یحدّثہ ویسألہ ویقول لہ ما اقدمک ہذہ البلاد فبینا ہو کذلک اذ سمع انینًا من الخیمۃ فقال من ہذا الذی اسمع انینہ فقال امر لیس من شانک امرأۃ تمخض (دردزہ دارد) فرجع عمر الی منزلہ وقال یا ام کلثوم شُدّی علیک ثیابک واتبعینی قال ثمّ انطلق حتی انتہی الی الرجل فقال لہ ہل لک ان تأذن لہذہ المرأۃ ان تدخل علیہا فتؤنسہا فاذن لہا فدخلت فلم یلبث ان قالت یا امیر المؤمنین بشّر صاحبک بغلام فلمّا سمع تو لہا امیر المؤمنین وثب من جنبہ فجلس بین یدیہ وجعل یعتذر الیہ فقال لا علیک اذا اصبحت فاتنا فلمّا اصبح اتاہ ففرض لابنہ فی الذرّیۃ واعطاہ وفیہ عن ابن عمر انّ عمر لمّا رجع من الشام الی المدینۃ انفرد عن الناس لیعرف اخبارہم فمرّ بعجوز فی خبائہا فقصدہا فقالت

انس بن مالک رضؓ سے مروی ہے کہ ایسے وقت میں کہ امیر المؤمنین رضؓ ایک رات میں گشت کر رہے تھے کہ آپ کا گزر ایک اعرابی پر ہوا جو اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا تو اس کے پاس جا بیٹھے اور اس سے باتیں کرنے لگے اور سوالات کرنے لگے اور اس سے یہ پوچھ رہے تھے کہ ان شہروں میں تیرا آنا کس وجہ سے ہوا، ابھی وہ اسی گفتگو میں تھے کہ خیمہ کے اندر سے آہستہ آہستہ رونے کی آواز سنی۔ تو آپ نے کہا کہ یہ آواز کیسی ہے جو میں سن رہا ہوں تو اس نے کہا کہ یہ ایسی بات ہے جو تم سے متعلق نہیں۔ ایک عورت ہے جس کے پیدائش کا درد ہو رہا ہے۔ تو عمر رضؓ اپنے مکان پر لوٹ کر آئے اور (از زوجہ محترمہ سے) فرمایا کہ اے ام کلثوم رضؓ اپنے کپڑے کس کر بدن پر باندھ لو اور میرے ساتھ چلو۔ کہا کہ روانہ ہوتے اور اسی شخص کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ کیا تم اجازت دو گے اس عورت کو یہ اس کے پاس جا کر اس کی تسکین اور تشفی کرے تو اس نے اجازت دیدی اور یہ اس کے پاس اندر پہنچ گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ام کلثوم رضؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رضؓ اپنے ساتھی کو لڑکے کی بشارت دید یجئے۔ جب اس اعرابی نے ان کا قول امیر المؤمنین سنا تو وہ کود کر آپ کے پہلو سے اٹھا اور سامنے آ بیٹھا اور آپ سے معذرت کرنے لگا۔ تو آپ رضؓ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں جب صبح ہو جاتے تو ہمارے پاس آجانا تو جب صبح ہوئی تو وہ آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے اس کے بچے کے لئے بچوں کا وظیفہ مقرر کر دیا اور اس کو عطا کر دیا۔ اور اسی میں ہے کہ ابن عمر رضؓ سے مروی ہے کہ جب عمر رضؓ شام سے مدینہ لوٹ کر آتے تو لوگوں سے الگ ہو گئے تا ان کے احوال معلوم کریں تو آپ کا گزر ایک بڑھیا پر ہوا جو اپنے خیمہ میں تھی تو اس سے پوچھ کچھ کرنے لگے تو اس نے کہا کہ

يا هذا ما فعل عمرَ قال هو ذا قد اقبلَ من
الشام قالت لا جزاه الله عنّي خيرًا قال
ويحكِ ولِمَ قالت لانّه والله ما نالني من
عطائه منذ ولِيَ الى يومنا هذا دينارٌ و
لا درهمٌ قال ويحكِ وما يدري عمر حالكِ
وانتِ في هذا الموضعِ فقالت سبحانَ
الله ما ظننتُ ان احدًا يلي على الناس
ولا يدري ما بينَ مشرقها ومغربها
فاقبلَ عمر وهو يبكي و يقول واعُمراه
واخصوماه كل احدٍ افقهُ منكَ يا عمر
ثم قال لها كم تبيعيني ظلامتكِ منه
فاني ارحمهُ من النارِ قالت
لا تهزأُ بنا رحمكَ الله فقال لها
عمر ليس بهزءٍ فلم يزل بها حتى اشترى
ظلامتها بخمسةٍ وعشرينَ دينارًا فبينا هو
كذلك اذ اقبلَ عليٌّ بن ابي طالب وابنُ
مسعودٍ فقالا السلام عليك يا اميرَ
المؤمنين فوضعتِ المرأة يدها على
رأسها وقالت واسوأتاه شتمتُ
اميرَ المؤمنين في وجهه فقالَ
لها عمر لا عليكِ يرحمكِ الله
قال ثمّ طلبَ عمر قطعةَ جلدٍ
يكتبُ فيه فلم يجدْ فقطعَ قطعةً
من فروةٍ كان يلبسها وكتب بسم الله
الرحمٰن الرحيم هذا ما اشترى

اے شخص عمرؓ نے کیا کیا؟ تو آپ نے کہا کہ وہ اِدھر ہی تو ہے
اور شام سے آگیا ہے تو اُس عورت نے کہا کہ خدا اُس کو میری
طرف سے جزاء خیر نہ دے۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ پر افسوس ہے
اور تو ایسا کیوں کہتی ہے۔ اُس نے کہا کہ جب سے وہ خلیفہ ہوا
ہے آج تک مجھے اُس کا کوئی عطیہ نہیں ملا نہ کوئی دینار اور نہ
درہم۔ آپ نے کہا تجھ پر افسوس، اور عمرؓ کو تیرے حال کی خبر
کیا ہے اور جب کہ تو ایسی جگہ بیٹھی ہوتی ہے۔ تو اُس نے کہا
کہ سبحان اللہ میں گمان نہیں کرتی کہ کوئی لوگوں پر والی بن
جائے اور اس کو یہ خبر نہ ہو کہ اس کے آگے مشرق اور مغرب
میں کیا ہے تو عمرؓ روتے ہوئے اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ کہہ
رہے تھے کہ ہائے عمرؓ، ہائے کتنے دعویدار ہوں گے تجھ پر،
ہر ایک تجھ سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والا ہے اے عمرؓ!
پھر اُس سے فرمایا کہ تو اپنی مظلومیت کے حق کو اس کے ہاتھ
کتنے میں بیچتی ہے کہ میں اس کو جہنم سے بچانا چاہتا ہوں۔ اُس
نے کہا کہ ہم سے مخول نہ کر۔ خدا تجھ پر رحمت کرے تو اس سے
عمرؓ نے کہا کہ یہ مخول نہیں ہے تو اس سے اصرار کرتے ہی رہے
یہاں تک کہ اس کے حق مظلومیت کو پچیس دینار میں خرید لیا۔
ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ علیؓ بن ابی طالب اور ابن مسعودؓ
آپہنچے اور ان دونوں نے کہا السلام علیک یا امیر المؤمنینؓ
تو عورت اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر کہنے لگی کہ ہائے بُرائی میں
نے امیر المؤمنینؓ کو اُس کے مُنہ پر بُرا بھلا کہدیا۔ تو اُس سے
امیر المؤمنینؓ نے فرمایا کہ تجھ پر کوئی جُرم نہیں خدا تجھ پر رحم
کرے تو عمرؓ نے ایک جلد کا ٹکڑا مانگا جس پر لکھیں مگر نہ ملا
پھر اپنی چادر میں سے جس کو اوڑھ رہے تھے ایک ٹکڑا کاٹا
اور لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ دستاویز ہے اس کی جو عمرؓ نے

عمر من فلانۃ ظلامتہا منذ ولی الی
یومنا ہذا بخمسۃ وعشرین دینارًا
فما تدعی عندی وتوفی فی المحشر
بین یدی اللہ عز وجل فعمر منہ
بریٔ شہد علی ذلک علیّ بن ابی طالب
وعبد اللہ بن مسعود ثم دفع الکتاب
الی علیّ وقال اذا انا تقدمتک
فاجعلہا فی کفنی وفیہ عن الاوزاعی
ان عمر بن الخطاب خرج فی سواد
اللیل فرآہ طلحۃ فذہب عمر
فدخل بیتًا ثم خرج ودخل بیتًا آخر
فلما اصبح طلحۃ ذہب الی ذلک
البیت فاذا العجوز عمیاء مقعدۃ فقال
لہا ما بال ہذا الرجل یاتیک قالت
انہ معاہدی منذ کذا وکذا بما
یصلحنی ویخرج عنی الاذی فقال
طلحۃ لنفسہ ثکلتک امک اعثرات عمر
تتبع اخرجہ صاحب الصفوۃ و
الفضائلی وفیہ روی انہ کان
یطوف لیلۃ فی المدینۃ فسمع
امرأۃ تقول شعر الا طال ہذا اللیل
وازور جانبہ ، ولیس الی جنبی
خلیل الاعبہ ، فواللہ لولا اللہ
لا شیء غیرہ ، لزعزع من ہذا السریر
جوانبہ ، مخافۃ ربی والحیاء

فلاں عورت سے اُس کا حق "مظلومیت" خریدا ہے جب سے وہ والی
بنا ہے آج کے دن تک پچیس دینار میں تو وہ اب اللہ کے سامنے
محشر میں کھڑی ہو کر اگر دعوی کرے تو عمرؓ اس سے بری ہے۔
اس پر گواہ ہیں علی بن ابی طالبؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ۔ پھر وہ
تحریر علیؓ کو دیدی اور فرمایا کہ جب میں تم سے پہلے دنیا سے
گزر جاؤں تو اس کو میرے کفن میں رکھدینا۔ اور اسی میں ہے
کہ اوزاعیؒ سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب رات کے اندھیرے
میں نکلے تو اُن کو طلحہؓ نے دیکھا کہ عمرؓ جاتے ہوئے ایک گھر
میں داخل ہوئے پھر نکلے اور دوسرے گھر میں داخل ہوئے۔
جب صبح ہوئی تو طلحہؓ اُس گھر میں پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ اس
میں ایک بوڑھیا ہے اندھی جس کی ٹانگیں ماری ہوئی ہیں تو
انھوں نے کہا کہ وہ شخص کیا کرتا ہے جو تیرے پاس آتا ہے۔
اُس نے کہا کہ وہ میری خبر گیری کرنے والا ہے اتنے اور اتنے
زمانہ سے جس چیز کی بھی مجھے ضرورت ہوتی ہے اور میرے
پاس سے گندگی کو ہٹاتا ہے تو طلحہؓ نے اپنے نفس سے کہا کہ تجھے
روئے تیری ماں کیا تو عمرؓ کی لغزشیں معلوم کرنے کے درپے
ہوا تھا۔ اس کو اخذ کیا صاحب الصفوہ اور فضائلی نے۔ اور اسی
میں ہے کہ ایک رات عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں گشت کر رہے
تھے تو آپ نے سنا کہ ایک عورت کہہ رہی ہے اشعار الا
طال ہذا اللیل وازور جانبہ الخ (ترجمہ) دیکھو یہ رات لمبی
ہوگئی اور اس کا گوشہ خوب تاریک ہوگیا۔ اور میرے پہلو میں
کوئی دوست نہیں جس کے ساتھ دل لگی کرلوں + تو خدا کی
قسم اگر اللہ (روکنے والا) نہ ہوتا جس کے سوا مجھے کوئی شے
(روکنے والی) نہیں۔ تو اس چارپائی کی تمام طرفیں (یعنی
پٹیاں) ضرور کانپنے لگتیں + اپنے پروردگار کا خوف اور حیا

تُرَوِّحُنِي ؛ وَأُكْرِمُ بَعْلِي أَنْ تُنَالَ مَرَاكِبُهُ ؛
وفي رواية ولكنني أخشى رقيبا موكلا ؛
بأنفسنا لا يفتر الدهر كاتبه ؛ فسأل
عمر نساء كم تصبر المرأة عن الرجل
فقلن شهرين وفي الثالث يقل
الصبر وفي الرابع ينفد الصبر
فكتب الى امراء الاجناد أن
لا تحبسوا رجلا عن امرأته أكثر
من اربعة أشهر ؛ وفيه عن الشعبي قال
سمع عمر امرأة تقول شعر دعتني
النفس بعد خروج عمرو ؛ الى
اللذات تطلع اطلاعا ؛ فقلت
لها عجلت فلا تطلعي ؛ ولو
طالت اقامته رباعا ؛ أحاذر
ان أطعتك سب نفسي ؛ و
مخزاة تجللني قناعا ؛ فقال
لها عمر ما الذي يمنعك من
ذلك قالت الحياء واكرام
زوجي قال عمر ان في
الحياء لهنات ذات ألوان من
استحيى استخفى ومن استخفى اتقى
ومن اتقى وقى اخرجه ابن ابي
الدنيا وفي الاحياء روى ان عمر كان
يعس في المدينة ذات ليلة فرأى
رجلا وامرأة على

مجھے اس کام سے ہٹاتی ہے اور (نیز) میں اپنے شوہر کی عزت کرتی
ہوں کہ اس کے سواری کے مقامات کو دوسرے شخص کو دیدیئے
جائیں۔ اور ایک روایت میں یہ ہے ولکنني اخشى الخ یعنی
لیکن میں ڈرتی ہوں ایک ایسے نگہبان سے جو ہمارے نفسوں پر
موکّل ہے جو کبھی سستی نہیں کرتا ہمیشہ ہر ایک حال لکھتا ہی
رہتا ہے۔ تو عمرؓ نے عورتوں سے پوچھا کہ کتنے عرصہ تک عورت
مرد سے صبر کر لیتی ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ دو مہینے اور تیسرے
مہینے میں صبر کم ہونے لگے گا اور چوتھے مہینے میں ختم ہو جاتا
تو آپ نے فوجوں کے امراء کو لکھا کہ کسی شخص کو اپنی بیوی
کے پاس جانے سے چار مہینے سے زیادہ نہ روکا جائے۔ اور اسی
میں ہے کہ مروی ہے شعبیؒ سے کہ عمرؓ نے سنا کہ ایک عورت کہہ
رہی ہے اشعار دعتني النفس بعد خروج عمرو الخ (ترجمہ)
عمرو کے جانے کے بعد مجھے نفس نے لذات کی طرف بلایا (اور ان
کے حاصل کرنے کی) بہت سی صورتیں دیکھ رہا ہے تو میں نے
اس سے کہا کہ تو نے جلدی کی تیری بات نہیں مانی جاتی گی
اگرچہ عمرو کا قیام منازل میں طویل ہو جاتے + اگر میں نے
تیری بات مان لی تو میں اپنی ذات پر گالیاں پڑنے سے ڈرتی
ہوں اور ایسی رسوائی سے جو میرے چہرے پر برقع بن کر چھا
جائے گی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اس (برائی) سے تجھے کیا چیز
روکتی ہے؟ تو اس نے کہا کہ حیاء اور اپنے شوہر کا اکرام۔ تو
عمرؓ نے فرمایا کہ بیشک حیاء میں بہت سی خصلتیں مختلف الوان
کی شامل ہو جاتی ہیں۔ جو حیا کرے گا وہ چھپا رہے گا اور جو چھپا
رہے گا وہ متقی ہو گا اور جو متقی ہو گا وہ بچا رہے گا، اس کو ابن
ابی الدنیا نے روایت کیا۔ اور احیاء میں ہے کہ ایک رات عمرؓ
مدینہ میں گشت کر رہے تھے تو آپ نے ایک مرد اور ایک عورت کو

فاحشة فلما اصبح قال للناس ارأيتم
لو ان اماما رأى رجلا و امرأة على
فاحشة فاقام عليهما الحد ما كنتم فاعلين
قالوا انما انت امام فقال علي ليس لك
ذلك اذا يقام الحد عليك ان الله
تعالى لم يأمن على هذا الامر اقل من
اربعة شهداء ثم تركهم ما شاء الله ان
يتركهم ثم سألهم فقال القوم مثل
مقالتهم الاولى و قال علي مثل
مقالته قال الغزالي و هذا يشير
الى ان عمر كان مترددا في
هذه المسألة و فيه عن عبد الرحمن
ابن عوف قال حرست مع عمر ليلة
بالمدينة فبينا نحن نمشي اذ ظهر لنا
سراج فانطلقنا نؤمه فلما دنونا اذا
باب مغلق على قوم لهم اصوات و لغط
فاخذ عمر بيدي و قال اتدري بيت من
هذا قلت لا قال هذا بيت ربيعة بن
امية بن خلف و هم الآن شرب
فما ترى قلت ارى انا قد اتينا
ما نهانا الله تعالى عنه قال الله تعالى
ولا تجسسوا فرجع عمر و تركهم و
فيه روى ان عمر كان
يعس بالمدينة الليل فسمع
صوت

فحش حال میں دیکھا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں سے کہا کہ تمہاری
کیا رائے ہے کہ اگر ایک امام نے ایک مرد اور عورت کو فحش
حالت پر دیکھا اور پھر اُن دونوں پر حد کو قائم کر دیا تو تم کیا
کروگے۔ تو لوگوں نے کہا کہ آپ امام ہیں (آپ کو اختیار ہے)
مگر علی رضؓ نے کہا کہ اس کا اختیار نہیں۔ اگر آپ ایسا کرینگے تو آپ
کے اوپر حد قائم کی جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ حق تعالےٰ نہیں
مانتے اس امر میں چار گواہوں سے کم کی شہادت کو۔ پھر عمر رضؓ نے
اُن (سے اس پر کلام) کو چھوڑے رکھا جب تک اللہ نے چاہا
کہ چھوڑے رکھیں۔ پھر اُن سے پوچھا تو قوم نے اسی طرح جیسے
پہلے کہا تھا جواب دیا اور علی رضؓ نے بھی وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔
غزالی رحؒ نے کہا کہ یہ (تکرار سوال) اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ عمر رضؓ
اس مسئلہ میں متردد تھے۔ اور اسی میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن
عوف رضؓ سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات عمر رضؓ کے ساتھ مل کر
مدینہ کا گشت کیا تو ایسے وقت کہ ہم چلے جا رہے تھے ہم کو ایک
چراغ نظر آیا تو ہم اُسی کے قصد سے آگے چلے۔ جب ہم قریب
پہنچ گئے تو دیکھا کہ ایک قوم نے (یعنی چند ہم مشرب لوگوں نے)
دروازہ بند کر رکھا ہے اور اُن کی آوازیں اور ملے جلے الفاظ
بلند ہو رہے ہیں۔ تو عمر رضؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ کیا تم
جانتے ہو کہ یہ کس کا گھر ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا کہ یہ گھر ہے
رَبیعہ بن اُمیّہ بن خلف کا اور وہ اس وقت شراب پیتے ہوئے
ہیں تو تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا کہ میری رائے تو یہ
ہے کہ ہم اب اس حد پر آگئے ہیں جس سے اللہ تعالےٰ نے ہمیں
منع کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا (اور تجسس
نہ کرو) تو عمر رضؓ واپس ہوتے اور اُن کو چھوڑ دیا۔ اور اُسی میں
ہے کہ عمر رضؓ ایک رات مدینہ میں گشت کر رہے تھے تو ایک شخص کی آواز

رجل نے بیت یتغنّٰی فتسوّر علیہ فوجد
رجلاً عندہ امرأۃٌ وخمرٌ فقال یا
عدوّ اللہ اظننت ان اللہ تعالیٰ
یسترک وانت علی معصیتہ
فقال وانت یا امیر المؤمنین فلا
تعجل ان اکُ عصیتُ اللہ فی
واحدۃٍ فانت عصیتہ فی ثلاثٍ قال
اللہ تعالیٰ وَلَا تَجَسَّسُوْا وقد تجسّست
وقال تعالیٰ وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا
الْبُیُوْتَ مِنْ ظُھُوْرِھَا وقد تسوّرت
علیّ وقال تعالیٰ لَا تَدْخُلُوْا
بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ وقد دخلت
بیتی بغیر اذنٍ ولا سلامٍ فقال عمر ھل
عندکم من خیرٍ ان عفوت عنک قال
نعم یا امیر المؤمنین لئن عفوت
عنّی لا اعود لمثلھا ابداً فعفا
عنہ در روضۃ الاحباب مرویست
از اسلم مولائے فاروق رض کہ شبے
از شبہا با امیر المؤمنین در اطرافِ
مدینہ می گشتم ساعتے برائے استراحت
بر جانبِ دیوارے تکیہ فرمود
شنید کہ ضعیفہ با صبیہ خود
مے گفت برخیز شیر را بآب بیامیز دختر
گفت نمی دانی کہ منادیِ امیر المؤمنین
ندا در دادہ لا یُشاب اللبن

آمیختہ نشود ۱۲

میں سے سُنی جو گا رہا تھا تو اس کو دیوار کے اوپر سے جھانک کر دیکھا
تو پایا کہ اُس کے سامنے ایک عورت ہے اور شراب رکھی ہے تو انھوں
نے کہا کہ اے اللہ کے دشمن کیا تو نے یہ گمان کر لیا تھا کہ اللہ
تعالیٰ تجھے چھپاتے رکھے گا اور تو اس کی نافرمانی پر قائم رہیگا۔
تو اُس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رض! آپ بھی (نافرمان ہیں)
تو جلدی نہ کیجئے اگر میں نے اللہ کی نافرمانی کی ایک بات میں تو
آپ نے اُس کی نافرمانی کی تین باتوں میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وَلَا تَجَسَّسُوْا۔ اور آپ نے تجسّس کیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وَلَیْسَ الْبِرُّ الخ (۲: ۱۸۹) اور یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ گھروں
میں اُن کی پشت کی طرف سے آیا کرو۔" اور آپ دیوار پھلانگ کر
میرے پاس آتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا
الخ (۲۴: ۱۸۹) تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں
داخل مت ہونا جب تک کہ (ان سے) اجازت حاصل نہ کرلو اور
گھر والوں کو سلام نہ کرلو۔" اور آپ میرے گھر میں داخل ہوئے
بغیر اذن کے اور بغیر سلام کے۔ تو عمر رض نے کہا کہ کیا تم سے خیر
کی امید کیجاتے اگر میں تجھ کو معاف کردوں؟ اُس نے کہا کہ ہاں
اے امیر المؤمنین اگر آپ نے مجھ کو معاف کردیا تو میں کبھی ایسی
شے کی طرف نہ لوٹوں گا تو آپ نے اُس کو معاف کردیا۔ اور
روضۃ الاحباب میں مروی ہے اسلم رض سے جو حضرت فاروق رض کے
آزاد کردہ تھے کہ بعض راتوں میں سے ایک رات میں امیر المؤمنین رض
کے ساتھ مدینہ کے اطراف میں پھر رہا تھا۔ آپ نے ایک گھڑی
کے لئے استراحت کی غرض سے ایک دیوار کی جانب سہارا لیا۔ آپ
نے سُنا کہ ایک بڑھیا اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے کہ اُٹھ دودھ
میں.. پانی... ملادے۔ لڑکی نے کہا کہ آپ نہیں جانتیں۔ کہ امیر
المؤمنین رض کے منادی نے یہ اعلان کردیا ہے کہ دودھ میں پانی

بالآبِ مادر گفت نہ درین ساعت امیر المؤمنین رضہ حاضر است و نہ منادیِ او دختر گفت واللہ سزاوار نیست ما را کہ در بلاء[بجمع ۱۲] اطاعت کنیم و در خلوت عصیان ورزیم فاروقِ اعظم رضہ بغایت خوش وقت شد و گفت اے اسلم این سرائے را نشان کنی روزِ دیگر آنجا کس فرستاد و آن دختر را برائے پسر خویش عاصم خطبہ کرد و عاصم را از وے دخترے پیدا شد عمر رحمہ بن عبد العزیز از نسلِ آن دختر بود و نیز مرویست از عبد اللہ بن بریدہ اسلمی کہ فاروقِ اعظم رضہ شبے در بازارِ مدینہ سیر می نمود ناگاہ شنید کہ زنے این بیت می خواند بیت اَلاَ سَبِیْلَ اِلٰی خَمْرٍ فَاَشْرَبُھَا ؛ ام لاسَبِیلَ اِلٰی نَصْرُ بن حجاج ؛ بامداد ان پرسید کہ نصر بن حجاج کیست گفتند جوانے ست از بنی سلیم رَشِیْقُ الْقَدِ[دیدیف] صَبِیْحُ الْخَدِّ[خوبرو رخسار ۱۲] حَسَنُ الشَّعْرِ او را خواند و حلاّق[موتراش ۱۲] را فرمود کہ سر او را بتراشد دید کہ جمالِ او چنانکہ بود ہست از بیت المال چیزے بداد و از مدینہ او را اخراج نمود آخر ہا از وی خیانتی بظہور رسید و فراستِ عمر رضہ کار خود کرد و از عبد الرحمٰن بن عوف مروی ست کہ فاروق رضہ بخانۂ من آمد گفتم چرا مرا نہ طلبیدی فرمود بمن خبر رسیدہ است کہ درین وقت قافلہ در ظاہر مدینہ فرود آمدہ است و اہلِ قافلہ از کلالِ سفر بخوابِ غریق رفتہ اند بیا تا محافظتِ ایشان نمائیم بر سرِ تلی رفتیم و تا صباح بیدار بودیم و از ابو ہریرہ رضہ[تودہ ۱۲] مروی است کہ مے گفت

نہ بلایا جائے۔ ماں نے کہا کہ نہ اس وقت امیر المؤمنین رضہ موجود ہے اور نہ اُس کا مُنادی۔ لڑکی نے کہا کہ خدا کی قسم یہ بات تو ہمارے لئے شایان نہیں ہے کہ سامنے تو ہم اُن کی اطاعت کریں اور خلوت میں نافرمانی کرنے لگیں۔ فاروقِ اعظم رضہ یہ سُنکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا اے اسلم اس مکان پر نشان لگا دے۔ دوسرے دن آپ نے کسی کو بھیجا اور اس لڑکی کا رشتہ اپنے بیٹے عاصم سے کر لیا۔ اُس سے عاصم کی ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ عمر رحمہ بن عبد العزیز اسی لڑکی کی اولاد میں سے تھے۔ اور نیز عبد اللہ بن بُریدہ اسلمی سے مروی ہے کہ ایک رات فاروقِ اعظم رضہ مدینہ کے بازار میں پھر رہے تھے کہ آپ نے سُنا کہ ایک عورت یہ بیت پڑھ رہی ہے بیت الاسبیلَ الی خمرٍ الخ (ترجمہ) کیا کوئی راہ شراب حاصل کرنے کی نہیں کہ میں اُس کو پی لوں۔ یا کوئی راہ نہیں نصر بن حجاج سے ملنے کی۔" صبح کو آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ نصر بن حجّاج کون ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ بنی سلیم میں کا ایک جوان ہے موزوں قد اور سفید رخسار اور خوب صورت بالوں والا۔ آپ نے اُس کو بلایا اور نائی کو حکم دیا کہ اس کا سر مونڈ دے۔ پھر آپ نے دیکھا کہ اس کا جمال جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہے۔ تو آپ نے اس کو بیت المال میں سے کچھ دیدیا اور اس کو مدینہ سے نکال دیا۔ انجام کار اس سے ایک خیانت ظہور میں آئی اور عمر رضہ کی فراست نے اپنا کام کیا۔ اور عبد الرحمٰن بن عوف رضہ سے مروی ہے کہ فاروق رضہ میرے گھر میں آئے۔ میں نے کہا کہ آپ نے مجھے کیوں نہیں بلا لیا فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ اس وقت قافلہ مدینہ کے باہر اُترا ہے اور قافلہ والے سفر کے تھکان سے گہری نیند سو گئے ہیں۔ چلو تاکہ اُن کی حفاظت کریں۔ تو ہم ایک ٹیلے پر پہنچ گئے اور صبح تک جاگتے رہے۔ اور ابو ہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ

رحمت خدا تعالیٰ بر قبر فاروق رضی نازل باد در عام رمادہ
دیدم کہ دو انبان نان بر پشت خود برداشتہ
و عکّۂ از زیت بدست گرفتہ میرفت و اسلم رفیق او
بود در حمل آن من نیز با او رفتم تا آنکہ رسیدیم بچشمہ
صرار دیدم کہ بیست خانہ دار از بنی محارب در انجا
فرود آمدند پرسید کہ سبب قدوم شما چیست اظہار
جوع نمودند فی الحال بارہا بر زمین افگند و از برائے
طباخی ایشان در ایستاد تا طعام مہیا کرد و ایشان
را اطعام نمود انگاہ اسلم را بمدینہ فرستاد تا
برائے ایشان شترے چند از اطعمہ و کسوت آورد
و برایشان قسمت فرمود و مرفّہ الحال و متقضّی
الاوطار باوطار خود باز گشتند و از انجملہ
آنکہ در محافظت بیت المال دقیقہ فرو نمے
گذاشت در روضۃ الاحباب مذکور است کہ
احنف بن قیس با جمعے از وجوہ عرب از جانب
عراق بجناب فاروق اعظم رضی آمدند مے
بینند کہ وے عباء خود را بمیان زدہ
در طلب شترے گم شدہ از شتران صدقہ
در حال کمال حرارت ہوا تردد می کند
چون احنف را دید فرمود یا احنف ساعتے با من
رفاقت کن در طلب این شتر چہ حق یتامے
و مساکین و ارامل دران ہست مردے از قوم
گفت یا امیر المؤمنین رضی چرا نمے فرمائی کہ
بندۂ از بندگان صدقہ درین
امر قیام نماید

خدا کی رحمت نازل ہو فاروق رضی کی قبر پر میں نے عام رمادہ (ایک
قحط کے سال کا نام) میں دیکھا کہ دو گٹھڑیاں روٹیوں کے سامان
کو اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے اور روغن کا کپا ہاتھ میں لئے ہوئے
جا رہے تھے اور اسلم آپ کا ساتھی تھا اس کے اٹھانے میں
میں بھی اُن کے ساتھ گیا، یہاں تک کہ ہم چشمۂ صرار[ع] پر پہنچے۔
میں نے دیکھا کہ بنو محارب کے بیس گھر والے وہاں اُترے
ہیں اُن سے پوچھا کہ تمہارے آنے کا کیا سبب ہے؟ تو انھوں نے
بھوک کا اظہار کیا۔ آپ رضی نے جبھی اُن بوجھوں کو زمین پر۔۔۔۔
ڈال دیا اور روٹیوں کی تیاری کے لئے کھڑے ہوگئے یہاں تک
کہ کھانا تیار کر کے اُن کو کھلا دیا۔ پھر اُسی وقت اسلم کو مدینہ
بھیجا یہاں تک کہ وہ اُن کے لئے چند اُونٹ کھانے کے سامان
اور کپڑے سے لدے ہوئے لایا اور آپ رضی نے یہ سب اُن پر تقسیم
فرما دیا اور یہ سب لوگ خوش حال اور حاجت روائی کے ساتھ
اپنے وطنوں کو واپس ہوتے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بیت
المال کی محافظت میں آپ رضی نے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔
روضۃ الاحباب میں مذکور ہے کہ احنف بن قیس سرداران عرب
کی ایک جماعت کے ساتھ عراق کی جانب سے فاروق اعظم رضی
کی خدمت میں آئے۔ دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی عباء کو کمر پر باندھے
ہوئے صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک گم شدہ اُونٹ کی تلاش
میں اس حالت میں کہ سخت گرم ہوا (یعنی لُو) چل رہی تھی پھر
رہے تھے۔ جب آپ رضی نے احنف کو دیکھا تو فرمایا کہ اے احنف!
تھوڑی دیر اس اونٹ کی تلاش میں میرا ساتھ دو کیونکہ اس
میں یتیموں کا اور مسکینوں اور بیواؤں کا حق ہے۔ قوم میں سے
ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رضی! آپ صدقہ کے غلاموں
میں سے کسی غلام کو اس کام کے انجام دینے کا حکم کیوں نہیں دیتے؟

ع۔ زبیر کے ساتھ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک قدیم کنواں ہے ۱۲

فرمود ای عبدٍ أعبَدُ مِنّی و من الاحنفِ
ہر کسے کہ والیِ امرِ مسلمانان شد واجب
است بروے آنچہ واجب است بر بندہ
برائے خواجہ و فی الرّیاض عن ابی بکر
العنسی قال دخلتُ مع عُمر و عثمانَ و
علیٍّ مکانَ الصدقۃِ فجلس عثمان
فی الظلِّ یکتبُ و قام علیٌّ علیٰ
رأسِہ یُملی علیہ ما یقول عمرُ و عمر
قائم فی الشمسِ فی یومٍ شدید الحرّ
علیہ بُردتانِ سوداوانِ مُؤتزرٌ
بواحدۃٍ و قد وَضَعَ الاخریٰ علیٰ
رأسِہ و ہو یتفقدُ ابلَ الصدقۃِ
ویکتبُ الوانَہا و اسنانَہا فقالَ
علیٌّ لعثمانَ اما سمعتَ قول ابنۃِ
شعیب فی کتاب اللہ عزّ وجلّ یا ابتِ
استاجرہُ اِنّ خیرَ من استاجرتَ القویُّ
الامینُ واشار الیٰ عمر وقال ہذا القویُّ الامینُ
اخرجہ المخلص وابن السّمان فی الموافقۃ
وفیہ عن محمد بن علی بن حسین عن مولےٰ
لعثمان بن عفان قال بینا انا مع عثمان فی
مالٍ لہ بالعالیۃِ فی یومٍ صائفٍ اذ رآے
رجلاً یسوقُ بکرینِ (دو شتر جوان) و علی الارض
مثل الفراشِ من الحرّ فقال عثمان ما علیٰ
ہذا لو اقامَ (پروانہا) بالمدینۃِ حتّی یَبرُدَ
ثمّ یروحُ ثمّ دنی الرّجلُ

آپ نے فرمایا کہ اور (اللہ کے) غلاموں میں سے مجھ سے اور احنف سے
زیادہ غلام کونسا ہے۔ جو شخص کہ امرِ مسلمین کا والی ہو گیا اس پر
وہ سب کچھ واجب ہے جو کسی آقا کے غلام پر آقا کے لئے واجب
ہوتا ہے۔ اور ریاض میں ہے کہ مروی ہے ابو بکر عنسی سے کہا کہ میں
عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ کے ساتھ صدقے کے مکان میں پہنچا
تو عثمانؓ سایہ میں بیٹھ کر لکھنے لگے اور علیؓ ان کے سرہانے
کھڑے ہو کر جو کچھ عمرؓ بولتے تھے اس کو لکھواتے جاتے تھے
اور عمرؓ دھوپ میں کھڑے ہوئے تھے ایسے دن میں جو سخت گرمی
کا تھا ان کے بدن پر دو سیاہ چادریں تھیں ایک کو لنگی بنا
رکھا تھا اور دوسری کو سر پر اوڑھ رکھا تھا اور وہ صدقے کے
اونٹوں پر غور کرتے جاتے تھے اور ان کے رنگ اور دانت لکھواتے
تھے تو علیؓ نے عثمانؓ سے کہا کہ کیا تم نے شعیبؑ کی بیٹی کا
قول نہیں سنا کتاب اللہ عزّ وجلّ میں یَا اَبَتِ اسْتَاْجِرْہُ الخ

(۲۸: ۲۶) ابا جان آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا نوکر وہ
شخص ہے جو مضبوط ہو اور امانتدار ہو" اور اشارہ کیا عمرؓ
کی طرف اور کہا یہ ہے قوی امین، اس کو اخذ کیا مخلص نے اور
ابن السمان نے الموافقہ میں۔ اور اسی میں ہے کہ روایت ہے
محمد بن علی بن حسین سے وہ روایت کرتے ہیں عثمانؓ بن عفان
کے ایک آزاد کردہ سے اس نے کہا ایسے وقت کہ میں عثمانؓ
کے ساتھ ان کی اس جائداد میں تھا جو عالیہ (یعنی مدینہ کی بلند
جانب) میں تھی سخت گرم دن میں کہ دفعۃً انھوں نے ایک
شخص کو دیکھا کہ وہ دو جوان اونٹوں کو ہنکار لیے جاتا ہے اور زمین
پر تپش کی وجہ سے تنگے اڑتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ تو
عثمانؓ نے کہا کہ اس شخص کا کیا حرج ہوتا اگر یہ شہر میں ٹھہر جاتا
یہاں تک کہ ٹھنڈ ہو جاتی پھر شام کو آجاتا۔ پھر وہ شخص قریب ہو گیا

فقالَ اُنظر من ہٰذا فنظرتُ فقلتُ اریٰ رُجلاً مُعَمَّمًا بردائہ یسوق بکرین ثم دنے الرّجلُ فقالَ انظر فنظرتُ فاذا ہو عمر بن الخطاب فقلتُ ہذا امیرُ المؤمنین فقام عثمانُ فاَخرجَ رآسہ من الباب فاذا لَفحُ السّمُوم (سوزش) فاَعادَ رآسہ حتے اذا ماذاہ قالَ ما اَخرَجک ہذہ السّاعۃَ فقال بکرانِ من ابل الصدقۃ تخلّفا وقد مضے بابل الصّدقۃ فاردتُ ان اُلحِقَہما بالحِمےٰ (چراگاہ شتران صدقہ) وخشیتُ اَن یَضیعا فیسألنی اللّٰہ عنہما فقالَ عثمان یا امیرالمؤمنین ھلمَّ الے المآءِ والظلِّ ونکفیک قالَ عُدْ الے ظِلّک ومَضے فقالَ عثمان مَن اَحَبَّ ان ینظر الے القویّ الاَمینِ فلینظر الےٰ ہذا اخرجہ الشافعیؒ فی مسندہٖ وفی الاحیاء روے ان عمرؓ وَصَلَہ مِسکٌ من البحرین فقالَ وَدِدْتُ لو ان امرأۃً وَزِنَتہ حتے اقسمہ بینَ المسلمین فقالت امرأتہ عاتکۃُ اَنا اُجیدُ الوزنَ (نیکو خواہم سنجید) فسکتَ عنہا ثم اعادَ القولَ فاَعادتِ الجوابَ فقالَ لا اُحِبُّ اَن تضعیہ فے الکفّۃِ ثم تقولین ہٰکذا یعنے تُو ثّر فیہا اثرَ الغبارِ فتمسحین بہا عنقکِ فاُصیبُ

تو مجھ سے کہا کہ دیکھو یہ کون شخص ہے تو میں نے نظر ڈالی اور کہا کہ میں ایک ایسے شخص کو دیکھ رہا ہوں جو اپنی چادر سر کو لپیٹے ہوئے ہے اور دو نوجوان اونٹوں کو ہنکا کر لا رہا ہے۔ پھر وہ شخص کچھ اور نزدیک ہوا پھر کہا کہ اب دیکھ (شاید پہچانا جا سکے) میں نے نظر ڈالی تو وہ عمرؓ بن الخطاب نکلے۔ میں نے کہا کہ یہ تو امیر المومنینؓ ہیں تو عثمانؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنا سر دروازے سے باہر نکالا تو ایک لُو کا جھونکا ان کو لگا تو انھوں نے پھر اپنا سر اندر کو لوٹا لیا۔ اتنے میں وہ ان کے سامنے آگئے۔ عثمانؓ نے کہا کہ ایسے وقت میں نکلنے کی کیا ضرورت پیش آئی تو انھوں نے کہا کہ صدقہ کے اونٹوں میں کے دو نوجوان اونٹ پیچھے رہ گئے اور تمام اونٹ گزر چکے تو میں نے ارادہ کیا کہ ان کو بھی چراگاہ تک پہنچا دوں اور مجھے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو گیا تو یہ فکر ہوا کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے بازپرس کرے گا ان دونوں کے بارے میں۔ پھر عثمانؓ نے کہا کہ اے امیرالمومنینؓ پانی اور سائے کی طرف آجائیے اور یہ کام ہم کر لیں گے تو کہا کہ تم اپنے سایہ کی طرف لوٹ جاؤ اور چل دیئے تو عثمانؓ نے کہا کہ جو قوی امین کی طرف دیکھنا چاہے تو اس شخص کو دیکھ لے۔ اس کو شافعیؒ نے اپنی مسند میں لیا ہے۔ اور احیاء میں ہے کہ روایت ہے کہ عمرؓ کے پاس بحرین سے مشک پہنچی تو کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی عورت اس کو تول دیتی تاکہ میں اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دوں۔ تو ان کی بی بی عاتکہ نے کہا کہ میں عمدگی کے ساتھ تول دوں گی تو ان کو جواب نہ دیا۔ پھر وہی بات دوبارہ فرمائی تو انھوں نے بھی وہی جواب لوٹایا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ تو اس کو ہتھیلی پر رکھے، پھر تو ایسا کرلے۔ آپؓ یہ مراد لے رہے تھے کہ ہتھیلی پر جو غبار لگا رہ جاتے گا وہ تو اپنی گردن پر مل لے تو اس صورت سے

بذلک فضلاً علی المسلمین وفیه روی
ان عبد اللہ وعبید اللہ ابنی عمر
اشتریا ابلاً فبعثاها الی الحمی فرعت
فیه حتی سمنت فقال عمر رعیتما فی
الحمی فقالا نعم فشاطرهما وفیه کان
عمر یقسم بیت المال فدخلت ابنة له
فاخذت درهما من المال فنهض عمر
فی طلبها فسقطت الملحفة عن احد
منکبیه ودخلت الصبیة بیت
اهلها تبکی وجعلت الدرهم فی فیها
فادخل عمر اصبعه فاخرجه من فیها
وطرحه علی الخراج وقال ایها الناس
لیس لعمر ولا لآل عمر الا ما للمسلمین
قریبهم وبعیدهم وفیه کسح (جاروب داد) ابو موسی
بیت المال فوجد درهما فمر بنی لعمر
فاعطاه ایاه فرآه عمر فی ید الغلام فسأله
عنه فقال اعطانیه ابو موسی فقال
یا ابا موسی ما کان فی اهل المدینة بیت
اهون (حقیر تر) علیک من آل عمر اردت
ان لا یبقی احد من امة محمد
صلی اللہ علیه وسلم الا
طلبنا بمظلمة ورد الدرهم فی
بیت المال من کتاب تنبیه الغافلین
عن علی قال رأیت عمر
علی کتفه قتب (ساز و پالان شتر) یعدو به

میں اور مسلمانوں سے زیادہ حصّہ پاؤں گا۔ اور اسی میں ہے کہ عمرؓ کے دونوں بیٹوں عبداللہؓ اور عبید اللہؓ نے ایک اونٹنی خریدی اور اس کو چراگاہ بھیجدیا جس میں وہ چرتی رہی یہاں تک کہ موٹی ہوگئی۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کو چراگاہ میں چرایا؟ انھوں نے کہا کہ ہاں۔ تو ان سے آدھی قیمت وصول کی۔ اور اسی میں ہے کہ عمرؓ بیت المال کا مال تقسیم کر رہے تھے تو ان کی ایک بیٹی آگئی اور اس نے مال میں سے ایک درہم اٹھالیا تو عمرؓ اس سے لینے کے لئے اٹھے (اور وہ بھاگی) تو اس کے ایک کندھے پر سے اوڑھنی گر گئی اور وہ لڑکی روتی ہوئی اپنے رشتہ دار کے گھر میں داخل ہوگئی اور اس نے درہم اپنے منہ میں ڈال لیا تھا تو عمرؓ نے اس کے منہ میں انگلی ڈال کر وہ درہم نکالا اور اس کو مال میں لاکر ڈالا اور کہا اے لوگو! عمر کا اور اس کی اولاد کا کوئی حق نہیں مگر اتنا جس قدر عام مسلمانوں کا ہے قریب کے اور دور کے۔ اور اسی میں ہے کہ ابو موسیٰؓ نے بیت المال میں جھاڑو دی تو انھوں نے ایک درہم پایا۔ پھر عمرؓ کا ایک چھوٹا لڑکا آگیا تو وہ اس کو دے دیا۔ اس کے بعد عمرؓ نے وہ درہم اس لڑکے کے ہاتھ میں دیکھ لیا تو اس سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ مجھے ابو موسیٰؓ نے دیا ہے تو (یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ یہ درہم بیت المال کا ہے) آپ نے فرمایا کہ اے ابو موسیٰ اہل مدینہ میں سے آل عمر کے گھر سے زیادہ حقیر تیرے نزدیک کوئی گھر نہیں تھا۔ تو نے یہ ارادہ کیا کہ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے مگر وہ ہم سے مطالبہ کرے اپنے حق پر دراز دستی کا۔ اور آپ نے وہ درہم بیت المال میں لوٹا دیا۔ کتاب تنبیہ الغافلین میں ہے کہ علیؓ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ اونٹ کا ساز و پالان کندھے پر رکھے ہوئے البطح کی طرف جھپٹے

بالابطح فقلتُ یا امیر المؤمنین این تسیر قالَ بعیر ندَّ من الصَّدقۃ اطلبہ فقلتُ لہ لقد اَذْللتَ الخلفاءَ من بعدِک قال لا تلمنی یا ابا الحسن فوالّذی بعث محمدًا بالنّبوّۃ لو ان عناقًا ذہبتْ بشاطئ الفراتِ لاُخذ بہا عمر یوم القیمۃ انہ لا حرمۃ لوالٍ ضیّع المسلمین و لا لفاسقٍ روَّع المؤمنین و فیہ عن عمر انّہ اُتی بزیتٍ من الشّام. و کان الزّیتُ فی الجفان یعنی فی القصاع و عمر یقسمہ بین النّاس بالاقداح و عندہ ابنٌ لہ اشعرانی قاعدٌ فلمّا فرغ جفنتہ مسح بقیّتہا برأسہ فنظر الیہ عمر فقال ارٰی شعرک شدید الرغبۃ علی زیتِ المسلمین ثم اخذ بیدہ فانطلق بہ الی الحجّام فجزَّ شعرہ فقال ہذا اہونُ علیک و از انجملہ آنکہ تفحّص خانہائے مسلمانان مے کرد اگر در تدبیر خللے مے دید اصلاح آن مے فرمود فی الریاض النّضرۃ ان رجلاً من الموالی خطب الی رجلٍ من قریش اختہ و اعطاھا مالاً جزیلاً فابی القرشی من تزوجہا فقال عمر ما منعک ان تزوّجہ

جا رہے ہیں تو میں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ کہاں جا رہے ہیں؟ تو کہا کہ صدقہ کا ایک اونٹ جدا ہو گیا اس کو پکڑنے کے لئے جا رہا ہوں تو میں نے اُن سے کہا کہ آپ نے اپنے بعد ہونے والے خلفاء کو ذِلّت میں ڈال دیا تو فرمایا کہ اے ابوالحسن مجھے ملامت نہ کر قسم ہے اُس ذات کی جس نے محمدؐ کو نبوّت کے ساتھ مبعوث کیا اگر ایک بکری کا بچہ بھی کنارۂ فرات پر ضائع ہو گیا تو قیامت کے دن اُس پر عمرؓ پکڑا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے والی کی کوئی حُرمت نہیں جو مسلمانوں کو ضائع کر دے اور نہ ایسے فاسق کی جو مسلمانوں کو خوف زدہ کرے۔ اور اسی میں ہے کہ مروی ہے کہ عمرؓ کے پاس زیتون کا تیل لایا گیا شام سے اور (آپ کے سامنے) وہ تیل جفان یعنی کونڈوں میں رکھا ہوا تھا اور عمرؓ اس کو پیالوں کے ذریعہ لوگوں کو تقسیم کر رہے تھے اور اُن کے پاس اُن کا ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا جس کے سر پر لمبے بال تھے۔ جب تیل کا کونڈا خالی ہو گیا تو جو تیل اس کو لگا رہ گیا تھا اس نے پونچھ کر وہ اپنے سر کو مل لیا تو اُس کو عمرؓ نے دیکھا اور کہا کہ میں تیرے بالوں کو دیکھتا ہوں کہ ان کو بڑی رغبت ہے مسلمانوں کے تیل کی طرف پھر اُس کا ہاتھ پکڑا اور حجّام کے پاس لے کر گئے اور اُس کے بال کٹوا دیئے۔ پھر فرمایا کہ یہ تیرے لئے آسان ہے (جب بال ہی نہ ہوں گے تو تیل کی ضرورت نہیں پڑے گی) اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کے گھریلو حالات معلوم کرتے اگر کوئی پہلو رُخنہ کا نظر آتا تو اُس کی اصلاح فرماتے۔ ریاض نضرہ میں ہے کہ موالی میں سے ایک شخص نے ایک قریشی شخص کے یہاں اُس کی بہن سے اپنا رشتہ بھیجا اور اُس لڑکی کو بہت سا مال دیا تو قریشی نے اُس سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تو عمرؓ نے اُس سے کہا کہ اس کے ساتھ شادی کرنے سے تجھ کو کیا بات مانع ہوئی

فانّ لہٗ صلاحًا و قد احسن عطیّۃ اختِکَ فقال القرشی یا امیر المؤمنین انّ لنَا حَسَبًا و انہٗ لیسَ لہا بکفوٍ فقال عمر لقد جاءک بحسب الدنیا و الآخرۃ امّا حسبُ الدنیا فالمالُ و امّا حسب الآخرۃ التقوٰی زوِّج الرجل ان کانت المرأۃُ راضیۃً فراجعَہا اخوہا فرضیَتْ فزوَّجہا منہ و عن ابنِ عمر قالَ کتبَ عمر بن الخطاب فیمَن غابَ من الرّجالِ من اہلِ المدینۃِ عن نسآئہم یردُّوہم فلیرجعوا الیہنَّ او یُطلِّقوہنّ او لیبعثوا الیہنّ بالنّفقۃ فمن طلّق بعثَ بنفقۃِ مَاترکَ اخرجہ الابہری و اخرج مالک ان عُمر کان یذہب الے العوالی کلّ یوم سبتٍ فاذا وجدَ عبدًا فی عملٍ لایُطیقہ وضعَ عملَہ منہ و از انجملہ آنکہ رعایت صلۂ اقارب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بابلغ وجوہ می فرمود فی الریاض عن الزہری قال کانَ عمر اذا اتاہ مالُ العراق او خمُسُ العراق لم یدَعْ رجلاً من بنی ہاشم عزبًا [مجردا] الّا زوّجہ ولا رجلاً لیس لہ خادم الّا اخدمہ و فیہ عن محمدّ بن علی قال

وہ تو نیک شخص ہے اور اس نے تیری بہن کو اچھا عطیہ بھی دیا تو قرشی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین ہمارا عمدہ حسب ہے اور وہ شخص اس کا کفو (یعنی برابر کا) نہیں ہے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ درحقیقت تیرے پاس دنیا کا حسب بھی آگیا اور آخرت کا بھی۔ دنیا کا حسب تو مال ہے، رہا آخرت کا حسب تو وہ تقوٰی ہے۔ اُس شخص کے ساتھ نکاح کردے اگر عورت راضی ہو۔ تو اُس کے بھائی نے اپنی بہن سے مراجعت کی (یعنی دریافت کیا) تو وہ راضی ہوگئی تو اُس کا نکاح اُس شخص سے کردیا۔ اور مروی ہے ابنِ عباسؓ سے کہا کہ لکھا عمرؓ بن الخطاب نے (اُمراء کو) اہلِ مدینہ میں سے ان لوگوں کے بارے میں جو اپنی بیبیوں سے غائب تھے کہ وہ اُن کو لوٹائیں اور ان لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی بیویوں کے پاس آئیں یا اُن کو طلاق دیں یا ان کے پاس اُن کا خرچ بھیجیں۔ تو جس نے طلاق دی تو اُس نے جب سے چھوڑا تھا اس وقت تک کا نفقہ بھیجا، اس روایت کو اخذ کیا ابہری نے۔ اور روایت کیا مالکؒ نے کہ عمرؓ ہر سنیچر کے دن عوالی کی طرف جایا کرتے تھے (یعنی نجد سے اوپر تہامہ تک) تو جب کسی غلام کو ایسے کام پر لگا ہوا پاتے جس کی اُس میں طاقت نہ ہوتی تو اس کام سے اُس کو ہٹا دیتے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقارب کے ساتھ نیک برتاؤ کا بہت اچھی طرح لحاظ رکھتے تھے۔ ریاض میں ہے کہ مروی ہے زُہری سے کہا کہ عمرؓ کے پاس جب عراق کا مال آتا تھا یا عراق کا خمس آتا تھا تو بنی ہاشم میں سے کسی شخص کو مجرّد نہیں رہنے دیتے تھے اُس کا نکاح کردیتے تھے اور جو شخص ایسا نہ ہوتا تھا کہ اُس کے پاس خادم نہ ہوتا تو اُس کو خادم عطا فرماتے۔ اور اسی میں ہے کہ محمد بن علی سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ

قدمت علے عمر حللٌ من الیمن فقسمہا
بین المہاجرین والانصار ولم یکن فیہا
شیئٌ یصلح علے الحسن والحسین فکتب
الی صاحب الیمن ان یعمل لہما علے
قدرہما ففعل وبعث بہما الے عمر فلبساہا
فقال عمر لقد کنت اراہا علیہم فما
یہنئنی حتے رایت علیہما مثلہا و
فیہ عن الحسین بن علے بن ابی طالب
رضی اللہ عنہما قال اتیت علے عمر بن
الخطاب وہو علے المنبر فصعدت الیہ
فقلت لہ انزل عن منبر ابی واذہب
الی منبر ابیک فقال عمر لم یکن لابی
منبرٌ واخذنی فاجلسنی معہ فجعلت اقلب
حصًا بیدی فلما نزل انطلق بی الی منزلہ
فقال لی من علمک فقلت واللہ ما
علمنی احدٌ فقال یا بنیّ لو جعلت تغشانا
قال فاتیتہ یوما وہو خالٍ بمعاویۃ
وابن عمر بالباب فرجع ابن عمر فرجعت
معہ فلقینی بعد قال لم ارک فقلت
یا امیر المؤمنین انی جئت وانت
خالٍ بمعاویۃ وابن عمر بالباب
فرجع ابن عمر فرجعت معہ قال
انت احق بالاذن من ابن عمر
انما انبت ما فی رؤسنا اللہ
عزّ وجلّ ثم انتم و فیہ

عمرؓ کے پاس یمن سے کپڑوں کے جوڑے آئے تو اُن کو مہاجرین
اور انصار میں تقسیم کر دیا اور ان میں کوئی چیز ایسی نہ نکلی جو حسنؓ
اور حسینؓ پر موزوں ہو تو صاحبِ یمن کو لکھا کہ ان دونوں کے
لئے اُن کی قدر کے مطابق بنوائیں چنانچہ اُس نے بنوا کر عمرؓ کے
پاس بھیجے پھر اُنھوں نے اُن کو پہنا تو عمرؓ نے کہا کہ مجھے ان کو
کپڑے پہنا کر دکھاتے جا رہے تھے مگر مجھے پسند نہیں آ رہے تھے
یہاں تک کہ میں نے ان پر ایسے کپڑے دیکھ لئے۔ اور اسی میں ہے
کہ مروی ہے حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے کہا کہ
میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچا جب کہ وہ منبر پر تھے تو میں اُس
پر چڑھ گیا اور میں نے اُن سے کہا کہ میرے باپ کے منبر پر سے
اُترو اور اپنے باپ کے منبر کی طرف جاؤ تو عمرؓ نے کہا کہ میرے باپ
کے پاس کوئی منبر نہیں تھا اور مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ میرے
ہاتھ میں کچھ کنکریاں تھیں میں اُن کو اُلٹنے پلٹنے لگا۔ پھر جب
اُتر گئے تو مجھے اپنے ساتھ اپنے مکان پر لے گئے۔ پھر مجھ سے کہا
کہ تجھے یہ کس نے سمجھایا تھا تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے کسی
نے نہیں سمجھایا۔ پھر مجھ سے کہا کہ بیٹا اچھا ہوتا کہ تو ہمارے پاس
آیا کرتا۔ کہا کہ پھر میں اُن کے پاس ایک دن گیا اور وہ خلوت میں
تھے معاویہؓ کے ساتھ اور ابنِ عمرؓ دروازے پر تھے۔ پھر ابنِ
عمرؓ لوٹے تو میں بھی اُن کے ہمراہ لوٹ آیا۔ پھر اس کے بعد
مجھ سے ملے تو کہا کہ میں نے تجھے نہیں دیکھا۔ میں نے کہا اے
امیر المؤمنینؓ میں آیا تھا جب کہ آپ معاویہؓ کے ساتھ تنہائی
میں تھے اور ابنِ عمرؓ دروازے پر تھے پھر ابنِ عمرؓ واپس ہوئے
تو میں بھی ان کے ساتھ لوٹ آیا تو کہا کہ تو اجازت ملنے کا زیادہ
حقدار ہے ابنِ عمرؓ سے۔ ہمارے سروں میں جو کچھ اُگایا (یعنی
نورِ اسلام) وہ اللہ عزّ و جلّ نے اُگایا پھر تم نے۔ اور مروی ہے

عن عُبید بن حنین قال جاء الحسن او الحسین یستاذنُ علےٰ عمر وجاء عبداللّٰہ ابن عمر فلم یؤذَنْ لعبد اللّٰہ فرجع فقالَ الحسن او الحسین اذالم یُؤذَنْ لعبداللّٰہ لایؤذن لنا فبلغ عمر فارسلَ الیہ فقال یا ابنَ اَخی ما ردَّکَ قال قلتُ اذا لم یُؤذن لعبد اللّٰہ بن عمر لایؤذن لے فقال یا ابنَ اخی ہل اَنبتَ الشعرَ علے الرّاس غیرُکم دفیہ عن المنذرِ ابن سعدٍ اَنّ ازواج النبیّ صلے اللّٰہ علیہ وسلّم استاذنَ عمرفی الحج فَابیٰ ان یاذنَ لہنّ حتےٰ اکثرنَ علیہ فقالَ ساٰذنُ لکنّ بعد العام ولیس ہٰذا من راٰیے فقالت زینبُ بنتُ جحش سمعتُ رسولَ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلّم یقولُ عامَ حجۃ الوداع انّما ہو ہٰذہ الحجۃ ثمّ ظہورُ الحصرِ فخرجنّ غیرَ ہا فارسلَ معہنّ عثمانَ بن عفّان و عبدالرحمٰن بن عوف

عُبَید بن حنین سے کہا کہ حسن رضؓ آئے یا حُسین رضؓ حضرت عمر رضؓ سے ملنے کی اجازت چاہتے تھے اور عبداللہ بن عمر رضؓ آئے ہوتے تھے تو عبداللہ کو آنے کی اجازت نہ ملی۔ وہ واپس ہوگئے۔ تو حسن رضؓ یا حُسین رضؓ نے خیال کیا کہ جب عبداللہ رضؓ کو اجازت نہیں ملی تو ہم کو بھی نہیں ملیگی (یہ بھی واپس ہوگئے) اس کی اطلاع عمر رضؓ کو ہوتی تو اُن کو بُلوایا اور فرمایا کہ اے بھتیجے تم کیوں واپس چلے گئے؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ جب عبداللہ بن عمر رضؓ کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہ ملے گی تو فرمایا کہ اے بھتیجے! تو کیا (ہمارے) سر پر بال تمھارے سوا کسی اور نے اُگاتے ہیں (یعنی تمھارے نانا سے ہی ہمیں یہ مرتبہ ملا) اور اسی میں ہے کہ مُنذر بن سعد سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حج کے لئے عمر رضؓ سے اجازت چاہی تو اُنھوں نے ان کو اجازت دینے سے انکار کردیا یہاں تک کہ اُنھوں نے اُن سے بہت کہا سُنی کی تو کہا کہ میں تم کو اس سال کے بعد اجازت دوں گا (تاکہ پہلے سے کما حقہٗ انتظام کرلیا جائے) اور یہ میری رائے نہیں (یعنی اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں) تو زینب رضؓ بنت جحش نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ حجۃ الوداع کے سال میں (عورتوں سے) یہ فرمارہے تھے کہ بس حج تو یہی حج ہے پھر ظہور حُصُر[۱] ہوگا (یعنی بوریوں پر گھروں میں بیٹھے رہنے کا زمانہ آجائے گا کہ قلوب پر بُرے وساوس کثرت سے آنے لگیں گے) پھر یہ سب (حج کے لئے) نکلیں بجز زینب رضؓ کے تو عمر رضؓ نے ان کے ساتھ عثمان بن عفان رضؓ اور عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف

---

[۱] حُصُر جمع ہے حصیر کی بمعنے بوریا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد ایسے وقت کا ظہور ہوگا کہ تمھارے لئے بوریوں پر جا رہنا اللہ کی عبادت کے لئے بہتر ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے افضل الجہاد و اجملہ حجٌ مبرورٌ ثم لزوم الحُصُر عورتوں کے لئے بہتر اور عمدہ جہاد حج مبرور ہے (جس میں کوئی خطا یا لغزش نہ ہو جسکے بعد پھر آدمی گناہوں سے باز رہے) اس کے بعد بوریوں پر جمے رہنا (یعنی اپنے گھروں میں پڑے رہنا اللہ کی یاد کرنا) ۱۲ مترجم

وامرہما ان یسیر احدہما بین ایدیہن
والآخر خلفہن ولا یُسایرہن احد فاذا
نزلن فأنزلوہن شعبا (درّہ کوہ) ثم کونا علی
باب الشعب لا یدخلن علیہن احد ثم
امرہما اذا طفن بالبیت لا یطوف معہن
احد الا النساء فلما ہلک عمر ظلمن من
بعدہ وفیہ عن ابن ابی نجیح ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال الذی یحافظ
علی ازواجی من بعدی فہو
الصادق البار فقال عمر من
یحج مع امہات المومنین فقال
عبدالرحمن انا فکان یحج بہن و
ینزلہن الشعب الذی لیس لہ
منفذ ویجعل علی ہوادجہن الطیالسۃ (چادر)
وفیہ عن ابی وائل ان رجلا
کتب الی ام سلمۃ یحرج (تنگ میکرد)
علیہا فی حق لہ فامر عمر بن الخطاب
بجلدہ ثلثین جلدۃ اخرجہ سفیان
ابن عیینۃ وفیہ عن اسلم
ان عمر فضل اسامۃ بن زید علی
ابنہ عبد اللہ بن عمر فلم یزل
الناس بعبد اللہ حتی کلم اباہ
فی ذلک فقال تفضل علی
من لیس افضل منی وفرضت
لہ فی الفین وفرضت لی فی

کو روانہ کیا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ اس طرح چلیں
کہ ان میں سے ایک اُن کے آگے رہے اور ایک پیچھے رہے اور
ان کے برابر کوئی نہ چل سکے۔ پھر جب وہ اُتریں تو اُن کو پہاڑ
کی گھاٹی میں اتارو اور تم دونوں گھاٹی کے دروازے پر رہو
کوئی شخص اُن کے پاس نہ جانے پاتے۔ پھر اُن دونوں کو حکم
دیا کہ جب وہ بیت اللہ کا طواف کریں تو ان کے ساتھ کوئی
طواف نہ کرے بجز عورتوں کے۔ پھر جب عمرؓ شہید ہو گئے
تو یہ غالب ہو گئیں اُن (خلفاء) پر جو اُن کے بعد ہوتے۔ اور
اسی میں ہے کہ ابن ابو نجیح سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ میرے بعد جو میری ازواج کی حفاظت کرے گا وہ
صادق اور نیک عمل والا ہوگا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ کون حج کرائے گا
اُمہات المومنینؓ کو؟ عبدالرحمنؓ نے کہا کہ میں، تو وہ ان کو
حج کرا رہے تھے اور ان کو ایسی گھاٹی میں ٹھہراتے تھے
جس سے گزرنے کا راستہ نہ ہوتا تھا اور ان کے ہودجوں کے
اوپر چادر ڈال دیا کرتے تھے۔ اور اسی میں ہے کہ مروی ہے
ابو وائل سے کہ ایک شخص نے اُمّ سلمہؓ کو لکھا جو اپنے کسی حق
کے بارے میں اُن کو تنگ کر رہا تھا تو عمرؓ بن الخطاب نے اُس
کے تیس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ اس کو روایت کیا سفیان
ابن عُیینہ نے۔ اور اسی میں ہے کہ روایت ہے اسلم سے کہ عمرؓ
نے اُسامہؓ کو اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ پر فضیلت دی (کہ
اُسامہؓ کا وظیفہ پانچسو درہم زیادہ تجویز فرمایا) تو لوگ اس
کے بارے میں عبداللہ بن عمرؓ سے کہتے رہے یہاں تک کہ انہوں
نے اس کے بارے میں اپنے باپ سے گفتگو کی اور کہا کہ آپ
مجھ پر ایسے شخص کو فضیلت دے رہے ہیں جو مجھ سے افضل نہیں
آپ نے اس کو قائم کیا ہے دو ہزار والوں میں اور مجھے رکھا ہے

الف وخمسمائۃ ولم یسبقنی الی شیٔ فقال عمر فعلتُ ذٰلک لان زیدًا کان احبّ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عمرو کان اُسامۃُ احبّ الی رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عبدِ اللہ وفیہ عن ابنِ عباس قال لما فتح اللہ المدائنَ علی اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ایّام عمرامرہم بالانطاع فبُسِطَ فی المسجد وامر بالاموال فافرغت علیھا ثم اجتمعَ اصحابُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاوّلُ مَن بَدَأَ الیہ الحسن بن علی فقالَ یا امیرَ المؤمنین اَعطِنی حقّی مما افآء اللہ علی المسلمین فقالَ لہٗ بالرُّحبِ والکرامۃ وامَر لہ بالفِ درہم ثم انصرف فبَدَرَ (سبقت کردہ) الیہ الحسینُ بن علی فقالَ یا امیرَ المؤمنینِ اَعطِنی حقّی مما افآء اللہ علی المسلمین فقالَ لہٗ بالرُّحب والکرامۃ وامر لہ بالف درہم فبدرَ الیہ ابنہٗ عبداللہ بن عمر فقالَ یا امیرَ المؤمنین اعطِنی حقّی مما افآء اللہ علی المسلمین فقالَ لہٗ بالرحب والکرامۃ وامر لہ بخمسمائۃ درہم فقالَ یا امیرالمؤمنین انا رجلٌ مُشتدٌّ (قوی ۱۲) اَضرِبُ بالسَّیف بینَ یدَی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والحسنُ والحسینُ طفلانِ یدرُجانِ (یمشیان ۱۲) فی سِکَکِ المدینۃ تعطیھم الفًا الفًا

ڈیڑھ ہزار والوں میں اور وہ کسی چیز میں مجھ سے سبقت لئے ہوئے نہیں ہے تو عمرؓ نے کہا کہ میں نے ایسا کیا اس لئے کہ زیدؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا عمرؓ سے اور اُسامہؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا عبداللہؓ سے۔ اور اسی میں ہے کہ مروی ہے ابنِ عباسؓ سے کہا کہ جب عمرؓ کے زمانہ میں اصحابِ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالےٰ نے مدائن کو فتح کردیا تو ان کو حکم دیا چرمی فرش بچھانے کا جو مسجد میں بچھایا گیا اور اموالِ (غنیمت) کے بارے میں حکم دیا جو اُس پر اُنڈیل دیئے گئے پھر اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جمع ہوئے تو سب سے پہلے جس نے آپ سے لینے کی ابتدا کی وہ حسن ابنِ علیؓ تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ اس مال میں سے جو اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو مرحمت فرمایا میرا حق عطا فرمایئے تو ان سے عمرؓ نے کہا کہ بڑی خوشی اور عزّت کے ساتھ اور حکم دیا ان کو ایک ہزار درہم دینے کا۔ پھر وہ ہٹ گئے تو آگے بڑھے ان کی طرف حسین بن علیؓ اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ مسلمانوں کو اللہ کے عطا کئے ہوئے مال میں سے میرا حق عنایت فرمایئے تو آپ نے فرمایا بڑی خوشی اور عزّت کے ساتھ اور ان کو ایک ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ پھر ان کی طرف آگے بڑھے عبداللہ ابنِ عمرؓ اور اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ میرا حق عطا کیجئے اس مال میں سے جو اللہ نے مسلمانوں کو بخشش فرمایا ہے تو اُن سے فرمایا بڑی خوشی اور عزّت کے ساتھ اور ان کے لئے حکم دیا پانچسو درہم دینے کا۔ اس پر اُنھوں نے کہا اے امیر المؤمنین میں ایک طاقتور مرد ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلوار چلارہا تھا اور حسنؓ اور حسینؓ لڑکے تھے مدینہ کی گلیوں میں پھرا کرتے تھے ان دونوں کو آپ ایک ایک ہزار دے رہے ہیں

وتعطینی خمسمائۃ قال نعم اذہب فأتنی
بأب کأبیہما وأم کأمہما وجد کجدہما
وجدۃ کجدتہما وعم کعمہما وخال کخالہما
وخالۃ کخالتہما فانک لا تأتینی بہ
اما ابوہما فعلی المرتضیٰ واما امہما ففاطمۃ
الزہراء وجدہما محمد المصطفیٰ صلی
اللہ علیہ وسلم وجدتہما خدیجۃ الکبریٰ
وعمہما جعفر بن ابی طالب وخالہما
ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
خالتہما رقیۃ وام کلثوم ابنتا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وفی الاستیعاب
خرج عمر من المسجد معہ الجارود فاذا
بامرأۃ برزۃ علی الطریق فسلم علیہا عمر فردت
علیہ السلام فقالت ہیہا یا عمر عہدتک
وانت تسمی عمیرا فی سوق عکاظ فلم یذہب
الایام واللیالی حتی سمیت عمر ثم لم
یذہب الایام حتی سمیت امیر المؤمنین
فاتق اللہ فی الرعیۃ واعلم انہ
من خاف الوعید قرب علیہ البعید
ومن خاف الموت خشی الفوت فقال
الجارود قد اکثرت ایتہا المرأۃ
علی امیر المؤمنین فقال
عمر دعہا اما تعرفہا ہذہ خولۃ
بنت حکیم التی سمع
اللہ قولہا

(حاشیہ: یعنی میں نے تجھ کو عمیر نام سے پکارا جاتا دیکھا ۱۲ — نام بازار ۱۲)

اور مجھے پانچسو۔ فرمایا کہ ہاں! جا میرے پاس ایسا باپ لے کر آ جیسا ان دونوں کا باپ ہے اور ماں لے کر آ جو اُن دونوں کی ماں کی مانند ہو اور نانا جو اُن دونوں کے نانے کی مانند ہو اور نانی جو اُن دونوں کی نانی جیسی ہو اور چچا جو اُن کے چچا جیسا ہو اور ماموں جو اُن کے ماموں جیسا ہو اور خالہ جو اُن کی خالہ جیسی ہو۔ تو یقیناً میرے پاس نہیں لا سکے گا۔ رہے ان دونوں کے باپ تو وہ علی مرتضیٰ تھے۔ اور اُن دونوں کی ماں تو وہ فاطمہ زہراء تھیں اور اُن کے نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اُن کی نانی خدیجۃ الکبریٰ تھیں اور اُن کے چچا جعفر بن ابی طالب تھے اور اُن کے ماموں ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اُن کی خالہ رقیہ اور اُم کلثوم تھیں دونوں بیٹیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور استیعاب میں ہے کہ عمر رضؓ مسجد سے نکلے اور ان کے ساتھ جارود رحؒ تھے تو راستہ میں ایک پردہ نہ کرنے والی بڑی بی سامنے آ گئی تو عمر رضؓ نے اُس کو سلام کیا۔ اُس نے اُن کے سلام کا جواب دیا پھر بولی بات سُن لے عمر رضؓ! تیرا ایک زمانہ تھا جب کہ تجھے بازارِ عکاظ میں عُمیر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ پھر کچھ زیادہ دن اور راتیں نہ گزریں کہ تیرا نام عمر رضؓ لیا جانے لگا۔ پھر زیادہ دن نہ گزرے کہ اب تجھے امیر المؤمنین رضؓ کے خطاب سے پکارا جاتا ہے تو تجھے رعیت کے امور میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور جان لے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ڈراوے سے ڈرے گا اُس کو دور کی چیز (یعنی موت) نزدیک معلوم ہو گی اور جو موت سے خائف ہو گا (یعنی اس کو نہ بھولے گا) وہ (اعمالِ خیر کے) فوت ہونے سے ڈرے گا۔ تو جارود نے کہا کہ اے عورت! تُو امیر المؤمنین رضؓ سے بہت کچھ زبان درازی کر چکی۔ تو عمر رضؓ نے (جارود سے) کہا کہ اس کو چھوڑ دو کیا تم اس کو پہچانتے نہیں ہو۔ یہ خولہ بنتِ حکیم ہے جس کی بات کو

من فوق سبع سمٰوات فعمر واللہ احق
ان یسمع لہا و فیہ روی ان جاریۃ لصفیۃ
بنت حیی اتت عمر فقالت ان صفیۃ
تحب السبت (روز شنبہ) و تصل الیہود فبعث الیہا
عمر فسألہا فقالت اما السبت فانی لم
احبہ منذ ابدلنی اللہ بہ یوم الجمعۃ و
اما الیہود فان لی فیہا رحما فانا اصلہا
ثم قالت للجاریۃ ما حملک علی ما صنعت قالت
الشیطان قالت اذہبی فانت حرۃ و
فیہ ارسل عمر الی الشفا بنت عبداللہ
العدویۃ ان اغدی علی قالت
فغدوت علیہ فوجدت عاتکۃ بنت اسید
ابن ابی العیص ببابہ فدخلنا فتحدثنا ساعۃ
فدعا بنمط فاعطاہا ایاہ و دعا بنمط دونہ
فاعطانیہ (توشے از گستردنی) فقلت تربت یداک یا
عمر انا قبلہا اسلاما وانا ابنۃ
عمک دونہا و ارسلت الی
و جاءتک بنفسہا قال ما
کنت رفعت ذلک الا لک
فلما اجتمعتما ذکرت انہا اقرب
الی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم منک و از انجملہ
آنست کہ حفظ ملت از
مظان تحریف وتبدیل

اللہ نے سنا سات آسمانوں کے اوپر سے تو واللہ عمرؓ کو زیادہ سزاوار
ہے کہ اس کی بات سُنے۔ اور اسی میں ہے کہ صفیہ بنتِ حیّیؓ
(ام المومنین) کی ایک باندی عمرؓ کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ
صفیہ یوم السبت (یعنی سنیچر کے دن) کو پسند کرتی ہے اور
یہودیوں کے ساتھ سلوک کرتی ہے۔ تو ان کو عمرؓ نے بلایا اور
ان امور کے بارے میں اُن سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ سبت
کے بارے میں یہ حقیقت ہے کہ میں اس کو پسند نہیں کرتی جب سے
اللہ تعالیٰ نے اُس کو میرے لئے یوم جمعہ سے بدل دیا ہے۔ رہے
یہود تو میری اُن سے قرابت ہے تو میں اُن کے ساتھ نیک برتاؤ
کرتی ہوں۔ پھر انھوں نے اس لونڈی سے کہا کہ جو حرکت تو نے
کی اس پر تجھے کس نے اُبھارا؟ اُس نے کہا کہ شیطان نے۔ تو صفیہؓ
نے کہا کہ جا میں تجھے آزاد کرتی ہوں۔ اور اُسی میں ہے کہ عمرؓ نے
شفا بنتِ عبداللہ العدویہ کو بلوایا کہ وہ صبح کے وقت میرے پاس
آئیں۔ شفا نے کہا کہ میں صبح کو اُن کے پاس پہنچی تو میں نے ان کے
دروازے پر عاتکہ بنتِ اُسید بن ابی العیص کو پایا تو ہم دونوں اُن کے
پاس پہنچیں۔ تھوڑی دیر ہم نے باتیں کیں تو انھوں نے ایک
سوزنی منگائی وہ عاتکہ کو دی اور دوسری سوزنی منگائی جو
اُس سے چھوٹی تھی وہ مجھے دی تو میں نے کہا اے عمرؓ خاک پڑے
تیرے ہاتھوں پر میں اس سے پہلے اسلام لانے والی ہوں
اور میں تیرے چچا کی بیٹی بھی ہوں نہ کہ وہ پھر تو نے مجھے خود
بلایا اور وہ تیرے پاس ازخود آئی (لیکن ان سب کے باوجود
بڑی سوزنی اُس کو دی اور چھوٹی مجھے) تو کہا کہ میں نے وہ تو تیرے
ہی لئے اٹھا کر رکھی تھی لیکن جب تم دونوں جمع ہو گئیں تو مجھے
یہ یاد آگیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہے
بہ نسبت تیرے۔ اور اُن میں سے یہ ہے کہ آپ تحریف وتبدیل

بالبلغ وجوہ مے نمود اخرج الدارمی عن سليمان بن يسار ان رجلاً يقال له صُبَيغ قدم المدينة فجعل يسأل عن متشابه القرآن فارسل اليه عمر وقد اعدّ له عراجين النخل فقال من انت فقال انا عبد الله صُبَيغ فاخذ عمر عرجونا من تلك العراجين فضربه وقال انا عبد الله عمر فجعل له ضربا حتى دمّي رأسه فقال يا امير المؤمنين حسبك قد ذهب الذي كنت اجد في رأسي وعن نافع مولى عبد الله ان صُبَيغ العراقي جعل يسأل عن اشياء من القرآن في اجناد المسلمين حتى قدم مصر فبعث به عمرو بن العاص الى عمر ابن الخطاب فلما اتاه الرسول بالكتاب فقرأ فقال اين الرجل فقال في الرحل فقال عمر ابصر ان يكون ذهب فتصيبك مني به العقوبة الموجعة فاتاه به فقال عمر تسأل محدثة فارسل عمر الى رطائب من جريد فضربه بها حتى ترك ظهره دبرة ثم تركه حتى برئ ثم عاد له ثم تركه حتى برئ فدعا به ليعود له

کے مختلف مواقع سے بدعت کا تحفظ دوررس طریقوں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ دارمی نے روایت کیا سلیمان بن یسار سے کہ ایک شخص مدینہ میں آیا جس کو صُبَیغ کہا جاتا تھا اُس نے لوگوں سے قرآن کے متشابہات کے بارے میں سوال کرنے (یعنی اعتراضات کرنے) شروع کئے تو اس کو عمرؓ نے بلا بھیجا اور پہلے سے اُس کے لئے کھجور کی چھڑیاں تیار کر کے رکھ چھوڑی تھیں (جب وہ آیا) تو کہا کہ تو کون ہے؟ اُس نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ صُبَیغ ہوں۔ تو عمرؓ نے اُن چھڑیوں میں سے ایک چھڑی لے کر اُس کو مارا اور کہا کہ میں اللہ کا بندہ عمرؓ ہوں تو اُس کو مارتے رہے یہاں تک کہ اُس کے سر کو خون آلود کر دیا۔ تو کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ بس کافی ہو گیا جو کچھ میں اپنے سر میں پاتا تھا وہ سب نکل گیا۔ اور نافع مولے عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ صُبَیغ عراقی نے قرآن مجید کی کچھ چیزوں کے بارے میں مسلمانوں کی جماعتوں سے سوالات (یعنی اعتراضات) کرنا شروع کر دیئے حتے کہ یہ مصر پہنچا تو عمرو بن العاصؓ نے اس کو (پکڑ کر) عمرؓ بن الخطاب کے پاس بھیجا۔ جب اُن کے پاس ایلچی خط لے کر آیا تو اُنھوں نے اُس کو پڑھ کر کہا کہ وہ شخص کہاں ہے؟ تو اُس نے کہا کہ کجاوے میں۔ تو عمرؓ نے اُس سے کہا کہ دیکھ اگر وہ بھاگ گیا ہوگا تو میری طرف سے تجھے سخت سزا ملے گی (تو تُو اُسے تنہا چھوڑ کر یہاں آگیا) پھر وہ اُس کو آپ کے پاس لایا تو عمرؓ نے اُس سے کہا کہ تو لوگوں سے (قرآن پر) سوالات (اعتراضات) کیا کرتا ہے تو اس نے آپ سے ان کا ذکر کیا۔ تو عمرؓ نے ایک گڈی منگائی کھجور کی چھڑیوں کی تو اس کو اُن سے اتنا مارا کہ اس کی کمر کو زخمی کر دیا۔ پھر اس کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ اچھا ہو گیا۔ پھر اس کو واپس بلایا (اور اسی طرح مارا پیٹا) اور چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو گیا۔ پھر اُس کو بلایا تاکہ اسی کام کا اعادہ کریں۔

قال فقال صُبَیغ اِن کنتَ تُرید قتلی
فاقتُلنی قتلاً جمیلاً واِن کنت ترید اَن
تُداوِیَنی فقد واللہ برِئتُ فأذِنَ لہ
الی ارضہ وکتبَ الیٰ ابی موسیٰ الاشعری
اَن لایُجالِسہ احدٌ من المسلمین فاشتدَّ
ذٰلک علی الرّجل فکتبَ ابوموسیٰ الیٰ
عمر ان قد حَسُنَتْ ہیئتُہ فکتبَ عُمر ان
یأذنَ للناس بمجالستہ آئین است نمونہ
از سیاستِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ و
القلیل نموذج الکثیر والغرفۃ تُنبئ عن
البحر الکبیر اگر منصفے در ہر کلمہ ازین کلمات
واشباہِ آن نظر کند دریابد کہ حلاوتِ
ایمان وصدق نیّت واِحسان برخلق اللہ
وخشیت از مدبّر السمٰوات والارض
وعقلِ وافر وکفایتِ کامل از ہر کلمہ چنان مے
چکد کہ از پنبہ مبلول قطراتِ آب می چکد۔
شعر وعلیٰ تفنّنِ واصِفیہ بوصفہ ؛ یَفنی
الزمانُ وفیہ مالم یُوصَف ؛ اما توسّع فاروقِ
اعظم رض در علمِ احکام کہ مُسمّٰے بفقہ
مے شود پس اکثر ازانست کہ بضبطِ
تقریر درآید افقہِ اُمت علی
الاطلاق اوست وآنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم درمسائلِ فقہیہ باو اشارت فرمود
تا ازوے اخذ کنند وصحابہ رض
وتابعین رح بآن

(نافع رحمہ اللہ نے) کہا کہ صُبَیغ نے کہا کہ اگر آپ نے میرے قتل کا ارادہ
کیا ہے تو مجھے خوبی کے ساتھ قتل کر دیجئے اور اگر آپ نے یہ
ارادہ کیا تھا کہ میرا علاج کریں (یعنی اصلاح) تو خدا کی قسم میں
ٹھیک ہو چکا ہوں۔ تو آپ نے اس کو اپنی سرزمین پر جانے کی
اجازت دیدی اور ابوموسیٰ اشعری رض کو لکھا کہ مسلمانوں میں سے
کوئی اس کے ساتھ مجالست نہ کرے یہ بات اُس شخص کے لئے
بہت گراں ہوتی۔ پھر ابوموسےٰ رض نے عمر رض کو لکھا کہ اُس کا حال
بہتر ہو چکا ہے۔ تو عمر رض نے لکھا کہ اُس کے ساتھ مجالست کی
لوگوں کو اجازت دیدیں۔ یہ نمونہ ہے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ
کی سیاست کا اور قلیل نمونہ ہوتا ہے کثیر کا اور ایک چلّو بھر
پانی حال بتا دیتا ہے بحرِ کبیر کا۔ اگر کوئی صاحب انصاف ان
کلمات میں سے کسی کلمہ پر یا ان کے اشارات پر نظر کرے تو وہ
محسوس کرے گا کہ حلاوتِ ایمان اور صدقِ نیّت اور خلقِ خدا
کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا اور مدبر السمٰوات والارض کا خوف اور
عقلِ وافر اور کفایتِ کامل (یعنی اس ذاتِ جامع الصفات کا
امورِ مہمہ کے لئے خود کافی ہو جانا) ہر کلمہ سے اس طرح ٹپک رہی
ہے جیسے کہ بھیگی ہوتی روئی سے پانی کے قطرات ٹپکتے ہیں۔
شعر وعلےٰ تفنّن واصفیہ الخ (ترجمہ) اور اس کے وصف کی
شرح کرنے والے واصفین کی عمریں ختم ہو جائیں گی پھر بھی
ایسے اوصاف باقی رہ جائیں گے جو بیان نہ ہوتے ہوں گے۔

رہا فاروقِ اعظم رض کا وسیع النظر ہونا علمِ احکام میں جس کو فقہ
کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے تو اس کا ضبط کرنا احاطۂ تقریر
سے باہر ہے۔ علی الاطلاق اُمت کے سب سے بڑے فقیہ وہی ہیں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسائلِ فقہیہ میں اُن کی طرف
اشارہ فرمایا کہ اُن سے اخذ کریں اور صحابہ رض وتابعین رح نے اس کی

تصریح نمودند و در خارج ہمچنان واقع شد نسبتِ فقہِ او بافقہِ سائر فقہاء صحابہؓ مانند نسبتِ مصحفِ اوست با مصحفِ سائر صحابہؓ ہرچہ در مصحفِ او یافتہ شود قراءۃِ متواترہ است و آنچہ مخالفِ مصحف او باشد قراءۃ شاذہ و ہرچہ در فقہِ او یافتہ شود جادہ قویّہ از دینِ محمدّی علے صاحبہ الصّلوٰۃ و التسلیمات و ظاہرِ دین و سوادِ اعظم اوست و ہرچہ مخالف او باشد شاذ است اگر حدیثے قوی یا قیاسِ جلی شاہد او باشد میتوان اخذ کرد و الّا نہ و نسبتِ فقہِ او بافقہ سائر مجتہدین اہلِ سنّت مانند نسبتِ متن است با شروح و این سخنے است مجمل تا شرحِ آن بگوشِ اہلِ عصر نہ رسد یحتمل کہ بگذاف نسبت کنند اما شہادتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باعلمیّتِ او و تفویض نواصی اُمّت باو پس متواتر بالمعنے است قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالےٰ جعلَ الحقَّ علےٰ لِسان عُمر و قلبِہ اخرجہ التّرمذی بروایت ابن عمر و ابوداؤد بروایتِ ابی ذر و قال لقد کان فیما کان قبلکم من الاُمم ناسٌ مُحَدَّثون من غیر اَن یکونُوا اَنبیآء فاِنْ یکُن فی اُمّتی اَحَدٌ فانّہ عمر اخرجہ الشیخان من حدیث ابی ہریرۃ و مُسلم و التّرمذے من حدیث عائشۃ و قال

تصریح کی ہے اور خارج میں واقع بھی اسی طرح ہوا کہ اُن کے فقہ کی نسبت تمام فقہاء صحابہؓ کے فقہ کے ساتھ ایسی ہے جیسی نسبت آپ کے مُصحَف (یعنی قرآن) کو تمام دوسرے اصحاب کے مصحف سے ہے کہ جو کچھ آپ کے مصحف میں پایا جاتا ہے وہ قراءۃِ متواترہ ہے اور جو کچھ آپ کے مصحف کے مخالف ہو گا وہ قراءتِ شاذہ ہے۔ اور جو کچھ اُن کے فقہ میں پایا جاتا ہے دینِ اسلام علے صاحبہ الصّلوات و التسلیمات کی ایک مضبوط پگڈنڈی اور ظاہر دین ہے اور سوادِ اعظم وہی ہے (کہ اسی راہ پر سب اہلِ حق گامزن ہوتے رہے ہیں) اور جو کچھ اس کے مخالف ہے وہ بحکمِ شاذ ہے کہ اگر کوئی حدیث قوی یا قیاس جلی اس کی شاہد ہوگی تو اس کو اخذ کر سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ اور اُن کے فقہ کی نسبت تمام مجتہدینِ اہلِ سنت کے فقہ کے ساتھ ایسی ہے جیسی متن کو نسبت ہوتی ہے شُروح کے ساتھ اور یہ ایک مجمل کلام ہے جب تک اس کی شرح اہلِ عصر کے کان تک نہ پہنچے گی یہ احتمال ہوگا کہ اس کو مبالغہ آرائی کی طرف نسبت کریں۔ آب لیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اُن کے بڑے عالم ہونے اور اُمّت کی پیشانیاں اُن کے سپرد کرنے پر۔ تو یہ متواتر بالمعنے ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کی زبان اور اس کے قلب پر پیدا کر دیا ہے۔ اس کو ترمذی نے اخذ کیا بروایت ابن عمرؓ اور ابوداؤد نے بروایت ابوذرؓ۔ اور فرمایا تم سے پہلے جو اُمتیں گزریں اُن میں محدَّث لوگ ہوا کرتے تھے (یعنی جن کے قلوب پر منجانب اللہ القاء ہوتا تھا) بغیر اس کے کہ وہ انبیاء ہوں تو میری اُمت میں اگر کوئی ایسا ہے تو عمرؓ ہے۔ اس کو شیخین نے ابوہریرہؓ سے اور مسلم اور ترمذی نے حدیث عائشہؓ سے روایت کیا۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ

بینا انا نائم رأیتُ الناسَ یُعرَضون علیَّ
وعلیھم قُمُصٌ فمنھا ما یبلغ الثُّدِیَّ ومنھا
ما یبلغ دون ذلک وعُرِضَ علیَّ عُمر بن
الخطاب وعلیہ قمیص یَجُرُّہ قالوا فما اوّلتہ
یا رسول اللہ قال الدّین اخرجہ البخاری ومسلم
والترمذی والنسائی بروایۃ ابی سعید وقال
بینا انا نائم اُتِیتُ بقدحٍ من لبنٍ فشربتُ
منہ حتی انّی لاری الرِّیَّ (سیرابی) یخرج من
اظفاری ثمّ اعطیتُ فَضلِی (پس خوردہ) عُمر
ابن الخطاب قالوا فما اوّلتہ قال
العلم اخرجہ الشیخان والترمذی من حدیث
ابن عمر وقال اقتدُوا بالذین من بعدی
ابی بکر وعمرؓ اخرجہ الترمذی وجماعۃ من
حدیث ابن مسعود وحُذیفۃ واما شہادتِ
صحابہؓ وتابعین اخرج الدارمی عن
حذیفۃ قال انّما یُفتی الناسَ ثلٰثۃٌ رجلٌ
امام ورجل یَعلم ناسخَ القرآن من المنسوخ
قالوا یا حُذیفۃ ومَن ذلک قال عُمر
ابن الخطاب او احمق متکلّف واخرج
الدارمی عن عمرو بن میمون انہ قال
ذَہَبَ عُمر بثُلثَی العلم فذُکِرَ لابراہیم
فقالَ ذہبَ عُمر بتسعۃِ
اَعشارِ العلمِ اما آنکہ نسبت عمرؓ
فقہ او با فقہِ سائرِ
صحابہؓ

ایسے وقت کہ میں سورہا تھا میں نے دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش
کئے جارہے ہیں اور اُن کے اوپر قمیصیں ہیں تو اُن میں سے بعض
کی صرف چھاتی تک ہی پہنچتی ہے اور بعض کی اس سے آگے تک
پہنچتی ہے اور میرے سامنے عمرؓ بن الخطاب کو پیش کیا گیا اس
حال میں کہ اُس کے بدن پر ایسی (لمبی) قمیص تھی جس کو وہ کھینچ
رہا تھا۔ صحابہؓ نے کہا کہ آپؐ نے اس کی کیا تاویل کی یا رسول اللہؐ
فرمایا کہ دین، اس کو روایت کیا بخاری اور مسلم اور ترمذی اور
نسائی نے ابو سعید کی روایت سے۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ جب میں
سو رہا تھا تو میرے سامنے ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ تو میں
نے اس میں سے پیا یہاں تک کہ میں سیرابی کا اثر دیکھ رہا ہوں
کہ میرے ناخنوں میں سے نکل رہا ہے۔ پھر میں نے اپنا پس خوردہ
عمرؓ بن الخطاب کو دیدیا۔ اصحابؓ نے کہا کہ آپؐ نے اس کی کیا
تعبیر لی؟ فرمایا کہ علم، اس کو روایت کیا بخاری اور مسلم نے اور
ترمذی نے حدیث ابن عمرؓ سے۔ اور فرمایا کہ اقتدار کرو ان
دونوں کی جو میرے بعد ہوں گے یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ کی، اس
کو ترمذی نے روایت کیا اور ایک جماعت نے حدیث ابن مسعودؓ
اور حذیفہؓ سے۔ اب لیجئے شہادت صحابہؓ اور تابعین کی۔ دارمی
نے روایت کیا حذیفہؓ سے انہوں نے کہا کہ فتوائے تین قسم کے
آدمی دیتے ہیں (پہلا) وہ آدمی جو امام ہو اور (دوسرا) وہ جو
قرآن کے ناسخ کو منسوخ سے ممتاز کرلے۔ لوگوں نے کہا کہ
اے حذیفہ اور وہ کون ہے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب اور (تیسرا)
احمق تکلف کرنے والا۔ اور روایت کیا دارمی نے عمرو بن میمون
سے کہ انہوں نے کہا کہ عمرؓ دو تہائی علم لے گئے۔ اس کا ذکر
ابراہیمؒ کے سامنے کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ عمرؓ دس میں سے
نو حصے علم لے گئے۔ رہی یہ بات کہ ان کے فقہ کی نسبت تمام صحابہؓ

بمنزلۂ مصحفِ اوست بامصحفِ سائر
صحابہؓ آخرج الحاکم عن الشعبی انہ قال القضاۃ
فی ستۃ نفرٍ من اصحابِ رسولِ اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم ثلثۃ بالمدینۃ وثلثۃ بالکوفۃ
فبالمدینۃ عمر و ابیؓ و زید بن ثابت وبالکوفۃ
علیؓ و عبداللہ بن مسعود و ابو موسےٰ
وآخرج الحاکم عن الشعبی عن مسروق
قال انتہے علم اصحاب النبی صلے اللہ
علیہ وسلم الے ہؤلاء النفر عمر بن الخطاب
و علیؓ بن ابی طالب و عبداللہ بن مسعود
و ابیؓ بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت
و ابی موسی الاشعری وآخرج الحاکم عن الشعبی
قال یؤخذ العلم عن ستۃ من اصحاب النبی صلے
اللہ علیہ وسلم فکان عمر و عبداللہ و زید یشبہ
علم بعضہم بعضاً فکان یقتبس بعضہم من بعض
وآخرج محمد بن الحسن فی کتاب الآثار عن ابی حنیفۃ
عن الہیثم عن الشعبی قال کان ستۃ من اصحاب
النبی صلے اللہ علیہ وسلم یتذاکرون الفقہ بینہم علے
ابن ابی طالب و ابیؓ و ابو موسیٰ علیحدۃ و عمر و زید و
ابن مسعود رضے اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شرح این
اجمال آنکہ علمِ فاروقِ اعظمؓ در بلادِ اسلام
منتشر شد وجمیع مسلمین بوے اخذ کردند و علم علی
مرتضےٰؓ جز در کوفہ مشہور نشد وچون حاضران
مجلسِ او رضے اللہ عنہ غالباً لشکریان
بودند علم او منقح نہ گشت

کے فقہ کے مقابلہ پر بمنزلہ اُن کے مصحف کے ہے بمقابلہ تمام
صحابہؓ کے مصحف کے۔ روایت کیا حاکم نے شعبی سے کہ انھوں نے
کہا کہ اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے قضار چھ
آدمیوں میں ہے (یعنی ان کا حصہ ہے) تین تو مدینہ میں ہیں
اور تین کوفہ میں۔ مدینہ میں تو عمرؓ اور اُبیؓ اور زید بن ثابتؓ
ہیں اور کوفہ میں علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو موسےٰؓ
ہیں۔ اور روایت کیا حاکم نے شعبی سے انھوں نے مسروقؒ سے
انھوں نے کہا کہ منتہی ہوتا ہے اصحابِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کا علم اِن حضرات پر عمرؓ بن الخطاب اور علی بن ابی طالبؓ
اور عبداللہ بن مسعودؓ اور اُبیؓ بن کعبؓ اور معاذ بن جبلؓ
اور زید بن ثابتؓ اور ابو موسےٰ اشعریؓ۔ اور حاکم نے روایت
کیا شعبیؒ سے انھوں نے کہا کہ اصحابِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
میں سے چھ سے علم اخذ کیا جاتا ہے۔ تو (ان میں سے) عمرؓ
اور عبداللہؓ اور زیدؓ ایسے ہیں کہ ان میں سے بعض کا علم دوسرے
کے علم سے مشابہ ہے ان میں سے ایک دوسرے سے علم اخذ کرتا
تھا۔ اور محمد بن الحسنؒ نے کتاب الآثار میں ابو حنیفہؒ سے
روایت کیا ہے انھوں نے ہیثم سے انھوں نے شعبیؒ سے انھوں
نے کہا کہ اصحابِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں سے چھ اصحاب تھے
جو آپس میں فقہ کے مذاکرات کرتے رہتے تھے، علیؓ بن ابی طالب
اور اُبیؓ اور ابو موسےٰ علیحدہ اور عمرؓ اور زیدؓ بن ثابت اور
ابنِ مسعود رضے اللہ عنہم اجمعین۔ اس اجمال کی شرح یہ ہے کہ
فاروقِ اعظم کا علم اسلامی شہروں میں منتشر ہو گیا اور تمام
مسلمانوں نے آپ سے حاصل کیا اور علی مرتضےٰؓ کا علم بجز کوفہ
کے کہیں مشہور نہ ہوا۔ چونکہ آپؓ کی مجلس کے حاضرین زیادہ تر
لشکری لوگ ہوتے تھے اس لئے ان کا علم منقح نہ ہوا یعنی

آخرج مسلم عن طاؤس اُتِیَ ابنُ عباس
بکتابٍ فیہ قضاءُ علیٍّ فمحاہ الّا قدرَ و
اشار سفیان بن عُیَینۃ بذراعِہ و آخرج
عن ابن ابی ملیکۃ کتبتُ الی ابن عباس
اَسألُہ ان یکتبَ لی کتابا و یُخفِی عنّی
فقالَ ولدٌ ناصحٌ انا اختارُ لہ الامورَ اختیارًا
و اُخفِی عنہ قالَ فدعا بقضاءِ علیٍّ فجعل
یکتبُ منہ اشیاءَ ویمرُّ بہ الشیٔ فیقولُ
واللہِ ما قضٰی بہٰذا علیٌّ الّا ان
یکونَ ضلَّ و آخرج مسلم عن ابی
اسحاق قال لما احدثوا تلک الاشیاءَ
بعدَ علیٍّؓ قالَ رجلٌ من اصحاب علیٍّ
قاتلہم اللہُ ایَّ علمٍ افسدُوا و آخرج
مسلم عن المغیرۃ قال لم یکن یصدّق علٰی
علیٍّ فی الحدیثِ عنہ الّا من اصحاب
عبداللہ بن مسعود و معاذ بن جبلؓ
در آخرِ زمانِ فاروقؓ از عالم رفت و حدیث
او چندان باقی نماند و از اُبَیّ بن
کعب در غیرِ قراءۃ و تفسیر روایت در
دستِ مردمان نیست و ابو موسٰے اشعریؓ
باکمالے کہ داشت دربسیارے
از مسائل عاجز شد و در حقِ عبداللہ
ابن مسعودؓ لاتسألونی مادام
ھٰذا الحبرُ فیکم و ابن عباسؓ
باکمالِ علم خود

نکھر کر لوگوں تک نہ پہنچا) مسلم نے روایت کیا طاؤس سے کہ ابنِ
عباسؓ کو ایک مکتوب دیا گیا جس میں علی رضی اللہ عنہ کے
فیصلے لکھے ہوئے تھے تو انھوں نے اس کو مٹا دیا بجز اتنے
کے اور اشارہ کیا سفیان بن عُیَینہ نے اپنے ہاتھ سے۔ اور روایت
کیا مسلم نے ابن ابی مُلیکہ سے کہ میں نے ابنِ عباسؓ کو لکھا ان
سے یہ درخواست کر رہا تھا کہ وہ میرے لئے ایک مکتوب لکھ
دیں اور مجھے خفیہ طور پر دیدیں تو فرمایا کہ (دین کا) خیر
خواہ بیٹا ہے میں اس کے لئے ایک انتخاب کرلوں گا اور خفیہ
طور پر اس کو دیدوں گا۔ کہا کہ پھر انھوں نے منگائے علیؓ کے
فیصلے۔ تو ان سے کچھ چیزیں لکھتے جاتے تھے اور بعض چیزیں
جب آپ کی نظر سے گزرتیں تو کہتے کہ واللہ علیؓ ایسا فیصلہ
نہیں کرسکتے بجز اس کے کہ گمراہ ہوگئے ہوں۔ اور روایت کیا
مسلمؒ نے ابو اسحٰقؒ سے کہا کہ جب لوگوں نے بعد علیؓ کے نئی باتیں
نکالیں تو اصحاب علیؓ میں سے ایک شخص نے کہا کہ اللہ ان کو قتل
کرے کیسے علم کو انھوں نے فاسد کیا۔ اور مسلم نے روایت کیا
مغیرہؓ سے کہ ایسی حدیث کی جو علیؓ سے روایت کی جاتی تھی تصدیق
نہیں کی جاتی تھی مگر عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب کی طرف
سے۔ اور معاذؓ بن جبل حضرت فاروقؓ کے آخر زمانہ میں دنیا سے
گئے اور ان کی حدیثیں (اتنی مدت حیات کے باوجود) اتنی باقی
نہیں رہیں (کہ ان کو معتد بہ شمار کر سکیں) اور اُبَیؓ کی کوئی روایت
قرارت و تفسیر کے علاوہ لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں
ہے۔ اور ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس کمال کے باوجود جو ان کو
حاصل تھا بہت سے مسائل میں عاجز ہو کر عبداللہ بن مسعودؓ
کے حق میں فرمایا کہ مجھ سے مت پوچھو جب تک تم میں یہ حبر
(یعنی جید عالم) موجود ہے۔ اور ابن عباسؓ اپنے کمالِ علم کے باوجود

نزدیک بہ پنجاہ مسئلہ مخالف جمیع مجتہدین شد اخرج الدارمی عن ابراہیم قال خالف ابن عباس اہل القبلۃ فی امرأۃ و ابوین قال للام الثلث من جمیع المال و ہمچنین در مسئلہ عول و مسئلہ متعۃ الحج و متعۃ النساء و بیع صرف وغیرہا چنانکہ بر متتبعین فن حدیث مخفی نیست و در بسیارے از مسائل شک پیدا کرد مانند غسل قدمین و طلاق ثلث دفعۃً واحدۃً باز اقوال او مشتبہ شد و رجوع از اکثر روایات کردہ اند و عبد اللہ بن مسعود رض اکثر موافقت داشت با فاروق اعظم رض وے خود باین تصریح کردہ است کان عمر اذا سلک طریقًا وجدناہ سہلًا و نیز گفتہ لو ان الناس سلکوا وادیًا او شعبًا و سلک عمر وادیا او شعبا سلکت وادی عمر و شعبہ و زید بن ثابت رض نیز در اکثر متتبع او است و عبد اللہ بن عمر رض از خوض در اجتہاد در محل اشتباہ تقاعد می نمود و عائشہ صدیقہ رض مسائل او در جمیع ابواب فقہ نیست اما آنکہ نسبت او با مجتہدان امت مانند نسبت مجتہد مستقل است با مجتہدان منتسب پس نزدیک توسع در تتبع آثار صحابہ رض ظاہر می شود چنانکہ مجتہد مستقل ترتیب ادلہ و

تقریباً پچاس مسئلوں میں تمام مجتہدین کے خلاف تھے۔ روایت کیا دارمی نے ابراہیم سے کہا کہ مخالفت کی ابن عباس رض نے اہل قبلہ کی (متوفی کے) بیوی اور ماں باپ (کی میراث کے حصص) کے بارے میں کہ کہا کہ ماں کے لئے تمام مال کا ایک تہائی حصہ ہے اور اسی طرح عول کے مسئلہ میں اور مسئلہ متعۃ الحج اور متعۃ النساء اور بیع صرف وغیرہ میں جیسا کہ فن حدیث کا تتبع کرنے والوں سے مخفی نہیں ہے اور بہت سے مسائل میں انہوں نے شک کا اظہار کیا جیسے دونوں پاؤں کا دھونا اور ایک ہی دفعہ تین طلاقوں کے بارے میں۔ پھر ان کے اقوال مشتبہ ہو گئے اور اکثر روایات سے انھوں نے رجوع کر لیا۔ اور عبد اللہ بن مسعود رض نے اکثر موافقت کی ہے فاروق اعظم رض کے ساتھ اور انھوں نے خود اس کی تصریح کی ہے کہ عمر رض جب کسی طریق پر چلے ہیں تو ہم نے اس کو سہل پایا۔ اور نیز فرمایا کہ اگر سب لوگ راہ چلیں کسی وادی یا گھاٹی میں اور عمر رض راستہ چلیں دوسری وادی یا گھاٹی میں تو میں عمر رض کی وادی اور ان ہی کی گھاٹی میں چلوں گا۔ اور زید بن ثابت رض بھی اکثر مسائل میں ان ہی کی پیروی کرتے ہیں۔ اور عبد اللہ بن عمر رض اشتباہ کے موقع پر اجتہاد میں غور و خوض سے پہلو بچایا کرتے تھے۔ اور عائشہ صدیقہ رض سے تمام ابواب فقہ میں ان کے مسائل مروی نہیں ہیں رہی یہ بات کہ ان کی نسبت مجتہدین امت کے ساتھ ایسی ہے جیسی مجتہد مستقل کی نسبت ہوتی ہے مجتہدین منتسب کے ساتھ۔ تو یہ بات اگر آثار صحابہ رض کے تتبع میں توسع سے کام لیا جائے تو عیاں ہو جاتے گی۔ جیسا کہ مجتہد مستقل دلائل کی ترتیب اور

عہ جلد ثانی میں اس کا مفصل بیان تحریر کیا جا چکا ہے ۱۲ مترجم عہ بیع صرف اس کو کہتے ہیں جس میں دونوں طرف نقد ہوں جیسے روپیوں کے بدلے میں اشرفیاں لیجائیں ۱۲ مترجم

قواعدِ استنباط و جمع بین الدلیلین المتعارضین
مقرر مے فرماید و مجتہدِ منتسب ازوے این
ہمہ مسائل را فرا میگیرد وہمچنان فاروقِ اعظم رض
قاعدۂ چندین درین امور مقرر فرمودہ مجتہدانِ
مذاہب آن ہمہ قواعد را ازوے اخذ نمودہ اندو
بر منوالِ آن قواعد نسج کردہ و چنانکہ مجتہد
مستقل مسائل را در ہر باب بسوط میسازد
و جملہ صالحہ از مسائلِ مہمہ محرر می نماید بعد
ازان مجتہدانِ منتسب حصہ از تفسیر قرآنِ عظیم
و حصہ از سنتِ سنیہ و آثار سلف و لغتِ
عرب و قواعدِ استنباط یاد گرفتہ در مسائلِ
مفروشہ مجتہدِ مستقل غوض می نمایند اگر در
مسئلہ از مسائل نص کتاب و سنت بامفہوم
موافق یا مخالف آیتے یا حدیثے موافقِ آن
یافتند فہو المراد و اگر نیافتند و وجہ
مسئلہ ظاہر یافتند بآن اخذ نمودند و اگر
مخالفِ آن دلیلے قوی بہم رسید از
کتاب و سنت و قیاسِ جلی و
اجماعِ امت ترک اتباع می کنند زیراکہ
حالتِ ذے لازم شد اخذ بدلیلِ
قوی و اگر مخالفے موجود نشد و
وجہ مسئلہ نیز ظاہر نیست توقف
می نمایند یا اعتماد بر قول مجتہدِ مستقل مے
کنند علے اختلافٍ فی ذلک بناءً علے
اختلافہم فی مسئلۃٍ اُخرے

استنباطِ احکام کے قواعد اور دو متعارض دلیلوں کے جمع کی صورتیں
مقرر کرتا ہے اور مجتہدِ منتسب اُس سے ان تمام مسائل کو اچھی طرح
حاصل کرتا ہے، اسی طرح فاروقِ اعظم رض نے چند قاعدے ان
امور میں مقرر فرماتے اور مجتہدینِ مذاہب نے اُن سب قواعد کو
اُن سے اخذ کیا ہے اور اُسی نہج پر اُنھوں نے (دوسرے) قواعد
کی تدوین کی اور جس طرح مجتہدِ مستقل مسائل کو ہر باب میں
مفصل کر دیتا ہے اور مسائلِ مُہمّہ کے متعلق ایک جملہ صالحہ تحریر
کر دیتا ہے (جس سے اُن مبسوط مسائل کی علت حکم پر روشنی ڈال
دیتا ہے) اس کے بعد مجتہدینِ منتسب قرآنِ عظیم کی تفسیر کے ایک
حصّہ کو اور سنّتِ سنیہ کے ایک حصّہ کو اور آثارِ سلف اور لغتِ
عرب اور قواعدِ استنباط کو سامنے رکھتے ہوئے اُن مسائل میں
غور و فکر کرتے ہیں جن کو مجتہدِ مستقل نے مفصّل کر دیا تھا، تو
اگر ان مسائل میں سے کسی مسئلہ میں کتاب و سُنّت میں سے
کوئی نص مفہومِ موافق یا مخالف کے ساتھ کوئی آیت یا حدیث
اُس مسئلہ کے موافق پائیں گے تو فہو المراد اور اگر نہ پائیں گے
اور وجہ مسئلہ کی (جو مجتہد نے جملہ صالحہ میں ذکر کر دی تھی)
ظاہر پائیں گے تو اسی کو اخذ و قبول کر لیں گے اور اگر کوئی
(نص) نہ پائیں گے اور مسئلہ کی وجہ (مذکورہ) ظاہر دیکھیں گے
تو اس سے ہی اخذ کر لیں گے۔ اور اگر کوئی دلیل قوی کتاب
و سُنّت اور قیاس جلی اور اجماعِ اُمت میں سے اس کے خلاف
ملے گی تو اتباع ترک کر دیں گے کیونکہ اس حالت میں دلیل
قوی کے ساتھ اخذ کرنا لازم ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی مخالف
موجود نہیں مگر وجہ مسئلہ بھی ظاہر نہیں ہے تو توقف کرتے
ہیں یا مجتہدِ مستقل کے قول پر اعتماد کر لیتے ہیں، اس میں کچھ
اختلاف بھی ہے جس کی بنیاد اُن کے دوسرے مسئلہ میں اختلاف پر ہے

وہی ان المجتہدَ ہل یجوز لہ تقلیدُ المجتہدِ
الآخر اذا کان افضلَ منہ واَعلم قولانِ
المشہور[1] لا یجوزُ والصوابُ[2] الذی لا یجوزُ
غیرُہ عند استقرآءِ صنیع الائمۃ انہ یجوزُ
قال الشافعی قول الائمۃ ابی بکرٍ و عمرَ
و عثمانَ وقال فی القدیم و علیٍّ اذا صرنا
الی التقلیدِ احبُّ الینا وہر کہ صَنیعِ امام
مالکؒ در مجتہداتِ خود و صَنیعِ امام ابی حنیفہؒ
در مجتہداتِ خود تتبّع کند درین امر توقف
نخواہد کرد باز چون مسائل دیگر وارد شود
کہ در کلام مجتہدِ مستقِل منصوص نیست جمعے
استنباط کنند از ادلّۂ شرع بر منہاجِ استدلال
مجتہدِ مستقِل و نام این جمع مجتہد منتسب
مطلق است و طائفۂ تخریج کنند بر قول
مجتہدِ مستقِل از فحوائے خطاب یا طَردِ علّت
وغیر آن و نامِ این طائفہ مجتہد منتسب مقیّد
است ہمچنان مجتہدانِ مذاہب بعد احکام ما یتعلق
بالفقہ من الکتاب والسنّۃ و اتقانِ علم
عربیہ و قواعد جمع بین المختلفین در مسائلِ
مفروشۂ فاروقِ اعظمؓ خوض نمودہ اند
اکثرے را قبول کردہ و پارۂ را منکر شدہ
و در پارۂ دیگر مختلف گشتہ باز
در مسائل دیگر کہ بر ایشان وارد
شدہ در بعض مواضع استنباط
را کار فرما شدہ اند

اور وہ یہ ہے کہ کیا کسی مجتہد کے لئے دوسرے مجتہد کی تقلید جائز
ہے جب کہ وہ اُس سے افضل اور اَعلَم ہو۔ اس میں دو قول ہیں۔
مشہور[1] یہ ہے کہ جائز نہیں۔ اور قول صواب[2] ایسا کہ جس کے خلاف
جائز نہیں ابتدائی دَور کے مجتہدین کے طریق کار پر تفصیلی نظر کے
بعد یہ ہے کہ جائز ہے۔ شافعیؒ نے فرمایا ہے ائمہ ابو بکرؓ و عمرؓ
و عثمانؓ اور اُن کے قدیم قول میں "اور علیؓ" بھی مذکور ہے،
کے مِل جانے کے بعد ہم کو پسند ہے کہ ہم تقلید اختیار کرلیں۔
جو شخص امام مالکؒ کے طرزِ عمل کا ان کے اپنے اجتہادی مسائل
میں اور امام ابو حنیفہؒ کے طریق کار کا ان کے اپنے اجتہادی
مسائل میں تتبّع کرے گا وہ اس امر میں توقف نہ کرے گا پھر
جب دوسرے ایسے مسائل وارد ہوجائیں جو مجتہد مستقِل کے
کلام میں صراحت کے ساتھ مذکور نہیں ہوتے تو کچھ لوگ تو
ایسے ہوتے ہیں جو اثباتِ حکم ادلّۂ شرع سے کرتے ہیں مجتہد
مستقِل کے طریقِ استدلال کے مطابق ایسے لوگوں کا نام ہے
مُجتہد منتسب مطلق" اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو استنباط حکم کرتے
ہیں مجتہدِ مستقِل کے کسی قول سے (کسی مسئلہ میں) اُس کی تقریر
کے انداز سے یا (کسی مسئلہ کے حکم کی) علّت کا استخراج کرکے
وغیر ذٰلک اور ایسے لوگوں کا نام ہے "مجتہد منتسب مُقیّد" اسی
طرح مجتہدینِ مذاہب نے اَن فقہی اصولوں کو محکم کرنے کے بعد
جو کتاب وسُنّت سے متعلق ہیں اور علمِ عربیّت اور دو مختلف چیزوں
کے جمع کرنے کے قواعد میں پختگی حاصل کرنے کے بعد اُن مسائل
میں غور و فکر کیا جو فاروقِ اعظمؓ مفصّل ذکر کرچکے ہیں تو
ان میں کے اکثر مسائل کو قبول کیا اور بعض کا انکار کیا اور بعض
سے اختلاف کیا۔ پھر دوسرے مسائل میں جو اُن پر وارد ہوتے
بعض مواقع میں تو (کتاب و سنّت سے) استنباط کا طریق اختیار کیا

ودر طائفہ عمل بتخریج نمودہ اند لیکن فہم این
معنے بغایت دقیق است جمعی کہ سرمایہ علم ایشان
شرح وقایہ وہدایہ باشد کجا ادراک این سرّ دقیق
توانند کرد ۵ کسی در صحن کاچی قلیہ جوید؛ اَضَاعَ
العُمرَ فی طَلَبِ المُحَال ؛ این نیست کہ فاروقِ اعظم رض
را در شرع واسطہ نگرفتہ باشند وبغیر توسط او
در ادلۂ شرعیہ خوض کنند لیکن توسطے کہ مجتہدِ
منتسب رامی باشد با مجتہدِ مستقل نہ توسطے کہ
مقلدِ صرف را باشد با مجتہدِ متبوع خویش این
را قرائن بسیار ہست کہ منصف نزدیک ملاحظہ
آن بتصدیق این معنے مضطر شود یکی ازان
قرائن آنکہ چنانکہ مجتہدانِ شافعیہ مثلاً با یک
دیگر اختلافہا دارند الاّ در حلّ مسائل تابع شیخ
خود ند وبہمین اعتبار ہمہ ایشانان را اصحاب
شافعی گفتہ میشود ہمچنین مجتہدین در رؤسِ مسائلِ
فقہ تابع مذہبِ فاروقِ اعظم رض اند واین قریب ہزار
مسئلہ باشد تخمیناً وبہمین سبب نام ایشان مجتہد اصحاب
حدیث مقرر شد نہ ظاہریہ ونہ باطنیہ ونہ اصحاب
رائے باز سبب اختلافِ ایشان در مسائلِ جزئیہ
یا آنست کہ از آنحضرتِ فاروق رض خبر واحد باشد کہ
بہ یکے رسید وبہ دیگرے نہ رسید یا آنکہ رُوات
فاروقِ اعظم رض مختلف شدند یکی تصحیح روایتے
کرد و دیگرے تصحیح روایتِ

اور بہت سے مسائل میں (مجتہدِ مستقل کے قول سے) تخریج پر عمل
کیا۔ لیکن اس حقیقت کو سمجھنا بہت دقیق ہے۔ وہ جماعت جن
کا سرمایۂ علم شرح وقایہ اور ہدایہ ہوگا اس سرِّ دقیق کا ادراک
کہاں کر سکے گی ۵ کسے در صحنِ کاچی الخ (ترجمہ) اگر کوئی کاچھی
کے پیالے میں قلیہ تلاش کرے گا۔ تو اپنی عمر محال چیز کی طلب
میں ضائع کرے گا۔" یہ نہیں ہوسکا ہے کہ فاروق اعظم رض کو
شرع میں واسطہ نہ بنائیں اور بغیر اُن کے توسُّط کے ادلۂ شرعیہ
میں غور وخوض کریں لیکن وہ توسط ایسا ہوگا جیسا کہ مجتہدِ منتسب
کو مجتہدِ مستقل کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ وہ توسُّط جو کہ مقلدِ محض کو
ہوتا ہے اس مجتہد کے ساتھ جس کا وہ اتباع کرتا ہے۔ اس کے
لئے بہت سے قرائن ہیں کہ ایک منصف مزاج ان کے ملاحظہ کے
بعد اس حقیقت کی تصدیق پر مجبور ہو جائے گا۔ ان قرائن میں
سے ایک یہ ہے کہ جیسا کہ مثلاً مجتہدین شافعیہ ایک دوسرے کے
ساتھ بہت سے اختلافات رکھتے ہیں مگر حلِّ مسائل میں تابع اپنے شیخ
ہی کے ہوتے ہیں اور اسی اعتبار سے اُن سب کو اصحاب شافعی
کہا جاتا ہے، اسی طرح مجتہدین اہمّ مسائلِ فقہ میں فاروقِ اعظم رض
کے مذہب کے تابع ہیں اور یہ تخمیناً ایک ہزار کے قریب مسائل ہیں
اور اسی سبب سے اُن کا نام مجتہد اصحاب حدیث ہوا، نہ ظاہریہ ہوا
نہ باطنیہ اور نہ اصحاب رائے۔ پھر مسائلِ جزئیہ میں ان کے اختلاف
کا سبب یا تو یہ ہوا ہے کہ حضرت فاروق رض کی اثر خبر واحد
ہوئی کہ ایک کو پہنچی اور دوسرے کو نہ پہنچی اور یا یہ ہوا کہ
فاروقِ اعظم رض سے روایت کرنے والے باہم مختلف ہوتے ایک
نے ایک روایت کی تصحیح کی اور دوسرے نے دوسری روایت کی

۵ ہندوستان میں ... ہندو سبزی فروشوں یعنی ہندو کنجڑوں کی ایک قوم ہے جس کو کاچھی کہتے ہیں یہ گوشت خور نہیں ہوتے۔ اسی لفظ میں سے
ہائے مخلوط نکال کر کاچی کہا گیا۔ اشتیاق احمد

دیگر یا آنکہ کلام فاروقِ اعظم رضہ محتمل وجہین
باشد پیش یکی محملے دارد و پیش دیگرے
محملے دیگر یا آنکہ در نظر یک مجتہد قولِ
حضرت فاروق رضہ معارض شد بحدیثے
صحیح یا بقیاسِ جلی پس ترک آن کرد
و ہمین است صنیع مجتہد منتسب و مجتہد
دیگر قادر شد بر دفعِ معارضہ و تطبیق بین
الدلائل پس ترک نہ کرد و این وجوہ در
نصوص مجتہدین تصریحاً مذکور ست چنانکہ
بعض ازان مذکور خواہیم کرد یا آنکہ مسئلہ
منصوص حضرت فاروق رضہ نیست ہر یکے
برأی سلوک نمود یا آنکہ در تخریج از قول
فاروقِ اعظم رضہ مختلف شدند قرینہ دیگر آنکہ
اگر صنیعِ ایشان ملاحظہ کردہ شود بسیارے از
مسائل ہست کہ حدیثِ مرفوع صریح بروایت
جماعہ عن جماعۃ موافق مذاہب حضرت فاروق رضہ در
مدعا یافتہ شود و ہذا اکثر من ان یحصٰی و بسیارے
از مسائل ہست کہ حدیث صریح یافتہ نشود بلکہ ایماے
از کتاب و سنّت موافق حضرتِ فاروق رضہ یافتہ
شود یا خبرِ واحد بغیر آنکہ بروایتِ جماعہ
عن جماعہ باشد یافتہ شود ہمہ مجتہدین درین
صورت نیز اتباعِ فاروقِ اعظم رضہ میکنند و بسیارے
از مسائل ہست کہ احادیث مختلف می شود و
حضرت فاروق رضہ تطبیقے مقرر کردہ البتہ تابع ہمان
تطبیق مے شوند چنانکہ در مسئلہ فسخ حج

تصحیح کی۔ یا یہ کہ فاروقِ اعظم رضہ کا کلام ہی دو وجہوں کا محتمل
ہوا۔ ایک کے نزدیک اُس کا محمل ایک ہے اور دوسرے کے
نزدیک اس کا محمل دوسرا ہے۔ یا یہ کہ ایک مجتہد کی نظر میں
حضرت فاروق رضہ کا قول کسی حدیث صحیح یا قیاس جلی کے
معارض ہوا تو اُس نے اس قول کو ترک کر دیا اور مجتہدِ منتسب
کا طریقِ کار یہی ہے۔ اور دوسرا مجتہد تعارض کے اُٹھا دینے اور
دلائل کی تطبیق پر قادر ہوا تو اُس نے آپ رضہ کے قول کو ترک نہ
کیا اور یہ (بیان کردہ) وجوہ مجتہدین کی نصوص میں تصریحاً مذکور
ہیں چنانچہ ان میں سے بعض کو ہم ذکر کریں گے۔ یا یہ کہ مسئلہ حضرت
فاروق رضہ کی طرف سے منصوص نہیں ہے تو ہر ایک (اس کا مفہوم
قرار دینے میں) اپنی رائے پر چل پڑا یا یہ کہ فاروقِ اعظم رضہ کے
قول سے تخریج میں ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے۔ دوسرا قرینہ
یہ ہے کہ اگر ان کے طریقِ کار کو ملاحظہ کیا جاتے تو معلوم ہوگا کہ
ہمارے مدّعا کے مطابق مسائل میں سے ایسے بہت ہیں کہ جن کے
بارے میں حدیث مرفوع صریح جن کو ایک جماعت دوسری جماعت
سے روایت کرتی ہے، موافق مذہب حضرتِ فاروق رضہ پائی جاتی
ہے اور یہ اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا احصار مشکل ہے۔ اور بہت
سے ایسے مسائل ہیں کہ (ان کے بارے میں) حدیث صریح نہیں پائی
جاتی بلکہ کتاب وسنّت کے اشارات حضرت فاروق رضہ کے موافق
پائے جاتے ہیں یا خبر واحد پائی جاتی ہے بغیر اس کے کہ اس کو
ایک جماعت نے جماعت سے روایت کیا ہو، تمام مجتہدین اس صورت
میں بھی فاروق اعظم رضہ کا اتباع کرتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے مسائل
ہیں کہ احادیث سے ان کا حکم ایک دوسرے سے مختلف نکلتا ہے
اور حضرت فاروق رضہ نے ایک تطبیق کی صورت نکال دی اور سب
مجتہدین اسی تطبیق کے تابع ہو جاتے ہیں جیسا کہ عمرہ کے ساتھ فسخ

بعمرہ و مسئلہ غسل قدم و مسئلہ متعہ و مسئلہ
صرف و بسیارے از مسائل ہست کہ حدیثے دران
باب یافتہ نشد و مخالفتِ قولِ فاروق رضؓ بانصِ
کتاب و نصِ حدیث و قیاسِ جلی نیز ظاہر نشد
و طریقِ قیاس و رائے دراںجا مسدود نیست دراںجا
البتہ تقلیدِ قولِ او میکنند و مجتمع مے شوند بران
چنانکہ شاعر بحدس اِدراک مینماید کہ فلان قصیدہ
تتبع فلان قصیدہ است ہرچند صاحب قصیدہ
آن تصریح نکردہ باشد درین صورت حدس قوی
متتبع آثار را بہم می رسد کہ اگر ہمت خود را بر تقلیدِ
فاروقِ اعظم رضؓ جمع نہ کردہ اند این معاملہ چرا مے
کنند قرینۂ سوم آنکہ اصل ثالث از اصولِ شریعت
اجماع است باز اجماعے کہ متخیلِ اہلِ زمانِ ما
است بمعنے اتفاق جمیع اُمتِ مرحومہ بحیث
لا یشذ منہم فردٌ واحدٌ نصًّا من کلِّ واحدٍ منہم خیالِ
محال است ہرگز واقع نشدہ مسئلہ نیست از انچہ
او را اجماعیات می نامند مگر فے الجملہ خلافے دران
نقل کردہ می شود اجماعِ کثیر الوقوع اتفاق اہل
حلّ و عقد است از مفتیان امصار این معنے
در مسائلِ مصرحہ فاروقِ اعظم رضؓ یافتہ می شود کہ
اہلِ حلّ و عقد بران اتفاق کردہ اند و تلو آن
فتوے جمعے غفیر و سکوتِ باقین و تلو آن
اختلاف علے قولین کہ در حکم اتفاق بر
نفے قولِ ثالث است و تلو آن
اتفاقِ اہلِ حرمین

حج کے مسئلہ میں اور پاؤں کے دھونے کا مسئلہ اور متعہ کا مسئلہ
اور بیع صرف کا اور بہت سے ایسے مسائل ہیں کہ اس باب میں
کوئی حدیث نہیں پائی گئی مگر نص کتاب اور نصِ حدیث اور قیاس
جلی کے ساتھ قولِ فاروق رضؓ کی کوئی مخالفت بھی ظاہر نہیں ہوتی
اور وہاں قیاس و رائے کی راہ مسدود نہیں ہوتی البتہ اُن کے
قول کی تقلید کرتے اور اس پر مجتمع ہو جاتے ہیں جیساکہ ایک شاعر
فراست سے یہ ادراک کرلیتا ہے کہ فلاں قصیدے میں فلاں قصیدے
کا تتبع کیا گیا ہے اگرچہ صاحب قصیدہ نے اس بات کی تصریح نہ
کی ہو اس صورت میں ایک فراستِ قویہ آثار کے تتبع کرنے
والے کو حاصل ہو جاتی ہے کہ اگر ان حضرات مجتہدین نے اپنی
ہمت کو تقلیدِ فاروق رضؓ پر پورے طور پر نہیں لگا دیا ہے تو یہ معاملہ
کیسے کر رہے ہیں۔ تیسرا قرینہ یہ ہے کہ اصولِ شریعت میں کی
تیسری اصل اجماع ہے۔ پھر ایسا اجماع جو کہ ہمارے زمانہ والوں
کے تخیل میں ہے تمام اُمتِ مرحومہ کے ایسے اتفاق کے معنے
میں کہ ایک فرد واحد بھی اُس سے جُدا نہ ہو اور اُمت کے ہر ایک
شخص کی طرف سے اُس پر نص ہو جاتے خیال محال ہے ایسا
کبھی واقع نہیں ہوا۔ جن کو اجماعیات کہتے ہیں ان میں کوئی
مسئلہ نہیں مگر اس میں فے الجملہ ایک اختلاف نقل کیا جاتا ہے۔
اجماعِ کثیر الوقوع حضراتِ حل و عقد کا اجماع ہے جو شہروں
کے مفتی ہیں۔ یہ معنے فاروقِ اعظم رضؓ کے تصریح کئے ہوتے ان
مسائل میں پائے جاتے ہیں کہ صاحبانِ حل و عقد نے ان پر
اتفاق کیا ہے۔ اور اس سے ملحق ہے ایک بڑی جماعت کا فتوے
اور باقی لوگوں کا سکوت اور اس سے ملحق ہے دو قولوں پر اختلاف
(کہ فلاں مسئلہ کا یہ حکم ہے یا یہ ہے) جو کہ نفی قولِ ثالث پر
اتفاق کے حکم میں ہے۔ اور اسی سے ملحق ہے اتفاق اہلِ حرمین

و خلفاء کہ بحکم حدیث ان الدین لیأرز الی الحجاز کما تأرز الحیۃ الی جحرہا و حدیث علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی عضوا علیہا بالنواجذ متبع است این اجماعیات کہ واقع شدہ اند بدون اہتمام حضرت فاروق و نص فتوی وی صورت نہ بستہ چنانکہ در مسئلہ غسل باکسال و چہار تکبیر در جنازہ نقل کردہ اند فقیر را عفی عنہ شاہا بخاطر میگذشت کہ مذہب حضرت عمر را رضی اللہ عنہ مدون سازد و تعجب میکرد از علماء سلف کہ چرا باین امر عظیم اہتمام نہ نمودہ اند حالانکہ فوائد عظیمہ در حق خواص مسلمین و عوام ایشان در تدوین مذہب وے رضی اللہ عنہ مرجو است اما خواص مسلمین یا فقہاء اند یا محدثین اتفاق سلف و توارث ایشان اصل عظیم است در فقہ و اصل دران باب نصوص فاروق رض و مناظرات اوست مجلدے ضخیمے مشتوعب اکثر ابواب فقہ ازان مے تواں جمع کرد و عمدہ در فن حدیث معرفت طرق متعاضدہ حدیث است اگر احادیث کہ بظاہر موقوفہ فاروق اعظم رض است بمعنے مرفوع است و سننے درستی ازین باب مے تواں پرداخت و از شواہد احادیث و متابعات شتی کثیر مے تواں ازان بر آورد اما فائدہ آن در حق عوام مسلمین

اور خلفاء رض کا جو بحکم حدیث اِنَّ الدِّیْنَ الخ یعنی دین سمٹ آئے گا حجاز میں جس طرح کہ سانپ اپنے سوراخ میں سمٹ آتا ہے۔" اور بحکم حدیث کہ تم پر لازم ہے میرا طریقہ اور میرے بعد کے خلفاء راشدین کا طریقہ اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا" قابل اتباع ہے۔ یہ اجماعیات جو واقع ہوئے ہیں حضرت فاروق رض کے اہتمام اور نص فتوی کے بغیر نہیں ظہور پذیر ہوتے جیسا کہ اکسال پر (یعنی انزال سے پہلے ذکر کو باہر نکال لینے پر) غسل اور جنازے کی نماز میں چار تکبیر نقل کی ہیں۔ فقیر عفی عنہ کے دل میں برسوں سے یہ خیال آتا رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذہب کو مدون کرے اور تعجب کرتا رہا ہے علماء سلف پر کہ انھوں نے اس امر عظیم کا اہتمام کیوں نہیں کیا حالانکہ خواص و عوام سب اہل اسلام کے لئے آپ رض کے مذہب کی تدوین میں فوائد عظیمہ کی امید ہے۔ خواص مسلمین پر غور کیجئے تو وہ فقہاء ہیں یا محدثین۔ سلف کا اتفاق اور اُن کا توارث (یعنی ایک شخص نے کسی امر کو اپنے اکابر سے سُنا یا دیکھا اور انھوں نے اپنے اکابر سے) فقہ میں اصل عظیم ہے اور اس باب میں اصل ہیں حضرت فاروق رض کی نصوص اور اُن کے مناظرات، ان سے ایک ضخیم کتاب جو اکثر ابواب فقہ پر مشتمل ہو مرتب کی جاسکتی ہے۔ اور (یہ فائدہ تو فقہاء سے متعلق ہے، محدثین کو یہ فائدہ حاصل ہوتا کہ) فن حدیث میں خاص چیز ہے ایسے طُرق (یعنی روایات) حدیث کی معرفت جو ایک دوسرے کی مؤید ہوں۔ اگر ایسی احادیث جو بظاہر فاروق اعظم رض کی موقوفہ ہیں اور بمعنے مرفوع ہیں جمع کی جاتیں تو اس باب میں ایک کامل سُنن مرتب ہوسکتی تھی اور احادیث اور متابعات کے شواہد سے اُس سے بہت سی چیزیں نکالی جاسکتی تھیں۔ اب اس فائدہ کو لیجئے جو عوام مسلمین کو پہنچتا

آنست کہ مذاہبِ مجتہدین را شعب یک شریعت دانند ہر
مذہبی را دینے علیحدہ وملتے جداگانہ خیال نکنند واختلافِ
امت مشوشِ یقین ایشان بآحکام ملت نشود ظاہرِ
دین وسوادِ اعظم را از روایاتِ شاذّہ جدا تصوّر
نمایند وحجّتِ شرع بر خود قائم شناسند و بر
مرتبۂ فاروقِ اعظم رض در نشرِ دینِ متین وتبلیغ
شریعتِ غرّا چنانکہ ہست مطلع شوند واعطائے
کُلّ ذی حقٍ حقہٗ بعمل آرند باز تا این وقت
این داعیہ بوجود نیامد چون سخن تا اینجا رسید
آن داعیہ باز گُل کرد وحبسِ خاطر ازان داعیہ
وجہے نداشت ہذا مع قلّۃِ الاسباب و
تشتّتِ البال واللہ ہو الموفق والمُعین ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسّلام علےٰ نبیّہ
الّذی لا نبیَّ بعدہٗ امّا بعد فیقول العبد الضعیف
الراجی رحمۃ اللہ الکریم ولی اللہ بن عبد الرحیم
تغمّدہ اللہ تعالےٰ برحمتہ ہذا ما وفقنی اللہ
عزّ وجلّ لہٗ من تدوینِ مذہب الخلیفۃ
الاوّاب الناطق بالصدق والصواب امیر
المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ و
ارضاہ والمذاہبُ الاربعۃ منہ بمنزلۃِ
الشروح من المتونِ والمجتہدونَ
من صاحبہ بمنزلۃ المجتہدین المنتسبین
من المجتہد المستقل واللہ ہو الموفق
والمُعین ؛

وہ یہ ہے کہ وہ یہ بات جان لیتے کہ مجتہدین کے مذاہب ایک ہی شریعت
کے شعبے ہیں اور وہ ہر مذہب کو علیحدہ دین اور جداگانہ ملت نہ
خیال کرتے اور اختلافِ اُمّت احکامِ مِلّت کے بارے میں ان کے
یقین کو تشویش میں نہ ڈالتا ۔ وہ ظاہرِ دین اور سوادِ اعظم کو روایاتِ
شاذّہ سے جدا تصور کرتے اور شریعت کی حجت اپنے اوپر قائم سمجھتے
رہتے اور شریعتِ غرّا کی اشاعت اور دینِ متین کی تبلیغ کے بارے
میں فاروقِ اعظم رض کے اُس مرتبہ ومقام کو سمجھ لیتے جو اُن کا حقیقۃً
ہے اور وہ ہر ذی حق کو اُس کا حق دیئے جانے کے اصول کو
عمل میں لاتے ۔ پھر اس وقت یہ داعیہ وجود میں نہیں آیا۔ جب
بات یہاں تک پہنچی تو وہ داعیہ پھر اُبھر آیا اور قلب کے رُک جانے
کی اس داعیہ سے کوئی وجہ نہیں ہے۔ اب ہم اس کو شروع کرتے
ہیں باوجود قلّتِ اسباب اور پریشان خیالی کے اور اللہ ہی توفیق
دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ه

ہر تعریف کا مستحق اللہ ہے اپنی وحدانیت کے ساتھ اور
درود وسلام اللہ کے اُس نبی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔
امابعد کہتا ہے عبد ضعیف اللہ کریم کی رحمت کا امیدوار ولی اللہ
ابنِ عبد الرحیم اللہ تعالےٰ اُن کو غریقِ رحمت کرے، یہ وہ بیان
ہے جس کی اللہ عزّ وجلّ نے مجھ کو توفیق عطا فرمائی جو کہ خلیفہ
اوّاب ناطق بالصّدق والصّواب امیر المومنین عمر بن الخطاب
رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ کے مذہب کی تدوین کے بارے
میں ہے اور چاروں مذہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) اُس
کے مقابلہ پر متون کی شروح کے مرتبہ میں ہیں اور جملہ مجتہدین
آپ کے سامنے بمنزلۂ مجتہدینِ منتسبین کے ہیں بمقابلہ مجتہدِ مستقل
کے۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔

ادلۃ الشرع اربعۃ اخرج الدارمی عن شریح ان عمر بن الخطاب کتب الیہ ان جاءک شیء فی کتاب اللہ فاقض بہ ولا یلفتنک عنہ الرجال فان جاءک مالیس فی کتاب اللہ فانظر سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقض بہا فان جاءک مالیس فی کتاب اللہ ولم یکن فیہ سنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانظر ما اجتمع علیہ الناس فخذ بہ فان جاءک مالیس فی کتاب اللہ ولم یکن فیہ سنۃ رسول اللہ ولم یتکلم فیہ احد قبلک فاختر ای الامرین شئت ان شئت ان تجتہد برایک ثم تقدم فتقدم وان شئت ان تتاخر فتاخر ولا اری التاخر الا خیرا لک تخصیص عام الکتاب بالسنۃ وتفسیر مجمل الکتاب بالسنۃ اخرج الدارمی عن عمر بن الاشجع ان عمر بن الخطاب قال انہ سیاتی ناس یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوہم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ لا یؤخذ الحدیث الا عن ثقۃ اخرج مسلم عن ابی عثمان النہدی قال عمر ابن الخطاب یحسب المرء من الکذب

شریعت کی چار دلیلیں ہیں دارمی نے روایت کیا شریح سے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا کہ اگر تمہارے سامنے کوئی چیز کتاب اللہ میں سے آجائے تو اُس کے ساتھ فیصلہ کردو اور لوگوں کے کہنے سے اُس سے ہرگز روگرداں نہ ہونا اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا قضیہ آجائے جس کا حکم کتاب اللہ میں نہ ہو تو سُنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرو اور اُس کے مطابق فیصلہ کردو۔ پھر اگر تمہارے پاس کوئی ایسا قضیہ آجائے جس کا حکم کتاب اللہ میں نہ ہو اور نہ اُس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت (یعنی آپؐ کا کوئی قول یا فعل) موجود ہو تو اُس چیز کو دیکھو جس پر لوگوں کا اجتماع ہوگیا ہو تو اس کو اختیار کرلو۔ پھر اگر تمہارے پاس کوئی ایسا قضیہ آجائے کہ نہ اُس کا حکم کتاب اللہ میں ہے اور نہ سُنّتِ رسول اللہ میں ہے اور نہ تم سے پہلے اس پر کسی نے کلام کیا ہے (یعنی تمہارے اہلِ مشورہ میں سے) تو دونوں امر میں سے جو چاہو اختیار کرلو یعنی یہ کہ تم اپنی رائے سے اجتہاد کرو اور (اُس کو بیان کرنے میں) پہل کرو تو پہل کرلو اور اگر تم چاہو کہ متوخر رہو (کہ پہلے دوسرے لوگ اپنا مشورہ بیان کریں) تو متوخر رہو اور میں متوخر رہنے ہی کو تمہارے لئے بہتر خیال کرتا ہوں۔ **کتاب اللہ کے عام کی تخصیص سُنّت کے ساتھ** اور کتاب اللہ کے مجمل کی تفسیر سُنّت کے ساتھ۔ دارمی نے روایت کیا عمر بن الاشجع سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ عنقریب تمہارے پاس کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو تم سے جھگڑینگے متشابہاتِ قرآن کے ذریعہ سے تو تم انکی گرفت کرنا سُنن کے ساتھ کیونکہ اصحابِ سُنن زیادہ جانتے ہیں کتاب اللہ کو **حدیث نہ لیجائے مگر ثقہ سے** مسلم نے روایت کیا ابوعثمان نہدی سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے

ان یحدث بکل ما سمع واخرج البیھقی عن ابن عمر قال کان عمر یامرنا ان لا ناخذ الا عن ثقۃ اجازۃ خبر الواحد الصدوق وان کان خلاف القیاس ذکر الشافعیؒ عن عمرؓ قصصا منھا ان رأیہ کان ان یحکم فی الاصابع بدیات مختلفۃ لاختلافھا فی المنافع والجمال فلم یتبع رأیہ حین وجد فی کتاب عمرو بن حزم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وفی کل اصبع مما ھنالک عشر من الابل ومنھا ان رأیہ کان ان الدیۃ للعاقلۃ ولا ترث المرأۃ من دیۃ زوجھا شیئا فلم یتبع رأیہ حین اخبرہ الضحاک بن سفیان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب الیہ ان یورث امرأۃ اشیم الضبابی من دیتہ ومنھا حدیث عمر فی الجنین وقبولہ خبر جمیل ابن مالک بن النابغۃ وقولہ لو لم نسمع ہذا لقضینا بغیر ہذا واخذ بخبر عبد الرحمن ابن عوف فی الرجوع من ارض الوباء ثم اورد الشافعی فی المسئلۃ اشکالا وقال لم لم یکتف عمر بن الخطاب علی خبر الواحد فی غیر ما ذا مسئلۃ حتی طلب رجلا

یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر ایسی بات جو کسی سے سنے اس کو نقل کردے اور بیہقی نے روایت کیا ابن عمرؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ ہم کو عمرؓ یہ حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اخذ نہ کریں (کوئی حدیث) مگر ثقہ سے۔ **واحد صدوق کی خبر کو جائز رکھنا اگرچہ خلاف** قیاس ہو۔ شافعیؒ نے عمرؓ کے چند قصے بیان کئے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی رائے یہ تھی کہ انگلیوں کے بارے میں مختلف دیتوں کا حکم کریں کیونکہ وہ منافع اور جمال میں اختلاف رکھتی ہیں تو انھوں نے اپنی رائے کا اتباع نہ کیا جب عمرو بن حزمؒ کی تحریر میں انھوں نے یہ پایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک انگلی میں جو ضائع کی جاتے گی دس اونٹ ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی رائے یہ تھی کہ دیتؔ مقتول کے دادھیالی رشتہ داروں کے لئے ہے اور بیوی کو اپنے شوہر کی دیت میں سے کچھ وراثت نہ ملے گی تو انھوں نے اپنی رائے کا اتباع نہیں کیا جب کہ ان کو ضحاکؓ بن سفیان نے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھا کہ اشیم الضبابی کی بیوی کو اس کی دیت میں وارث قرار دیں۔ اور ان میں سے ہے حدیث عمرؓ کی جنین کے بارے میں اور ان کا قبول کرنا جمیل بن مالک بن النابغہ کی خبر کو اور یہ فرمانا کہ اگر ہم یہ نہ سنتے تو ہم اس کے خلاف فیصلہ کردیتے۔ اور آپ نے قبول کرلیا عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی خبر کو ارض وبا سے لوٹنے کے بارے میں۔ پھر شافعیؒ نے مسئلہ میں اشکال وارد کیا کہ کیوں نہیں اکتفاء کیا عمرؓ بن الخطاب نے خبر واحد پر اس کے علاوہ چند مسئلوں میں یہاں تک کہ ایک اور شخص کو طلب کیا

عــہ یہ قیاس حضرت عمرؓ کا اس ضابطہ کی بنا پر تھا کہ الدیۃ علی العاقلۃ کہ دیۃ قاتل کے دادھیالی رشتہ داروں کے ذمہ ہے۔ جب ان سے دیت وصول کیجاتی ہے تو دیت میں وراثت کا حق بھی دادھیالی رشتہ داروں ہی کا ہونا چاہیئے۔

وأجاب بأنه في بعض المواضع طلب مخبرًا
آخر لأنه لم يأمن غلط الراوي وقلة ضبطه
وفي بعض المواضع طلب استظهارًا
وإن كان خبر الواحد موجبًا للحكم فخبر
الاثنين أشفى للخاطر وأقمع للشبهة
كما صرح هو بنفسه في قصة أبي موسى
الاجماع اخرج الشافعي عن عمر خطبته
بالجابية وفيها عن النبي صلى الله عليه
وسلم من سره بحبوحة الجنة فليلزم
الجماعة واحتج بهذا على القول بالاجماع
شرط القياس اخرج الدارقطني في جملة
كتب عمر الى ابي موسى الاشعري في
أدب القضاء. الفهم الفهم فيما يختلج
في صدرك مما لم يبلغك في الكتاب
والسنة واعرف الامثال والاشباه
ثم قس الامور عند ذلك فاعمد الى
أحبها الى الله عز وجل واشبهها
بالحق فيما ترى قوله مما لم يبلغك
اشارة الى شرط محل القياس قوله
اعرف الامثال والاشباه بيان
المقيس عليه قوله احبها الى الله و
اشبهها بالحق بيان العلة وكونها
مؤثرة بشهادة الشرع **كراهية
السؤال فيما لم ينزل**
اخرج الدارمي

اور انھوں نے پھر اس کا جواب دیا کہ انھوں نے بعض مواضع
میں دوسرا خبر دینے والا اس لئے طلب کیا کہ راوی پر غلطی اور قلتِ
ضبط کی وجہ سے مطمئن نہیں ہوئے اور بعض مواضع میں دوسرے
شخص کو طلب کیا مزید توثیق کے لئے اگرچہ خبر واحد موجب حکم
تھی تو دو کی خبر دل کو زیادہ تشفی دے گی اور شبہ کو اکھاڑ
دے گی جیسا کہ انھوں نے خود اس کی تصریح کی ہے ابو موسےٰ رضؓ
کے قصہ میں۔ **اجماع** روایت کیا شافعی رحؒ نے عمر رضؓ سے ان کا
خطبہ جو انھوں نے جابیہ میں دیا تھا اور اس میں نبی صلے اللہ علیہ
وسلم سے یہ روایت کیا کہ جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ
وسطِ جنت میں داخل ہو اس کو چاہیئے کہ جماعت کو لازم کرلے اور
اس سے انھوں نے احتجاج کیا ہے قول بالاجماع پر۔ **شرط قیاس**
اخذ کیا دارقطنی نے ایک جملہ سے کہ لکھا تھا عمر رضؓ نے ابو موسےٰ اشعری رضؓ
کو ادبِ قضاء کے بارے میں اَلفہم یعنی فہم سے کام لے اس چیز
کے بارے میں جو تیرے سینہ میں کھٹکے ایسے امر کے بارے میں جسکے
متعلق کتاب و سنّت میں سے کوئی بات تیرے پاس نہیں پہنچی اور
جو چیزیں اس کی مثل اور اس کی شبیہ ہیں ان کو پہچان پھر
اس پر امور کو قیاس کرلے اور اس صورت کو اختیار کرلے جو تیری
رائے میں اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور حق سے زیادہ مشابہ
ہو۔ ان کا یہ کہنا کہ مما لم یبلغک (ان چیزوں میں سے جو تیرے
پاس نہیں پہنچیں) اشارہ ہے محلّ قیاس کی شرط کی طرف۔ یہ
قول کہ امثال اور اشباہ کو پہچان بیان ہے مقیس علیہ کا۔
اور یہ قول کہ جو صورت اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور حق
کے ساتھ زیادہ مشابہ ہو بیان ہے علت کا اور اس کے مؤثر ہونے کا
شریعت کی شہادت کے ساتھ۔ **ایسے سوال کی کراہیت جو ایسی بلا کے
بارے میں ہو جو ابھی نازل نہیں ہوئی** دارمی نے روایت کیا

عن ابن عمر انہ سُئِل عن شئی فقال لاتسألْ عما لم یکنْ فانی سمعتُ عمرَ بن الخطاب یلعن من سأل عما لم یکن و اخرج الدارمی عن طاؤس قال عمر علی المنبر اُحرِجُ باللہ علی رجل سأل عما لم یکن فان اللہ قد بیّن ماھو کائن قولہ بیّن ماھو کائن یعنی تکفل ان یلھم الصواب فی النازلۃ و ہذا مرفوع فی الحقیقۃ اخرج الدارمی عن وہب بن عمرو الجمحی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتعجلوا بالبلیۃ قبل نزولہا فانکم ان لاتعجلوھا قبل نزولہا لا ینفکُّ المسلمونَ وفیہم اِذْ ہِیَ نزلتْ مَن اذا قالَ وُفّقِ و سُدِّدَ و انکم اِن تعجلوھا تختلفُ بکم الاہواء فتأخذوا ہکذا و ہکذا و اشارَ بین یدیہ و عن یمینہ و عن شمالہ یفہم من الحدیث المرفوع

ابن عمرؓ سے کہ ان سے کوئی بات پوچھی گئی تو اُنھوں نے کہا کہ اُس مصیبت کے بارے میں سوال نہ کرو جو واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ میں نے عمرؓ بن الخطاب سے سُنا کہ وہ لعنت کر رہے تھے اُس شخص پر جو اُس بَلا کے بارے میں سوال کرے جو ابھی واقع نہیں ہوئی۔ اور روایت کیا دارمی نے طاؤس سے کہ عمرؓ منبر پر فرمایا کہ میں اللہ کے واسطے سے اُس شخص کو روکتا ہوں جو ایسی بَلا کے بارے میں سوال کرے جو نہیں واقع ہوتی کیونکہ اللہ نے جو ہونے والی باتیں ہیں اُن کو بیان کر دیا۔ یہ ارشاد کہ جو ہونے والی باتیں ہیں ان کو بیان کر دیا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ متکفل ہوا ہے اس بات کا کہ بھلائی کا الہام کر دے وجود میں آنے والی چیز کے متعلق۔ اور درحقیقت یہ حدیث مرفوع ہے۔ روایت کیا دارمی نے وہب بن عمرو الجمحی سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بَلا کی جلدی نہ کرو[عہ] اُس کے نازل ہونے سے پہلے کیونکہ تم اگر (سوالات میں) جلدی نہ کرو گے اس کے نزول سے پہلے (تو یہ بہتر ہے اور تمھیں اس کی ضرورت بھی نہیں) مسلمان ہمیشہ اس حال میں رہیں گے کہ ان میں کوئی ایسا شخص موجود ہو گا کہ جب وہ دُعا کرے گا تو بَلا سے نکلنے کی توفیق دیدی جاتی گی اور سب کام بن جائیں گے[عہ] اور اگر تم نے اس میں عجلت کی (اور تمھیں بتا دیا گیا کہ فلاں تاریخ میں یہ مصیبت واقع ہو گی) تو تم میں اختلافات ہو جائیں گے اور (تم گھبرا کر) مختلف راہیں اختیار کرو گے ایسے اور ایسے اور آپؐ نے اپنے سامنے اور دائیں بائیں اشارہ کیا۔ اس حدیثِ مرفوع سے

عہ یعنی فلاں عام مصیبت جسکے آنے کی آپؐ نے خبر دی ہے کتنے سال کے بعد آئیگی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر بہت سے آنے والے حوادث سے مطلع فرما دیا تھا: اب لوگوں نے آپؐ سے ان کا خاص وقت پوچھنا شروع کر دیا کہ فلاں مصیبت کب آئے گی اور فلاں مصیبت کب" مترجم

عہ یہ اشارہ ہے ان اولیاء کی طرف جن سے تکوینی کام متعلق ہوتے ہیں قطب وابدال واوتاد وغیرہ ۱۲ مترجم

معنے قولہ بین مالم یکن کما ذکرنا ویحتمل معنے آخر وہو ان الکتاب والسنۃ اشتملا علے جمیع الاحکام اجمالاً اشار الشافعی الی ہذا فی بعض کلامہ ؒ اخرج الدارمی عن ابن محیریز ما الصنع بالمسائل انہ لایذہب العلم ماقری القرآن **کراہیۃ الجدال فی العلم** اخرج الدارمی عن مجاہد قال عمر ایاک والمکایلۃ یعنی فی الکلام ویحتمل وجہا آخر وہو ذم القیاس اذا لم یکن جامعًا لشروطہ **کتاب الصلوٰۃ**

الطہارۃ شرط الصلوٰۃ ابو بکر عن المستورد قال عمر لاتقبل صلوٰۃ بغیر طہور ہو مرفوع من طرقٍ شتّی **صفۃ الوضوء** ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن الاسود بن یزید عن عمر بن الخطاب انہ توضّأ فغسل یدیہ مثنٰی واستنشق مثنٰی وغسل وجہہ مثنٰی وغسل ذراعیہ مثنٰی ومسح رأسہ مثنٰی مقبلاً ومدبرًا وغسل رجلیہ مثنٰی ابو بکر عن الاسود بن یزید ان عمر بن الخطاب توضّأ فادخل اصبعیہ فی باطن اذنیہ

ان کے متعلق قول بین مالم یکن کے معنے سمجھ میں آجاتے ہیں جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور ایک دوسرے معنے کا احتمال بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ کتاب اور سنت تمام احکام پر مشتمل ہیں اجمالاً (تو ہر مصیبت کا حل اسی میں سے نکل آئے گا) امام شافعیؒ نے اپنے بعض کلام میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ اور دارمی نے روایت کیا ابن محیریز سے کہ ہم کیا سوالات کریں حقیقت یہ ہے کہ علم نہیں جائے گا جب تک قرآن پڑھا جائے گا۔ **علم میں لڑائی جھگڑے کی برائی** دارمی نے روایت کیا مجاہد سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ مکایلہ[ع] سے بچو یعنی کلام میں اور ایک اور صورت کا بھی احتمال ہے اور وہ ہے ایسے قیاس کی برائی جس میں قیاس کی شرطیں نہ پائی جائیں۔ **کتاب الصلوٰۃ۔**

طہارت نماز کے لئے شرط ہے۔ ابو بکر مستورد سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ نماز قبول نہیں کی جاتی بغیر پاکیزگی کے اور یہ کئی طرق سے مرفوع ہے۔ **صفتِ وضو** ابو حنیفہؒ حمادؒ سے وہ ابراہیمؒ سے وہ اسودؒ بن یزید سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے وضو (اس طرح) کیا کہ اپنے ہاتھ دھوئے دو دو مرتبہ اور ناک میں پانی دیا دو مرتبہ اور اپنا منہ دھویا دو مرتبہ اور اپنی باہیں دھوئیں دو مرتبہ اور اپنے سر کا مسح کیا دو مرتبہ پیچھے سے آگے کو اور آگے سے پیچھے کو اور اپنے دونوں پاؤں کو دھویا دو مرتبہ۔ ابو بکر اسود بن یزیدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے وضو کیا اور داخل کیا اپنی دونوں انگلیوں کو دونوں کانوں کے اندر

ع یعنی برابر کے جواب دینے سے منع کیا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سخت بات کہے تو ویسا ہی سخت جواب نہ دو یا کسی نے برائی کی تو اس کے ساتھ ویسی ہی برائی نہ کرو اگرچہ گناہ نہ ہوگا مگر افضلیت کے خلاف ہے بعضوں نے کہا کہ مکایلہ سے یہ مراد ہے کہ مسائل شرعی میں قیاس اور عقلی ڈھکوسلے پر چلیں اس سے منع کیا گیا ہے اگلے جملے میں اسی کا بیان کرتے ہیں ۱۲ مترجم

وظاهرهما فمسحهما ابوبكر عن قرظة سمعت
عمر يقول الوضوء ثلث ثلث وثنتان
تجزيان ابوبكر عن الحسن عن
عمر في المضمضة والاستنشاق
وغسل اليدين والرجلين ثنتان
تجزيان وثلث افضل ابوبكر
عن المصعب بن سعد مرّ عمر على
قوم يتوضئون فقال خللوا
ابوبكر عن زياد بن علاقة ان عمر
ابن الخطاب رأى رجلا غسل
ظاهر قدميه وترك باطنهما فقال لم
تركتهما للنار ابوبكر عن ابى قلابة
ان عمر رأى رجلا يصلى قد ترك
على ظهر قدميه مثل الظفر فأمره ان
يعيد وضوءه وصلوته وعن عبد الله
ابن عمر مثله الا انه قال فأمره
ان يغسل اللمعة ويعيد الصلوة
قلت اختلفوا في الولاء لاجل
الروايتين والصحيح ان الاول مبهم
والثانى مفسر الشافعى عن عمر
عن النبى صلى الله عليه وسلم
الاعمال بالنيات الحديث احتج به
على ان النية فرض قال البويطى
قال الشافعى يدخل في حديث
الاعمال بالنيات ثلث العلم مايوجب

اور اُن کے ظاہر پر اور دونوں کا مسح کیا۔ ابوبکر روایت کرتے ہیں قرظہ
سے کہ میں نے سُنا عمرؓ سے کہ فرماتے تھے کہ وضو تین تین مرتبہ
ہے اور دو مرتبہ بھی کافی ہوجاتے ہیں۔ ابوبکرؒ حسنؒ سے وہ
عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ کُلّی کرنے اور ناک میں پانی دینے
اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کے دھونے میں دو مرتبے
کافی ہوجاتے ہیں اور تین افضل ہیں۔ ابوبکر مصعب بن سعد سے
روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ گزرے ایسے لوگوں پر جو وضو کر رہے
تھے تو فرمایا کہ خلال کرو۔ ابوبکر زیاد بن علاقہ سے روایت کرتے
ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس نے ظاہر قدمین
کو دھویا اور باطن قدمین (یعنی تلووں) کو چھوڑ دیا تو فرمایا
کہ تُو نے ان دونوں کو آگ کے لئے کیوں چھوڑ دیا۔ ابوبکرؒ
ابو قلابہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا جو
نماز پڑھ رہا تھا، اُس نے اپنے قدموں کے اوپر ناخن کے برابر
جگہ (دھونے سے) چھوڑ دی تھی تو اُس کو حکم دیا کہ اپنی وضو
اور نماز کو لوٹائے۔ اور عبداللہ بن عمرؓ سے بھی ایسی ہی روایت
ہے مگر یہ کہ اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ نے اس کو حکم دیا کہ اس نشان
کو (سوکھی ہوتی جگہ کو جو دھبہ کی طرح ممتاز تھی) دھوئے
اور نماز کو لوٹائے۔ میں کہتا ہوں کہ فقہاء میں اختلاف ہوا
پے در پے دھونے کے بارے میں ان دونوں روایتوں کی وجہ
سے اور صحیح یہ ہے کہ پہلی روایت مبہم ہے اور دوسری مفسّر
ہے۔ امام شافعیؒ بروایت عمرؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے
روایت کرتے ہیں کہ اعمال نیات پر موقوف ہیں، آخر حدیث
تک۔ اُنھوں نے اس سے حجت قائم کی اس پر کہ نیت فرض ہے
بُویطی نے کہا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ حدیث "الاعمال
بالنّیات" میں ایک تہائی علم داخل ہے۔ وضو کو واجب

الوضوء مالک والشافعی وغیرہما عن زید
ابن اسلم ان عمر بن الخطاب قال اذا
نام احدکم مضطجعاً فلیتوضأ العلۃ
عند الشافعی نوم من لم یتمکن مقعدتہ من
الارض وعند الحنفیۃ نوم مستند او
متکئ علی شیئ بحیث لو ازیل لسقط
ابو بکر عن جابر بن عبد اللہ قال اکلت
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ومع ابی بکر وعمر وعثمان خبزاً ولحماً
فصلوا ولم یتوضؤا اخرج الشافعی
من مذہب عمر وابن مسعود لا
یتیمم الجنب انہما یریان القبلۃ و
شبہہا من الملامسۃ الناقضۃ
للوضوء وروی حدیثاً ان عمر صلی رکعۃ
ثم زلت یدہ علی ذکرہ فاشار ان
امکثوا ثم خرج فتوضأ فاتم لہم ما بقی
من الصلوۃ وفی المسئلتین نظر
طویل مالک والشافعی عن زید بن اسلم
عن ابیہ ان عمر قال انی لاجدہ یتحدر
منی یعنی المذی مثل الخرزۃ
فاذا وجد ذلک احدکم فلینضح
فرجہ ولیتوضأ وضوءہ للصلوۃ
ابو بکر عن طلق بن حبیب رای
عمر بن الخطاب رجلاً حک ابطہ
او مسّہ فقال لہ قم فاغسل یدیک

کرنے والی چیزیں مالکؒ اور شافعیؒ اور دوسرے حضرات روایت
کرتے ہیں زید بن اسلم سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جب کوئی
تم سے کوئی کروٹ پر لیٹ کر سو جائے تو چاہیئے کہ وضو کرے (وضو
ٹوٹنے کی) علت شافعیؒ کے نزدیک نیند ایسے شخص کی ہے جسکی
مقعد زمین پر قرار پکڑے ہوئے نہیں اور حنفیہ کے نزدیک نیند
ایسے شخص کی ہے جو سہارا لینے والا یا تکیہ لگانے والا ہے کسی شئے
پر اس حیثیت کے ساتھ کہ اگر وہ چیز ہٹادی جائے تو وہ گر جائے۔
ابو بکر جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے روٹی
اور گوشت کھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ اور عمرؓ
اور عثمانؓ کے ساتھ تو سب نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ شافعیؒ
نے نکالا عمرؓ اور ابن مسعودؓ کے مذہب سے کہ جنبی تیمم نہ کرے
یہ دونوں بوسہ اور اس کے مشابہ یعنی عورت کے چھونے کو ناقض
وضو قرار دیتے ہیں۔ اور انھوں نے اس حدیث کو روایت کیا کہ
عمرؓ نے نماز کی ایک رکعت پڑھی پھر ان کا ہاتھ ان کے ذکر پر
جا پڑا تو انھوں نے (جماعت کو) اشارہ کیا کہ ٹھہرے رہو پھر
نکلے اور وضو کیا اور نماز کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا اُس کو پورا
کرایا۔ اور دونوں مسئلوں میں طویل بحث ہے۔ مالکؒ اور
شافعیؒ زید بن اسلمؒ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ
عمرؓ نے کہا کہ میں (کبھی) محسوس کرتا ہوں کہ مجھ سے (یعنی مثانہ
سے) ایک چیز اُتر رہی ہے مثل ڈلی کے وہ مذی کو مراد لے رہے
تھے۔ جب تم میں سے کوئی ایسا محسوس کرے تو چاہیئے کہ اپنی
شرمگاہ کو صاف کرے اور چاہیئے کہ وضو کرے جس طرح نماز
کے لئے کیا جاتا ہے۔ ابو بکر طلق بن حبیب سے روایت کرتے ہیں
کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنی بغل کو
کھجایا یا اُس کو چھوا تو اُس کو فرمایا کہ کھڑا ہو اور اپنے ہاتھوں کو دھو

او نطہرَ قَالَ محمد یعنی ابن سیرین لا
اَدرِے ماہٰذا قُلتُ معناہ استحبابُ
التنظیف۔ **آدب الخلآء** اخرج البغوی
وغیرہ و ہو من مشاہیر الحدیث عن
عمر قال رآنِے النّبیّ صلے اللہ علیہ
وسلم اَبُولُ قائماً فقال یا عمر لا
تَبُلْ قائماً آبو بکر عن یسار بن نمیر
کان عمر اذا بالَ مَسَحَ ذکرہ بحائطٍ او
حجرٍ ولم یَمَسَّہ مآء قلتُ اَجمعَ علےٰ
ذلک علمآء اہل السّنۃ ولیس فیہا
حدیثٌ مرفوعٌ و انّما ہو مذہب عمر
قیاساً علے الاستنجار من الحائطِ اَطبقَ
علےٰ تقلیدہ العلمآء **المسح علے الخفین**
ابو حنیفۃ عن حماد عن سالم بن عبد اللہ
ابن عمر قال اختلف عبد اللہ بن عمر و
سعد بن ابے وقاص فے المسح علے الخفین
فقال سعد اَمسَحُ وقال عبد اللہ مایعجبنی
فاتیا عمر بن الخطاب فقصّا علیہ القصّۃ
فقال عمر عمّک اَفقہ منک مالک و
الشافعے وغیرہما نحواً من ذلک وہو من
المشاہیر آبو حنیفۃ عن حمادٍ عن ابراہیم
عن حنظلۃ ان عمر بن الخطاب قال المسح
علے الخفین للمقیم یوماً ولیلۃً وللمسافر
ثلٰثۃ ایامٍ بلیالیہن اذا لبستہما و
انت طاہرٌ آبو بکر عن زید بن وہب

یا دیہ فرمایا کہ) پاک کر۔ کہا محمد یعنی ابن سیرینؒ نے کہ میں نہیں
جانتا کہ یہ کیا بات ہے۔ میں کہتا ہوں اس کے معنے ہیں صفائی
ستھرائی کا استحباب۔ **پیشاب پاخانہ کے آداب۔** بغوی وغیرہ
نے روایت کیا عمرؓ سے اور یہ مشہور حدیثوں میں سے ہے کہا کہ مجھے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں کھڑا ہو کر پیشاب کر رہا ہوں
تو فرمایا کہ اے عمرؓ کھڑا ہو کر پیشاب نہ کر۔ ابو بکر یسار بن نمیر سے
روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ جب پیشاب کرتے تو اپنے ذکر کو دیوار
یا پتھر سے صاف کرتے اس حال میں کہ اس کو پانی نہ لگا تھا۔
میں کہتا ہوں کہ اس پر (یعنی ڈھیلے سے استنجار پر) علمار اہل سنت
نے اجماع کیا ہے اور اس کے بارے میں کوئی حدیث مرفوع نہیں
ہے اور وہ صرف عمرؓ کا مذہب ہے۔ دیوار سے استنجار کرنے پر قیاس
کرتے ہوئے اس کی تقلید پر علمار نے (ڈھیلے سے) مطابقت
کی ہے۔ **خفین پر مسح کرنا** ابو حنیفہؒ نے حماد سے انہوں نے
سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ
اور سعد بن ابی وقاصؓ میں خفین پر مسح کے بارے میں اختلاف
ہوا تو سعدؓ نے کہا کہ میں مسح کرتا ہوں اور عبد اللہؓ نے کہا کہ
مجھے یہ ناپسند ہے پھر دونوں عمرؓ بن الخطاب کے پاس آئے
اور اپنی اپنی بات اُن سے کہی تو عمرؓ نے (عبد اللہؓ سے) کہا کہ
تیرے چچا (یعنی سعدؓ) تجھ سے اَفقہ (زیادہ سمجھدار) ہیں
مالکؒ اور شافعیؒ وغیرہما نے بھی اسی طرح کی روایتیں کی
ہیں اور وہ مشہور روایات میں سے ہے۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ
ابراہیم سے وہ حنظلہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب
نے فرمایا کہ خُفّین پر مسح مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات
اور مسافر کے لئے تین دن اُن کی راتوں سمیت کی میعاد ہے جب
کہ تم اُن کو باوضو ہو کر پہنو۔ ابو بکرؒ زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں

كتب الينا عمر بن الخطاب فی المسح علی الخفين ثلثة ايام ولياليهن للمسافر و يوما وليلة للمقيم الشافعی فی مذهبه القديم عن زيد بن الصلت ان عمر بن الخطاب قال اذا ادخلت رجليك فی الخفين و انت طاهر فامسح عليهما ما بدالك و اليه ذهب الشافعی فی القديم ثم رجع وقال بالتوقيت قال البيهقی ارى ان عمر جاءه الثبت فی التوقيت فرجع اليه صفة الغسل ابو بكر عن عكرمة بن خالد كان عمر اذا اجنب غسل سفليه ثم توضأ وضوءه للصلوٰة ثم افرغ عليه الماء ابو بكر عن عاصم سئل عمر عن غسل الجنابة فقال توضأ وضوءك للصلوٰة ابو بكر عن فضيل بن عمرو قال عمر اذا اغتسلت من الجنابة فتمضمض ثلثا فانه ابلغ ما يوجب الغسل مالک والشافعی بطرق متعددة ان عمر وجد فی ثوبه احتلاما فاغتسل و اعاد الصلوٰة ابو بكر عن رفاعة بن رافع قال بينا انا عند عمر بن الخطاب اذ دخل عليه رجل فقال يا امير المؤمنين هذا زيد ابن ثابت يفتی الناس فی المسجد برأيه فی الغسل من الجنابة فقال عمر علیّ به فجاءه زيد

مسح علی الخفین کے بارے میں ہم کو عمرؓ بن الخطاب نے لکھا کہ تین دن مع اُن کی راتوں کے مسافر کے لئے اور ایک دن اور ایک رات مقیم کے لئے۔ شافعیؒ اپنے مذہب قدیم پر یہ روایت لاتے تھے زید بن الصلت سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جب تو نے اپنے دونوں پاؤں کو خفین میں داخل کر دیا اور تو باوضو تھا تو جب تک بھی تو چاہے اُن پر مسح کرتا رہ اور اسی کی طرف گئے تھے امام شافعیؒ اپنے قدیم قول میں پھر رجوع کیا اور تحدید وقت کے قائل ہوئے۔ بیہقیؒ نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ عمرؓ کے پاس جب توقیت (تحدید وقت) کے بارے میں کوئی مضبوط وجہ آگئی تو انھوں نے اُس کی طرف رجوع کر لیا۔ صفۃ غسل ابو بکر عکرمہ بن خالد سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ جب جُنبی ہوتے تو اپنے نیچے کے دونوں جسم دھوتے پھر وضو کرتے جیسے نماز کے لئے کی جاتی ہے پھر اپنے اوپر پانی ڈالتے۔ ابو بکر عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ سے سوال کیا گیا غسلِ جنابت کے بارے میں تو فرمایا کہ وضو کر جیسے نماز کے لئے وضو کی جاتی ہے۔ ابو بکر فضیل بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جب تو جنابت کا غسل کرے تو تین مرتبہ کُلّی کر یہ زیادہ پاکی تک پہنچانے والی بات ہے۔ جو چیز غسل کو واجب کرتی ہے۔ مالکؒ اور شافعیؒ متعدّد روایات سے بیان کرتے ہیں کہ عمرؓ نے اپنے کپڑے میں احتلام کا نشان پایا تو غسل کیا اور نماز کو لوٹایا۔ ابو بکر رفاعہ بن رافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں عمرؓ ابن الخطاب کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے آپ کے پاس آکر کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ یہ زید بن ثابت مسجد میں لوگوں کو اپنی رائے سے فتوے دیتا ہے جنابت سے غسل کے بارے میں تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو میرے پاس لاؤ تو زیدؓ ان کے پاس آئے۔

فلما رآه عمر قال ای عدوّ نفسه قد بلغت ان تفتی الناس برأیک فقال یا امیر المؤمنین باللہ ما فعلتُ لکنّی سمعت من أعمامی حدیثا فحدثت به من ابی ایوب و من اُبیّ بن کعب و من رفاعۃ بن رافع فاقبل عمر علی رفاعۃ بن رافع فقال و قد کنتم تفعلون ذلک اذا اصاب احدکم من المرأة فاکسل (ای اخرج قبل الانزال) لم یغتسل فقال قد کنّا نفعل ذلک علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یأتنا من اللہ تحریمٌ و لم یکن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ نہیٌ قال او رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم ذلک قال لا ادری فامر عمر بجمع المہاجرین و الانصار فجمعوا له فشاورہم فاشار الناس ان لا غسل فی ذلک الا ما کان من معاذ و علیّ فانّہما قالا اذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل فقال عمر ہذا و انتم اصحاب بدر و قد اختلفتم فمن بعدکم اشدّ اختلافا قال فقال علیٌّ یا امیر المؤمنین انه لیس احد اعلم بہذا من شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ازواجه فارسل الی حفصۃ رض فقالت لا علم لی بہذا فارسل الی عائشۃ رض

تو جب عمر رضؓ نے دیکھا تو کہا کہ اے اپنے نفس کے دشمن مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تو لوگوں کو اپنی رائے سے فتوے دے رہا ہے تو اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المومنین رضؓ واللہ میں نے ایسا نہیں کیا لیکن میں نے اپنے اعمام (یعنی چچاؤں) سے ایک بات سُنی۔ مجھے بات پہنچی ابو ایوب رضؓ سے اور اُبَیّ بن کعب رضؓ سے اور رفاعہ بن رافع رضؓ سے۔ تو عمر رضؓ متوجہ ہوئے رفاعہ بن رافع کی طرف اور کہا کہ کیا تم ایسا کرتے تھے کہ جب تم میں کوئی اپنی عورت کے پاس جائے اور انزال کے بغیر اپنا عضو باہر نکال لے تو وہ غسل نہیں کرتا تھا تو اُنھوں نے کہا کہ ہاں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے تو ہمارے پاس اللہ کی طرف سے اس کے حرام ہونے کا حکم نہیں آیا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس میں کوئی ممانعت ہوئی۔ تو عمر رضؓ نے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جانتے بھی تھے۔ تو اُنھوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ تو عمر رضؓ نے مہاجرین و انصار کو جمع کرنے کا حکم دیا تو سب ان کے پاس جمع ہو گئے تو اُن سے مشورہ کیا تو لوگوں نے یہ اشارہ کیا کہ اس صورت میں غسل نہیں ہے۔ مگر مُعاذ رضؓ اور علی رضؓ کی جانب سے ایسا نہیں۔ ان دونوں نے یہ کہا کہ جب ختنہ کی جگہ ختنہ کی جگہ سے گزر جائے گی تو غسل واجب ہو گیا تو عمر رضؓ نے کہا کہ یہ اہم بات ہے تم اصحابِ بدر ہوتے ہوئے باہم مختلف ہوتے ہو تو جو تمھارے بعد ہیں ان میں تو سخت اختلاف ہوگا (راوی نے) کہا کہ پھر علی رضؓ نے کہا کہ اے امیر المومنین رضؓ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو اُن کی ازواج رضؓ سے زیادہ نہیں جانتا تو اُنھوں نے حفصہ رضؓ سے پوچھوایا تو اُنھوں نے کہا کہ اس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں۔ پھر عائشہ رضؓ

فقالت اذا جاوزَ الختانُ الختانَ
فقد وجبَ الغسل فقال لا اسمعُ برجلٍ
فعلَ ذلک الّا اوجعتہ ضربًا ابوبکر
عن سعید بن المسیب قال عمر
لا اُوتیَ برجل فعلہ یعنی جامعَ
ولم ینزل ولم یغتسل الا نہکتہ بالعقوبۃ
عقوبۃً ابوبکر عن ابی جعفر قالَ اجتمع
المہاجرونَ ابوبکر و عمر و عثمانُ و
علیٌّ انّ ما اوجبَ الحدین الجلدَ (یعنی الدخول)
و الرجمَ اوجب الغسلَ حکم الجنب
ابوبکر عن عبیدۃ قال عمر لا یقرأ الجنبُ
القرآنَ ابوبکر عن قتادۃ خرج عمر
من الخلاء فقرأ آیۃً من کتاب اللّٰہ
فقیل لہ أتقرأ وقد احدثتَ قالَ
أفیقرأ ذلک مسیلمۃ و فی روایۃ
مسیلمۃُ افتاک ذلک ابوبکر عن
سلمان بن ربیعۃ قالَ لی عمر
اذا اتیتَ اہلک ثم اردتَّ
ان تعودَ کیف تصنع قلتُ کیف
اصنع قال توضأ بینہما وضوءً مالک
والشافعی وغیرہما ان عمر بن الخطاب
ذکرَ لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
انہ تصیبہ الجنابۃُ من اللیل فقالَ
رسولُ اللّٰہ توضأ واغسلْ ذکرکَ
ثم نَم دخول الحمام ابوبکر عن حفص

سے پوچھوایا تو انھوں نے کہا کہ جب ختنہ کی جگہ ختنہ کی جگہ سے
گزر جائے گی تو غسل واجب ہو جاتے گا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں
آئندہ کسی شخص کو نہیں سنوں گا کہ اس نے ایسا کیا مگر میں
اس کو بہت ماروں گا۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں
کہ عمرؓ نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسا شخص نہیں لایا جائے گا
جس نے ایسا کیا ہو یعنی جماع کیا اور انزال نہ کیا اور غسل نہ
کیا مگر میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ ابوبکر جعفر سے روایت کرتے
ہیں کہا کہ سب مہاجرین ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ
اس پر متفق ہو گئے ہیں کہ جو چیز دونوں حدوں یعنی کوڑے
مارنے اور سنگسار کرنے کو واجب کرتی ہے وہ غسل کو واجب
کرتی ہے۔ جنبی کا حکم ابوبکر عبیدہ سے روایت کرتے ہیں کہ
عمرؓ نے کہا کہ جنبی قرآن کی قراءت نہ کرے۔ ابوبکر قتادہ سے
روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بیت الخلاء سے نکلے پھر کتاب اللہ کی
ایک آیت پڑھی اس پر ان سے کہا گیا کہ آپ قراءت کر رہے
ہیں باوجود محدث ہونے کے تو آپ نے کہا کہ تو کیا اس کی قراءت
مسیلمہ کر رہا ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ کیا تجھے یہ فتوےٰ
مسیلمہ نے دیا ہے۔ ابوبکر سلمان بن ربیعہ سے روایت کرتے
ہیں کہ مجھ سے عمرؓ نے کہا کہ جب تو اپنی بیوی کے پاس جاتے اور
پھر ارادہ کرے دوبارہ جانے کا تو کیا کرے گا۔ میں نے کہا (آپ
بتائیں) کہ کیا کروں، فرمایا کہ دونوں کے درمیان ایک مرتبہ
وضو کرے۔ مالکؒ اور شافعیؒ وغیرہما سے مروی ہے کہ عمرؓ
ابن الخطاب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ انکو
رات میں جنابت واقع ہو جاتی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کر لے اور اپنے ذکر کو دھولے اور
پھر سو جا۔ حمام میں داخل ہونا ابوبکر نے روایت کی حفص سے

قالَ عُمرُ لایرَے الرجلُ عورۃَ الرَّجلِ
اَبو بکر عن قتادۃ کتبَ عمر لایدخلُ
احدُ الحمامَ اِلاَّ بمیزرٍ اَبو بکر عن
علی بن ابی عائشۃ کان عمر رجلاً
اَہلبَ فکان یحلق الشعرَ و ذُکرت لہ
النُّورۃُ فقالَ النورۃُ من النّعیم۔
المیاہ ابو بکر عن عکرمۃ ان عمر سُئِلَ
عن ماء البحر فقال ایُّ ماءٍ انظفُ منہ
الشافعی عن عمرو بن دینار ان عمر بن
الخطاب وَرَدَ حوضَ مَجنّۃ فقیلَ انما
وَلَغَ الکلبُ آنِفاً فقال انما ولغ
بلسانہٖ فشربَ و توضأَ مالکؒ نحوًا
من ذلک محمول عند الحنفیۃ علی الغدیر
الکبیر و عندَ الشافعی علی القلتین لحدیثٍ
مرفوعٍ فی ذلک اَبو بکر عن زید بن اسلم
عن ابیہ ان عمر کان لہ قُمقُم یُسخَن
لہٗ فیہ الماء اَبو بکر عن قتادۃ قال
عمر لیس حیضُہا فی فیہا یعنی سؤرَ
الحائض الشافعی والبخاری وغیرہما
ان عمر توضأَ من ماءٍ جئتُ بہ من
عند نصرانیۃٍ تطہیر الانجاس
ابو بکر عن ابن سیرین عن عمر
یغسل البولَ مرّتین اَبو بکر عن
زید بن الصلت ان عمرَ غسلَ
ما رآے من الجنابۃ و نضح

کہ عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی مرد کسی مرد کا پردے کا حصہ جسم نہ دیکھے
ابو بکر نے روایت کیا قتادہؒ سے کہ عمرؓ نے لکھا کہ کوئی شخص حمام
میں نہ داخل ہو مگر تہہ بند باندھ کر۔ ابو بکر نے علی بن ابی عائشہ
سے روایت کیا کہ عمرؓ بہت گھنے بالوں والے شخص تھے تو
آپ بالوں کو منڈوادیا کرتے تھے اور آپ کے سامنے ذکر کیا گیا
نورے کا تو فرمایا کہ نورہ عیش پسندی میں سے ہے۔ **پانیوں کا بیان** ابو بکر نے عکرمہ سے روایت کیا کہ عمرؓ سے دریا کے پانی
کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ کونسا پانی اس سے زیادہ
پاکیزہ ہے۔ شافعیؒ عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ
ابن الخطاب مَجنّہؔ[عہ] کے حوض پر وارد ہوئے تو آپ سے کہا گیا کہ
اس میں سے کتّے نے ابھی پانی پیا ہے تو فرمایا کہ اس نے اپنی
زبان سے ہی چپڑ چپڑ کر کے پیا ہے تو آپ نے پیا اور وضو بھی
کیا۔ مالکؒ نے بھی اسی قسم کی روایت کی۔ حنفیہ کے نزدیک یہ
محمول ہے بڑے تالاب پر اور شافعیؒ کے نزدیک قلتین پر اس
بارے میں ایک حدیث مرفوع کی وجہ سے ابو بکر زید بن اسلم سے
وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ کے پاس ایک کیتلی تھی
جس میں ان کے لئے پانی گرم کیا جاتا تھا۔ ابو بکر قتادہ سے
روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اُس کا حیض اُس کے منہ
میں نہیں ہے آپ نے فرمایا حائضہ عورت کے جھوٹے پانی کے
متعلق۔ شافعیؒ اور بخاریؒ وغیرہما نے روایت کیا کہ عمرؓ نے
ایسے پانی سے وضو کی جو ان کے پاس ایک نصرانی عورت کے
پاس سے لایا گیا تھا۔ **نجاستوں کو پاک کرنا** ابو بکر روایت کرتے
ہیں ابن سیرینؒ سے کہ عمرؓ پیشاب کو دو مرتبہ دھویا کرتے تھے
ابو بکر زید بن الصلت سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ جو نشان جنابت
کا دیکھتے اُس کو دھویا کرتے تھے اور جو نظر نہیں آتا تھا

عہ مجنہ میم کے فتح اور کسر کے ساتھ ایک موضع ہے مکہ کے قریب ۱۲

مالم يره مالك والشافعي نحواً من ذلك. ابوبكر عن خالد بن ابي عزة. سأل رجل عمر بن الخطاب فقال انى احتلمت على طنفسة فقال ان كان رطباً فاغسله وان كان يابساً فاحككه وان خفي عليك فارششه (آب بر بیاز بزدہ) بنى مالك مذهبه على الاول وحمله الشافعي على الندب وابو حنيفةؒ على غسل رطبه وحك يابسه ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم ان عمر قال ظهور المسك دباغه. مالك اوقظ عمر لصلوٰة الصبح حين طعن فصلى وجرحه يثعب (یسیل ۱۲) دماً. ابوبكر عن انس بن مالك ان عمر ابن الخطاب رأى رجلاً يصلي وعليه قلنسوة بطانتها من جلود الثعالب قال فالقاها عن رأسه وقال مايدريك لعله ليس بذكى (مذبوح اے طاہر ۱۲) قلت فيه حجة للشافعي في ان الشعر لايقبل الدباغ.

التيمم ابوبكر عن الاسود قال عمر لايتيمم الجنب وان لم يجد الماء شهراً وروى من وجوه ان عماراً ذكر عنده قصة التمعك وقول النبي صلى الله عليه وسلم انما يكفيك ان تفعل هكذا

اُس پر پانی تروادیتے تھے۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے بھی ایسی ہی روایت کی۔ ابوبکر خالد بن ابی عزہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عمرؓ بن الخطاب سے سوال کیا اس نے کہا کہ مجھے کملی (حاشیہ دار) پر احتلام ہوگیا تو فرمایا کہ اگر پتلا ہے تو اس کو دھو دے اور اگر خشک (گاڑھا) ہے تو اس کو چھیل دے اور اگر تجھ سے چھپ گیا ہے تو اس پر پانی ڈال۔ مالکؒ نے اپنے مذہب کی بنا پہلے پر رکھی اور شافعیؒ نے اس کو استحباب پر محمول کیا اور ابو حنیفہؒ نے رقیق کو دھونے اور گاڑھے کو چھیلنے کا حکم نکالا۔ ابو حنیفہؒ نے حماد سے انہوں نے ابراہیم سے روایت کیا کہ عمرؓ نے فرمایا کہ چمڑے کی پاکی اُس کی دباغت ہے۔ مالکؒ نے روایت کیا کہ عمرؓ کو ہوشیار کیا گیا صبح کی نماز کے لئے جب آپ کے خنجر مارا گیا تو آپ نے نماز پڑھی اور اُن کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ ابوبکر نے انس بن مالک سے روایت کیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوتے دیکھا اور اُس کے سر پر ایسی ٹوپی تھی جس کا بطانہ لومڑیوں کی کھال کا تھا۔ کہا کہ عمرؓ نے اُس کو اُس کے سر سے گرادیا اور فرمایا کہ کیا خبر ہے شاید یہ مذبوح یعنی پاک نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں دلیل ہے شافعیؒ کے لئے کہ بال قابل دباغت نہیں۔ تیمم ابوبکر نے روایت کیا اسود سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جنبی تیمم نہ کرے گا اگرچہ مہینہ بھر تک پانی نہ پائے۔ اور روایت کیا گیا ہے چند وجوہ سے کہ عمارؓ نے عمرؓ کے سامنے خاک میں لوٹنے کا قصہ[ع] ذکر کیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ تیرے لئے کافی تھا کہ ایسا کرلیتا

ع یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص پر جنابت کی حالت آئی اور اُس نے پانی نہ پایا تو اس نے وضو پر قیاس کرکے یہ خیال کیا کہ یہ تیمم تمام بدن پر خاک کے پہنچنے سے ہوگا اس لئے وہ مٹی میں لوٹ گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ تجھے جنابت کے لئے یہی تیمم کافی تھا ۱۲

الحدیث فلم یقتنع بقولہ[۱۲] قلت ترک الفقہاء الاربعۃ قول عمر لانہم وجدوہ مخالفاً لما صح عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم من مسند عمران بن حصین و ابی ذر و عمرو بن العاص وغیرہم امرہ للجنب بالتیمم اذا لم یجد الماء وتتبعت انا فوجدت ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم راٰہم اختلفوا فی تاویل الآیتین آیۃ المائدۃ و آیۃ النساء فصوب کلا التاویلین وترک کل مأول علے تاویلہ وعمر بن الخطاب اجل من ان یخفی علیہ ہذا الحدیث و اتقی للہ من ان یبلغہ ہذا الحدیث ثم لا یقول بہ الا لمعنی فہمہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم اخرج النسائی عن طارق ان رجلا اجنب فلم یصل فاتے النبی صلے اللہ علیہ وسلم فذکر ذلک لہ فقال اصبت فاجنب رجل آخر فتیمم وصلے فاتاہ فقال لہ نحوا مما قال للآخر یعنی اصبت واشار الشافعی الی ان عمر و ابن مسعود کانا یحملان الملامسۃ علے اللمس بالید فکانت الآیتان ساکتتان عندہما من التیمم

الحدیث، تو عمار کے قول پر عمر رض مطمئن نہ ہوئے۔ میں کہتا ہوں کہ چاروں فقہاء نے عمر رض کے قول کو ترک کر دیا کیونکہ انھوں نے اس کو اس روایت کے خلاف پایا جو مسند عمران بن حصین و ابوذر و عمرو بن العاص وغیرہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جُنبی کو تیمم کا حکم دینا جب کہ وہ پانی نہ پاتے صحت کے ساتھ ثابت ہے۔ اور میں نے تتبع کیا تو یہ پایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا کہ وہ دونوں آیتوں آیت سورۂ مائدہ و آیت سورۂ نساء کی تاویل میں مختلف ہو رہے ہیں تو آپ نے دونوں تاویلوں کی تصویب کی اور ہر ایک تاویل کرنے والے کو اس کی تاویل پر چھوڑ دیا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کی شان اس سے بلند ہے کہ ان پر یہ حدیث مخفی رہی ہو اور اللہ سے آپ کا تقوےٰ اس سے بلند تھا کہ آپ کو یہ حدیث پہنچے اور آپ اس کے قائل نہ ہوں مگر کوئی ایسے معنے ہیں جن کو انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سمجھا تھا۔ نسائی نے طارق سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص جُنبی ہو گیا تو اس نے نماز نہ پڑھی اور اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس کا حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو نے ٹھیک کیا۔ پھر ایک اور شخص جُنبی ہو گیا تو اس نے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی پھر وہ آپ کے پاس آیا تو اس سے بھی آپ نے وہی فرمایا جو دوسرے سے فرمایا تھا یعنی تو نے ٹھیک کیا۔ اور اشارہ کیا شافعی رح نے عمر رض اور ابن مسعود رض کی طرف کہ وہ دونوں محمول کرتے تھے "ملامسۃ" کو (جو سورۃ نساء میں مذکور ہے یعنی لمستم النساء) لمس بالید (یعنی ہاتھ سے چھونے) پر تو دونوں آیتیں ان دونوں کے نزدیک جنابت سے تیمم کے بارے میں

۱؎ یعنی وان کنتم جنبا فاطہروا الخ (مائدہ : ۶) اور وان کنتم مرضیٰ او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لٰمستم النساء فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً الخ (النساء : ۴۳) ۱۲ مترجم

عن الجنابة ۔ مواقیت الصلوٰۃ مالک عن
نافع ان عمر بن الخطاب کتب الی عمّاله
ان اهمّ امرکم عندی الصلوٰۃ فمن
حفظها و حافظ علیها حفظ دینه و
من ضیّعها فهو لما سواها اضیع ثم کتب
ان صلّوا الظهر اذا کان الفئ ذراعًا
الی ان یکون ظل احدکم مثله
و العصر و الشمس مرتفعة بیضاء
نقیة قدر ما یسیر الراکب فرسخین او
ثلثة (بدون زردی) قبل غروب الشمس و المغرب
اذا غربت الشمس و العشاء اذا غاب
الشفق الی ثلث اللیل فمن نام فلا نامت
عینه فمن نام فلا نامت عینه فمن نام
فلا نامت عینه و الصبح و النجوم
بادیة مشتبکة مالک عن عمه ابی
سهیل بن مالک عن ابیه ان عمر بن
الخطاب کتب الی ابی موسی الاشعری
ان صلّ الظهر اذا زاغت الشمس و
العصر و الشمس بیضاء نقیة قبل
ان تدخلها صفرة و المغرب اذا
غربت الشمس و اخّر العشاء مالم
تنم و صلّ الصبح والنجوم بادیة مشتبکة
و اقرأ فیها بسورتین طویلتین من
المفصل و فی روایة عن هشام
ابن عروة عن ابیه

ساکت ہیں۔ اوقاتِ نماز مالکؒ نافع سے روایت کرتے ہیں
کہ عمرؓ بن الخطاب نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ میرے نزدیک تمہارا
سب سے اہم کام نماز ہے جس نے اس کی حفاظت کی اور اس پر ہمیشہ
کاربند رہا (شرائط و آداب کے ساتھ بروقت ادا کرتا رہا) تو
اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے اُس کو ضائع کیا تو
اس کے سوا (دیگر ضروریاتِ دین) کو تو بہت ہی ضائع کرنے
والا ہوگا۔ پھر لکھا کہ ظہر کی نماز پڑھو جب کہ سایہ ایک ہاتھ ہو
یہاں تک کہ تم میں سے کسی کا سایہ اُس کے برابر ہوجاتے اور
عصر کی نماز پڑھو ایسے وقت کہ سورج بلند ہو سفید اور صاف
(کہ اس میں زردی پیدا نہ ہوتی ہو) اتنی مقدار تک کہ ایک شتر
سوار دو یا تین کوس غروب آفتاب سے پہلے سفر کرسکے۔ اور
مغرب کی نماز پڑھو جب آفتاب غروب ہوجاتے اور عشاء کی
جب شفق غائب ہوجاتے ایک تہائی رات تک تو جو سوجاتے
تو اُس کی آنکھ کبھی نہ سوتے۔ جو سوجاتے اُس کی آنکھ کبھی نہ
سوتے ۔ جو سوجاتے اُس کی آنکھ کبھی نہ سوتے (یہ بددعا فرمائی)
اور صبح کی اُس وقت جب (بعد صبح صادق) تارے نمایاں
اور گھنے ہوتے ہوں (یعنی شب کی تاریکی باقی ہو) مالکؒ
اپنے چچا ابوسہیل بن مالک سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے
ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ ظہر کی
نماز پڑھو جب سورج ڈھل جاتے اور عصر کی جب سورج سفید
اور صاف ہو قبل اس کے کہ اس میں زردی داخل ہو اور مغرب
کی جب سورج غروب ہوجاتے اور مؤخر کر عشاء کو جب تک
تو نہ سوتے اور صبح کی نماز پڑھ ایسے وقت میں کہ تارے صاف
اور گھنے ظاہر ہوں اور اس میں دو لمبی سورتیں پڑھ مفصل
میں سے۔ اور ایک روایت میں ہشام بن عروہ سے اُن کے باپ سے

وصلّ العشاء بينك وبين ثلث الليل
فان أخّرت فالى شطر الليل مالك
عن عمّه ابى سهيل بن مالك عن ابيه
انه قال كنت ارى طنفسة لعقيل بن
ابى طالب يوم الجمعة تطرح الى
جدار المسجد الغربى فاذا غشى الطنفسة
كلّها ظلّ الجدار خرج عمر بن الخطاب
فصلّى الجمعة قال ثم نرجع بعد صلوٰة
الجمعة فنقيل قائلة الضحى مالك والشافعى
عن عبدالله بن عامر صلّينا وراء عمر بن الخطاب
الصبح فقرأ فيها سورة يوسف وسورة الحج
قراءة بطيئة فقلت والله لقد كان
اذا يقوم حين يطلع الفجر قال اجل ابو بكر
عن ابى البخترى كان عمر ينصرف من
الهجير فى الحرّ ثم ينطلق المنطلق الى
قباء فيجدهم يصلّون ابو بكر عن عبدالرحمن
ابن سابط ان عمر قال لابى محذورة انك
بارض شديد الحر فابرد بالصلوٰة ثم ابرد
بها ابو بكر عن منذر قال عمر ابردوا بالظهر
فان شدة الحر من فيح جهنم ابو حنيفة
عن حماد عن ابراهيم عن عمر بن الخطاب
ابردوا بالظهر عن فيح جهنم الشافعى
عن رجل من الصحابة قال لقينى
عمر بن الخطاب بالزوراء فسألنى
اين تذهب فقلت للصلوٰة قال

یہ ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ لے اپنے اور ثلث رات کے درمیان پھر اگر تو
موخر کرے تو آدھی رات تک۔ مالکؒ اپنے چچا ابو سہیل بن مالک سے
وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں ایک فرش
دیکھا کرتا تھا عقیل بن ابی طالب کا جو جمعہ کے دن ڈال دیا جاتا
مسجد کی دیوار غربی کے نیچے۔ تو جب دیوار کا سایہ پورے فرش پر
چھا جاتا تھا تو عمرؓ بن الخطاب نکلا کرتے اور نماز جمعہ پڑھا کرتے
تھے کہا کہ پھر جمعہ کی نماز کے بعد لوٹ جاتے اور دوپہر کے
قیلولے کے طور پر آرام کرتے۔ مالکؒ اور شافعیؒ عبداللہ بن
عامر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے نماز پڑھی عمرؓ بن الخطاب کے
پیچھے صبح کی تو اس میں پڑھی سورۂ یوسف اور سورۂ حج اور
قرارت کی لمبی (یعنی تیزی سے نہیں پڑھا) تو میں نے کہا کہ واللہ
اس صورت میں تو طلوع فجر کے وقت کھڑے ہوتے ہوں گے۔
کہا کہ ہاں! ابو بکر نے روایت کیا ابو البختری سے کہ عمرؓ نماز ظہر
پڑھ کر گرمی میں ایسے وقت لوٹتے تھے کہ پھر ایک چلنے والا قباء
میں چل کر جائے تو وہاں والوں کو نماز پڑھتے ہوئے پاتے۔
ابو بکر روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن سابط سے کہ عمرؓ نے فرمایا
ابو محذورہ سے کہ تم شدید الحرارت سرزمین میں ہو تو نماز کو
ٹھنڈے وقت پڑھو پھر (تاکید ہے کہ) ٹھنڈی کر کے پڑھو۔
ابو بکر روایت کرتے ہیں منذر سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ ظہر کو ٹھنڈا
کرو کیونکہ گرمی شدت جہنم کے سانس سے ہے۔ ابو حنیفہؒ نے
حماد سے انھوں نے ابراہیم سے انھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے
روایت کی کہ ظہر کو ٹھنڈا کرو جہنم کے سانس سے۔ شافعیؒ ایک
صحابی مرد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ مجھ سے عمرؓ بن
الخطاب زوراء میں ملے (جو مدینہ کا ایک بازار ہے) انھوں نے
مجھ سے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو تو میں نے کہا کہ نماز کے لئے تو فرمایا کہ

خلفت فاسرع فاذهب الی المسجد
فصلیت ثم رجعت فوجدت جاریتی
احتبست من الاستقاء فذهبت الی
بئر رومة فجئت بها والشمس صالحة
ابوبکر عن سعید بن المسیب قال عمر
لا تنتظروا بصلاتکم اشتباک النجوم
ابوبکر عن سوید بن غفلة قال عمر
عجلوا العشاء قبل ان یکسل العامل
وینام المریض ابوبکر عن الاسود
عن عمر قال اذا کان یوم الغیم فعجلوا
العصر واخروا الظهر **الحدیث بعد**
العشاء ابوحنیفة عن حماد عن ابراهیم
عن عمر بن الخطاب انه قال ان اجدب
الجدب الحدیث بعد العشاء الا فی
صلوٰة او قراءة القرآن ابوبکر عن
سلمان یعنی ابن ربیعة قال لی
عمر یا سلمان انی اذم لک الحدیث
بعد العتمة ابوبکر عن ابی بکر بن ابی موسیٰ
ان ابا موسیٰ اتی عمر بن الخطاب
فقال له عمر ما جاء بک قال جئت
اتحدث الیک قال هذه الساعة قال
انه لفقه فجلس عمر فتحدثنا لیلاً طویلاً
حضور الجماعة ابوبکر عن عبدالرحمٰن
قال عمر لان اصلیهما فی جماعة احب
الیّ من ان احیی ما بینهما

تونے دیر کر دی جلدی مسجد میں پہنچ۔ تو میں نے نماز پڑھی پھر واپس
آیا تو اپنی لونڈی کو پایا کہ اُس نے پانی لانے میں دیر کر دی پھر
میں بیر رومہ کی طرف گیا اور اس کو لے کر آیا اور ابھی آفتاب درست
تھا (بحالت سابقہ)۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ
عمرؓ نے فرمایا کہ اپنی نماز کے لئے انتظار نہ کرو ستاروں کے خوب
روشن ہونے کا۔ ابوبکر سوید بن غفلہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ
نے فرمایا کہ عشاء میں عجلت کرو قبل اس کے کہ مزدوری کرنے
والے کسلمند ہوں اور بیمار سو جائیں۔ ابوبکر اسود سے وہ عمرؓ سے
روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس دن گھٹا چھائی ہوتی
ہو تو عصر میں جلدی کرو اور ظہر میں تاخیر کرو۔ **عشاء کے بعد**
بات کرنا ابوحنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے وہ عمرؓ بن الخطاب
سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا کہ تمام قحطوں سے بڑا
قحط (یعنی سب نقصانوں سے بڑا نقصان) عشاء کے بعد باتیں
کرنا ہے مگر نماز میں یا قراءتِ قرآن میں۔ ابوبکر نے سلمان یعنی ابن ربیعہ
سے روایت کی ہے کہ مجھ سے عمرؓ نے کہا کہ اے سلمان! میں
بُرا سمجھتا ہوں تمھارے لئے عشاء کے بعد باتیں کرنا۔ ابوبکر
ابن ابی موسیٰ سے روایت ہے کہ ابوموسیٰؓ آئے عمرؓ بن
الخطاب کے پاس تو اُن سے عمرؓ نے کہا کہ کیسے آئے؟ اُنھوں
نے کہا کہ میں آپ سے باتیں کرنے آیا ہوں۔ فرمایا کہ ایسے وقت؟
(یعنی عشاء کے بعد) تو انھوں نے کہا کہ وہ فقہ کی (یعنی دین
کی) بات ہے۔ پھر عمرؓ بیٹھ گئے۔ تو ہم نے بہت رات گئے
تک باتیں کیں۔ **جماعت میں حاضر ہونا** ابوبکر عبدالرحمٰن سے
روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ یہ بات کہ میں ان دونوں کو
جماعت کے ساتھ پڑھ لوں مجھے ان دونوں کے درمیان کو
زندہ رکھنے (یعنی جاگتے اور عبادت کرتے رہنے) سے زیادہ پسند ہے

یعنی الصبح و العشاء. ابوبکر عن ابراہیم ان عمر بن الخطاب کان اذا رأی غلاماً فی الصف اخرجہ. ابوبکر عن ابی مجلز اقیمت الصلوٰۃ وصفت الصفوف فابتدر رجل لعمر فکلمہ فاطال القیام والقوم صفوف. ابوبکر عن سعید بن المسیب ان عمر رأی رجلاً یصلی رکعتین والمؤذن یقیم فانتہرہ فقال لا صلوٰۃ والمؤذن یقیم الا الصلوٰۃ التی یقام لہا. ابوبکر عن ابی عثمان النہدی رأیت الرجل یجئ و عمر بن الخطاب فی صلوٰۃ الفجر فیصلی (ای سنۃ الفجر ۱۲) فی جانب المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلوٰتہم. ابوبکر عن نعیم قال اذا کان بینہ و بین الامام طریق او نہر او حائط فلیس معہ (ای لا یصح اقتداءہ ۱۲). ابوبکر عن ابن عمر کانت امرأۃ لعمر تشہد صلوٰۃ الصبح و العشاء فی جماعۃ فی المسجد فقیل لہا لم تخرجین وقد تعلمین ان عمر یکرہ ذلک و یغار قالت فما یمنعہ ان ینہانی قالوا یمنعہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ. الشافعی انہ تقدم اعجمی (للامامۃ ۱۲)

یعنی صبح اور عشاء کی نماز۔ ابوبکر ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب جب کسی لڑکے کو صف میں دیکھتے تو اس کو نکال دیتے۔ ابوبکر ابو مجلز سے روایت کرتے ہیں کہ نماز تیار ہوگئی اور صفیں درست ہوگئیں تو ایک شخص جھپٹ کر عمرؓ کے پاس پہنچا اور اُن سے گفتگو کرنے لگا اور قیام کو طویل کردیا اور قوم صف بستہ تھی۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ دو رکعت نماز پڑھنے لگا حالانکہ مؤذن اقامت کہہ رہا ہے تو آپ نے اُس کو جھڑکا اور فرمایا کہ کوئی نماز نہیں جب مؤذن اقامت کہنے لگے بجز اس نماز کے جس کے لئے اقامت کہی جارہی ہے۔ ابوبکر عثمان نہدی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص آتا ہے اور عمرؓ بن الخطاب نماز فجر میں ہیں پھر وہ مسجد کے ایک گوشہ میں نماز پڑھتا ہے (یعنی فجر کی سنتیں) پھر وہ قوم کے ساتھ نماز میں داخل ہوجاتا ہے۔ ابوبکر نعیم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ جب اس کے (یعنی مقتدی کے) اور امام کے درمیان راستہ ہو یا نہر ہو یا دیوار ہو تو وہ امام کے ساتھ نہیں ہے (یعنی اُس کی اقتداء صحیح نہیں ہے)۔ ابوبکر ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ کی ایک عورت تھیں جو مسجد میں پہنچ کر صبح اور عشاء کی نماز پڑھا کرتی تھیں تو اُن سے کہا گیا کہ تم کیوں نکلتی ہو حالانکہ تم جانتی ہو کہ عمرؓ اس کو بُرا سمجھتے ہیں اور غیرت کرتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ پھر عمرؓ کو کونسی بات اس سے روکتی ہے کہ وہ اس سے مجھے منع کردیں انھوں نے کہا کہ اُن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول روکتا ہے جو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ شافعیؒ سے مروی ہے کہ ایک عجمی شخص بڑھا

فَاَخَّرَہٗ مِسْوَرُ بن مخرمۃ فسألہ عمر فقالَ ان الرجل کانَ الاعجمی اللسان فخشیتَ اَن یَسمعَ بعضُ الحاجّ قراءتہ فیأخذُ بعُجمتہ فقالَ ہنالک ذہبتَ فقال نعم فقالَ قد احسنتَ مالکٌ و الشافعی عن عبد اللہ بن عُتبۃَ دخلتُ علٰی عمر بالہاجرۃ فوجدتُہٗ یسبّح فقمتُ وراءہٗ فقرّبنی حتی جعلنی حذاءہٗ علٰی یمینہ فلمّا جاء یَرْفا تاخّرتُ فصففنا وراءہٗ ابو حنیفۃ عن حمّاد عن ابراہیم ان عمر بن الخطاب جعلہما خلفہ فصلّی بین ایدیہما یعنی المأمومین ابو بکر عن یسار بن نمیر اَن عمر بن الخطاب کان یقول ابدأوا بطعامکم ثم افرغوا لصلوٰتکم مالکٌ عن زید بن اسلم قال عمر لا یُصلّینَّ احدکم و ہو ضامٌّ بینَ ورکیہ یعنی الحاقِبَ سُنّۃ الاذان. اخرج البخاری وغیرہ عن ابن عمر کانَ المسلمونَ حین قدِموا المدینۃ یجتمعونَ فیتحیّنُونَ الصلوٰۃَ لیس یُنادیٰ بہا فقال عمر او لا تبعثونَ رجلاً ینادِی بالصلوٰۃ وفی حدیث رؤیا عبد اللہ بن زید فیما رواہُ الدارمی وغیرہ قال عمر

(یعنی امامت کے لئے) تو اُس کو مِسور بن مخرمہ نے پیچھے ہٹا دیا۔ تو ان سے عمرؓ نے پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ وہ شخص عجمی زبان کا تھا تو مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اس کی قراءت کو بعض حج میں آنے والے سُنیں گے اور وہ اس کے عجمی لہجہ کو نہ لے لیں۔ تو عمرؓ نے کہا کہ تمہارا خیال اُس طرف گیا۔ اُنھوں نے کہا جی ہاں! تو عمرؓ نے کہا تم نے اچھا کیا۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے عبد اللہ بن عتبہ سے روایت کیا کہ میں عمرؓ کے پاس ہاجرہ (یعنی بعد زوال) میں پہنچا تو میں نے اُن کو پایا تسبیح پڑھتے ہوئے (یعنی نماز پڑھتے ہوتے) تو میں اُن کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو اُنھوں نے مجھے قریب کیا یہاں تک کہ اپنے برابر کر لیا اپنی دائیں جانب میں۔ پھر جب حضرت (عمرؓ کا غلام) یرفا آ گیا تو میں پیچھے ہٹ گیا اور ہم دونوں نے اُن کے پیچھے صف بنا لی۔ ابو حنیفہؒ نے حماد سے اُنھوں نے ابراہیم سے روایت کی کہ عمرؓ بن الخطاب نے ان دونوں کو اپنے پیچھے کر دیا اور ان کے آگے نماز پڑھی یعنی ان دونوں مقتدیوں کے آگے۔ ابو بکر یسار بن نمیر سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب فرمایا کرتے تھے کہ پہلے کھانا کھا لو اور نماز کے لئے فارغ ہو جاؤ۔ مالک زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ تم میں ہرگز کوئی اس طرح نماز نہ پڑھے کہ وہ بھینچ رہا ہو اپنے کولھوں کے درمیان کو یعنی پاخانہ روکنے والا ہو۔ **سُنّتِ اذان** بخاری وغیرہ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ جب مسلمان مدینہ میں آئے تو جمع ہو جاتے اور وقتِ نماز کا اندازہ کر لیتے تھے۔ نماز کے لئے اذان نہیں دی جاتی تھی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ کیا تم لوگ کسی شخص کو نہیں بھیجتے جو نماز کے لئے اذان دے۔ اور عبد اللہ بن زید کے خواب کے قصہ میں ہے جس کو دارمی وغیرہ نے روایت کیا کہ عمرؓ نے عرض کیا کہ

والذی بعثک بالحق لقد رأیت مثل
ما رأے ابو بکر عن عبد اللہ بن ہذیل
قال عمر لولا ان یکون سنۃً لاذنت
الشافعی ان عمر قال عجّلوا الاذان بالصبح
یدلج المدلج ابوداؤد عن مؤذنٍ لعمر
یقال لہ مسروح اذّن قبل الصبح
فامرہ عمر ان یرجع فینادی الا انّ
العبد قد نام قلتُ فی المسئلۃ قولان
ذہب الشافعی الی الاوّل وابو حنیفۃ
الی الثانی (عدم الاعادۃ) (الاعادۃ) ویمکن الجمع باختلاف الاحوال
فاذا کان الامام قد تقدم الی
الناس ان فلانا یؤذن بلیلٍ جاز
قبل الصبح والّا لا لوجود التباس فی
الثانی وعدمہ فی الاول مالک
ان عمر علّم مؤذنہ ان یقول الصّلوٰۃ
خیرٌ من النوم الصّلوٰۃ خیرٌ من
النوم ابوبکر عن مجاہد ان ابا محذورۃ
قال الصلوٰۃ الصّلوٰۃ (بطریق تثویب)
فقال عمر ویحک أ مجنونٌ
انت اما کان فی دعائک (الی الاذان)
الذی دعوتنا ما تاتیک حتی
تاتینا

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے بھی وہی خواب دیکھا جو اس نے دیکھا ہے۔ ابو بکر عبد اللہ بن ہذیل سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ (یعنی اذان دینا خلفاء کے لئے) سنت بن جائے گی تو میں ضرور اذان دیا کرتا۔ شافعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صبح کی اذان دینے میں جلدی کرو کہ آخر شب میں روانہ ہوتے ہیں سفر کرنے والے۔ ابوداؤد نے عمرؓ کے ایک مؤذن سے روایت کیا جس کو مسروح کہا جاتا تھا اور اس نے صبح سے پہلے ہی اذان دیدی تھی تو اس کو عمرؓ نے حکم دیا کہ لوٹے اور ندا کرے کہ لوگو سن لو بندہ سو گیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ مسئلہ میں دو قول ہیں شافعیؒ گئے ہیں اوّل کی طرف (یعنی عدم اعادہ) اور ابو حنیفہؒ دوسرے (یعنی اعادہ) کی طرف اور دونوں قولوں میں باختلافِ احوال جمع ممکن ہے اس طرح کہ جب امام نے پہلے لوگوں کو یہ اطلاع دیدی ہو کہ فلاں شخص رات میں ہی اذان دیدیتا ہے تو وہ صبح سے قبل جائز ہوگی ورنہ نہیں کیونکہ دوسری صورت میں التباس موجود ہے اور پہلی صورت میں التباس نہیں ہے۔ مالکؒ نے روایت کیا کہ عمرؓ نے اپنے مؤذن کو تعلیم کیا کہ وہ یہ کہا کرے الصّلوٰۃ خیرٌ الخ یعنی نماز سونے سے بہتر ہے، نماز سونے سے بہتر ہے۔ ابو بکر مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ ابو محذورہ (مؤذن) نے کہا الصّلوٰۃ الصلوٰۃ تو عمرؓ نے فرمایا کہ ناس گئے تو باولا ہے کیا؟ کیا تیرے بلاوے میں جس سے تو نے ہم کو بلایا ہے وہ چیز نہیں ہے (جس کو سنکر) ہم تیرے پاس آئیں کہ تو (پھر بھی) ہمارے پاس آتا ہے۔

ع۵ مجمع البحار میں ہے کہ جہاں شفقت اور رحم کے ساتھ کسی فعل پر انکار کیا جاتا ہے تو ویحک بولتے ہیں اور جب غصہ اور ناراضی کے ساتھ انکار ہو تو ویلک کہتے ہیں ۱۲ مترجم

ابو بکر عن ابی الزبیر مؤذن بیت المقدس جاءنا عمر بن الخطاب فقال اذا اَذَّنتَ فترسَّلْ (دیر کر) و اذا اَقمتَ فاحدُر (جلدی کہو۱۲) و فی روایۃ البغوی فاحذم و معناہ الحدر ایضًا ہو قطع التطویل المساجدُ البغوی عن سالم بن عبد اللہ بن عمر بنے عمرؓ بن الخطاب رحبتہً (صحن کشادہ۱۲) الٰی جنب المسجد سَمَّاہا البُطَیحاء وقال من اراد اَن یلغطَ او یُنشِدَ شعرًا او یرفع صوتًا فلیخرج الٰی ہٰذہِ الرّحبۃ مالک نحوًا من ذٰلک البغوی عن سعید ابن المسیّب مرَّ عمرُ فی المسجد و حَسَّان یُنشِدُ الشعر فلحَظَ (بنظر غضب دیکھا) الیہ شزرًا فقال کنتُ انشدُ فیہ وفیہ مَن ہو خیرٌ منک (یعنے النبی ۱۲) ثم التفتَ الٰی ابی ہریرۃ فقال انشدک اللّٰہ اَسمعتَ رسولَ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلّم یقولُ اَجِبْ عَنّی اللّٰہمّ ایّدہ بروح القدس قالَ نعم ابو بکر عن ابراہیم بن سعد عن اَبیہِ سمِعَ عمر بن الخطاب رجلاً رافعًا صوتَہ فی المسجد فقالَ اَتدری اینَ انتَ ابو بکر عن ابن عمر انّ عمر نَہٰی عن اللغَطِ فی المسجد و قالَ ان مسجدَنا ہٰذا لا تُرفَعُ فیہ الاصواتُ

ابو بکر روایت کرتے ہیں ابو زبیر سے جو بیت المقدس کے مؤذن تھے کہ ہمارے پاس عمرؓ بن الخطاب آتے اور کہا کہ جب اذان دیا کرو تو (الفاظ کو) کھینچا کرو اور جب تکبیر کہو تو جلد ہی کہدو (یعنی کھینچنے کی ضرورت نہیں) اور بغوی کی روایت میں ہے فاحذم اور اس کے معنے بھی "حدر" ہی کے ہیں یعنی تطویل قطع کرنے کے۔ مساجد بغوی سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے مسجد کے پہلو میں ایک کشادہ صحن احاطہ بنوایا جس کا نام بُطیحا رکھا اور فرمایا کہ جو باتیں کرنا چاہے یا کوئی شعر سنانا چاہے یا آواز اونچی کرنا چاہے تو چاہیئے کہ اس احاطہ میں چلا جائے مالک رح نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ بغوی سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ مسجد میں گزرے اور حسانؓ شعر پڑھ رہے تھے تو آپؓ نے ان کی طرف تیز نظر ڈالی تو حسانؓ نے کہا کہ میں یہاں شعر پڑھتا تھا اور یہاں وہ موجود ہوتے تھے جو تم سے بہتر تھے (یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم) پھر ملتفت ہوئے ابو ہریرہؓ کی طرف اور کہا کہ میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں بتا کہ کیا تو نے سنا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ (مجھ سے) فرما رہے تھے کہ میری طرف سے جواب دے۔ یا اللہ اس کو مدد پہنچا روح القدس سے۔ ابو ہریرہؓ نے کہا ہاں۔ ابو بکر نے ابراہیم بن سعد سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے عمرؓ بن الخطاب سے سنا کہ ایسے شخص سے جو مسجد میں آواز بلند کر رہا تھا فرماتے تھے کہ کیا تو جانتا ہے کہ تو کہاں ہے۔ ابو بکر نے ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ عمرؓ نے مسجد میں شور وشغب سے روکا اور کہا کہ یہ ہماری مسجد وہ جگہ ہے جہاں آوازیں بلند نہ ہونی چاہئیں

ابو بكر عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب
كان يجمر (خوشبو کرتے) المسجد كل جمعة۔ ابو بكر عن
المطلب بن عبد الله بن حنطب ان
عمر بن الخطاب اتى مسجد قباء على
فرس له فصلى به ثم قال يا يرفأ
ائتني بجريد قال فأتاه بجريد فاحتجز
عمر بثوبه ثم كنسه۔ ابو بكر عن سيار
ابن معرور رأى عمر قوما يصلون على
الطرق فقال صلوا في المسجد۔
ابو بكر عن انس رآني عمر و انا
اصلي فقال القبر امامك۔ ابو بكر
عن معرور بن سويد انه رجع مع عمر
في حجته فرأى عمر الناس يبتدرون
فقال ما هذا فقالوا مسجد فيه صلى رسول
الله صلى الله عليه وسلم فقال هكذا هلك
اهل الكتاب اتخذوا آثار انبيائهم
بيعا من عرضت له منكم فيه الصلوة
فليصل ومن لم تعرض له منكم الصلوة
فلا يصل۔ ابو بكر عن نافع بلغ عمر بن
الخطاب ان ناسا يأتون (زیارت کرتے) الشجرة التي
بويع تحتها فأمر بها فقطعت۔ ابو بكر و
مسلم عن معدان بن طليحة اليعمري ان عمر
ابن الخطاب قال ايها الناس انكم تأكلون
شجرتين لا اراهما الا خبيثتين الثوم و
البصل لقد كنت ارى الرجل على عهد

ابو بکر روایت کرتے ہیں ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب ہر جمعہ کو
مسجد میں خوشبو کی دھونی دیا کرتے تھے۔ ابو بکر مطلب بن
عبداللہ بن حنطب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ اپنے گھوڑے
پر سوار ہو کر مسجد قباء پہنچے وہاں نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا کہ اے
یرفا، میرے پاس (کھجور کی) ایک شاخ لے کر آ (آپ کا غلام)
یرفأ جا کر لے آیا۔ پھر انھوں نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر کمر
سے لپیٹا اور مسجد میں جھاڑو دی۔ ابو بکر سیار بن معرور سے روایت
کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک قوم کو راستوں پر نماز پڑھتے دیکھا
تو فرمایا کہ مسجد میں نماز پڑھو۔ ابو بکر نے انسؓ سے روایت کیا
کہ مجھے عمرؓ نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ قبر ہے تیرے
سامنے۔ ابو بکر نے معرور بن سوید سے روایت کیا کہ وہ عمرؓ کے
ساتھ حج سے واپس آرہے تھے کہ عمرؓ نے لوگوں کو دیکھا کہ جھپٹے
جا رہے ہیں تو فرمایا کہ یہ کیا ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک
مسجد ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی
ہے تو فرمایا کہ اسی طرح ہلاک ہوئے اہل کتاب کہ انھوں نے
اپنے انبیاء کے آثار کو عبادت خانے بنایا۔ تم میں سے جس پر
ایسے موقع پر نماز کا وقت آجائے تو چاہیئے کہ نماز پڑھ لے اور
جس کو تم میں سے نماز کی ضرورت داعی نہ ہو وہ نہ پڑھے۔
ابو بکر نافع سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب کو یہ اطلاع
پہنچی کہ لوگ اس درخت کی زیارت کے لئے آتے ہیں جس کے
نیچے بیعت کی گئی تھی تو آپ کے حکم سے اس کو کاٹ دیا گیا۔
ابو بکر اور مسلم معدان بن طلیحہ الیعمری سے روایت کرتے ہیں کہ
عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ اے لوگو تم ایسے دو درختوں کو کھاتے
ہو جن کو میں کچھ نہیں سمجھتا سوائے اس کے کہ وہ گندے ہیں
یعنی لہسن اور پیاز۔ میں دیکھتا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یُوجَدُ
منہ ریحُہ فیوخذ بیدہ حتے یُخرج
الی البقیع فمن کانَ آکلھا فلیمتھا
طبخاً ابوبکر کُتِبَ الی عمر من نجران
لم نجد انظفَ ولا اجود من کنیسۃٍ
فکتب انضحوھا بماء وسدرٍ وصلّوا
فیھا ابوبکر عن معاویۃ بن قُرّۃَ
عن ابیہ رآنی عمرو انا اُصلّے
بین الاسطوانتین فاخذ بقفائی
فادنانی الی سُترۃٍ فقال صلّ الیھا
ابوبکر عن رجل من اہل الیمن یقالُ
لہٗ ہُدابُ قالَ عمر المُصلّون احقّ
بالسواری من المحدثین الیھا
ابوبکر عن ابن الزبیر سمعتُ عمر
یقول صلوۃٌ فی ہذا المسجدِ افضل
من مائۃ صلوۃٍ فیما سواہ الا المسجدَ
الحرامَ ابوبکر عن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن
ان عمر صلّے فی مکان فیہ ومَن
یعنی مرابضَ الغنمِ مایلبسہٗ المصلّے
اخرج البخاری عن ابی ہریرۃ قالَ
قام رجلٌ الی النبی صلے اللہ علیہ
وسلم فسألہ عن الصلوۃ فی
الثوب الواحد فقال او کلکم

کے زمانہ میں کہ جس شخص کے بھی منہ سے اُس کی بُو پائی جاتی
تھی اُس کا ہاتھ پکڑا جاتا تھا اور اس کو بقیع تک پہنچا کر
چھوڑا جاتا تھا تو جو اُن کو کھانا چاہے تو اُس کو چاہیے کہ اُن کو
پکا کر اُن (کی بُو) کو مار دے۔ ابوبکر نے روایت کی کہ عمرؓ
کو لکھا گیا نجران سے کہ ہم نے کوئی جگہ صاف اور ستھری
کنیسہ (گرجا) سے بہتر نہیں پائی تو آپ نے لکھا کہ اس کو پانی
اور بیری کے پتوں سے دھوڈالو اور اس میں نماز پڑھو۔
ابوبکر معاویہ بن قُرّہ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے
ہیں کہ عمرؓ نے مجھے دیکھا جب کہ میں دو ستونوں کے بیچ
میں نماز پڑھ رہا تھا تو میری گدی پکڑی اور مجھے سُترہ (یعنی
آڑ) کے قریب لے گئے اور کہا کہ اس کی طرف نماز پڑھ۔
ابوبکر یمن والوں میں کے ایک شخص سے جس کو ہداب کہا
جاتا تھا روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ نماز پڑھنے والے
ستونوں کی طرف بیٹھنے کے زیادہ حقدار ہیں بے وضو لوگوں
کی بہ نسبت۔ ابوبکر ابن الزبیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے
عمرؓ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اس مسجد کی نماز افضل ہے
دوسری جگہ کی سَو نمازوں سے بجز مسجد حرام کے۔ ابوبکر
اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایسی
جگہ نماز پڑھی جہاں مینگنیاں پڑی تھیں یعنی بکریوں کی
چراگاہ میں۔ نماز پڑھنے والا کیا پہنے۔ بخاری نے روایت
کی ابو ہریرہؓ سے کہا کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے آپؐ سے سوال کیا ایک کپڑے
میں نماز پڑھنے کے بارے میں تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے

۵ چونکہ عیسائی شراب پیتے ہیں اور اس کو ناپاک نہیں سمجھتے فرش پر بھی پھینک دیتے ہیں اور نماز کے لئے جگہ کا پاک ہونا شرط ہے اس لئے آپ نے فرش کو مبالغہ کے ساتھ دھونے کا حکم دیا تاکہ شراب کا اثر باقی نہ رہے۔ ظاہری نظافت اور صفائی کو آپ نے کافی نہیں قرار دیا ۱۲ مترجم

یجد ثوبین ثم سال رجل عمر فقال اذا وسع اللہ فاوسعوا جمع رجل علیہ ثیابہ صلی رجل فی ازار ورداء فی ازار و قمیص فی ازار و قباء فی سراویل ورداء فی سراویل و قمیص فی سراویل وقباء فی تبان و قمیص قال واحسبہ قال فی تبان و رداء ابو بکر عن معوذ صلی بنا عمر فی ثوب واحد لیس علیہ غیرہ ابو بکر عن ابن عمر ان عمرؓ رای رجلاً یصلی ملتحفاً فقال لا تشبہوا بالیہود من لم یجد منکم الا ثوبا واحداً فلیتزر بہ ابو بکر عن ابی ہریرۃ قال عمر تصلی المراۃ فی ثلثۃ اثواب قلت معناہ تستر جمیع البدن البیہقی عن عمر انہ رای امۃ متخمرۃ متجلببۃ فقال تتشبہ الاماء بالمحصنات ابو بکر عن انس رای عمر امۃ متقنعۃ فضربہا و قال تتشبہین بالحرائر ابو بکر عن عبد اللہ بن عامر رایت عمر یصلی علی عبقری ابو بکر ان عمر اشتری الحصر یفرشہا فی المسجد استقبال القبلۃ ابو بکر عن ابن عمر

ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں۔ پھر ایک شخص نے سوال کیا عمرؓ سے تو آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے وسعت بخش دی تو تم بھی وسعت پر عمل کرو۔ آدمی اپنے بدن پر اپنے کپڑے پہنے کوئی شخص نماز پڑھے اپنی لنگی اور چادر میں، لنگی اور قمیص میں، لنگی اور قبا میں، پاجامہ اور چادر میں، پاجامہ اور قمیص میں، پاجامہ اور قبا میں، جانگیے اور قمیص میں۔ کہا اور مجھے گمان ہے کہ جانگیے اور چادر میں بھی فرمایا۔ ابو بکر معوذ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو عمرؓ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھائی۔ اس کے سوا ان کے بدن پر اور کپڑا نہیں تھا۔ ابو بکر ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جو (ایک کپڑے میں) لپٹا ہوا تھا تو فرمایا کہ یہودیوں کے مشابہ نہ بنو۔ تم میں سے جسکے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہو وہ اُس کی لنگی بنا لے۔ ابو بکر نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ عمرؓ نے فرمایا کہ عورت تین کپڑوں میں نماز پڑھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے ہیں تمام بدن کا چھپانا۔ بیہقی عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے ایک باندی کو دیکھا کہ اوڑھنی کو چہرہ کا نقاب بنائے ہوتے ہے تو فرمایا کہ باندیاں آزاد عورتوں کی مانند بننے لگیں۔ ابو بکر انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک باندی کو دیکھا اوڑھنی مُنہ پر ڈالے ہوتے تو آپ نے اُس کو مارا اور کہا کہ تو آزاد عورتوں کی مشابہت اختیار کر رہی ہے۔ ابو بکر عبداللہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو عبقری (ایک عمدہ فرش چاندنی) پر نماز پڑھتے ہوتے دیکھا۔ ابو بکر نے روایت کیا کہ عمرؓ نے بوریتے خریدے ان کو مسجد میں بچھانا شروع کئے۔ استقبالِ قبلہ ابو بکر ابنِ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ

قال عمر ما بين المشرق و المغرب قبلةٌ
زاد في رواية استقبلتَ البيتَ (يعني قبلة المدينة)
مالک نحواً من ذلک ابو بکر عن
الاسود رأیت عمر یرکز عنزةً (برچھی) و
صلی الیها و الظعن (مسافر) یمرّ بین
یدیه البیهقی عن غضیف سألتُ عمر
ابن الخطاب قلتُ انا نبدوا (دیہات میں رہنا)
فنکون فی الابنیة فان خرجتُ
قررتُ (سردی سے) و ان خرجتْ قررتْ
فقال عمر اجعل بینک و بینها ثوباً
ثم لیصل کل واحد منکما قلتُ
تمسکت به الحنفیة فی قولهم بفساد
صلوة الرجل اذا حاذته امرأة
فی صلوة مشترکة تحریمةً و اداءً
و اجاب الشافعی فقال لیس
بمعروف عن عمر و لیس فیه انها
فی صلوة واحدة لکن استحب
ذلک قطعاً لمادة الفتنة صفة
الصلوة مالک والشافعی ان
عمر کان یأمر رجالاً بتسویة الصفوف
فاذا جاءوا فاخبروه ان الصفوف
قد استوت کبّر ابو بکر عن الاسود
سمعت عمر افتتح الصلوة و کبّر فقال
سبحانک اللهم و بحمدک و تبارک
اسمک و تعالی جدک و

عمرؓ نے فرمایا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے (یعنی مدینہ کا قبلہ) ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جب تو سیدھا رُخ کرے گا بیت کی طرف۔" مالکؒ نے بھی اسی طرح روایت کی۔ ابو بکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو دیکھا کہ وہ اپنے نیزے کو گاڑ دیتے تھے اور اُس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور مسافر آپ کے سامنے سے گزرتے تھے۔ بیہقی روایت کرتے ہیں غضیف سے کہا کہ میں نے ایک سوال کیا عمرؓ بن الخطاب سے میں نے کہا کہ ہم کھلے میدان میں رہتے ہیں ڈیروں میں۔ اگر میں (ڈیرے سے باہر نماز پڑھنے کے لئے) باہر نکلوں تو میں (سردی سے) ٹھٹھر جاؤں اور اگر وہ نکلے تو وہ ٹھٹھر جائے گی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اپنے اور اس کے درمیان ایک کپڑا (پردے کے لئے) ڈال لو۔ پھر تم دونوں میں سے ہر ایک نماز پڑھ لے۔ میں کہتا ہوں کہ حنفیہ نے اس قول میں کہ مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے جب اُس کے محاذات میں عورت آجاتی ہے ایسی نماز میں جو مشترک ہو تحریمہ اور ادا کے اعتبار سے اسی سے دلیل پکڑی ہے اور شافعیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ عمرؓ سے یہ روایت معروف نہیں اور اس میں یہ بھی مذکور نہیں کہ وہ صلوٰۃ واحدہ میں شریک تھی۔ لیکن یہ مستحب ہے مادۂ فتنہ کو قطع کرنے کے لئے۔ **طریق نماز** مالکؒ اور شافعیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کچھ لوگوں کو مامور کیا کرتے تھے صفیں سیدھی کرنے کے لئے۔ پھر جب وہ آکر آپ کو خبر دیتے کہ صفیں سیدھی ہوگئیں تو تکبیر کہتے۔ ابو بکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ سے سُنا انھوں نے نماز شروع کی اور تکبیر کہی پھر کہا سبحٰنک اللّٰھم وبحمدک الخ (یعنی) آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں یا اللہ اور آپ کی تعریف، اور آپ کا نام بڑی برکت والا ہے اور آپ کی عظمت بہت بلند ہے اور

لَآاِلٰہَ غیرُک ثم یتعوّذُ ابوحنیفۃ عن حماد
عن ابراہیم ان ناسًا من اہل البصرۃ
اَتَوا عمرَ بن الخطّاب لم یاتوہ اِلّا لیسألوہ
عن افتتاح الصّلوٰۃ فقامَ عمرُ
فافتتحَ الصّلوٰۃَ وہم خلفہٗ ثم جہرَ
فقال سُبحانک اللّٰہم وبحمدکَ و
تبارکَ اسمکَ و تعالٰی جدُّک و
لااِلٰہ غیرُک قال محمد بن الحسن انّما جہرَ
بذٰلک عمر لیعلّمہم ما سألوا عنہ ابوبکر و
البیہقی عن الاسود انّ عمر کانَ یرفع یدیہ
فی الصلوٰۃِ حذو منکبیہ ابوبکر عن عبایۃ
ابن ربعی قال عمر لا تجزیٔ صلوٰۃٌ لا یُقرأُ
فیہا بفاتحۃ الکتاب و آیتین الشّافعی
فی القدیم ان عمرَ بن الخطّاب صلّٰی
فلم یقرأ فقال لہم کیفَ کان الرکوعُ و
السجودُ قالُوا حسنًا قال فلا بأسَ ابوحنیفۃ
عن حماد عن ابراہیم ان عمرَ صلّی المغرب
فلَم یقرأ فاَعاد الصلوٰۃَ قلتُ کان
الشافعی یقول فی القدیم ان القراءۃ
سُنّۃ ثم رجعَ و قال فریضۃ و
حمل قصۃ ترکِ الاِعادۃ علٰی انہ ترک السورۃ
مالکؒ والشافعی عن انس کان ابوبکر و عمر و
عثمان یفتتحون القرآءۃ بالحمدللّٰہِ ربّ العٰلمین
زاد فی روایۃ وکان لا یقرأُ
بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم.

آپ کے سوا کوئی معبود۔" پھر آپ اعوذ الخ پڑھتے۔ ابوحنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ اہلِ بصرہ میں سے چند لوگ عمرؓ بن الخطاب کے پاس آتے اور ان کے آنے کی کوئی وجہ نہیں تھی بجز اس کے کہ آپ سے پوچھیں کہ نماز شروع کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ تو عمرؓ کھڑے ہوتے اور اُنھوں نے نماز کو شروع کیا اور وہ لوگ اُن کے پیچھے تھے پھر اُنھوں نے آواز کے ساتھ کہا سبحانك اللّٰہم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالٰی جدّك و لا الٰہ غیرك محمد بن الحسنؒ نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے اس کو جہر کے ساتھ صرف اس لئے پڑھا تاکہ جس بات کا اُنھوں نے سوال کیا تھا اس کی اُن کو تعلیم کردیں۔ ابوبکر اور بیہقی نے اسود سے روایت کیا کہ عمرؓ اپنے دونوں ہاتھ نماز میں اُٹھایا کرتے تھے اپنے دونوں مونڈھوں کے برابر۔ ابوبکر نے روایت کیا عبایہ ابن ربعی سے کہ فرمایا عمرؓ نے کہ نماز پوری نہ ہوگی جس میں فاتحۃ الکتاب اور دو آیتیں نہ پڑھی جائیں گی۔ شافعیؒ کی قدیم قول میں ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے نماز پڑھی اور اس میں قرارت نہ کی پھر ان لوگوں سے کہا کہ رکوع اور سجدے کیسے تھے انھوں نے کہا کہ اچھے تھے فرمایا پھر کوئی اندیشہ نہیں۔ ابوحنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے مغرب کی نماز پڑھی اور اس میں قرارت نہ کی تو نماز کا اعادہ کیا۔ میں کہتا ہوں کہ شافعیؒ کا قدیم قول یہ ہے کہ قرارت سنّت ہے پھر اس سے رجوع کرلیا اور کہا کہ فرض ہے اور ترکِ اعادہ کے قصہ کو اُنھوں نے اس پر محمول کیا کہ اُنھوں نے سورۃ کو ترک کیا تھا۔ مالکؒ اور شافعیؒ انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ قرارت کا افتتاح کرتے تھے الحمد للّٰہ رب العالمین سے۔ ایک روایت میں یہ زیادہ کیا کہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ابو بکر و اصحابُ السُّننِ عن عبداللہ بن مغفّل عن ابیہ قال صلّیتُ خلفَ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم و ابی بکر و عمر و عثمان فلم اَسمع احدًا منہم یقول ذلک اذا قرأتَ فقل الحمد للہ ربّ العالمین "التسمیۃ" ابو بکر عن الاسودِ صلّیتُ خلفَ عمرَ سبعینَ صلوٰۃً فلم یجہر فیہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ابو بکر عن عبداللہ بن اَبزٰے ان عمر جہر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم قلتُ روَے عنہ اہل المدینۃ و اہلُ الکوفۃ والبصرۃ ترکَ الجہر بالبسملۃ وروے عنہ اہل مکّۃ الجہرَ فوقع الفقہاءُ فی الترجیحِ فذہب الشافعی الے ترجیح الجہر بہا و علے قیاسِ قول محمدٍ فی دعاء الافتتاح انہ جہر فی بعضِ الاوقات لیعلّمہم ان البسملۃَ سُنّۃ والاوجہ عندی ان عمر کان تعلّم من النّبی صلے اللہ علیہ و سلم فی قصتہ معَ ہشام بن حکیم ان القرآنَ نزَلَ علے سبعۃِ احرفٍ کُلّہا کافٍ شافٍ وکان یرٰے اَن الابتداء بالبسملۃِ علے انّہا جزءٌ من الفاتحۃ حرفٌ صحیحٌ وترکہا علے انہا انّما یسنُّ البدایۃُ بہا فی کِتابۃ القرآنِ والتّلاوۃِ خارجَ الصّلوٰۃ

نہیں پڑھا کرتے تھے۔ ابو بکر اور اصحاب سُنن عبداللہ بن مغفل سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور ابو بکرؓ کے اور عمرؓ کے اور عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے میں نے ان میں سے کسی کو یہ (یعنی تسمیہ) کہتے نہیں سُنا۔ جب تو قرارت کرے تو کہہ الحمد للہ ربّ العالمین۔ ابو بکر روایت کرتے ہیں اسود سے کہ میں نے عمرؓ کے پیچھے ستر نمازیں پڑھی ہیں جن میں سے کسی میں بھی اُنھوں نے جہر کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں کہا۔ ابو بکر روایت کرتے ہیں عبداللہ بن ابزٰی سے کہ انھوں نے جہر کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ۔ میں کہتا ہوں کہ اہلِ مدینہ اور اہلِ کوفہ و بصرہ نے آپ سے بسم اللہ میں جہر کو ترک کرنے کی روایتیں کی ہیں اور اہلِ مکہ نے جہر کی۔ تو فقہاء میں اختلاف ہوا ترجیح کے بارے میں تو شافعی بسم اللہ میں جہر کی ترجیح کی طرف گئے۔ اور دعاء افتتاح کے بارے میں جو قول محمد بن حسن کا ہے (کہ حضرت عمرؓ نے بعض اوقات اس میں جہر کیا ہے) اس پر قیاس کرتے ہوتے (کہتے ہیں کہ) اُنھوں نے بعض اوقات میں بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھ دیا تاکہ لوگوں کو سکھا دیں کہ بسم اللہ پڑھنا سنّت ہے۔ اور میرے نزدیک قوی وجہ یہ ہے کہ عمرؓ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا اُس قصہ میں جو ان کا ہشام ابن حکیم کے ساتھ ہو چکا تھا کہ قرآن سات حرفوں (یعنی طریقوں) پر نازل ہوا ہے ہر ایک ان میں سے کافی اور شافی ہے اور آپ یہ رائے رکھتے تھے کہ بسم اللہ سے ابتداء کرنا اس بناء پر کہ وہ فاتحہ کا ایک جزء ہے ایک حرف (طریقہ) صحیح ہے۔ اور اس کا ترک بھی اس بناء پر کہ اس سے ابتداء کرنا کتابتِ قرآن میں اور خارج صلوٰۃ تلاوتِ قرآن میں صرف مسنون ہی ہے

حرفٌ صحیح ایضاً و الابتداء بہا علی انہا لیست من الفاتحۃ حرفٌ صحیح ایضا فعمل بہذہ الاحرف فی الاوقات البیہقی عن یزید بن شریک انہ سأل عمر عن القراءۃ خلف الامام فقال اقرأ بفاتحۃ الکتاب فقلتُ و ان کنتَ انتَ قال و ان کنتُ انا قلتُ و ان جہرتَ قال و ان جہرتُ قلتُ روی اہل الکوفۃ عن اصحاب عمر الکوفیین ان الماموم لایقرأ شیئاً و الجمع ان القبیح فی الاصل ان ینازع الامام فی القرآن و قراءۃ الماموم قد یفضی الی ذلک ثم ان اشتغال الماموم بمناجات ربہ مطلوبٌ فتعارضت مصلحۃ و مفسدۃ فمن استطاع ان یاتی بالمصلحۃ بحیث لاتخدشہا مفسدۃ فلیفعل و من خاف المفسدۃ ترک واللہ اعلم ابو بکر عن الاحنف صلیتُ خلف عمر الغداۃ فقرأ بیونس و الہود و عن زید بن وہب انہ قرأ الکہف و عن عبداللہ بن عامر انہ قرأ یوسف قراءۃ بطیئۃ ابو بکر عن عبداللہ ابن شداد سمعت نشیج عمر فی صلوۃ الصبح و ہو یقرأ انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ

ایک حرف صحیح ہے۔ اور اس سے ابتدا کرنا اس خیال کے ہوتے ہوئے کہ وہ فاتحہ کا جزو نہیں ہے یہ بھی ایک حرف صحیح ہے تو حضرت عمرؓ نے ان احرف پر مختلف اوقات میں عمل کیا ہے۔ بیہقی نے یزید بن شریک سے روایت کی ہے کہ انھوں نے عمرؓ سے سوال... کیا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں۔ تو انھوں نے کہا کہ " فاتحۃ الکتاب پڑھو تو میں نے کہا کہ اگرچہ آپ (امام) ہوں کہا کہ اگرچہ میں (امام) ہوں۔ میں نے کہا کہ اگرچہ آپ جہر کے ساتھ پڑھ رہے ہوں کہا اگرچہ میں جہر کر رہا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اہل کوفہ نے اصحاب عمر کوفیین سے یہ روایت کی ہے کہ مقتدی کچھ نہیں پڑھے گا۔ اور جمع کی صورت یہ ہے کہ اصل قباحت کی بات یہ ہے کہ امام کی قرات قرآن اور ماموم (یعنی مقتدی) کی قرارت ٹکرانے لگیں اور کبھی اس حد تک نوبت آجاتی ہے۔ پھر ماموم کا اپنے رب کے ساتھ عجز و نیاز میں مشغول ہونا مطلوب ہے (جو قراتِ فاتحہ کا حاصل ہے) تو ایک مصلحت اور ایک مفسدے کا تقابل ہوجاتا ہے تو جو شخص یہ استطاعت رکھتا ہو کہ مصلحت کو اس طرح عمل میں لے آئے کہ اس کو مفسدہ ضرر نہ پہنچا سکے تو وہ عمل کرے اور جس کو مفسدہ کا خوف ہو وہ چھوڑدے واللہ اعلم۔ ابو بکر احنف سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو انھوں نے سورۃ یونس اور سورۃ ہود پڑھی۔ اور زید بن وہب سے مروی ہے کہ انھوں نے سورۃ کہف پڑھی۔ اور عبداللہ ابن عامر سے مروی ہے کہ آپ نے سورۃ یوسف پڑھی قراءۃ بطیئہ کے ساتھ (یعنی ٹھہر ٹھہر کر)۔ ابو بکر عبداللہ بن شداد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز میں عمرؓ کی گریہ آمیز آواز سنی جب کہ وہ یہ پڑھ رہے تھے انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔

مالک والشافعی ان عمر کتب الی ابی موسیٰ
صلّ الصبح والنجوم بادیۃ مشتبکۃ و
اقرأ فیہا بسورتین طویلتین من المفصل
وعن علقمۃ بن وقاص مثلہ قلت فیہ
دلیل علی ان البکاء اذا کان للآخرۃ لا
یفسد الصلوۃ ابوبکر عن ابی المتوکل
ان عمر قرأ فی صلوۃ الظہر بقاف و
الذاریات ابوبکر عن زرارۃ بن اوفی
اقرأنی ابوموسیٰ کتاب عمر ان اقرأ بالناس
فی المغرب بآخر المفصل ابوبکر عن عمرو بن میمون
ان عمر قرأ فی المغرب بالتین والزیتون و
الم ترکیف فعل ربک ابوبکر عن زرارۃ بن
اوفی اقرأنی ابوموسیٰ کتاب عمر الیہ ان
اقرأ بالناس فی العشاء بوسط المفصل ابوبکر
عن ابی رافع صلیت مع عمر العشاء فقرأ اذا
السماء انشقت ابوبکر عن معرور بن سوید خرجنا
مع عمر حجاجاً فصلی فی الفجر فقرأ بالم تر
کیف ولایلاف وعن عمرو بن میمون قرأ
فی الفجر فی السفر قل یا ایہا الکافرون و
قل ہو اللہ احد ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراہیم
ان عمر بن الخطاب امّ اصحابہ فی الصبح
فقرأ بہم فی الرکعۃ الاولی بقل یا ایہا
الکافرون وفی الثانیۃ لایلاف قریش قال
محمد ونراہ مجزئاً ولکن یستحب للامام اذا صلی
الصبح وہو مقیم یطیل فی القراءۃ

مالکؒ اور شافعیؒ نے روایت کیا کہ عمرؓ نے ابوموسیٰ کو لکھا کہ
صبح کی نماز پڑھو جب کہ ستارے ظاہر اور جھلملاتے ہوتے
ہوں اور اس میں دو لمبی سورتیں پڑھو مفصل میں سے۔ اور
علقمہ بن وقاص سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ
اس میں دلیل ہے اس امر پر کہ گریہ جب کہ آخرت کے لئے ہو تو
وہ نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ ابوبکر ابوالمتوکل سے روایت کرتے ہیں
کہ عمرؓ نے ظہر کی نماز میں سورۃ قاف اور سورۃ ذاریات پڑھیں
ابوبکر زرارہ بن اوفی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابوموسیٰ نے
سنایا خط عمر رضی اللہ عنہ کا کہ لوگوں کو نماز مغرب آخر مفصل
کے ساتھ پڑھاؤ۔ ابوبکر روایت کرتے ہیں عمرو بن میمون سے کہ
عمرؓ نے مغرب میں پڑھی والتین والزیتون اور الم ترکیف فعل
ربک۔ ابوبکر زرارہ بن اوفی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابوموسیٰ
نے عمرؓ کا خط سنایا جو ان کے پاس پہنچا تھا کہ عشاء کی نماز
لوگوں کو وسط مفصل سے پڑھاؤ۔ ابوبکر ابورافع سے روایت کرتے
ہیں کہ میں نے عمرؓ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو انھوں نے
اذا السماء انشقت پڑھی۔ ابوبکر معرور بن سوید سے روایت کرتے
ہیں کہ ہم عمرؓ کے ساتھ حج کے لئے نکلے تو انھوں نے نماز فجر
میں پڑھی الم ترکیف اور لایلاف۔ اور عمرو بن میمون سے مروی
ہے کہ سفر میں انھوں نے فجر میں پڑھی قل یا ایہا الکفرون اور
قل ہو اللہ احد۔ ابوحنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے
ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے صبح کی نماز میں اپنے اصحاب کی امامت
کی تو پہلی رکعت ان کو پڑھائی قل یا ایہا الکفرون سے اور
دوسری میں پڑھی لایلاف قریش۔ محمدؒ نے کہا کہ اس قدر کو
ہم بقدر کفایت سمجھتے ہیں لیکن امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ
جب صبح کی نماز پڑھے اور وہ مقیم ہو تو قرات میں طویل کرے

ابو بکر عن یحیے بن عبد الرحمن بن حاطب ان عمر قرأ بآل عمران فے الرکعتین الاولین من العشاء قطعہا یعنے فیہما الشافعے عن ابے عثمان النہدے سمعت عمر بن الخطاب نغمۃ من قاف فے الظہر قلت احتج بہ الشافعے علے ان الاخفاء فے موضعہ والجہر فے موضعہ لیس بواجب وللحنفیۃ ان یقولوا اسماع کلمۃ او کلمتین لا یخرج من الاخفاء۔ ابو بکر عن ابے رافع کان عمر یقرأ فے الصبح بمائۃ من البقرۃ ویتبعہا بسورۃ من المثانے او من صدور المفصل قلت فیہ حجۃ علے ان الرکعۃ الاولے من الصبح اطول من الثانیۃ ابو بکر والبخاری عن جابر بن سمرۃ حین شکوا سعدًا فدعاہ عمر قال سعد انے لاصلے بہم صلوۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انے لارکد فے الاولیین واخف بہم فے الاخریین قال عمر ذاک الظن بک یا ابا اسحٰق ابو بکر عن ابے عثمان ان عمر کان یصلے عند زوال الشمس ویطیل اول رکعۃ قلت فیہ حجۃ للشافعے فی استحباب اطالۃ الرکعۃ الاولے

ابو بکر یحیی بن عبد الرحمن بن حاطب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ آلِ عمران پڑھی۔ سورۃ کے ٹکڑے کردیئے دونوں رکعتوں میں۔ شافعیؒ ابو عثمان نہدی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب سے ظہر کی نماز میں سنی ہلکی آواز سورۃ قاف کی۔ میں کہتا ہوں اس سے شافعیؒ نے اس پر احتجاج کیا ہے کہ اخفاء موضع اخفاء میں اور جہر موضع جہر میں واجب نہیں ہے اور حنفیہ کو (جواب میں) یہ کہنے کا حق ہے کہ ایک یا دو کلموں کا سنا دینا اخفاء سے خارج نہیں کردیتا۔ ابو بکر ابو رافع سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ صبح کی نماز میں پڑھتے تھے سو آیتیں سورۃ بقرہ کی اور اس کے بعد (دوسری رکعت میں) پڑھتے مثانی میں کی کوئی سورت یا کسی مفصل کے شروع کا حصہ اور پڑھتے ایک سو آیات سورۃ آلِ عمران کی اور ان کے بعد (دوسری رکعت میں) پڑھتے مثانی میں کی کوئی سورۃ یا کسی مفصل کے شروع میں سے (مثانی سے وہ سورتیں مراد ہیں جو ذات المئین سے کم ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس میں اس بات پر حجت ہے کہ صبح کی پہلی رکعت زیادہ لمبی ہے دوسری رکعت سے۔ ابو بکر اور بخاری جابر بن سمرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے سعد بن ابی وقاصؓ کی شکایت کی تو ان کو عمرؓ نے بلایا تو سعدؓ نے کہا کہ میں ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھاتا رہا ہوں میں پہلی دو رکعتوں میں سکون کرتا رہا ہوں (یعنی قراءت طویل پڑھتا رہا ہوں) اور بعد کی دو رکعتیں ہلکی پڑھتا رہا ہوں تو عمرؓ نے کہا اے ابو اسحٰقؓ ہم کو تم سے یہی گمان تھا۔ ابو بکر ابو عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ زوال شمس کے قریب نماز پڑھا کرتے تھے اور پہلی رکعت کو لمبی پڑھتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں حجت ہے شافعیؒ کے لئے ہر نماز میں پہلی رکعت کے طویل

فی کل صلوٰۃٍ مالک والشافعی عن عروۃ ان عمر بن الخطاب قرأ سجدۃً و ہو علی المنبر فنزلَ وسجدَ وسجدُوا معہٗ ثم قرأ الجمعۃَ الأخرٰی فتہیّأ الناسُ للسجود فقالَ ایہا الناس علی رِسْلکم (توقف کنید) ان اللہ لم یکتبہا علینا الاَّ ان نشاءَ فقرأہا فلم یسجدُ ومنع الناسَ اَن یسجدوا ابو بکر عن ابی قلابۃ والحسن قالا قال عمر لیس فی المفصل سجدۃٌ تلتُ کانہ ینفی تاکدُ سُنّتہا ابو بکر عن حصین بن سبرۃ صلّیتُ خلفَ عمر فقرأ فی الرکعۃ الأولٰی بسورۃ یوسف ثم قرأ فی الثانیۃ بالنجم فسجدَ ثم قامَ فقرأ اِذا زُلزِلتِ الارضُ فرکعَ ابو بکر عن ابی رافع الصائغ صلّی بنا عمر صلوٰۃَ العشآء فقرأ اذا السمآء انشقت فسجد وسجدنا معہٗ ابو بکر عن ابن عمر عن عمر انہ سجد فی الحجّ سجدتین ابو بکر عن ابن عباس انہ رآی عمر بن الخطاب یسجدُ فیہا یعنی فی صاد ابو بکر عن عُروۃَ قال عمر انّی لاَحسِبُ (حساب میکنم) جزیۃ البحرَین و اَنا فی الصلوٰۃ ابو بکر عن ابی عثمان النہدی قالَ عمر لاُجہّز جیوشی و اَنا فی الصلوٰۃ

پڑھنے کے بارے میں۔ مالکؒ اور شافعیؒ عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے آیت سجدہ کی قرات کی جب کہ وہ منبر پر تھے پھر نیچے اُترے اور سجدہ کیا اور سب لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر دوسرے جمعہ کو (آیت سجدہ کی) قراءت کی تو لوگوں نے سجدے کی تیاری کی تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے حال پر توقف کرو اللہ تعالےٰ نے اس کو ہم پر (فوراً کرنا) فرض نہیں کیا مگر ہم جب چاہیں کریں تو آپ نے قراءت کی اور سجدہ نہ کیا اور لوگوں کو سجدہ کرنے سے منع کر دیا (کہ بعد میں جب چاہیں کرلیں)۔ ابو بکر ابو قلابہ سے اور حسن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ مفصل میں کوئی سجدہ نہیں ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ گویا وہ نفی کر رہے ہیں اس کے سنّت متوکد ہونے کی۔ ابو بکر حصین بن سبرہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نماز پڑھی عمرؓ کے پیچھے، اُنھوں نے پہلی رکعت میں سورۃ یوسف پڑھی پھر دوسری میں سورۃ نجم پڑھی پھر سجدہ کیا پھر اُٹھے اور پڑھی اذازلزلت الارض پھر رکوع کیا۔ ابو بکر ابو رافع الصائغ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو عمرؓ نے نماز پڑھائی تو آپ نے پڑھی اذا السمآء انشقت پھر سجدہ کیا اور ہم نے اُن کے ساتھ سجدہ کیا۔ ابو بکر ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے سورۃ حج میں دو سجدے کئے۔ ابو بکر ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا کہ اُنھوں نے اُس میں یعنی سورۃ صاد میں سجدہ کیا۔ ابو بکر عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے عمرؓ (بن الخطاب) نے کہا کہ مَیں جب نماز میں ہوتا ہوں تو بحرَین کے جزیہ کا حساب کیا کرتا ہوں۔ ابو بکر ابو عثمان نہدی سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ میں لشکروں کے سامان کی تیاری میں لگا ہوا ہوتا ہوں جب میں نماز میں ہوتا ہوں۔

ابوبکر والترمذی والشافعی عن علقمۃ والاسود
عن عبداللہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یکبر فی کل رفع ووضع وقیام وقعود
وابوبکر وعمر البغوی والبیہقی ان عمر روی
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع الیدین
فی الرکوع والقومۃ منہ ابوبکر عن
الاسود صلیت مع عمر فلم یرفع یدیہ فی
شیئ من صلوتہ الا حین افتتح الصلوۃ
قلت تکلم الشافعیۃ والحنفیۃ فی
ترجیح الروایات کل علی حسب مذہبہ
والاوجہ عندی ان عمر رأی رفع الیدین
عند الرکوع والقومۃ منہ مستحبا
فکان یفعل تارۃ ویترک اخری کما
بین ہو بنفسہ فی سجود التلاوۃ الشافعی
عن ابی عبدالرحمن السلمی قال عمر قد سنت
لکم الرکب فخذوا بالرکب ابوحنیفۃ عن
حماد عن ابراہیم ان عمر کان یجعل کفیہ علی
رکبتیہ قلت واحتج بہ ابراہیم وابوحنیفۃ
من بعدہ علی ترک التطبیق ابوبکر عن ابراہیم
ابن میسرۃ بلغنی ان عمر کان یقول فی
الرکوع والسجود قدر خمس تسبیحات سبحان
اللہ وبحمدہ ابوبکر عن الاسود کان عمر
اذا رفع راسہ فی الرکوع قال
سمع اللہ لمن حمدہ قبل ان یقیم ظہرہ ابوبکر
عن الاسود ان عمر کان یقع علی رکبتیہ
یعنی زور سے پڑتا ۱۲

ابوبکر اور ترمذی اور شافعیؒ نے علقمہ اور اسود سے وہ روایت کرتے
ہیں عبداللہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تکبیر کہا کرتے تھے ہر مرتبہ
سر اٹھانے میں اور رکھنے میں اور قیام میں اور قعود میں اور ابوبکرؓ
وعمرؓ۔ اور بغوی اور بیہقی روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے روایت کی
نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین (یعنی دونوں ہاتھ اٹھانے)
کی رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھنے پر۔ ابوبکر اسود
سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو انھوں
نے نماز میں کسی چیز میں بھی ہاتھ نہیں اٹھاتے بجز اس وقت
کے جب نماز شروع کی تھی۔ میں کہتا ہوں کہ شافعیہ اور حنفیہ نے
کلام کیا ہے ترجیح روایات کے بارے میں ہر ایک نے اپنے مذہب
کے مطابق اور میرے نزدیک اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ عمرؓ
رکوع میں جانے اور اس سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کو
مستحب سمجھتے تھے تو کبھی کرتے تھے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے
جیساکہ سجدۂ تلاوت کے بارے میں آپ نے خود بیان کیا ہے۔
شافعیؒ عبدالرحمن سلمی سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا
کہ مسنون کیا گیا ہے تمہارے لئے گھٹنے پکڑنا تو (رکوع میں)
گھٹنے پکڑا کرو۔ ابوحنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے
ہیں کہ عمرؓ اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں
ابوحنیفہؒ اور ابراہیمؒ نے اس سے حجت پکڑی ہے بعد اسکے
تطبیق کے ترک پر۔ ابوبکر ابراہیم بن میسرہ سے روایت کرتے
ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ عمرؓ رکوع و سجدے میں بقدر
پانچ تسبیحات کے کہا کرتے تھے سبحان اللہ وبحمدہ۔ ابوبکر اسود
سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ جب رکوع سے سر اٹھایا کرتے تھے
تو اپنی کمر کھڑی کرنے سے پہلے سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے۔ ابوبکر
اسود سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نیچے گرتے تھے اپنے دونوں گھٹنوں پر

ابو بکر عن الحسن عن عمر وُجِّہ ابنُ آدم للسجود علےٰ سبعۃ اعضاء الجبہۃ والراحتین والرکبتین والقدمین ابو بکر عن ابے ہند الشامی قال عمر اذا سجد احدکم فلیباشر بکفیہ الارض ابو بکر عن زید بن وہب عن عمر اذا لم یستطع احدکم ان یسجد علے الارض من الحرّ والبرد فلیسجد علےٰ ثوبہ الشافعی عن الحسن کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم وابو بکر وعمر یقنتون فی الصبح بعد الرکعۃ ابو بکر عن ابے مالک الاشجعی قلتُ لابی یا ابتِ صلّیتَ خلفَ النبی صلے اللہ علیہ وسلم وخلف ابی بکر وعمر وعثمانَ فرأیت احدًا منہم یقنتُ فقال یا بُنیَّ محدثۃٌ ابو بکر عن الاسود وعمرو بن میمون ان عمر بن الخطاب لم یقنت فی الفجرِ ابو بکر عن زید بن وہب ربما قنتَ عمر فی صلوٰۃ الفجر ابو بکر عن الشعبی قال عبد اللہ لو ان الناسَ سلکوا وادِیًا او شعبًا وسلک عمر وادِیًا او شعبًا سلکتُ وادیَ عمر و شعبہ و لو قنتَ عمر قنتَ عبد اللہ ابو بکر عن ابے عثمان کان عمر یقنتُ بنا بعد الرکوعِ و یرفع یدیہ حتےٰ یبدوَ ضبعاہ و یسمع صوتہٗ من ورآءِ المسجد ابو بکر

(یعنی سجدے میں جاتے ہوئے) ابو بکر حسن سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابنِ آدم کو سجدے میں سر رکھنے کا حکم دیا گیا سات اعضاء پر پیشانی اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں گھٹنے اور دونوں قدم۔ ابو بکر ابو ہند شامی سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی جب سجدہ کرے تو چاہیے کہ دونوں ہتھیلیوں کو زمین سے ملادے۔ ابو بکر زید بن وہب سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب گرمی اور سردی کی (شدّت کی) وجہ سے تم میں سے کسی کو زمین پر سجدہ کرنے کی استطاعت نہ ہو تو چاہیے کہ اپنے کپڑے پر سجدہ کرے۔ شافعیؒ حسن سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ قنوت پڑھا کرتے تھے نماز فجر میں بعد رکوع کے۔ ابو بکر ابو مالک الاشجعی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابّا جان آپ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا آپ نے ان میں سے کسی کو قنوت پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ بیٹا! یہ نئی بات ہے۔ ابو بکر اسود اور عمرو بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے فجر میں قنوت نہیں پڑھی۔ ابو بکر زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ کبھی کبھی عمرؓ نے نماز فجر میں قنوت پڑھی ہے۔ ابو بکر شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر سب لوگ ایک وادی یا گھاٹی پر چلیں اور عمرؓ دوسری وادی یا گھاٹی پر چلے تو میں عمرؓ کی وادی اور اس کی گھاٹی پر چلوں گا اور اگر عمرؓ قنوت پڑھا کرتے تو عبد اللہ بھی قنوت پڑھتا۔ ابو بکر عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ ہم کو قنوت کرایا کرتے تھے بعد رکوع کے اور اپنے دونوں ہاتھ اتنے اوپر اٹھایا کرتے تھے کہ ان کے دونوں بازو ظاہر ہو جایا کرتے تھے اور مسجد کے باہر سے ان کی آواز سنی جاتی تھی۔ ابو بکر

عن زید بن وہب ان عمر بن الخطاب قنت
فی صلوٰۃ الصبح قبل الرکوع ابو بکر
عن ابی عثمان النہدی و عبید بن عمیر
مثلہ قلت وتعب القوم فی الترجیح
بضبط الرواۃ وکثرتہم فاختلفوا ومذاہبہم فی
القنوت وترکہ وانہ قبل الرکوع او
بعدہ مشہورۃ والاوجہ عندی ان
یحمل اختلاف الحکایات علی اختلاف
الاحوال فکان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم واصحابہ اذ احزنہم امر قنتوا
والا ترکوا فمن قنت تارۃ ولم
یقنت اخری فقد اصاب ومن قنت دائماً
ورای ان الامور دائمۃ تتری فقد اصاب
ومن لم یقنت ابداً فقد اصاب لانہ لیس
بسنۃ راتبۃ وانما ہو للامور العظام قال سفیان
الثوری ان قنت فی الصبح فحسن واختار
ہو ترک القنوت وقال احمد واسحٰق لا
یقنت فی صلوٰۃ الفجر الا عند نازلۃ
بالمسلمین فیدعو الامام لجیوش المسلمین
ابو بکر و محمد بن الحسن عن حمید بن عبد الرحمٰن
قال عمر لا صلوٰۃ الا بتشہد ولفظ
محمد بن الحسن سمعت عمر بن الخطاب
لا یجوز الصلوٰۃ الا بتشہد مالک
والشافعی عن عبد الرحمٰن
ابن عبد القاری

زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے قنوت
پڑھی ہے صبح کی نماز میں رکوع سے پہلے۔ ابو بکر ابو عثمان نہدی
اور عبید بن عمیر سے اسی کے مثل روایت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں
کہ ضبط رُواۃ (یعنی راویوں کی پختگی) اور اُن کی کثرت کے اعتبار
سے قوم ترجیح میں جا پڑی اور مختلف الرائے ہوگئی۔ اور ان کے
مذاہب قنوت کے پڑھنے اور نہ پڑھنے اور اس بات میں کہ وہ رکوع
سے پہلے ہے یا بعد میں ہے مشہور ہیں اور میرے نزدیک بہتر یہ ہے
کہ اختلافِ حکایات کو اختلافِ احوال پر محمول کیا جائے۔ جب کہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو کوئی بات اندوہناک
کرتی تھی تو قنوت پڑھا کرتے تھے ورنہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ تو
جس نے کبھی قنوت پڑھا اور کبھی چھوڑا تو اس نے ٹھیک
کیا۔ اور جس نے ہمیشہ قنوت پڑھا اور اس بات پر نظر کی کہ تشویشناک
امور تو ہمیشہ ہی پیش آتے رہتے ہیں اُس نے بھی ٹھیک کیا اور
جس نے کبھی نہ پڑھا اُس نے بھی ٹھیک کیا کیونکہ وہ کوئی سنّتِ
راتبہ نہیں ہے (یعنی ایسی سنّت جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
ہمیشہ پڑھی ہو فرضوں کے ساتھ) اور وہ صرف بڑے اہم امور
کے لئے ہے۔ کہا سفیان ثوریؒ نے کہ اگر صبح میں قنوت پڑھے تو
اچھا ہے اور انھوں نے اختیار کیا ہے ترکِ قنوت کو۔ اور احمدؒ
اور اسحٰقؒ کا قول یہ ہے کہ نماز فجر میں قنوت نہ پڑھیں مگر کسی
مصیبت کے موقع پر جو مسلمانوں پر آپڑے جس میں خلیفہ مسلمانوں
کے لشکروں کیلئے دعا کرے۔ ابو بکر اور محمد بن الحسن حمید بن عبد الرحمٰن
سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ نماز نہیں ہوتی مگر تشہد
کے ساتھ اور محمد بن الحسن کے لفظ یہ ہیں کہ میں نے سُنا عمرؓ
ابن الخطاب سے کہ کہتے تھے کہ نماز جائز نہیں ہوتی مگر تشہد کے
ساتھ۔ مالکؒ اور شافعیؒ عبد الرحمٰن بن عبد القاری سے روایت کرتے ہیں

انہ سمع عمرؓ بن الخطاب وھو علی المنبر یعلم الناس التشہد قولوا التحیات للہ الزاکیات للہ الطیبات الصلوات للہ السلام علیک ایہا النبیؐ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ ولفظ البغوی الطیبات للہ والصلوات للہ قال الشافعی ہذا الذی علمنا من سبقنا بالعلم من فقہائنا صغاراً ثم سمعناہ باسنادہ وسمعنا ما خالفہ فلم نسمع اسناداً اثبت عندنا منہ وہذا مذہبہ فی القدیم ثم قال فی الجدید انتہی الینا من حدیث اصحابنا حدیث نثبتہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصرنا الیہ الترمذی والبغوی قال عمرؓ الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد منہا شیئ حتی تصلی علی نبیک ابوبکر عن عمرو بن میمون عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ باللہ من الجبن والبخل وعذاب القبر وفتنۃ الصدر قلت جاء فی بعض الاحادیث انہ کان یتعوذ بہؤلاء الکلمات قبل التسلیم ابوبکر عن الحسن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر کانوا یسلمون بتسلیمۃ واحدۃ الشافعی عن ابن مسعود رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلم عن یمینہ

اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے سُنا جب وہ منبر پر تھے اور لوگوں کو تشہد سکھا رہے تھے کہ کہو التحیات للہ الزاکیات للہ الطیبات الصلوات للہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ اور بغوی کے لفظ ہیں الطیبات للہ والصلوات للہ۔ شافعیؒ نے کہا کہ یہ (تشہد) جو میرے پاس ہے مجھے بچپن کے زمانہ میں اُس نے سکھایا جو علم میں ہمارے فقہاء سے سبقت لئے ہوتے تھا۔ پھر ہم نے اس کو اس کی سند کے ساتھ سُنا اور جو اس کے خلاف ہے اس کو بھی سُنا تو ہم نے ایسی اسناد نہیں سُنیں جو ہمارے نزدیک اُس کی اسناد سے زیادہ مضبوط ہوں اور یہ اُن کا مذہب ہے جو پہلے تھا۔ پھر بعد کے دَور میں اُنھوں نے یہ کہا کہ ہمارے اصحاب کی حدیث میں سے ہم تک ایسی حدیث پہنچی جس کو ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت سمجھتے ہیں تو ہم نے اُس کی طرف رجوع کر لیا۔ ترمذی اور بغوی نے روایت کیا کہ عمرؓ نے فرمایا کہ دُعاء ٹھہری رہتی ہے آسمان و زمین کے درمیان اُس میں کا کوئی حصّہ بھی آسمان پر نہیں چڑھتا جب تک تو اپنے نبیؐ پر درود نہ پڑھے۔ ابوبکرؓ بن میمون سے وہ عمرؓ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت لتے ہیں کہ آپؐ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگا کرتے تھے نامردی سے اور بُخل سے اور عذابِ قبر سے اور فتنۂ صدر سے (سینہ سے اُبھرنے والے فتنہ سے)۔ میں کہتا ہوں کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ آپؐ ان کلمات سے تعوّذ کیا کرتے تھے سلام پھیرنے سے پہلے۔ ابوبکر حسن سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ سلام پھیرا کرتے تھے ایک ہی سلام کے ساتھ۔ شافعیؒ ابنِ مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے دائیں طرف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وعن یسارہ السلام علیکم
ورحمۃ اللہ ورأیتُ ابابکر وعمر یفعلان ذٰلک
قلتُ اختلفوا فی ذٰلک والاوجہ عندی ان
الخروجَ من الصلوٰۃ بتسلیمۃٍ واحدۃٍ جائز
من غیر کراہیۃٍ والتسلیمتانِ احبّ واکملُ
وکان عمر یفعل ہٰذا مرۃً وذاک اخرٰی
کفعلہ فی سجدۃِ التلاوۃ البیہقی عن ابن
عباس ان عمر سألہم فقالَ عبدالرحمٰن بن
عوفٍ سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول اذا شکّ فی الاثنتینِ و
الثلٰثِ فلیجعلْہا اثنتینِ واذا شکّ فی
الثلٰثِ والاربعِ فلیجعلْہا ثلٰثاً حتّٰی یکونَ
الوہمُ فی الزیادۃ فاخذ بہ عمر الشافعی و
مسلم عن یعلی بن امیۃ قلتُ لعمر بن الخطاب
انما قال اللہ تعالٰی اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ
اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الآیۃ. فقد اَمِنَ الناس
فقالَ عجبتُ مما عجبتَ منہ فسألتُ
رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالَ
صدقۃٌ تصدّقَ اللہ بہا علیکم
فاقبلُوا صدقتہ مالک والشافعی ان
ابن المسیّب قالَ مَن اَجمَعَ (نیت کند) اقامۃَ
اربعِ لیالٍ وہو مسافرٌ اَتمَّ
الصلوٰۃَ

سلام پھیرا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر اور بائیں طرف سلام پھیرا
السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر اور میں نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی ایسا ہی
کرتے دیکھا۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں فقہاء مختلف ہوتے ہیں اور
میرے نزدیک راجح یہ بات ہے کہ نماز سے باہر آنا ایک سلام کے ساتھ
جائز ہے بغیر کراہیت کے اور دو سلام پسندیدہ اور اکمل ہیں اور عمرؓ
کبھی ایسا کرتے تھے اور کبھی دوسری طرح مثل اپنے فعل کے سجدہ
تلاوت کے بارے میں۔ بیہقی ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ
عمرؓ نے صحابہؓ سے سوال کیا تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ میں
نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ جب
(نماز پڑھنے والا) شک کرے دو اور تین (رکعات) میں تو چاہیئے
کہ ان کو قرار دے دو رکعتیں اور جب شک کرے تین اور چار میں
تو چاہیے کہ ان کو قرار دے تین رکعتیں یہاں تک کہ وہم رہ جائے
زیادتی کی جانب میں تو عمرؓ نے اس کو اختیار کر لیا۔ شافعیؒ اور
مسلمؒ یعلی بن امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کہا عمرؓ بن
الخطاب سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ الخ
(۴: ۱۰۱) اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ
نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کر دو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ
پریشان کرینگے الخ۔ اور اب لوگ مامون ہو گئے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ
تعجب مجھے بھی ہوا تھا جس سے تم کو ہو رہا ہے تو میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ انعام
ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا تو تم اس کے انعام کو قبول کرو۔ مالکؒ اور
شافعیؒ نے روایت کیا کہ ابن المسیبؒ کہتے ہیں کہ جس نے فیصلہ کیا چار راتوں[۱]
کے مقیم رہنے کا جب کہ وہ سفر کر رہا ہے تو نماز پوری پڑھے (کیونکہ اب وہ

۱ـــ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر تین دن سے زیادہ قیام کی نیت ہو جائے تو سفر کا حکم ختم ہو جاتا ہے ابن المسیبؒ کا یہ قول ان کی دلیل ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اکثر مدت سفر پندرہ دن ہیں ۱۲ مترجم

ثم خرّج الشافعی وجہ المسألۃ من حدیث
عمر انہ لم یرخّص للمجوس والیہود والنصارٰی
ان یقیموا بالمدینۃ اکثر من ثلث لیالٍ
البیہقی عن سالم ان عمر بن الخطاب
کان اذا قدم مکۃ صلی رکعتین ثم یقول
یا اہل مکۃ اتمّوا صلوٰتکم فانا قوم سفر (جمع سافر)
مالک نحو من ذلک ابوبکر عن الاسود
ان عمر صلی بمکۃ رکعتین ثم قال انا
قوم سفر فاتموا الصلوٰۃ ابوبکر
عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن
عمر صلوٰۃ السفر رکعتان والجمعۃ
رکعتان والعیدان رکعتان تمام غیر
قصر علی لسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ابوبکر عن اللجلاج کنا نسافر مع
عمر بن الخطاب فیسیر ثلثۃ امیال فیتجوز
فی الصلوٰۃ قلت معناہ اذا خرج من (یقصر)
المصر یرید مسافۃ بعیدۃ فمشٰی ثلثۃ
امیال یقصر الشافعی یذکر عن عمر انہ
کتب ان الجمع بین صلوٰتین من
الکبائر قلت احتج بہ الحنفیۃ علی ان
لاجمع بین صلوتین فی السفر واجاب الشافعی
بانہ مرسل ولو صحّ فالسفر والمطر عذر کیف
لا وقد صحّ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
جمع فی تبوک وعمر اعلم باللہ ورسولہ من
ان یمنع ذلک ابوبکر عن عمرو بن الحارث

مسافر نہیں رہا) پھر شافعیؒ نے حدیث عمرؓ سے صورتِ مسئلہ کا استخراج
کیا کہ عمرؓ نے مجوس کو اور یہود و نصاریٰ کو تین راتوں سے زیادہ
مدینہ میں قیام کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ (کیونکہ تین دن سے
زیادہ قیام پر وہ مقیم کے حکم میں آجاتے اور ان کی مدینہ میں آپ
اقامت پسند نہیں کرتے تھے)۔ بیہقی سالم سے روایت کرتے ہیں کہ
عمرؓ بن الخطاب جب مکہ معظمہ میں آیا کرتے تھے تو دو رکعت پڑھا
کرتے تھے پھر (سلام پھیر کر) کہہ دیا کرتے تھے کہ اے اہلِ مکہ تم اپنی
نماز پوری کرو ہم لوگ مسافر ہیں۔ مالکؒ نے بھی ایسی ہی روایت
کی۔ ابوبکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے مکہ معظمہ میں دو
رکعت پڑھیں پھر کہا کہ ہم لوگ مسافر ہیں تم اپنی نماز پوری کرلو۔
ابوبکر عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا
کہ صلوٰۃ سفر دو رکعتیں ہیں اور جمعہ کی دو رکعتیں ہیں اور عیدین
کی دو رکعتیں ہیں پوری بغیر قصر کے حسب ارشاد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم۔ ابوبکر نے لجلاج سے روایت کیا کہ ہم عمرؓ بن الخطاب
کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے آپ تین میل چلنے کے بعد نماز میں قصر کیا
کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ جب مسافتِ بعیدہ کے ارادے سے
شہر سے نکل گئے اور تین میل چلے تو قصر کرینگے۔ شافعیؒ نے
کہا کہ ذکر کیا جاتا ہے عمرؓ سے کہ انھوں نے لکھا کہ دو نمازوں کو جمع
کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے دلیل قائم
کی حنفیہ نے اس بات پر کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی اجازت
نہیں ہے۔ اور شافعیؒ نے جواب دیا کہ یہ مرسل ہے اور اگر صحیح ثابت
ہو جائے تو سفر اور بارش عذر ہیں۔ یہ بات کیسے نہیں مانی جائیگی
جب کہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک
میں دو نمازوں کو جمع کیا ہے اور عمرؓ اللہ اور رسولؐ کے احکام کو
بہت جانتے تھے کیسے اس سے منع کرسکتے تھے۔ ابوبکر عمرو بن الحارث

عن عمر بن الخطاب فی الرجل اذا رعف فی الصلوٰۃ قال ینفتل فیتوضأ ثم یرجع فیصلی ویعتد بما مضیٰ قلت عند الحنفیۃ محمول علی ان الرعاف ناقض للوضوء ومن سبقہ الحدث توضأ وبنیٰ وعند الشافعی فی القدیم علی ان الرعاف لیس بناقض و الوضوء ہو غسل الدم و من اصابہ من غیر اختیارہ نجس فی بدنہ او ثوبہ دفع عنہ النجس وبنیٰ ثم شک فی ذٰلک فی مذہبہ الجدید ابوبکر عن ابراہیم صلی عمر صلوٰۃ عند البیت فقرأ لایلاف قریش فجعل یومی الی البیت ویقول فلیعبدوا رب ہذا البیت قلت فیہ حجۃ علی جواز الاشارۃ المفہمۃ فی الصلوٰۃ **النوافل** ابوبکر عن الرحمٰن بن رافع ان عمر بن الخطاب کان یکبر فی العیدین ثنتی عشرۃ سبعا فی الاولیٰ وخمسا فی الآخرۃ الشافعی عن جعفر بن محمد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر کبروا فی العیدین و الاستسقاء سبعا وخمسا و صلوا قبل الخطبۃ وجہروا بالصلوٰۃ قلت ذہب اہل الکوفۃ الی ان تکبیرات العیدین اربع کتکبیرات الجنائز روی ذٰلک عن ابی موسیٰ وغیرہ و الاوجہ عندی ان مراد الشرع اکثار التکبیر

وہ عمرؓ بن الخطاب سے نقل کرتے ہیں ایسے شخص کے بارے میں جس کی نکسیر جاری ہوجاتے نماز میں آپ نے فرمایا کہ وہ لوٹ جاتے اور وضو کرکے واپس آتے اور نماز پڑھے اُس کا پچھلا پڑھا ہوا حصہ شمار کیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ حنفیہ کے نزدیک یہ اعادۂ وضو اس پر محمول ہے کہ نکسیر وضوء کو توڑنے والی ہے اور جس کو حدث پیش آجاتے وہ وضوء کرکے شریک ہوتا ہے اور شافعیؒ کے نزدیک اُن کے قدیم قول میں اس پر محمول ہے کہ نکسیر ناقض وضوء نہیں یہاں وضوء سے مراد خون کا دھونا ہے اور جس شخص کے بدن پر یا کپڑے پر اس کے اختیار کے بغیر لگ گیا ہے وہ نجس ہے اُس نجاست کا دفع کرنا بھی ضروری ہے (وضوء سے مراد جسم اور کپڑے کا دھونا ہے) پھر (حسب سابق) نماز میں شامل ہوجاتے۔ پھر شافعیؒ نے اپنے جدید مسلک میں اس میں شک کیا ہے۔ ابوبکر ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے بیت اللہ کے قریب اپنی نماز پڑھی جس میں سورۃ لایلاف کی قراءت کی اور یہ کہتے ہوئے کہ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ بیت کی طرف اشارہ کرنے لگے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں بحالتِ نماز کسی ایسے اشارے کے جواز کی دلیل ہے جو سمجھانے والا ہو۔ **نوافل** ابوبکر نے عبدالرحمٰن بن رافع سے روایت کیا کہ عمرؓ بن الخطاب عیدین میں بارہ تکبیر کہا کرتے تھے، سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری میں۔ شافعیؒ جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ابوبکرؓ و عمرؓ نے عیدین اور استسقاء میں سات اور پانچ تکبیریں کہیں اور اُنھوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اور جہر کیا نماز میں۔ میں کہتا ہوں کہ اہل کوفہ اس طرف گئے کہ عیدین کی تکبیرات چار ہیں مثل تکبیراتِ نماز جنازہ کے، یہ مروی ہے ابوموسیٰ وغیرہ سے اور میرے نزدیک قوی بات یہ ہے کہ ان دونوں قولوں میں جو مطلوب شرع ہے وہ تکبیر کا بکثرت

فی ہذین الیومین بقولہ تعالیٰ وَ لِتُکَبِّرُوا
اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰىکُمْ وَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ؕ
ولقولہ فی سورۃ الحج لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی
مَا ھَدٰىکُمْ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ فمن اتی
فی کل رکعۃ بثلاث تکبیرات فقد اصاب
لان الثلاث اقل حد الاکثار ومن
کبر سبعا وخمسا فقد اصاب وذکر
اللہ اکثر ابوبکر عن عبدالملک بن عُمیر
حُدثت عن عمر انہ کان یقرأ فی العید
سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی و ہَلْ اَتٰىکَ
حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ قلت ہو مرفوع
رواہ ابن عباس مالک والشافعی انّ
عمر سال اباواقد اللیثی ما کان یقرأ بہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی
الفطر والاضحی قال کان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ بقاف و
اقتربت الساعۃ الشافعی عن ابن عمرؓ
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر کانوا
یصلون فی العید قبل الخطبۃ الشافعی
عن عبداللہ بن عامر صلی عمر بن
الخطاب فی المسجد فی یوم مطیر الشافعی
عن ابن المسیب استسقی عمر بن الخطاب
فکان اکثر دعائہ الاستغفار الشافعی
زُلزلت الارض فی عہد عمر فلما
علمناہ صلی وقد قام خطیبا

کہنا ہے حسب ارشاد حق تعالیٰ شانہ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ الخ (۲: ۱۸۵)
اور تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی (وثنا) بیان کیا کرو اس پر
کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم شکر کیا کرو۔" اور جیساکہ سورۃ
حج میں ارشاد فرمایا ہے لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ الخ (۲۲: ۳۷) اور تاکہ تم اللہ
تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ تم کو ہدایت کی اور آپ اخلاص
والوں کو خوش خبری سنا دیجئے۔" تو جو مقرر کرتا ہے ہر رکعت میں
تین تکبیرات وہ مُصیب ہے کیونکہ (عدد) تین حدِ کثرت کا اقل عدد
ہے اور جس نے سات اور پانچ مرتبہ تکبیر کہی وہ بھی راستی پر ہے
کہ اس نے اللہ کا ذکر کثیر کیا۔ ابوبکر عبدالملک بن عُمیر سے روایت
کرتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا عمرؓ کے متعلق کہ وہ عید میں پڑھا
کرتے تھے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور ھَلْ اَتٰىکَ حدیث الغاشیۃ
میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث مرفوع ہے جس کو ابن عباسؓ نے روایت
کیا۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے روایت کیا کہ عمرؓ نے سوال کیا ابو واقد
اللیثی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر وعید الاضحیٰ
(کی نماز) میں کیا پڑھا کرتے تھے؟ تو انھوں نے کہا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ قاف اور اقتربت الساعۃ (یعنی
سورۃ قمر) پڑھا کرتے تھے۔ شافعیؒ ابن عمرؓ وغیرہ سے روایت
کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ وعمرؓ خطبہ سے
پہلے عید کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ شافعیؒ عبداللہ بن عامر سے
روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے (عید کی) نماز بارش کے
دن مسجد میں پڑھی۔ شافعیؒ ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ
عمرؓ بن الخطاب نے نماز استسقاء پڑھی تو ان کی دعاء کا بڑا حصہ
استغفار تھا۔ شافعیؒ فرماتے ہیں کہ زمین میں زلزلہ آیا عمر
رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (راوی کا بیان ہے کہ) جب ہم نے انکو
بتایا تو انھوں نے نماز پڑھی اور خطبہ کے لئے کھڑے ہوتے

فحض علی الصدقۃ وامر بالتوبۃ آبوبکر عن الشعبی ان عمر بن الخطاب خرج یستسقی فصعد المنبر فقال استغفروا ربکم الآیہ ثم نزل فقالوا یا امیر المؤمنین لو استسقیت قال قد طلبتہ بمجادیح السماء التی ینزل بہا القطر قلت قال ابو حنیفۃ لا یسن الصلوٰۃ فی الاستسقاء وقال الشافعی ثبت من حدیث عبداللہ بن زید و ابن عباس انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی و روی ذلک من حدیث جعفر بن محمد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر والاوجہ عندی ان من دعا ولم یصل فقد اصاب اصل الاستسقاء وقد فعل ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعمر ومن صلی ودعا فقد اصاب الاکمل الافضل فان الدعاء ارجی فی حرمۃ الصلوٰۃ و قد ثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعمر مالک عن عبدالرحمٰن بن عبد القاری خرجت مع عمر بن الخطاب لیلۃ فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی

جس میں آپ نے لوگوں کو صدقہ کی طرف رغبت دلائی اور توبہ کرنے کا حکم دیا۔ آبو بکر شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب طلب باران کے لئے نکلے پھر منبر پر چڑھے اور یہ آیت پڑھی استغفروا ربکم آخر تک (سورۃ نوحؑ) پھر اتر آئے تو لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ اگر آپ استسقاء پڑھ لیتے تو اچھا ہوتا تو فرمایا کہ میں نے (اللہ تعالیٰ سے) مانگ لیا ہے بارش کو آسمان کی اُن منازل[ع۵] ...... سے جن سے قطراتِ باراں نازل ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ استسقاء میں نماز مسنون نہیں ہے اور شافعیؒ نے کہا کہ عبداللہ بن زید اور ابن عباسؓ کی حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز پڑھی ہے اور یہ روایت کی گئی ہے جعفر بن محمد کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ابو بکرؓ اور عمرؓ سے اور میرے نزدیک اصل بات یہ ہے کہ جس نے دعاء کی اور نماز نہیں پڑھی وہ استسقاء کی اصل پر پہنچ گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عمرؓ نے ایسا کیا ہے اور جس نے نماز (بھی) پڑھی اور دعاء (بھی) کی تو وہ یقیناً اکمل اور افضل طریق پر پہنچا کیونکہ نماز کی برکت سے دعاء کی مقبولیت کی امید زیادہ ہے اور یہ (بھی) ثابت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عمر رضی اللہ عنہ سے مالکؒ روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن عبد القاری سے کہ میں عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ رمضان کی ایک رات میں مسجد کی طرف پہنچا دیکھا کہ لوگ جدا جدا قسموں پر بٹے ہوئے ہیں کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی نماز پڑھ رہا ہے اور اس کی نماز کے ساتھ ایک جماعت نماز

ع۵ "مجادیح" مجدح بکسر میم کی جمع ہے اور یہ ایک ستارے کا نام ہے کہ عرب کے نزدیک بارش پر دلالت کرنے والی علامات میں سے ہے۔ فاروق رضی اللہ عنہ استغفار کو اس سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ میں نے طلب باراں اُس چیز سے کیا ہے جو بقولِ منجمین عرب مجدح کی طرح بارش کی علامت ہے ۱۲ آپ نے یہ ستارہ استغفار کو قرار دیا اس آیت سے اخذ فرماتے ہوئے فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا الخ (سورۃ نوحؑ) ۱۲ مترجم

بصلوٰتہ الرھط فقال لانی اراانی لوجمعت ہولاء علی قاری واحد کان امثل ثم عزم فجمعہم علی ابی ابن کعب قال خرجت معہ لیلۃ اخریٰ والناس یصلون بصلوٰۃ قارئہم فقال عمر نعمت البدعۃ ہذہ والتی ینامون عنہا افضل من التی یقومون یرید آخر اللیل وکان الناس یقومون اولہ قلت معناہ انہ بدعۃ مستحبۃ من جہۃ اجتماع الناس علیہا وان کانت سنۃ فی الاصل مالک والشافعی عن السائب امر عمر ابن الخطاب ابی بن کعب و تمیم الداری ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ مالک عن یزید بن رومان کان الناس یقومون فی زمان عمر بثلث وعشرین رکعۃ ابوبکر عن ابن عباس قال عمر لقد علمتم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی لیلۃ القدر اطلبوہا فی العشر الاواخر وترا ابوبکر عن حبیب قال عمر ما بقی من اللیل خیر من ما ذہب ومثلہ عن السائب وعن ابن عباس کلیہما عن عمر ابوبکر عن ابی عثمان ان دعا عمر القراءۃ فی رمضان فامر اسرعہم قراءۃ ان یقرأ بثلاثین آیۃ والوسط خمسۃ وعشرین آیۃ والبطیٔ عشرین آیۃ

پڑھ رہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ اگر میں ان سب کو ایک قاری پر جمع کردوں تو یہ بہت اچھا ہوگا پھر آپ نے اس کا پختہ ارادہ کرلیا اور سب لوگوں کو جمع کیا اُبی بن کعب پر۔ کہا کہ پھر میں دوسری رات آپ کی ہمراہ (مسجد میں) پہنچا اور سب لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو عمر رضؓ نے کہا کہ یہ نئی بات بہت اچھی ہے اور جن ساعات کو لوگ سو کر گزار دیتے ہیں افضل وہی ہیں ان ساعات سے جن میں کھڑے ہوتے ہیں۔ عمر رضؓ آخرِ شب کو مراد لے رہے تھے اور لوگ کھڑے ہوتے تھے اوّل شب میں۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ یہ بدعت مستحبہ ہے اس پر لوگوں کے مجتمع ہونے کی حیثیت سے اگرچہ باعتبار اصل کے سنت ہے۔ مالکؒ اور شافعیؒ سائب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رضؓ بن الخطاب نے اُبَیّ بن کعب اور تمیم الداری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ [۱۱] رکعتیں پڑھائیں۔ مالکؒ نے یزید بن رومان سے روایت کیا کہ لوگ عمر رضؓ کے زمانہ میں تیئس [۲۳] رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ ابوبکر نے ابن عباس رضؓ سے روایت کیا کہ عمر رضؓ نے کہا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا تھا کہ اس کو تلاش کرو آخری دس [۱۰] دنوں کی طاق تاریخوں میں۔ ابوبکر حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رضؓ نے فرمایا کہ رات میں سے جو حصہ باقی رہ گیا ہے وہ افضل ہے اس حصہ سے جو جا چکا ہے اور ایسی ہی روایت ہے سائب اور ابن عباس رضؓ سے، دونوں نے روایت کی عمر رضؓ سے۔ ابوبکر نے ابوعثمان سے روایت کی کہ عمر رضؓ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا۔ پھر حکم دیا ان کو جو جلدی جلدی پڑھنے والے تھے کہ وہ پڑھا کریں تیس [۳۰] آیتیں (ایک رکعت میں) اور درمیانی درجہ والوں کو پچیس [۲۵] آیتوں کا حکم دیا اور سست رفتار والوں کو بیس [۲۰] آیتوں کا۔

ابو بکر قیل لابن عمر تصلی الضحی قال لا
قیل صلاہا عمر قال لا قیل صلاہا
ابو بکر قال لا قیل صلاہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال لا اخالُ
البغوی کان ابن عمر اذا سُئِل عن
سُبحة الضحی فقال لا آمُرُ بہا و
لا انھی عنہا ولقد اُصیب عثمان
وما ادری احد ایصلیہا وانہا لمن
احب ما احدث الناس الیّ
ابو بکر عن جابر بن عبد اللہ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لابی بکر متی توتر قال من اول
اللیل بعد العتمة قبل ان انام وقال
لعمر متی توتر قال من آخر اللیل قال
لابی بکر اخذت بالحزم (الاحتیاط) وقال
لعمر اخذت بالقوۃ ابو بکر عن الحسن
قال عمر لان اوتر بلیل احب
الی من ان احیی لیلتی ثم
اوتر بعد ما اصبح ابو بکر عن مکحول ان
عمر بن الخطاب اوتر بثلث رکعات لم
یفصل بینہن بسلام ابو بکر عن انس
ابن سیرین عن عمر کان
یقرأ بالمعوذتین فی الوتر ابو بکر
عن القاسم زعموا ان عمر
کان یوتر فی الارض (ای البساط)

ابو بکر سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ سے کہا گیا کہ آپ نماز چاشت پڑھتے
ہیں؟ انھوں نے کہا نہیں۔ کہا گیا کہ کیا اس کو عمرؓ نے پڑھا ہے؟
کہا کہ نہیں۔ کہا گیا کہ کیا اس کو ابو بکرؓ نے پڑھا ہے؟ کہا نہیں
کہا گیا کہ کیا اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے؟
کہا کہ مجھے خیال نہیں۔ بغویؒ سے مروی ہے کہ جب ابن عمرؓ
سے سوال کیا گیا چاشت کے نفلوں کے بارے میں تو انھوں نے
کہا کہ نہ میں ان کا حکم دیتا ہوں اور نہ اُن سے منع کرتا ہوں اور
عثمانؓ بھی شہید ہو چکے ہیں اور میں (اکابر میں سے) کسی کو
نہیں جانتا کہ اس نے اُس کو پڑھا ہو اور یہ ضرور ہے کہ یہ اُن
چیزوں میں سے جو لوگوں نے از خود نکالی ہیں مجھے پسند ہے۔
ابو بکر جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ سے پوچھا کہ تم وتر کس وقت پڑھتے
ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ اوّلِ شب میں بعد نماز عشاء کے قبل
اس کے کہ سوؤں۔ اور پوچھا عمرؓ سے کہ تم کب وتر پڑھتے ہو
تو انھوں نے کہا کہ آخر رات میں۔ تو آپؐ نے ابو بکرؓ سے فرمایا
کہ تم نے احتیاط پر عمل کیا اور عمرؓ سے فرمایا کہ تم نے قوت پر
عمل کیا۔ ابو بکر حسنؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ
درحقیقت مجھے رات میں وتر پڑھ لینا اس سے زیادہ پسند ہے کہ
میں اپنی تمام رات کو (عبادت سے) زندہ رکھوں پھر وتر پڑھوں
صبح ہو جانے کے بعد۔ ابو بکر مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ
عمرؓ بن الخطاب نے وتر پڑھا تین رکعات کے ساتھ اُن کے درمیان
سلام کے ساتھ فصل نہیں کیا۔ ابو بکر انس بن سیرین سے روایت
کرتے ہیں عمرؓ کے بارے میں کہ وہ وتر میں معوذتین پڑھا
کرتے تھے۔ ابو بکر قاسم سے روایت کرتے ہیں لوگ یہ گمان کرتے
تھے کہ عمرؓ زمین (یعنی اپنے فرش) پر وتر پڑھا کرتے ہیں

آبو بکر عن الاسود ان عمر قنت فی الوتر قبل الرکوع۔ آبو بکر عن عطاء۔ عمر أول من قنت قلت النصف الآخر أجمع قال نعم قلت اختلفوا فی ذٰلک رمضان والاوجہ ان القنوت فی الوتر دعاء فمن قنت دائماً فقد اصاب ومن قنت النصف الآخر من رمضان فقد اخذ بالمہم فان الدعاء فی تلک الایام ارجی للاجابۃ آبو بکر عن عمر بن محمد ابن حاجب ان عمر لقیہ عظیم من عظماء العجم فاراد ان یسجد لہ فقال لہ عمر ارفع رأسک السجدۃ للواحد القہار آبو بکر عن ابن عمر عن عمر ادبار النجوم رکعتان قبل الفجر وادبار السجود رکعتان بعد المغرب آبو بکر عن سعید بن جبیر قال عمر فی الرکعتین قبل الفجر ہما احب الی من حمر النعم آبو بکر عن ابن المسیب رأی عمر رجلاً اضطجع بعد الرکعتین فقال احصبوہ قلت یعنی ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفعلہ علی وجہ العبادۃ بل علی وجہ العادۃ ودفع الکلال آبو بکر عن عبد اللہ بن عتبۃ رأیت عمر یصلی اربعا قبل الظہر آبو بکر عن رجل

(یعنی مسجد میں آکر نہیں پڑھتے) آبو بکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھی۔ آبو بکر نے عطاء سے روایت کی کہ اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ پہلے شخص ہیں جس نے قنوت پڑھائیں نے کہا (یعنی رمضان کے) پورے نصف آخر میں؟ کہا کہ ہاں! میں کہتا ہوں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اصل بات یہ ہے کہ وتر میں قنوت ایک دُعاء ہے تو جس نے ہمیشہ قنوت پڑھی اُس نے ٹھیک کیا اور جس نے رمضان کے نصف آخر میں نماز پڑھی اس نے اہمیت والی صورت کو اختیار کیا کیونکہ ان ایام میں دُعاء کے مقبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ آبو بکر نے عمر بن حاجب سے روایت کی کہ عمرؓ سے ملاقات کی ایک سردار نے سرداران عجم میں سے اور اس نے ارادہ کیا کہ آپ کو سجدہ کرے تو اُس سے عمرؓ نے کہا کہ اپنا سر اوپر اُٹھا۔ سجدہ اُس ذات کے لئے ہے جو واحد قہار ہے۔ آبو بکر ابن عمرؓ سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ادبار النجوم (سے مراد) قبل فجر کی دو رکعت ہیں اور ادبار السجود (سے مراد) بعد مغرب کی دو رکعتیں ہیں۔ آبو بکر سعید ابن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے قبل فجر کی دو رکعتوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں مجھے سُرخ رنگ کے اونٹوں سے زیادہ عزیز ہیں۔ آبو بکر ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا وہ دو رکعت پڑھنے کے بعد لیٹ گیا تو فرمایا کہ اسکے کنکریاں مارو۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا عبادت کی حیثیت سے نہیں کرتے تھے بلکہ بناء برعادت اور تھکان رفع کرنے کے لئے آپ نے ایسا کیا۔ آبو بکر عبد اللہ بن عتبہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آبو بکر نے ایک شخص سے روایت کی

عـه یعنی وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ (۵۲: ۴۹) اور وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ (۵۰: ۴۰) کی تفسیر میں حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا ۱۲ مترجم

ان عمر قرأ فی الاربع قبل الظهر بقاف
ابو بکر عن عون بن عبد الله صلیت
مع عمر اربعاً قبل الظهر قلت یحتمل
انها صلوٰۃ صلوٰۃ الزوال وهو الاغلب
علی الظن و یحتمل انها راتبۃ الظهر
ابو بکر عن ابی تمیمۃ عن ابن عمر
صلیت مع النبی صلی الله علیه وسلم
و مع ابی بکر و عمر و عثمان فلا صلوٰۃ
بعد الغداۃ حتی یطلع الشمس ابو بکر
عن ابن عباس رأیت عمر یضرب علی
الرکعتین بعد العصر مالک عن السائب
انه رأی عمر بن الخطاب یضرب المنکدر
علی الصلوٰۃ بعد العصر ابو حنیفۃ عن حماد
عن ابراهیم ان النبی صلی الله علیه وسلم
و ابا بکر و عمر لم یصلوها یعنی الصلوٰۃ
قبل المغرب ابو بکر عن زید بن وهب
ان عمر بن الخطاب رأی رجلاً صلی
رکعتین بعد غروب الشمس قبل الصلوٰۃ
فجعل یلتفت فضربه بالدرۃ حین قضی
الصلوٰۃ وقال لا تلتفت ولم یعب
الرکعتین ابو بکر عن ابن عمر صلیت مع رسول
الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر وعمر وعثمان
فلا صلوٰۃ قبلها ولا بعدها فی السفر
و لو تطوعت لاتممت۔ ابو بکر عن سالم
ان النبی صلی الله علیه وسلم

کہ عمرؓ نے ظہر سے پہلے چار رکعتوں میں سورۃ قاف پڑھی۔ ابوبکر
عون بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کے ساتھ
ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھی۔ میں کہتا ہوں کہ اس بات کا احتمال
ہے کہ یہ نماز صلوٰۃ الزوال ہو اور غالب گمان یہی ہوتا ہے
اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ظہر کی سنتیں ہوں۔ ابوبکر ابو تمیمہ
سے وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ
نمازیں پڑھی ہیں تو نماز فجر کے بعد آفتاب کے طلوع ہونے
تک کوئی نماز نہیں۔ ابوبکر ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں
کہ میں نے عمرؓ کو دیکھا کہ وہ مار رہے تھے بعد عصر دو رکعت
پڑھنے پر۔ مالکؒ سائب سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے عمرؓ
ابن الخطاب کو دیکھا کہ وہ منکدر کو مار رہے تھے عصر کے بعد نماز
پڑھنے پر۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ نے یہ نماز نہیں پڑھی
یعنی مغرب سے پہلے کوئی نماز۔ ابوبکر زید بن وہب سے روایت
کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے
دو رکعت نماز پڑھی غروب آفتاب کے بعد نماز (مغرب) سے
پہلے اور اس نے (بحالت نماز) ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا تو
آپ نے اس کے درہ مارا جب وہ نماز پوری کر چکا اور فرمایا کہ
(نماز میں) ادھر ادھر مت دیکھنا اور آپ نے دو رکعتیں پڑھنے
پر اعتراض نہیں کیا۔ ابوبکر ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ
میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکرؓ و
عمرؓ و عثمانؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو کوئی نماز نہیں ہے نہ اس
سے پہلے اور نہ اس کے بعد سفر میں اور اگر میں نفل پڑھتا تو پوری
پڑھتا۔ ابوبکر سالم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

عہ یعنی اگر میں سفر میں نفل ادا کرتا تو پوری نماز پڑھتا۔ مراد یہ ہے کہ قصر کے ساتھ نوافل نہیں ہیں ۱۲

وعمر کانا یتطوّعان فی السفر قلتُ وجہ الجمع انّ الاوّل فی الرواتب والثانی فی التہجّد البیہقی ان عمر اتاہ فتح او ابصر رجلاً بہ زمانۃٌ فسجد ابوبکر عن منصور بلغنی انّ ابابکرؓ و عمر سجدَ سجدۃَ الشکر ابوبکر عن عباد بن منصور ان عمر صلّی مُحْتَبِیاً الشافعی ان عمر بن الخطاب دخلَ المسجدَ فصلّی رکعۃ فقیل لہ رکعۃٌ قالَ انّما ہو تطوّعٌ فمن شآء زادَ ومن شآء نقصَ قلتُ احتجّ بہ الشافعی علی انّ الامرَ فی التطوّع واسعٌ ابوبکر عن حمید بن عبدالرحمٰن قال عمر مَن فاتہ شیٌٔ من قراءتہ باللیل فصلّی مابینہ و بین الظّہر فکانّما صلّی باللیل ابوبکر عن ابراہیم کان عمر یکرہ اَن یُصلّی خلفَ صلوٰۃٍ مثلَہا مالک عن زید بن اسلم عن ابیہ ان عمر بن الخطاب کان یُصلّی من اللیل ماشآء اللّٰہ حتّٰی اذا کانَ من آخر اللیل اَیْقَظَ اہلَہ للصلوٰۃ و یقولُ لہم الصّلوٰۃ الصّلوٰۃ ثم یتلو ہٰذہ الآیۃ

اور عمرؓ سفر میں نوافل پڑھا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ دونوں روایتوں کے رفع تعارض (یعنی) جمع کی یہ صورت ہے کہ پہلی روایت فرائض سے پہلے اور بعد میں پڑھی جانے والی سُنّتوں سے متعلق ہے اور دوسری تہجد کے بارے میں ہے۔ بیہقی روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ کے پاس فتح کی خبر آئی یا آپ نے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ جس کی ٹانگیں ماری ہوئی تھیں تو سجدہ کیا۔ ابوبکر منصور سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ دونوں نے سجدۂ شکر کیا ہے۔ ابوبکر عباد بن منصور سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے احتبا کی حالت میں نماز پڑھی ہے۔ شافعیؒ نے روایت کیا کہ عمرؓ بن الخطاب مسجد میں داخل ہوتے اور اُنھوں نے ایک رکعت پڑھی اس پر اُن سے کہا گیا کہ آپ نے ایک رکعت پڑھی فرمایا کہ یہ صرف نفل تھی (نفل میں) جو شخص چاہے زیادتی کردے اور جو چاہے کمی کردے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے احتجاج کیا ہے شافعیؒ نے کہ نوافل کے حکم میں وسعت ہے۔ ابوبکر حُمید بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جس کی قرارت (معمولہ) کا کچھ حصہ رات میں فوت ہوگیا تو پھر اُس کو اس نے رات اور ظہر کے درمیان میں پڑھ لیا تو گویا اُس نے رات میں ہی پڑھا ہے۔ ابوبکر نے ابراہیم سے روایت کی کہ عمرؓ اس سے کراہت کرتے تھے کہ کسی نماز کے پیچھے اسی کی مثل نماز پڑھیں۔ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب جتنی اللہ چاہتا رات میں نماز پڑھتے یہاں تک کہ جب آخر شب آجاتا تو اپنی بی بی بچوں کو نماز کے لئے جگاتے اور اُن سے فرماتے الصّلوٰۃ الصّلوٰۃ۔ پھر اس آیت کی تلاوت کرتے

ے احتبا اس طرح بیٹھنے کو کہتے ہیں کہ دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور دونوں پاؤں کے تلوے زمین سے ملے ہوتے ہوں اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے ہوتے ہوں ۱۲

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۰ مالک انہ بلغہ ان عمر بن الخطاب کان یقول صلوٰۃ اللیل والنہار مثنٰی مثنٰی یسلم من کل رکعتین ابوبکر ان نفراً من اہل العراق قدموا عمر فسألوہ عن صلوٰۃ الرجل فی بیتہ فقال عمر ما سألنی عنہا احد منذ سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال صلوٰۃ الرجل فی بیتہ نور فنوروا بیوتکم الجمعۃ البیہقی ان ابا ہریرۃ کتب الی عمر یسألہ عن الجمعۃ وہو بالبحرین فکتب الیہم ان اجمعوا حیث ما کنتم قال الشافعی معناہ فی ای قریۃ کنتم لا یرید البدو ابوبکر عن یحیی بن ابی کثیر حدثت ان عمر بن الخطاب قال انما جعلت الخطبۃ مکان الرکعتین فان لم یدرک الخطبۃ فلیصل اربعاً قلت اظن ہذا الحرف الاخیر من کلام یحیی بن ابی کثیر خرجہ من قول عمر ولیس علیہ العمل ولکن

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ الخ (۲۰: ۱۳۲) اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے ہم آپ سے معاش (کموانا) نہیں چاہتے معاش تو آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔" مالکؒ کہتے ہیں کہ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب فرمایا کرتے تھے کہ رات کی نماز (نفلیں) اور دن کی دو دو رکعتیں ہیں آپ ہر دو رکعت پر سلام پھیرا کرتے تھے۔ ابوبکر راوی ہیں کہ چند لوگ عراق والوں میں سے عمرؓ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا کسی شخص کے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے متعلق تو عمرؓ نے کہا کہ مجھ سے اب تک کسی نے اس کے بارے میں سوال نہیں کیا جب سے میں نے سوال کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس پر آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا نور ہے تو اپنے گھروں کو منور کرو۔ جمعہ بیہقی نے روایت کیا کہ ابوہریرہؓ نے عمرؓ کو خط بھیجا جس میں اُن سے دریافت کیا جمعہ کے بارے میں جب کہ وہ بحرین میں تھے تو عمرؓ نے ان کو لکھا کہ جمعہ پڑھو جہاں تم ٹھہرے ہوئے ہو۔ شافعیؒ نے کہا کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ جس قریہ میں ٹھہرو عمرؓ کی مراد میدان نہیں ہے۔ ابوبکر نے یحییٰ بن کثیر سے روایت کیا کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ خطبہ کو دو رکعتوں کے بجائے رکھا گیا ہے تو اگر کوئی خطبہ نہ پاتے تو چاہیئے کہ وہ چار رکعت پڑھے۔ میں کہتا ہوں کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ آخر جملہ یحییٰ بن کثیر کے کلام میں سے ہے جس کا استنباط اُنھوں نے عمرؓ کے قول سے کیا ہے اور اس پر عمل نہیں ہے۔[عہ] لیکن ان کے

۲۳/۲

عہ یحییٰ بن کثیر کے استنباط کا یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ جس کا خطبہ فوت ہوجاتے وہ دو رکعت نفل پڑھ کر اسکی مکافات کرے تاکہ اس کا ثواب خطبہ سننے والوں کے برابر ہوجائے۔

معنے کلامہ ان الخطبۃ شرط الجمعۃ لا تصح بدونہا مالک و ابو بکر فی قولہ تعالٰی فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ قرأہا عمر فَامْضُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہ قلتُ معناہ فسّرہا کذلک الشافعی عن ابی ہریرۃ انّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم و ابابکر و عمر کانوا یخطبون علی المنبر قیاماً یفصلون بینہما بجلوسٍ مالک والشافعی عن السائب کان الاذانُ الاولُ حینَ یخرجُ الامامُ فیجلس علی المنبر فی عہدِ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر مالک والشافعی انّہم کانوا فی زمن عمر بن الخطاب یوم الجمعۃ یصلّون حتی یخرج عمر بن الخطاب فاذا خرجَ عمر و جلس علی المنبر واذّنَ المؤذنون جلسوا یتحدّثون حتّی اذا سکتَ المؤذّنون وقامَ عمر سکتوا فلم یتکلّم احدٌ الشافعی ان عمر رأی رجلاً علیہ ہیئۃُ السفرِ یقولُ لولا انّ الیومَ یومُ الجمعۃِ لخرجتُ فقالَ عمر اُخرُج فانّ الجمعۃَ لا تحبس عن سفرٍ مالک عن ابن شہاب عن سالم ابن عبداللہ انہ قال دخل رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسجدَ (وہو عثمان بن عفان رضؓ) یوم الجمعۃ وعمر رضؓ بن الخطاب یخطبُ فقال عمر اَیّۃ ساعۃٍ ہٰذہ فقالَ

کلام کے معنے یہ ہیں کہ خطبہ شرط ہے جمعہ کی بغیر اس کے جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ مالکؒ و ابو بکرؒ در بارۂ آیت (سورۂ جمعہ) فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ اس کو عمرؓ نے پڑھا فَامْضُوْا اِلٰی ذکر اللّٰہ۔ مَیں کہتا ہوں کہ یہ فاسعوا کا مفہوم ہے اس طرح آپ نے اس کی تفسیر[۵۰] کی ہے۔ شافعیؒ، ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے اور یہ سب درمیان میں بیٹھ کر فصل دیا کرتے تھے۔ مالکؒ اور شافعیؒ سائب سے، پہلی اذان اس وقت ہوا کرتی تھی جب امام نکلتا تھا اور منبر پر بیٹھتا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ اور عمرؓ کے زمانہ میں۔ مالکؒ اور شافعیؒ، عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں جمعہ کے دن (مسجد میں) لوگ نمازیں پڑھتے رہتے تھے عمرؓ بن الخطاب کے نکلنے تک پھر جب عمرؓ نکل آتے اور منبر پر بیٹھ جاتے اور مؤذّن لوگ اذان دیتے تو لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہتے یہاں تک کہ جب مؤذّن خاموش ہو جاتے اور عمرؓ کھڑے ہوتے تو سب خاموش ہو جاتے پھر کوئی بات نہ کرتا۔ شافعیؒ، عمرؓ نے ایک شخص کو سفر کی ہیئت پر دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ اگر آج کا دن جمعہ نہ ہوتا تو میں روانہ ہو جاتا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ روانہ ہو جا کیونکہ جمعہ تو سفر سے نہیں روکتا۔ مالکؒ ابنِ شہاب سے وہ سالم بن عبداللہ سے، انھوں نے کہا کہ اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے ایک شخص (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ) جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوتے جب کہ عمرؓ بن الخطاب خطبہ پڑھ رہے تھے تو عمرؓ نے کہا کہ یہ کونسا وقت ہے (آنے کا) تو انھوں نے کہا کہ

[۵۰] حضرت عمرؓ نے اس غرض کا اظہار کیا کہ سعی سے مراد مسجد کی طرف بلا تاخیر روانہ ہو جانا ہے بھاگنا دوڑنا مراد نہیں ہے ۱۲

یا امیرَ المؤمنین انقلبتُ من السّوق فسمعتُ النِّدآءَ فمازِدتُّ علٰی ان توضّأتُ فقالَ عمر الوضوءَ ایضًا قد علمتَ انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یأمرُ بالغُسل[ے التفت علیہا] الجنائز۔ ابوبکر عن الحسن قال عمر احضروا موتاکم وذکّروھم لآ اِلٰہ اِلّا اللّٰہ فانّھم یَرَوْنَ ویُقال لھم۔ ابوبکر عن عطآءٍ او غیرہٖ قال عمرُ لقّنوا موتاکم لآ اِلٰہ اِلّا اللّٰہ واَغمضُوا اَعیُنَھم اذا ماتوا۔ البیہقی عن ابن عمر قال صَدَرَ المسلمون فمرّوا بامرأۃٍ بالبیدآءِ میّتۃٍ واَخفاھا[درگور کردہ] رجلٌ یُقالُ لہٗ کُلَیب فقامَ عُمر علی المنبر فقالَ لو اعلم انّ احدًا مرَّ بھا ولم یُخفِھا لفعلتُ بہٖ وفعلتُ وسألَ ابنَ عمر فقالَ لم اَرَھا وقالَ لعلَّ اللّٰہَ اَن یَرحم کُلَیبًا فطُعِن معہ غداۃَ طُعِن[عمرؓ]۔ ابوبکر عن تمیمۃ الھجیمی اَنَّ عمر بن الخطّاب کتبَ الی ابی موسی الاشعری ان اغسِلْ موتاک بالسِّدرِ و مآءِ الریحان۔ ابوبکر عن مسروق ماتت امرأۃٌ لعمرَ فقالَ انا کنتُ اولٰی بھا اذا کانت حیّۃً فامّا الآنَ فانتم اولٰی بھا

اے امیرالمؤمنینؓ میں بازار سے لوٹا پھر میں نے اذان کی آواز سُنی تو میں نے وضو کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کیا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اچھا اور پھر یہ کہ صرف وضو ہی کیا جب کہ تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم دیا کرتے تھے[عـہ] جنائز۔ ابوبکر حسن سے، کہا عمرؓ نے کہ اپنے مرنے والوں کے پاس موجود رہو اور اُن کو یاد دلاؤ لآ الٰہ الّا اللّٰہ کیونکہ وہ دیکھتے ہیں جب کہ اُن سے کہا جاتا ہے۔ ابوبکر از عطاء وغیرہ، فرمایا عمرؓ نے کہ اپنے مَرنے والوں کو تلقین کرو لا اِلٰہ الّا اللّٰہ اور اُن کی آنکھیں بند کردو جب وہ مرجائیں۔ بیہقی ابنِ عمرؓ سے، کہا کہ مسلمان لوٹے تو ان کا گزر ہوا بیابان میں ایک عورتِ مُردہ پر جب کہ اس کو ایک شخص نے جس کو کُلَیب کہا جاتا تھا دفن کردیا۔ تو عمرؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور کہا کہ اگر میں یہ جان لوں کہ کوئی شخص اس پر سے گزرا اور اس[نے] اس کو دفن نہیں کیا تو میں اس کے ساتھ ایسا اور ایسا کرد[ول] اور ابنِ عمرؓ سے پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ میں نے اس (عورت مُردہ) کو نہیں دیکھا۔ اور (عمرؓ نے) فرمایا کہ اُمید ہے کہ اللہ کُلَیب پر رحمت فرمائے گا۔ تو عمرؓ کے ساتھ کُلَیب کو بھی مجروح کیا گیا جس صبح کو انھیں مجروح کیا گیا تھا۔ ابوبکر تمیمۃ الھجیمی سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ اپنے مُردوں کو غسل دو بیری (کے پتّوں) اور آبِ ریحان کے ساتھ۔ ابوبکر مسروق سے، عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی کا انتقال ہوا تو اُنھوں نے کہا کہ میں اس سے قریب[تر] تھا جب کہ وہ زندہ تھی، رہا اب، سو تم اس سے قریب تر ہو۔

عـہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عمرؓ غسل جمعہ کو واجب سمجھتے تھے بلکہ اس پر تنبیہ کا منشا یہ ہے کہ آپ یعنی عثمانؓ جیسے شخص کے لئے یہ زیبا نہیں کہ مستحب فعل کو نظر انداز کردے ۱۲ مترجم

ابو حنیفۃ اخبرنی رجلٌ عن الحسن عن عمر بن الخطاب انہ قال الاَبُ احقُّ بالصلوٰۃِ علے المیّتِ من الزّوجِ قلتُ احتجَّ بہ ابو حنیفۃ وخالفَ ابراہیم والشعبی فی قولہما الزّوج احقّ من الاَب ابوبکر عن نافعٍ عن ابن عمر کُفّن عمر وحُنّط وغُسل زاد فی روایۃ اِلّا انہ کانَ من افضلِ الشّہداءِ قلتُ عند الحنفیۃ علّۃُ الغسل الارتثاث وعند الشّافعی انّہ لم یُقتل فی المعرکۃ ابوبکر عن ابن مغفّل قالَ عمر لاتحنّطونی بمسکٍ قیل انّما کرہ المسکَ لانّہ من المیتۃ ولیس علیہ العملُ عند الجمھور لانّ الشّرعَ استثنے المسکَ من جملۃ المیتاتِ فاستحسنہ قلتُ والاوجہ عندی انّ المسکَ طیّبٌ طاہرٌ اِلّا انّ عمر لم یستحسن ان یکونَ حنوطہ منہ تورّعًا لانہ قد اجتمع فیہ دلیلا الاباحۃ والتحریم انکان دلیلُ الاباحۃ اقوٰی والطیّبُ سواہ کثیرٌ ابوبکر عن راشد ابن سعد قالَ عمر یکفّنُ الرجلُ فی ثلٰثۃ اثوابٍ لاتعتدوا انّ اللّٰہ

ابو حنیفہؒ، مجھے ایک شخص نے خبر دی حسنؒ سے انھوں نے روایت کی عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے کہا کہ باپ میّت کی نماز پڑھانے کا زیادہ حق رکھتا ہے بہ نسبت شوہر کے۔ میں کہتا ہوں کہ اس قول سے ابو حنیفہؒ نے حجّت پکڑی ہے اور خلاف کیا ہے ابراہیم اور شعبی کے اس قول کا کہ شوہر زیادہ حقدار ہے باپ سے۔ ابوبکر نافعؒ سے ابن عمرؓ سے، عمرؓ کو کفن پہنایا گیا اور خوشبو لگائی گئی اور غسل دیا گیا۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے "مگر یہ کہ وہ افضل شہداء میں سے تھے"۔ میں کہتا ہوں کہ حنفیہ کے نزدیک (حضرت عمرؓ کو) غسل دینے کی علّت ارتثاث ٭ (خون سے لت پت ہونا) تھا اور شافعیؒ کے نزدیک یہ تھی کہ وہ معرکہ میں قتل نہیں کئے گئے۔ ابوبکر ابن مغفل سے، عمرؓ نے وصیّت کی کہ مجھے مشک نہ ملنا۔ کہا گیا کہ مشک سے آپ نے اس لئے کراہت کی کہ وہ میتہ سے نکالی جاتی ہے اور جمہور کے نزدیک اس پر عمل نہیں ہے کیونکہ شریعت نے مرے ہوئے اجسام میں سے مشک کو مستثنےٰ کیا ہے اور اس کو اچھی چیز قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بڑی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ مشک نفیس اور پاک ہے مگر عمرؓ نے اس بات کو اچھا نہ سمجھا تقوٰے کی بناء پر کہ خوشبو کے لئے اس کا استعمال کیا جاتے کیونکہ اس میں دو دلیلیں اباحت اور تحریم کی جمع ہو رہی ہیں اگرچہ اباحت کی دلیل زیادہ قوی ہے جب کہ خوشبوئیں مشک کے سوا اور بھی بہت سی ہوتی ہیں۔ ابوبکر راشد بن سعد سے، عمرؓ نے فرمایا کہ مرد کو تین کپڑوں میں کفنایا جائے۔ اس میں زیادتی نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنیوالوں کو

٭ "ارتثاث" کسی کو خستہ اور مجروح اٹھانا کہ ابھی زندہ ہو اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کے یہ معنے ہیں کہ مجروح زخمی ہونے کے بعد کچھ خورد و نوش اور علاج وغیرہ بھی کرے یا مجروح ہونے کے بعد سے موت کے وقت تک اس پر ایک نماز کا وقت اس صورت سے گزرے کہ اس کا ہوش قائم ہو اور نماز ادا کرنے پر قادر ہو یا معرکۂ جہاد سے اس کو زندہ ہوش و حواس کے ساتھ اٹھایا گیا ہو ۱۲

لا یُحِبُّ المعتدین۔ ابو بکر عن راشد بن سعد عن عمر قال تُکفّن المرأۃ فی خمسۃ اثواب الدرع والخمار والرداء والازار والخرقۃ۔ ابو بکر عن ابن مغفل قال عمر لا تتبعنی بمجمر۔ ابو بکر عن ابن عمر رأیتُ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکر وعمر یمشون امامَ الجنازۃ۔ ابو بکر عن یحیی بن راشد قالَ عمر حین حضرتہ الوفاۃ لابنہ اذا خرجتم بی فاسرعوا بی المشیَ۔ ابو بکر عن ابن مغفل قالَ عمر لا تتبعنی امرأۃ۔ ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان الناس کانوا یصلّون علی الجنائز خمسًا وستًّا واربعًا حتی قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم کبّروا بعد ذلک فی ولایۃ ابی بکر حتی قبض ابو بکر ثم وَلِیَ عمر بن الخطاب ففعلوا ذلک فی ولایتہ فلما رأی ذلک عمر بن الخطاب قال انکم معشرَ اصحابِ محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم متی ما تختلفون یختلفُ مَن بعدکم والناسُ حدیثُ عہدٍ بالجاہلیۃ فاجمعوا علی شیءٍ یجتمع بہ علیہ مَن بعدکم

پسند نہیں کرتا۔ ابو بکر از راشد بن سعدؒ سے، عمرؓ نے فرمایا کہ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنایا جاتے درعؔ اور خمارؔ اور رداؔ اور ازارؔ اور خرقہؔ۔ ابو بکر از ابن مغفل، عمرؓ نے فرمایا کہ میرے پیچھے انگیٹھی (خوشبو وار دھونی کے لئے) لے کر نہ چلنا۔ ابو بکر از ابن عمرؓ، میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور ابو بکرؓ و عمرؓ کو دیکھا کہ جنازے کے آگے چلتے تھے۔ ابو بکر از یحیےٰ بن راشد، حضرت عمرؓ نے جب اُن کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے سے فرمایا کہ جب تم مجھے لے کر چلو تو تیز رفتار کے ساتھ چلنا۔ ابو بکر ابن مغفل سے، عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی عورت میرے پیچھے نہ چلے۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے، کہ لوگ جنازوں کی نمازوں پر پڑھا کرتے تھے پانچ اور چھ اور چار (یعنی تکبیرات۔ کوئی پانچ کہتا، کوئی چھ، کوئی چار) یہاں تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ پھر اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں بھی یونہی تکبیرات ہوتی رہیں یہاں تک کہ ابو بکرؓ کی وفات ہوگئی۔ پھر خلیفہ ہوتے عمرؓ بن الخطاب تو لوگوں نے اُن کی خلافت کے زمانہ میں بھی اُسی طرح کیا۔ جب یہ (اختلاف) عمرؓ بن الخطاب نے دیکھا تو اُنھوں نے (اصحاب کو جمع کر کے فرمایا) کہ تم لوگ اصحابؓ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا گروہ ہو جب تم ہی مختلف رہو گے تو جو تمہارے بعد والے ہیں وہ بھی مختلف رہیں گے اور لوگوں کو زمانۂ جاہلیت سے لوٹے ہوتے زیادہ زمانہ نہیں گزرا تو تم کو ایک چیز پر متفق ہوجانا چاہیے جس پر تمہارے بعد کے لوگ متفق رہیں۔

۵؎ درعؔ یعنی کرتہ۔ جو گلے سے لے کر پاؤں تک ہوتا ہے، لیکن نہ اس میں کلیاں ہوں اور نہ آستین۔ خمارؔ یہ تین ہاتھ لمبا کپڑا ہوتا ہے جو بالوں کو چھپا لے اس کو سربند کہتے ہیں رداؔ یعنی چادر۔ ازارؔ سر سے پاؤں تک ایک کپڑا ہوتا ہے۔ ردا اُس سے ایک ہاتھ لمبی ہوتی ہے۔ خرقہؔ سینہ بند کو کہتے ہیں جو چھاتیوں سے لیکر رانوں تک اتنا لمبا چوڑا ہوتا ہے کہ بندھ جاتے اگر کوئی تین کپڑوں ازار اور چادر اور سربند پر اکتفا کرے تو یہ بھی درست ہے ۱۲ مترجم

فاجمع رأي أصحاب محمد صلى الله عليه
وسلم ان ينظروا آخر جنازة كبر عليه النبي
صلى الله عليه وسلم حتى قبض فياخذون
به ويرفضون ما سوى ذلك فوجدوا
آخر جنازة كبر عليها رسول الله صلى
الله عليه وسلم اربعا البيهقي عن
سعيد بن المسيب عن عمر انه قال كل ذلك
قد كان اربعا وخمسا فاجتمعنا على اربع
ابوبكر عن ابي وائل جمع عمر الناس
فاستشارهم في التكبير على الجنازة فقال
بعضهم كبر رسول الله صلى الله عليه
وسلم خمسا وقال بعضهم كبر سبعا
وقال بعضهم كبر اربعا فجمعهم على
اربع تكبيرات كاطول صلوة ابوبكر عن ابراهيم
اختلف اصحاب رسول الله صلى الله
عليه وسلم في التكبير على الجنازة ثم
اتفقوا بعد على اربع تكبيرات ابوبكر
عن سعيد بن المسيب كان عمر يقول
في الصلوة على الميت ان كان مساءً
قال اللهم امسى عبدك وان كان
صباحا قال اللهم اصبح عبدك
قد تخلى من الدنيا وتركها
لاهلها واستغنيت منه وافتقر
اليك كان يشهد ان لا اله الا انت
وان محمدا عبدك و

بالآخر اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رائے اس پر متفق ہوگئی
کہ وہ اُس آخری جنازہ پر نظر کریں جس پر اپنی وفات سے پہلے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تکبیر پڑھی تھی پھر سب لوگ اسی کو
اختیار کرلیں اور اس کے سوا دوسرے طریقہ سے ہٹ جائیں تو
اُنھوں نے اس آخری جنازے پر جس پر رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے تکبیر پڑھی چار تکبیریں پائیں۔ بیہقی از سعید بن
المسیب از عمرؓ، اُنھوں نے کہا کہ وہ سب (روایات) چار اور
پانچ (تکبیرات) کی تھیں پھر ہم نے اجماع کرلیا چار پر۔ ابوبکر
ابو وائل سے، عمرؓ نے لوگوں کو جمع کیا پھر اُن سے مشورہ
کیا جنازے پر تکبیر پڑھنے کے بارے میں تو بعض لوگوں نے کہا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچ تکبیریں پڑھی ہیں
اور ان میں سے بعض نے کہا کہ سات تکبیریں پڑھیں اور بعض
نے کہا کہ چار تکبیرات پڑھیں پھر سب کا اجماع ہوگیا چار تکبیرات
پر مانند سب سے لمبی نماز کے (کہ اس میں چار رکعات ہوتی ہیں)۔
ابوبکر ابراہیم سے، مختلف ہوتے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم جنازے پر تکبیر کے بارے میں پھر بعد میں متفق ہوگئے
چار تکبیرات پر۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے، عمرؓ کہا کرتے تھے۔۔۔
میت کی نماز میں اگر شام کا وقت ہوا تو یوں کہتے اللّٰھم امسیٰ
عبدك (یعنی یا اللہ آپ کے بندے پر شام کا وقت اس طرح آیا
کہ) اور اگر صبح کا وقت ہوا تو کہتے اللّٰھم اصبح عبدك (یعنی
یا اللہ آپ کے بندے پر صبح کا وقت اس طرح آیا کہ) قد تخلٰی
من الدنیا وترکہا الخ (ترجمہ) وہ دنیا سے یکسو ہوا اور اس کو
اہل دنیا کے لئے چھوڑ گیا اس حال میں کہ آپ اُس سے مستغنی ہیں
اور وہ آپ کا محتاج ہے اور وہ اس بات کی شہادت دیا کرتا تھا
کہ کوئی معبود نہیں بجز آپ کے اور یہ کہ محمدؐ آپ کے بندے اور

رسولک فاغفرلہ ذنبہ۔ ابوبکر عن جابر بن
عبداللہ قال ما باح لنا رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم ولا ابوبکر ولا عمر فی الصلوٰۃ
علے المیت بشیٔ تملت یعنی لم یوقتوا الشیٔ
من الدعاء۔ ابوبکر عن عروۃ ما صلے علے ابی بکر
الا فی المسجد مالک ان عمر بن الخطاب صلی
علیہ فی المسجد۔ ابوبکر عن عبدالرحمن بن ابزی
ماتت زینب بنت جحش فکبر علیہا عمر اربعا
ثم سال ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم
من یدخل قبرہا فقلن من کان یدخل
علیہا فی حیاتہا ابوبکر ان عمر انتظر
ابن ام عبد فی الصلوٰۃ علے عتبۃ بن
(عبداللہ بن مسعود)
مسعود ابوبکر عن ابن عمر لحد لرسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم ولابی بکر ولعمر ابوبکر عن الحسن
اوصی عمر ان یجعل عمق قبرہ قامۃ وبسطۃ ابوبکر
عن ابی مالک الاشجعی عن عمر انہ کان یقول
اذا ادخل المیت قبرہ اللہم اسلمہ الیک
الاہل والمال والعشیرۃ والذنب عظیم
فاغفرلہ ابوبکر عن اسمٰعیل بن محمد بن السباق
ان عمر دفن ابابکر لیلاً ثم دخل المسجد
فاوتر بثلاث ابوبکر عن ابی وائل ماتت
امی وہی نصرانیۃ فاتیت عمر فذکرت
ذلک لہ فقال ارکب دابۃ
وسر امامہا ابوبکر عن عمرو
ہو ابن دینار

آپ کے رسول ہیں تو آپ اس کے گناہ بخش دیجئے۔" ابوبکر جابر بن
عبداللہ سے، کہا کہ ہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور
ابوبکرؓ نے اور عمرؓ نے میت پر نماز کے بارے میں کسی دعا کی حد
نہیں کی۔ میں کہتا ہوں کہ مراد یہ ہے کہ انھوں نے کسی چیز کی از
قبیل دعا۔ پابندی عائد نہیں کی۔ ابوبکر عروہ سے، نہیں نماز پڑھی
گئی ابوبکرؓ پر مگر مسجد میں۔ مالکؒ، عمرؓ بن الخطاب پر مسجد میں
نماز پڑھی گئی۔ ابوبکر عبدالرحمٰن بن ابزی سے، زینبؓ بنت جحش
کا انتقال ہوا تو اُن پر عمرؓ نے چار تکبیریں پڑھیں۔ پھر ازواج
نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ان کی قبر میں کون اُتریگا
تو انھوں نے کہا کہ جو ان کی زندگی میں ان کے پاس آتے تھے۔
ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن مسعودؓ پر نماز پڑھنے میں ابن
اُمّ عبد (یعنی عبداللہ بن مسعودؓ) کا انتظار کیا۔ ابوبکر ابن عمرؓ
سے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ وعمرؓ کی
قبروں کے لئے لحد بنائی گئی۔ ابوبکر حسنؒ سے، عمرؓ نے وصیت
کی کہ ان کی قبر کی گہرائی قد کے برابر اور کشادہ رکھی جاتے۔
ابوبکر ابو مالک الاشجعی سے وہ عمرؓ سے کہ جب کسی میّت کو اس
کی قبر میں داخل کیا جاتا تھا تو وہ یہ کہا کرتے تھے، یا اللہ اس کے
اہل اور مال اور رشتہ دار سب اس کو آپ کے سپرد کر رہے
ہیں (اس کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں) اور گناہ بہت بڑے ہیں تو
آپ اس کی مغفرت کر دیجئے۔ ابوبکر اسمٰعیل بن محمد بن السباق
سے کہ عمرؓ نے ابوبکرؓ کو رات میں دفن کیا پھر داخل ہوئے
مسجد میں اور تین وتر پڑھے۔ ابوبکر ابو وائل سے، میری ماں کا
انتقال ہو گیا اور وہ نصرانیہ تھی تو میں عمرؓ کے پاس آیا اور
میں نے ان سے اس کا ذکر کیا تو کہا کہ کسی چوپایہ پر سوار ہو کر اس
کے جنازے کے آگے چلنا۔ ابوبکر عمروؓ سے اور وہ ابن دینار ہیں،

ماتت امرأة بالشام وفي بطنها ولد من
مسلم وهي نصرانية فأمر عمر ان يدفن
مع المسلمين من اجل ولدها ابوبكر عن
عامر يعني الشعبي ان عمر صلى على عظام
بالشام ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم
اخبرني من رأى قبر النبي صلى
الله عليه وسلم وقبر ابي بكر وقبر عمر
مسنمة ناشزة من الارض عليها فلق (کوہان دار بلند) (قطعات)
من مدر (کلوخ) ابيض ابوبكر عن هلال بن
يساف خطب عمر بمنى على جمل فقال
لاتسبوا الاموات فان مايسب به الميت
يؤذى به الحي ابوبكر والبخاري وغيرهما عن
ابي الاسود الديلي قدمت المدينة و
قد وقع بها مرض فجلست الى عمر بن
الخطاب فمرت بهم جنازة فاثني عليها
خير فقال عمر وجبت ثم مر باخرى
فاثني عليها شر فقال عمر وجبت فقلت
او جبت يا امير المومنين قال قلت
كما قال رسول الله صلى الله عليه و
سلم ايما مسلم شهد له اربعة
بخير ادخله الله الجنة فقلنا وثلثة
قال وثلثة فقلنا واثنان قال
واثنان ثم لم نسأله عن الواحد
ابوبكر عن عمرو بن ميمون عن عمر ان
النبي صلى الله عليه وسلم

ایک عورت کا شام میں انتقال ہوا جس کے پیٹ میں ایک مسلمان
کا بچہ تھا اور یہ عورت نصرانیہ تھی تو عمرؓ نے بوجہ اس کے بچہ
کے حکم دیا کہ اس کو مسلمانوں کے ساتھ دفن کیا جائے۔ ابو بکر
عامر شعبی سے کہ عمرؓ نے شام میں ہڈیوں پر نماز پڑھی۔ ابو حنیفہؒ
حماد سے اور وہ ابراہیم سے، خبر دی مجھ کو اس نے جس نے دیکھا
کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اور ابو بکرؓ کی قبر اور عمرؓ کی
قبر سب درمیان سے کوہان کی طرح زمین سے اٹھی ہوتی ہیں اور
لمبی ہیں۔ ان پر سفید مٹی کے باریک ڈھیلے تھے۔ ابو بکر ہلال
ابن یساف سے، عمرؓ نے اونٹ پر بیٹھے ہوئے منیٰ میں خطبہ دیا
فرمایا کہ مُردوں کو گالیاں مت دو کیونکہ ان گالیوں کے الفاظ سے
زندوں کو اذیت پہنچتی ہے۔ ابو بکر اور بخاری وغیرہما ابو الاسود دئلی
سے، میں مدینہ میں آیا جب کہ وہاں بیماری پھیل رہی تھی تو
میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس بیٹھ گیا تو ان پر ایک جنازے کا
گزر ہوا اور اس کے حق میں کلماتِ خیر کہے گئے تو عمرؓ نے کہا
کہ واجب ہوگئی۔ پھر ان پر ایک اور جنازہ گزرا تو اس کا ذکر
برائی سے کیا گیا پھر عمرؓ نے کہا کہ واجب ہوگئی۔ تو میں نے کہا
کیا واجب ہوگئی اے امیر المؤمنینؓ۔ فرمایا کہ میں نے اسی طرح
کہا جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس
مسلمان پر چار آدمی نے خیر کی گواہی دیدی اللہ تعالےٰ اس کو
جنت میں داخل کردے گا۔ ہم نے کہا اور تین تو فرمایا کہ تین
بھی۔ پھر ہم نے کہا اور دو تو فرمایا کہ اور دو بھی۔ پھر ہم نے
ایک کے بارے میں سوال نہیں کیا۔ (اور نہ اس کی ضرورت تھی
کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا منشاء واضح ہوگیا کہ چار
سے مراد عددِ خاص نہیں بلکہ مطلقاً زبانِ خلق ہے ۱۲ مترجم)
ابو بکر از عمرو بن میمون از عمرؓ، کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے

كان يتعوذ باللہ من الجبن والبخل وعذاب القبر وفتنۃ الصدر آبو بکرعن ابن عمر عن عمر عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال المیت یعذب فی قبرہ بالنیاحۃ آلبیہقی عن ابن عباس عن عمر نحوًا من ذلک آبو بکر عن نافع ان حفصۃ بکت علے عمر فقال لہا مہلاً یا بنیۃ الم تعلم ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ان المیت یعذب ببکاء اہلہ علیہ آبو بکر عن ابی عثمان اتیت عمر بنعی النعمان بن مقرن فوضع یدہ علے راسہ وجعل یبکی آبو بکر عن شقیق اجتمع نسوۃ یبکین علے خالد بن الولید فقال عمر ما علیہن ان یہرقن من دموعہن علے ابی سلیمان مالم یکن نقع او لقلقۃ کتاب الزکوٰۃ مالک انہ قرأ کتاب عمر بن الخطاب فی الصدقۃ قال فوجدت فیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہذا کتاب الصدقۃ فی اربع وعشرین من الابل فدونہا الغنم فی کل خمس شاۃ وفیما فوق ذلک الی خمس وثلثین بنت مخاض فان لم یکن بنت مخاض فابن لبون ذکر وفیما فوق ذلک الی خمس واربعین ابنۃ لبون وفیما فوق ذلک الی ستین حقۃ

پناہ مانگا کرتے تھے بزدلی سے اور بخل سے اور عذاب قبر سے اور سینے کے فتنہ سے۔ آبو بکر ابن عمرؓ سے وہ عمرؓ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میت کو اس کی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے نوحہ کرنے سے۔ بیہقی از ابن عباسؓ از عمر رضی اللہ عنہ مثل روایت مذکور۔ آبو بکر از نافع کہ حفصہؓ روئیں حضرت عمرؓ پر تو آپ نے فرمایا کہ میری بیٹی تحمل کر کیا تو نہیں جانتی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کو عذاب دیا جاتا ہے اُس پر اُس کے متعلقین کے رونے سے۔ آبو بکر ابو عثمان سے کہا کہ میں عمرؓ کے پاس آیا نعمان بن مقرن کی موت کی خبر لیکر تو انھوں نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور رونا شروع کر دیا۔ آبو بکر شقیق سے، جمع ہو گئیں عورتیں جو بکار کر رہی تھیں خالدؓ بن الولید پر تو عمرؓ نے فرمایا کہ ان پر کوئی گناہ نہیں اس سے کہ وہ ابو سلیمانؓ پر آنسو بہائیں جب تک سروں پر خاک ڈالنا اور چیخنا چلانا نہ ہو۔ کتاب الزکوٰۃ۔ مالکؒ کہ اُنھوں نے پڑھا مکتوب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا صدقہ کے بارے میں۔ کہا کہ میں نے اس میں یہ دیکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ مکتوب ہے صدقہ کے بیان میں۔ چوبیس اونٹوں میں اور اس سے کم میں بکریاں ہیں۔ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری۔ اور اس سے زیادہ پینتیس تک بنت مخاض ہے۔ اگر بنت مخاض نہ ہو تو ابن لبون نر اور اس سے اوپر پینتالیس تک بنت لبون ہے۔ اور اس سے اوپر ساٹھ تک حقہ ہے (یعنی تین برس کی اونٹنی جو چوتھے میں

عہ فتنۃ الصدر یعنی سینہ کے فتنہ سے اخلاق مذمومہ اور عقائد باطلہ مراد ہیں جو سینہ سے متعلق ہیں ۱۲ عہ نقع کے معنے ہیں بلند ہونا آواز کا اور غبار کا اور فریاد۔ لقلقۃ اضطراب وشدت ملی ہوئی آواز کو کہتے ہیں ۱۲ سہ بنت مخاض بچہ ناقہ جو دوسرے سال میں ہو اور ابن لبون وہ بچہ جو تیسرے سال میں ہو اور بنت لبون بچہ مادہ جو تیسرے سال میں ہو اور حقہ وہ ناقہ جو چوتھے سال میں ہو۔ طروقۃ الفحل کے معنے ہیں کہ وہ نر کی جفتی کے قابل ہو جائے اور جذعہ وہ ہے جو پانچویں سال میں ہو ۱۲

طروقۃ الفحل وفیما فوق ذلک الی خمس و
سبعین جذعۃ وفیما فوق ذلک الی تسعین
بنتا لبون وفیما فوق ذلک الی عشرین و مائۃ
حقتان طروقتا الفحل فما زاد علی ذلک من
الابل ففی کل اربعین بنت لبون و فی
کل خمسین حقۃ وفی سائمۃ الغنم اذا بلغت
اربعین الی عشرین ومائۃ شاۃ وفیما فوق
ذلک الی مائتین شاتان وفیما فوق ذلک الی
ثلث مائۃ ثلث شیاہ فما زاد علی ذلک ففی
کل مائۃ شاۃ ولا یخرج فی الصدقۃ تیس
ولا ھرمۃ ولا ذات عوار الا ما شاء المصدق
ولا یجمع بین مفترق ولا یفرق بین مجتمع
خشیۃ الصدقۃ وما کان من الخلیطین فانھما
یتراجعان بینھما بالسویۃ وفی الرقۃ اذا بلغت خمس
اواق ربع العشر الشافعی عن انس بن عیاض
عن موسی بن عقبۃ عن نافع عن ابن عمر ھذا
کتاب الصدقۃ وفی اربع وعشرین من الابل
مثل ما قال مالک قلت قد شرحنا ھذا الکتاب
فی المسوی شرح الموطا علی المذھبین مذھب ابی
حنیفۃ و مذھب الشافعی ابو بکر عن الحسن
کتب عمر الی ابی موسی

لگی ہو) کہ اس قابل ہو کہ نر اُس سے جفت ہو سکے۔ اور اس سے
اوپر پچھتر تک ایک جذعہ ہے اور اس سے اوپر نوّے تک دو بنت
لبون ہیں اور اس سے اوپر ایک سو بیس تک دو حقّہ ہیں جو اس
قابل ہوں کہ نر اُن سے جفت ہو سکے۔ اور جب اونٹ اس سے
زیادہ ہو جائیں تو ہر چالیس میں ایک بنتِ لبون اور ہر پچاس
میں ایک حقّہ۔ اور جنگل میں چرنے والی بکریوں میں جب وہ
چالیس ہو جائیں ایک سو بیس تک ایک بکری ہے اور اس
سے اوپر تین سو تک تین بکریاں اور جو اس سے زیادہ ہوں تو
ہر سَو میں ایک بکری۔ اور صدقہ میں تیس نہ نکالا جائے (یعنی
وہ بکرا جو جفتی کے لئے ہو) اور نہ بوڑھی بکری اور نہ عیب دار
بجز اس کے جو صدقہ دینے والا چاہے۔ اور جمع نہ کیا جائے جُدا
جُدا کو اور جُدا جُدا نہ کیا جائے مجتمع کو صدقہ کے اندیشہ سے۔
اور جو (ریوڑ) دو ساجھیوں کا ہو گا تو وہ دونوں آپس میں
برابر برابر کا حساب کر لیں۔ اور چاندی میں جب پانچ اوقیے
(یعنی دو سو درہم) تک پہنچ جائے دسویں حصہ کا چوتھائی (یعنی
چالیسواں حصہ) ہے۔ شافعیؒ انس بن عیاض سے وہ موسیٰ
ابن عُقبہ سے وہ نافع سے وہ ابنِ عمرؓ سے یہ کتاب (مکتوب)
صدقہ ہے اور اونٹوں میں سے چوبیس میں، حسب روایت امام
مالکؒ۔ میں کہتا ہوں کہ ہم نے المسوّی شرح موطا میں اس
مکتوب کی شرح کر دی ہے مذہب ابو حنیفہؒ اور مذہب شافعیؒ
دونوں کے اعتبار سے۔ ابو بکر حسنؒ سے، عمرؓ نے ابو موسیٰ کو لکھا۔

ع گھر میں پلی ہوتی بکریوں پر جن کو مول لے کر چارہ کھلایا جاتا ہے زکوٰۃ نہیں ہے ۱۲ مترجم عـه اس میں صدقہ دینے والے مالک اور لینے والے
دونوں کے حق میں نہی کا احتمال ہے۔ مالک کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس چالیس بکریاں ہیں اس نے زکوٰۃ کے خوف سے اُن کو جدا جدا کر دیا یا دوسرے
شخص کے اسی قدر مال کے ساتھ اپنے مال کو مخلوط کر دیا تاکہ اس کے ذمہ آدھی بکری واجب ہو۔ اور لینے والے کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک سو
بیس بکریاں ہیں۔ محصّلِ زکوٰۃ ان کو چالیس چالیس کے تین حصوں میں تقسیم کر دے تاکہ تین بکریاں واجب ہو جائیں۔ یا یہ صورت تھی کہ چالیس متفرق
بکریاں دو آدمیوں کی تھیں وہ اُن کو جمع کرنے تاکہ نصاب کامل ہو جائے ۱۲

فما زاد علی المائتین ففی کل اربعین درہما درہم۔ قلت معناہ عند ابی حنیفۃ لا یؤخذ فی اقل من الاربعین اذا زاد علی مائتین و عند الشافعی ہذا بیان الکسر ببیان مخرجہ

مالک والشافعی عن سفیان بن عبد اللہ الثقفی ان عمر بن الخطاب بعثہ مصدقا فکان یعد علی الناس بالسخل فقالوا اتعد علینا بالسخل و لا تاخذ منہ شیئا فلما قدم علی عمر بن الخطاب ذکر ذلک لہ فقال عمر نعم نعد علیہم بالسخلۃ یحملہا الراعی و لا ناخذہا و لا ناخذ الاکولۃ و لا الربا و لا الماخض و لا فحل الغنم و ناخذ الجذعۃ و الثنیۃ و ذلک عدل بین غذاء الغنم و خیارہ و السخلۃ الصغیرۃ حین تنتج و الربا التی قد وضعت فہی تربی ولدہا و الماخض ہی الحامل و الاکولۃ ہی شاۃ اللحم التی تسمن لتؤکل ابو بکرہ قال عمر اذا وقف الرجل علیکم غنمہ

تو جو کچھ دو سو (درہم) سے زیادہ ہو اُس میں ہر چالیس درہم پر ایک درہم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے ابو حنیفہ رحؒ کے نزدیک یہ ہیں کہ جب دو سو سے بڑھے تو چالیس سے کم میں نہیں لیا جاتے اور شافعی رحؒ کے نزدیک بیانِ مخرج کے ساتھ یہ کسر کا بیان ہے۔

مالک رحؒ اور شافعی رحؒ سفیان بن عبد اللہ ثقفی سے کہ ان کو عمر رضؓ بن الخطاب نے مصدِّق (وصول کنندہ صدقات) بنا کر بھیجا، تو وہ لوگوں کے پاس جو بکری کے بچے تھے ان کو (نصاب میں) شمار کرتے تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ تم ہمارے بکری کے بچوں کو (نصاب میں) شمار تو کر لیتے ہو اور ان میں سے کچھ لیتے نہیں ہو۔ تو جب سفیان عمر رضؓ بن الخطاب کے پاس آتے تو اُن سے اس کا ذکر کیا تو عمر رضؓ نے کہا ہاں ہم ایسے بکری کے بچوں کو بھی شمار کرتے ہیں جن کو چرواہا اپنے اوپر اُٹھاتا ہے اور ہم اس کو نہیں لیتے اور اس کو بھی نہیں لیتے جو اَکُولہ ہوتی اور نہ رُبّٰی کو لیتے ہیں اور نہ ماخِض کو لیتے ہیں اور نہ بکریوں کو گابھن کرنے والے نر کو لیتے ہیں (یہ کیا تھوڑی رعایت ہے؟) ہم جَذعہ (یعنی چھ ماہ سے زیادہ کی بھیڑ) اور ثَنِیّہ (یعنی ایک سال سے زیادہ کی بکری) کو لیتے ہیں اور یہ درمیانی درجہ ہے بکری کے چھوٹے بچوں اور اُن کے بہترین درجہ کی بکریوں کے مابین۔ سِخلۃ چھوٹا سا بچہ جو حال میں پیدا ہوا ہو رُبّٰی جس نے بچے دیتے ہوں اور وہ اپنے بچوں کو پال رہی ہو ماخِض جو گیابھن ہو۔ اَکُولہ گوشت والی بکری جس کو کھانے کے لئے موٹا کیا گیا ہو ابو بکرہ، عمر رضؓ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص تمہارے سامنے بکریاں

ع۵ غذار جمع ہے غذی بروزن غنی کی جس کے معنے ہیں بکری کا بچہ۔ لوگوں نے یہ شکایت کی تھی کہ نصاب زکوٰۃ میں جب کہ بکری کے چھوٹے سے بچہ کو بھی تم گنتی میں لے لیتے ہو تو بچوں کو زکوٰۃ میں لینا بھی چاہیئے۔ اس پر فرمایا کہ ہم بچہ کو شمار میں لیتے ہیں اور زکوٰۃ میں نہیں لیتے تو جو تمہارا بہترین مال یعنی عمدہ بکریاں ہوتی ہیں وہ بھی تو نہیں لیتے تو ہم نے زکوٰۃ میں اوسط درجہ کو اختیار کر لیا جو گھٹیا اور عمدہ کا درمیانی مرتبہ ہے۔ یہ بمقتضائے عدل کیا گیا ہے ۱۲

فأمصدّعوها صدعين ثم اختاروا من
النصف الآخر. ابوبکر عن مجاہد عن عمر لیس
في الخضراوات زکوٰۃ. الشافعي عن عمرو بن
دینار ان عمر بن الخطاب قال ابتغوا في
اموال الیتامی لا تستھلکھا الزکوٰۃ. ابوبکر
عن الزہری و مکحول عن عمر نحوا من ذلک
البیھقي سُئل عمر بن الخطاب أ على
المملوک زکوٰۃ؟ قال لا قیل على من ہي
فقال على مالکہ. الشافعي عن ابن شہاب
ان ابابکر و عمر لم یکونا یأخذان الصدقۃ
نسیئۃ ولکن یبعثان علیہا في الجدب
والخصب والسمن والعجف لان اخذہا
في کل عام من رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سنۃ. الشافعي روی عن عمر انہ اخّر
الصدقۃ عام الرمادۃ ثم بعث مصدقا
فأخذ عقالین عقالین ولیس بالثابت
الشافعي قد کانت النواضح على عہد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائہ فلم
أعلم احدا روی ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اخذ منہا صدقۃ ولا احدا من
خلفائہ ولا شک ان شاء اللہ ان کان یکون
للرجل الخمس واکثر. مالک والشافعي
عن سلیمان بن یسار ان اہل الشام
قالوا لابي عبیدۃ بن الجراح
خذ من خیلنا صدقۃ فأبی

لے کر کھڑا ہو تو ان کو دو ٹکڑیوں میں کردو نصف آخر میں سے تم
زکوٰۃ کے لئے منتخب کرلو۔ ابوبکر از مجاہد از عمرؓ فرمایا کہ سبزیوں
یعنی ترکاریوں، میووں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ شافعیؒ عمرو بن دینار
سے، کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ یتامیٰ کے اموال کو تجارت
میں لگاتے رہو، ایسا نہ ہو کہ ان کو زکوٰۃ ختم کردے۔ ابوبکر
زہری و مکحول سے، عمرؓ سے حسب روایت مذکورہ۔ بیہقی عمرؓ
ابن الخطاب سے پوچھا گیا کیا مملوک پر زکوٰۃ ہے؟ کہا کہ نہیں
کہا گیا کہ کس پر ہے؟ تو فرمایا کہ اس کے مالک پر۔ شافعیؒ ابن
شہاب سے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ صدقہ میں ادھار قبول نہیں کیا
کرتے تھے یہ دونوں حضرات (وصول صدقات کے لئے) بھیجا
کرتے تھے قحط میں اور ارزانی میں اور فربہی کے زمانہ میں اور
لاغری کے زمانہ میں کیونکہ اس کا وصول کرنا ہر سال میں سنّت
ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔ شافعیؒ نے
روایت کیا عمرؓ سے کہ انھوں نے (ایک قحط کے سال) عام الرمادہ
میں صدقہ کو مؤخر کردیا تھا پھر بھیجا صدقات لینے والوں کو
اور (دو سال کی زکوٰۃ) دو دو مہار شتر وصول کی۔ اور یہ ثابت
نہیں۔ شافعیؒ کہتے ہیں پانی لانے والے اونٹ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاءؓ کے عہد میں موجود تھے مگر میں
نہیں جانتا کہ کسی نے یہ روایت کیا ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے یا آپؐ کے خلفاءؓ میں سے کسی نے اُن میں سے
صدقہ وصول کیا ہو اور کوئی شک نہیں اگر اللہ چاہتا تو ایسا
ہوتا۔ بیشک ایک (پانی ڈھونے والے) آدمی کے پاس پانچ
اور اس سے زیادہ اونٹ ہوتے تھے۔ مالکؒ اور شافعیؒ سلیمان
ابن یسار سے، کہ اہلِ شام نے ابوعبیدہؓ بن الجراح سے کہا کہ ہمارے
گھوڑوں میں سے صدقہ لے لیجئے تو انھوں نے انکار کردیا

ثم کتب الی عمر بن الخطاب فأبیٰ عمر
ثم کلّموہ ایضًا فکتب الیہ عمر ان احبّوا
فخذھا منھم واردُدھا علیھم وارزُق رقیقھم
قال مالکؒ واردُدھا علیھم بقولٍ علی
فقرائھم ابو بکر عن شبل عن عمر نحوا من
ذٰلک الشافعی عن السائب بن یزید ان
عمر امر ان یؤخذ من الفرس شاتین
او عشرۃً او عشرین درھمًا ابو بکر انّ عمر
کان یؤتی بصدقۃ الخیل قلتُ وجہ
الجمع انھم بذلوا صدقۃ خیلھم ورقیقھم
طوعًا من غیر ان تکون واجبًا علیھم
فقبل عمرُ ذٰلک کذٰلک جمع الشافعیُ
وغیرہٗ وقال الشّافعی سمعتُ بعض من
لا یقول بنصاب خمسۃ اوسقٍ یقولُ
قد قام بالامر بعد النّبی صلی اللہ علیہ و
سلم ابو بکر و عمر و عثمانُ و علیؓ و اخذوا
الصدقات فی البلدان اخذًا عامًّا
زمانًا طویلاً فما رُوی عنھم انّھم قالوا
لیس فیما دون خمسۃِ اوسقٍ صدقۃٌ ما رواہ
عن النّبی صلی اللہ علیہ وسلم الاّ ابو سعیدٍ
الخدری ثم اجاب الشّافعی بما حاصلہٗ
انّ الحدیث صحیحٌ من روایۃ ابی سعیدٍ
و جابرٍ موجودٌ فی کتاب عمرو

پھر ابو عبیدہ رضؓ نے عمر رضؓ بن الخطاب کو لکھا تو عمر رضؓ نے بھی انکار کر دیا۔ پھر لوگوں نے اُن سے وہی گفتگو کی تو عمر رضؓ نے لکھا کہ اگر یہ لوگ اس کی خواہش رکھتے ہیں تو اس کو ان لوگوں سے لے لو اور اس کو ان پر لوٹا دو اور اُن کے لونڈی غلاموں کو دے دو (کہ وہ اُن سے منتفع ہوں) مالکؒ کے قول کہ "اس کو ان پر لوٹا دو" کا یہ مطلب ہے کہ اُن کے فقراء پر لوٹا دو۔ ابو بکر شبل سے وہ عمر رضؓ سے ایسی ہی روایت کرتے ہیں۔ شافعیؒ سائب بن یزید سے، کہ عمر رضؓ نے حکم دیا کہ گھوڑے سے (صدقہ میں) دو بکریاں لے لیجائیں یا دس یا بیس درہم لے لئے جائیں۔ ابو بکر نے کہا کہ عمر رضؓ کے پاس گھوڑوں کا صدقہ لایا جاتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ جمع روایات کی یہ صورت ہے کہ اُنھوں نے اپنے گھوڑوں اور لونڈی غلاموں کا صدقہ اپنی خوشی سے نکالا بغیر اس کے کہ ان کے اوپر واجب ہو اور عمر رضؓ نے اس کو قبول کر لیا۔ اسی طرح جمع کیا شافعیؒ وغیرہ نے۔ اور کہا شافعیؒ نے کہ میں نے بعض ایسے لوگوں سے جو پانچ اوساق؎ کے نصاب کے قائل نہیں ہیں سنا کہ وہ یہ کہتے تھے کہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوتے ابو بکر رضؓ اور عمر رضؓ اور عثمان رضؓ اور علی رضؓ اور انھوں نے عام طور پر اور زمانۂ طویل تک شہروں میں صدقات وصول کئے اور ان میں سے کسی سے یہ روایت نہیں کیا گیا کہ انھوں نے یہ کہا ہو کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بجز ابو سعید خدری رضؓ کے کسی نے بھی روایت نہ کیا۔ پھر شافعیؒ نے جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث صحیح ہے ابو سعید رضؓ اور جابر رضؓ کی روایت سے جو عمرو

؎۵ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے یعنی تین سو بیس رطل کا ملکِ حجاز میں۔ اور ملکِ عراق میں چار سو اسّی رطل کا ۱۲ مترجم

ابن حزم فوجب العمل بہ ولم یذکر عن الائمۃ ان الحدیث ظہر فی زمانہم فتکلموا فیہ قلت بل ذکر مالک سنۃ اہل المدینۃ علی ماروینا عن ابی سعید البیہقی عن مطر الانصاری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یخرص العرایا ولا ابوبکر ولا عمر قلت الاوجہ عندی ان المراد بالعرایا مادون خمسۃ اوسق وسیاتیک من حدیث مالک والشافعی فی البیوع مایشہد لذلک الشافعی فی القدیم عن بشیر بن یسار ان عمر بن الخطاب کان یبعث اباخیثمۃ خارصا یخرص النخل فیامرہ اذا وجد القوم فی حائطہم ان یدع لہم قدر مایاکلون البیہقی عن عثمان بن عطاء الخراسانی ان عمر بن الخطاب قال فیہ العشر یعنی الزیتون اذا بلغ خمسۃ اوسق من عصیرہ اخذ عشر زیتہ البیہقی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رجلا جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعشور نحل لہ وسألہ ان یحمی وادیا یقال لہ سلبۃ فحماہ لہ فلما ولی عمر کتب سفیان بن وہب الی عمر بن الخطاب یسألہ عن ذلک فکتب عمر ان ادی الیک ماکان یؤدی

ابن حزم کی کتاب میں موجود ہے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے اور ائمہ میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ یہ حدیث ان کے زمانہ میں ظاہر ہوئی ہو پھر انھوں نے اس میں کلام کیا ہو۔ میں کہتا ہوں بلکہ مالک رحمۃ اللہ نے بربناء روایت ابوسعید اس کو اہل مدینہ کی سنت ذکر کیا ہے۔ بیہقی مطر الانصاری سے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرایا[ع] پر کن (اندازہ) نہیں کرایا کرتے تھے اور نہ ابوبکر رض اور نہ عمر رض میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ عرایا سے مراد ہے وہ کہ جو پانچ وسق سے کم ہو۔ اور تمہارے سامنے مالک رحمۃ اللہ اور شافعی رحمۃ اللہ کی حدیث عنقریب بیوع کے باب میں آئے گی جو اس کی شہادت دیگی۔ شافعی رحمۃ اللہ مسلک قدیم میں، بشیر بن یسار سے مروی ہے کہ عمر رض بن الخطاب ابوخیثمہ کو اندازہ کرنے والا بناکر بھیجا کرتے تھے جو کھجوروں کا اندازہ کرتے تھے اور ان کو یہ حکم دیتے تھے کہ اگر وہ کچھ لوگوں کو ان کے باغ میں پائیں تو اتنی مقدار چھوڑ دیں جو اُن کے کھانے کے لئے کافی ہو۔ بیہقی عثمان ابن عطاء خراسانی سے کہ عمر رض بن الخطاب نے کہا کہ اس میں دسواں حصہ ہے یعنی زیتون میں جب اس کا شیرہ (یعنی تیل) پانچ وسق تک پہنچ جاتے تو اس کے تیل کا دسواں حصہ لے لیا جاتے۔ بیہقی عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اُن کے دادا سے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے شہد کا عشر لایا اور آپ سے درخواست کی کہ اس وادی کو جس کو سلبہ کہا جاتا تھا اس کے ٹھیکہ میں دیدیں تو آپ نے اس کو ٹھیکہ میں دیدیا۔ پھر جب عمر رض خلیفہ ہوتے تو سفیان بن وہب نے عمر رض بن خطاب کو خط لکھا جس میں اس کے بارے میں دریافت کیا تو عمر رض نے جواب میں لکھا کہ اگر وہ تم کو شہد کا

[ع] عرایا جمع ہے عریہ کی جسکے معنے اس درخت خرما کے ہیں جو عاریۃً کسی محتاج کو دیا جائے کہ وہ اس کا پھل اپنے اوپر صرف کرے ۱۲

الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
عشور نحلہ فاحم لہ سلبۃ والا فانما
ہو ذباب غیث یاکلہ من شاء قلت
ذا مفسر لیس بعدہ اشتباہ فی العسل
الشافعی عن ابی عمرو بن حماس ان اباہ
قال مررت بعمر بن الخطاب وعلی عنقی
ادمۃ احملہا فقال عمر الا تؤدی
زکوتک یا حماس فقلت یا امیر المؤمنین
مالی غیر ہذا الذی علی ظہری واہبۃ فی
القرظ قال ذاک مال فضع فوضعتہا
بین یدیہ فجسہا فوجدہا قد وجبت فیہا
الزکوۃ فاخذ منہا الزکوۃ مالک والشافعی
عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ
وسلم انہا قالت مر علی عمر بن
الخطاب بغنم من الصدقۃ فرأی
فیہا شاۃ حافلا ذات ضرع
عظیم فقال عمر بن الخطاب ماہذہ الشاۃ
فقالوا شاۃ من الصدقۃ فقال عمر
ما اعطی ہذہ اہلہا وہم طائعون لا تفتنوا
الناس لا تاخذوا حزرات المسلمین
نکبوا عن الطعام مالک عن زید بن
اسلم عن ابیہ قال سمعت عمر بن
الخطاب یقول حملت علی
فرس عتیق فی سبیل اللہ و
کان الرجل ہو الذی عندہ

دسواں حصہ ادا کرتا رہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
ادا کرتا رہا ہے تو سلبہ کو اس کے ٹھیکہ میں رہنے دو ورنہ
وہ بارش کی مکھیاں ہیں جو شخص ان میں سے کھانا چاہے کھائے۔
میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر شدہ ہے اس کے بعد شہد میں کوئی اشتباہ
نہیں ہے۔ شافعیؒ ابی عمرو بن حماس سے۔ کہ ان کے باپ نے کہا کہ
میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس سے گزرا اور میری گردن پر چند
کھالیں تھیں جن کو میں اٹھائے ہوئے تھا۔ تو عمرؓ نے فرمایا
کہ اے حماس تو اپنی زکوٰۃ نہیں ادا کرتا تو میں نے کہا کہ اے
امیر المومنینؓ! میرے پاس بجز اس کے جو میری پیٹھ پر ہے اور
ان چند کھالوں کے جو قرظ (پتوں) میں رکھی ہوئی ہیں اور
کچھ نہیں۔ فرمایا کہ یہ بھی مال ہے۔ نیچے رکھ۔ تو میں نے ان کو
آپ کے سامنے رکھ دیا تو آپ نے ان کو ٹٹولا اور اس قابل
پایا کہ ان میں زکوٰۃ واجب ہے تو ان میں سے زکوٰۃ وصول
کی۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے عائشہؓ زوجۃ النبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے کہ انہوں نے بیان کیا کہ عمرؓ بن الخطاب کا صدقہ
کی بکریوں پر گزر ہوا ان میں انہوں نے ایک دودھیل بکری
دیکھی جس کے بڑے بڑے تھن تھے تو عمرؓ بن الخطاب نے
کہا کہ یہ بکری کیسی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ صدقہ کی بکری ہے
تو عمرؓ نے کہا کہ جن لوگوں نے یہ بکری دی وہ خوشی سے
نہیں دی ہوگی۔ تم لوگوں کو تکلیف میں نہ ڈالنا اور
مسلمانوں کا بہترین مال نہ لے لینا۔ کھانے پینے کی چیزیں لینے
سے اعراض کرو۔ مالکؒ زید بن اسلمؒ سے وہ اپنے باپ سے،
کہا کہ میں نے سنا عمرؓ بن الخطاب سے کہ کہتے تھے کہ میں نے
(ایک شخص کو) فی سبیل اللہ ایک اعلیٰ نسل کا گھوڑا دیا اور
وہ شخص بھی ان کے پاس موجود تھا اور اس نے (اس گھوڑے

قد اضاعہ فاردت ان اشتریہ منہ
وظننت انہ بائعہ برخص (ارزانی) قال
فسالت عن ذلک رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فقال لا تشترہ و
ان اعطاکہ بدرہم واحد فان
العائد فی صدقتہ کالکلب یعود
فی قیئہ ابو بکر عن عبد الرحمن البیلمانی
قال ابو بکر الصدیق رض مما یوصی
بہ عمر من ادی الزکوۃ الی غیر
ولاتھا لم یقبل منہ صدقۃ ولو
تصدق بالدنیا جمیعا ابو بکر عن محمد
یعنی ابن سیرین کانت الصدقۃ
تدفع الی النبی صلی اللہ علیہ و
سلم ومن امر بہ والی ابی بکر و
من امر بہ والی عمر ومن امر بہ و
الی عثمان ومن امر بہ فلما قتل عثمان
اختلفوا فمنھم من رای ان
یدفعھا الیھم ومن رای یقسمھا
ھو الحدیث ابو بکر عن عبد الملک بن
ابی بکر ان عمر قال احسب دینک
وما عندک فاجمع ذلک جمیعا
ثم زکہ ابو بکر عن عمر فی
قولہ تعالی انما الصدقات
للفقراء فقال ھم زمناء (برجا ماندگان)
اھل الکتاب

کی خدمت نہ کرکے) اُس کو خراب کر دیا تھا۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ
میں اُس سے اُس گھوڑے کو خرید لوں اور میں نے گمان کیا تھا کہ
وہ اُس کو سستا بیچنے والا ہے۔ عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اس کے
بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ تو آپؐ
نے فرمایا کہ اس کو نہ خریدنا اگرچہ وہ تجھ کو ایک درہم کو دینے لگے۔
کیونکہ اپنے صدقہ کو لوٹانے والا مثل اُس کُتے کے ہے جو اپنی قے
کو چاٹنے لگتا ہے۔ ابو بکر عبد الرحمٰن بیلمانی سے، کہا کہ ابو بکر صدیقؓ
نے اُن وصیتوں میں سے جو عمرؓ کو کی تھیں یہ بھی فرمایا کہ
جو زکوٰۃ کو والیٔ زکوٰۃ کو چھوڑ کر (جو منجانب خلیفہ مقرر ہوتا
ہے) دوسرے کو دے گا اُس کا کوئی صدقہ قبول (یعنی تسلیم)
نہ کیا جائے گا چاہے ساری دنیا صدقہ میں دیدے۔ ابو بکر محمد
یعنی ابن سیرین سے، صدقہ دیا جاتا تھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کو یا جس کو آپ نے اس پر مامور کیا اور ابو بکرؓ کو دیا جاتا تھا
اور جس کو انھوں نے اس پر مامور کیا اور عمرؓ کو اور جس کو
انھوں نے اس پر مامور کیا اور عثمانؓ کو اور جس کو انھوں نے
اس پر مامور کیا۔ پھر جب عثمانؓ قتل کر دیئے گئے تو لوگ
مختلف الرائے ہو گئے۔ بعض کی رائے یہ ہوئی کہ ان ہی کو (یعنی
خلفاءؓ اور ان کے مامورین ہی کو) دیا جائے۔ اور بعض کی
یہ رائے ہوئی کہ وہ خود اس کو تقسیم کر دے، الحدیث۔ ابو بکر
عبد الملک بن ابی بکر سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اپنے قرض کا حساب
کر اور جو تیرے پاس ہے ان سب کو جمع کر (یعنی ملحوظ کر لے کہ
تیرے پاس کیا بچے گا) پھر اس کی زکوٰۃ دے۔ ابو بکر عمرؓ سے
بابت ارشاد الٰہی إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ (یعنی صدقات
فقراء کے لئے ہیں الخ) آپ نے فرمایا وہ فقراء اہل کتاب میں
کے زمناء ہیں (یعنی وہ معذورین جن کے ہاتھ پاؤں مارے گئے)

ابو بکر عن عطاء ان عمر کان یاخذ العرض فی الصدقۃ من الورق وغیرہا زاد فی روایۃ ویعطیہا فی صنف واحد مما سمی اللہ ابو بکر عن عبد الرحمٰن بن عبد القاری وکان علی بیت المال فی زمن عمر فکان اذا خرج العطاء جمع عمر اموال التجار فیحسب عاجلہا وآجلہا ثم یاخذ الزکوٰۃ من الشاہد والغائب ابو بکر عن طارق ان عمر بن الخطاب کان یعطیہم العطاء ولا یزکیہ قلت اما قولہ لا یزکیہ فمعناہ لا یاخذ من العطاء زکوٰتہ لانہ لم یحل علیہ الحول من حین قبضہ واما قولہ ثم یاخذ الزکوٰۃ فمعناہ یاخذ زکوٰۃ اموال التجارۃ التی حال علیہا الحول فی ایدیہم من مال العطاء قولہ فیحسب عاجلہا وآجلہا یعنی ما کان لہ دینا مؤجلا او معجلا علی احد او موجودا فی یدہ ابو بکر عن الحسن قال عمر اذا تحولت الصدقۃ الی غیر الذی تصدق علیہ فلا باس ان یشتریہا ابو بکر عن زیاد بن حدیر بعثنی عمر علی العشور وامرنی ان لا افتش (یک تلاش نکنم) احدا ابو بکر عن زیاد ابن حدیر بعثنی عمر علی السواد ونہانی ان اعشر

ابو بکر عطاء سے، کہ عمرؓ زکوٰۃ میں سامان اور پونجی ورق نقرہ وغیرہ لیتے تھے۔ اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے اور اس کو اُن ہی کو دیا کرتے تھے جو اس ایک صنف میں داخل ہیں جن کو اللہ نے متعین کر دیا ہے۔ ابو بکر عبد الرحمٰن بن عبد القاری سے اور یہ عمرؓ کے زمانہ میں بیت المال پر متعین تھے۔ معمول یہ تھا کہ جب عطاء کا حساب ہوتا تو عمرؓ تجار کے اموال کو جمع کرتے پھر حساب کرتے اُن کے جلد حاصل ہونے والے (قرض) کا اور دیر میں حاصل ہونے والے کا، پھر زکوٰۃ لیتے حاضر اور غائب (مال) سے۔ ابو بکر طارق سے، کہ عمرؓ بن الخطاب لوگوں کو وظائف دیتے تھے اور اس سے زکوٰۃ نہیں لیتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ عطاء (یعنی وظیفہ) میں سے زکوٰۃ نہیں لیتے تھے کیونکہ اس پر سال نہیں گزرا ہوا ہوتا تھا جب سے وہ اُس پر قابض ہوتے۔ اور (پچھلی حدیث عبد الرحمٰن بن عبد القاری میں) اس قول کا کہ ثم یاخذ الزکوٰۃ (یعنی پھر زکوٰۃ لیتے) یہ مطلب ہے کہ ان اموال تجارت کی زکوٰۃ لیتے جو مالِ عطاء میں سے ان کے قبضہ میں ہوتا اور اس پر سال گزر چکا ہوتا اور قول فیحسب عاجلہا و آجلہا کا یہ مطلب ہے کہ جو اُن کا قرض کسی پر ہوتا دیر میں وصول ہونے والا یا جلد وصول ہونے والا اس کا اور جو اُن کے قبضہ میں ہوتا ان سب کا حساب کرتے۔ ابو بکر حسن سے، عمرؓ نے فرمایا کہ جب صدقہ جس کو دیا گیا تھا اس سے نکل کر دوسرے شخص کی مِلک میں چلا جاتے تو اُس کے خریدلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابو بکر زیاد بن حُدَیر سے، مجھے لوگوں سے عُشر کے وصول کرنے پر عمرؓ نے بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں کسی کی تلاشی نہ لوں۔ ابو بکر زیاد بن حُدَیر سے، مجھے عمرؓ نے سواد (عراق کے زرعی علاقہ) پر بھیجا اور مجھے اس سے منع کیا کہ میں کسی مسلمان سے

مُسلماً قُلتُ العشور علے اہلِ الحرب و
نِصفُ العُشر علے اہلِ الذمّۃ و
رُبع العُشر زکوٰۃُ المسلمین آبوبکر عن
جماعۃٍ ان عمر بن الخطاب صالح
نصارٰے بنی تغلب علے اَن یُضعّف
علیہم الزکوٰۃُ مرّتین آبوبکر عن الحسن
صاعُ عمر ثمانیۃُ ارطالٍ البیہقے
وغیرہ ان صاعَ النبی صلے اللہ
علیہ و آلہٖ وسلم و خلفآئہٖ خمسۃُ
ارطالٍ وثُلث رطلٍ قلتُ اہل
البلد اَعرف بصاعہم آبوبکر عن
الشعبی ان غلاماً من العرب وجد
ستّوقۃً فیہا عشرۃُ آلافٍ
فاَتے بہا عمر فاخذ منہا خُمسَہا
الفَین واَعطاہ ثمانیۃَ آلافٍ
کتابُ الصّیام البیہقے عن ابن
ابی لیلے کان الرجل اذا اَفطر
فنامَتْ امرأتہ لم یاتہا واِذا
نامَ لَمْ یَطْعَمْ لم یَطعَم الی مثلِہا
من القابلۃ حتے جاء عمر بن
الخطاب یُرید امرأتہ قالت
انی قد نِمتُ قال انما
تعتلّین فوقع بہا و جاء
رجلٌ من الانصار فاراد ان یطعم فقالوا
حتے نُسخّن لک شیئاً فنام فنزلت اُحِلّ لکم

عشر وصول کروں۔ میں کہتا ہوں کہ عُشر ہوتے ہیں (یعنی دسواں
حصّہ) اہلِ حرب پر اور نصف عُشر (بیسواں حصّہ) اہلِ ذمّہ پر
اور رُبع العُشر (چالیسواں حصّہ) مسلمانوں کی زکوٰۃ ہے۔ آبوبکر
ایک جماعت سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے نصارٰی بنی تغلب سے
اس امر پر مصالحت کی کہ ان پر زکوٰۃ لگائی جاتے دو مرتبہ کی
تضعیف سے (یعنی زکوٰۃ کا دوگنا لگایا جاتے جو بیسواں حصّہ
ہوگا) آبوبکر حسن سے، عمرؓ کا صاع آٹھ رطل کا تھا۔ بیہقی
وغیرہ کا قول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے خلفاءؓ
کا صاع پانچ اور ایک تہائی رطل کا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اہلِ
شہر اپنے صاع کو سب سے زیادہ پہچانتے ہیں۔ آبوبکر شعبی سے
کہ عرب میں کے ایک غلام نے ایک تھیلا پایا جس میں دس ہزار
تھے وہ اس کو عمرؓ کے پاس لایا تو اس میں سے اُنھوں نے
اس کا پانچواں حصّہ دو ہزار لئے اور آٹھ ہزار اُس کو دیدیئے۔

کتاب الصّیام بیہقی ابو لیلےٰ سے۔ (ابتداء میں معمول یہ تھا
کہ) جب کوئی شخص افطار کر لیتا پھر اس کی بیوی سو جاتی تو پھر
وہ اُس کے پاس نہیں جاتا تھا (یعنی جماع نہیں کرتا تھا۔)
اور جب کوئی سو گیا اور اس نے کھانا نہ کھایا تو وہ آئندہ رات
کے اسی کے مثل (یعنی سونے کے وقت) تک کھانا نہ کھاتے گا
یہاں تک کہ (یہ واقعہ پیش آیا کہ) عمرؓ بن الخطاب نے اپنی
بی بی کے پاس آنے کا ارادہ کیا اُس نے کہا کہ میں تو سو گئی تھی
تو عمرؓ نے کہا کہ تو محض بہانہ کر رہی ہے اور اس سے ہم بستر
ہوگئے۔ اور ایک شخص انصار میں کا آیا اور اس نے کھانے کا
ارادہ کیا۔ گھر والوں نے کہا کہ (ذرا ٹھہر جاؤ) ہم کچھ گرم
کر دیں۔ وہ شخص سو گیا تو یہ آیت نازل ہوئی اُحِلّ لکم
لَیْلَۃَ الصِّیَامِ تا اِلَی الَّیْلِ (۲: ۱۸۷) تم لوگوں کے واسطے

لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ اِلٰی قولہ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیْلِ قال ابوبکر ہشیم عن مجالد عن الشعبی عن علیؓ انہ کان یخطب اذا حضر رمضانُ فیقول الا لاتقدّموا الشہرَ اذا رأیتم الہلالَ فصوموا واذا رأیتم الہلالَ فافطروا فان اُغمی علیکم فاتموا العدّۃ قال ابوبکر ہشیم عن مجالد عن الشعبی عن مسروق عن عمر مثل ذلک الا لاتقدّموا الشہر البیہقی روے مجالد عن الشعبی انّ عمرَ وعلیًّا کانا ینہیان عن صوم الذے یُشک فیہ من رمضان ابوبکر عن سوید بن غفلۃ سمعتُ عمر یقول شہرٌ ثلثون وشہرٌ تسع وعشرون ابوبکر والبیہقی عن ابی وائل اتانا کتابُ عمر ان الاہلّۃ بعضہا اکبرُ من بعضٍ فاذا رأیتم الہلالَ نہارًا فلا تفطروا حتے یشہدُ رجلان مسلمان انہما اَہلّاہ امس ابوبکر عن ابی لیلےٰ ان عمر بن الخطاب اجاز شہادۃ رجلٍ

لعلہ فی لیلۃ ذات علۃ ۱۲

روزے کی شب میں اپنی بیبیوں سے مشغول ہونا حلال کردیا گیا کیونکہ وہ تمہارے (بجاتے) اوڑھنے بچھونے (کے) ہیں اور تم ان کے (بجاتے) اوڑھنے بچھونے (کے) ہو۔ خداتعالےٰ کو اس کی خبر تھی کہ تم خیانت (کر) کے گناہ میں اپنے کو مبتلا کررہے تھے (مگر) خیر اللہ تعالےٰ نے تم پر عنایت فرمائی اور تم سے گناہ کو دھو دیا سو اب ان سے ملو ملاؤ اور جو (قانون اجازت) تمہارے لئے تجویز کردیا ہے (بلاتکلف) اُس کا سامان کرو اور کھاؤ اور پیو (بھی) اس وقت تک کہ تم کو سفید خط (کہ عبارت ہے نور سے) صبح (صادق) کا متمیز ہوجاوے سیاہ خط سے۔ پھر (صبح صادق سے) رات تک روزہ کو پورا کرلیا کرو۔" ابوبکر نے کہا ہشیم از مجالد از شعبی از علیؓ کہ وہ خطبہ دیا کرتے تھے جب رمضان آتا تھا اور فرماتے کہ خبردار مہینے کو مقدم نہ کرو جب تم ہلال کو دیکھو تو روزہ رکھو اور جب تم ہلال کو دیکھو تو افطار کرو۔ پھر اگر چاند تم سے چھپ جاتے (گرد وغبار یا ابر کی وجہ سے نظر نہ آتے) تو شمار پوری کرو۔ ابوبکر ہشیم از مجالد از شعبی از مسروق از عمرؓ مثل حدیث مذکور یعنی خبردار مہینے کو مقدم نہ کرو۔ بیہقی، مجالد نے روایت کیا شعبی سے کہ عمرؓ اور علیؓ دونوں منع کیا کرتے تھے اُس دن کے روزے سے جس میں شک کیا جاتے کہ یہ رمضان کا ہے۔ ابوبکر سُوَید بن غفلہ سے کہ میں نے عمرؓ سے سُنا کہ کہتے تھے کہ کوئی مہینہ تیس (دن) کا اور کوئی مہینہ اُنتیس دن کا ہوتا ہے۔ ابوبکر اور بیہقی ابووائل سے کہ ہمارے پاس عمرؓ کا مکتوب آیا کہ بعض ہلال بعض سے بڑے ہوتے ہیں تو جب تم ہلال کو دن میں دیکھ لو تو (رمضان کو ختم سمجھ کر) افطار نہ کرو جب تک دو مسلمان مرد یہ شہادت نہ دیں کہ اُن دونوں نے کل شام چاند دیکھا تھا۔ ابوبکر ابو لیلےٰ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے جائز رکھا

فی الہلال الشافعی عن عاصم بن عمر عن عمر بن الخطاب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ادبر النہار و اقبل اللیل و غربت الشمس فقد افطر الصائم ابو بکر و البخاری و مسلم نحوًا من ذلک مالک و الشافعی عن زید بن اسلم عن اخیہ خالد بن اسلم ان عمر بن الخطاب افطر من رمضان فی یوم ذی غیم و رآی ان قد امسٰی و غابت الشمس فجاءہ رجل فقال یا امیر المؤمنین قد طلعت الشمس فقال عمر بن الخطاب لیسیر [یعنی تدارک کا سہل است ۱۲] و قد اجتہدنا قال مالک و الشافعی قضاء [فی بیان الیسیر ۱۲] یوم مکانہ ابو بکر عن حنظلۃ شہدت عمر ابن الخطاب فی رمضان و قُرّب الیہ شراب نشرب بعض القوم وہم یرون ان الشمس قد غربت ثم ارتقی المؤذن فقال یا امیر المؤمنین واللہ للشمس طالعۃ لم تغرب فقال عمر منعنا اللہ من شرک مرتین او ثلثا یا ہؤلاء من کان افطر فلیصم یومًا مکان یوم ومن لم یکن افطر فلیتم حتی تغرب الشمس واخرج البیہقی ذلک من طرق ثم قال من قال فی ہذا الحدیث لا یقضی لا یصح قولہ لان العدد اولٰی [ای کثرۃ الرواۃ ۱۲] بالحفظ من الواحد ابو بکر عن الحسن قال عمر اذا شک الرجلان فلیأ کلا

ایک مرد کی شہادت کو ہلال کے بارے ہیں۔ شافعیؒ عاصم بن عمر سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب دن جانے لگے اور رات آنے لگے اور آفتاب غروب ہوجاتے تو روزے دار افطار کرے۔ ابو بکر اور بخاری اور مسلم نے بھی ایسی ہی روایت کی۔ مالکؒ اور شافعیؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے بھائی خالد بن اسلم سے کہ ایک ابر آلود دن میں عمرؓ بن الخطاب نے روزہ افطار کیا اور سمجھے کہ شام ہوگئی اور سورج غروب ہوگیا۔ پھر ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین سورج ظاہر ہوگیا ہے۔ تو عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ (اس کا تدارک) آسان ہے اور ہم تو کوشش کر چکے ہیں۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے کہا کہ (آسان کے معنے ہیں) اس کے بجائے ایک دن کی قضاء۔ ابو بکر نے حنظلہ سے کہ میں عمرؓ ابن الخطاب کے پاس موجود تھا رمضان میں اور ان کے پاس پینے کے لئے پانی رکھدیا گیا تھا تو بعض لوگوں نے پی لیا اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ پھر موذن اذان چڑھا اور اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ واللہ سورج تو نکل رہا ہے غروب نہیں ہوا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اللہ نے دو یا تین مرتبہ تو ہمیں تیرے شر سے بچایا ہے۔ اے لوگو جس نے افطار کر لیا تھا اُس کو چاہیئے کہ اس دن کے بدلے میں ایک دن کا روزہ رکھے اور جس نے نہیں افطار کیا تھا وہ پورا کرے آفتاب کے غروب ہونے تک۔ اور بیہقی نے اس کو چند طریقوں سے روایت کیا پھر کہا کہ جس نے اس حدیث میں یہ کہا کہ قضا نہیں کیا جاتے گا اُس کا قول صحیح نہیں ہے کیونکہ متعدد لوگوں کے حفظ کا زیادہ اعتبار ہے بہ نسبت ایک کے۔ ابو بکر حسنؒ سے کہ عمرؓ نے کہا کہ جب دو آدمی شک کریں تو کھالیں

حتی یتبیننا قلت و ذلک لقولہ تعالیٰ
حتی یتبین لکم الخیط الابیض من
الخیط الاسود من الفجر ابوبکر عن جابر
ابن عبداللہ عن عمر بن الخطاب قال
ہششت یوما الی المرأۃ فقبلتہا و انا
صائم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ارأیت لو تمضمضت بماء وانت
صائم قلت لا بأس قال ففیم الشافعی
عن جابر بن عبداللہ نحوا من ذلک ابوبکر
عن سعید بن المسیب ان عمر نہی عن
القبلۃ للصائم قلت فالاول یدل علی
جواز الصوم مع القبلۃ والثانی علی
الکراہیۃ التنزیہیۃ ابوبکر عن عطاء
قال عمر لا تزال ہذہ الامۃ بخیر ما عجلوا
الفطر الشافعی عن حمید بن عبدالرحمن
ان عمر و عثمان کانا یصلیان المغرب
حین ینظران الی اللیل البہیم ثم یفطران
بعد الصلوٰۃ و ذلک فی رمضان
ابوبکر عن حمید نحوا من ذلک الا
انہ قال و یفطران قبل ان یصلیا
ابوبکر عن سعید بن المسیب کان عمر
یکتب الی امرائہ لا تکونوا من المسوفین
لفطرکم و لا تنتظروا بصلوٰتکم

یہاں تک کہ دونوں کو یقین ہو جائے۔ میں کہتا ہوں اور یہ
متعلق ہے حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے حتی یتبین لکم
الخیط الابیض الخ۔ ابوبکر جابر بن عبداللہ سے کہ عمرؓ بن
الخطاب سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں ایک دن بیوی
کی طرف سرخوشی کے ساتھ متوجہ ہوا اور اس کا بوسہ لے
لیا حالانکہ میں روزے سے تھا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے تشویش کا اظہار کیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ یہ تو بتاؤ کہ اگر تم نے پانی سے کلّی کی حالانکہ تم
روزہ دار ہو؟ میں نے کہا کہ کوئی اندیشہ نہیں۔ فرمایا کہ پھر
اس بات میں تردّد کیوں ہے۔ شافعیؒ نے جابر بن عبداللہؓ
سے ایسی ہی روایت کی ہے۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے کہ
عمرؓ نے روزہ دار کو بوسہ لینے سے روکا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ
پہلی روایت دلالت کرتی ہے اس پر کہ بوسہ کے باوجود روزہ
جائز ہوگا اور دوسری کراہتِ تنزیہی پر دلالت کرتی ہے۔
ابوبکر عطاء سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اس امت کے ساتھ خیر
ہمیشہ رہے گی جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ شافعیؒ
حُمَید بن عبدالرحمٰن سے عمرؓ اور عثمانؓ دونوں مغرب کی نماز
اس وقت پڑھا کرتے تھے جب دیکھ لیتے تھے تاریک رات کی
طرف۔ پھر افطار کیا کرتے تھے بعد نماز کے اور یہ رمضان
میں ہوتا تھا۔ ابوبکر حُمَید سے ایسی ہی روایت کرتے ہیں مگر اس
میں یہ کہا کہ دونوں افطار کرتے تھے نماز پڑھنے سے پہلے۔
ابوبکر سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ اپنے امراء کو لکھا کرتے تھے کہ
افطار میں تاخیر کرنے والے نہ بنو اور نہ اپنی نماز کے لئے ستاروں کی

ف وجہ توفیق یہ ہے کہ غروب شمس ہوتے ہی پانی سے یا کھجور وغیرہ سے افطار کر کے نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے بعد فراغت کھانا کھاتے ۱۲ مترجم

اشتباکَ النجوم آبو بکر عن الشعبی قالَ عمر لیسَ الصیامُ (روزہ ۱۲) من الطعامِ والشرابِ وحدہ ولکن من الکذبِ والباطلِ واللغوِ والحلِفِ آبو بکر عن عبدالرحمٰن بن القاسم کانَ عمر لایصومہ یعنی یومَ عاشوراء آبو بکر عن ابی بکر بن عبدالرحمٰن انّ عمر ارسلَ الیٰ عبدالرحمٰن بن الحارث لیلۃ عاشوراء اَن تَسَحَّرَ وَاصبِح صائماً آبو بکر عن ابن عباس عن عمر لقد علمتم انّ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قالَ فی لیلۃِ القدر اُطلبوہا فی العشرِ الاواخر آبو بکر عن زِرٍّ کانَ عمر وحُذیفۃ و اُبیّ لایشکّون فیہا لیلۃ سبعٍ وعشرین آبو بکر عن قیس عن ابیہ عن عمر لاباسَ بقضاءِ رمضانَ فی العشرِ یعنی عشر ذی الحجۃ آبو بکر عن ابی عمرو الشیبانی بلغ عمر اَنّ رجلاً یصوم الدہر فعلاہُ بالدِّرۃ آبو بکر عن ابن عمر ان عمر سَرَدَ الصومَ قبلَ موتہ بسَنَتین آبو بکر عن نافعٍ (تابع ۱۲) قالَ عمر لَو اَدرکنی النداءُ و انا بینَ رِجلیہا لصمتُ او قالَ ما اَفطرتُ

جگمگاہٹ کا انتظار کرو۔ آبو بکر شعبی سے، عمر رضؓ نے فرمایا کہ روزہ تنہا کھانے پینے کا ہی نہیں ہوتا بلکہ جھوٹ... اور بیکار باتوں اور یاوہ گوئی اور (بات بات پر) قسمیں کھانے کا بھی ہوتا ہے۔ آبو بکر عبدالرحمٰن بن القاسم سے کہ عمر رضؓ اس کا روزہ نہیں رکھتے تھے یعنی یومِ عاشوراء کا۔ آبو بکر ابو بکر بن عبدالرحمٰن سے کہ عمر رضؓ نے عبدالرحمن بن الحارث کے پاس عاشوراء (یعنی دسں محرم) کی رات میں یہ پیغام بھیجا کہ سحری کھاؤ اور صبح کو روزہ رکھو۔ آبو بکر ابن عباس رضؓ سے وہ کہتے ہیں کہ عمر رضؓ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ اس کو آخری دس دنوں میں تلاش کرو۔ آبو بکر زرؒ (بن حُبَیش) سے کہ عمر رضؓ اور حذیفہ رضؓ اور اُبیؓ رضؓ اس میں شک نہیں کرتے تھے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے۔ آبو بکر قیس سے وہ اپنے باپ سے وہ عمر رضؓ سے، کہ کوئی حرج نہیں عشر میں یعنی ذی الحجہؓ کے دس دنوں میں اگر قضاء رمضان کی جائے۔ آبو بکر ابو عمرو الشیبانی سے کہ عمر رضؓ کو یہ اطلاع پہنچی کہ ایک شخص ہمیشہ (مسلسل) روزے رکھتا ہے تو انھوں نے (بلاکر) اُس کے دُرّہ عہ مارا۔ آبو بکر ابن عمر رضؓ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی موت سے دو۲ سال پہلے لگاتار روزے رکھے۔ آبو بکر نافع رحؒ سے کہ عمر رضؓ نے فرمایا کہ اگر نداء اپنے پاؤں چلتی ہوئی میرے پاس پہنچ جائے عہ تو میں روزہ رکھ لوں گا یا یہ کہا کہ پھر میں کھانا نہ کھاؤں گا۔

عہ دِرّہ مارنے کا ظاہر تو تنبیہ ہے ترکِ سُنّت پر اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے نفس میں صائم الدّہر ہونے کا عُجب موجود ہو جس کا آپ نے اس طرح علاج کیا ہو۔ اہلِ نظر ہی اس راز کو سمجھتے ہیں کہ یہ اس کے باطن پر ایک تصرّف تھا جس سے اس کو وہ فوائد پہنچے ہوں گے جو مدّۃ العمر کے روزوں سے نصیب نہیں ہو سکتے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ عہ یعنے مؤذن کی آواز سنتے ہی کھانا بند کر دیتا اور روزہ رکھ لیتا ہوں جب کوئی خبر براہ راست اعلان کرنیوالے کی آواز سنکر معلوم ہو تو کہا جاتا ہے کہ خبر اپنے پاؤں چل کر ہم تک پہنچی۔ اگر دوسرے کے توسط سے پہنچی تو گویا وہ دوسرے کے پاؤں سے چلتی ہوئی آئی۔ وانا بین رجلیہا یعنی میں بلند آواز کی راہ میں ہوں جو مجھ سے گزرتی ہوئی آگے بڑھی ۱۲ مترجم

ابوبکر عن قطبۃ بن مالک ان عمر رآے قوماً اعتکفوا فے المسجد وقد ستروا فانکرہ و قال ماہذا قالوا انما نستر علے طعامنا قال فاستروا فاذا طعمتم فاکشفوہ ابوبکر عن زید بن وہب کتب الینا عمر ان المرأۃ لاتصوم تطوعاً الا باذن زوجہا ابوبکر عن عوف بن مالک الاشجعے قال عمر صیام یوم من غیر رمضان واطعام مساکین یعدل صیام یوم من رمضان قلت ہذا فے الذے افطر رمضان بعذر و اخر قضاءہ بغیر عذر حتے مضے رمضان آخر وعلیہ الشافعی ابوبکر عن خرشۃ بن الحر رأیت عمر یضرب اکف الناس فی رجب حتے یضعوہا فے الجفان ویقول کلوا فانما ہو شہر کان یعظمہ اہل الجاہلیۃ ابوبکر عن ابے عبید مولے بن ازہر شہدت العید مع عمر بن الخطاب فبدأ بالصلوۃ قبل الخطبۃ وقال ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم نہے عن صوم ہذین الیومین اما یوم الفطر فیوم فطرکم من صیامکم و اما یوم الاضحے فکلوا فیہ من نسککم ابوبکر عن زیاد بن حدیر ما رأیت ادوم سواکاً ۔ د ہو صائم

ابوبکر قطبہ بن مالک سے کہ عمرؓ نے چند لوگوں کو دیکھا جنھوں نے مسجد میں اعتکاف کیا اور پردہ ڈال رکھا تھا تو اس کو برا سمجھا اور فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہم تو صرف اپنے کھانے پر پردہ ڈالتے ہیں۔ فرمایا تو پردہ ڈال لو اور جب کھا چکو تو اس کو ہٹا دو۔ ابوبکر زید بن وہب سے کہ ہم کو عمرؓ نے لکھ کر بھیجا کہ عورت روزۂ نفل نہ رکھے مگر اپنے شوہر کی اجازت سے۔ ابوبکر عوف بن مالک الاشجعی سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں روزہ رکھنا اور (اس کے ساتھ) مسکین کو کھانا کھلانا رمضان کے کسی دن کے روزے کے برابر ہو جاتے گا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اس شخص کے حق میں ہے جس نے رمضان کا روزہ نہ رکھا کسی عذر کی وجہ سے اور اس کی قضاء کو مؤخر کر دیا بغیر کسی عذر کے یہاں تک کہ دوسرا رمضان بھی گزر گیا۔ اور یہی مطلب امام شافعیؒ نے لیا۔ ابوبکر خرشہ بن الحر سے، کہا کہ میں نے عمرؓ کو رجب کے مہینہ میں لوگوں کے ہاتھوں پر (ہاتھ) مارتے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ انھوں نے اپنے ہاتھوں کو (کھانے کے) کونڈوں میں رکھ دیا اور فرما رہے تھے کہ کھاؤ یہ وہی مہینہ ہے جس کی تعظیم زمانۂ جاہلیت والے کیا کرتے تھے۔ ابوبکر ابو عبید مولےٰ بن ازہر سے، کہا کہ میں عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ عید میں موجود تھا۔ انھوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اور فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دو دنوں کے روزے سے منع کیا ہے۔ رہا یوم الفطر تو وہ تمہارا روزوں سے فارغ ہونے کے بعد کھانے کا دن ہے۔ رہا یوم الاضحےٰ تو اس دن میں اپنی قربانیوں میں سے کھاؤ۔ ابوبکر زیاد بن حدیر سے، میں نے روزہ دار ہونے کی حالت میں پیہم مسواک کرنے والا عمرؓ سے

من عمر بن الخطاب

کتاب الحج

ابو بکر عن شیخ قال عمر بن الخطاب من حج هذا البیت لا یرید غیره خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه، ابو بکر عن مجاهد بینما عمر جالس عند البیت اذ قدم رجال من العراق حجاجا فطافوا بالبیت وسعوا بین الصفا والمروة فدعاهم عمر فقال اانهز کم الیه غیره فقالوا لا فقال انقبتم قالوا نعم فقال ادبرتم قالوا نعم قال اما لا فاستانفوا العمل ابو بکر عن موسے بن سعید قال عمر تلقوا الحجاج والعمار والغزاة فلیدعوا لکم قبل ان یتدنسوا ابو بکر عن مجاهد قال عمر یغفر للحاج ولمن استغفر له الحاج بقیة ذی الحجة والمحرم وصفر وعشر من شهر ربیع الاول مالک عن سعید بن المسیب ان عمر ابن ابی سلمة استاذن عمر بن الخطاب ان یعتمر فی شوال فاذن له فاعتمر ثم قفل الی اهله ولم یحج البیهقی ان عمر بن الخطاب قال ان السبیل الزاد والراحلة ابو بکر عن نفیة بنت المحرر سمعت عمر بن الخطاب یقول احجوا هذه الذریة ولا تاکلوا ارزاقها و

زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔

کتاب الحج

ابو بکر ایک شیخ سے، کہا عمرؓ بن الخطاب نے کہ جس نے اس بیت کا حج کیا وہ اپنے گناہوں سے نکل کر ایسا ہو گیا جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ ابو بکر مجاہد سے، اس دوران میں کہ عمرؓ بیت اللہ کے نزدیک بیٹھے ہوتے تھے کہ کچھ لوگ عراق سے حج کرنے کے لئے آپہنچے تو انھوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تو ان کو عمرؓ نے بلایا اور فرمایا کہ کیا تم کو حج کی طرف اس کے علاوہ اور کسی کام نے آمادہ کیا ہے انھوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ تمہارے اونٹوں کے پاؤں گھس گئے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں پھر کہا کہ ان کی پشت بھی ماؤف ہوگئی؟ انھوں نے کہا کہ ہاں! فرمایا کہ اگر (آنے کی) اور کوئی وجہ نہیں تو اب نئے سرے سے عمل شروع کرو۔[1] ابو بکر موسیٰ بن سعید سے، کہا کہ عمرؓ نے فرمایا کہ تم حاجیوں، عمرہ کرنے والوں اور غازیوں سے ان کے گناہ میں ملوث ہونے سے پہلے جا ملو تاکہ وہ تمہارے لئے دعا کریں۔ ابو بکر مجاہد سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ حاجی کی مغفرت کردی جاتی ہے اور اس کی بھی جس کے لئے حاجی نے دعاء مغفرت کی بقیہ ایام ذی الحجہ اور محرم اور صفر اور دس تاریخ ماہ ربیع الاول تک۔ مالک سعید بن المسیب سے کہ عمر ابن ابی سلمہ نے عمرؓ بن الخطاب سے شوال میں عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دیدی تو انھوں نے عمرہ کیا۔ پھر اپنے اہل کے پاس واپس ہوتے اور حج نہیں کیا۔ بیہقی، کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ (آیہ من استطاع الیه سبیلا میں) سبیلا سے مراد زاد اور راحلہ ہے۔ ابو بکر نفیہ بنت محرر سے کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس ذریہ کو حج کراؤ اور ان کے اموال نہ کھا جاؤ اس حال میں

[1] یعنے تمہارے پچھلے برے اعمال سب بخش دیئے گئے، اب نئے سرے سے عمل شروع کرو ۱۲

تدعوا ازرباتہا فی اعناقہا۔ قیل الذریۃ ہٰہنا النساء۔ البغوی روی ان عمر اذن ازواج النبی صلے اللہ علیہ و سلم فی آخر حجۃ حجہا فبعث معہن عثمان بن عفان و عبدالرحمٰن قلت اختلفوا فی المرأۃ اتخرج من غیر محرم فاحتج الشافعی بہذا علی انہ یجوز خروجہا من غیر محرم اذا کان معہا نسوۃ ثقات و للنفاۃ ان یقولوا فی الاثر انہ جعل معہن عثمان و عبدالرحمٰن بمعنی محافظتہن وتوقیرہن وان کان معہن محارمہن واللہ اعلم البخاری عن ابن عمر لما فتح ہذان المصران اتوا عمر فقالوا یا امیر المؤمنین ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حد لاہل نجد قرنا و ہو جور عن طریقنا وانا ان اردنا قرنا شق علینا قال فانظروا حذوہا من طریقکم فحد لہم ذات عرق ابوبکر عن الحسن ان عمران بن حصین احرم من البصرۃ فقدم علی عمر فاغلظ لہ فقال یتحدث الناس ان رجلا من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم احرم من الامصار

دبس) ان کے اموال کی رسیاں ہی ان کی گردنوں میں ڈالنے کے لئے باقی چھوڑو۔ کہاگیا کہ یہاں ذریۃ سے مراد عورتیں ہیں۔ بغوی نے روایت کیا کہ عمرؓ نے ازواجِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس آخری حج میں جو انھوں نے کیا تھا حج کی اجازت دی اور اُن کے ساتھ عثمانؓ بن عفان اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو بھیجا۔ میں کہتا ہوں کہ عورت کے بارے میں اختلاف واقع ہوا کہ کیا وہ بغیر محرم کے سفر کرلے تو اس اثر سے امام شافعیؒ نے اس امر پر حجت پکڑی ہے کہ عورت کا سفر کرنا بغیر محرم کے جائز ہے جب کہ اس کے ہمراہ بہت سی ثقہ عورتیں ہوں۔ اور اس امر کی نفی کرنے والوں کے لئے اس اثر کے بارے میں یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ عمرؓ نے ازواجِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عثمانؓ اور عبدالرحمٰنؓ کو اُن کی حفاظت اور اُن کی توقیر کے لئے بھیجا تھا اگرچہ اُن کے ساتھ اُن کے محارم بھی موجود تھے، واللہ اعلم۔ بخاری ابن عمرؓ سے، جب یہ دونوں شہر[1] فتح کرلئے گئے تو لوگ عمرؓ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نجد کے لئے "قرن" کو حد قرار دیا ہے اور وہ ہمارے راستہ سے دور ہٹا ہوا ہے اور اگر ہم لوگ قرن پہنچنے کا ارادہ کریں (اپنے سیدھے راستہ کو چھوڑ کر) تو ہم پر مشقت آپڑتی ہے (کہ سفر طویل کرنا پڑے گا) فرمایا کہ اپنے راستہ میں قرن کا محاذی مقام دیکھ لو۔ تو آپ نے اُن کے لئے "ذاتِ عرق" کو حد قرار دیدیا۔ ابوبکر حسن سے کہ عمرانؓ بن حصین نے بصرہ سے احرام باندھا۔ جب عمرؓ سے ملے تو انھوں نے ان پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ لوگ باہم یہ گفتگو کریں گے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے شہروں سے احرام باندھا ہے (اور سمجھیں گے کہ اس میں کوئی کراہت نہیں بلکہ

[1] یعنی بصرہ اور کوفہ۔

ابو بکر عن مسلم بن سلمان انّ رجلاً
احرم من الکوفۃ فرآہ عمر سیّیٔ الھیئۃ
فاخذ بہ وجعل یدور بہ فی الحلق و
یقول انظروا الیٰ ما صنع ھذا بنفسہ
وقد وسّع اللہ علیہ قلت معناہ
الکراھیۃ للمقتدیٰ ولمن خیف
علیہ ان یفوت حقوق الاحرام
ابو بکر عن زید بن اسلم عن ابیہ
انّ عمر وجد ریح طیب و
ھو بذی الحلیفۃ فقال ممّن ھٰذا
فقال معاویۃ منّی فقال
منک لعمری قال یا امیر
المؤمنین لا تعجل علیّ فانّ
امّ حبیبۃ طیّبتنی و اقسمت
علیّ قال و انا اقسم علیک
لترجعنّ الیھا و لتغسلنّہ
عنک کما طیّبتک قال فرجع
الیھا حتّٰی لحقھم ببعض الطریق
ابو بکر عن ابن عمر وجد عمر بن
الخطاب ریحًا عند الاحرام
فتوعّد صاحبھا فرجع معاویۃ
فالقٰی ملحفۃ [چادر بود ۱۲] کانت علیہ
یعنی مطیّبۃ

افضل ہے) ابو بکر مسلم بن سلمان سے کہ ایک شخص نے کوفہ سے
احرام باندھ لیا تھا۔ تو عمر رضؓ نے اس کو بُری ہیئت میں دیکھ لیا
تو اُس کو پکڑا اور بہت سے حلقوں میں اس کو گھماتے پھرے
اور یہ کہتے جاتے تھے کہ دیکھو اس شخص نے اپنے نفس کے
ساتھ کیا سلوک کیا حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اس پر توسّع فرمایا
تھا (کہ میقات سے احرام باندھتا تو اس کی ایسی بُری ہیئت نہ
بنتی)۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ مُقتدا کے لئے
کراہیت ہے (اس وجہ سے عمران رضؓ بن حصین کو تنبیہ کی) اور
ایسے شخص کے لئے (کراہیت ہے) جس سے یہ اندیشہ ہو کہ وہ
احرام کے حقوق کو پورا نہ کرے گا۔ ابو بکر زید بن اسلم سے
وہ اپنے باپ اسلم سے کہ عمر رضؓ نے جب کہ وہ ذوالحلیفہ میں تھے
عطر کی خوشبو محسوس کی تو فرمایا کہ کس شخص سے یہ خوشبو
آرہی ہے؟ تو معاویہ رضؓ نے کہا کہ مجھ سے۔ تو آپ نے فرمایا کہ
ہاں والله تجھ سے؟ تو معاویہ رضؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رضؓ
مجھ پر رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کیجئے۔ حقیقت یہ ہے کہ
اُمّ حبیبہ رضؓ نے (جو ازواجِ مطہرات رضؓ میں سے تھیں اور معاویہ رضؓ
کی بہن تھیں) میرے عطر مَل دیا اور مجھے قسم دی (کہ مَلوا ؤں
تو میں مجبور ہو گیا) تو آپ نے فرمایا کہ اب میں تجھے قسم
دیدیتا ہوں کہ اب تو اُمّ حبیبہ رضؓ کے پاس واپس جا تاکہ وہی
خود اس عطر کو تجھ پر سے دھوئے جس طرح اُس نے تجھ پر
مَلا تھا۔ (اسلم رحؒ نے) کہا کہ پھر معاویہ رضؓ اُمّ حبیبہ رضؓ کے پاس واپس ہوئے
پھر لوگوں سے راستہ کے ایک حصّہ پر آکر ملے۔ ابو بکر ابن عمر رضؓ
سے، عمر رضؓ بن الخطاب نے احرام کے وقت خوشبو محسوس کی
تو خوشبو والے کو دھمکایا۔ تو معاویہ رضؓ واپس ہوئے اور جس
کپڑے میں وہ لپٹے ہوتے تھے اُس کو اتار ڈالا یعنی وہ خوشبو لگا ہوا تھا

قلتُ لم یأخذ بھذا اہل الفقہ لما صحّ
عندہم من حدیث عائشۃ کأنی
انظر الی وبیص الطیب فی مفرق
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد
ثلٰث من احرامہ اخرجہ الشیخان قلتُ
والاوجہ ان یقال استدامۃ الطیب
علی البدن یجوز لان الدرن یکدرہ
وعلی الثوب لا یجوز لان الطیب یبقٰی
فی الثوب کما کان اوّل حالہ۔ ابو بکر
عن المسور بن مخرمۃ کانت تلبیۃ عمر
لبیک اللّٰہم لبیک لاشریک لک
لبیک ان الحمد والنعمۃ لک و
الملک لاشریک لک لبیک مرغوبا و
مرہوبا الیک لبیک ذا النعماء والفضل
الحسن ابو بکر عن القاسم قال عمر یا
اہل مکۃ مالی اراکم مدہنین والحاج
شعثا غبرا اذا رأیتم ہلال ذی
الحجۃ فاہلوا ابو بکر عن عطاء قدم
عمر مکۃ فطاف سبعا ثم سعی
ثم حل فمکث اربعا او خمسا ثم
اہل بالحج فی العشر ثم
جاء مرۃ اخری فاقام
حلالا حتی اذا کان یوم
الترویۃ اہل بالحج حین
انبعث بہ بعیرہ

میں کہتا ہوں کہ اس کو اہل فقہ نے نہیں لیا۔ کیونکہ عائشہؓ کی
یہ حدیث ان کے نزدیک زیادہ صحیح ہے کہ "گویا میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں آپؐ کے احرام سے تین دن
گذرنے کے بعد خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں"۔ اس کو شیخینؒ
نے روایت کیا۔ میں کہتا ہوں کہ مناسب توجیہ یہ ہے کہ یہ کہا جائے
کہ بدن پر خوشبو کا لگا ہوا چھوڑ دینا جائز ہے کیونکہ میل
کچیل اس کو خراب کر دیتا ہے اور کپڑے پر جائز نہیں کیونکہ
خوشبو کپڑے پر اپنی حالتِ اوّل پر جیسی ہوتی ہے باقی رہتی
ہے۔ ابو بکر مسور بن مخرمہ سے، کہ عمرؓ کا تلبیہ یہ تھا لبیک
اللّٰہم لبیک الخ (ترجمہ) میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں یا
اللہ میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک
نہیں میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، بیشک تمام نعمتیں
آپ کے پاس ہیں اور مالکِ حقیقی آپ ہی ہیں۔ کوئی آپ کا
شریک نہیں، میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، آپ کی
(رحمت کی) طرف مرغوب اور (آپ کے غضب سے) خوفزدہ
ہو کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اے وسیع کرم اور عمدہ فضل
والے۔ ابو بکر قاسم سے، عمرؓ نے فرمایا کہ اے اہل مکہ کیا بات
ہے کہ میں تم کو چکنے چپڑے دیکھتا ہوں حالانکہ حاجیوں کو بکھرے
بال غبار آلود ہونا چاہیے۔ جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو
تو تمہیں احرام باندھ لینا چاہیے۔ ابو بکر عطاء سے، عمرؓ مکہ
میں آئے تو انھوں نے سات مرتبہ طواف کیا پھر سعی کی پھر حلال
ہو گئے۔ پھر ٹھہرے چار یا پانچ دن۔ پھر دسویں کو حج کا
احرام باندھا۔ پھر ایک اور دفعہ مکہ میں آتے تو حلال رہ کر مقیم
رہے یہاں تک کہ جب یوم الترویۃ آگیا (یعنی آٹھویں ذی الحجہ)
تو حج کا احرام باندھا جب کہ ان کا اونٹ ان کو لے کر اٹھ رہا

منطلقًا الٰی منٰی قلتُ وجہ الجمع ان الاوّل استحبابٌ لحاضری مکّۃَ خاصۃً ابوبکر عن محمد بن سیرین اَفُرد اصحابُ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم الحجَ بعدہ و ہُم کانُوا لِلسنّۃِ اشدَّ اتباعًا ابوبکر و عمر وعثمان ابوبکر عن الاَسود اَنَّ ابابکر وعمر رض جرّدا ابوبکر عن ابی وائل خرجنا حُجّاجًا ومعنا الصبی بن مَعْبد فاَحرمَ للحج (الحج من العمرۃ ۱۲) فقدِمنا الی عمر فذُکر ذلکَ لہ فقالَ ہُدِیتَ لسُنّۃ نبیّکَ صلی اللہ علیہ وسلّم ابوبکر عن طاؤس عن ابنِ عبّاسٍ تمتّع رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وابوبکر وعُمر وعثمانُ واوّلُ مَن نہٰی عنہا معاویۃُ ابوبکر عن ابن عباس سمعتُ عمر یقولُ لواعتمرتَ ثم اعتمرتَ ثم اعتمرتَ ثمّ حججتَ لتمتّعتَ ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن عمر بن الخطاب انّہ انّما نہٰی عن الاِفراد فامّا القِرانُ فلاَ قال محمد یَعنی بقولہٖ نہٰی عن الاِفرادِ اِفرادَ العمرۃ احمد بن حنبل عن ابی سعید خطب عمر الناس فقالَ ان اللہ عزّ وجلَّ رخّص لنبیّہٖ ماشآءَ وان نبیّ اللہِ قد مضٰی لسبیلہ فاَتمّوا الحجّ والعُمرۃَ لِلّٰہ کما اَمرکُم اللہ عزّ وجلّ

اور منٰی کی طرف چل رہا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ جمع کی صورت یہ ہے کہ پہلا حکم (کہ جب ذی الحجّہ کا چاند دیکھ لو تو احرام باندھ لو) استحباب ہے جو حاضرینِ مکّہ کے ساتھ خاص ہے۔ ابوبکر ابن سیرین سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے اصحاب ابوبکر رض اور عمر رض اور عثمان رض نے حج کا اِفراد کیا ہے اور یہ سب سُنّت کا سختی کے ساتھ اتباع کرنے والے تھے۔ ابوبکر اسود سے کہ ابوبکر رض و عمر رض نے حج کو عمرے سے الگ ادا کیا۔ ابوبکر ابی وائل سے، ہم حج کرنے کے لئے نکلے اور صبی بن معبد ہمارے ساتھ تھے تو اُنھوں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا پھر ہم عمر رض کی طرف آئے تو اُن سے اس کا ذکر کیا گیا تو اُنھوں نے (ابن معبد سے) کہا کہ تم کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی طرف ہدایت کی گئی ہے۔ ابوبکر طاؤس سے وہ ابنِ عباس رض سے کہ تمتّع [عـه] کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ابوبکر رض نے اور عمر رض اور عثمان رض نے اور سب سے پہلے جس شخص نے اُس سے روکا وہ معاویہ رض ہیں۔ ابوبکر ابنِ عباس رض سے، میں نے عمر رض سے سُنا کہ یہ فرمارہے تھے کہ اگر تو نے عمرہ کیا، پھر عمرہ کیا، پھر عمرہ کیا، پھر حج کیا تو تو نے یقیناً تمتّع کیا۔ ابوحنیفہ رح حماد سے وہ ابراہیم سے، عمر بن الخطاب سے کہ اُنھوں نے اِفراد سے روکا ہے۔ رہا قران تو اس سے منع نہیں کیا۔ محمد رح نے کہا کہ عمر رض کے اِفراد سے منع کرنے کے یہ معنے ہیں کہ اِفرادِ عُمرہ سے منع کیا۔ احمد بن حنبل رح ابوسعید رض سے کہ عمر رض نے لوگوں کو خطبہ دیا جس میں کہا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی ؐ کو جس امر کی اُس نے چاہا رخصت دی اور اللہ تعالےٰ کے نبی ؐ اپنی راہ سے گزر گئے۔ اب تم حج اور عُمرہ کو اللہ کے لئے اسی طرح پورا کرو جس طرح اللہ عزّ وجلّ نے تم کو حکم دیا ہے۔

عـه اس روایت میں تمتّع سے یہ مراد ہے کہ اوّل آپ نے حج مفرد کا احرام باندھا۔ پھر عُمرے کو بھی اُس میں شامل کر لیا ۱۲ مترجم

احمد بن حنبل رح عن جابر بن عبداللہ تمتعنا
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و مع
ابی بکر فلما ولی عمر بن الخطاب خطب
الناس فقال ان القرآن ہو القرآن و
ان رسول اللہ ہو الرسول کانتا متعتان علی
عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدہما
متعۃ الحج و الاخرٰی متعۃ النساء
معناہ لیستا بعدہ مالک و ابوبکر عن ابن
عمر قال عمر افصلوا بین حجکم و عمرتکم
فان ذلک اتم لحج احدکم و اتم لعمرتہ
ان یعتمر فی غیر اشہر الحج قلت و
ہذا اشد المواضع التی اختلف فیہا علی
عمر و الاوجہ عندی ان کل کلام لہ
محمل و کان عمر یختار الافراد و یرخص
فی التمتع و القران اما قول ابن عباس
تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
و ابوبکر و عمر فمعناہ تقدیم طواف القدوم
قبل طواف الافاضۃ و جعل
السعی عقیب طواف القدوم و اما
قولہ رخص لنبیہ ما شاء فہو فسخ
الحج بالعمرۃ فذلک خاص بزمان
النبوۃ اراد بذلک النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ہدم مذہب الجاہلیۃ
من قولہم العمرۃ فی اشہر الحج

احمد بن حنبلؒ جابر بن عبداللہ رضؓ سے کہا کہ ہم نے تمتع کیا رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکر رضؓ کے ساتھ پھر
جب خلیفہ ہوئے عمر رضؓ بن الخطاب تو اُنھوں نے لوگوں کو
خطبہ دیا اور فرمایا کہ بیشک قرآن (ہمیشہ کے لئے) وہی قرآن
ہے اور اللہ کے رسولؐ وہی رسول ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں دو متعے تھے ایک متعۂ حج اور دوسرا
عورتوں سے متعہ کرنا۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ یہ دونوں آپؐ کے
بعد باقی نہیں رہے۔ مالکؒ اور ابوبکر ابن عمر رضؓ سے، کہا عمر رضؓ نے
کہ فصل کرو اپنے حج اور عمرے کے درمیان کیونکہ یہ بات (یعنی
فصل کرنا) تم میں کے ہر شخص کے حج کو پورا کرنے والی ہے اور
اس کے عمرے کو پورا کرنے والی یہ بات ہے کہ حج کے مہینوں کے
علاوہ دوسرے مہینوں میں عمرہ کرے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اُن
سخت موقعوں میں سے ہے جن میں عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف
کیا گیا ہے اور بہتر توجیہ میرے نزدیک یہ ہے کہ ہر کلام کا
ایک محمل ہوتا ہے اور (اس کلام کا محمل یہ ہے کہ) عمر رضؓ افراد
(صرف حج کرنا) کو پسند کرتے تھے اور تمتع اور قران میں
رخصت دیتے تھے۔ رہا قول ابن عباسؓ کا کہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ نے تمتع کیا ہے تو اس کے
معنے ہیں طوافِ ع۵ افاضہ سے پہلے طوافِ قدوم کرنا اور طواف
قدوم کے بعد سعی کرنا۔ رہا اُن کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ
کو جس امر کی چاہا رخصت دی تو اس سے مراد ہے عمرہ سے
حج کو فسخ کر دینا، تو یہ خاص ہے زمانۂ نبوت سے۔ ایسا کرنے
سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مذہب جاہلیت کی بیخ کنی کا
ارادہ فرمایا تھا یعنی اُن کے اس قول کا کہ حج کے مہینوں میں

ع۵ طوافِ افاضہ وہ طواف ہے جو منیٰ سے آکر کیا جاتا ہے اور بعد طواف پھر منے کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ طوافِ قدوم وہ طواف ہے جو حاضری بیت اللہ کے متصل کیا جاتا ہے ۱۲ مترجم

من اَفجَرِ الفجورِ و اَمّا الاِفرادُ الّذی نہیٰ
عنہ فہو ترکُ طوافِ القُدومِ آبو بکر
عن ابراہیم امر عُمرُ بن الخطّاب صبیّ بن
معبد حیثُ قرن اَن یذبح کبشاً۔ آبو بکر عن
ابن عمر قال عمر اذا اعتمر فی اشہر الحجّ
ثم اقامَ فہو متمتع فاِن رجع فلیس بمتمتّعٍ
آبو بکر عن یحیٰی بن الجزّار سُئِلَ عمر عن
العمرۃ و ہو بمکّۃ من ایّ موضعٍ اعتمر فقال
ایتِ علیّ بن اَبی طالب فسَلْہُ فقالَ
علیؓ حیث اَبدأتَ یعنی من میقاتِ اَرضِہٖ
قال فاتی عمر فاَخبرَہٗ فقالَ ما اَجدُ
لکَ اِلّا ما قالَ علیٌّ بن ابی طالب
آبو بکر سُئِلَ عمر عن العُمرۃ بعد
الحجِ فقالَ ہی خیرٌ من لا شئی
قلتُ معناہ انّ العمرۃَ من
المیقاتِ افضلُ بکثیرٍ من العمرۃ من
التنعیم ونحوہ والعمرۃُ فی غیرِ اَشہُرِ الحجّ
افضلُ بکثیر من العُمرۃ فی اَشہر الحجّ
آبو بکر عن وہب بن الاجدع سمع
عمر یقولُ اذا قدم الرجلُ حاجًّا فلیطُفْ
بالبیتِ سبعًا ثمّ یُصلّی عند المقام رکعتین
الشّافعی عن حنظلۃ بن طاؤس سمعتُ
عُمر یقولُ اَقِلّوا الکلام فی
الطوافِ فاِنّما انتُم فی صلوٰۃٍ الشّافعی
عن عبد اللّٰہ ابی یزید

عُمرہ کرنا سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے اور رہا وہ افراد جس سے منع کیا ہے تو وہ طوافِ قدوم کا چھوڑنا ہے۔ آبو بکر ابراہیم سے، عمرؓ بن الخطاب نے صبی بن معبد کو جب انھوں نے قران کیا تو یہ حکم دیا کہ وہ مینڈھا ذبح کریں۔ آبو بکر ابن عمرؓ سے، عمرؓ نے کہا کہ جب کوئی حج کے مہینوں میں عمرہ کرکے مقیم رہا تو وہ متمتع ہے اور اگر لوٹ گیا تو وہ متمتّع نہیں۔ آبو بکر یحییٰ بن الجزّار سے، کہ عمرؓ سے جب کہ وہ مکّہ میں تھے عُمرے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کس موقع سے عمرہ کروں؟ تو اُنھوں نے کہا کہ علیؓ بن ابی طالب کے پاس جاکر اُن سے پوچھو تو علیؓ نے کہا کہ جہاں سے تُو نے اس کو شروع کیا ہے۔ آپ یہ مُراد لے رہے تھے کہ اپنی سرزمین کے میقات سے۔ کہا کہ پھر وہ شخص عمرؓ کے پاس آیا اور آپ کو اس جواب کی خبر دی تو اُنھوں نے کہا کہ بجُز اس جواب کے جو علی بن ابی طالبؓ نے دیا میرے نزدیک بھی اور کوئی جواب نہیں ہے۔ آبو بکر، عمرؓ سے اُس عمرے کے بارے میں پوچھا گیا جو بعد حج کے کیا جاتے تو اُنھوں نے کہا کہ نہ کرنے سے بہتر ہے۔ ... میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ عُمرہ کرنا میقات سے اُن بہت سے عمروں سے افضل ہے جو تنعیم وغیرہ سے کئے جائیں اور عُمرہ حج کے مہینوں کے سوا دیگر ایّام میں ان بہت سے عمروں سے افضل ہے جو ایّامِ حج میں کئے جائیں۔ آبو بکر وہب بن الاجدع سے کہ اُنھوں نے عمرؓ سے سُنا کہ فرما رہے تھے کہ جب کوئی حج کے ارادہ سے آتے تو اس کو چاہیئے کہ بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرے پھر مقام (ابراہیم) کے قریب دو رکعت نماز پڑھے۔ شافعیؒ حنظلہ بن طاؤس سے، میں نے عمرؓ سے سُنا کہ فرما رہے تھے کہ طواف میں کلام کم کرو کہ درحقیقت تم نماز میں ہو۔ شافعیؒ عبداللہ ابی یزید سے

عن ابیہ سأل عمر شیخاً من بنی زہرۃ فقال اخبرنی عن بناء البیت فقال ان قریشاً کانت تقول بناء البیت فعجزوا فترکوا بعضہا فی الحجر فقال لہ عمر صدق ابو بکر عن عبداللہ بن عامر بن ربیعۃ ان عمر بن الخطاب رمل ما بین الحجر الی الحجر احمد بن حنبل عن زید بن اسلم عن ابیہ قال قال عمر فیما الرملان والکشف عن المناکب و قد اطأ اللہ الاسلام و نفی الکفر و اہلہ و مع ذلک لا ندع شیئاً کنا نفعل علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر عن سوید بن غفلۃ ان عمر التزم الحجر و قبلہ ابو بکر عن عابس بن ربیعۃ استلم عمر الحجر وقبلہ وقال لولا انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلک ما قبلتک ابو بکر عن یعلی بن امیۃ قال لی عمر اما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یستلم منہا الا الحجر قلت بلی قال فما لک بہ اسوۃ حسنۃ قلت بلی ابو بکر عن وہب بن الاجدع انہ سمع عمر یقول

ان کے باپ سے کہ عمرؓ نے بنی زہرہ کے ایک بوڑھے سے سوال کیا اُس سے کہا کہ مجھے بیت اللہ کی (موجودہ) عمارت کا حال بتاؤ تو اُس نے کہا کہ قریش بیت کی تعمیر کر رہے تھے۔ پھر عاجز ہو گئے اور اس کے ایک حصہ کو جو حجر (یعنی حطیم) میں ہے چھوڑ دیا تو اس سے عمرؓ نے کہا کہ سچ کہا۔ ابو بکر عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے رمل کیا حجر سے حجر تک (یعنی صفا اور مروہ کے درمیان)۔ احمد بن حنبلؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ دونوں رمل اور مونڈھوں کا کھولنا کس لئے ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو مستحکم کر دیا اور کفر اور اہلِ کفر کو دھکیل دیا (تو اب سینہ تان کر قوت کا مظاہرہ کرنے کا موقع باقی نہیں رہا) اس کے باوجود ہم کسی ایسی چیز کو نہیں چھوڑتے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کیا کرتے تھے۔ ابو بکر سوید بن غفلہ سے کہ عمرؓ حجر کو لپٹے اور اس کو بوسہ دیا۔ ابو بکر عابس بن ربیعہ سے کہ عمرؓ نے استلام حجر کیا اور اس کو بوسہ دیا اور کہا کہ اگر میں رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔ ابو بکر یعلے بن اُمیہ سے عمرؓ نے کہا کہ کیا تو نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپؐ نے بجز حجر کے اس میں سے کسی کا استلام نہیں کیا۔ میں نے کہا کہ بیشک! کہا کہ کیا پھر تیرے لئے یہ اچھی پیروی کرنے کے قابل بات نہیں؟ میں نے کہا کہ بیشک۔ ابو بکر وہب بن الاجدع سے کہ اُنھوں نے سُنا عمرؓ سے کہ آپ فرماتے تھے کہ

ع۹ یعنی اس کو سلام کیا چوم کر یا ہاتھ لگا کر۔ یمن والے حجر کو مُحَیّاً کہا کرتے کیونکہ لوگ اس کو تحیۃ یعنی سلام کرتے بعضوں نے استلام کو کہا کہ وہ سِلام بکسر سین سے نکلا ہے جو جمع ہے سَلِمَۃ کی یعنی پتھر۔ عرب کہتے ہیں استلم الحجر پتھر کو چھوا اور اس کو ہاتھ لگایا کان ابن الزبیر یستلم کلھن عبداللہ بن زبیرؓ کعبہ کے چاروں کونوں کو ہاتھ لگاتے (چومتے) کیونکہ انھوں نے کعبہ کو گرا کر حضرت ابراہیمؑ کے پایوں پر اُٹھا دیا تھا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا تھا ۱۲ لغات الحدیث

يبدأ بالصفا ويستقبل البيت ثم يكبر
سبع تكبيرات بين كل تكبيرتين حمد الله
وصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم
ومسئلة لنفسه وعلى المروة مثل
ذلك آبوبكر عن بكر سعيت مع عمر
في بطن المسيل آبوبكر عن ابن سابط ان
عمر كان يجعل الذي كانه مبرك البعير
على فخذه الايمن يعني (الموضع) في المروة
آبوبكر عن هشام بن عروة عن ابيه
ان عمر كان يلبي على الصفا والمروة
يشتد صوته ويعرف صوته بالليل
ولا يُرى وجهه آبوبكر عن عروة ان
ابابكر وعمر كانا يقدمان وهما مهلان بالحج
فلا يحل منهما حرام الى يوم النحر آبوبكر
عن علقمة والاسود عن عمر انه جمع
بين الظهر والعصر بعرفات ثم وقف
آبوبكر عن الاسود عن عمر انه صلاهما بجمع
آبوبكر عن ابي عثمان النهدي انه
صلى مع عمر المغرب دون جمع
قلت فالاول هو الافضل المختار
والثاني بيان ان لو ترك رجل الجمع
وصلى كل صلوٰة في وقتها المعهود
جاز آبوبكر عن ابن ابي نجيح عن
ابيه سُئل ابن عمر عن صوم
يوم عرفة فقال حججت مع

شروع کی جاتی (سعی) صفا سے اور بیت اللہ کی طرف منہ کیا جاتے
پھر سات مرتبہ تکبیرات کہی جاتیں۔ ہر دو تکبیر کے درمیان اللہ
کی حمد اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جاتے اور اپنی
ذات کے لئے دُعا کی جاتے اور مروہ پر بھی ایسا ہی کیا جاتے۔
آبوبکر بکر سے، مَیں نے عمرؓ کے ساتھ بطنِ مسیل میں سعی کی۔
آبوبکر ابنِ سابط سے کہ عمرؓ اس جگہ کو جو اونٹ کے سینہ کی مانند
ہے اپنی داتیں ران پر رکھتے تھے یعنی مروہ میں۔ آبوبکر ہشام
ابن عروہ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ تلبیہ کیا کرتے (یعنی لبیک
کہا کرتے) تھے صفا اور مروہ پر اور اُن کی آواز سخت ہوتی
تھی اور رات میں اُن کی آواز پہچانی جاتی تھی اور صورت
نظر نہیں آتی تھی۔ آبوبکر عروہ سے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں قدوم
کیا کرتے اس حال میں کہ حج کا احرام باندھے ہوتے
تھے۔ تو ان دونوں سے کوئی حرام (یعنی وہ کام جو محرم کے لئے
ممنوع ہے) حلال نہیں ہوتا تھا یوم نحر تک۔ آبوبکر علقمہ اور
اسود سے، کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ظہر و عصر کو جمع کیا عرفات میں
پھر وقوف کیا (یعنی ٹھہرے)۔ آبوبکر اسود سے کہ عمرؓ نے
دونوں نمازوں کو مزدلفہ میں پڑھا جمع کے ساتھ۔ آبوبکر عثمان
نہدی سے کہ انھوں نے عمرؓ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی
بغیر جمع کے (یعنی عشاء کے ساتھ جمع نہیں کیا) میں کہتا ہوں
کہ پہلی صورت (یعنی جمع) وہ افضل اور پسندیدہ ہے اور
دوسری (یعنی جمع نہ کرنا) اس بات کا بیان ہے کہ اگر کسی شخص
نے جمع کو ترک کر دیا اور ہر نماز کو اپنے وقتِ معہود میں پڑھ
لیا تو جائز ہے۔ آبوبکر ابنِ ابی نجیح سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے
باپ سے کہ ابنِ عمرؓ سے سوال کیا گیا یوم عرفہ کے روزے کے
بارے میں تو انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

النبی صلے اللہ علیہ وسلم فلم یصمہ وحججت مع ابی بکر فلم یصمہ وحججت مع عمر فلم یصمہ وحججت مع عثمان فلم یصمہ و انا لا اصومہ ولا آمر بہ ولا انہی عنہ
احمد بن حنبل عن عمرو بن میمون صلے بنا عمر بن الخطاب بجمع الصبح ثم وقف و قال ان المشرکین کانوا لا یفیضون حتے تطلع الشمس و ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خالفہم ثم افاض قبل ان تطلع الشمس
مالک عن عبداللہ بن دینار عن ابن عمر ان عمر خطب الناس بعرفۃ و علمہم امر الحج فقال لہم فیما قال اذا جئتم منیٰ فمن رمی الجمرۃ فقد حل لہ ما حرم علے الحاج الا النساء و الطیب لایمس احد نساء و لا طیبا حتے یطوف بالبیت مالک فی روایۃ اخرٰے مثلہ الا انہ قال من رمے الجمرۃ و حلق او قصر و نحر ہدیا ان کان معہ فقد حل الحدیث
قلت ترک الفقہاء قولہ و الطیب لما صح عندہم من حدیث عائشۃ وغیرہا ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم تطیب قبل طواف الافاضۃ
ابو بکر عن ابن اسحٰق سئل عکرمۃ

حج کیا تو آپ نے یہ روزہ نہیں رکھا اور میں نے ابو بکرؓ کے ساتھ حج کیا تو انھوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا اور میں نے عمرؓ کے ساتھ حج کیا تو انھوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا اور میں نے عثمانؓ کے ساتھ حج کیا انھوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا اور میں خود روزہ نہیں رکھتا اور نہ اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے منع کرتا ہوں۔ احمد بن حنبلؒ عمرو بن میمون سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے ہم کو جماعت کے ساتھ صبح کی نماز پڑھائی پھر وقفہ کیا اور فرمایا کہ مشرکین نہیں روانہ ہوا کرتے تھے جب تک آفتاب طلوع نہ ہو جاتے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف کیا ہے۔ پھر (عمرؓ) آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے ہی روانہ ہو گئے۔ مالک عبداللہ بن دینار سے وہ ابن عمرؓ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عرفہ میں لوگوں کو خطبہ دیا اور ان کو حج کے امور کی تعلیم دی تو منجملہ اور ارشادات کے انھوں نے یہ بھی کہا کہ جب تم منیٰ میں آجاؤ تو جس نے رمی جمرہ کر لی تو اس کے لئے وہ کام حلال ہو گئے جو حُجاج پر حرام ہوتے ہیں بجز عورتوں کے اور خوشبو کے۔ کوئی شخص نہ عورتوں کو چھوتے اور نہ خوشبو کو یہاں تک کہ بیت اللہ کا طواف کر لے۔ مالکؒ ایک دوسری روایت میں اسی کے مثل روایت کرتے ہیں بجز اس کے کہ انھوں نے کہا کہ جو رمی جمرہ کر لے اور حلق یا قصر کر لے (یعنی سر منڈوا لے یا بال کٹوا لے) اور ہدی کی قربانی کر لے اگر اس کے ساتھ ہو تو وہ حلال ہو گیا، آخر حدیث تک۔ میں کہتا ہوں کہ فقہاء نے قول والطیب (یعنی خوشبو کو نہ چھوتے) پر عمل ترک کر دیا کیونکہ ان کے نزدیک حدیث عائشہؓ وغیرہا سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے طواف افاضہ سے پہلے خوشبو لگائی ہے۔ ابو بکر ابن اسحٰق سے کہ عکرمہ سے

عن الاہلال متیٰ ینقطع فقال اہلّ رسول اللہ صلے اللہ (التلبیۃ ۱۲) علیہ وسلم حتے رمی الجمرۃ وابوبکر و عمر آبوبکر عن ابراہیم کان عمر یحج فلا یذبح شیئاً حتے یرجع آبوبکر عن عمرو بن میمون حججتُ مع عمر سنتین احدہما فی السنۃ التی اُصیبَ فیہا کل ذلک یرمی جمرۃ العقبۃ من بطن الوادی (زخم رسید باو ۱۲) آبوبکر عن الاسود رأیتُ عمر بن الخطاب یرمی جمرۃ العقبۃ من فوقہا قیل معناہ یرمی اعلے شیء فیہا. والاوجہ عندی ان الاول للاستحباب والثانی للجواز. مالک عن نافع عن ابن عمر انّ عمر قال من ضفر فلیحلق ولا تشبّہوا بالتلبید مالک عن سعید بن المسیب قال عمر من عقص (تاب دہد ۱۲) رأسہ او ضفر او لبّد فقد وجب علیہ الحلاق مالک عن نافع عن ابن عمر انّ عمر بن الخطاب قال لا یبیتنّ احدٌ من الحاجّ لیالی من وراء العقبۃ مالک عن نافع زعموا انّ عُمر بن الخطاب کان یبعث رجالاً یدخلون الناس وراء العقبۃ آبوبکر عن جعفر عن ابیہ انّ النبی صلے اللہ علیہ وسلم وابابکر و عمر کانوا یمشون الی الجمار (پیادہ می رفتند ۱۲) آبوبکر عن السائب رأیتُ

سوال کیا گیا اِہلال (یعنی تلبیہ) کے بارے میں کہ کب منقطع کیا جاتے۔ تو اُنھوں نے کہا کہ تلبیہ کہتے رہے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمی جمرہ تک اور ابوبکرؓ و عمرؓ۔ آبوبکر ابراہیم سے کہ عمرؓ حج کیا کرتے تھے اور واپس آنے تک کچھ ذبح نہیں کیا کرتے تھے۔ آبوبکر عمرو بن میمون سے کہ مَیں نے عمرؓ کے ساتھ دو سال حج کیا ان میں سے ایک سال وہ تھا جس میں اُن پر زخم لگایا گیا تھا۔ ہر سال میں اُنھوں نے جمرۂ عقبہ کی رمی کی بطنِ وادی سے۔ آبوبکر اسود سے کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب کو جمرۂ عقبہ کی رمی کرتے ہوتے دیکھا اُس کے اُوپر سے۔ کہا گیا کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ رمی کر رہے تھے اُسکی بلند جگہ پر (سے)۔ آور میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ پہلا عمل اِستحباب کے لئے ہے اور دُوسرا جواز کے لئے۔ مالکؒ نافع سے وہ ابنِ عمرؓ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص بالوں کو گوندھے ہوتے ہو اس کو چاہیئے کہ مُنڈوائے اور تم اہلِ تلبید کی مشابہت نہ کرو۔ مالکؒ سعید بن المسیب سے، عمرؓ نے فرمایا کہ جس نے سر کا جوڑا باندھا یا گوندھا یا گوند سے بالوں کو جمایا ہو تو اُس کو منڈوانا واجب ہے۔ مالکؒ نافعؒ سے وہ ابنِ عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ حاجیوں میں سے کوئی شخص مِنیٰ کی راتوں میں سے رات نہ گزارے عقبہ سے پرے۔ مالکؒ نافع سے کہ اُنھوں نے گمان کیا کہ عمرؓ بن الخطاب کچھ مَردوں کو بھیجا کرتے تھے جو لوگوں کو عقبہ کے پیچھے داخل کیا کرتے تھے۔ آبوبکر جعفر سے وہ اپنے باپ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ جمار کی طرف پیدل جایا کرتے تھے۔ آبوبکر سائب سے، میں نے دیکھا

ع ضفر کے معنے ہیں بالوں کو گوندھنا اور ان کو لپیٹ کر جوڑا بنانا یعنی جو شخص بال گوندھے ہوتے ہو اس کو چاہیئے کہ مُنڈوانے کے وقت مُنڈوا دے اور قصر نہ کرے اور ولا تشبّہوا بالتلبید کا مطلب یہ ہے کہ مشابہت نہ کرو بالوں کے باقی رکھنے میں اہلِ تلبید کی اور تلبید یہ ہے کہ اپنے سر پر گوند وغیرہ کوئی شئی مل لیجائے تاکہ بال مجتمع ہو جائیں بکھرے نہ رہیں ۱۲

عمر بن الخطاب رآی رجلاً یقود بامرأته علیٰ بعیرٍ فی الجمرة فعلاہا بالدرة انکاراً لرکوبہا مالک انّہ بلغہ انّ عمر بن الخطاب کان یقف عند الجمرتین وقوفاً طویلاً حتیٰ یمل القائم ابو بکر عن سلیمان بن ربیعة نظرنا عمر فاتی الجمرة الثالثة فرماہا ولم یقف عندہا مالک عن یحییٰ بن سعید بلغہ انّ عمر ابن الخطاب خرج الغد من یوم النحر حین ارتفع النہار شیئاً فکبّر فکبّر النّاس بتکبیرہ ثم خرج الثانیة من یومہ ذلک حین ارتفع النہار فکبّر فکبّر الناس بتکبیرہ ثم خرج حین زالت الشمس فکبّر فکبّر الناس بتکبیرہ حتیٰ یتصل التکبیر و یبلغ البیت فعرف الناس ان قد یرمی ابو بکر عن عطآء ان عمر رخص للرعاء ان یبیتوا اعلیٰ منیٰ ابو بکر عن عبد اللہ ابن مسعود صلّیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین یعنی بمنیٰ و مع ابی بکر و مع عمر رکعتین ابو بکر عن عمران بن حصین و عن ابن عمر و عن انس نحواً من ذلک ابو بکر عن عمرو بن شعیب اَن عمر جمّع بمنیٰ ابو بکر عن الزہری ان عمر صلّی بالحصبة الجمعة ولم یجمّع یعنی صلاہا ظہراً ابو بکر عن عمرو بن دینار انّ النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم و ابابکر و عمر کانوا

عمرؓ بن الخطاب کو کہ اُنھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی بیوی کو اُونٹ پر جمرہ کی طرف لئے جا رہا تھا تو اُس عورت کو دُرہ سے مارا کیونکہ آپ نے اس عورت کے سوار ہونے کو ناپسند کیا۔ مالکؒ ان کو یہ بات پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب جمرتین کے نزدیک اتنا طویل وقوف کرتے تھے کہ ایک کھڑا ہونے والا تھک جاتا تھا۔ ابو بکر سلیمان بن ربیعہ سے کہ ہم نے دیکھا عمرؓ کو وہ جمرہ ثالثہ کے پاس آئے اور اس پر رمی کی اور اس کے پاس نہیں ٹھہرے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے اُن کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب یوم نحر سے اگلے دن (رمی کے لئے) نکلے جب سورج کچھ اُونچا ہوگیا تھا تو آپ نے تکبیر کہی اور لوگوں نے آپ کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہی پھر دوسری مرتبہ اسی دن نکلے جب سورج بلند ہوگیا تھا پھر انھوں نے تکبیر کہی اور سب لوگوں نے ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہی۔ پھر نکلے جب سورج ڈھل گیا تو تکبیر کہی اور لوگوں نے آپ کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہی یہاں تک کہ تکبیر کا سلسلہ متصل ہو کر بیت اللہ تک پہنچ جاتا پھر لوگ پہچان لیتے کہ عمرؓ رمی کے لئے نکلے ہیں۔ ابو بکر عطاء سے کہ عمرؓ نے رخصت دی چرواہوں کو کہ وہ رات گزاریں منیٰ کے بالائی حصہ میں۔ ابو بکر عبد اللہ ابن مسعودؓ سے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی یعنی منیٰ میں اور ابو بکرؓ کے ساتھ اور عمرؓ کے ساتھ دو رکعتیں۔ ابو بکر عمران بن حصین سے اور ابن عمرؓ سے اور انسؓ سے اسی روایت کے مطابق۔ ابو بکر عمرو بن شعیب سے کہ عمرؓ نے نماز جمعہ پڑھی منیٰ میں۔ ابو بکر زہری سے کہ عمرؓ نے حصبہ میں جمعہ کے لئے نماز پڑھی اور جمعہ نہیں پڑھا یعنی اس کے بجائے ظہر کی نماز پڑھی۔ ابو بکر عمرو بن دینار سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ محصب میں ایک

یُحْصِبُوْنَ مالکؒ عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب قال لا یَصْدُرَنَّ احدٌ من الحاج حتّٰی یطوفَ بالبیت (یعنی لا یرجع الی اہلہ) فان آخرَ النُسک الطوافُ بالبیت مالکؒ عن یحیی بن سَعید ان عمر بن الخطاب رَدَّ رجلاً من مَرِّ الظّہران لم یکن ودَّع البیتَ حتّٰی ودَّعَ آبوبکر عن عطاءٍ طَافَ عُمَر بن الخطاب بعد الفجر ثمّ رکب حتّٰی اذا اَتٰی ذَاتَ طُوی نزلَ فلما طلعتِ الشمسُ وارتفعتْ صلّٰی رکعتینِ ثمّ قال رکعتانِ مکانَ رکعتین آبوبکر و ابوداوٗد عن الحارثِ بن عبداللّٰہ ابن اَوْس الثقفی سَالتُ عمر بن الخطاب عن المرأۃِ تطوف بالبیت ثم تحیضُ فقالَ لیکُنْ آخر عہدِہا بالبیتِ فقالَ الحارث کذلک اَفْتَانِی رسولُ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلّم فقال عمر اَرِبْتَ (کیا شک کردی تو نے) بدینِک سَاَلْتَنی عن شیئٍ سَاَلتَ عنہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کیما اُخالِفَہ آبوبکر عن القاسم بن محمد فی امرأۃٍ زارتِ البیتَ یومَ النحر ثمّ حاضت قبلَ النفر (کوچ) قالَ یرحم اللّٰہ عمر کانَ اصحابُ محمد صلّٰی اللّٰہ علیہ وسلّم یقولونَ قد فرغتْ الّا عُمر فانہ کانَ یقولُ یکونُ آخرُ عہدِہا بالبیتِ قُلتُ ترکَ اہل العلم قولَ عمر ہٰہنا

ساعت آنکھ لگایا کرتے تھے۔ مالکؒ ابنِ عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ کوئی شخص حاجیوں میں سے اپنے اہل کی طرف نہ لوٹے یہاں تک کہ بیت اللہ کا طواف کرے۔ کیونکہ آخر نسک بیت اللہ کا طواف ہے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کو لوٹایا مَرّ الظہران سے جس نے بیت کو وداع نہ کیا تھا (یعنی طواف وداع نہ کیا تھا) یہاں تک کہ اس نے طواف وداع کیا آبوبکر عطاء سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے بعد نماز فجر کے طواف کیا پھر سوار ہو گئے۔ جب ذاتِ طُوٰی پر آئے تو اُترے۔ جب آفتاب طلوع ہوا اور اونچا ہوا تو دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا کہ یہ دو رکعتیں دو رکعتوں کی جگہ ہیں (جو طواف کے بعد نہیں پڑھی تھیں)۔ آبوبکر اور ابوداؤد حارث ابن عبداللہ بن اوس ثقفی سے کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب سے سوال کیا ایسی عورت کے بارے میں جو بیت اللہ کا طواف کرتی ہے پھر حائضہ ہو گئی تو فرمایا کہ اس کا آخری کام طواف بیت ہی ہونا چاہیئے تو حارث نے کہا کہ اسی طرح مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فتوٰی دیا تھا تو عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تو نے اپنے دین میں شک کیا کہ تو نے مجھ سے وہ بات پوچھی جو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھ چکا تھا کہ دیکھے کہ میں کیا اس کے خلاف کہتا ہوں۔ آبوبکر قاسم بن محمد سے، ایسی عورت کے بارے میں جس نے بیت کی زیارت کی یوم النحر میں۔ پھر کوچ کرنے سے پہلے حائضہ ہو گئی۔ انھوں نے کہا کہ رحم کرے اللہ تعالٰی عمرؓ پر اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہتے تھے کہ وہ (حج سے) فارغ ہو گئی سوائے عمرؓ کے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ اس کا آخری کام بیت کا طواف ہونا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں کہ اہلِ علم نے یہاں عمرؓ کے قول کو ترک کر دیا

لما ثبت عندہم من قصۃ صفیۃ وغیرہا
و الاوجہ عندی انہا تسن لہا ان تقیم
بمکۃ حتی تودع البیت الا عند حاجۃ
لا تجد منہا بدا آبو بکر عن ابن عمر ان
عمر نہی ان یحرم المحرم فی الثوب
المصبوغ بالورس والزعفران مالک
عن ابی الغطفان المری ان اباہ
طریقا تزوج امرأۃ و ہو محرم فرد
عمر نکاحہ آبو بکر عن ابن عمر کنا نکون
بالخلیج من البحر بالجحفۃ فننغامس فیہ
و عمر ینظر الینا فما یعیب ذلک علینا
و نحن محرمون مالک عن عطاء
ابن ابی رباح ان عمر بن الخطاب
قال لیعلی بن امیۃ و ہو
یصب علی عمر بن الخطاب ماء
و ہو یغتسل اصبب علی راسی
اصبب فلن یزیدہ الماء الا شعثا
آبو بکر عن الحسن ان عمر بن الخطاب
کان لا یری باسا بلحم الطیر
اذا صید لغیرہ یعنی فی
الاحرام آبو حنیفۃ عن ابی
سلمۃ عن رجل عن ابی ہریرۃ
مررت فی البحرین یسألونی
عن لحم الصید یصیدہ الحلال
ہل یصلح للمحرم ان یاکلہ

اس بنا پر جو اُن کو صفیہؓ وغیرہا کے قصہ سے ثابت ہوا۔
اور میرے نزدیک زیادہ بہتر صورت یہ ہے کہ اس کے لئے
مسنون یہ ہے کہ وہ مکہ میں قیام کرے تاآنکہ طواف وداع
کرے۔ مگر ایسی حاجت کے وقت کہ جس کے بغیر چارہ نہ ہو
(رخصت ہے)۔ آبو بکر ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ نے منع کیا اس سے
کہ احرام باندھنے والا ایسے کپڑے کا احرام باندھے جو ورس
اور زعفران سے رنگا ہوا ہو (ورس ایک گھاس ہے جس کے
پانی سے کپڑے رنگتے تھے)۔ مالکؒ ابو غطفان مُرّی سے کہ ان
کے باپ نے راہ چلتے ہوئے جب کہ وہ محرم تھے ایک عورت
سے نکاح کر لیا تو عمرؓ نے اُن کے نکاح کو رد کر دیا۔ آبو بکر ابن
عمرؓ سے کہ ہم دریا کی خلیج میں ہوتے تھے جحفہ میں اور
ہم اس میں غوطے لگاتے تھے اور عمرؓ ہماری طرف دیکھتے
رہتے تھے اور اس کو ہمارے لئے معیوب نہیں قرار دیتے تھے
حالانکہ ہم محرم ہوتے تھے۔ مالکؒ عطاء بن ابی رباح سے کہ
عمرؓ بن الخطاب نے یعلی بن اُمیّہ سے فرمایا جب کہ وہ عمرؓ
ابن الخطاب پر پانی ڈال رہے تھے اور وہ غسل کر رہے تھے
کہ میرے سر پر (پانی) ڈال، گرا، پانی ڈالنے سے تو بال
زیادہ پراگندہ ہوتے ہیں (یعنی احرام میں نہانا کوئی زینت
نہیں کہ منع ہو)۔ آبو بکر حسنؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب ایسے
پرندے کے گوشت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے جس کو
کسی دوسرے (غیر محرم) کیلئے شکار کیا گیا ہو یعنی حالتِ احرام میں (محرم
کھا سکتا ہے)۔ آبو حنیفہؒ ابو سلمہ سے وہ ایک شخص سے وہ
ابو ہریرہؓ سے کہ میرا گزر بحرین میں ہوا۔ وہاں کے لوگوں
نے مجھ سے سوال کیا اس شکار کے گوشت کے بارے میں جس کو
غیر مُحرِم شکار کرے کیا وہ مُحرِم کے لئے جائز ہے کہ اس کو کھائے

فأفتيتهم بأكله و في نفسي منه شيء
ثم قدمت على عمر بن الخطاب فذكرت
له ما قلت لهم فقال لو قلت غير
ذلك لم تفت بين اثنين ما بقيت
مالك عن ربيعة بن عبد الله بن
الهدير انه رأى عمر بن الخطاب
يقرد بعيرا له في الطين بالسقيا (نام جائے)
و هو محرم مالك عن ابي الزبير
المكي عن جابر بن عبد الله ان
عمر بن الخطاب قضى في الضبع (کفتار)
بكبش و في الغزال بعنز و في
الارنب بعناق و في اليربوع
بجفرة (بزغالہ چہار ماہہ) مالك عن عبد الملك بن قرير
عن محمد بن سيرين ان رجلا جاء الى
عمر بن الخطاب فقال اني اجريت
انا و صاحب لي فرسين نستبق الى ثغرة
ثنية فاصبنا ظبيا و نحن محرمان
فماذا ترى فقال عمر لرجل الى
جنبه تعال حتى احكم انا و انت
قال فحكما عليه بعنز فولى
الرجل و هو يقول هذا امير
المؤمنين لم يستطع ان يحكم في
ظبي حتى دعا رجلا يحكم معه فسمع
عمر قول الرجل

تو میں نے اُن کو فتویٰ اُس کے کھا لینے کا دیا اور میرے دل
میں اس سے کچھ خدشہ تھا پھر میں عمرؓ کے پاس پہنچا تو ان سے
اس کا ذکر کیا۔ تو کہا کہ اگر تو اس کے خلاف جواب دیتا تو اپنی
مدتِ حیات تک دو آدمیوں کے مابین بھی کچھ نہ بول سکتا
(یعنی میں فتوائے دینے سے روک دیتا)۔ مالک ربیعہ بن عبد اللہ
ابن الہدیر سے کہ اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا کہ وہ
اپنے اونٹ کی چیچڑیاں توڑ کر مٹی میں ڈال رہے تھے سقیا
میں جب کہ وہ محرم تھے۔ مالک ابوزبیر مکی سے وہ جابر بن عبد اللہ
سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فیصلہ کیا بجّو (کفتار) کے مارنے
کے بارے میں مینڈھے کا اور ہرن کے بارے میں بکری کا اور
خرگوش کے بارے میں بکری کے بچہ کا جو ایک سال سے کم ہو
اور جنگلی چوہا مارنے میں چار مہینے کا بکری کا بچہ دیا جاتے۔
مالک عبد الملک بن قریر سے وہ محمد بن سیرین سے کہ ایک شخص
عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ میں نے اور
میرے ایک ساتھی نے گھوڑے دوڑاتے ہوئے ایک گھاٹی کے مُنہ کی طرف
نیزہ بازی کی تو ہم نے ایک ہرن کا شکار کر لیا اور ہم دونوں
مُحرم تھے تو آپ اس میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ تو عمرؓ نے ایک
صاحب سے کہا جو اُن کے پہلو کی طرف تھے کہ آؤ میں اور تم
دونوں اس کا فیصلہ کریں تو دونوں نے فیصلہ کیا ایک
بکری دینے کا تو وہ شخص پُشت پھیر کر یہ کہتا ہوا جانے لگا کہ
یہ امیر المؤمنین ہیں جو اس پر بھی قادر نہ ہوئے کہ ہرن کے
بارے میں خود فیصلہ کردیں یہاں تک کہ دوسرے شخص کو بلایا
کہ وہ ان کے ساتھ مل کر فیصلہ کرے۔ اس شخص کی بات
حضرت عمرؓ نے سن لی تو آپ نے اس (کو بلا کر اُس) سے فرمایا کہ

ع۵ یہ قصہ بکر بن عبد اللہ المزنی کی روایت سے جلد ثانی صفہ ۶۱ پر گزرا اس میں شاة مذکور ہے ۱۲ اشتیاق احمد

فسألہ هل تقرأ سورة المائدة قال لا قال فهل تعرف هذا الرجل الذي حكم معي فقال لا فقال عمر لو اخبرتني انک تقرأ المائدة لأوجعتک ضربا ثم قال ان الله تبارک و تعالی يقول في کتابه يحکم به ذوا عدل منکم هديا بالغ الکعبة و هذا عبد الرحمن بن عوف. مالک عن زيد بن اسلم ان رجلا جاء الی عمر بن الخطاب فقال يا امير المؤمنين اني اصبت جرادات بسوطي و انا محرم فقال له عمر أطعم قبضة من طعام مالک عن يحيی بن سعيد. ان رجلا جاء الی عمر بن الخطاب فسأله عن جرادة قتلها و هو محرم فقال عمر لکعب تعال حتی نحکم فقال کعب درهم فقال عمر لکعب انک لتجد الدراهم لتمرة خير من جرادة ابو بکر عن الحکم عن شيخ من اهل مکة ان حماما کان علی البيت فوقعت علی يد عمر

کیا تو سورۂ مائدہ پڑھ سکتا ہے ؟ (یعنی تجھے یاد ہے) اُس نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تو اس شخص کو پہچانتا ہے جس نے میرے ساتھ مل کر فیصلہ کیا تو اس نے کہا نہیں۔ اس کے بعد عمرؓ نے کہا کہ اگر تو مجھے یہ خبر دیتا کہ تجھے سورۂ مائدہ یاد ہے تو میں تجھے مار کر تڑپا دیتا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالٰے اپنی کتاب میں فرماتے ہیں يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ ۵: ۹۵۔ (اے ایمان والو وحشی شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالتِ حرام میں ہو اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اُس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں بصورتِ قربانی جو ...... نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جاتے" اور یہ عبد الرحمٰن بن عوفؓ ہیں۔ مالکؒ زید بن اسلم سے کہ ایک شخص عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور اس نے کہا اے امیر المؤمنین، میں نے اپنے کوڑے سے چند ٹڈیاں ماردیں حالانکہ میں محرم ہوں (اس کی پاداش کیا ہے ؟) تو اُس سے انھوں نے کہا کہ ایک مٹھی کھانا (کسی مسکین کو) کھلا دے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے کہ ایک شخص عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور اُس نے اُن سے ایک ٹڈی کی پاداش کے بارے میں سوال کیا جس کو اس نے محرم ہونے کی حالت میں مار دیا تھا تو عمرؓ نے کعبؓ سے کہا کہ آؤ اسکا فیصلہ کریں تو کعبؓ نے کہا کہ ایک درہم تو عمرؓ نے کعبؓ سے کہا کہ (معلوم ہوتا ہے) تمہارے پاس بہت درہم ہیں یقیناً ایک کھجور جرادہ (ٹڈی) سے بہتر ہے۔ ابو بکر حکم سے وہ اہلِ مکہ میں کے ایک بوڑھے سے کہ ایک مکان کے اوپر ایک کبوتر تھا وہ عمرؓ کے ہاتھ پر آگرا تو انھوں نے

فاشارَ بیدہ فطارَ فوقع علی بعض بیوتِ اہل مکۃ فجاءت حیۃٌ فاکلتہٗ فحکم عمر علی نفسہ شاۃً ابوبکر عن سعید بن المسیّب انّ رجلاً اتی عمر متمتعاً قد فاتہ الصوم فی العشر فقال لہ اذبح شاۃً قال لیس عندی قال سَلْ قومک قال لیس ہٰہنا احدٌ من قومی قال فاعطہ یا مُعیقیبُ عن شاۃٍ ابوبکر عن مجاہد قال عمر مَن اہدی ہدیًا تطوعًا فعطب ینحرہٗ المحرمُ و لا یاکل منہ شیئاً و ان اکل فعلیہ البدلُ ابوبکر عن ابی ملیکۃ قال عمر لاتقیموا بعد النفر الّا ثلاثاً۔ مالک عن یحیی بن سعید انہ قالَ اخبرنی سلیمان بن یسار انّ ابا ایوب الانصاری خرجَ حاجًّا حتی اذا کانَ بالنازیۃ من طریقِ مکۃ اضلّ رواحلہ و انہٗ قدم علی عمر بن الخطّاب یوم النحر فذکر لہٗ ذٰلک فقالَ عمر بن الخطاب اصنعْ ما یصنعُ المعتمرُ ثمّ قد حللتَ فاذا ادرکک الحج قابلاً فاحججْ و اہدِ ما استیسر من الہدی مالک عن نافع عن سُلیمان بن یسار انّ ہبار بن الاسود جاءَ یوم النحر و عمر بن الخطاب ینحر

اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ اُڑ کر مکّہ والوں کے ایک گھر پر جاگرا پھر ایک سانپ نے آکر اس کبوتر کو کھالیا تو عمرؓ نے فیصلہ کیا اپنی ذات پر ایک بکری دینے کا۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے کہ ایک شخص عمرؓ کے پاس آیا جو متمتع تھا اور اس کا دسویں کا روزہ فوت ہو گیا تھا تو اُنھوں نے اُس سے فرمایا کہ ایک بکری ذبح کر۔ اُس نے کہا کہ میرے پاس نہیں ہے تو فرمایا کہ اپنی قوم سے مانگ لے تو اُس نے کہا کہ یہاں میری قوم کا کوئی شخص موجود نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے معیقیب اس کو ایک بکری دیدے۔ (مُعیقیب صحابی تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بیت المال کا افسرِ اعلیٰ بنایا تھا)۔ ابوبکر مجاہد سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص کوئی ہدی لے جارہا ہو بطور تطوّع کے (یعنی اللہ کے نام پر قربانی دینے کے لئے) اور وہ چوپایہ چلنے سے عاجز ہو گیا تو مُحرم اُس کو ذبح کردے اور اُس میں سے کچھ کھاتے نہیں۔ اگر کچھ کھالے تو اُس پر اُسکا بدل لازم ہوگا۔ ابوبکر ابی ملیکہ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ کوچ ہو جانے کے بعد قیام نہ کرو مگر تین دن۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے اُنھوں نے کہا کہ مجھے خبر دی سلیمان بن یسار نے کہ ابو ایوب انصاریؓ حج کے لئے نکلے۔ جب (چشمہ) نازیہ پر پہنچے جو مکہ کے راستہ میں ہے تو ان کی سواریاں گم ہوگئیں، اور اس طرح وہ یوم النحر میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچے اور اُن سے سرگزشت بیان کی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ وہ کیجئے جو عمرہ کرنیوالا کرتا ہے پھر آپ حلال ہو جائیں گے۔ پھر جب سالِ آئندہ حج کا زمانہ آئے تو حج کیجئے اور جو ہدی میسر آجاتے وہ بھیجئے۔ مالکؒ نافع سے وہ سلیمان بن یسار سے کہ ہبار بن الاسود یوم النحر میں اُس وقت آئے جب کہ عمرؓ بن الخطاب اپنی ہدی کو

ہدیۃ فقال یا امیر المؤمنین اخطأنا العدۃ کنا نریٰ ان ہذا الیوم یوم عرفۃ فقال عمر اذہب الیٰ مکۃ فطف انت ومن معک وانحروا ہدیا ان کان معکم ثم احلقوا واقصروا وارجعوا فاذا کان عام قابل فحجوا واہدوا فمن لم یجد فصیام ثلٰثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجع۔ ابوبکر عن عطاء بن السائب کان عمر یأمر رجلا فیحدو (حدی میخواند ۱۲) ابوبکر عن اسلم سمع عمر بن الخطاب رجلاً بفلاۃ من الارض وہو یحدو بغناء الرکبان فقال عمر ان ہذا من زاد الراکب ابوبکر عن عبد اللہ بن عامر خرجت مع عمر بن الخطاب فما رأیتہ مضطربا (زننده خیمه را ۱۲) فسطاطا حتیٰ رجع قیل لہ بای شئی کان یستظل قال کان یطرح النطع علی الشجرۃ فیستظل بہ۔

کتاب البیوع

مالک ان عمر بن الخطاب قال لا یبیع فی سوقنا الا من تفقہ فی الدین قلت معناہ وجوب علم احکام البیوع علیٰ من یباشر التجارۃ الشافعی عن ابن عباس بلغ عمر بن الخطاب ان رجلاً باع خمرا فقال قاتل اللہ فلانا باع الخمر اما علم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قاتل اللہ الیہود حرمت علیہم الشحوم

ذبح کر رہے تھے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین ہم سے تاریخ کے حساب میں چوک ہوگئی۔ ہم خیال کر رہے تھے کہ آج کا دن یوم عرفہ ہے۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ تم مکہ کی طرف جاؤ اور طواف کرو تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں اور کوئی ہدی اگر تمہارے ساتھ ہے اس کی قربانی کرو۔ پھر حلق کرو اور قصر کرو اور لوٹ جاؤ۔ پھر جب آئندہ سال آئے تو حج کرو اور ہدی لے کر آؤ جس کو تم میں ہدی نہ میسّر ہو وہ تین دن روزے رکھے زمانہ حج میں اور سات روزے جب لوٹے۔ ابوبکر عطاء بن السائب سے کہ عمرؓ کسی شخص کو حکم دیتے اور وہ حُدی (اونٹوں کا گانا) پڑھتا۔ ابوبکر اسلم سے کہ انھوں نے سنا عمرؓ بن الخطاب سے ایک شخص کے بارے میں جو وسیع بیابان میں سفر کرتے ہوئے شتر سواروں کا گانا گایا کرتا تھا تو عمرؓ نے فرمایا کہ یہ شتر سوار کا توشہ ہے۔ ابوبکر عبد اللہ بن عامر سے کہ میں نے سفر کیا ہے عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ میں نے ان کو خیمہ لگاتے ہوتے نہیں دیکھا واپسی تک۔ ان سے کہا گیا کہ پھر کس چیز سے سایہ کا انتظام کرتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ چمڑے کا دسترخوان درخت پر ڈال دیتے اور اس سے سایہ لیتے تھے۔

کتاب البیوع

مالکؒ کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ ہمارے بازار میں کوئی تجارت نہ کرے بجز ایسے شخص کے جو دین میں سمجھ رکھتا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے ہیں خرید و فروخت کے احکام کے علم کا واجب ہونا اس شخص پر جو تجارت کرتا ہو۔ شافعیؒ ابن عباسؓ سے کہ عمرؓ کو اطلاع پہنچی کہ ایک شخص نے شراب کو فروخت کیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا ہلاک کرے فلاں کو اس نے شراب کو بیچا۔ کیا اس کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ہلاک کرے یہود کو۔ ان کے اوپر چربیاں حرام کی گئیں تو انھوں نے

فجملوہا فباعوہا الشافعی عن روایۃ الزعفرانی عنہ: ان عمر قال البیعان بالخیار مالم یتفرقا الشافعی ان عمر قال البیع صفقۃ او خیار ثم ضعفہ الشافعی جدًا قال وتاویلہ ان یکون البیع صفقۃ بعد لہ تفرق او خیار قلت ویحتمل ان یکون معناہ البیع اما صفقۃ (عقد) نافذۃ او خیار قاطع للبیع البیہقی عن الشعبی اخذ عمر بن الخطاب فرسًا من رجل علی سوم (بارادۂ خریداری) فحمل علیہ رجلاً فعطب عندہ فخاصمہ الرجل فقال اجعل بینی و بینک رجلاً فقال الرجل انی ارضی بشریح العراقی فاتوا شریحًا فقال شریح لعمر اخذتہ صحیحًا سالمًا وانت لہ ضامن حتی تردہ صحیحًا سالمًا فاعجب القاضی عمر بن الخطاب فبعثہ قاضیًا قلت احتج الشافعی بہذہ القصۃ علی ان الماخوذ بسوم الشراء مضمون مالک عن زید بن اسلم عن عطاء ابن یسار ان معاویۃ بن ابی سفیان باع سقایۃ (ظرف آب) من ذہب او ورق باکثر من وزنہا فقال لہ ابو الدرداء

اُس کو پگھلا کر روغن بنایا اور پھر اس کو فروخت کیا۔ شافعیؒ اُن سے زعفرانی کی روایت ہے، کہ عمرؓ نے فرمایا کہ بیچنے اور خرید والا دونوں صاحب اختیار ہوتے ہیں (یعنی بیع کو فسخ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں) جب تک جُدا جُدا نہ ہو جائیں۔ شافعیؒ کہ عمرؓ نے فرمایا کہ بیع ایک معاملہ (سودا) ہے یا اختیار ہے۔ پھر شافعیؒ نے اس کو ضعیف کہا زوردار طور پر۔ اور اگر یہ صحیح ہو تو اس کی تاویل یہ ہے کہ بیع سودا کرنے کی صورت میں، اس کے بعد تفرّق ہے یا خیار۔ میں کہتا ہوں کہ اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس کے معنے یہ ہوں کہ بیع یا ایک عقد ہے نافذ ہونے والا یا خیار ہے بیع کو ختم کر دینے والا۔ بیہقی شعبی سے کہ عمرؓ ابن الخطاب نے ایک شخص سے ایک گھوڑا لیا قیمت چکانے کے لئے پھر اُس پر ایک شخص کو سوار کیا، پھر وہ اس شخص کے پاس ہلاک ہو گیا۔ اس پر اس شخص نے عمرؓ سے جھگڑا کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ تو میرے اور اپنے درمیان ایک شخص کو (حکم) تجویز کر لے تو اُس نے کہا کہ میں شُریح عراقی پر راضی ہوں تو دونوں شریح کے پاس گئے۔ شُریح نے عمرؓ سے کہا کہ آپ نے اس سے صحیح سالم لیا تھا اور آپ اُس کے ضامن (ذمہ دار) ہیں کہ اس کو صحیح و سالم واپس کریں تو تعجّب میں ڈال دیا قاضی نے عمرؓ بن الخطاب کو تو اُنھوں نے شُریح کو قاضی بنا کر بھیجا۔ میں کہتا ہوں کہ اس قصّہ سے حُجّت پکڑی ہے امام شافعیؒ نے اس بات پر کہ خرید کے واسطے قیمت کا اندازہ لگانے کے لئے جو چیز مشتری لے گا وہ اس کی ضمانت میں ہو گی۔ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ عطاء بن یسار سے کہ معاویہ ابن ابی سفیان نے ایک پانی کا برتن جو سونے یا چاندی کا تھا اُس کے وزن سے زیادہ پر بیچا تو اُن سے ابو الدرداءؓ نے کہا کہ

سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ینہیٰ عن مثل ہذا الا مثلاً بمثل فقال
لہٗ معاویۃ ما اریٰ بمثل ہذا
باساً فقال ابو الدرداء من یعذرنی (عذر من بیان کند)
من معاویۃ انا اخبرہ عن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویخبرنی
عن رأیہ لا اساکنک بارض انت
بہا ثم قدم ابو الدرداء علی عمر بن
الخطاب فذکر لہٗ ذلک فکتب عمر
ابن الخطاب الی معاویۃ بن ابی سفیان
ان لا تبیع مثل ذلک الا مثلاً
بمثل وزناً بوزن مالک عن
نافع عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب
قال لا تبیعوا الذہب بالذہب الا
مثلاً بمثل ولا تشفوا[1] بعضہا علی بعض
ولا تبیعوا الورق بالورق الا مثلاً بمثل
ولا تشفوا بعضہا علی بعض ولا تبیعوا
الورق بالذہب احدہما غائب والآخر
ناجز (حاضر) وان استنظرک (اے طلب مہلت کند) ان یلج بیتہ
فلا تنظرہ انی اخاف علیکم الرماء (زیادہ) و
الرماء ہو الربوا مالک عن عبد اللہ بن دینار عن
ابن عمر نحواً من ذلک مالک عن ابن شہاب عن
مالک بن اوس انہ التمس صرفاً بمائۃ دینار قال فدعانی

میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ اس
طرح کی بیع سے منع کرتے تھے بجز مثل بمثل کے۔ تو ان
سے معاویہؓ نے کہا کہ میں اس طرح کی بیع میں کوئی حرج نہیں
دیکھتا۔ تو ابو الدرداءؓ نے کہا کہ کون میرا طرفدار ہوگا معاویہ
کے مقابلہ پر میں اس کو خبر دیتا ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کی روایت سے اور وہ مجھے خبر دیتا ہے اپنی رائے کی،
تیرے ساتھ میں اس سرزمین میں بھی نہیں رہوں گا جہاں
تو رہتا ہے۔ پھر ابو الدرداءؓ عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچے
اور ان سے اس کا ذکر کیا تو عمرؓ بن الخطاب نے معاویہؓ بن
ابی سفیان کو لکھا کہ وہ اس قسم کی بیع نہ کرے مگر مثل بمثل
اور وزن بوزن۔ مالکؒ نافعؒ سے وہ ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن
الخطاب نے فرمایا کہ سونے کو سونے کے بدلے نہ بیچو مگر مثل
بمثل اور اس کو ایک دوسرے سے نہ بڑھاؤ نہ گھٹاؤ اور نہ
بیچو چاندی کو چاندی کے بدلے میں مگر مثل بمثل اور اس کو
ایک دوسرے سے نہ بڑھاؤ نہ گھٹاؤ۔ اور نہ بیچو چاندی کو سونے
کے بدلے میں کہ ان میں سے ایک غائب ہو اور دوسری حاضر
اور اگر کوئی اتنی بھی مہلت طلب کرے کہ وہ اپنے گھر میں
داخل ہو جائے (اور وہاں سے لے آئے) تو اس کو مہلت نہ
دو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم زیادتی میں نہ مبتلا ہو جاؤ اور
زیادتی ہی ربوٰا (سود) ہوتی ہے۔ مالکؒ عبد اللہ بن دینار
سے وہ ابن عمرؓ سے پچھلی روایت کی طرح۔ مالکؒ ابن شہاب سے
وہ مالک بن اوس سے کہ انھوں نے تلاش کیا چاندی کے
سکوں کو ایک سو دینار کے بدلے میں کہا کہ پھر مجھے پکارا

[1] لا تشفوا اے لا تزیدوا۔ یہ شف بالکسر سے بنا ہے جس کے معنے کمی زیادتی کرنے کے ہیں ۱۲

طلحۃ بن عبید اللہ فتراوضنا حتے اصطرف منی واخذ الذھب یقلبھا فی یدیہ ثم قال حتے یأتی خازنی من الغابۃ وعمر بن الخطاب یسمع فقال واللہ لا تفارقہ حتے تأخذ منہ ثم قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الذھب بالورق ربوا الا ھاء وھاء والبر بالبر ربوا الا ھاء وھاء والتمر بالتمر ربوا الا ھاء وھاء والشعیر بالشعیر ربوا الا ھاء وھاء۔ ابن ماجۃ ان عمر قال ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم توفی ولم یبین الربوا فدعوا الربوا والریبۃ ھذا او نحوہ ابو بکر عن سعید بن المسیب قال عمر لا تسلموا فی فراخ حتے یبلغ قلت معناہ عند مالک وغیرہ النھی عن بیع الزرع حتے یشتد الحب ومثلہ بیع التمر حتے یبدو صلاحہ والاسلام ھٰھنا الاشتراء قبل وجود المبیع ومعناہ عند ابی حنیفۃ۔

طلحہ بن عبید اللہ نے تو ہم نے آپس میں[عہ] نرخ طے کرلیا یہاں تک کہ انھوں نے مجھ سے مال لے لیا اور انھوں نے اس سونے (کے دیناروں) کو اپنے ہاتھوں میں الٹنا پلٹنا شروع کردیا۔ پھر فرمایا کہ (سکوں کی ادائگی میں کچھ وقت لگے گا) یہاں تک کہ میرا خزانچی جنگل سے آجائے اور عمرؓ بن الخطاب سن رہے تھے کہنے لگے واللہ اس سے جدا نہ ہونا یہاں تک کہ تو اس سے وصول کرے۔ پھر کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سونا چاندی کے بدلے میں ربوا ہے مگر دست بدست (یعنی بلا توقف) اور گیہوں گیہوں کے بدلے میں ربوا ہے مگر دست بدست اور کھجور کھجور کے بدلے میں ربوا ہے مگر دست بدست اور جو بعوض جو ربوا ہے مگر دست بدست[عہ]۔ ابن ماجہ کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے اور آپ نے ربوا کو کھول کر بیان نہیں فرمایا تو تم سود کو چھوڑ دو اور جس چیز میں سود کا شبہ ہو اُس کو بھی، یہ یا اسی کی مانند۔ ابو بکر سعید بن المسیب سے کہا عمرؓ نے کہ سلم کا معاملہ نہ کرو کم سن زراعت میں جب تک پوری بالیدگی تک نہ پہنچ جاتے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے مالکؒ وغیرہ کے نزدیک کھیتی کی بیع سے روکنا ہے یہاں تک کہ اس کا بیج سخت ہو جاتے اور اسی کی مانند ہے بیع کھجور کی یہاں تک کہ اس کی پختگی ظاہر ہو جاتے اور اسلام کے معنے یہاں پر خریدنا ہے بیع کے وجود سے پہلے (اس کو بیع سلم[سہ] کہتے ہیں) اور اس کے معنے امام ابو حنیفہ

عہ تراوض کے معنے ہیں نرمی کرنا اور ایک دوسرے کو کسی کام پر آمادہ کرنا جیساکہ بائع اور مشتری میں اکثر اتفاق ہوتا ہے۔ اصطرف منی کے معنے ہیں کہ میرے ساتھ بیع صرف کرلی ۱۲ عہ ھاء وھاء کے مد اور قصر میں، پھر اسکی ترکیب میں، نیز اسکے معنے میں اختلاف ہے اور مشہور مد کے ساتھ ہے اور یہ حال واقع ہوا ہے، اور اسکے معنے ہیں ہاک وہات یعنی لے اور دے۔ یعنی بیع جائز نہیں ہے مگر اس حال میں کہ جانبین سے تقابض ہو جاتے مجلس سے متفرق ہونے سے پہلے ۱۲
سہ سلم باعتبار لغت تسلیم سے بنا ہوا اسم ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں یہ معنے ہیں کہ کسی شے کی بیع کرنا اس معاہدے کے ساتھ کہ دی ہوئی رقم قرض ہوگی بائع کے ذمہ ان شرائط کے ساتھ جو شریعت میں معتبر ہیں۔ ہندی زبان میں اس کو بدھنی کہتے ہیں اور کبھی "سلف" بھی انھی معنی میں

النہی عن السلم قبل وجود المسلم فیہ مالک
عن نافع عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب
قال من باع عبدًا ولہ مال فمالہ للبائع
الا ان یشترطہ المبتاع روی مثل
ذلک عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم وصحح البخاری کلتا الروایتین
قالہ البیہقی مالک عن نافع ان حکیم
ابن حزام ابتاع طعامًا امر بہ عمر بن الخطاب
للناس فباع حکیم الطعام قبل ان
یستوفیہ فبلغ ذلک عمر بن الخطاب
فردّہ علیہ قال ولا تبع طعامًا ابتعتہ
حتی تستوفیہ مالک عن ابن شہاب
عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ بن
مسعود ان عبد اللہ بن مسعود ابتاع جاریۃ
من امرأتہ الثقفیۃ واشترطت علیہ انک
ان بعتہا فہی لی بالثمن الذی تبیعہا بہ
فسأل عبد اللہ بن مسعود عن ذلک عمر بن
الخطاب فقال عمر بن الخطاب لا تقربہا و
فیہا شرط لاحد البغوی عن ابن ابی اوفی
کنا نسلف فی عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وابی بکر وعمر فی الحنطۃ
والشعیر والتمر والزیت الی قوم ما ہو
عندہم مالک عن یونس بن یوسف عن
سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب مرّ بحاطب
ابن ابی بلتعۃ وہو یبیع زبیبًا لہ فی السوق

کے نزدیک سلم سے روکنا ہے اس شے کے وجود میں آنے سے پہلے
جس کے بارے میں سلم کیا جاتے۔ مالکؒ نافعؒ سے ابن عمرؓ
سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی غلام کو
فروخت کیا اور اس غلام کے پاس مال ہے تو وہ بیچنے والے کا
ہے بجز اس کے کہ خریدنے والا شرط کرلے۔ اسی کے مثل روایت
کیا گیا ہے ابن عمرؓ سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور بخاری نے
دونوں روایتوں کو صحیح کہا ہے یہ بیہقی کا قول ہے۔ مالکؒ نافع
سے کہ حکیم بن حزام نے غلّہ خریدا جس کے بارے میں عمرؓ بن
الخطاب نے لوگوں کے لئے (تقسیم کرنے کا) حکم دیا تھا پھر حکیم
نے وہ غلّہ فروخت کردیا قبل اس کے کہ اس کو وصول کریں۔ یہ
بات عمرؓ بن الخطاب تک پہنچی تو ان کو اس بیع سے روکدیا۔
فرمایا کہ جو غلّہ تم خریدو اس کو نہ بیچو یہاں تک کہ تم اس کو وصول
کرلو (یعنی قبضہ کرلو)۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ عبید اللہ بن
عبد اللہ بن عتبہ بن مسعودؓ سے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایک
جاریہ خریدی اپنی ایک ثقیفہ عورت سے اور اس نے ان پر
یہ شرط لگائی کہ اگر تم اس کو بیچو تو وہ میرے ہاتھ بیچو اس
قیمت پر جس پر تم اس کو بیچو گے۔ پھر عبد اللہ بن مسعودؓ نے
اس کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب سے سوال کیا تو عمرؓ بن
الخطاب نے فرمایا کہ اس سے قربت نہ کرنا اور اس میں شرط ہے کسی
کے لئے (اس لئے بیع تام نہیں ہوتی)۔ بغوی ابن ابی اوفیٰ سے ہم پیشگی دیا کرتے
تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے
عہد میں گیہوں اور جو اور کھجور اور زیت کے بارے میں ایسی قوم
کو کہ ان کے پاس (سردست) وہ چیز موجود نہ ہوتی تھی۔ مالکؒ
یونس بن یوسف سے وہ سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب گزرے
حاطب بن ابی بلتعہ پر اور وہ اپنی کشمش بازار میں فروخت کر رہے تھے

فقال له عمر بن الخطاب اما ان تزيد في السعر واما ان ترفع من سوقنا. الشافعي عن القاسم بن محمد عن عمر انه مر بحاطب بسوق المصلى وبين يديه غرارتان فيهما زبيب فسأله عن سعره فسعر له مدين بكل درهم فقال له عمر قد حدثت بعير مقبلة من الطائف تحمل زبيبا وهم يعتبرون بسعرك فاما ان ترفع في السعر واما ان تدخل زبيبك البيت فتبيعه كيف شئت فلما رجع عمر حاسب نفسه ثم اتى حاطبا في داره فقال له ان الذي قلت ليس بعزمة مني ولا قضاء انما هو شيء اردت به الخير لاهل البلد فحيث شئت فبع وكيف شئت فبع. مالك انه بلغه ان عمر بن الخطاب قال لا حكرة في سوقنا لا يعمد رجال بايديهم فضول من اذهاب الى رزق من ارزاق الله نزل بساحتنا فيحتكرونه علينا ولكن ايما جالب جلب على عمود كبده في الشتاء والصيف فذلك ضيف عمر فليبع كيف شاء وليمسك كيف شاء. مالك والبغوي ان عمر بن الخطاب خطب فقال ان الاسيفع اسيفع جهينة رضي من دينه وامانته

تو اُن سے عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ یا تو تم نرخ میں اضافہ کرو اور یا ہمارے بازار سے اُٹھ جاؤ۔ شافعیؒ قاسم بن محمد سے وہ عمرؓ سے کہ ان کا گزر.... حاطب پر ہوا سوق المصلیٰ میں اور ان کے سامنے دو گونیں تھیں جن میں کشمش (سوکھے ہوئے انگور) بھری ہوئی تھی تو اُن سے ان کا بھاؤ پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ایک درہم میں ڈو مُد تو اُن سے عمرؓ نے کہا کہ مجھ سے ایک قافلہ کا ذکر کیا گیا ہے جو طائف سے کشمش لے کر آرہا ہے اور وہ لوگ اعتبار کرتے ہیں تمہارے بھاؤ کا تو یا تو تم اپنے بھاؤ میں اضافہ کرو اور یا اس کشمش کو اپنے گھر میں لے جا رکھو پھر جس طرح چاہو بیچو۔ پھر جب عمرؓ واپس ہوئے تو انھوں نے اپنے نفس سے محاسبہ کیا۔ پھر حاطب کے پاس اُن کے گھر پہنچے اور اُن سے کہا کہ جو کچھ میں نے کہا تھا وہ میری طرف سے پختہ بات نہیں اور نہ کوئی فیصلہ ہے۔ وہ صرف ایک ایسی چیز ہے جس سے میں نے اہلِ شہر کی بھلائی کا ارادہ کیا تھا۔ سو تم جہاں چاہو اور جس طرح چاہو بیچو۔ مالکؒ کو یہ بات پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ ہمارے بازار میں احتکار نہ ہوگا (احتکار یہ ہے کہ غلّہ کو بیع سے روک رکھا جائے گرانی کے انتظار میں) اور جن لوگوں کے ہاتھوں میں زیادہ مال و زر ہے وہ اللہ کے اُن رزقوں کو جو ہماری بستی پر نازل ہوتے خرید ڈالنے کا قصد کر کے ہم پر تنگی نہ ڈالیں ہاں مگر جو باہر سے مال لانے والا تکلیف کے ساتھ لادکر لایا سردی اور گرمی میں وہ عمرؓ کا مہمان ہے وہ جس طرح چاہے بیچے اور جتنا چاہے روک رکھے۔ مالکؒ اور بغوی، کہ عمرؓ بن الخطاب نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ اُسیفع (بدلے ہوئے رنگ والا) جُہینہ (قبیلہ) کا اُسیفع ہے یہ اپنے دین اور امانت سے اس پر راضی ہو گیا کہ

بِاَن یُقالَ سَبَقَ الحاجَّ وانّہ اِدَّانَ
معرِضًا فاصبحَ قدرِیْنَ بہ فمن کانَ
لہ دَینٌ فلیأتِنا بالغداۃِ نقسِم
مالَہ بینَ غُرماۂِ وایّاکم و الدَّین
فان اوّلہ ہمٌّ وآخرہ حربٌ مالک
انہ بلغہ انّ عُمرَ بن الخطاب قالَ
فی رَجل اَسلفَ طعامًا علے اَن یُعطیہ
اِیّاہ فی بلدٍ آخر فکرِہَ ذلک عُمرُ
ابن الخطّاب وقال اینَ الحمل مالک
عن زید بن اسلم عن ابیہ فی قصّۃ
خروج عبد اللّٰہ وعُبید اللّٰہ الی
العراق واِسلاف ابی (یعنی فاروق) موسیٰ ایاہما
واشترائہما بذلک (قرض دادن) المالِ متاعًا وربحِہما
فی ذلک المال قالَ عمر اَکُلَّ الجیشِ
اَسلَفَہ مثل ما اَسلفکما قالا لا
فقال عمر بن الخطاب ابنا امیرِ
المؤمنین فاَسلفکما اَدِّیا المالَ
وربحَہ فامّا عبد اللّٰہ فسکتَ
واما عبید اللّٰہ فقالَ ما ینبغی
لک یا امیرَ المؤمنین ہٰذا
لو نقصَ المالُ او ہلکَ ضمِنّاہ
فقالَ اَدِّیاہ فقالَ رجلٌ من
جلسآئہٖ یا امیرَ المؤمنین لو جعلتہ
قِراضًا فقالَ عمر قد جعلتہ قِراضًا (قسم مضاربہ)
فاخذ عمر رأسَ المال ونصفَ ربحہ

یوں کہا جائے کہ سب حاجیوں پر سبقت لے گیا اور اس نے لاپرواہی کے ساتھ بہت قرض لے ڈالا نتیجہ یہ ہوا کہ قرض نے اس کو دیوالیہ کر دیا تو اس کے ذمہ جس جس کا قرض ہے وہ ہمارے پاس صبح کو آجائیں ہم اُس کے مال کو اُس کے قرض خواہوں پر تقسیم کرینگے۔ خبردار تم سب لوگ قرض سے بچنا اُس کا پہلا سرا فکر اور تشویش ہے اور آخر کا لڑائی۔ مالکؒ نے فرمایا کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کے بارے میں جس نے دوسرے کو غلہ اس شرط پر قرض دیا تھا کہ وہ اس کو دوسرے شہر میں ادا کرے، یہ بات عمرؓ بن الخطاب کو ناگوار ہوئی تھی فرمایا کہ ڈھونے کا حق کہاں ہے؟ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے، بیان کرتے ہیں کہ (حضرت فاروقؓ کے صاحبزادوں) عبد اللہ و عبید اللہ کی جہادِ عراق کے لئے روانگی اور ابو موسیٰ کا ان دونو کو قرض دیدینا اور ان کا اس مال سے سامان خرید کر لیتے جانا اور پھر اس مال سے نفع ہونا، اس پر عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تمام لشکر کو اس نے اسی طرح قرض دیا جس طرح تمھیں دیا انھوں نے کہا کہ نہیں۔ تو عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ (اس کے پیش نظر یہ تھا کہ یہ) امیر المؤمنین کے بیٹے ہیں تو تم دونوں کو قرض دیدیا۔ تم دونوں مال کو ادا کرو اور اُس کے نفع کو بھی۔ اب عبد اللہ تو خاموش رہے۔ رہے عبید اللہ تو انھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین یہ فیصلہ تو آپ کے لئے مناسب نہیں ہے۔ اگر مال گھٹ جاتا یا ہلاک ہو جاتا تو اُس کے ضامن ہم ہی ہوتے۔ آپ نے فرمایا نہیں اس کو ادا کرو۔ اس پر آپ کے جلیسوں میں سے ایک نے کہا کہ اے امیر المؤمنین بہتر ہوتا اگر اس کو مضاربۃ قرار دیدیا جاتا۔ اس پر عمرؓ نے فرمایا کہ اچھا میں اس کو مضاربۃ قرار دیتا ہوں۔ تو عمرؓ نے راس المال اور اس کا آدھا نفع لے لیا

وانما نصف ربح المال قال المزنی وجہ
جعل عمر نصف ربح ابنیہ للمسلمین عندی
انہما اجابا قول عمر عن طیب انفسہما البخاری
والبغوی ان عمر عامل الناس علی انہ ان
جاء عمر بالبذر من عندہ فلہ الشطر وان
جاؤا بالبذر فلہم کذا البغوی ان الصعب
ابن جثامۃ قال سمعت رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم لا حمی الا للہ و رسولہ
قال الزہری و قد کان لعمر بن الخطاب
حمی بلغنی انہ کان یحمیہ لابل الصدقۃ
مالک والشافعی عن زید بن اسلم عن
ابیہ ان عمر بن الخطاب استعمل مولی
یقال لہ ہنی مالک عن زید بن
اسلم عن ابیہ ان عمر بن الخطاب
استعمل مولی لہ یدعی ہنیا علی
الحمی فقال یا ہنی اضمم جناحک عن
الناس و اتق دعوۃ المظلوم فان
دعوۃ المظلوم مجابۃ وادخل رب
الصریمۃ والغنیمۃ وایاک ونعم ابن
عفان و ابن عوف فانہما ان
تہلک ماشیتہما یرجعا الی المدینۃ
الی زرع و نخل و ان رب
الصریمۃ و الغنیمۃ ان تہلک
ماشیتہ

اوراس مال کا آدھا نفع ان دونوں نے لیا۔ مزنی نے کہا کہ
حضرت عمرؓ کا اپنے بیٹوں کے نفع کا نصف حصہ مسلمانوں
کے لئے قرار دیدینے کی وجہ ان دونوں کا اپنی خوشی سے حضرت
عمرؓ کے ارشاد کو قبول کر لینا ہے۔ بخاری اور بغوی، عمرؓ نے
لوگوں سے یہ معاملہ کیا تھا کہ اگر عمرؓ نے اپنے پاس سے بیج دیا تو
پیداوار کا نصف حصہ انکا ہوگا اور اگر بیج وہ خود لائے تو اُس نصف
کے وہ خود حقدار ہوں گے۔ بغوی، صعبؓ بن جثامہ نے کہا کہ
میں نے سُنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی چراگاہ
نہیں ہے مگر اللہ کے لئے اور اس کے رسولؐ کے لئے۔ زہریؒ
نے کہا اور عمرؓ بن الخطاب کی ایک چراگاہ تھی مجھے یہ خبر
پہنچی کہ وہ اس میں صدقہ کے اونٹوں کو چراتے تھے۔ مالکؒ
اور شافعیؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ بن الخطاب
نے عامل بنایا (چراگاہ پر) اپنے ایک آزاد کردہ کو جس کو ہُنَی
کہا جاتا تھا۔ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ
ابن الخطاب نے چراگاہ پر عامل بنایا اپنے ایک آزاد کردہ کو جس
کو ہُنَی سے پکارا جاتا تھا۔ آپ نے اُس سے کہا کہ اے ہُنَی!
عام لوگوں سے اپنا ہاتھ کوتاہ رکھنا (یعنی درگزر کرنا اور ایذا
نہ پہنچانا) اور مظلوم کی بددعا سے بچتے رہنا کیونکہ مظلوم
کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ اور اونٹوں اور بکریوں کے چھوٹے
گلوں والے کو داخل ہونے دینا اور خبردار ابن عفان اور
ابن عوف کے چوپاؤں کو نہ آنے دینا کیونکہ وہ دونوں (اس
حیثیت کے ہیں کہ) اگر ان کا چوپایہ ہلاک ہو جائے تو وہ اپنے
کھیتوں کی طرف رجوع کریں گے اور اونٹ اور بکریوں کے
چھوٹے گلے والے کا یہ حال ہوگا کہ اگر اس کا چوپایہ ہلاک ہوگا تو

؎۵ صرمہ کسر کے ساتھ اونٹوں کا گلہ جن کی تعداد بیس سے تیس تک ہو۔ صُرَیمہ اس کی تصغیر ہے ۱۲

يأتيني ببنيه فيقول يا امير المؤمنين افتاركهم انا لا ابا لك فالماء و الكلاء ايسر علي من الذهب و الورق و ايم الله انهم ليرون ان قد ظلمتهم انها لبلادهم و مياههم قاتلوا عليها في الجاهلية و اسلموا عليها في الاسلام و الذي نفسي بيده لولا المال الذي احمل عليه في سبيل الله ما حميت عليهم من بلادهم شبرا. البغوي روي ان عمر حمي السرف و الربذة قلت وجه التطبيق عند الشافعي و الجمهور ان الحمي لمصلحة نفسه حرام و لنعم بيت المال و لمصلحة ضعفة المسلمين جائز و هو معنى قوله صلى الله عليه وسلم لا حمي الا لله و رسوله. البغوي روي عن عمر انه اقطع و اشترط العمارة ثلث سنين. ابو بكر عن الحكم قال عمر من ملك ذا رحم محرم فهو حر. ابو بكر عن الزهري قضي ابو بكر و عمر ان لم يحز فلا شئ له يعني الهبة. ابو بكر عن عكرمة بن خالد المخزومي ان رجلا كاتب عبده على

وہ میرے پاس اپنی اولاد کو لے کر آجائے گا اور کہے گا کہ اے امیر المؤمنین کیا میں ان کو چھوڑنے والا ہوں (یعنی ان کی پرورش کو) میں تیری (یعنی تیرے حکم کی) پرواہ نہ کروں گا. تو پانی اور گھاس میرے لئے آسان ہے ان کو سونا چاندی دینے سے (جو مجھے ان کو دینا پڑے گا) اور خدا کی قسم یہ لوگ ضرور خیال کرتے ہیں کہ (چراگاہ پر قبضہ کرکے میں نے ان پر ظلم کیا) درحقیقت یہ ان کے شہر ہیں اور ان ہی کے پانی ہیں ان پر تو جاہلیت میں انھوں نے قتال کیا ہے اور اسلام میں آکر انھوں نے ان کے بارے میں اطاعت قبول کرلی اور قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اگر یہ مال نہ ہوتا جس پر میں لوگوں کو سوار کرکے اللہ کے راستہ میں بھیجتا ہوں تو میں ان کے شہروں میں سے ایک بالشت زمین کو بھی اپنی چراگاہ نہ بناتا۔ بغوی، روایت کیا گیا کہ عمر رضؓ نے چراگاہ بنایا سرف اور ربذہ کو۔ میں کہتا ہوں کہ شافعیؒ اور جمہور کے نزدیک وجہ تطبیق یہ ہے کہ (کسی قطعہ زمین کو) چراگاہ بنالینا اپنی ذاتی مصلحت کے لئے حرام ہے اور بیت المال کے جانوروں کے لئے اور ضعفاء مسلمین کی مصلحت کے لئے جائز ہے اور یہی معنے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے کہ کوئی چراگاہ نہیں مگر اللہ کے لئے اور اس کے رسولؐ کے لئے۔ بغوی، روایت کیا گیا عمر رضؓ سے کہ انھوں نے زمین جاگیر دی اور شرط کیا کہ تین سال میں اس کو سرسبز کردیا جائے۔ ابو بکر حکم سے کہ عمر رضؓ نے فرمایا کہ جو کسی ذی رحم محرم کا مالک ہوگا تو وہ آزاد ہے۔ ابو بکر زہری سے کہ فیصلہ کیا ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ نے کہ اگر قبضہ نہ کیا تو اُس کے (یعنی موہوب لہٗ کے) لئے کچھ نہیں۔ مراد لیتے ہیں ہبہ سے۔ ابو بکر عکرمہ بن خالد المخزومی سے کہ ایک شخص نے مکاتب کیا اپنے ایک غلام کو اس پر کہ

غلامین یصنعان مثل صناعتہ
فارتفعا الی عمر بن الخطاب فقال
ان لم یجئک بغلامین یصنعان مثل
صناعتہ فردّہ الی الرق ابوبکر
عن انس اتانا کتاب عمر و نحن
بارض فارس ان لا تبیعوا السیوف فیہا
حلقۃ فضۃ بالدراہم ابوبکر عن
حزام بن ہشام الجراحی عن
ابیہ شہدت عمر بن الخطاب
باع ابلاً من ابل الصدقۃ فیمن
یزید ابوبکر عن مجاہد بن ابی عیاض
قال عمر اذا مررت ببستان فکل
ولا تتخذہ خُبنۃً (جمع کردن در پارچہ ۱۲) ابوبکر عن عبید اللہ
قال عمر من احتکر طعاماً ثم
تصدّق برأس مالہ و الربح لم یکفر
عنہ الشافعی ان انس بن مالک
کاتب غلاماً لہ علی نجوم الی
اجل فاراد المکاتب تعجیلہا لیعتق فامتنع
انس من قبولہا و قال
لا اٰخذہا الا عند محلہا (میعادہا ۱۲) فاتی
المکاتب عمر بن الخطاب فذکر
ذلک لہ فقال عمر ان
انسا یرید المیراث فامرہ

وہ ایسے دو غلام لاتے کہ وہ دونوں بھی اسی کی مانند کام کرتے
ہوں۔ (جو غلام وہ لایا وہ اس جیسا کام نہ کرتے تھے اس پر)
ان دونوں نے اپنا معاملہ عمرؓ بن الخطاب کے سامنے پیش
کیا تو فرمایا کہ اگر یہ ایسے دو غلام تیرے پاس نہیں لایا جو اس
کے کام کی مثل کام کرتے ہوں تو اس کو پھر غلامی کی طرف لوٹا لے۔
ابوبکر انس سے، ہمارے پاس عمرؓ کا خط پہنچا اور ہم سرزمین
فارس میں تھے (جس میں لکھا تھا) کہ ایسی تلواروں کو نہ
فروخت کرو درہموں کے بدلے میں جن میں چاندی کا حلقہ
ہو۔ ابوبکر حزام بن ہشام الجراحی سے وہ اپنے باپ سے کہا کہ
میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس موجود تھا جب اُنھوں نے
اونٹ فروخت کیا صدقہ کے اونٹوں میں سے "مَن یزید"
(کون زیادہ دیتا ہے) کے طور پر (یعنی نیلام کیا)۔ ابوبکر
مجاہد بن ابی عیاض سے، کہا عمرؓ نے جب تو کسی باغ سے
گزرے تو پھل کھالے اور گٹھڑی باندھ کر نہ لا۔ ابوبکر عبید اللہ
سے کہ عمرؓ نے کہا کہ جس نے مہنگا بیچنے کے لئے غلہ روکا پھر
اُس نے اصل مال اور نفع سب صدقہ کر دیا (اس پر بھی) اُس
(فعلِ بد) کی مکافات نہ ہوگی۔ شافعیؒ، کہ انسؓ بن مالک نے
اپنے ایک غلام کو مکاتب کیا ستاروں کے حساب سے ایک مدت
معیّنہ کی شرط پر (کہ بالاقساط ادائگی رقم معینہ کرتا رہے) پھر
ارادہ کیا مکاتب نے اس کو جلد ادا کرنے کا تاکہ وہ آزاد ہو جائے
اور انسؓ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں
نہیں لوں گا مگر اُس موقع پر۔ تو مکاتب نے عمرؓ بن الخطاب
کے پاس پہنچ کر ان سے واقعہ بیان کیا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ
انسؓ ارادہ کر رہا ہے میراث کا۔ تو اس کو حکم دیا کہ وہ مقررہ

عہ یعنی اس لئے وہ پوری رقم ایک مرتبہ نہیں لیتا کہ وہ جانتا ہے کہ طول عرصہ لگانے کہ تُو مر جائے تو وہ وارث بنکر تمام اندوختہ وصول کر سکے ۱۲ مترجم

فأخذها منه وأعتقه ذكره البيهقي في باب
إذا أتاه بحقه قبل محله ولا ضرر عليه في
أخذه البيهقي عن أبي العوام البصري
كتب عمر إلى أبي موسى الأشعري والصلح
جائز بين المسلمين إلا صلحاً أحل حراماً
أو حرم حلالاً الشافعي أن عمر بن الخطاب
أعطى مال يتيم مضاربة البيهقي عن ابن
عمر أن عمر بن الخطاب قال أيما رجل
أكرى كراء فجاوز صاحبه ذا الحليفة
فقد وجب كراه ولا ضمان عليه قال
البيهقي يريد تقبضه ما اكترى
فيكون عليه الكراء حالاً ولا ضمان
عليه فيما اكترى إذا لم يتعد مالك
والشافعي عن ابن عمر أن عمر بن
الخطاب قال من أحيى أرضاً ميتة
فهي له مالك والشافعي أن الضحاك
ابن خليفة ساق خليجاً له من العريض
فأراد أن يمر به في أرض محمد بن
مسلمة فأبى فكلم فيه الضحاك
عمر بن الخطاب فدعا عمر ابن مسلمة
فأمره أن يخلي سبيله فقال محمد
ابن مسلمة لا فقال لم تمنع أخاك
ما ينفعه وهو لك نافع تشرب
منه أولاً وآخراً ولا يضرك
فقال محمد

مال لے آئے) وہ مال اُس سے لے کر اُس کو آزاد کر دیا، اس کو ذکر
کیا بیہقی نے باب اذا أتاه بحقه الخ میں (یعنی جب مکاتب اُس کا پورا
حق ادا کر دے اُس کا مقرر کردہ موقع آنے سے پہلے اور اُس کے
لینے میں اُس کا نقصان نہ ہو) بیہقی ابی العوام بصری سے کہ عمرؓ
نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا اور صلح کرانا جائز ہے مسلمانوں کے
درمیان بجز ایسی صلح کے جو حرام کو حلال کر دے یا حلال کو حرام
بنائے۔ شافعیؒ کہ عمرؓ بن الخطاب نے یتیم کا مال مضاربت پر
دیا (یعنی ساجھے کی تجارت میں)۔ بیہقی، مروی ہے ابن عمرؓ سے
کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس شخص نے (کوئی سواری کا جانور)
کرایہ پر دیا اور اُس کا صاحب (یعنی کرایہ دار) ذوالحلیفہ سے
گزر گیا تو اُس کا کرایہ واجب ہو گیا اور اُس پر کوئی ضمان نہیں۔
بیہقی نے کہا کہ جس چیز کو کرایہ پر لیا اس پر قبضہ کرنا مراد ہے
تو اس پر کرایہ فوراً ہی واجب ہو جاتے گا اور اُس (مالک) پر
کوئی ذمہ داری نہیں ہے اُس رقم کے متعلق جو کرایہ کی مقرر
ہوئی ہے جب کہ وہ (پورا فاصلہ) طے نہ کرے۔ مالک اور شافعیؒ
ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ جس نے زندہ کیا مُردہ
زمین کو تو وہ اُسی کی ہو گئی۔ مالک اور شافعیؒ، کہ ضحاک بن
خلیفہ نے عُریض سے پانی کا ایک نالا نکالا اور ارادہ کیا کہ محمد
ابن مسلمہ کی زمین سے گزار کرلے جاتے محمدؒ نے انکار کر دیا تو
اس کے بارے میں ضحاک نے عمرؓ بن الخطاب سے گفتگو کی
تو عمرؓ نے ابن مسلمہ کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ اس کا راستہ
چھوڑ دے تو محمد بن مسلمہ نے کہا کہ نہیں تو عمرؓ نے کہا کہ تو
کیوں اپنے بھائی کو اُس کام سے روکتا ہے جو اس کو نفع پہنچائیگا
حالانکہ وہ تیرے لئے بھی نافع ہے تو اس سے پانی پیتے گا اول
بھی اور آخر بھی اور وہ تجھے نقصان نہیں پہنچاتا۔ پھر محمد نے

لا فقال عمر واللہ لیمرّنّ بہ ولو علیٰ
بطنک الشافعی عن ابن عمر انّ عمر
قال یا رسولَ اللہ انّی اصبتُ من خیبر
مالاً لم اُصِبْ مالاً قطّ اعجبَ الیّ
او اعظم عندی منہ فقال رسولُ اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان شئتَ حبّستَ
اَصلَہ وسبّلتَ ثمرہ فتصدّق بہ عمر
انہ لا یُباع اصلہا ولا یوہبُ ولا یورث
وتصدّق بہا فی الفقراء وفی القربیٰ
فی سبیلِ اللہ وابنِ السبیلِ والضیفِ
لا جناحَ علیٰ مَن ولیہا ان یاکل
منہا بالمعروف او یُطعِمَ صدیقہ غیر متموّلٍ
فیہ وفی روایۃ غیر متأثّلٍ مالاً مالک
والشافعی عن مروان بن الحکم ان عمر
ابن الخطاب قال مَن وہبَ ہبۃً
لصلۃِ رحمٍ او علیٰ وجہ صدقۃٍ فانہ
لا یرجع فیہا ومَن وہبَ ہبۃً یریٰ
انہ انما ارادَ الثوابَ فہو علیٰ ہبتہ
یرجع عنہا ان لم یرضَ فیہا مالک
والشافعی عن معٰویۃ بن عبد اللہ بن
بدر الجہنی ان اباہ اخبرہ انہ نزل منزلَ
قومٍ بطریق الشام فوجد صُرّۃً فیہا
ثمانونَ دینارًا فذکر ذلک لعمر بن
الخطاب فقالَ عرّفہا علیٰ ابواب المساجدِ
واذکرہا لمن یقدم من الشام

کہا کہ نہیں تو عمرؓ نے کہا کہ واللہ وہ ضرور اس کو گزارے گا چاہے
تیرے پیٹ کے اُوپر سے گزارے۔ شافعیؒ ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ نے
کہا یا رسول اللہؐ مجھے خیبر سے ایسا مال حاصل ہوا کہ اتنا پسندیدہ
یا جو میرے نزدیک ایسا اعلیٰ ہو کبھی نہیں ملا تو رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اُس کی اصل کو اپنی
ملک میں رکھو اور اُس کے پھل کو فی سبیل اللہ کر دو تو اس کو
عمرؓ نے صدقہ کر دیا اس شرط کے ساتھ کہ وہ درخت نہ فروخت
کئے جائیں اور نہ ہبہ کئے جائیں اور نہ وراثت میں محسوب ہوں
اور فقراء میں اور قریبی رشتہ داروں میں اور اللہ کی راہ میں
اور مسافروں میں اور مہمانوں میں (اس کا پھل) تقسیم ہوتا
رہے اور جو اس کا متولی بنے اُس پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ
اس میں سے مناسب طور پر کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے
بغیر اس کے کہ اس سے دولتمند بنے اور ایک روایت میں یہ ہے
کہ بغیر اس کے کہ مال جمع کرنے والا بنے۔ مالکؒ اور شافعیؒ
مروان بن الحکم سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس نے
کچھ ہبہ کیا صلہ رحمی (حق قرابت) کی وجہ سے یا بطور صدقہ تو
اُس سے رجوع کا حق نہیں رکھتا اور جس نے کوئی چیز ہبہ کی
یہ دیکھتے ہوئے کہ اُس نے صرف ثواب کا ارادہ کیا تو وہ اپنے
ہبہ پر (مختار) رہے گا، اگر وہ اس سے خوش نہ ہو تو رجوع کر سکتا
ہے۔ مالکؒ اور شافعیؒ معاویہ بن عبد اللہ بن بدر الجہنی سے کہ
اس کے باپ نے اُس کو خبر دی کہ وہ ایسے مقام پر اُترے جہاں
(سفر میں) شام کے راستہ میں لوگ اُترتے ہیں وہاں اُس نے
ایک تھیلی پائی جس میں اسّی دینار تھے تو اس کا ذکر عمرؓ بن
الخطاب سے کیا تو فرمایا کہ مساجد کے دروازوں پر اس کی تعریف
کرو (یعنی کیفیت بیان کرو) اور جو لوگ شام سے آئیں اُن سے اُس کا ذکر کرو

سَنَۃً فاذا مضت السنۃ فشأنک بہا زَادَ فی روایۃٍ فان عرفت فذٰلک والّا فہی لک وانّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم امرنا بذٰلک مالک عن ابنِ شہاب کانت ضوالُّ الابل فی زمانِ عمر بن الخطاب ابلاً مؤبّلۃً تناتجُ لا یمسّہا احدٌ حتّٰی اذا کان زمانُ عثمانَ ابن عفان امر بمعرفتہا وتعریفہا فاذا جآء صاحبہا اعطی ثمنہا مالک والشافعی عن ابن شہاب عن سُنین ابی جمیلۃ رجل من بنی سلیم انّہ وجد منبوذًا فی زمانِ عمر بن الخطاب فجآء بہ عمر بن الخطاب فقال ما حملک علٰی اخذِ ہذہ النسمۃِ قال وجدتہا ضائعۃً فاخذتہا فقال لہٗ عریفہٗ یا امیر المؤمنین انّہ رجلٌ صالحٌ قال کذٰلک قال نعم قال عمر اذہبْ فہو حرٌّ ولک ولآءہٗ وعلینا نفقتہٗ یعنی لک ولآءہٗ ای نصرتہٗ والقیامُ بحفظہٖ

کتابُ النّکاحِ

ابوبکر عن طاؤس قال عمر لرجلٍ ما یمنعک من النکاحِ الّا عجزٌ او فجورٌ ابوبکر عن ابراہیم بن محمد بن المنتشر قال عمر ابتغوا الغنیٰ فی الباءۃ الشافعی بلغنا

ایک سال تک۔ پھر جب سال گزر جائے تو اس پر تمھیں اختیار ہے اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اگر وہ پہچان لی جائے تو فبہا ورنہ پھر وہ تمھاری ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا ہے۔ مالکؒ ابنِ شہاب سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں بھٹکتے ہوئے پھرنے والے اونٹ دودھ اور نسل کے لئے رُکے رہتے تھے ان سے بچے لئے جاتے تھے اور ان کو (کام لینے کے لئے) کوئی نہیں چھوتا تھا۔ یہاں تک کہ جب عثمانؓ بن عفان کا زمانہ آیا اُنھوں نے ان کی معرفت اور تعریف کا حکم دیا (کہ ان کے حلیہ رنگ وغیرہ کا اعلان کیا جائے) تو جب اُن کا مالک آجاتا تو اُس کو دیدیئے جاتے۔ مالکؒ اور شافعیؒ ابنِ شہاب سے وہ روایت کرتے ہیں سُنین ابی جمیلہ سے جو بنی سلیم میں کا ایک شخص تھا کہ اُس نے ایک پڑا ہوا بچہ پایا عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں تو وہ اس کو عمرؓ ابن الخطاب کے پاس لے کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ تمھیں کس بات نے آمادہ کیا اس جان کے لے لینے پر اُس نے کہا کہ میں نے اس کو اس حالت میں پایا کہ یہ ضائع ہونے والا تھا اس لئے اس کو اُٹھا لایا۔ اُس کے میرِ محلّہ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین یہ مرد صالح ہے۔ فرمایا کیا واقعی ایسا ہی ہے اُس نے کہا ہاں تو عمرؓ نے کہا جاؤ یہ آزاد ہے اور تجھ کو اس کی ولایت حاصل رہے گی اور ہمارے ذمہ اس کا خرچ ہے۔ تیرے لئے اس کی ولایت سے یہ مراد ہے کہ اس کی مدد اور اس کی حفاظت کرتے رہنا۔ **کتاب النکاح** ابوبکر طاؤس سے کہ عمرؓ نے ایک شخص سے کہا کہ نکاح سے کوئی چیز تجھے نہیں روکتی بجز عجز (نامردی) یا بدکاری کے۔ ابوبکر ابراہیم بن محمد بن المنتشر سے کہ عمرؓ نے کہا کہ دولتمندی کو تلاش کرو نکاح میں۔ شافعیؒ ہم کو یہ بات پہنچی

ان عمر بن الخطاب قال ما رأيت مثل
من ترك النكاح بعد هذه الآية
إن يكونوا فقراء يغنهم الله من
فضله. ابو بكر عن هشام عن ابيه
قال عمر لا تكرهوا فتياتكم على
الدميم من الرجال فانهن يحببن
من ذلك ما تحبون. ابو بكر عن
عاصم قال عمر بن الخطاب عليكم
بالابكار من النساء فانهن اعذب
افواها و افتح ارحاما و ارضى
باليسير. ابو بكر عن محمد بن سيرين
قال عمر بن الخطاب ما بقي
من اخلاق الجاهلية شيء الا
اني لست ابالي اي النساء نكحت
و ايهم انكحت. ابو بكر عن ابراهيم
ابن محمد بن طلحة قال عمر لامنعن فروج
ذوات الاحساب من النساء الا من
الاكفاء. قلت وجه التطبيق ان الكفاءة
حق الزوجة و وليها لئلا يلزمهما
العار فان اسقطا حقهما لرعاية
مصلحة دينية فذلك محبوب مندوب
اليه. ابو بكر عن عبد الرحمن بن
معبد ان عمر رد نكاح امرأة
نكحت بغير اذن وليها. ابو بكر عن
طاوس عن عمر قال لا نكاح الا

عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ میں نے ایسے شخص کی مثل نہیں دیکھا
جس نے اس آیت کے بعد نکاح کو ترک کیا اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ الخ
(۲۴: ۳۲) اگر یہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل
سے ان کو مالدار کر دے گا۔" ابو بکر ہشام سے وہ اپنے باپ سے
کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اپنی نوجوان لڑکیوں کو حقیر مَردوں سے نکاح
پر مجبور نہ کرو کیونکہ وہ بھی محبوب رکھتی ہیں اس بارے میں
اُس چیز کو جسے تم محبوب رکھتے ہو۔ ابو بکر عاصم سے کہا عمرؓ
ابن الخطاب نے کہ کنواری عورتوں سے نکاح کو ترجیح دو کہ ان کے
مُنہ شیریں ہوتے ہیں (یعنی اچھی خوشبو والے) اور رحم کھلے
ہوئے ہوتے ہیں (حمل قبول کرنے کے لئے) اور تھوڑے سے
پر بہت راضی ہونے والی ہوتی ہیں۔ ابو بکر محمد بن سیرین سے
کہ کہا عمرؓ بن الخطاب نے کہ جاہلیت کے اخلاق میں سے (مجھ
میں) کوئی بات باقی نہیں رہی بجز اس کے کہ میں پروا نہیں
کرتا کہ کس قسم کی عورت سے میں نے نکاح کیا اور کس قسم کے
مرد کا نکاح کرایا۔ ابو بکر ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے کہا عمرؓ نے
کہ میں ضرور حسب والی (خاندانی) عورتوں کی شرمگاہوں کو
روکوں گا مگر اکفاء (برابر کے خاندان والے لوگوں) سے۔
میں کہتا ہوں کہ (اس میں اور پچھلی حدیث میں) وجہ تطبیق
یہ ہے کہ کفاءۃ (یعنی برابر کے خاندان کا ہونا) زوجہ کا اور
اس کے ولی کا حق ہے تاکہ ان دونوں کو عار نہ لاحق ہو۔ پھر
اگر ان دونوں نے کسی مصلحتِ دینیہ کی رعایت سے اپنے
حق کو ساقط کر دیا تو یہ محبوب اور پسندیدہ بات ہو گی۔ ابو بکر
عبد الرحمٰن بن معبد سے کہ عمرؓ نے ایک ایسی عورت کا نکاح رد
کر دیا جس نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کیا تھا۔ ابو بکر
طاؤس سے وہ عمرؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ نکاح نہیں ہوتا مگر

بولیٍّ۔ ابو بکر عن عمرو بن ابی سفیان قال
عمر لا تُنکح المرأۃ اِلّا باذنِ ولیّہا و
ان نکحت عشرۃً او باذنِ سُلطانٍ۔ ابو بکر
عن طاؤس اُتِیَ عمر بامرأۃٍ قد حملت
فقالت تزوّجنی فلانٌ فقال انّی تزوجتہا
بشہادۃٍ من اُمّی و اُختی ففرّق بینہما و
درأ عنہما الحدّ و قال لا نکاح الّا بولیٍّ
ابو بکر عن عکرمۃ بن خالد جمعتِ الطریقُ
رکبًا فجعلتْ امرأۃٌ منہم ثَیِّبٌ امرَہا
الٰی رجلٍ من القوم غیر ولیّہا
فانکحہا رجلاً فجلدَ عمر النّاکحَ و
المُنکِحَ ففرّق بینہما ابو بکر عن
بکر تزوّجتْ امرأۃٌ بغیر ولیٍّ و
لا بیّنۃٍ فکُتِب الٰی عمر فکَتَبَ ان
تُجلَدَ مائۃً و کتَبَ الی الامصارِ ایّ امرأۃٍ
تزوّجتْ بغیر ولیٍّ فہی بمنزلۃ الزانیۃ
ابو بکر عن ابراہیم قال عمر تُستأمرُ
الیتیمۃُ فی نفسہا فرضاہا ان تسکت
مالک و الشافعی عن المسیّب
قالَ عمر بن الخطاب لا یُنکح
المرأۃ الّا باذنِ ولیّہا او ذی
الرّأیِ من اہلہا او السّلطانِ
مالک و الشافعی عن ابی الزبیر ان
عمر اُتِیَ بنکاحٍ لم یشہدْ علیہ
الّا رجلٌ و امرأۃٌ

ولی کی رضا سے۔ ابو بکر عمرو بن ابی سفیان سے کہ عمرؓ نے کہا کہ
عورت کا نکاح نہ کیا جائے مگر اس کے ولی کی اجازت سے اگرچہ
وہ دس نکاح کر چکی ہو یا سلطان کی اجازت سے۔ ابو بکر
طاؤس سے کہ عمرؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جو حاملہ تھی
اس نے کہا مجھ سے نکاح کیا فلاں نے پھر مرد نے کہا کہ میں نے
اس عورت سے نکاح کیا اپنی ماں اور بہن کی شہادت پر تو آپ
نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی اور ان پر حدِّ زنا جاری
نہیں کی اور فرمایا کہ نکاح بغیر ولی نہیں ہوتا۔ ابو بکر عکرمہ بن
خالد سے کہ شتر سواروں سے راستہ بھر گیا تھا ان میں سے
ایک بیوہ عورت نے اپنا معاملہ (نکاح) قوم میں کے ایک شخص
کے ساتھ متعلق کر دیا جو اس کا ولی نہیں تھا (یعنی اس کو اختیار
دیدیا) اس نے اس کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کر دیا۔ تو عمرؓ
نے نکاح کرنے والے اور نکاح کرانے والے کے کوڑے مارے
اور دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔ ابو بکر راوی ہیں بکر سے
کہ ایک عورت نے نکاح کر لیا بغیر ولی کے اور بغیر گواہوں کے۔
یہ واقعہ عمرؓ کو لکھ کر بھیجا گیا تو انھوں نے لکھا کہ اس کے
سو کوڑے مارے جائیں اور شہروں میں لکھ کر بھیجا کہ جو عورت
بغیر ولی کے نکاح کرے تو وہ بمنزلہ زانیہ کے ہے۔ ابو بکر ابراہیم
سے کہ عمرؓ نے کہا کہ یتیم لڑکی سے اس کی ذات کے بارے میں
اجازت طلب کی جائے تو اس کی رضامندی یہ ہے کہ وہ سکوت
کرے۔ مالکؒ اور شافعیؒ مسیّب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے
فرمایا کہ عورت کا نکاح نہ کیا جائے مگر اس کے ولی یا اس کے
اہل میں سے کسی صاحب رائے یا بادشاہ کی اجازت سے۔ مالکؒ
اور شافعیؒ ابو الزبیر سے کہ عمرؓ کے سامنے ایک نکاح کا واقعہ
ذکر کیا گیا جس پر کوئی گواہ نہ تھا بجز ایک مرد اور ایک عورت کے

فقال ہذا نکاح السر و لا اجیزہ و لو
تقدمت فیہ لرجمت الشافعی عن الحسن و
سعید بن المسیب ان عمر قال لا نکاح الا
بولی و شاہدی عدل قال الشافعی و
الذی روی حجاج بن ارطاۃ عن عطاء [مبتدا]
عن عمر انہ اجاز شہادۃ النساء مع الرجل
فی النکاح منقطع [خبر] و الحجاج لا یحتج بہ
الشافعی و احمد بن حنبل فی خطبۃ عمر
بالجابیۃ قولہ و لا یخلون الرجل بامراۃ
فان الشیطان ثالثہما ابوبکر عن حمید
ابن عبدالرحمن قال عمر الا لا یلج رجل
علی امراۃ الا و ہی ذات محرم منہ
قیل حموہا [برادر شوہر یا دیگر قریب اور] قال حموہا الموت البیہقی
روینا عن عمر بن الخطاب کتب الی
ابی عبیدۃ بن الجراح اما بعد فانہ بلغنی
ان النساء المسلمات یدخلن الحمامات
و معہن نساء اہل الکتاب فامنع
ذلک و حل [حائل شو] دونہ و فی روایۃ فانہ
لا یحل لامراۃ تؤمن باللہ و الیوم الآخر
ان تنظر الی عورتہا الا اہل ملتہا ابوبکر
عن سعید بن المسیب قال عمر ایما عبد
نکح حرۃ فقد اعتق نصفہ و ایما
حر نکح امۃ فقد ارق نصفہ
ابوبکر عن عمر انہ نہی ان یتزوج
العربی الامۃ ابوبکر

تو فرمایا کہ یہ پوشیدہ نکاح ہے اور میں اس کو جائز نہیں قرار دیتا ہوں
اور اگر یہ میرے سامنے پیش آتا تو میں ضرور رجم کر دیتا۔ شافعیؒ
حسن سے اور سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ نکاح نہیں ہوتا بغیر
ولی اور دو شاہد عدل کے۔ کہا شافعیؒ نے اور وہ روایت جو عطاء
سے کی ہے حجاج بن ارطاۃ نے کہ عمرؓ نے نکاح کے بارے میں
عورتوں کی شہادت کو مرد کے ساتھ جائز رکھا ہے منقطع ہے
اور حجاج ایسا شخص ہے جس کی روایت حجت نہیں ہے۔ شافعی
اور احمد بن حنبلؒ نے عمرؓ کے خطبہ میں جو جابیہ میں دیا تھا اُن کا
یہ قول روایت کیا ہے اور کوئی شخص ہرگز خلوت نہ کرے کسی
غیر عورت کے ساتھ کہ ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔
ابوبکر حمید بن عبدالرحمٰن سے کہا عمرؓ نے کہ خبردار کوئی مرد کسی
عورت کے پاس نہ داخل ہو مگر اس صورت میں کہ وہ اس کی
محرم ہو۔ کہا گیا کہ دیور (اور جیٹھ) بھی، کہا کہ دیور موت ہے۔
بیہقی، ہم سے روایت کیا گیا عمرؓ بن الخطاب کے بارے میں کہ
انھوں نے ابو عبیدہؓ بن الجراح کو لکھا امّا بعد مجھے یہ اطلاع
پہنچی کہ مسلمان عورتیں حماموں میں داخل ہوتی ہیں اور اُن کے
ساتھ اہلِ کتاب کی عورتیں ہوتی ہیں تو اس کو منع کر دو اور
تم اس میں روک بن جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ کسی
ایسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی
ہو یہ حلال نہیں کہ اس کے ستر کو کوئی عورت دیکھے بجز اُس
عورت کے جو اُس کی ہم مذہب ہو۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے
کہ عمرؓ نے کہا کہ جس غلام نے آزاد عورت سے نکاح کر لیا اُس کا
نصف آزاد ہو گیا اور جس آزاد نے باندی سے نکاح کر لیا اُسکا
نصف غلام ہو گیا۔ ابوبکر عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں
نے منع کیا اس سے کہ کوئی عرب باشندہ باندی سے نکاح کرے۔ ابوبکر

عن شقیق تزوّج حُذیفۃُ یہودیۃً فکتبَ الیہ عمر اَنْ خَلِّ سبیلَہا فکتبَ الیہ ان کانت حراماً خلّیتُ سبیلَہا فکتبَ الیہ انّی لا اَزْعَمُ انّہا حرام و لٰکنّی اَخافُ اَن یتغاظوا المؤمنات (بخشم آوردند ازواج ۱۲) منہنّ

اَبو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن حُذیفۃَ بن الیمان انّہ تزوّجَ یہودیّۃً بالمدائن فکتبَ الیہ عمر بن الخطاب اَنْ خلِّ سبیلَہا فکتبَ الیہ اَحرامٌ ہی یا امیر المومنین فکتبَ الیہ اَعْزِم علیکَ ان لا تضعَ کتابی حتّٰی تخلّی سبیلَہا فانّی اخاف اَن یقتدِیَ بک المسلمونَ فیختاروا نسآءَ اہلِ الذمّۃ لجمالہنّ وکفٰی بذلک فتنۃً لنسآءِ المسلمین

اَبو بکر عن عبید اللّٰہ ابن عبد اللّٰہ عن اَبیہ سُئِل عمر عن جمع الاُمّ وابنتہا من مِلکِ الیمین فقال (الآیۃ ۱۲) لا اُحبُّ ان اُجیزہما جمیعًا۔

اَبو بکر عن ابی نضرۃ جاءَ رجلٌ الٰی عُمر فقالَ انّ لی ولیدۃً (جاریۃ ۱۲) وابنتہا وانّہما قد اَعجبتا نی اَفَاَطأُہما قالَ آیۃٌ اَحلّت (اے اوما ملکت ۱۲) وآیۃٌ حرّمت (ان تجمعوا ۱۲)

شقیق سے، حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا ایک یہودی عورت سے تو ان کو عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ اس کو چھوڑ دو۔ تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اُن کو لکھا کہ اگر حرام ہو تو میں اس کو چھوڑ دوں گا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا کہ میں یہ نہیں سمجھتا کہ وہ حرام ہے لیکن مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ (ازواج) مؤمنات کو اپنے (جمال کی وجہ) سے غصّہ دلائیں گی (جس سے وہ تکلیف میں مبتلا ہوں گی)۔

ابو حنیفہ رحمہ اللہ حماد سے وہ ابراہیم سے وہ حذیفہ بن الیمان سے کہ اُنھوں نے مدائن میں ایک یہودیہ سے نکاح کرلیا۔ تو ان کو عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے لکھا کہ اس کو چھوڑ دو تو اُنھوں نے لکھا کہ کیا وہ حرام ہے اے امیر المؤمنین تو عمر رضی اللہ عنہ نے پھر اُن کو لکھا کہ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ یہ میرا خط نیچے رکھنے سے پہلے اُس کو چھوڑ دو...... کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مسلمان تمھاری اقتدار کرینگے اور وہ اہلِ ذمہ کی عورتوں کو اُن کے جمال کی وجہ سے اختیار کرنے لگیں گے اور یہ بات مسلمان عورتوں کے مُبتلاءِ فتنہ ہونے کے لئے کافی ہے۔

آبو بکر عبید اللہ ابن عبد اللہ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا ماں اور اُس کی بیٹی کو جو مِلک یمین میں ہوں (یعنی دونوں کسی کی باندیاں ہوں) جمع کرنے کے بارے میں (یعنی دونوں سے مجامعت کرسکتا ہے یا نہیں) تو فرمایا کہ مجھے پسند نہیں کہ دونوں کو جمع کرنے کی اجازت دوں۔

آبو بکر ابو نضرہ سے کہ ایک شخص عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ میری مِلک میں ایک جاریہ ہے اور اُس کی بیٹی ہے اور وہ دونوں مجھے بہت پسند ہیں تو کیا میں دونوں سے جماع کرسکتا ہوں؟ تو فرمایا کہ ایک آیت (یعنی او ما ملکت آیمانکم) تو حلال کرتی ہے، اور ایک آیت (اَن تجمعوا الخ) حرام کرتی ہے۔

اما انا فلم اکن اقرب ہذا قلت نازع البغوی فی ذٰلک فقال قولہ وان تجمعوا اخص فی ہذا الحکم من قولہ او ما ملکت ایمانکم لان الآیۃ الاولیٰ فی بیان ما حرم علینا و قولہ او ما ملکت ایمانکم فی الامر بحسن الاستمار ومثل ذٰلک لایعم والاوجہ عندی ان قولہ تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین فی سیاق المنکوحات انما ارید بہ الجمع بالنکاح لانہ معلوم ان الجمع فی البیت والجمع فی الملک من غیر وطی لیس بمحرم فلا بد للجمع المنہی عنہ من محل وما ہو الا النکاح فی سیاق الآیۃ وقولہ تعالیٰ والذین ہم لفروجہم حافظون الا علیٰ ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فی بیان ما احل اللہ فکان عمر بن الخطاب اراد ان آیۃ وان تجمعوا حرمت من طریق القیاس الجلی الاماء علی المنکوحات وقولہ والذین ہم لفروجہم حافظون احلت من جہۃ العموم واللہ اعلم ابو بکر عن عبد الرحمٰن بن غنم عن عمر قال لہا شرطہا قال رجل اذا تطلقنا فقال عمر ان مقاطع الحقوق عند الشروط البیہقی

میرا اپنا حال یہ ہے کہ میں ایسے کام کے قریب بھی جانے والا نہ ہوں گا (جس میں مظنۂ حرام موجود ہو)۔ میں کہتا ہوں کہ بغوی نے اس میں نزاع کیا ہے۔ کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَاَنْ تَجْمَعُوْا اس حکم میں اخص ہے ارشاد او ما ملکت اَیمانکم سے کیونکہ پہلی آیت اُس کے بیان میں ہے جس کو اللہ نے ہم پر حرام کیا ہے اور ارشاد او ما ملکت ایمانکم خوبی کے ساتھ حکم قبول کرنے کے بارے میں ہے اور اس جیسی بات میں عموم نہیں ہوا کرتا۔ اور میرے نزدیک یہ بات ہے کہ ارشادِ حق تعالیٰ وَاَنْ تجمعوا بین الاُختین منکوحات کے سیاق میں ہے اور اس سے مراد لیا گیا ہے نکاح سے جمع کرنا اس لئے کہ یہ بات واضح ہے کہ گھر میں جمع کرنا یا ملک میں جمع کرنا بغیر مجامعت حرام نہیں ہے تو ضروری ہے کہ جمع سے مراد وہ جمع ہو جو منہی عنہ ہو ایک خاص موقع سے اور وہ نکاح کے سوا سیاق آیت میں اور کوئی موقع نہیں۔ اور ارشاد حق جل شانہ والّذین ھم لفروجھو حفظون اِلاّ علیٰ ازواجھو او ما ملکتْ ایمانھم اُن کے بیان میں ہے جن کو اللہ نے حلال کیا ہے۔ تو عمرؓ بن الخطاب کی مُراد یہ تھی کہ آیت وَاَنْ تَجْمَعُوْا نے منکوحات پر قیاس جلی کے ساتھ باندیوں کو بھی حرام کر دیا اور ارشاد وَالّذین ھو لفروجھو حفظون نے عموم کی جہت سے حلال کیا ہے، واللہ اعلم۔ ابو بکر عبد الرحمٰن بن غنم سے وہ عمرؓ سے کہ فرمایا کہ اُس (عورت) کے لئے اُس کی شرط (کا حق) ہے۔ مرد نے کہا کہ جب ہم دونوں بخندہ پیشانی ملتے ہوں تو عمرؓ نے کہا کہ شروط کے سامنے حقوق قطع ہو جاتے ہیں۔ بیہقی، ہم نے

ع۵ یہ آیت مومنین کے اس وصف کے بیان میں نازل ہوتی ہے کہ وہ نکاح کے بارے میں اللہ کے حکم سے کہ کن سے نکاح کرنا چاہیئے اور کن سے نہ کرنا چاہیئے تجاوز نہیں کرتے اور یہ دو بہنوں کے جمع کرنے کے جواز پر دلالت نہیں کرتی (چہ جائیکہ ماں اور بیٹی کے جمع کرنے کے جواز پر دلالت کرے) ۱۲ واضح رہے کہ

یہاں دو آیتوں میں خلط ملط ہو گیا ہے۔ ایک آیت سورۃ نساء کی ہے جسکے الفاظ ہیں اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ اور ایک اور آیت ہے سورۃ المومنون کی، اسکے الفاظ ہیں اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ دونوں کا

رُوِّينا عن عمر بن الخطاب فی رجلٍ تزوّج امرأۃً وشرط لها أن لا يخرجها قال نُزِعَ عنہ الشرط وقال المرأۃ مع زوجها ابو بکر عن زيد بن وهب كتب الينا عمر أن الاعرابی لا ينكح المهاجرۃ حتی يخرجها من دار الهجرۃ قلتُ ذهب الاوزاعی واحمد واسحٰق الی الاول فاذا اراد أن يخرجها أمر بالطلاق وابوحنيفۃ والشافعی الی الثانی والاوّل اوثق من حديث عمر الشافعی عن عبد اللہ ابن عتبۃ عن عمر بن الخطاب انہ قال ينكح العبد امرأتين ويطلق تطليقتين وتعتد الأمۃ حيضتين فان لم تكن تحيض فشهرين او شهرا ونصفا ابو بكر عن الحكم أجمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ عليہ وسلم علی ان المملوك لا يجمع من النساء فوق اثنتين مالك والشافعی عن سعيد بن المسيب وعن سليمان بن يسار أن طليحۃ الاسديۃ كانت تحت رشيد الثقفی فطلقها فنكحت فی عدتها فضربها عمر بن الخطاب وضرب زوجها بالمخفقۃ ضربات وفرق بينهما ثم قال عمر بن الخطاب ايما امرأۃ نكحت فی عدتها فان كان زوجها الذی تزوجها لم يدخل بها فرق بينهما ثم اعتدت بقيۃ عدتها من زوجها الاوّل ثم كان الآخر

روایت کیا گیا ہے عمرؓ بن الخطاب سے ایک شخص کے بارے میں کہ جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے یہ شرط منظور کر لی کہ اس کو (شہر سے) باہر نہیں لے جائے گا۔ کہا کہ عمرؓ نے اس سے یہ شرط ہٹا دی اور فرمایا کہ عورت شوہر کے ساتھ رہتی ہے۔ ابو بکر زید بن وہب سے کہ ہم کو عمرؓ نے لکھا کہ اعرابی (یعنی دیہات کا مرد) کسی مہاجر عورت سے نکاح نہ کرے کہ اس کو دار الہجرت سے نکال لیجائے۔ میں کہتا ہوں کہ اوزاعیؒ اور احمدؒ اور اسحٰقؒ پہلے قول کی طرف گئے ہیں تو جب ارادہ کرے گا اُس کو نکال لے جانے کا تو طلاق کا حکم دیا جائے گا، اور ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ دوسرے قول کی طرف۔ اور حدیث عمرؓ میں سے پہلا قول زیادہ قابلِ وثوق ہے۔ شافعیؒ عبد اللہ بن عتبہ سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے فرمایا کہ غلام دو عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے اور دو طلاق دے سکتا ہے اور باندی عدّت گزارے گی دو حیض۔ پھر اگر اس کو حیض نہیں آتا تو دو مہینے یا ڈیڑھ مہینہ۔ ابو بکر حکم سے، اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر اجماع کیا ہے کہ مملوک (غلام) دو سے زیادہ عورتوں کو جمع نہیں کر سکتا۔ مالکؒ اور شافعیؒ سعید بن المسیبؒ اور سلیمان بن یسار سے کہ طلیحہ اسدیہ رشید ثقفی کے نکاح میں تھی۔ اس نے اُس کو طلاق دیدی تو اُس نے اپنی عدّت میں نکاح کر لیا تو اُس کے اور اُس کے شوہر کے عمرؓ ابن الخطاب نے کئی دُرّے مارے اور دونوں میں تفریق کر دی۔ پھر کہا عمرؓ بن الخطاب نے کہ جو عورت اپنی عدّت میں نکاح کر لے تو اگر اس کا شوہر جس سے اُس نے نکاح کیا ہے اُس کے پاس نہیں گیا تو دونوں میں تفریق کر دی جائے پھر وہ اپنی بقیہ عدّت کو پورا کرے جو پہلے شوہر سے تھی۔ پھر دوسرا شوہر اپنا

خاطباً من الخطّاب وان کانَ دخلَ
بہا فُرّقَ بینہما ثمّ اعتدت بقیۃَ
عدّتہا من زوجہا الاوّلِ ثم اعتدت
من الآخرِ ثم لایجتمعانِ ابداً او
قال سعید بن المسیّب لہا مہرہا
بما استحلَّ منہا قال البیہقی قالَ
الشافعی فی القدیم لایجتمعانِ ابداً
ثم رجعَ و ذکر الثوریُ فی جامعہ
اَنّ عُمر رَجع عن ذٰلک مالک
عن ابی الزبیر المکی انّ رجلاً خطبَ
الیٰ رجل اختہ فذکَر انّہا قد
کانت اَحدثَتْ (اذنبت ۱۲) فبلغَ ذلک عُمر
ابن الخطاب فضربَہ او کادَ یضربہ ثم
قالَ مالکَ وللخبرِ ابوبکر عن
طارقِ بن شہابٍ انّ رجلاً زوّج
ابنتہ فقالت اخشٰی اَن
اُفضحکَ انّی قد بغیتُ (زنیتُ ۱۲) فاتٰی
عمرُ فقالَ الیس قد تابتْ قالَ
نعم قال فتزوّجہا قلتُ تمسّک بہ
مَن قال بجوازِ نکاحِ الزّانیۃ وفیہ نظر
لانّہ یحتمل ان لایکون زناہا معلوماً
بالبیّنۃِ ولا رآہا الزّوجُ علٰی
تلک الحالۃ فہٰذہ حالۃٌ عمیاءُ
والاصلُ ہو استصحاب
البراءۃ

رشتہ بھیجنے والا ہو گا رشتہ بھیجنے والوں میں سے۔ اور اگر وہ اُس کے پاس جا چکا ہے تو دونوں میں تفریق کر دی جائے پھر عورت اُس بقیۂ عدّت کو پورا کرے جو پہلے شوہر سے تھی پھر دوسرے کی عدّت گزارے آئندہ یہ دونوں کبھی جمع نہیں ہو سکتے اور کہا سعید بن المسیّب نے کہ عورت کو اپنے مہر کا حق ہے اُس کام کی وجہ سے جس کو مرد نے اُس عورت کے ساتھ اپنے لئے حلال کر لیا تھا۔ بیہقی نے کہا کہ شافعیؒ کا قدیم قول یہ ہے کہ یہ کبھی جمع نہیں ہوں گے پھر اُنھوں نے رجوع کر لیا۔ اور ثوریؒ نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے کہ عمرؓ نے اس سے رجوع کر لیا۔ مالکؒ ابوزبیر مکّی سے کہ ایک شخص نے ایک آدمی کے پاس اُس کی بہن سے پیغام بھیجا۔ تو اُس نے بتایا کہ وہ عورت گناہ کر چکی ہے۔ یہ بات عمرؓ بن الخطاب تک پہنچ گئی تو اُس کو آپ نے مارا یا مارنے والے تھے۔ پھر فرمایا تجھے یہ خبر پہنچانے سے کیا غرض؟ ابوبکر طارق بن شہاب سے کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہا۔ تو اُس نے کہا کہ میں اس سے ڈرتی ہوں کہ تم کو رسوا کروں کیونکہ میں درحقیقت بُرائی (یعنی زنا) میں مبتلا ہو چکی ہوں تو وہ عمرؓ کے پاس آیا اور اُن سے اس بات کا ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا کہ کیا اُس نے توبہ نہیں کی؟ اُس نے کہا کہ ہاں (کر چکی ہے) تو فرمایا کہ اس کا نکاح کر دے۔ میں کہتا ہوں کہ جو نکاحِ زانیہ کے جواز کے قائل ہیں انھوں نے اسی سے حجّت پکڑی ہے۔ اور اس میں کلام ہے کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ اُس کا زنا شہادات سے معلوم نہ ہوا اور نہ اس کو (ہونے والے) شوہر نے اُس حالت میں دیکھا ہو یہ ایک (غیر واضح) اندھی حالت ہے اور اصل (ہر نفس کیلئے) پاکدامنی کے ساتھ متّصف ہونا ہے۔ (جب تک

فلقول عمر بن الخطاب مصدرٌ غیر ہذا الذی زعموہ والحدیث الثانی تاویلہ ان المنہیّ عنہ ہو نکاح الزانیۃ غیر التائبۃ فاذا تابت فالتائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ ابوبکر عن الحسن انّ رجلاً تزوّج امرأۃً فاسرّ ذلک فکان یختلف الیہا فی منزلہا فرآہ جارٌ لہا فقذفہ بہا فخاصمہ الی عمر بن الخطّاب فقال یا امیر المؤمنین ہذا کان یدخل علی جارتی ولا اعلم تزوّجہا فقال لہ ما تقول فقال تزوّجت امرأۃ علی شئ دون فاخفیت ذلک قال فمن شہدکم قال اشہدت بعض اہلہا قال فدرأ الحدّ عن قاذفہ وقال اعلنوا ہذا النکاح وحصّنوا ہذہ الفروج۔ ابوبکر عن محمد بن سیرین نبّئت ان عمر کان اذا سمع صوتا انکرہ وسأل عنہ فان قیل عرس او ختان اقرّہ۔ البغوی روی انّ عمر وعثمان دُعیا الی طعام فاجابا فلمّا خرجا قال عمر لعثمان لقد شہدت طعاما وددت انّی لم اشہدہ قال وما ذاک قال خشیت ان یکون جُعل

اس کے خلاف کوئی ثبوت نہ ہو دوسرا حکم نہیں لگایا جائے گا) تو عمرؓ بن الخطاب کے قول کے لئے اس کے سوا جس کا اُنھوں نے گمان کیا ہے کوئی دوسرا مصدر بھی ہو سکتا ہے۔ اور دوسری حدیث کی تاویل یہ ہے کہ جس سے روکا گیا ہے وہ اُس زانیہ کا نکاح ہے جس نے توبہ نہ کی ہو پھر جب اُس نے توبہ کر لی تو گناہ سے توبہ کرنے والا اُس شخص کی مانند ہے جس پر کوئی گناہ نہیں۔ ابوبکر حسن سے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کو پوشیدہ رکھا۔ پھر یہ اُس عورت کے گھر میں آیا جایا کرتا تھا تو اُس کو اس عورت کے ایک ہمسایہ نے دیکھا اور اس کے خلاف عمرؓ بن الخطاب سے شکایت کی کہ اے امیر المؤمنین یہ میری ایک ہمسایہ کے پاس آتا رہا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس نے اُس سے نکاح کیا۔ تو آپ نے اُس (مدعا علیہ) سے کہا کہ تو کیا کہتا ہے اُس نے کہا کہ میں نے عورت سے ایک قلیل مہر پر نکاح کیا اور اس کو مخفی رکھا۔ آپ نے کہا کہ نکاح پر تمھارا گواہ کون تھا تو اس نے کہا کہ میں نے عورت کے بعض رشتہ دار کو گواہ بنایا تھا۔ کہا کہ آپ نے تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری نہیں کی۔ فرمایا کہ اس نکاح کا اعلان کر دو اور ان شرمگاہوں کو (بدکاری سے) بچاؤ۔ ابوبکر محمد بن سیرین سے، مجھے خبر دی گئی کہ عمرؓ جب (اونچی) آواز سنتے تو ان کو ناگواری ہوتی اور اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھتے پھر اگر کہا جاتا کہ شادی ہے یا ختنہ ہے تو کوئی بازپرس نہ کرتے۔ بغوی، روایت کیا گیا ہے کہ عمرؓ اور عثمانؓ کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ دونوں نے قبول کر لی۔ جب دونوں نکلے تو عمرؓ نے عثمانؓ سے کہا کہ میں بیشک کھانے پر حاضر ہو گیا مگر مجھے اچھا یہ معلوم ہوا کہ نہ حاضر ہوتا۔ عثمانؓ نے کہا اور اس کی وجہ کیا ہے۔ فرمایا کہ مجھے یہ اندیشہ ہو گیا کہ کھانا ازراہ فخر دیا گیا ہو

مباہاۃً آبوبکر و البغوے عن ابی العجفاء السلمی عن عمر قالَ لاتُغالوا فی مہور النسآء فانہا لو کانت مکرمۃً (مبالغہ وزیادتی نہ کنید) فی الدنیا او تقوے عندَ اللہ لکانَ احقکم بہا محمدٌ صلے اللہ علیہ وسلم ماَزوَّجَ بنتاً من بناتہٖ و لاتزوّج شیأً من نسآئہ الّا علٰی اِثنتَی عشرۃَ اُوقیۃ آبوبکر عن ابنِ سیرین اَنَّ عُمرَ رخَّصَ اَن تُصْدِقَ المرأۃُ الفَین الشافعی عن محمد (مہر کردہ شود) ابن سیرین اَنَّ الاَشعثَ بن قیسٍ صحب رجلاً فرآے امرأتَہ فاعجبتہٗ فتوفّیَ فی الطریق فخطبہا الاَشعثُ ابن قیس فابَتْ اَن تتزوّجہ اِلّا علٰی حُکمہا فتزوَّجہا علٰی حُکمہا ثم طلّقہا قبلَ اَنْ تحکم فقالَ احکُمی فقالتْ اَحکُمُ فلاناً و فلاناً رقیقاً کانوا لاَبیہ من تِلادِہٖ (مال) فقالَ غیرَ ہٰؤلآء فابَتْ فاتے عمر فقالَ یا امیرَ المؤمنین عجزتُ ثلٰثَ مرّاتٍ قالَ ما ہُنّ قالَ عشقتُ امرأۃً قالَ ہٰذا ما لاَ تملِکُ قالَ ثم تزوّجتُہا

نہ بنایا گیا ہو۔ آبوبکر اور لغوی ابوالعجفاء سلمی سے وہ عمرؓ سے فرمایا کہ عورتوں کے مہروں کی گراں مقدار نہ کرو کیونکہ یہ اگر بڑائی کی بات ہوتی دُنیا میں یا تقوٰے کی بات ہوتی اللہ کے نزدیک تو اس کے سب سے زیادہ حقدار محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم ہوتے۔ آپؐ نے اپنی بیٹیوں میں سے کسی بیٹی کا نکاح نہیں کیا اور نہ اپنی ازواج میں سے کسی سے نکاح کا کچھ معاملہ کیا مگر بارہ اوقیہ (چاندی) پر (ایک اوقیہ چالیس درہم کا تھا اس لئے بارہ اوقیہ کے چارسو اسّی درہم ہوئے۔ بعض روایات میں ساڑھے بارہ اوقیہ ہے یعنی پانچسو درہم)۔ آبوبکر ابن سیرین سے کہ عمرؓ نے اس بات کی اجازت دی کہ مہر دو ہزار درہم مقرر کیا جائے۔ شافعیؒ محمد بن سیرین سے کہ اشعث بن قیس (سفر میں) ایک شخص کے ساتھی بنے۔ انھوں نے اُس کی بیوی کو دیکھا تو ان کو اچھی معلوم ہوئی۔ اُس شخص کا راستہ میں انتقال ہوگیا تو اشعث بن قیس نے اُس کو نکاح کا پیغام دیا تو اُس نے نکاح سے انکار کر دیا بجز اس شرط کے کہ مہر اس کے حکم کے مطابق ہوگا۔ (کہ وہ جو کچھ مانگے اس کو دینا ہوگا) ... اُس نے اس پر نکاح کرلیا کہ مہر اس کے حکم کے مطابق ہوگا.. پھر اس کو طلاق دیدی قبل اس کے کہ وہ حکم کرے۔ اس کے بعد کہا کہ حکم کر (یعنی بتا کہ مہر کیا دیا جائے) اُس نے کہا کہ میں یہ حکم کرتی ہوں کہ فلاں فلاں غلام دو۔ یہ غلام اُس کے باپ کے مال میں سے اُس کو ملے تھے تو اُس نے کہا کہ ان کے بجائے اور کچھ لے لے تو اس نے انکار کر دیا تو وہ عمرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اے امیرالمؤمنین میں تین مرتبہ عاجز ہوا ہوں۔ فرمایا وہ کیا ہیں تو اُنھوں نے کہا کہ (ایک واقعہ یہ ہوا کہ) میں ایک عورت پر عاشق ہوگیا۔ فرمایا کہ یہ ایسی بات ہے جس پر تمھیں اختیار نہیں ہے کہا کہ پھر میں نے اس سے نکاح کرلیا

علیٰ حکمها ثم طلقتها قبل ان تحکم
فقال عمر امرأۃ من المسلمین
قال الشافعی یعنی لها مهر امرأۃ من
المسلمین ابو بکر عن النخعی عن عمر
نحو ذلک الا انه قال ارضها
ارضها ابو بکر عن ابن سیرین نحو
ذلک الا انه قال لها مهر نسائها
مالک و الشافعی عن سعید بن المسیب
ان عمر بن الخطاب قضی بالمرأۃ
تزوجها الرجل انها اذا ارخیت الستور
فقد وجب الصداق کان
الشافعی فی القدیم یقول بقول
عمر و یقول عمر اعلم بکتاب الله
و قد یجوز ان یکون انما اراد
الله بالتی طلقت قبل ان
تمس التی لم تخل بینه و بین
نفسها ثم رجع فی الجدید الی ان
المهر انما یجب کاملا بالمسیس واعتمد علی
ظاهر الکتاب قلت یمکن الجمع بین
قول عمر و بین ظاهر
الکتاب فنقول اذا
تصادقا علی انه لم یمسها
فالقول بظاهر الکتاب
و ان قالت مسنی و قال
لم امسها فان

اُس کے حکم (اختیارِ مہر) پر۔ پھر میں نے اُس کو طلاق دیدی
پہلے اس سے کہ وہ حکم (یعنی تعیین مہر) کرے۔ تو عمرؓ نے فرمایا
کہ وہ ایک عورت ہے مسلمانوں میں سے۔ شافعیؒ نے کہا کہ عمرؓ
کی مراد یہ تھی کہ اُس کا مہر عام مسلمان عورت کے برابر ہے۔
ابو بکر نخعی سے اور وہ روایت کرتے ہیں عمرؓ سے اسی کے مطابق
بجز اس کے کہ انھوں نے کہا کہ اُس عورت کو راضی کرو اُس کو
راضی کرو۔ ابو بکر ابن سیرین سے اسی طرح روایت کرتے ہیں
بجز یہ کہ اُنھوں نے کہا کہ اُس کا مہر اُس (کے خاندان کی)
عورتوں کے برابر ہوگا۔ (عمرؓ کی مراد میں یہ اختلاف واقع
ہوا) مالکؒ اور شافعیؒ سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے
عورت کے لئے جب کہ کوئی شخص اس سے نکاح کرلے یہ فیصلہ
کیا کہ جب پردے لٹکا دیئے گئے تو مہر واجب ہوگیا۔ شافعیؒ اپنے
شروع کے زمانہ میں عمرؓ کے قول پر چلتے اور کہا کرتے تھے کہ عمرؓ
کتاب اللہ کے بہت بڑے عالم تھے اور یہ بات جائز ہے کہ (آیت
لا جناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم تمسوھن میں) اللہ
تعالیٰ نے "اُن کو چھونے سے پہلے طلاق دیئے جانے" سے
ایسی عورت مُراد لی ہو جس کی ابھی تک شوہر کے ساتھ خلوت
نہ ہوتی ہو۔ پھر جدید یعنی بعد کے قول میں شافعیؒ نے اس قول
کی طرف رجوع کرلیا کہ مہر کامل چھونے سے واجب ہوتا ہے
اور اُنھوں نے آیت کے ظاہر پر عمل کیا۔ میں کہتا ہوں کہ قولِ
عمرؓ اور آیت کے ظاہر معنے میں جمع ممکن ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ
جب دونوں (مرد و عورت) اس بات کی تصدیق کریں کہ مرد
نے عورت کو نہیں چھوا تو ظاہر کتاب پر عمل ہوگا۔ اور اگر (اختلاف
واقع ہوگیا) عورت نے کہا کہ مجھے چھوا ہے اور مرد نے کہا کہ
میں نے اس کو نہیں چھوا تو (اب فیصلہ یوں ہوگا کہ) اگر

أُرخیتِ الستورُ صُدِّقت بیمینہا وإن
لم تُرخَ الستورُ صُدِّق بیمینہ لانّ الظاہر
معہ ہٰذہ فی المسئلۃ الأولیٰ ومعہ ہٰذا
فی الثانیۃ فاظنّ ہٰذا معنی قول عمر
الشافعی عن طاؤس ان ابا الصّہباء
قال لابن عباس انّما کانت الثلاث
علیٰ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تُجعلُ واحدۃً وابی بکر وثلاثًا من
امارۃ عمر فقال ابن عباس نعم مسلم عن
طاؤس عن ابن عباس کان علیٰ عہد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین
من خلافۃ عمر طلاقُ الثلٰثِ واحدۃً فقال
عمر بن الخطّاب انّ الناس استعجلوا فی
أمرٍ کانت لہم فیہ أناۃٌ فلو أمضیناہ
علیہم قلتُ فی ہٰذا الحدیث اشکالٌ
قویٌّ لانّ النسخَ لا یتصوّرُ بعدَ وفاۃِ
النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانقطاعِ الوحی
فحکی البغویُّ للعلماء ثلاث تأویلات
احدہا معناہ قول الرّجل انتِ طالقٌ
انتِ طالقٌ انتِ طالقٌ إن قصدَ
الایقاعَ بکلّ لفظۃٍ تقع الثلاثُ
وإن قصدَ التوکیدَ فواحدۃٌ کانوا
فی الزّمن الاوّل یُصدّقونَ
فی أنّہم أرادوا واحدۃً
فلما رآے

اُن پر پردے لٹکائے گئے تھے تو عورت کی قسم کی تصدیق کیجائیگی
اور اگر پردے نہیں لٹکائے گئے تو مرد کی قسم کی تصدیق کیجائیگی
کیونکہ (معنے آیت کا) ظاہر پہلی صورت میں (یعنی جب پردے
لٹکائے گئے تھے) عورت کے ساتھ ہے اور دوسری صورت میں
(یعنی جب پردے نہیں لٹکائے گئے) مرد کے ساتھ ہے۔ میرا گمان
یہ ہے کہ عمرؓ کے ارشاد کا یہ مطلب ہے۔ شافعیؒ طاؤس سے روایت
کرتے ہیں کہ ابو الصہباء نے ابن عباسؓ سے کہا کہ تین (طلاقیں)
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک طلاق قرار
دی جاتی تھی اور ابو بکرؓ کے عہد میں بھی، اور عمرؓ کے ابتدائے
امارت کے تین سال تک (اسی پر عمل ہوتا رہا) تو ابن عباسؓ
نے کہا ہاں۔ مسلم طاؤس سے وہ ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کے زمانہ میں اور عمرؓ کی خلافت
کے دو سال تک تین طلاق کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ پھر
عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ لوگوں نے عجلت کرنا شروع کر دیا
اس امر میں جس میں اُن کو مہلت دی گئی تھی تو کیوں نہ ہم
ان پر اُس کو جاری کر دیں (یعنی تین طلاق کو تین ہی قرار
دیں)۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں قوی اشکال ہے کیونکہ
کسی حکم کے منسوخ ہونے کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی
وفات کے اور وحی کے منقطع ہونے کے بعد تصور نہیں کیا جا سکتا
اس پر بغویؒ نے علماء سے تین تاویلات نقل کی ہیں۔ ایک
یہ ہے کہ ایک شخص نے اس کے کہنے سے کہ "تجھ پر طلاق تجھ پر
طلاق تجھ پر طلاق" اگر ارادہ کیا ہر لفظ سے طلاق واقع کرنے
کا تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر تاکید کا ارادہ کیا تو ایک
پڑے گی اور لوگوں کی ابتدائی زمانہ میں اُس امر کی تصدیق
کر لی جاتی تھی کہ اُنھوں نے ایک کا ارادہ کیا تھا۔ پھر جب عمرؓ

عمر فے زمانہ اُموراً انکرہا الزمہم الثلث ثانیہا معناہ طلاقُ الرجل لغیر المدخول بہا انتِ طالق ثلاثًا لفظًا واحدًا ذہب اصحابُ عبد اللہ بن عباس انہا واحدۃٌ و قولُ عمر و علیہ جمہور اہل العلم انہا ثلاثٌ ثالثہا معناہ انتِ بتۃٌ کانَ عمر رآہا واحدۃً فلما تتابع الناسُ الزمہم الثلاثَ والاَوجہ عندی ان معناہ ان قولہ تعالٰے الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ یحتملُ وجہین احدہما ان یُعدّ انتِ طالق ثلثًا مرۃً واحدۃً لانہ ارسلَ الکلمۃ دفعۃً واحدۃً و الثانی ان ینظر الی المعنی کانہ اراد ان یقولَ انتِ طالق ثم یقولُ انتِ طالقٌ ثم یقول انتِ طالقٌ فاختصرَ کلامہ وقال انتِ طالقٌ ثلثًا فہو دفعۃٌ واحدۃٌ فے الظاہر ثلاثُ دفعاتٍ فی المعنی وکانَ الناسُ فے زمان النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم لم ینکشف لہم الامرُ و لا سألوا النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم عن ذلک فکانوا کثیراً ما یذہبونَ الی الاحتمالِ الاوّلِ و کذٰلک فے زمانِ الصدیق

نے اپنے زمانہ میں ایسے امور کو دیکھا جو اُن کو منکر معلوم ہوئے تو اُنھوں نے اُن پر لازم کر دیا۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ کسی شخص کا ایسی عورت کو طلاق دینا جس کے پاس نہیں گیا یہ کہہ کر کہ انتِ طالقٌ ثلاثًا (تجھ پر تین طلاق یعنی) ایک ہی لفظ کے ساتھ تو عبد اللہ بن عباس رض کے اصحاب اس طرف گئے کہ وہ ایک طلاق ہے اور عمر رض کا قول اور اسی کی طرف سب اہلِ علم گئے یہ ہے کہ وہ تین ہیں۔ تیسری تاویل یہ ہے کہ اس (امر) کے معنے ہیں انتِ بتۃٌ (تو مجھ سے کٹی ہوئی ہے) عمر رض اس کو ایک طلاق قرار دیا کرتے تھے جب لوگ پئے درپئے ایسا کہنے لگے تو اُنھوں نے ان پر تین طلاق لازم کر دیں۔ اور میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالٰے کا ارشاد اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ دو صورتوں کا احتمال رکھتا ہے۔ ایک ان میں سے یہ ہے کہ قول انتِ طالقٌ ثلاثًا (یعنی تجھ پر تین طلاق) کو مرتبہ واحدہ شمار کیا جائے کیونکہ ایک ہی مرتبہ میں یہ کلمہ چلتا کیا ہے۔ دوسری صورت محتملہ یہ ہے کہ معنے پر نظر کیجائے گویا اُس نے یہ کہنے کا ارادہ کیا کہ انتِ طالقٌ (تجھ پر طلاق) پھر کہتا انتِ طالقٌ، پھر کہتا انتِ طالقٌ اب اُس نے کلام کو مختصر کیا اور یوں کہدیا کہ انتِ طالقٌ ثلاثًا تو وہ دفعۃ واحدہ ہے ظاہر میں اور تین دفعات ہوئیں معنے کے اعتبار سے تو لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس حال میں تھے کہ ان پر اس امر کا (یعنی دو مذکورہ وجہوں کا) انکشاف نہ ہوا تھا اور نہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا (کہ ایک احتمال کی تعیین ہو جاتی) تو لوگ زیادہ تر احتمال اوّل کیطرف جاتے رہے اور ایسا ہی حضرت صدیق رض کے زمانہ میں

فلما کان عمر و رُفعت الیه المسئلةُ أفتاهم بالمعنی الثانی وصرّح بذلک ولم یَدَعْ محلاً للخلاف ولما قلنا نظائر کثیرةٌ فسّرها اهلُ العلم کنحو ما فسّرنا منها حدیث بیع اُمّهاتِ الاولاد فی زمانِ النبی صلی الله علیه وسلّم و ابی بکر ثم نهی عمر عنه الشافعی عن المطّلب ابن حنطب انّه طلّق امرأتَه البتّةَ ثم اَتی عمر بن الخطاب فذکر ذٰلک له فقالَ له عُمر ما حملکَ علیٰ ذٰلک فقالَ قلتهُ فتلا عُمرُ وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِیْتًا ۝ قال ما حملکَ علیٰ ذٰلکَ قالَ قُلتهُ قال عمر اَمْسِکْ علیکَ امرأتکَ فانّ الواحدة لا تُبِیْنُ الشافعی عن سلیمان ابن یسارٍ انّ رجلاً من بنی زُریق طلّق امرأتَه البتّة فقالَ عُمر ما اردتَ بذلک قالَ اَتَرانی اُقیم علیٰ حرامٍ و النساءُ کثیر و اَحلفه فحلَفَ قال الشافعی اُراه فردّها علیه قال الشافعی معنی قوله

(حاشیہ: خوانده۱۲ — بائنہ نمی سازد۱۲)

ہوتا رہا پھر جب عمرؓ کا دور آیا اور یہ مسئلہ (خصوصیت سے) اُن کے سامنے پیش ہوا تو اُنھوں نے معنے ثانی کے ساتھ ان کو فتوےٰ دیا اور اس کے ساتھ تصریح کر دی اور خلاف کے لئے کوئی موقع باقی نہ چھوڑا۔ اور جو بات ہم نے کہی ہے اُس کی بہت سی نظیریں موجود ہیں جن کی اہلِ علم نے اسی نہج پر تفسیر کی ہے جس نہج پر ہم نے کی ہے۔ اُن میں سے ایک وہ حدیث ہے جس میں اُمّ ولد باندیوں کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کے زمانہ میں بیع ہوتے رہنے کا بیان ہے پھر عمرؓ نے اس سے منع کر دیا۔ شافعیؒ مطّلب ابن حنطب سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنی عورت کو انتِ بتّۃٌ والی طلاق دی پھر وہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچے اور ان سے اس کا ذکر کیا تو عمرؓ نے اُن سے پُوچھا کہ تجھے یہ کلمہ کہنے پر کِس خیال نے اُبھارا تو انھوں نے کہا کہ میں نے بس یہ کلمہ کہدیا تو عمرؓ نے یہ آیت تلاوت کی وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِهٖ الخ (۴: ۶۶ = اور اگر یہ لوگ جو کچھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے اس پر عمل کیا کرتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا") (پھر) کہا کہ ایسا کہنے پر تجھے کِس خیال نے اُبھارا۔ اُنھوں نے کہا کہ بس میں نے یہ کہدیا تو عمرؓ نے کہا کہ اپنی بیوی کو اپنے اوپر روکے رکھ کیونکہ ایک طلاق بائن نہیں بناتی۔ شافعیؒ سلیمان بن یسار سے کہ بنی زُریق میں کے ایک شخص نے اپنی بیوی کو انتِ بتّۃٌ والی طلاق دی تو عمرؓ نے کہا کہ تو نے اس سے کیا ارادہ کیا تھا تو اُس نے کہا کہ کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ میں حرام پر قائم رہوں گا حالانکہ عورتیں بہت ہیں تو آپ نے اُس سے حلف لیا تو اس نے حلف کیا۔ شافعیؒ نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ عمرؓ نے عورت کو اُس پر لَوٹا دیا۔ شافعیؒ نے کہا کہ اسکے قول

قلتہٗ خرج منّی بلا نیّۃ و تلاوۃ عمر الآیۃ
انہ لو طلّق ولم یذکر النیّۃ کان خیرًا
فانّہا کلمۃ محدثۃ فلمّا اخبرہ انہ لم یرد
بہ زیادۃ علی الطّلاق الزمہ واحدۃ
مالک عن یحیی بن سعید بن المسیّب ان
عمر بن الخطاب قال ایّما امرأۃ فقدت
زوجہا فلم تدر این ہو فانہا تنتظر اربع
سنین ثم تعتدّ اربعۃ اشہر وعشرًا
ثم تحلّ قال مالک وادرکتُ بعض
الناس ینکرون الذی قال بعض
الناس علی عمر بن الخطاب انہ
قال یخیّر زوجہا الاوّل اذا جاء
فی صداقہا او فی امرأتہ قال
مالک و بلغنی انّ عمر بن الخطاب قال
فی المرأۃ یطلّقہا زوجہا وہو غائب عنہا
ثم یراجعہا فلا یبلغہا رجعتہ وقد بلغہا
طلاقہ ایاہا فتزوّجت انّہ ان دخل
بہا زوجہا الآخر او لم یدخل
بہا فلا سبیل لزوجہا الاوّل
الذی کان طلّقہا. ایضًا
ابو بکر عن سعید بن المسیّب
ان عمر بن الخطاب و عثمان بن
عفّان قالا فی امرأۃ المفقود
تربّص اربع سنین و تعتدّ
اربعۃ اشہر و

قُلتہٗ (کہ میں نے یہ کہدیا) کے معنے یہ ہیں کہ یہ کلمہ میری زبان سے
بغیر کسی نیت کے نکلا ہے اور عمرؓ کے آیت کو تلاوت کرنے کا مقصد
یہ ہے کہ وہ اگر طلاق دیتا اور نیت کا ذکر نہ کرتا تو بہتر ہوتا کیونکہ
وہ (بتّۃ) ایک بنایا ہوا کلمہ ہے تو جب اس نے خبر دی کہ
اس نے اس کلمہ سے طلاق پر زیادتی کا ارادہ نہیں کیا تھا تو
اس پر ایک طلاق لازم کی۔ مالکؒ یحیی بن سعید بن المسیب سے
کہ عمرؓ بن الخطّاب نے فرمایا کہ جس عورت کا شوہر گم ہو جائے
اور وہ نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہے تو وہ چار سال انتظار کرے
پھر چار مہینے دس دن کی عدت گزارے اس کے بعد حلال
ہو جائے گی۔ مالکؒ نے کہا اور میں نے بعض ایسے لوگوں کو پایا
ہے جو اس بات کا انکار کرتے ہیں جس کو بعض لوگوں نے عمرؓ
ابن الخطاب کی طرف منسوب کیا ہے کہ انھوں نے پہلے شوہر کو
اختیار دیا ہے جب وہ آجاتے اس عورت کے مہر یا اپنی عورت
میں (کہ وہ چاہے اپنے دیتے ہوئے مہر لے لے یا عورت کو
لیجائے) اور مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک ایسی عورت کے
بارے میں جس کو اس کا شوہر اس حال میں طلاق دیتا ہے کہ
کہ وہ اس سے غائب ہے (یعنی کسی دوسرے شہر میں ہے) پھر
اس سے مراجعت کر لیتا ہے مگر اس مراجعت کی اطلاع اس عورت
کو نہ پہنچی اور طلاق کی پہنچ چکی تھی، پھر اس عورت نے
نکاح کر لیا تو عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ اب تو دوسرا شوہر
اس کے پاس گیا ہو یا نہ گیا ہو پہلے شوہر کے پاس جس نے
اس کو طلاق دیدی تھی اس عورت کے جانے کی کوئی راہ
نہیں ہے۔ ابو بکر سعید بن المسیّب سے کہ عمرؓ بن الخطاب اور
عثمانؓ بن عفان دونوں نے گم شدہ شوہر کی بیوی کے بارے
میں حکم دیا کہ چار سال انتظار کرنے اور پھر چار مہینے دس دن عدت

عشراً ابو بكر عن سعيد بن المسيّب ان عمر و عثمان قالا ان جاء زوجها خُيّرَ بينَ امرأته و بينَ الصّداق الاوّل ابو بكر عن الشعبي سُئِلَ عمر عن رجل غابَ عن امرأته فبلغها انّه مات فتزوجت ثم جاء الزّوجُ الاوّل فقالَ عُمر يُخيّرَ الزوجُ الاوّلُ بينَ الصّداق و امرأته فان اختارَ الصّداق تركها مع الزّوج الآخر و انْ شاء اختارَ امرأته و قال عليٌّ لها الصّداقُ بما استحلّ الآخرُ من فرجها و يُفرّقَ بينهُ و بينها ثمّ تعتدّ ثلث حِيَض ثمّ تردّ الى الاوّلِ قلتُ لم يأخذ به الشّافعيّ في الجديد و قالَ كيفَ يُؤخذ بعضُ الحديث و يُترك بعضُه يُعرّض بمالكٍ (يعنی اين قول شافعی تعريض است) و الاوجه عندي ان المفقود له وجهانِ يدخل بهما حالهُ في عموماتِ الشّرع احدهما انّه فوّتَ الامساكَ بالمعروف فوجبَ عليه التسريحُ بالاحسانِ

گزارے۔ ابو بکر سعید بن المسیّب سے کہ عمرؓ اور عثمانؓ دونوں نے کہا کہ اگر اس کا شوہر آجائے تو اختیار دیا جائے گا مہر اور عورت کے درمیان اُس پہلے شوہر کو۔ ابو بکر شعبی سے کہ عمرؓ بن الخطاب سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے غائب ہو گیا اور اس عورت کو یہ خبر ملی کہ وہ مرگیا تو اُس نے کسی سے نکاح کر لیا۔ اس کے بعد اس کا پہلا شوہر آگیا تو عمرؓ نے فرمایا کہ زوجِ اوّل کو مہر اور اس کی عورت کے درمیان اختیار دیا جائے گا تو اگر اُس نے مہر لے لینے کو اختیار کر لیا تو اُس عورت کو دوسرے شوہر کے پاس چھوڑ دیا جائے گا اور اگر وہ چاہے تو اپنی بیوی کو اختیار کر لے۔ اور علیؓ نے کہا کہ (اس صورت میں) عورت کو مہر لینے کا حق ہوگا کیونکہ اس دوسرے شوہر نے اُس کی فرج کو اپنے لئے حلال کیا ہے اور اُس (دوسرے شوہر) کے اور عورت کے درمیان تفریق کی جائے گی پھر وہ تین حیض عدّت گزارے گی اس کے بعد پہلے شوہر کے پاس لوٹا دی جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو شافعیؒ نے اپنے جدید (یعنی بعد کے) دورِ اجتہاد میں قبول نہیں کیا اور کہا کہ کیسے یہ بات درست ہو گی کہ بعض حدیث کو لے لیا جائے اور بعض حدیث کو ترک کر دیا جائے۔ یہ تعریض کرتے ہیں امام مالکؒ پر (جو تخییر کے خلاف ہیں)۔ اور بہتر توجیہ میرے نزدیک یہ ہے کہ مفقود کی دو حیثیتیں ہیں دونوں کے اعتبار سے اسکا حال عام قواعدِ شرع میں داخل ہو جاتا ہے۔ ایک اُن میں سے یہ ہے کہ اُس نے فوت کر دیا امساک بالمعروف کو (یعنی نیک .... سلوک کے ساتھ عورت کو اپنی ذات پر روکنا جس پر فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ (۲: ۲۲۹) دلالت کرتا ہے) تو واجب ہو گیا اس پر تسریح بالاحسان (یعنی خوبی کے ساتھ اس کو آزاد

فلما ان تقصر فی التسریح ناب
الشرع عنه کما ینوب القاضی فی
بیع مال الماطل وثانیهما انه
میت فی ظاهر الحال و نحن
نحکم بالظاهر و علی الاول
قول مالک اصوب لانه محکوم
علیه بالتفریق بینه و بین
زوجته فکان کالمطلق لها
فلا یرجع الیه الا ان عدتها
کعدة المتوفی زوجها عنها
لان الزوج غائب بمنزلة
المیت و له نظائر کامرأة
المجنون و امرأة المعسر و
علی الثانی حکمه بمنزلة من
بلغها نعی زوجها فاعتدت
ثم تزوجت ثم حضر الزوج فکان
بناء فرقتها علی خبر کاذب فرد
علیها ما زعمت و انما عمر
قد وجه الحکم الی الامرین
بمنزلة القولین للمجتهد
فان ذهب القاضی الی
الاول فالامر علی قضاء
مالک و ان ذهب الی
الثانی
فالامر

کردینا جس پر اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ (۲: ۲۲۹) دلالت کرتا
ہے) تو جب کہ اس نے تسریح میں تقصیر کی تو شریعت (عورت
کو اس کے تقید سے آزاد کرنے میں) اس کی قائم مقام بن گئی
جس طرح قاضی قائم مقام بن جاتا ہے ماطل کے مال کے بیچنے
میں (ماطل اس کو کہتے ہیں جو قرض کی ادائگی میں ٹال مٹول
کرتا ہو)۔ دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ ظاہر حال میں میت
ہے اور ہم حکم لگاتے ہیں ظاہر پر (یہ قاعدہ شرعیہ ہے نحن
نحکم بالظواہر واللہ اعلم بالسرائر)۔ اور بر بنائے اوّل مالکؒ کا
قول زیادہ قرین صواب ہے کیونکہ اس میں حکم دیا گیا ہے
اُس شخص کے اور اس کی زوجہ کے درمیان تفریق کا۔ تو یہ
شخص اس عورت کے حق میں مثل طلاق دینے والے کے بن
گیا کہ اب یہ اُس کی جانب رجوع نہیں کرے گا۔ الّا یہ کہ
اُس کی عدت اُس عورت کی عدت کی مانند ہوگی جس کا شوہر
مرجائے۔ کیونکہ شوہر غائب ہے وہ میت کے مرتبہ میں ہے
اور اس کی نظیریں موجود ہیں مثلاً مجنون کی بیوی اور نادار مفلس
کی بیوی۔ اور بر بنائے ثانی اُس کا حکم اُس شخص کے مرتبہ
میں ہے جس کی موت کی خبر اُس کی بیوی کو ملی تو اس نے
عدت گزاری پھر نکاح کرلیا اس کے بعد شوہر آگیا۔ تو اس
کی فرقت کی بنا جھوٹی خبر پر تھی تو جو گمان اس عورت
نے کرلیا تھا اب اُس کو اُس پر رد کردیا گیا اور عمرؓ پر میں یہ
گمان کرتا ہوں کہ انھوں نے حکم کو دونوں امر کی طرف متوجہ
کیا۔ یہ اس درجہ کی بات ہے جیسے ایک مجتہد کے (کسی مسئلہ
میں) دو قول ہوتے ہیں۔ تو اگر قاضی پہلی صورت کی طرف
جائے گا تو حکم امام مالکؒ کے فیصلہ کے مطابق دے گا اور
اگر دوسری صورت کی طرف جائے گا تو اسکے مطابق حکم دیگا

علی ما رُوی اکثرُہم عن عمر و اللہ
اعلم بحقیقۃ الحال مالک عن القاسم بن
محمد انّ رجلاً جعلَ امرأتہٗ علیہ کظہر اُمّہ
انْ ہو تزوّجہا فأمرہ عمرُ بن الخطاب
ان ہو تزوّجہا ان لایقربُہا حتّٰی یکفِّر
کفارۃَ المُظاہر قلتُ تعلّق بہ الحنفیّۃُ
فی مسئلۃِ اضافۃ الطّلاق بالمِلکِ قبل
اَن یتزوّجَ ولعلّ عمر بن الخطاب
اَجازہا مجازَ الیمین فالبونُ بین الطلاق
والظہار باینٌ مالک عن یحیی بن
سعید عن سعید بن المسیّب ان
عمر بن الخطاب قالَ ایّما امرأۃٍ
طُلِّقَتْ فحاضتْ حیضۃً او حیضتینِ
ثم رفعتہا حَیضُہا فانہا تنتظر تسعۃَ
اشہُرٍ فان بانَ بہا حملٌ فذاک
والّا اعتدّتْ بعدَ التسعۃِ الاَشہُرِ
ثلٰثۃ اشہر ثم حلّتْ مالک عن ابی
ہریرۃ سمعتُ عمر بن الخطّاب یقولُ
ایّما امرأۃٍ طلّقہا زوجُہا تطلیقۃً
واحدۃً او تطلیقتین ثم ترکہا حتّٰی
تحِلّ و تَنکِح زوجًا غیرہ فیموتُ
عنہا او یُطلّقہا ثمّ ینکحہا

جو اکثر رُواۃ نے عمرؓ سے روایت کیا ہے، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال.
مالکؒ قاسم بن محمد سے کہ ایک شخص نے بنا دیا (یعنی کہدیا) اپنی
عورت کو ماں کی پُشت کے برابر اگر اُس نے اس عورت سے
نکاح کیا تو اس کو عمرؓ بن الخطّاب نے حکم دیا کہ اگر اس نے اس عورت
سے نکاح کیا تو اس سے مقاربت نہ کرے جب تک ظہار کرنے والے کا
کفارہ نہ ادا کرے. میں کہتا ہوں کہ حنفیہ اس حدیث سے لٹکے ہیں
(یعنی اس سے احتجاج کرتے ہیں) اس مسئلہ میں کہ نکاح سے پہلے
ہی کوئی شخص طلاق کو چسپاں کر ڈالے کسی فعل پر جو عورت کے
اختیار میں ہے اور غالباً عمرؓ بن الخطاب نے اس کو یمین کے مقام
پر رکھ کر حکم (کفارۂ ظہار کا) دیا ہے تو طلاق اور ظہار کے درمیان
میں جو بُعد ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔ (اگر وہ شخص انتِ علیّ کظہر
اُمّی کے ساتھ ان تزوّجتکِ نہ کہتا تو ایک لغو بات سمجھی جاتی اور
کفارۂ مظاہر کا اس کو حکم نہ دیا جاتا) مالکؒ یحیی بن سعید سے
اور وہ سعید بن المسیّبؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس عورت
کو طلاق دی جائے پھر وہ حائضہ ہو جائے ایک حیض یا دو حیض
تک پھر اس کا حیض آنا بند ہو جائے تو وہ انتظار کرے نو
مہینے تک پھر اگر ظاہر ہو گیا کہ اس کو حمل ہے تو فبہا ورنہ بعد
اُن نو مہینوں کے تین مہینے عدّت گزارے پھر حلال ہو جائیگی
مالکؒ ابوہریرہؓ سے کہ میں نے سُنا عمرؓ بن الخطاب سے کہتے
تھے کہ جس عورت کو اُس کے شوہر نے ایک یا دو طلاق دیں
پھر اُس کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ حلال ہو جاتی ہے اور اُس
کے سوا کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیتی ہے پھر دوسرا شوہر
مرجاتا ہے یا اس کو طلاق دیدیتا ہے اور پھر اُس سے پہلا شوہر

عہ کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ "تو میری ماں کے برابر ہے" یا "میرے لئے ماں کی برابر ہے" وغیرہ اور اس سے اس کی مُراد عورت کو چھوڑنا نہ ہو بلکہ اس سے صرف صحبت کرنا اپنے اوپر حرام کرنے کے ارادے سے کہا تو اس کو ظہار کہتے ہیں ۱۲ مترجم

زوجها الاول فانها يكون عنده على
ما بقي من طلاقها مالک عن ابن عمر
ان عمر بن الخطاب قال ايما وليدة (جاریہ)
ولدت من سيدها فانه لا يبيعها ولا
يهبها ولا يورثها وهو يستمتع بها فاذا
مات فهي حرة مالک انه بلغه ان عمر
ابن الخطاب اتته وليدة قد ضربها سيدها
بنار او اصابها فاعتقها قلت
ويشهد له حديث النبي صلى الله عليه
وسلم في قضية سندر مولى زنباع
ويشهد له المعقول (دلیل عقلی) لان العبد ذو جهتين
مال في بعض الحقوق ونفس في
بعضها ولذلک جازت مكاتبته فلما
ظلم السيد عبده وتجاوز حكم
الله فيه ظهرت جهة كونه نفسا و
كمنت (مخفی) جهة كونه مالا فوجبت الدية
ثم عوض عنها العتق لان العتق
يقع عوضا عن المال تولى
الشرع ذلک كما تولى في
وضع الدية حيث امتنع القصاص
ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن
عمر بن الخطاب في الرجل ينعى (وفات کی خبر)
الى امرأته فتتزوج ثم
يقدم الاول قال يخير
الاول

نکاح کر لیتا ہے تو وہ عورت اُس کے پاس رہے گی باقی رہی ہوئی
طلاق کے حساب پر۔ مالک رح ابن عمر رض سے کہ عمر رض بن الخطاب نے
فرمایا کہ جس کنیز کے اُس کے آقا سے کوئی بچہ پیدا ہو گیا تو اب وہ
اُس کو نہ بیع کرے گا اور نہ اُس کو ہبہ کرے گا اور نہ اُس کو ترکہ
بنائے گا وہ اُس سے (اپنی زندگی میں) فائدہ حاصل کرتا رہے
پھر جب مرے گا تو وہ آزاد ہو جائے گی۔ مالک رح کہ ان کو یہ روایت
پہنچی کہ عمر رض بن الخطاب کے پاس ایک باندی آئی جس کو اُس
کے آقا نے آگ سے مارا تھا یا اُس کو آگ میں ڈالا تھا تو انہوں
نے اُس کو آزاد کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی شاہد ہے حدیث
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سُنذُر کے قضیہ میں جو زنباع کا غلام
تھا (زنباع نے اس کی ناک کاٹ دی تھی جب یہ اس حال
میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے
آزاد کر دیا تھا) اور دلیل عقلی بھی اس کی مؤید ہے کیونکہ غلام
کی دو جہت ہیں وہ بعض حقوق کے اعتبار سے ایک مال ہے
اور بعض کے اعتبار سے ایک نفس ہے اور اسی اعتبار سے اُس کی
مکاتبت جائز ہوتی تو جب آقا نے اپنے غلام پر ظلم کیا اور وہ
اُس کے بارے میں اللہ کے حکم سے تجاوز کر گیا تو اُس کے نفس
ہونے کی جہت ظاہر پر آگئی اور اُس کے مال ہونے کی جہت چھپ
گئی تو دیت واجب ہو گئی پھر اس دیت کا معاوضہ بنایا گیا
عتق (آزادی) کیونکہ مال کے بدلے میں عتق واقع ہوتا ہے۔
اور شرع اس کی متولی ہوتی جس طرح کہ متولی ہوتی ہے دیت کے
قائم کرنے میں جب قصاص ممتنع ہو جائے۔ ابو حنیفہ رح حماد سے
وہ ابراہیم سے وہ عمر رض بن الخطاب سے ایک شخص کے بارے میں
جس کی موت کی خبر پہنچائی گئی اُس کی بیوی کو۔ پھر وہ نکاح
کر لیتی ہے پھر پہلا آجاتا ہے تو عمر رض نے فرمایا کہ پہلے کو اختیار دیا جائے

فَإِن شَآءَ امرأتَہ و إن شَآءَ الصَّداق
محمد بن الحسن بلغنا عن عمرؓ و علیؓ
و عبد الرحمٰن بن عوف و سعد بن
ابی وقاص و حذیفۃ انہم لم یجعلوا
بیعہا طلاقہا ابوحنیفۃ عن حماد عن
ابراہیم ان عُمر بن الخطاب اَتَتْہ
امرأۃ فقالت طَلَّقَنِی زوجی فَحِضْتُ
حیضتَین و دخلتُ فی الثالثۃ حتّی
اذا انقطع دَمی و دخلتُ مُغْتَسَلی
و وضعتُ ثوبی اَتانی فقالَ
قد راجعتُکِ قبل ان اُفیض علی
الماءَ فقالَ عمر لعبد اللہ بن مسعود
قُل فیہا فقالَ یا امیرَ المؤمنین اُراہ
اَملکَ برجعتِہا لانہا حائضٌ بعدُ مالم
تحلّ لہا الصّلوٰۃُ قال عمر وانا اُری
ذٰلک فردَّہا علیٰ زوجہا وقالَ
کُنیفٌ مملوٌّ عِلماً (ظرف ۱۲) ابو حنیفۃ عن
حماد عن ابراہیم ان ابا کنفٍ طلّق
امرأتہ تطلیقۃً ثمّ غابَ فاشہدَ
علیٰ رجعتِہا ولم یبلغہا ذٰلک حتّی تزوّجت
فجاءَ و قد ہُیِّئَتْ لِتُزَفَّ الیٰ
زوجہا (زوجہا الثانی ۱۲) فاتیٰ عمر بن الخطاب
فذکر ذٰلک لہٗ فکتب الیٰ عاملہٖ
اِنْ ادرکتَہا و لم یَدخلْ

وہ اگر چاہے اپنی بیوی کو لے لے اور اگر چاہے تو مہر لے لے۔ محمدؒ
ابن الحسن، ہم کو روایت پہنچی عمرؓ سے اور علیؓ و عبدالرحمٰنؓ
ابن عوف و سعد بن ابی وقاصؓ اور حذیفہؓ سے کہ انھوں نے
جاریہ کی بیع کو اُس کی طلاق قرار نہیں دیا۔ ابوحنیفہؒ حماد سے
وہ ابراہیم سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک عورت نے آکر
کہا کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دی تو میں نے دو حیض پورے
کر دیئے اور تیسرے میں داخل ہو گئی یہاں تک کہ جب میرا خون
منقطع ہو گیا اور میں غسل کی جگہ پہنچ گئی اور میں نے اپنے کپڑے
بھی اُتار دیئے تو وہ میرے پاس آیا اور اُس نے کہا پہلے اس
سے کہ میں اپنے اُوپر پانی بہاؤں کہ میں نے تجھ سے مراجعت
کر لی تو عمرؓ نے کہا عبداللہؓ بن مسعود سے کہ اس بارے میں
بولو۔ تو انھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین میری اس کے
بارے میں یہ رائے ہے کہ اس سے رجعت کا اس کو حقدار قرار
دیا جائے کیونکہ یہ عورت حائضہ ہے جب تک اُس پر نماز حلال
نہ ہو جائے تو عمرؓ نے کہا اور میری بھی یہی رائے ہے تو اُس کو
شوہر پر واپس کر دیا۔ اور (ابن مسعودؓ کے حق میں) فرمایا کہ
ایک برتن علم سے بھرا ہوا ہے۔ ابوحنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے
کہ ابو کنف نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی پھر غائب ہو گیا پھر
اُس نے اس سے رجعت پر گواہ بنائے اور اُس عورت کو یہ اطلاع
نہیں پہنچائی یہاں تک کہ اُس نے نکاح کر لیا۔ پھر وہ ایسے وقت
پر آیا جب کہ وہ اس کے لئے تیار کر دی گئی تھی کہ اپنے شوہر
کے ساتھ شب باش ہو تو وہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا
اور ان سے اس بات کا ذکر کیا تو انھوں نے اپنے عامل کو لکھا
کہ اگر تم اس عورت کو اس حال میں پاؤ کہ اُس کا شوہر اُسکے پاس

ع۵ یعنی آقا کا جاریہ کو بیع کرنا اُس کے حق میں طلاق نہ ہوگا بلکہ اُس کا نکاح جیسا پہلے تھا اسی طرح باقی رہے گا ۱۲

بها فهو احق[الاول ۱۲] بها وان وجدها قد دخل بها فهي امرأته[الثانی ۱۲] قال فوجدها ليلة البناء فوقع عليها

[ای زوج ثانی زن را در شب زفاف یافت پس صحبت نمود ۱۲]

وغدا الى عامل عمر فاخبر فعلم انه جاء بامر بين وبهذا الاسناد عن علي بن ابي طالب انه كان يقول اذا طلق الرجل امرأته ثم اشهد على رجعتها قبل ان يمضي عدتها ولم يعلمها ذلك حتى انقضت عدتها وتزوجت فانه يفرق بينها وبين زوجها الآخر ولها الصداق بما استحل من فرجها وهي امرأة الاول ترد اليه ولا يقربها حتى تنقضي عدتها من الآخر. ابو حنيفة عن اسماعيل بن مسلم المكي عن الحسن عن عمر بن الخطاب ان امرأة اتته فاخبرته ان زوجها لا يصل[بجامع ۱۲] اليها فاجله حولا فلما انقضى الحول ولم يصل اليها خيرها فاختارت نفسها ففرق بينهما عمر وجعلها تطليقا بائنا. ابو بكر عن ابي قلابة عن عمر اذا اعتقت الامة فلها الخيار

نہ گیا ہو تو اُس کا پہلا شوہر زیادہ حقدار ہے اور اگر اس حال میں پاؤ کہ وہ اس کے پاس جا چکا ہے تو پھر وہ اسی کی بیوی ہے۔ کہا (راوی نے) کہ پھر شوہر نے اس کو شب باشی کی رات میں پالیا اور اس سے مقاربت کر لی اور صبح کو عمرؓ کے عامل کے پاس جا کر اس کی خبر دیدی اور عامل کو یہ علم ہو گیا کہ وہ ایک واضح بات لیکر آیا ہے (جس پر ثبوت طلب کرنے کی حاجت نہیں) اور اسی اسناد سے مروی ہے علیؓ بن ابی طالب سے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے پھر اُس سے رجعت پر اُس کی عدّت گزرنے سے پہلے گواہ بنالے اور اُس نے عورت کو اطلاع نہ کی ہو یہاں تک کہ اس کی عدّت بھی پوری ہو گئی اور اُس نے (کسی سے) نکاح کر لیا تو اس صورت میں اُس عورت اور دوسرے شوہر کے درمیان تفریق کرائی جائے گی اور اُس کو (اس دوسرے شوہر سے) مہر کا حق ہے اس وجہ سے کہ اس کی فرج کو اپنے اُوپر حلال کیا اور یہ بیوی ہو گی پہلے شوہر کی اُسی کی طرف لوٹائی جائے گی اور وہ اُس سے جب تک دوسرے سے الگ ہونے کی عدّت پوری نہ کر لے گی مقاربت نہ کرے۔ ابو حنیفہؒ اسمٰعیل بن مسلم المکی سے وہ حسنؒ سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے کہ ایک عورت نے اُن کے پاس آکر یہ بیان کیا کہ اُس کا شوہر اُس سے نہیں ملتا (یعنی جماع نہیں کرتا) تو اُنھوں نے شوہر کو ایک سال کی مہلت دی تو جب سال گزر گیا اور وہ اس سے نہ ملا تو عمرؓ نے عورت کو اختیار دیدیا تو اس نے اُس سے جُدا ہونا پسند کیا تو آپ نے دونوں میں تفریق کر دی اور اس کو طلاق بائن قرار دیا۔ ابو بکر ابو قلابہ سے، وہ عمرؓ سے کہ فرمایا کہ جب لونڈی آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار ہے جبتک

مالم يطأها آبو بكر عن سعيد بن المسيّب
ان ابا بكر وعمر كانا ينكران العزل
ويأمران الناس بالغسل منه آبو بكر
عن مكحول قلت للزهري اما علمت
عمر حتى انقضى اجله وابن مسعود
بالعراق حتى انقضى اجله وعثمان
ابن عفان كانوا يستبرؤن الامة
بحيضة حتى كان معاوية فكان
يقول حيضتان فقال الزهري
وانا ازيدك عبادة بن الصامت
آبو بكر عن عبيد الله بن عبد الله بن
عمر باع عبد الرحمن بن عوف جارية له
كان يقع عليها قبل ان يستبرءها فظهر
بها حمل عند الذي اشتراها فخاصم الى
عمر فقال عمر كنت تقع عليها قال نعم
قال فبعتها قبل ان تستبرءها قال نعم
قال ما كنت لذلك بخليق فدعا القافة فنظروا
له فالحقوه به آبو بكر عن ابراهيم عن عمر
قال المتلاعنان يفرق

اس سے وطی نہ کیجائے۔ آبو بکر سعید بن المسیّب سے کہ ابو بکرؓ
اور عمرؓ دونوں عزل ؏ کو بُرا سمجھتے تھے اور لوگوں کو اس سے
غسل کا حکم دیتے تھے۔ آبو بکر مکحول سے کہ میں نے زہری سے
کہاکہ کیا تم جانتے ہو کہ عمرؓ اپنی موت کے وقت تک اور
ابن مسعودؓ عراق میں اپنی موت کے وقت تک اور عثمانؓ بن
عفان سب باندی سے ایک حیض کے ساتھ استبراء ؏ کرتے
تھے یہاں تک کہ معاویہؓ کا دور آیا تو وہ دو حیض کہا کرتے
تھے تو زہری نے کہاکہ اور میں تمہارے بیان پر عبادہؓ بن
الصامت کا اضافہ کرتا ہوں۔ آبو بکر عُبَید اللہ بن عبد اللہ بن
عمرؓ سے کہ فروخت کیا عبد الرحمٰنؓ بن عوف نے اپنی ایک
ایسی باندی کو جس سے مقاربت کیا کرتے تھے قبل اس کے کہ
اس کا استبراء کریں تو خریدار کے پاس جانے کے بعد اُس کا
حمل ظاہر ہو گیا تو وہ عمرؓ کے پاس دعویدار ہوا۔ عمرؓ نے
(عبد الرحمٰنؓ بن عوف سے) پوچھا کہ کیا تم اس سے جماع کیا
کرتے تھے؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں! فرمایا کہ پھر تم نے اُس کو
بیچ دیا قبل اس کے کہ اس کا استبراء کرو۔ انھوں نے کہا کہ ہاں تو
ایسا کرنا زیبا نہ تھا۔ پھر قیافہ شناسوں کو بلایا تو اُنھوں نے
اس پر غور کیا پھر اُس کو عبد الرحمٰنؓ ہی کا قرار دیا۔ آبو بکر
ابراہیم سے وہ عمرؓ سے فرمایا کہ لعان ؏ کرنے والے مرد و عورت

؏ اس ارشاد کا محل یہ ہے کہ اگر اپنی باندی کا کسی غلام سے نکاح کر دیا تھا تو آزاد ہونے کے بعد اس کو فسخ نکاح کا اختیار اس صورت میں ہے کہ اس نے اس سے جماع نہ کیا ہو ۱۲ مترجم ؏ عزل یہ ہے کہ انزال سے پہلے ہی عورت سے جُدا ہو جائے ۱۲ مترجم ؏ یہ اندازہ کرنا کہ اس کو حمل تو نہیں ہے استبراء ہے جس کی تصدیق ایک باندی کے لئے مذکورہ اکابر ایک حیض سے کرتے تھے اور معاویہؓ دو حیض سے ۱۲ مترجم ؏ جب کوئی اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا جو لڑکا پیدا ہو اس کو کہے کہ یہ میرا نہیں ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ عورت قاضی اور شرعی حاکم کے سامنے استغاثہ کرے۔ تو حاکم دونو سے قسم لے۔ پہلے شوہر سے قسم لیجائیگی اس طرح کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جو تہمت میں نے اس پر لگائی میں اس میں سچا ہوں چار دفعہ اسی طرح کہکر پانچویں دفعہ کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت۔ پھر عورت چار دفعہ یہ کہے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ اس نے جو تہمت مجھ پر لگائی ہے یہ اس میں جھوٹا ہے۔ پانچویں بار یہ کہے کہ اگر اس تہمت لگانے میں یہ سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب پڑے۔ اس قسما قسمی کو شرع میں لعان کہتے ہیں۔ ۱۲

ت حاکم دونوں میں جُدائی کر دے گا اور طلاق بائن پڑ جائیگی۔ لڑکا ماں کے حوالے کر دیا جائے گا باپ کا نہ کہا جائے گا ۱۲ مترجم

بينهما و لا يجتمعان ابدًا ۔ ابو بكر عن الحسن
لما فتحت تستر اصاب ابو موسىٰ سبايا
فكتب اليه عمر لا يقع احدٌ على امرأةٍ
حتى تضع و لا تشركوا المشركين في
اولادهم فان الماء تمام الولد ۔ ابو بكر
عن قبيصة بن ذؤيب قال
عمر حصنوهن او لا تحصنوهن لا تلد
امرأةٌ على فراش احدكم الا
الحقته به يعني السرارى ۔ ابو بكر
عن الشعبي عن عمر اذا اقر بولد مرةً
واحدةً فليس له ان ينفيه ۔ ابو بكر
عن سليمان بن يسار ان عمر بن
الخطاب رفع اليه خصيٌّ تزوج امرأةً
ولم يعلمها ففرق بينهما ۔ ابو بكر عن
هشام بن عروة ان امرأةً سألت
ابنها ان يزوجها فكره ذلك و
ذهب الى عمر فقال له عمر
زوجها فو الذي نفس عمر بيده
لو ان حنتمة بنت هشام يعني عمر
امه نفسه سألتني ان ازوجها
لزوجتها فزوج الرجل امه ۔
ابو بكر عن حارثة بن مضرب قال
عمر استعينوا على النساء بالعرى
ان احداهن اذا كثرت ثيابها و
حسنت زينتها

کے درمیان تفریق کردی جاتے وہ دونوں کبھی جمع نہ ہوں گے۔ ابوبکر
حسن سے، کہ جب تستر فتح ہوگیا تو بہت سے قیدی ابو موسیٰؓ کے
ہاتھ آئے تو اُن کو عمرؓ نے لکھا کہ کوئی شخص کسی قیدی عورت سے ہمبستر نہ ہو
جبتک کہ اس کا وضع حمل نہ ہو جائے اور تم مشرکین کے ساتھ اُن کی
اولاد میں شرکت نہ کرنا کہ آب منی بچے میں نشو و نما اور
بڑھوتری کا سبب ہوتا ہے۔ ابوبکر قبیصہ بن ذؤیب سے کہ عمرؓ
نے فرمایا کہ تم ان کی پاکدامنی کا بچاؤ کرو یا نہ کرو کوئی بھی عورت
تم میں سے کسی کے فرش پر بچہ نہ جنے گی مگر میں اس کو اُسی
شخص کا قرار دوں گا (عورت سے) عمرؓ کی مُراد اُن باندیوں سے
تھی جو جماع کے لئے مخصوص کرلی جاتی ہیں۔ ابوبکر شعبی سے
وہ عمرؓ سے کہ جب کوئی ایک مرتبہ کسی لڑکے کے بارے میں اقرار
کرلے تو اس کو یہ اختیار نہیں کہ اُس کی نفی کرے۔ ابوبکر سلیمان
ابن یسار سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے سامنے ایک خصی پیش
کیا گیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کو اپنا حال نہ
بتایا تھا تو آپ نے دونوں میں تفریق کرادی۔ ابوبکر ہشام
ابن عروہ سے کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے سے سوال کیا کہ وہ
اُس کا نکاح کرائے تو اس کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ عمرؓ
کی طرف گیا تو اُس سے عمرؓ نے کہا کہ اُس کا نکاح کرا!
قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے اگر حنتمہ
بنت ہشام، یہ عمرؓ نے اپنی والدہ کا نام لیا، مجھ سے سوال
کرتی کہ میں اُس کا نکاح کراؤں تو ضرور کرادیتا۔ تو اُس شخص نے
اپنی ماں کا نکاح کرادیا۔ ابوبکر حارثہ بن مضرب سے کہ عمرؓ نے
فرمایا کہ عورتوں کی ستر پوشی (یعنی بقدر ضرورت لباس) پر
ان کی اعانت کرو (مگر اس میں زیادتی نہ کرو) جب اُن میں
سے کسی کے پاس بہت کپڑے ہو جاتے ہیں اور سامان زینت وافر

اعجبها الخروج ۔ ابو بکر عن انس کان عمر
اذا اتی رجل قد طلق امراتہ ثلثاً فی
مجلس اوجعہ ضرباً و فرق بینھما ابو بکر
عن زید بن وہب ان رجلاً بطالاً کان
بالمدینۃ طلق امراتہ الفا فرجع الی
عمر فقال کنت العب فعلا عمر
راسہ بالدرۃ و فرق بینھما ابو بکر عن
عمرو بن شعیب وجدنا فی کتاب
عبد اللہ بن عمرو عن عمر اذا عبث المجنون
بامراتہ طلق علیہ ولیہ ابو بکر عن
عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ
کتبت الی عمر فی رجل مجنون یخاف
ان یقتل امراتہ فکتب الی ان
اجلہ سنۃ یتداوی ابو بکر عن ابی لبید
ان عمر اجاز طلاق السکران بشہادۃ
نسوۃ ابو بکر عن عطاء اتی ابن مسعود
... رجل قال لامراتہ حبلک علی
غاربک فکتب ابن مسعود الی عمر فکتب
عمر مرہ فلیوافنی بالموسم فواناہ
بالموسم فارسل الی علی
فقال لہ علی انشدک باللہ
ما نویت قال امراتی ففرق
بینھما ابو بکر عن الاوزاعی ان عمر
ابن الخطاب لم یرہ شیئاً یعنی
طلاق المکرہ ابو بکر عن عمرو

ہو جاتا ہے تو باہر نکلنا اُسے اچھا لگتا ہے۔ . . آبو بکر انس رض سے،
جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق
دیتا اور حضرت عمر رض کے پاس آتا تو وہ اس کو خوب پیٹتے اور
دونوں کے درمیان تفریق کر دیتے تھے۔ آبو بکر زید بن وہب
سے کہ مدینہ میں ایک مسخرہ شخص تھا اُس نے اپنی بیوی کو ایک
ہزار طلاقیں دیں پھر وہ عمر رض کی طرف آیا اور کہا کہ میں تو مذاق
کر رہا تھا تو عمر رض نے اس کے درہ مارا اور دونوں میں تفریق
کر دی۔ آبو بکر عمرو بن شعیب سے، ہم نے عبد اللہ بن عمرو کے
ایک مکتوب میں دیکھا کہ عمر رض سے مروی ہے کہ جب مجنون اپنی بیوی
کے ساتھ ناشائستہ حرکات کرنے لگے تو اُس کا ولی اس کو طلاق
دیدے۔ آبو بکر عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے اور وہ اُن کے
دادا سے کہ میں نے عمر رض کو ایک مجنون کے بارے میں لکھا جس سے
یہ اندیشہ تھا کہ وہ اپنی بیوی کو قتل کر دے گا تو مجھے لکھا کہ اس
کو ایک سال کی مُہلت دو کہ وہ علاج کرالے۔ آبو بکر ابی لبید سے
کہ عمر رض نے مدہوش آدمی کی طلاق کو عورتوں کی شہادت پر نافذ
کیا۔ آبو بکر عطاء سے کہ ابن مسعود رض کے سامنے ایک شخص کا
معاملہ پیش ہوا جس نے اپنی بیوی سے کہا تھا کہ حبلک علی
غاربک (تیری رسّی تیرے کندھے پر ہے) تو ابن مسعود رض نے
عمر رض کو لکھا۔ عمر رض نے لکھا کہ اس کو حکم دو کہ موسم پر (یعنی زمانہ
حج میں) مجھ سے ملے تو وہ موسم (حج) پر آپ سے ملا۔ آپ نے
اس کو علی رض کے پاس بھیجدیا تو اس سے علی رض نے کہا کہ میں تجھے خدا
کی قسم دیتا ہوں کہ تو نے کیا نیّت کی تھی؟ تو اُس نے کہا کہ
اپنی بیوی کی۔ تو علی رض نے دونوں میں تفریق کر دی۔ آبو بکر اوزاعی
سے کہ عمر رض بن الخطاب نے اس کو کوئی چیز نہیں خیال کیا یعنی
طلاقِ مکرہ کو (یعنی جس کو طلاق پر مجبور کیا گیا) آبو بکر عمرو

ابن شعیب عن ابیه عن جدّه ان رجلاً
تزوّج امرأةً علےٰ خالتها فضربه
عمر و فرّق بینهما آبوبکر ان غلاماً
فجر بجاریةٍ فظهر بالجاریة حملٌ فرفعَ
الےٰ عُمر بن الخطّاب فاعترفا
فجلدهما و حرَص ان یجمع بینهما
فأَبےَ الغُلامُ آبوبکر عن عاصم بن
عُمر و خرج ناسٌ من اهلِ
العراق فلمّا قدِمُوا علےٰ عمر
قالَ مَن انتمُ قالوا مِن
اهلِ العراق قال فباذنٍ جئتمُ
قالوا نعم فسألُوا عمّا یحِلُّ للرّجل
مِن امرأتهٖ و ہی حائضٌ فقالَ
سألتمُونی عن خصالٍ ماسألنی عنهنّ
احدٌ بعد ان سألتُ رسولَ اللّٰہ صلّے
اللّٰہ علیه وسلّم فقالَ امّا للرّجل من امرأته
و ہی حائض فله مافوقَ الازار آبوبکر
عن الحَسن قال عمر لا رضاعَ بعد
الفِصَال آبوبکر عن ابنِ عُمر
قالَ عمر لو تقدّمتُ فیہا لرجمتُ
یعنے المتعةَ آبوبکر عن سعیدبن المسیّب
انه قالَ رحم اللّٰہ عمر لولا انّه نہےٰ عن
المتعة صارَ الزنا جہاراً آبوبکر عن
قبیصةَ بن جابر عن عُمر
قالَ لا اُوتے

ابن شعیب سے وہ اپنے باپ سے اور وہ اُن کے دادا سے کہ ایک
شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اُس کی خالہ پر (یعنی بیوی کی
بھانجی سے) تو اُس کو عمر رضؓ نے مارا اور دونوں میں تفریق کردی۔
آبوبکر کہ ایک غلام نے بدکاری کی ایک لونڈی سے تو لونڈی کا
حمل ظاہر ہوگیا پھر یہ معاملہ عمر رضؓ بن الخطّاب کے سامنے پیش
ہوا تو دونوں نے اقرار کرلیا پھر آپ نے دونوں کے کوڑے
لگوائے اور رغبت دلوائی کہ دونوں کو جمع کردیں (یعنی دونوں کا
نکاح کردیں) تو غلام نے انکار کردیا۔ آبوبکر عاصم بن عمر رضؓ
سے۔۔۔ کچھ لوگوں نے عراق والوں میں سے سفر کیا جب وہ
عمر رضؓ سے ملے تو اُنھوں نے کہا کہ تم کون ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ
اہلِ عراق میں سے ہیں۔ فرمایا کیا تم اجازت کے ساتھ آئے ہو (یعنی
ہم سے ملنے کی اجازت لے چکے ہو؟) اُنھوں نے کہا ہاں! پھر
اُنھوں نے اس بارے میں سوال کیا کہ ایک مرد کے لئے اپنی عورت
سے جب کہ وہ حائضہ ہو کس حد تک متمتّع ہونا حلال ہے تو فرمایا
کہ تم نے مجھ سے ایسی باتوں میں سے ایک کا سوال کیا کہ ان کے
بارے میں جب سے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا
تھا اب تک کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا۔ پھر فرمایا ایک مرد کے
لئے اپنی عورت سے جب کہ وہ حائضہ ہو ازار (لنگی، پاجامہ وغیرہ)
سے اُوپر حلال ہے۔ آبوبکر حسن سے کہ عمر رضؓ نے فرمایا کہ دُودھ چھُڑانے
کے بعد رضاعت (معتبر) نہیں (یعنی اس سے رشتہ حرام نہیں ہوتا)۔ آبوبکر
ابن عمر رضؓ سے کہ عمر رضؓ نے فرمایا کہ اگر میرے سامنے یہ معاملہ آیا تو
میں سنگسار کردوں گا۔ آپ کی مُراد مُتعہ تھا۔ آبوبکر سعید بن
المسیّب سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ عمر رضؓ پر اللہ رحمت نازل کرے
اگر وہ مُتعہ سے نہ روکتے تو کھُلم کھُلا زنا ہونے لگتا۔ آبوبکر قبیصہ
ابن جابر رضؓ سے وہ عمر رضؓ سے فرمایا کہ میرے پاس نہیں لایا جائیگا

بمحلل او محلل لہ، الا رجمتہما ۔ ابو بکر عن سعید بن المسیب ان عمر استشار علی بن ابی طالب و زید بن ثابت قال زید قد حلت و قال علی اربعۃ اشہر و عشرا قال زید ارایت ان کانت نسیئا قال علی فآخر الاجلین قال عمر لو وضعت ذا بطنہا و زوجہا علی نعشہ لم یدخل حفرتہ لکانت قد حلت ۔ ابو بکر عن سالم سمعت رجلا من الانصار یحدث ابن عمر یقول سمعت اباک یقول لو وضعت المتوفی عنہا زوجہا ذا بطنہا وہو علی السریر فقد حلت ۔ ابو بکر عن معاویۃ بن قرۃ عن ابیہ قال عمر ما استفاد رجل او قال عبد بعد ایمان باللہ خیرا من امرأۃ حسنۃ الخلق ودود ولود و ما استفاد رجل بعد الکفر باللہ شرا من امرأۃ سیئۃ الخلق حدیدۃ اللسان ثم قال ان منہن غنما لا یحذی منہ و ان منہن غلا لا یفدی منہ ۔ ابو بکر ان رجلا من بنی تیم اللہ کان جمع بین اختین فی الجاہلیۃ فلما یفرق بین واحدۃ منہما حتی کان فی خلافۃ عمر

کوئی حلالہ کرنے والا یا جس کے لئے حلالہ کیا گیا مگر میں دونوں کو سنگسار کردوں گا۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے، کہ عمرؓ نے مشورہ کیا علیؓ بن ابی طالب اور زید بن ثابتؓ سے، زیدؓ نے کہا کہ حلال ہوگئی مگر علیؓ نے کہا کہ چار مہینے اور دس دن۔ زیدؓ نے کہا کہ اگر عورت پر دن چڑھ رہے ہوں تو[1]، علیؓ نے کہا کہ پھر دونوں (محتمل) مدتوں میں سے آخری مدت۔ عمرؓ نے کہا کہ اگر اس عورت کا وضع حمل ہوجائے اور اس کے شوہر کی لاش ابھی رکھی ہو اور قبر میں داخل بھی نہ کی گئی ہو تو وہ یقیناً حلال ہوچکی ہے۔ ابوبکر سالم سے کہ میں نے انصار میں کے ایک شخص سے سُنا جو ابنِ عمرؓ سے بات کرتا ہوا کہہ رہا تھا کہ میں نے تمہارے باپ سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ اگر بعد وفات چھوڑجانے والے کی بیوی کا وضع حمل ہوجائے اور وہ ابھی تخت پر ہے (یعنی دفن نہیں ہوا) تو وہ حلال ہوگئی۔ ابوبکر معاویہ بن قرہ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں کمایا کسی شخص نے یا کہا کہ کسی بندہ نے ایمان باللہ (کی سب سے بڑی خیر) کے بعد کسی چیز کو جو بہتر ہو ایسی عورت سے جو اچھی عادت والی محبت کرنے والی بچے جننے والی ہو اور نہیں کمایا کسی شخص نے کفر باللہ کے بعد (جو سب سے بڑا شر ہے) کسی شئے کو جو بدتر ہو ایسی عورت سے جو بدخلق ہو، تیز زبان ہو، پھر فرمایا کہ بیشک ان میں سے بعض تو بڑی غنیمت ہوتی ہیں کہ کوئی عطا ان کا معاوضہ نہیں ہوسکتی اور بعض اُن میں سے گلے کا طوق ہیں کہ کسی فدیہ سے اُن سے چھٹکارا نہیں ملتا۔ ابوبکر کہ بنی تیم اللہ کا ایک شخص تھا جس نے جاہلیت کے زمانہ میں دو بہنوں کو جمع کرلیا تھا تو جب اُس نے ان میں سے کسی کو جدا نہ کیا یہاں تک کہ وہ خلافتِ عمرؓ میں بھی (اسی حال پر) رہا

[1] یعنی ایسی عورت کی مدت کے بارے میں جسکے [illegible] حیض آنے میں تاخیر ہو اور وہ حاملہ ہو اور چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد ولادت ہو۔

وانہ رُفِعَ شانُہٗ الی عمر فارسلَ الیہ عُمرُ فقالَ اختَرْ احدٰیہما واللّٰہِ لئن قَرُبتَ الاُخرٰی لَاَضرِبَنَّ رَاْسَکَ آبو بکر عن مسروق جآء رجل الیٰ عمر فقالَ لہٗ جَعَلْتُ اَمْرَ اِمرَأتی بیدِہا فطلَّقَتْ نفسَہا ثلٰثاً فقال عُمر لعبدِ اللّٰہ ما تقول فقالَ عبداللّٰہ واحدۃٌ وہو اَملکُ بِہا فقال عمر و انا ایضًا اَریٰ ذٰلک آبوبکر عن علقمۃ عن عبداللّٰہ اَنّ رجُلاً جعلَ امرَ امرأتِہ بیدِہا فطلَّقَتْ نفسَہا ثلٰثاً قالَ ہیَ واحدۃٌ ثُمّ لقِیَ عُمرَ فقالَ نِعْمَ مارأیتَ آبوبکر عن زاذان کُنّا جلوسًا عندَ علیٍّ فسُئِلَ عن الخیار فقال سألنی عنہا امیرُالمؤمنین عمر فقلتُ اِن اختارت نفسَہا فواحدۃٌ بائنۃٌ و اِن اختارت زوجَہا فواحدۃٌ و ہو احقُّ بِہا فقالَ لیسَ کما قلتَ اِن اختارتْ زوجَہا

اور اس کے حال کو عمرؓ سے بیان کیا گیا تو عمرؓ نے اس کو یہ پیغام بھیجا کہ ان دونوں میں سے ایک کو اختیار کر واللہ اگر دوسری تیرے پاس آئی تو میں تیرا سر پیٹ دوں گا۔ آبوبکر مسروق سے کہ ایک شخص نے عمرؓ سے آکر کہا کہ مَیں نے اپنی بیوی کا معاملہ اُس کے اختیار میں دیدیا تھا تو اُس نے اپنی ذات کو تین طلاقیں دیدیں تو عمرؓ نے عبداللہؓ (ابنِ عباسؓ) سے کہا کہ تم کیا کہتے ہو؟ تو عبداللہؓ نے کہا کہ ایک (پڑی) اور اسی کا اُس نے اُس کو اختیار دیا تھا تو عمرؓ نے کہا اور میں بھی یہی رائے رکھتا ہوں۔ آبوبکر علقمہ سے وہ عبداللہؓ سے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کا معاملہ اُسی کے اختیار میں دیدیا تو اس نے اپنی ذات کو تین طلاق دیدی تو اُس نے کہا کہ یہ ایک ہی ہے پھر وہ عمرؓ سے ملا تو انھوں نے فرمایا کہ تو نے جو رائے قائم کی وہ ٹھیک ہے۔ آبوبکر زاذان سے کہ ہم علیؓ کے پاس بیٹھے تھے تو اُن سے سوال کیا گیا اختیار[٥] کے بارے میں تو اُنھوں نے کہا کہ مجھ سے یہ سوال کیا تھا امیرالمؤمنین عمرؓ نے تو میں نے کہا کہ اگر اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ اور اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو ایک (طلاق رجعی) اور وہ اس سے رجعت کا حقدار ہے تو عمرؓ نے کہا جواب وہ نہیں جو تم نے کہا۔ اگر اُس نے اختیار کیا اپنے شوہر کو

ع٥ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خیار کی ایک خاص صورت پر کلام ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ انتِ طالق البتۃ۔ ان شئتِ اس صورت میں علی رضی اللہ عنہ نے جب کہ عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی شوہر سے جُدا ہونے کا فیصلہ کیا تو لفظ کنایہ "البتۃ" کے اعتبار سے جب کہ اس سے معنی طلاق مراد ہونے پر لفظ طالقٌ دلالت کر رہا ہے طلاق بائنہ کا فیصلہ تجویز کیا اور شوہر ..... کو اختیار کرنے کی صورت میں طلاق رجعی کا اس لئے کہ ان کی نظر میں خیار کا تعلق صرف البتۃ سے ہے اور طلاق کی صراحت کلام میں موجود ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں خیار کا تعلق صرف ایک جز البتۃ سے نہیں ہے۔ ان کے نزدیک طلاق کے نفاذ میں انتِ طالقٌ اصل ہے۔ البتۃ صرف اس کی توثیق کے لئے ہے اس لفظ سے بولنے والے کی نیت دوسری تیسری طلاق کی نہیں تھی اس لئے خیار کا تعلق صرف انتِ طالقٌ سے ہے لہٰذا اگر عورت الگ ہونے کو اختیار کرے گی تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ اگر شوہر کے ساتھ رہنا اختیار کرے گی تو کوئی طلاق نہ پڑے گی نہ بائنہ اور نہ رجعی۔ اور زید بن ثابت نے جدائی کی صورت میں لفظ البتۃ سے بائن ہونے کا اور لفظ طالق سے اس پر ایک طلاق بڑھا کر تین طلاق کی رائے دی اور شوہر کے ساتھ رہنے کی صورت میں خیار کا تعلق صرف انتِ طالقٌ سے رکھا اس لئے البتۃ کے پیش نظر ایک طلاق بائن کا حکم لگایا واللہ اعلم ۱۲ اشتیاق احمد عفی اللہ عنہ

فلا شیٔ وان اختارت نفسہا فواحدۃ
وہو احق بہا فلم اجد بدًّا من
متابعۃ امیر المؤمنین فلما ولیت
واتیت فی الفروج رجعت الی
ما کنت اعرف فقیل لہ رأیکما فی
الجماعۃ احب الینا من رأیک فی
الفرقۃ فضحک علیٌّ وقال اما انہ
ارسل الی زید بن ثابت فسألہ
فقال ان اختارت نفسہا فثلاث
وان اختارت زوجہا فواحدۃ
بائنۃ ابو حنیفۃ عن حماد عن
ابراہیم ان عروۃ بن المغیرۃ
ابتلی بہا وہو امیر الکوفۃ فارسل
الی شریح وقال قل فی
رجل قال لامرأتہ انت طالق
البتۃ فقال قال فیہا عمر واحدۃ وہو
املک بہا وقال علیٌّ بن ابی
طالب ہی ثلاث قال قل فیہا
انت قال قد قالا فیہا قال اعزم
علیک الا قلت فیہا قال شریح اری
قولہ انت طالقٌ طلاقا قد خرج و
اری قولہ البتۃ بدعۃ اقف
عند بدعتہ فان نوی ثلثا
فثلاثٌ وان نوی واحدۃً
فواحدۃٌ بائنٌ وہو خاطب

تو کوئی شے نہیں۔ اگر اپنے نفس کو اختیار کیا تو ایک طلاق واقع ہوگی
اور وہ اس سے رجوع کا حقدار ہے۔ اسکے بعد میرے لئے امیر المومنین
کی متابعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ پھر جب میں خود صاحب
اختیار ہوگیا اور مدّت کے بعد فروج کے قضایا پر غور کیا تو میں نے
پھر اپنی اُسی رائے کی طرف رجوع کیا جو میں رکھتا تھا۔ اس پر اُن
سے کہا گیا کہ ہم کو تم دونوں کی وہ رائے پسند ہے جس کا انجام
جمع ہوجاتا ہے بہ نسبت آپ کی اس رائے کے جو تفریق کا سبب ہے
تو علیؓ ہنسے اور فرمایا کہ سُن لو اُنھوں نے (یعنی عمرؓ نے) زید بن
ثابتؓ کو بھی بُلایا اور اُن سے پوچھا تھا تو اُنھوں نے یہ کہا تھا
کہ اگر اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو تین طلاق اور اگر اپنے
شوہر کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم
سے کہ عُروہ بن المغیرہ اس میں مُبتلا ہوگئے جب کہ وہ کوفہ کے
امیر تھے تو اُنھوں نے قاضی شریح کو بُلایا اور کہا کہ ایسے
شخص کے بارے میں بتائیے جس نے اپنی بیوی کو کہدیا انتِ
طالق البتۃ تو اُنھوں نے کہا کہ اس کے بارے میں عمرؓ نے کہا کہ
ایک طلاق پڑے گی اور وہ اس سے رجعت کا مالک ہے اور
علیؓ بن ابی طالب نے کہا کہ یہ تین طلاق ہیں۔ عُروہ نے کہا
کہ اس کے بارے میں آپ کہئے۔ تو اُنھوں نے کہا وہ دونوں اس
میں کہہ چکے ہیں۔ عُروہ نے کہا کہ میرا منشاء تو آپ سے یہ ہے کہ
آپ خود اپنی رائے بیان کریں۔ تو شریح نے کہا میری رائے تو
یہ ہے کہ اس کا قول انتِ طالقٌ نکل چکا اور اس کے قول البتۃ
کو میں سمجھتا ہوں کہ ایک اضافہ ہے۔ اس اضافہ پر ہم توقف
کریں گے اگر اس نے نیّت کی ہے تین کی تو تین کا حکم دیا جائے
اور اگر اس نے ایک کی نیت کی تو ایک بائن طلاق ہوگی اور
وہ (رجوع کرنے کا مالک نہ ہوگا) خاطب (یعنی رشتہ بھیجنے والا) ہوگا

ابو بکر عن عمر و عبد اللہ انہما قالا امرک
بیدک و اختاری سواء ابو بکر عن عمرو
ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان عمر
ابن الخطاب وعثمان بن عفان قالا ایما
رجل ملک امرأتہ امرہا و خیرہا فافترق
من ذلک المجلس فلم تحدث فیہ
شیئا فامرہا الی زوجہا ابو بکر عن المطلب
ابن حنطب عن عمر انہ جعل البتۃ
تطلیقۃ وزوجہا املک بہا ابو بکر عن
حمید بن ہلال وغیرہ عن عمر نحوا
من ذلک ابو بکر عن ابراہیم عن
عمر و عبد اللہ قالا فی الخلیۃ تطلیقۃ
وہو املک برجعتہا ابو بکر عن ابراہیم عن
عمر و عبد اللہ فی البریۃ قالا تطلیقۃ
وہو املک بہا ابو بکر عن ابراہیم عن
عمر و عبد اللہ فی البائن تطلیقۃ وہو
املک برجعتہا ابو بکر عن المنہال عن
عمر فی رجل طلق امرأتہ تطلیقتین ثم
قال انت علی حرام فقال عمر ما ہی
باہون ہینۃ ابو بکر عن الضحاک ان ابا بکر و
عمر و ابن مسعود قالوا من قال لامرأتہ ہی علی
حرام فلیست علیہ بحرام وعلیہ کفارۃ
یمین ابو بکر عن الحسن قالت امرأۃ
لزوجہا اراحنی اللہ منک او
نحوا من ہذا

(عورت منظور کرے یا رد کرے)۔ ابو بکر عمرؓ سے اور عبد اللہؓ سے کہ
ان دونوں نے کہا کہ امرک بیدک (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے)
اور اختاری (تو صاحب اختیار ہوجا) برابر ہیں۔ ابو بکر عمرو
ابن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اُن کے دادا سے کہ عمرؓ بن
الخطاب اور عثمانؓ بن عفان نے کہا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو
اُس کے امر (طلاق) کا مالک بنادیا اور اُس کو اختیار دیدیا پھر وہ
اس مجلس سے جدا ہوگیا اور عورت نے اس کے بارے میں کوئی
بات نہ کی تو اُس عورت کا امر اُسکے شوہر کی طرف چلا جائے گا۔
ابو بکر مطلب بن حنطب سے وہ عمرؓ سے کہ اُنھوں نے البتۃ کو ایک
طلاق قرار دیا اور شوہر کو اس سے رجعت کا حقدار بنایا۔ ابو بکر
حُمید بن ہلال وغیرہ سے وہ عمرؓ سے مثل اسی روایت کے۔
ابو بکر ابراہیم سے وہ عمرؓ اور عبد اللہؓ سے کہ دونوں نے کہا کہ
خلیۃ میں ایک طلاق واقع ہوگی اور شوہر کو اُس سے رجعت
کا اختیار ہے۔ ابو بکر ابراہیم سے وہ عمرؓ اور عبد اللہؓ سے بریۃ
کے بارے میں دونوں نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوگی اور اس کو
اس سے رجعت کا اختیار ہے۔ ابو بکر ابراہیم سے وہ عمرؓ اور عبد اللہ
سے کہ بائن میں ایک طلاق ہے اور وہ اسکے رجعت کا مالک ہے۔
ابو بکر منہال سے وہ عمرؓ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں جس نے
اپنی بیوی کو دو طلاقیں دیں پھر کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے۔ تو عمرؓ
نے کہا کہ یہ کلمہ اُن سے کچھ ہلکا نہیں ہے۔ ابو بکر ضحاک سے کہ
ابو بکرؓ اور عمرؓ اور ابن مسعودؓ سب نے کہا کہ جس نے اپنی بیوی سے
کہا کہ یہ مجھ پر حرام ہے تو یہ اس پر حرام نہیں ہے اور اس پر
کفارہ قسم کا لازم ہے (بشرطیکہ اس نے طلاق کی نیت نہ کی ہو)
ابو بکر حسنؒ سے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا اراحنی اللہ
منک (اللہ تعالےٰ تجھ سے مجھے راحت دے) یا کوئی دوسرا جملہ اسی طرح کا

فقال نعم فنعم فأتى عمر بن
الخطاب فذكر ذلك له فقال عمر تريد
ان احملها عنك هي بك هي بك ابوبكر
عن سالم والقاسم وعبيد الله بن عبد الله
ابن عمر قالوا قال عمر انما الطلاق بيد
من يحل له الفرج يعني ان العبد
اذا اذن له مولاه في النكاح فالطلاق
بيد العبد لا بيد المولى ابوبكر عن
يزيد بن علقمة ان رجلا من بني تغلب
يقال له عبادة بن النعمان كان
تحته امرأة من بني تميم
فاسلمت فدعاه عمر فقال اما
ان تسلم واما ان انتزعها منك
فابى ان يسلم فنزعها منه عمر
ابوبكر عن الحسن عن عمر في الرجل
له امرأة فسئل ألك امرأة فيقول
لا انه قال كذبة ابوبكر عن عمرو
ابن شعيب كان عمر وابو الدرداء
ومعاذ يقولون ترجع اليه
ما بقي يعني الرجل يطلق (الزوج) امرأته (المرأة)
تطليقة او تطليقتين فتزوج
ثم ترجع اليه على كم
تكون (طلاقا) عنده ابوبكر عن ابي
هريرة عن عمر على ما
بقي من الطلاق

تو شوہر نے کہا ہاں! ہاں!! ضرور!!! پھر وہ پہنچا عمرؓ بن الخطاب
کے پاس اور اُن سے اس واقعہ کا ذکر کیا (اور اس تشویش کا کہ طلاق
تو واقع نہیں ہوگئی)، تو عمرؓ نے کہا کہ تو چاہتا ہے کہ (تیرے ہاں!
ہاں!! کہنے کی تفسیر کا) تیری طرف سے میں بوجھ برداشت کروں
(تو سُن اس ہاں ہاں کا مفہوم کہ وہ یہ ہے کہ) وہ عورت ہے
تیرے ساتھ وہ عورت ہے تیرے ساتھ۔ ابوبکر سالم سے اور قاسم
اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمرؓ سے سب نے بیان کیا کہ عمرؓ نے فرمایا
کہ طلاق اسی شخص کے ہاتھ میں ہے جس کے لئے فرج حلال
ہے۔ یعنی یہ کہ غلام کو جب اُس کے آقا نے نکاح کی اجازت دیدی
تو طلاق غلام کے اختیار میں ہے آقا کے اختیار میں نہیں۔ ابوبکر
یزید بن علقمہ سے کہ بنی تغلب میں کا ایک شخص تھا جس کو عبادہ
ابن النعمان کہا جاتا تھا، اس کے تحت میں بنی تمیم کی ایک عورت
تھی۔ پھر وہ اسلام لے آئی تو اُس شخص کو عمرؓ نے بلایا اور فرمایا
(اب دو صورتیں ہیں) یا تو تُو اسلام قبول کرے اور یا یہ کہ
میں اُس کو تجھ سے کھینچ کر الگ کردوں تو اس نے اسلام قبول
کرنے سے انکار کردیا تو عمرؓ نے عورت کو اُس سے الگ کرلیا۔
ابوبکر حسنؒ سے وہ عمرؓ سے اُس شخص کے بارے میں جس کے
بیوی موجود تھی اور اس سے پوچھا گیا کہ کیا تیرے پاس بیوی
ہے اور وہ جواب دیتا ہے کہ نہیں۔ فرمایا کہ یہ تو ایک جھوٹ
ہے (اس سے طلاق نہیں پڑے گی)۔ ابوبکر عمرو بن شعیب سے
کہ عمرؓ اور ابو درداءؓ اور معاذؓ اس کے قائل ہیں کہ وہ اُس کی
طرف لوٹائی جائے گی باقی ماندہ پر یعنی کوئی شخص جو اپنی
بیوی کو ایک یا دو طلاق دیدیتا ہے پھر وہ نکاح کرلیتی ہے پھر
لوٹتی ہے اُس کی طرف تو اُس شخص کے پاس کتنی طلاق کا حق
ہوگا۔ ابوبکر ابوہریرہؓ سے وہ عمرؓ سے باقیماندہ طلاق پر (حسب

ابو بکر عن سعید بن المسیب عن عمر قال اربع
جائزۃٌ علٰی کلِّ حالٍ العتقُ والطّلاقُ و
النکاحُ والنذرُ یعنے سواء کان جادًّا او
ہازلاً ابو بکر عن کثیر مولے ابن سمرۃ ان
عمر اُتِیَ بامرأۃٍ ناشزۃٍ فقالَ لزوجہا
اخلعہا ابو بکر عن عبد اللہ بن شہاب الخولانی
شہدتُ عمر بن الخطاب اُتِیَ فی خلعٍ
کانَ بینَ رجلٍ و امرأتہ فاجازہ یعنے
یجوز الخلعُ دونَ السلطان [لے بغیر امرہ ۱۲] ابو بکر عن
عبد اللہ بن رباحٍ ان عمر قالَ اِخلعہا
بما دونَ عقاصِہا ابو بکر عن ابراہیم قالَ
عمر بن الخطاب لا ندعُ کتابَ ربنا و
سنۃَ نبینا بقولِ المرأۃِ المطلقۃِ ثلثاً
لہا السکنٰی والنفقۃُ ابو بکر عن الشعبی
فی الرجلِ یطلّق امرأتہ فجاء آخر فتزوّجہا
فی العدۃ قالَ عمر یفرّق بینہما وتکمل
عدتہا الاولَ وتستأنف من ہذا عدۃً
جدیدۃً ویُجعل الصداقُ فی بیتِ المالِ و
لا یتزوّجہا الثانی ابدًا ویصیرُ الاوّلُ
خاطبًا من الخُطّاب ابو بکر عن ابراہیم
ابن میسرۃ عن عمر قالَ لا یقربہا
حتے ینظر اَبِہا حمل اَوْ لاَ
یعنے الامۃَ اِذَا زوّجہا مولاہا
فماتَ الزوجُ

توضیح مذکور)۔ ابو بکر سعید بن المسیب سے وہ عمرؓ سے، فرمایا کہ چار چیزیں
ہر حال میں نافذ ہوتی ہیں: عتق (آزادی) اور طلاق اور نکاح
اور نذر یعنی برابر ہے کہ وہ شخص سنجیدگی سے کہنے والا ہے یا
مسخرے پن سے۔ ابو بکر کثیر مولےٰ ابن سمرہ سے کہ عمرؓ کے پاس
ایک لڑاکا عورت لائی گئی تو آپ نے اُس کے شوہر سے فرمایا
کہ اس سے خلع کرلے۔ ابو بکر عبد اللہ بن شہاب الخولانی سے کہ
میں حاضر تھا عمرؓ بن الخطاب کے پاس جب ایک خلع کا معاملہ
ایک مرد اور اس کی عورت کا اُن کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں
نے اُس کو جائز رکھا۔ یعنی خلع جائز ہے بغیر سلطان (کے حکم)
کے۔ ابو بکر عبد اللہ بن رباح سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اُس (عورت)
سے خلع کرلے اس کی چوٹی کے ماسوائے۔[عہ] ابو بکر ابراہیم سے کہ عمرؓ
ابن الخطاب نے فرمایا کہ ہم ایک عورت کے کہنے سے اپنے رب
کی کتاب اور اپنے نبیؐ کی سنت نہیں چھوڑیں گے جس کو تین طلاق
دی گئی ہیں اُس کے لئے رہنے کا گھر بھی ہے اور نفقہ بھی۔
ابو بکر شعبی سے، ایسے شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کو طلاق دیتا
ہے پھر دوسرا شخص آکر اس عورت سے عدت کے زمانہ میں نکاح
کرلیتا ہے تو عمرؓ نے فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان تفریق کیجائے۔
اور عورت اپنی پہلی عدت پوری کرے اور پھر از سر نو دوسری
عدت پوری کرے اور مہر کو بیت المال میں داخل کیا جاتے اور
وہ دوسرا شوہر کبھی اس سے نکاح نہ کرے اور پہلا شوہر دوسرے
رشتہ بھیجنے والوں میں سے ایک رشتہ بھیجنے والا ہوگا۔
ابو بکر ابراہیم بن میسرہ سے وہ عمرؓ سے فرمایا کہ وہ اُس سے قریب نہ
ہو یہاں تک کہ پہلے یہ دیکھ لے کہ کیا اُس کو حمل ہے یعنی باندی سے
جب کہ اُس کے آقا نے اُس کا نکاح کردیا ہو اور اُس کا شوہر مرگیا ہو۔

عـــہ مطلب یہ ہے کہ خلع کرلے اور عورت سے اُس کا تمام مال لے لے کہ بجز سر کی چوٹی کے اُس کے پاس کچھ باقی نہ رہے ۱۲

آبو بکر عن سعید و الحسن قالا أجّل عمر بن
الخطّاب العِنّين سَنَةً فان استطاعها
و الّا فرق بینهما و علیه العِدّة آبو بکر عن
سعید بن المسیّب ردّ عمر نسوةً المتوفّٰی عنهنّ
ازواجهنّ من البیدآء فمنعهنّ الحجّ آبو بکر عن
الحکم کان عمر و عبد اللّٰه یقولان لا تنتقل
یعنی المتوفّٰی عنها زوجها الشافعی عن مالک
انّه بلغه انه کُتِب الی عمر بن الخطّاب من
العراق انّ رجلاً قال لامرأته حبلکِ علی
غاربکِ فکتب عمر الی عامله ان مُرْهُ أن
یُوافِیَنی فی الموسم فبینا عمر بن الخطاب
یطوفُ بالبیتِ اذ لقیه الرجلُ فسلّم علیه
فقالَ مَن انتَ فقالَ انا الّذی امرتَ
ان یُجلَب علیک قالَ انشدک بربّ
هٰذا البیت هل اردتَ بقولک حبلکِ علی
غاربکِ الطّلاقَ فقالَ الرّجل لو استحلفتنی (سوگند میدادی)
فی غیر هٰذا المکان ما صدقتُک اردتُ الفراقَ
فقال عمر هو ما اردتَ البیهقی عن
الثوری عن حماد عن ابراهیم عن عمر
ابن الخطاب انّه کان یقول فی
الخلیّة و البریّة و البتّة و البائنة
واحدة و هو احقّ بها البیهقی
عن الثوری عن حماد عن
ابراهیم انّ عمر و ابنَ مسعودٍ
کانا یقولان

آبو بکر سعید اور حسن سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے عِنّین (نامرد) کو
ایک سال کی مہلت دی پھر اگر وہ قادر ہو گیا تو فبہا ورنہ دونوں
میں تفریق کر دی جائے اور اس پر عدّت لازم ہو گی۔ آبو بکر سعید
ابن المسیّب سے کہ عمرؓ نے ایسی عورتوں کو جن کے شوہروں کا
انتقال ہو گیا تھا بیداء سے واپس کر دیا اور اُن کو حج سے روک
دیا۔ آبو بکر حکم سے کہ عمرؓ اور عبد اللہؓ کہا کرتے تھے کہ منتقل
نہ ہو (کسی دوسری جگہ) یعنی جس کا شوہر مر گیا ہو۔ شافعیؒ
مالکؒ سے کہ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب کو عراق
سے لکھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا حبلکِ علیٰ
غاربکِ (تیری رسّی تیرے کندھے پر) تو عمرؓ نے اپنے عامل
کو لکھا کہ اُس کو حکم دو کہ وہ موسمِ حج میں مجھ سے آ کر ملے تو
اس دَوران میں کہ عمرؓ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے جب کہ
وہ شخص اُن سے ملا اور اُن کو سلام کیا۔ تو اُنھوں نے پوچھا
کہ تو کون ہے؟ تو اُس نے کہا کہ میں وہی ہوں جس کے بارے
میں آپ نے حکم دیا تھا.......... کہ آپ کے پاس
بھیجا جائے تو آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اس بیت کے رب کی قسم
دیتا ہوں کہ کیا تو نے اپنے اس قول سے یعنی حبلکِ علیٰ غاربکِ
سے طلاق کی نیت کی تھی؟ تو اس شخص نے کہا کہ اگر آپ مجھے
اس مکان کے علاوہ کسی دوسرے مکان میں حلف دیتے تو میں
آپ سے سچ نہ کہتا، میں نے علیٰحدہ کرنے کی نیت ہی سے کہا تھا،
تو عمرؓ نے فرمایا کہ تیری نیت ہی فیصلہ ہے۔ بیہقی ثوریؒ سے
وہ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ عمرؓ اور ابنِ مسعودؓ کہا کرتے تھے
خلیۃ میں اور بریۃ میں اور بتّۃ میں اور بائنۃ میں ایک طلاق
ہے اور وہ اُس پر (رجوع کا) حق رکھتا ہے۔ بیہقی ثوری سے
وہ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ عمرؓ اور ابنِ مسعودؓ کہا کرتے تھے

اذا خیّر لہا فاختارت نفسہا فہی واحدۃٌ و ہو احقُّ بہا و ان اختارت زوجہا فلاشیٔ الشافعی تعلیقًا و البیہقی مسندًا رُوی عن عمرُ ابن الخطاب انّ رجلاً تدلّٰی یأخذ (بغارے فرود آمد ۱۲) عسلاً فجاءتہ امرأتہٗ فوقفت علی الحبل فحلفت لتقطعنّہ او لتطلّقنّی ثلثًا فذکر اللّٰہَ و الاسلامَ فابت الّا ذٰلک فطلقہا ثلثًا فلمّا ظہر (بالابرآمد ۱۲) اتی عمر بن الخطّاب فذکر ماکان منہا الیہ و منہ الیہا فقال ارجع الٰی امرأتک فلیس ہو بطلاقٍ البیہقی رُوی عن عمرُ لیس الرجل بأمیرٍ علٰی نفسہٖ اذا جُوِّعت او اُوثِقت (بستہ شد ۱۲) او ضُربت الشافعی عن ابن المسیّب کان عمر یقول ان تربّص اربعۃ اشہر فہی تطلیقۃٌ و ہو املک بردّہا ما دامت فی عدّتہا الشافعی عن عبداللّٰہ ابن ابی یزید عن ابیہ ارسل عمر الی شیخٍ من بنی زہرۃ فسألہ عن وِلادِ الجاہلیّۃ فقال امّا النّطفۃ فمن فلانٍ و اما الولدُ فہو علٰی فراشِ فلانٍ فقال صدقت و لکن قضٰی رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم

جب شوہر نے بیوی کو اختیار دیدیا اور اس نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا (آزاد ہونے پر) تو ایک طلاق ہو گی اور وہ اس پر (رجوع کا) حق رکھتا ہے۔ اور اگر اُس نے اپنے شوہر کو اختیار کرلیا تو کچھ نہیں ہے۔ شافعیؒ نے تعلیقًا روایت کیا اور بیہقی نے مسندًا کہ روایت کیا گیا عمرؓ بن الخطاب سے کہ ایک شخص (کسی غار میں) لٹک کر شہد حاصل کرنے لگا تو اُس کے پاس اُس کی بیوی آئی اور رسّی پر (جس کے ذریعہ سے وہ غار میں لٹک رہا تھا) کھڑی ہو گئی اور قسم کھاکر کہنے لگی کہ تو مجھے تین طلاق دے ورنہ میں اس رسّی کو ضرور کاٹ دوں گی تو اس نے اللہ کا اور اسلام کا واسطہ دیا مگر وہ نہ مانی بجز اس صورت کے تو اس نے اس کو تین طلاق دیدیں۔ پھر جب وہ باہر آگیا تو وہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچا اور جو کچھ معاملہ عورت کی طرف سے اس کے ساتھ اور اس کی طرف سے عورت کے ساتھ ہوا تھا بیان کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ اپنی بیوی کے پاس لَوٹ جا، یہ کوئی طلاق نہیں ہے۔ بیہقی روایت کیا گیا عمرؓ سے کہ فرمایا کہ کوئی شخص اپنی ذات پر امیر (باختیارِ خود) نہ ہوگا جب کہ بھوکا رکھا جائے یا باندھا جائے یا پیٹا جائے۔ شافعیؒ ابن المسیّب سے کہ عمرؓ فرمایا کرتے تھے (ایلاء کے بارے میں) کہ چار ماہ (بیوی کے ساتھ ہم بستری سے) رُک جانا ایک طلاق ہے اور وہ اس کے رجوع کا اختیار رکھتا ہے جب تک عورت عدّت میں رہے۔ شافعیؒ عبداللہ بن ابی یزید سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے بنی زہرہ کے ایک بوڑھے کو بُلا کر اُس سے ناجائز اولاد کے تعینِ نسب کی بابت جاہلیت کا دستور پوچھا تو اُس نے کہا کہ نطفہ تو فلاں کی طرف سے، رہا بچّہ تو وہ فلاں کے فرش پر (کہا جاتا تھا) تو عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بالولد للفراش مالک والشافعی عن ابن عمر جاء رجل الی عمر بن الخطاب فقال کانت لی ولیدۃ اطأها فعمدت امرأتی الیها فارضعتها فدخلت علیها فقالت دونک فقد واللّٰہ ارضعتها فقال عمر اوجعها و ائت جاریتک فانما الرضاعۃ رضاعۃ الصغیر مالک انہ بلغہ ان عمر بن الخطاب وہب لابنہ جاریۃ فقال لا تمسها فانی قد کشفتہا قال ابو حنیفۃ النظر الی الفرج یحرم و قال الشافعی لا قال البیہقی ویشبہ ان یکون الجماع ہو المراد بالکشف فان اہل المروات یکنون عن الجماع بمثل ہذا البیہقی من طریق سفیان الثوری کتب عامل لعمر الی عمر ان ناسا ممن قبلنا یدعون السامرۃ یسبتون السبت و یقرؤن التوراۃ و لا یؤمنون بیوم البعث فما یری امیر المؤمنین فی ذبائحہم قال فکتب ہم طائفۃ من اہل الکتاب ذبائحہم ذبائح اہل الکتاب الشافعی عن عمر انہ قال ما نصاری العرب باہل الکتاب و لا یحل لنا ذبائحہم و ما انا بتارکہم حتی یسلموا او اضرب اعناقہم مالک و الشافعی عن عروۃ رض

نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ بچہ (صاحب) فراش کے لئے (یعنی شوہر کا) ہوگا۔ مالکؒ اور شافعیؒ ابن عمرؓ سے کہ ایک شخص نے عمرؓ ابن الخطاب سے آکر کہا کہ میری ایک باندی ہے جس سے میں مجامعت کرتا رہا اُس کے ساتھ میری بیوی نے یہ اقدام کیا کہ اُس کو اپنا دودھ پلا دیا۔ پھر میں اُس پر داخل ہوا تو بیوی نے کہا کہ اس سے الگ رہنا واللہ میں نے اس کو اپنا دودھ پلایا ہے تو عمرؓ نے کہا کہ اُس کو پیٹ اور اپنی لونڈی کے پاس جا کیونکہ رضاعت (قابلِ اعتبار) صرف بچے ہی کی رضاعت ہے۔ مالکؒ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے اپنے بیٹے کو ایک جاریہ عطا کی اور فرمایا کہ اس کو چھونا مت کہ میں اس کو برہنہ کر چکا ہوں ابو حنیفہؒ نے کہا کہ فرج کو دیکھنا حرام کر دیتا ہے اور شافعیؒ نے کہا کہ نہیں۔ بیہقیؒ نے کہا اور قرینِ قیاس یہ ہے کہ برہنہ کرنے سے مراد جماع کرنا ہی ہے کہ شائستہ مزاج لوگ جماع کے لئے اسی طرح کے کنایات بولتے ہیں۔ بیہقیؒ سفیان ثوریؒ کی روایت سے کہ عمرؓ کے ایک عامل نے اُن کو لکھا کہ جو ہم سے پہلے تھے ان میں سے کچھ لوگوں کو سامرہ کہا جاتا تھا وہ سنیچر کے دن عبادت کیا کرتے اور توریت پڑھا کرتے تھے اور یوم قیامت پر ایمان نہیں لاتے تھے تو امیر المؤمنین ان لوگوں کے ذبیحوں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ کہا کہ اس پر عمرؓ نے لکھا کہ وہ لوگ اہلِ کتاب ہی میں کا ایک گروہ ہے اُن کے ذبیحے اہلِ کتاب کے ذبیحے ہیں۔ شافعیؒ عمرؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ عرب کے نصاریٰ (یعنی بنی تغلب) اہلِ کتاب نہیں ہیں اور ہمارے لئے ان کے ذبیحے حلال نہیں ہیں اور میں ان کو چھوڑنے والا نہیں یہاں تک کہ یہ لوگ یا تو اسلام قبول کریں یا میں ان کی گردنیں مار دوں۔ مالکؒ اور شافعیؒ عروہ سے

عن خولة بنت حکیم دخلت علی عمر بن الخطاب فقالت ان ربیعۃ بن امیۃ استمتع بامرأۃ مولدۃ فحملت منہ فخرج عمر رض یجر رداءہ فزعًا فقال ہذہ المتعۃ ولو کنت تقدمت فیہ لرجمت۔ الشافعی عن ابن سیرین ان امرأۃ طلقہا زوجہا ثلثاً وکان مسکین اعرابی یقعد بباب المسجد فجاءتہ امرأۃ فقالت ہل لک فی امرأۃ تنکحہا فتبیت معہا اللیلۃ وتصبح فتفارقہا فقال نعم فکان ذٰلک فقالت لہ امرأتہ انک اذا اصبحت فانہم سیقولون لک فارقہا فلا تفعل ذٰلک فانی مقیمۃ لک ما ترے واذہب الی عمر فلما اصبحت اتوہ واتوہا فقالت کلموہ فانتم جئتم بہ فکلموہ فابی فانطلق الی عمر فقال الزم امرأتک فان رابوک بریب فأتنی فارسل الی المرأۃ التی مشت لذلک فنکل بہا ثم کان یغدو علی عمر ویروح فی حلۃ فیقول الحمد للہ الذی کساک یا ذا الرقعتین

وہ خولہ بنتِ حکیم سے کہ وہ عمر رض بن الخطاب کے پاس پہنچی اور کہا کہ ربیعہ بن امیہ نے تمتع کیا تھا ایک مولّدہ سے پھر وہ اس سے حاملہ ہوگئی تو عمر رض اس طرح نکلے کہ اپنی چادر کھینچ رہے تھے بیچینی سے پھر کہا کہ یہ متعہ ہے اور اگر مجھے پہلے اس کی اطلاع ہوجاتی تو میں ضرور رجم کرتا۔ شافعی رح ابن سیرین رح سے کہ ایک عورت کو اُس کے شوہر نے تین طلاق دیں اور ایک نادار دیہاتی مسجد کے دروازے پر بیٹھا کرتا تھا تو اس کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ کیا تجھے ایسی عورت میں دلچسپی ہے جو تجھ سے نکاح کرے اور تو آج رات اُس کے ساتھ سوئے اور صبح کو اُس سے مفارقت کرلے؛ اس نے کہا کہ ہاں! تو ایسا ہوگیا (رات میں) اُس کی بیوی نے اُس سے کہا کہ جب صبح ہوجائے گی تو یہ لوگ تجھ سے کہیں گے کہ اس سے جدا ہو (یعنے طلاق دے) مگر تو ایسا نہ کرنا کیونکہ میں تیری کفالت کروں گی جیسا کہ . . . تو دیکھ رہا ہے اور تو عمر رض کے پاس پہنچ جانا۔ جب صبح ہوتی تو لوگ اس شخص کے پاس آتے اور عورت کے پاس پہنچے۔ تو عورت نے کہا کہ تم اُس سے بات کرو تم ہی اُس کو لے کر آئے تھے تو اُنھوں نے اُس سے گفتگو کی۔ اُس نے انکار کردیا۔ پھر وہ عمر رض کے پاس پہنچ گیا۔ تو عمر رض نے فرمایا کہ اپنی بیوی سے تعلق پر جمارہ۔ اگر وہ لوگ تجھے پریشانی میں ڈالیں تو میرے پاس آجانا۔ پھر اس عورت کو بلوایا جو اس کام کے لئے چلی پھری تھی تو آپ نے اس کو سزادی۔ اس کے بعد وہ شخص صبح و شام حضرت عمر رض کے پاس اچھے لباس میں آتا رہتا تھا اور وہ فرمایا کرتے اللہ کا شکر ہے جس نے اے ذوالرقعتین (یعنے اے پیوند لگے ہوئے دو کپڑوں والے)

ع۵ مولّدہ بروزن معظمہ وہ ہے جو عرب میں پیدا ہوئی اور اُن کی اولاد کے ساتھ اس نے تربیت پائی ۱۲

حُلّۃً تغدو فیہا و تروح. الشافعی
عن مجاہد عن عمر نحوًا من ذٰلک
الشافعی عن جعفر بن محمد عن
ابیہ انّ علیًّا و عمر قالا لا ینکح المحرم
و لا یُنکح فان نکح فنکاحہ باطل. مالک
و الشافعی عن ابن المسیّب قال
عمر بن الخطّاب ایّما رجل تزوّج
امرأۃً و بہا جنونٌ او برصٌ فمسّہا
فلہا صداقُہا کاملاً و ذٰلک لزوجہا
غُرم (تاوان) علٰی ولیّہا. البیہقی عن ابراہیم
ابن سعد عن ابیہ انّ عمر بن الخطّاب
کتب الی بعض عمّالہ ان اعطِ
الناس علٰی تعلیم القرآن
فکتب الیہ انک کتبتَ
الیّ ان اعطِ الناس علٰی
تعلیم القرآن فیعلّمہ من
لیس لہ فیہ رغبۃٌ الّا
رغبۃ فی الجُعل فکتب الیہ
ان اعطِہم علی المروّۃ و
الصّحابۃ. ابو حنیفۃ عن یزید
ابن عبد الرحمٰن عن الاسود انّہ
اعتق مملوکًا لہ بینہٗ و بین اخوۃ (اے مشترکا بینہ و بین اخوتہ ۱۲)
لہ صغار فذکر ذٰلک لعمر بن
الخطّاب فامرہ ان یقوّمہ و یُرجئہ
حتی یُدرک الصبیۃ فان

تجھے اچھا جوڑا پہنایا جس میں تو صبح و شام آتا جاتا ہے۔ شافعیؒ
مجاہد سے وہ عمرؓ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ شافعیؒ جعفر
ابن محمد سے وہ اپنے باپ سے کہ علیؓ و عمرؓ دونوں نے کہا کہ
مُحرِم (جو احرام باندھنے والا ہو) نہ نکاح کرے اور نہ نکاح کرائے
اگر اُس نے نکاح کر لیا تو اس کا نکاح باطل ہوگا۔ مالکؒ اور
شافعیؒ ابن المسیّب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس شخص
نے نکاح کیا کسی ایسی عورت سے جس کو جنون یا برص
ہے پھر اس کو چھوا تو اس عورت کو پورے مہر کا حق ہوگا۔
اور اس عورت کے شوہر کو حق ہوگا مہر کے برابر تاوان لینے کا اُس
عورت کے وَلی سے۔ بیہقیؒ ابراہیم بن سعدؒ سے وہ اپنے باپ
سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے اپنے بعض عاملوں کو لکھا کہ تعلیم قرآن
پر لوگوں (یعنے معلّموں) کو عطیات (وظائف) دو۔ تو عامل
نے اُن کو لکھا کہ آپ نے مجھے لکھا ہے کہ تعلیم قرآن پر لوگوں
کو عطیات دو تو (اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ) قرآن کی تعلیم وہ
لوگ دیں گے جن کو اس خدمت سے رغبت نہ ہوگی ان کو رغبت
صرف اپنے معاوضہ سے ہوگی (حالانکہ تعلیم قرآن اللہ کے واسطے
ہونی چاہیئے تو اس معاوضہ کو ادا کرنے کی وجہ جواز کیا ہوگی)
تو ان کو عمرؓ نے لکھا کہ ان کو بر بنائے مروّت (کہ وہ ایک خدمت
اسلامی کرتے ہیں ہم کو ان کی خدمت کرنی چاہیئے) و بر بنائے
صحابت (کہ وہ خدمتِ اسلام میں تمہارے ساتھی ہیں) دو۔
ابو حنیفہؒ یزید بن عبد الرحمٰن سے وہ اسود سے کہ انھوں نے آزاد
کیا ایک مملوک کو جو کہ ان کا اور ان کے کم عمر بھائیوں کا
مُشترک تھا۔ پھر انھوں نے عمرؓ بن الخطّاب سے اس کا
ذکر کیا تو انھوں نے ان کو حکم دیا کہ اس کی قیمت کا اندازہ
کرو اور اس کو لڑکوں کے بالغ ہونے تک روکؔ لو پھر اگر وہ

عہ یہ لفظ اِرجاء سے بنا ہے اس کے معنے ہیں تاخیر کرنا اور روک لینا۔ یعنی غلام کو روک لیا جائے جب تک کم عمر بھائی بالغ ہوں ۱۲

شاءوا اعتقوا وان شاءوا ضمنوا مالک
انہ بلغہ ان عمر بن الخطاب وعثمان بن
عفان قضٰی احدہما فی امرأۃ غرّت
رجلاً بنفسہا وذکرت انہا حرۃ فولدت
لہ اولاداً فقضٰی ان یفدی ولدہ
بمثلہم مالک عن سلیمان بن یسار عن
عبد اللہ بن امیۃ ان امرأۃ ہلک عنہا
زوجہا فاعتدت اربعۃ اشہر وعشراً
ثم تزوجت حین حلت فمکثت عند
زوجہا اربعۃ اشہر ونصف شہر ثم ولدت
ولداً تاماً فجاء زوجہا الی عمر بن الخطاب
فذکر ذلک لہ فدعا عمر نسوۃ من نساء
الجاہلیۃ قدماء فسألہن عن ذلک
فقالت امرأۃ منہن انا اخبرک عن
ہذہ المرأۃ ہلک عنہا زوجہا حین حملت
فاہریقت علیہ الدماء فحش ولدہا فی
بطنہا فلما اصابہا زوجہا الذی
نکحہا واصاب الولد الماء تحرک
الولد فی بطنہا فصدقہا عمر بن الخطاب
وفرق بینہما وقال عمر لم یبلغنی
عنکما الا خیر والحق الولد بالاول
مالک عن یحیی بن سعید عن سلیمان
ابن یسار ان عمر بن الخطاب
کان یلیط اولاد الجاہلیۃ
بمن

چاہیں تو اس کو آزاد کریں اور اگر چاہیں ضمان لیں۔ مالکؒ ان کو یہ
روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب اور عثمانؓ بن عفان دونوں
میں سے ایک نے ایک عورت کے متعلق جس نے اپنے بارے
میں ایک شخص کو دھوکا دیا اور یہ ذکر کیا تھا کہ وہ آزاد ہے پھر
اس کے بچے بھی اس نے جنے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنی اولاد کا
فدیہ جاریہ کے مالک کو اُن ہی کے مانند دے۔ مالکؒ سلیمان بن
یسار سے وہ عبداللہ بن اُمیّہ سے کہ ایک عورت کا شوہر مر گیا
تو اس نے چار مہینے دس دن کا زمانہ عدّت پورا کر کے جب
حلال ہو گئی تو نکاح کر لیا۔ اب وہ اپنے شوہر کے پاس ساڑھے
چار مہینے رہی تھی کہ اس کے ایک پورا بچہ پیدا ہو گیا۔ تو اس کا
شوہر عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور ان سے اس کا ذکر کیا۔
تو عمرؓ نے زمانہ جاہلیت کی پرانی عمر کی عورتوں میں سے کئی
عورتوں کو بلایا اور اُن سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو
ان میں سے ایک نے کہا کہ اس عورت کا حال آپ کو میں بتاتی ہوں
اس کا شوہر اس کو چھوڑ کر مر گیا جب کہ یہ حاملہ ہوئی۔ تو اس
(حمل) پر خون حیض بہتے رہے (بجائے اس کے کہ وہ بند ہو کر
بچہ کا جزو بنیں) تو اس کے پیٹ میں اس کا بچہ سوکھ گیا۔
پھر جب اُس کا شوہر جس نے اُس سے نکاح کیا اُس سے ہم بستر
ہوا اور بچہ پر پانی (یعنے آبِ منی) پہنچا تو اس کے پیٹ میں بچہ
نے حرکت کی اور وہ بڑھا تو عمرؓ بن الخطاب نے اُس کی
تصدیق کی اور ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی اور عمرؓ
نے فرمایا کہ تم دونوں کے متعلق میرے پاس بجز خیر کے اور
کوئی بات نہیں پہنچی۔ اور بچے کو آپ نے پہلے شوہر کا قرار
دیا۔ مالکؒ یحیے بن سعید سے وہ سلیمان بن یسار سے کہ عمرؓ بن
الخطاب زمانہ جاہلیت کی اولاد کو اُسی کے ساتھ متعلق کر دیتے تھے

ادّعاهم فی الاسلام فأتی رجلان
کلاهما یدّعی ولد امرأۃ فدعا
عمر قائفاً فنظر الیهما فقال
القائف لقد اشترکا فیه فضربه
عمر بن الخطّاب بالدّرّة ثم دعا
المرأة فقال لها اخبرینی خبرک
فقالت کان هذا لأحد الرجلین
یأتینی وهی فی ابل لاهلها
فلا یفارقها حتی یظنّ
و تظنّ انه قد استمرّ بها
حبل ثم انصرف عنها فاهریقت
علیه دماً ثم خلف علیها
هذا تعنی الآخر فلا ادری من
ایهما هو قال فکبّر القائف
فقال عمر للغلام وال ایّهما
(بپسند از ہر دو ہر کرا خواہی ۱۲)
شئت مالک عن ابن عمر ان عمر
ابن الخطاب قال ما بال رجال
یطئون ولائدهم ثم یعزلونهن لا
تأتینی ولیدة یعترف سیّدها
ان قد الم بها الا الحقت به
ولدها فاعزلوا بعد ذلک او
اترکوا

کتاب احکام الخلافة و القضاء

جو اسلام میں داخل ہونے کے بعد اُن کا مدّعی ہوتا تھا۔ تو اُن کے پاس دو آدمی آئے جو ایک عورت کے لڑکے پر اپنا بیٹا ہونے کا دعوے کر رہے تھے تو عمرؓ نے ایک قیافہ داں کو بلایا اُس نے (لڑکے کو دیکھ کر) اُن دونوں آدمیوں کو دیکھا پھر کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں دونوں مشترک ہیں تو عمرؓ نے اُس کے دُرّہ مارا پھر اُس عورت کو بلایا اور اُس سے کہا کہ تو مجھ سے پورا حال بیان کر۔ تو اُس نے کہا کہ یہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا ہے جو میرے پاس آیا کرتا تھا اس حال میں کہ وہ باندی (یعنی میں) اُونٹوں میں رہتی تھی جو اس کے (یعنی میرے) رشتہ دار کے تھے۔ وہ شخص اُس سے (یعنی مجھ سے) جُدا نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ اس شخص نے گمان کر لیا یا عورت نے گمان کر لیا کہ اب اس پر حاملہ ہونے کا دور گزرنے لگا۔ پھر پھر وہ اُس سے (یعنی مجھ سے) پھر گیا اسکے بعد اس پر خون بہے (یعنی حیض کے خون آتے رہے) پھر اُس شخص کا قائم مقام اس عورت پر (یعنی مجھ پر) یہ شخص بنا۔ اُس کی مُراد دوسرے دعویدار سے تھی تو اب میں نہیں جانتی کہ یہ لڑکا دونوں میں سے کس کا ہے۔ کہا کہ تو اُس قیافہ داں نے تکبیر کہی (اس خوشی سے کہ اُس کی بات بن گئی) تو عمرؓ نے اُس لڑکے سے کہا کہ تو ان دونوں میں سے جس کو چاہے پسند کر لے۔ مالکؒ ابنِ عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطابؓ نے فرمایا کہ کیا ہو گیا لوگوں کو کہ اپنی باندیوں کے ساتھ وطی (جماع) کرتے ہیں پھر اُن سے عزل کرتے ہیں (یاد رکھو) کوئی باندی جو میرے پاس آکر یہ اقرار کریگی کہ اُسکے آقا نے اُس سے مباشرت کی ہے میں اسکے بچے کو اُس شخص کے ساتھ ضرور ملحق کروں گا اس کے بعد تم عزل کر دیا چھوڑ دو۔

باب احکامِ خلافت و قضاء

ع۵ کسی عورت سے اس طرح جماع کرنے کو عزل کہتے ہیں کہ انزال کے وقت ذکر کو باہر نکال لے اور منی باہر گرادے تاکہ عورت کو حمل نہ رہے ۱۲ مترجم

الدار قطنے ان عمر بن الخطاب کتب الی ابی موسی الاشعری اما بعد فان القضاء فریضۃ محکمۃ وسنۃ متبعۃ فافہم اذا ادلی الیک بحجۃ و انفذ الحق اذا وضح فانہ لا ینفع تکلم بحق لا نفاذ لہ و آس بین الناس فی وجہک و مجلسک و عدلک حتی لا ییأس الضعیف من عدلک و لا یطمع الشریف فی حیفک البینۃ علی من ادعی و الیمین علی من انکر والصلح جائز بین المسلمین الا صلحاً احل حراماً او حرم حلالاً لا یمنعک قضاء قضیتہ بالامس فراجعت فیہ نفسک و ہدیت فیہ لرشدک ان تراجع الحق فان الحق قدیم و مراجعۃ الحق خیر من التمادی فی الباطل الفہم الفہم فیما یختلج فی صدرک مما لم یبلغک فی الکتاب او السنۃ واعرف الامثال والاشباہ ثم قس الامور عند ذلک فاعمد الی احبہا عند اللہ عز و جل و اشبہہا بالحق فیما تری و اجعل لمن ادعی بینۃ

دارقطنی نے روایت کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا اما بعد۔ درحقیقت قضاء ایک فریضہ قطعی اور سنّتِ جاریہ ہے۔ جب تمہارے سامنے (کوئی فریق مدعی یا مدعیٰ علیہ) کوئی حجّت پیش کرے تو اُس کو سمجھو اور جب تم پر حق واضح ہو جائے تو اس کا نفاذ کرو کیونکہ صرف زبان سے کسی بات کو حق کہدینا جب کہ اس کا نفاذ نہ ہو بے فائدہ ہے۔ لوگوں کے درمیان متوجّہ ہونے میں اور اپنے پاس بیٹھنے کے مقام میں اور انصاف کرنے میں برابری کو قائم رکھو کہ کوئی کمزور تمہارے عدل سے نا اُمید نہ ہو جائے اور کوئی صاحب شرافت تم سے کمزور پر ظلم کی طمع نہ کرے۔ گواہ پیش کرنا اس شخص کے ذمہ ہے جس نے دعویٰ کیا ہو اور قسم اس پر ہے جس نے انکار کیا ہو۔ مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے۔ بجز ایسی صلح کے جو حرام کو حلال کردے یا حلال کو حرام کردے اور تم کو ایسی قضاء جس کو تم نے آج شام میں فیصل کیا ہے پھر تم نے اُس پر اپنے دل میں غور کیا اور تم پر اس کے بارے میں بھلائی کی راہ کشادہ کردی گئی اس بات سے مانع نہ ہونی چاہیئے کہ تم حق کی طرف رجوع کرلو کیونکہ حق پائدار ہے اور حق کی طرف رجوع کرلینا بہتر ہے باطل پر مدّت گزارنے سے۔ سمجھ سے کام لو سمجھ سے کام لو ایسے امر کے بارے میں جس سے تمہارے سینہ میں خلش پیدا ہو جو ایسا ہو کہ اس کے بارے میں کتاب اور سُنّت میں سے کچھ (واضح طور پر) تمہارے پاس نہیں پہنچا اور ایسی صورت میں پیش آمدہ مسئلہ کے) مشابہ اور اُس کے مماثل اُمور کو پہچانو پھر (پیش آمدہ) اُمور کو ایسی صورت میں اُن پر قیاس کرلو۔ پھر (اگر تعدّد پیدا ہو جائے تو) جو صورت تمہاری رائے میں اللہ عزّ وجلّ کے نزدیک پسندیدہ محسوس ہو اور حق سے زیادہ مشابہ ہو اُس کو اختیار کرلو۔ اور مدّعی کے لئے گواہ پیش کرنے کی

أمدًا ينتهي إليه فإن أحضر بينته أخذت له بحقه وإلا وجّهت القضاء عليه فإن ذلك أجلى للعمى (گمراہی) وأبلغ في العذر (عُذر) والمسلمون عدول بعضهم على بعض إلا مجلودًا في حدٍّ أو مجرّبًا في شهادة زور أو ظنينًا (متہم) في ولاء أو وراثة إن الله تولّى منكم السرائر ودرأ عنكم بالبينات وإياك والقلق والضجر والتأذي بالناس والتنكّر للخصوم في مواطن الحق التي يوجب الله تعالى بها الأجر ويحسن بها الذخر فإنه من يصلح له نيته فيما بينه وبين الله تعالى ولو على نفسه يكفيه الله ما بينه وبين الناس ومن تزيّن للناس بما يعلم الله تعالى منه غير ذلك يشينه الله فما ظنك بثواب الله عزّ وجلّ وعاجل رزقه وخزائن رحمته

آخری مدت مقرر کردو پھر اگر اُس نے گواہ حاضر کر دیئے تو اُس کے حق میں فیصلہ کردو ورنہ فیصلہ اس کے خلاف کردو کہ یہ اصُول گمراہی کو واضح کرنے والا اور (اس کے خلاف فیصلہ کرنے میں خواہ وہ حق پر ہو) تم کو پورے طور پر معذور رکھنے والا ہے۔

اور تمام مسلمانوں میں سے بعض بعض کے مقابلہ پر عدول ہیں۔ (یعنی ہر مسلمان کی صفتِ اصلیہ عدالت ہے اس کے لئے ثبوت کی حاجت نہیں) بجز اس شخص کے جس کے کسی حد کی بنار پر کوڑے مارے گئے ہوں یا اُس کا کسی جھوٹی شہادت میں تجربہ ہو چکا ہو یا وہ کسی حق میں یا وراثت میں مُتّہم ہو۔ بیشک جو تم سے چھپی ہوتی باتیں ہیں وہ بحوالۂ خدا ہیں اور تم پر سے اُس نے مؤاخذہ ہٹا دیا شہادات سے اور تم کو بچنا چاہیئے لوگوں کو بے قراری اور تنگ دلی اور تکلیف میں ڈالنے سے اور جھگڑنے والوں کے مقابلہ پر حق کے مواقع میں جن کی بنار پر اللہ تعالےٰ اجر کو واجب کر دیتا اور ان کو بہتر ذخیرۂ آخرت بنا دیتا ہے: (لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے اپنا خُلق) بدل دینے سے بچو کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جو شخص اپنے اور اللہ تعالےٰ کے درمیان اچھی نیت رکھے گا اگرچہ (حق کی پیروی کی بنار پر) اس کو اپنی ذات کے خلاف فیصلہ دینا پڑے، تو اللہ تعالےٰ اُس کے اور لوگوں کے مابین (حاکمیت و محکومیت کے) علاقہ کے لئے خود کافی ہو جائے گا۔ اور جو شخص اپنے ظاہر کو لوگوں کے لئے آراستہ کرے گا اُس (باطنی) حال کے مقابلہ پر جو اُس کے خلاف ہے اور اس کو اللہ تعالےٰ بخوبی جانتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کر دے گا، تو تمہارا (اس صورت میں) کیا گمان ہے اللہ عزّ وجل کے ثواب اور اُس کے جلد ملنے والے رزق اور اس کی رحمت کے بارے میں کہ وہ قابلِ ترجیح ہیں یا دنیاوی جاہ و منزلت؟)

والسلام علیک شرح یقال ادلی دلوہ ارسلہا و دلاہا اخرجہا و الظنین بالظاء المتہم و بالضاد البخیل و الاول المقصود و القلق ضیق الصدر و رجل قلق سیئ الخلق و اغلق الامر اذا لم ینفسح و غلق الرہن اذا لم یجد مخلصا و الشین العیب البغوی کتب عمر الی ابی موسی الاشعری ان لا یقضی الا امیر فانہ اہیب للظالم و لشاہد الزور البغوی قال عمر لابن مسعود الم یبلغنی انک تقضی ولست بامیر قال بلی قال فول حارہا من تولی قارہا البغوی کتب عمر الی ابی موسی الاشعری ایاک و الضجر والغضب و القلق والتاذی بالناس عند الخصومۃ و اذا جلس عندک الخصمان فرأیت احدہما یتعمد الظلم فاوجع رأسہ البغوی کتب عمر الی ابی موسی الاشعری لا یمنعک قضاء قضیتہ ثم راجعت فیہ نفسک فہدیت لرشدہ ان تنقضہ فان

والسلام علیک۔ شرح کہا جاتا ہے ادلی دلوہ بمعنے ڈول کو چلتا کیا اور اس کو لٹکایا اور اس کو نکالا۔ اور ظنین ظاء کے ساتھ بمعنے متہم آتا ہے اور ضاد کے ساتھ بخل کے معنے میں ہے اور یہاں مقصود پہلی صورت ہے۔ اور قلق کے معنے ہیں سینہ کا تنگ ہونا اور بولا جاتا ہے رجل قلق یعنی بد خلق آدمی اور اغلق الامر جب کہ معاملہ غیر واضح ہو اور غلق الرہن جب کہ چھٹکا نہ پائے، اور شین کے معنے ہیں عیب۔ بغوی، عمرؓ نے ابو موسے اشعریؓ کو لکھا کہ سوائے امیر کے کوئی فیصلہ نہ کرے کیونکہ وہ (صاحب اختیار ہونے کی وجہ سے) ظالم کو زیادہ مرعوب کرنیوالا ہوگا اور اس شخص کو جو جھوٹی شہادت دیتا ہے۔ بغوی، عمرؓ نے ابن مسعودؓ سے کہا کہ دیکھو مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ تم قضایا کے فیصلے کرتے ہو دراں حالیکہ تم امیر نہیں ہو۔ انھوں نے کہا کہ بیشک۔ فرمایا تو مالک بنا اس کے ضرر کا اسی شخص کو جو کہ مالک ہے اس کے منافع کا (یعنی قضایا امیر کے حوالے کردیا کرو)۔ بغوی، عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ تنگدلی سے اور بے قرار کرنے اور غصہ اور بدخوئی اور لوگوں کو مقدمات کی سماعت کے وقت اذیت دینے سے بچو۔ اور جب تمہارے پاس مدعی و مدعا علیہ بیٹھے ہوں اور تم ان میں سے ایک کو دیکھو کہ وہ ظلم کا قصد کر رہا ہے تو اس کا سر پیٹ دو۔ بغوی، عمرؓ نے ابو موسے اشعریؓ کو لکھا کہ اس فیصلہ پر جو تم دے چکے ہو پھر تم نے اس کے بارے میں اپنے نفس کی طرف مراجعت کی پھر تم کو اس امر میں اچھی بات کی طرف ہدایت ہو گئی اس فیصلہ کو توڑ دینے سے کوئی بات مانع نہ ہونی چاہیے کیونکہ

ع۵ یہ لفظ تمام موجودہ نسخوں میں غین معجمہ کے ساتھ لکھا ہے اور پچھلی عبارت میں کہیں یہ مذکور نہیں ہوا۔ اگر بجائے غین کے قاف مانا جائے تو کتب لغت میں اس کے معنے وہ نہیں بنتے جو مذکور ہوتے تو میرے نزدیک یہ عبارت زوائد میں سے ہے ۱۲ محشی کتاب۔

الحق قديم لا ينقضه شيء والرجوع الى الحق خير من التمادي في الباطل قال البغوي هذا اذا تبين له الخطاء بنص كتاب او سنة او اجماع فاما اذا قضى باجتهاد ثم تغير اجتهاده لما غيره فلا ينقضه ولا يقضي بعده فيها بما تغير اليه اجتهاده۔ البغوي عن الزهري انه قال كان مجلس عمر مغتصاً من القراء شباباً كانوا او كهولاً فربما استشارهم فيقول لا يمنعن احدكم ان يشير برأيه فان العلم ليس على قدم السن ولا حداثته ولكن الله يضعه حيث يشاء۔ البغوي قال عمر بن الخطاب ان اناساً كانوا يؤخذون بالوحي على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وان الوحي قد انقطع وانما نأخذ الآن بما ظهر لنا من اعمالكم فمن اظهر لنا خيراً امناه وقربناه وليس الينا من سريرته شيء الله يحاسبه في سريرته ومن اظهر لنا سوء لم نأمنه ولم نصدقه وان قال ان سريرته حسنة۔ البغوي روى عن سعيد بن المسيب ان عمر بن الخطاب لما جلد الثلاثة الذين شهدوا على المغيرة بن شعبة استتابهم فرجع اثنان فقبل شهادتهما

حق پائدار ہے اور حق کی طرف رجوع کرلینا بہتر ہے باطل پر مدت گزارنے سے۔ بغوی نے کہا کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ قاضی پر نص کتاب یا سنت یا اجماع سے اپنے فیصلہ کا صحیح نہ ہونا واضح ہوجاتے۔ لیکن اس صورت میں جب کہ اس نے فیصلہ اپنے اجتہاد سے کیا پھر اس کا اجتہاد بدل گیا دوسری رائے کی طرف تو پہلے فیصلہ کو نہ توڑے گا اور اس کے بعد اس بدلی ہوئی اجتہادی رائے کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا۔ بغوی زہری سے اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ کی مجلس قراء سے بھری رہتی تھی جوان بھی ہوتے تھے اور بوڑھے بھی اور بسا اوقات اُن سے مشورہ لیتے تو فرماتے کہ تم میں سے کسی کو مشورے میں اپنی رائے کے بیان کرنے سے رُکنا نہ چاہیے کیونکہ علم پرانی عمر یا نئی عمر پر موقوف نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ علم کو جہاں چاہتا ہے رکھدیتا ہے۔
بغوی، عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں پر وحی کے ذریعہ سے گرفت ہوتی تھی اور اب وحی منقطع ہوچکی ہے، اب ہم تمہارے اُن اعمال کو لیتے ہیں جو ہم پر ظاہر ہوتے تو جس نے ہمارے سامنے خیر کو ظاہر کیا تو ہم اس پر مطمئن ہوجاتے اور اُس کو اپنا مقرب بناتے ہیں اور اس کے باطن کی ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں اُس کے باطن کا محاسبہ اللہ کرے گا اور جس نے ہمارے سامنے بُرائی کا اظہار کیا اُس پر ہم مطمئن نہیں ہوتے اور نہ اُس کی تصدیق کرتے ہیں اگرچہ وہ یہ کہے کہ اُس کا باطن اچھا ہے۔ بغوی، روایت ہے سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے جب اُن تین آدمیوں کے کوڑے لگوائے جنھوں نے مُغیرہ بن شعبہ پر گواہی دی تھی اور ان سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا تو ان میں سے دو نے تو رجوع کرلیا تو اُن کو (آئندہ کے لئے) مقبول الشہادت قرار دیا

وأبى أبو بكرة أن يرجع فردّ شهادته،
ويقال إن عمر قال لأبي بكرة تب
نقبل شهادتك أو إن تتب قبلت
شهادتك. مالك عن يحيى بن سعيد عن
سعيد بن المسيّب أن عمر بن الخطاب اختصم
إليه مسلم ويهودي فرأى عمر بن الخطاب
أن الحق لليهودي فقضى له، عمر فقال له
اليهودي والله لقد قضيت بالحق فضربه
عمر بالدرة ثم قال وما يدريك فقال
اليهودي إنا نجد أنه ليس قاضٍ يقضي
بالحق إلا كان عن يمينه ملك وعن
شماله ملك يسددانه ويوفقانه للحق ما دام
مع الحق فإذا ترك الحق عرجا وتركاه
مالك عن ربيعة بن أبي عبد الرحمن
أنه قال قدم على عمر بن الخطاب
رجل من أهل العراق فقال لقد
جئتك لأمر ما له رأس ولا ذنب
قال عمر ما هو قال شهادات الزور
ظهرت بأرضنا فقال عمر أوقد كان
ذلك قال نعم قال عمر والله لا يؤسر
رجل في الإسلام بغير العدول. مالك
أنه بلغه أن عمر بن الخطاب قال لا يجوز
شهادة خصم ولا ظنين. مالك عن
عمر بن يحيى المازني عن
أبيه أنه قال

اور ابوبکرہ نے انکار کیا کہ وہ اس سے رجوع کرے تو ان کو مردود
الشہادۃ قرار دیا اور کہا جاتا ہے کہ عمرؓ نے ابوبکرہ سے فرمایا کہ تو
توبہ کر تو ہم تیری شہادت قبول کرلیا کریں گے یا یوں فرمایا تھا کہ
اگر تو توبہ کرلے گا تو ہم تیری شہادت قبول کرلیں گے۔ مالک یحییٰ
ابن سعید سے وہ سعید بن المسیّب سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس
ایک مسلمان اور ایک یہودی اپنا جھگڑا لے گئے تو عمرؓ بن الخطاب
نے دیکھا کہ حق یہودی کے لئے ثابت ہے تو آپ نے اس کے
حق میں فیصلہ کردیا تو اُن سے یہودی نے کہا کہ خدا کی قسم آپ نے
(منشائے) حق کے مطابق فیصلہ کیا۔ تو عمرؓ نے اس کے درہ مارا۔
اور کہا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا۔ تو یہودی نے کہا کہ ہم (اپنی
کتابوں میں) پاتے ہیں کہ کوئی ایسا قاضی نہیں جو حق کے مطابق
فیصلہ کرے مگر اسکے دائیں طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے اور بائیں
طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے یہ دونوں اس کو حق پر جماتے اور اس
کی توفیق دلاتے رہتے ہیں جب تک وہ حق کے ساتھ رہتا ہے پھر
جب وہ حق کو ترک کردیتا ہے تو وہ اُڑ جاتے اور اس کو چھوڑ
جاتے ہیں۔ مالکؒ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے اُنھوں نے کہا کہ اہلِ
عراق میں سے ایک شخص عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور اس
نے کہا کہ میں آپ کے پاس ایک ایسے امر کی وجہ سے آیا ہوں جس
کے نہ سر ہے اور نہ دم۔ عمرؓ نے کہا کہ وہ کیا ہے تو اس نے کہا
جھوٹی شہادت ہماری سرزمین پر غالب آگئی۔ تو عمرؓ نے کہا کیا
واقعی ایسا ہوگیا ہے تو اس نے کہا کہ ہاں تو عمرؓ نے کہا کہ اسلام
میں کوئی شخص غیر عدول کی شہادت پر ماخوذ نہیں ہوتا۔ مالکؒ
نے کہا کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ
مدعی ۔ ۔ ۔ ۔ کی شہادت جائز نہیں اور نہ متہم کی۔ مالکؒ روایت
ہے عمر بن یحییٰ مازنی سے وہ اپنے باپ سے کہ اُنھوں نے کہا کہ ان کے

كان في حائط (بستان) جده ربيع (نہر خورد) لعبد الرحمٰن بن عوف فاراد عبد الرحمٰن بن عوف ان يحوله الى ناحية من الحائط هي اقرب الى ارضه فمنعه صاحب الحائط فكلم عبد الرحمٰن بن عوف عمر بن الخطاب في ذلك فقضى عمر لعبد الرحمٰن ابن عوف بتحويله قلت كان عمر يريد ان المنع فيما لا يتعلق به ضرر مشاحة ومكابرة لا يتبع وانما الخصومات التي يقضى فيها ما فيه نفع وضرر معتد به عند العقلاء. مالك عن هشام بن عروة عن ابيه عن يحيى ابن عبد الرحمان بن حاطب ان رقيقا لحاطب سرقوا ناقة لرجل من مزينة فانتحروها فرفع ذلك الى عمر بن الخطاب فامر عمر كثير بن الصلت ان يقطع ايديهم ثم قال له عمر اراك تجيعهم ثم قال عمر والله لاغرمنك غرما يشق عليك ثم قال للمزني كم ثمن ناقتك فقال المزني كنت والله امنعها من اربعمائة درهم فقال اعطه ثمان مائة درهم قال مالك وليس على هذا العمل عندنا في تضعيف القيمة قلت اصل ذلك ان عمر كان يعزر بالمال وفي ذلك احاديث كثيرة مرفوعة وموقوفة. مالك عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن عبد الرحمٰن ابن عبد القاري

دادا کے باغ میں ایک پانی کی گول تھی عبدالرحمٰن بن عوف کی تو عبدالرحمٰن بن عوف نے ارادہ کیا کہ اس کو باغ کے ایک گوشہ کی طرف بدل دیں جو اُن کی زمین سے قریب ہے تو باغ والے نے اُن کو اس سے روک دیا تو اس بارے میں عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف نے عمر رضؓ سے گفتگو کی تو عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف کے لئے اُس کو بدل دینے کا فیصلہ کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ عمر رضؓ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ روک لگانا ایسی چیز پر جس سے کوئی ضرر متعلق نہ ہو بنا۔ بر لالچ و ہٹ دھرمی قابلِ لحاظ امر نہیں ہے اور ایسے ہی جھگڑوں کو عقلاء کے نزدیک قابلِ شمار سمجھا جاتا ہے جن کا فیصلہ اس نظر سے کیا جاتا ہے کہ ان میں کسی کا نفع یا نقصان ہو۔ مالک رحؒ ہشام بن عروہ سے وہ اپنے باپ سے وہ یحییٰ بن عبدالرحمٰن ابن حاطب سے کہ مُزَینہ کے ایک شخص کی ناقہ کو حاطب کے غلاموں نے چُرا کر ذبح کر لیا۔ پھر یہ قضیہ عمر رضؓ بن الخطاب کے سامنے پیش ہوا تو عمر رضؓ نے حکم دیا کثیر بن الصلت کو ان کے ہاتھ کاٹ دے۔ پھر کثیر سے عمر رضؓ نے فرمایا (سابق حکم کے بجائے) میری رائے یہ ہے کہ ان کو سخت سزا دے پھر عمر رضؓ نے فرمایا کہ (اے حاطب!) میں تجھ پر اتنا تاوان ڈالوں گا جو تجھ پر شاق گزرے اس کے بعد مُزَنی سے پوچھا کہ تیری اُونٹنی کی کیا قیمت تھی تو مُزَنی نے کہا کہ میں واللہ اس کو چار سو درہم میں نہیں دے رہا تھا۔ تو اُنھوں نے (حاطب سے) فرمایا کہ اس کو آٹھ سو درہم دے۔ مالک رحؒ نے کہا اور ہمارے نزدیک اس پر عمل نہیں ہے کہ قیمت کا دُگنا دلوایا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اصل اس کی یہ ہے کہ عمر رضؓ کبھی مالی سزا دیا کرتے تھے (یعنی جرمانہ) اور اس کے ثبوت میں بہت سی احادیث مرفوعہ اور موقوفہ ہیں۔ مالک رحؒ ابن شہاب سے وہ عروہ بن الزبیر سے وہ عبدالرحمٰن بن عبدٍ القاریؒ سے کہ

ان عمر بن الخطاب قال ما بال رجال ینحلون
ابناءہم نحلاً ثم یمسکونہا فان مات ابن
احدہم قال مالی بیدی لم اعطہ احداً
وان مات ہو قال ہو لابنی قد کنت
اعطیتہ ایاہ من نحل نحلۃ فلم
یحزہا الذی نحلہا حتی یکون ان مات
لورثتہ (یقبضہا) فہی باطل مالک عن داود
ابن الحصین عن ابی غطفان المری
ان عمر بن الخطاب قال من وہب
ہبۃ لصلۃ رحم او علی وجہ صدقۃ
فانہ لا یرجع فیہا ومن وہب ہبۃ
یری انہا اراد بہ الثواب فہو علی
ہبتہ یرجع فیہا اذا لم یرض منہا
مالک عن عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد
ابن عمرو بن حزم عن ابیہ ان عمرو
ابن سلیم الزرقی اخبرہ انہ قیل
لعمر بن الخطاب ان ہہنا غلاما یفاعا
لم یحتلم من غسان ووارثہ بالشام
وہو ذو مال ولیس لہ ہہنا الا
بنت عم فقال لہ عمر فلیوص
لہا قال فاوصی لہا بمال
یقال لہ بئر جشم قال عمرو بن
سلیم فبیع ذلک المال بثلثین
الف درہم وبنت عمہ التی اوصی
لہا ہی ام عمرو بن سلیم الزرقی

عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ اپنے بیٹوں کو
عطیہ دیتے ہیں پھر اس کو روک لیتے ہیں تو اگر ان لوگوں میں
سے کسی کا بیٹا مر گیا تو کہدیتے ہیں کہ میرے قبضہ میں (اُس کی)
کوئی چیز نہیں (تاکہ اس کے وارثوں کو وہ شے نہ ملے) مَیں نے
اُس کو کوئی چیز نہیں دی ہے اور اگر وہ خود مرنے لگیں تو کہتے ہیں کہ
یہ چیز میرے بیٹے کی ہے مَیں نے اس کو دیدی تھی۔ جو شخص
کسی کو عطیہ دے اور اس کو اُس دی ہوئی شے پر ایسا قبضہ نہ
دے کہ اگر وہ مرجائے تو وہ چیز اُس کے وارثوں کو ملے تو یہ
(ہبہ) باطل ہے۔ مالکؒ داؤد بن الحصین سے وہ ابو غطفان مری
سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جو شخص صلۂ رحم یا صدقہ
کے طور پر کچھ ہبہ کرے تو وہ اس صورت میں رجوع نہ کرے گا
اور جو شخص کچھ ہبہ کرے اور اس کی دیدیہ ہو کہ اس نے اس سے
ثواب آخرت کا ارادہ کیا ہے تو وہ اپنے ہبہ پر (صاحب اختیار)
رہے گا۔ جب وہ اس پر راضی نہ رہے تو اُس کو واپس لے لیگا۔
مالکؒ عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے وہ اپنے
باپ سے کہ عمرو بن سلیم الزرقی نے ان کو خبر دی کہ عمرؓ بن الخطاب
سے کہا گیا کہ یہاں ایک لڑکا ہے غسان میں کا جس کا قد دراز
ہے اور وہ بالغ نہیں ہوا اور اس کا وارث شام میں ہے اور
وہ لڑکا صاحب مال ہے اور یہاں اُس کی صرف ایک چچا کی بیٹی
ہے تو اس بارے میں عمرؓ نے کہا کہ اس لڑکے کو چاہیئے کہ وہ
اس کے حق میں وصیت کردے۔ کہا کہ پھر اُس نے اُس بنت عم
کے حق میں ایک مال (یعنی جائداد) کی وصیت کر دی جس کو
بیر جشم کہا جاتا تھا۔ عمرو بن سلیم نے کہا کہ پھر یہ جائداد تیس ہزار
درہم میں فروخت کی گئی اور اُس کی وہ چچا کی بیٹی جسکے حق
میں اُس نے وصیت کی تھی وہ اُم عمرو بن سلیم الزرقی ہے۔

مالک عن عمر بن عبد الرحمٰن بن دلاف المزنی ان رجلاً من جہینۃ کان یسبق الحاج فیشتری الرواحل فیغلی بہا ثم یسرع السیر فیسبق الحاج فافلس فرفع امرہ الی عمر ابن الخطّاب فقال اما بعد ایہا الناس فان الاسیفع اسیفع جہینۃ رضی من دینہ و امانتہ بان یقال سبق الحاج الا و انہ ادان معرضاً فاصبح قد دین بہ فمن کان لہ علیہ دین فلیأتنا بالغداۃ نقتسم مالہ بینہم و ایاکم و الدین فان اولہ ہم و آخرہ حرب

الحدود مالک عن عبد الرحمٰن ابن محمد بن عبد القاری عن ابیہ انہ قال قدم علی عمر بن الخطاب رجل من قبل ابی موسی الاشعری فسألہ عن الناس فاخبرہ ثم قال لہ عمر ہل فیکم من مغربۃ خبر فقال نعم رجل کفر بعد اسلامہ فما فعلتم بہ قال قربناہ فضربنا عنقہ فقال عمر افلا حبستموہ ثلثاً و اطعمتموہ کل یوم رغیفاً و استتبتموہ لعلہ یتوب و یراجع امر اللہ تعالیٰ ثم قال عمر اللّٰہم انی لم احضر

مالک عمر بن عبد الرحمٰن بن دلاف المزنی سے کہ جہینہ میں کا ایک شخص تھا جو کہ حاجیوں سے پہلے پہنچ کر کجاوے خرید لیا کرتا تھا اور اُن کو گراں قیمت پر فروخت کرتا پھر سُرعت کے ساتھ روانہ ہوتا اور حجاج سے آگے بڑھ جاتا۔ پھر وہ مفلس ہوگیا اور اس کا معاملہ عمرؓ بن الخطاب کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے (لوگوں کے اجتماع سے) کہا اما بعد اے لوگو! بیشک اُسیفع (جس کا رنگ فرطِ مشقّت سے سیاہی مائل ہو جاتے) جہینہ کا اسیفع ہے وہ اپنے دین اور امانت میں سے اتنی بات پر راضی ہو گیا کہ یہ کہا جاتے کہ وہ حجاج پر سبقت لے گیا۔ سُن لو اُس نے داد اینگی کی یا قول ناصح کی) پرواہ نہ کرتے ہوتے قرض لئے۔ اب قرضوں نے اُس کو گھیر لیا ہے تو جس کا اُس کے ذمہ قرض ہو وہ ہمارے پاس صبح کو آجاتے ہم اس کے مال کو اُن پر تقسیم کرینگے۔ اور خبردار تم لوگ قرض سے بچو کیونکہ اس کا شروع بھی رنج و غم ہے اور اس کا آخر لڑائی ہوتا ہے۔ **حدود**۔ مالکؒ عبد الرحمٰن ابن محمد بن عبد القاری سے وہ اپنے باپ سے اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک شخص آیا ابو موسیٰ اشعریؓ کی طرف سے تو عمرؓ نے اُس سے لوگوں کا حال دریافت کیا اور اُس نے اُن کو خبر دی۔ پھر اُس سے عمرؓ نے کہا کہ کیا تم میں کوئی نئی (خاص) خبر بھی ہے تو اُس نے کہا ہاں! ایک شخص اسلام کے بعد کافر ہوگیا۔ فرمایا کہ پھر تم نے اُس کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اُس نے کہا کہ ہم نے اس کو اپنے پاس بُلوا کر اُس کی گردن ماردی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ کیا تم نے اس کو تین دن قید میں نہیں رکھا اور ہر دن میں ایک روٹی بھی اُس کو دیتے اور اس سے توبہ کا مطالبہ بھی کرتے شاید وہ توبہ کر لیتا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف مراجعت بھی کر لیتا۔ پھر عمرؓ نے کہا یا اللہ نہ میں وہاں موجود تھا

ولم آمرُ ولم ارضَ اذا بلغني. مالك عن
ابن شهاب عن عبيد الله بن عبد الله عن
ابن عباس سمعتُ عمرُ يقولُ الرجمُ في
كتاب الله حقٌ على من زنى من الرجال
والنساء اذا احصنَ اذا قامتِ البيّنةُ او
كانَ الحبلُ او الاعترافُ. مالك عن يحيى
ابن سعيد عن سعيد بن المسيب في قصة
وفاة عمر انه قالَ اياكم ان تهلكوا عن
آية الرجم ان يقول قائل انا لا نجدُ حدين
في كتاب الله فقد رجَم رسولُ الله
صلى الله عليه وسلم ورَجمنا والذي نفسي
بيده لولا ان يقولَ الناسُ زاد عمر بن
الخطاب في كتاب الله لكتبتُها الشيخُ
والشيخةُ اذا زنيا فارجموهما البتّة
فانا قد قرأناها. مالك عن يحيى بن سعيد عن
سليمان بن يسار عن ابي واقد الليثي ان
عمر بن الخطاب اتاه رجل وهو بالشام فذكر
له ان وجد مع امرأته رجلاً فبعثَ عمر بن
الخطاب ابا واقد الليثي الى امرأته يسألها
عن ذلك فاتاها وعندها نسوةٌ
حولها فذكر لها الذي قال زوجها
لعمر بن الخطاب واخبرها انها لا تؤاخذُ
بقوله وجعل يلقنها اشباه ذلك
لتنزعَ فابتْ ان تنزعَ وتمّت
على الاعتراف

اور نہ میں نے حکم دیا اور نہ میں جب مجھے اطلاع پہنچی راضی ہوا۔ مالکؒ
ابن شہاب سے وہ عُبید اللہ بن عبد اللہ سے وہ ابن عباسؓ سے کہا کہ
میں نے عمرؓ سے سُنا جو کہہ رہے تھے کہ رجم (سنگسار کرنا) کتاب اللہ
میں واجب ہے اُس شخص پر جو زنا کرے مَردوں میں سے اور عورتوں
میں سے جب کنوارے نہ ہوں، جب شہادت قائم ہو چکی ہو یا حمل
رہ گیا ہو یا زنا کا اقرار کر لیا ہو۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے وہ سعید بن
المسیب سے عمرؓ کی وفات کے قصہ میں (فرمایا) کہ تم کو آیتِ رجم
کے بارے میں ہلاک ہونے سے بچا رہنا چاہیے کہ کوئی کہنے والا
یہ کہے کہ ہم دو حدوں کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے۔ واقعہ یہ ہے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے اور ہم نے رجم کیا ہے
قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے اگر یہ اندیشہ
نہ ہوتا کہ لوگ یہ خیال کرینگے کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں اضافہ کر دیا تو
میں یہ ضرور لکھدیتا الشیخ والشیخۃ الخ (بوڑھا اور بڑھیا جب
زنا کریں تو دونوں کو سنگسار کر دو) کیونکہ ہم نے اس کی قرارت کی
ہے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے وہ سلیمان بن یسار سے وہ ابو واقد
اللیثی سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس جب کہ وہ شام میں تھے ایک
شخص آیا اور اُس نے اُن سے یہ ذکر کیا کہ اس نے اپنی بیوی کے پاس
ایک آدمی کو پایا تو عمرؓ بن الخطاب نے ابو واقد اللیثی کو اُس کی عورت
کے پاس بھیجا کہ وہ اس عورت سے اس کے بارے میں سوال کریں
تو وہ اس کے پاس آئے اور اس عورت کے پاس اور عورتیں اس
کے گرد موجود تھیں تو ابو واقد نے اس عورت سے وہ بات بیان کی
جو اس کے شوہر نے کہی تھی عمرؓ بن الخطاب سے اور اس کو یہ بھی
بتا دیا کہ اس سے شوہر کے قول کی بنا پر گرفت نہ کی جائے گی اور
اُس کو اسی قسم کی باتیں تلقین کرتے رہے تاکہ وہ عورت اقرار سے
نکل جائے تو اُس نے منحرف ہونے سے انکار کر دیا اور اقرار پر جم گئی

فامر بها عمر فرجمت. مالک عن نافع ان
عبداً کان یقوم علی رقیق الخمس و انه
استکرہ جاریۃ من ذلک الرقیق فوقع
بها فجلدہ عمر بن الخطاب ونفاہ ولم یجلد
الولیدۃ لانہ استکرہها. مالک عن یحیی بن
سعید ان سلیمان بن یسار اخبرہ ان عبداللہ
ابن عیاش بن ابی ربیعۃ المخزومی قال امرنی
عمر بن الخطاب فی فتیۃ من قریش فجلدنا
ولائد من ولائد الامارۃ خمسین خمسین فی
الزنا. مالک عن ابی الزناد عن عبداللہ بن
عامر بن ربیعۃ ادرکت عمر بن الخطاب وعثمان
ابن عفان والخلفاء هلم جراً فما رأیت احداً
جلد عبداً فی فریۃ اکثر من اربعین. مالک
عن ابی الرجال عن امه عمرۃ ان رجلین استبا
فی زمان عمر بن الخطاب فقال احدهما للآخر والله
ما ابی بزان ولا امی بزانیۃ فاستشار
فی ذلک عمر بن الخطاب فقال قائل مدح
اباہ وامه وقال آخرون قد کان لابیه
وامه مدح غیر هذا نری ان تجلدہ
الحد فجلدہ عمر بن الخطاب الحد
ثمانین. مالک عن ربیعۃ بن ابی عبدالرحمن
ان عمر بن الخطاب قال لرجل خرج
بجاریۃ لامرأته معه فی سفر فاصابها
فغارت امرأته فذکرت
ذالک

تو عمرؓ نے اُسکے بارے میں حکم دیا پھر وہ سنگسار کی گئی۔ مالکؒ نافع
سے کہ ایک غلام پہرہ دیا کرتا تھا خمس کے مملوکوں پر اور اُس نے
اُن میں سے ایک لونڈی پر زبردستی کر کے اُس سے زنا کیا تو عمرؓ
ابن الخطاب نے اُس کے کوڑے لگوائے اور اُس کو شہر بدر کر دیا
اور اُس لڑکی کے کوڑے نہیں لگوائے کیونکہ ...... اس پر زبردستی
کی گئی تھی۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے کہ سلیمان بن یسار نے اُن کو خبر
دی کہ عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی نے کہا کہ مجھ کو مع
چند جوانان قریش کے عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا تو ہم نے پچاس
پچاس کوڑے مارے زنا کے بارے میں بہت سی لونڈیوں کے
امارت (یعنی خمس) کی لونڈیوں میں سے۔ مالکؒ ابوالزناد
سے وہ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے کہ میں نے پایا عمرؓ بن الخطاب
کو اور عثمانؓ بن عفان کو اور دیگر خلفاء کو نام بنام آگے تک سمجھ لو
تو میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے کسی غلام کے افتراء
کی بنا پر چالیس کوڑوں سے زیادہ مارے ہوں۔ مالکؒ ابو
الرجال سے وہ اپنی ماں عمرہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں
دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو گالی دی تو ان میں سے ایک
نے دوسرے سے کہا کہ نہ میرا باپ زانی تھا اور نہ میری ماں زانیہ
تھی۔ تو اس کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب نے مشورہ کیا۔ تو
ایک کہنے والے نے کہا کہ اُس نے اپنے باپ اور ماں کی مدح کی
ہے اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ اس کے باپ اور ماں کے لئے مدح
کی بات اور بھی تھی۔ ہماری رائے یہ ہے کہ اس کو حد کے کوڑے
مارے جائیں۔ تو عمرؓ بن الخطاب نے حد کے اسّی کوڑے لگوائے۔
مالکؒ ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے کہ ایک شخص اپنی بیوی کی
باندی کو اپنے ساتھ لے کر ایک سفر میں نکلا اور اس سے ہم بستر
ہو گیا۔ اس سے اُس کی بیوی کو غیرت آئی اور اُس نے اس کا ذکر

لعمر بن الخطاب فسألہ عن ذلک فقال وہبتہا لی فقال عمر لتأتینی بالبینۃ او لأرمینک بأحجارک قال فاعترفت امرأتہ انہا وہبتہا لہ؎ مالک عن ابن شہاب عن سائب بن یزید ان عبداللہ ابن عمرو الحضرمی جاء بغلام لہ الی عمر ابن الخطاب فقال اقطع ید غلامی ہذا فانہ سرق فقال لہ عمر ماذا سرق قال سرق مرآۃ لامرأتی ثمنہا ستون درہما فقال عمر ارسلہ فلیس علیہ قطع خادمکم سرق متاعکم (من غیر حرز ۱۲) مالک عن ابن شہاب عن سائب بن یزید انہ اخبرہ ان عمر بن الخطاب خرج علیہم فقال انی وجدت من فلان ریح شراب فزعم انہ شرب الطلاء و انا سائل عما شرب فان کان یسکر جلدتہ الحد فجلدہ عمر بن الخطاب الحد تاما مالک عن یزید الدیلی ان عمر بن الخطاب استشار فی الخمر یشربہا الرجل فقال لہ علی ابن ابی طالب نری ان تجلدہ ثمانین فانہ اذا شرب سکر و اذا سکر ہذی

عمرؓ بن الخطاب سے کردیا تو اس شخص سے انھوں نے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ اُس نے باندی کو مجھے ہبہ کردیا تھا تو عمرؓ نے فرمایا کہ تجھ کو میرے سامنے گواہ لانا ہوں گے ورنہ میں تجھے پتھروں سے سنگسار کردوں گا. کہا کہ پھر اُس کی بیوی نے اقرار کرلیا کہ اُس نے اُس باندی کو اُس شخص کے لئے ہبہ کردیا تھا. مالکؒ ابنِ شہاب سے وہ سائب بن یزید سے کہ عبداللہ بن عمرو الحضرمی اپنے ایک غلام کو عمرؓ بن الخطاب کے پاس لے کر آئے اور کہا کہ میرے اس غلام کا ہاتھ کاٹئے کیونکہ اس نے چوری کی ہے، تو اُن سے عمرؓ نے کہا کہ اس نے کیا چوری کی ہے تو اُنھوں نے کہا کہ اس نے میری بیوی کا آئینہ چُرایا جس کی قیمت ساٹھ درہم ہے. تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو اس کے اُوپر قطع نہیں ہے تمہارا خادم ہے تمہاری ہی چیز کو اس نے چُرایا. مالکؒ ابن شہاب سے وہ سائب بن یزید سے انھوں نے ان کو خبر دی کہ عمرؓ بن الخطاب ان پر نکلے اور فرمایا کہ میں فلاں سے شراب کی بُو محسوس کررہا ہوں اور وہ یہ دعوٰی کررہا ہے کہ اُس نے طلاء[ع] پیا ہے. اور مَیں تحقیق کررہا ہوں کہ اس نے کیا پیا ہے تو اگر اس کو نشہ ہوگیا تو میں اس پر حد کے کوڑے لگواؤں گا. چنانچہ عمرؓ بن الخطاب نے اُس کے پورے کوڑے حد کے لگوائے. مالکؒ یزید الدّیلی سے کہ عمرؓ بن الخطّاب نے شراب کے بارے میں جو کوئی شخص پیے مشورہ طلب کیا تو ان سے علی بن ابی طالب نے کہا کہ اس کے اسّی کوڑے لگوائے جائیں کیونکہ وہ شخص جب پیئے گا تو مدہوش ہوگا اور جب مدہوش ہوگا تو ہذیان کی باتیں بکے گا

ع طلاء اصل میں اس روغن کو کہتے ہیں جو اونٹوں پر مَلا جاتا ہے یعنی تارکول یا ڈامر. چونکہ انگور کا وہ شیرہ جو اتنا پکایا جائے کہ اُس کا دو ثُلث جل جائے اور ایک ثُلث باقی رہ جائے وہ اتنا گاڑھا ہوجاتا ہے جیسا تارکول ہوتا ہے تو اس کو بھی طلاء کہنے لگے. یہ مُسکر نہیں ہوتا. اس لئے حلال ہے: لیکن لوگ دھوکہ دینے لگے کہ گاڑھی شراب کو طلاء کے نام سے پینے لگے ایسے لوگوں پر حد جاری کی گئی ۱۲

وإذا هذى افترى او كما قال فجلده عمر في الخمر ثمانين البغوي في قصة جلد الوليد بن عقبة في الخمر قول علي جلد النبي صلى الله عليه وسلم اربعين وجلد ابوبكر اربعين وعمر ثمانين وكل سنة وهذا احب الي يعني الاربعين مالك عن ابن شهاب ان عمر ابن الخطاب وعثمان بن عفان وعبدالله ابن عمر قد جلدوا عبيدهم نصف حد الحر في الخمر مالك عن داود بن الحصين عن واقد بن عمر بن سعد بن معاذ انه اخبره عن محمود بن لبيد الانصاري ان عمر الخطاب حين قدم الشام شكى اليه اهل الشام وباء الارض وثقلها وقالوا لا يصلحنا الا هذا الشراب فقال عمر اشربوا العسل فقالوا لا يصلحنا العسل فقال رجل من اهل الارض هل لك ان نجعل لك من هذا الشراب شيئا لا يسكر قال نعم فطبخوه حتى ذهب منه الثلثان وبقي الثلث فأتوا به عمر فادخل فيه عمر اصبعه ثم رفع يده فتبعها يتمطط فقال هذا الطلاء هذا مثل طلاء الابل فامرهم عمر ان يشربوه فقال له عبادة بن الصامت احللتها والله فقال عمر كلا والله

اور جب ہذیان ہو گا تو افترا کرے گا (یعنی گالیاں بکے گا) یا جیسا کہ آپ نے فرمایا تو عمرؓ نے شراب کی بنا پر اس کے اسّی کوڑے لگوائے۔ بغوی ولید بن عقبہ کے شراب کی علت پر کوڑے لگوانے کے قصہ میں علیؓ کا قول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے لگوائے اور ابوبکرؓ نے چالیس کوڑے لگوائے اور عمرؓ نے اسّی اور ہر ایک سُنّت یعنی صحیح طریقہ ہے اور یہ مجھے پسند ہے یعنی چالیس۔ مالکؒ ابن شہاب سے کہ عمرؓ بن الخطاب اور عثمانؓ ابن عفّان اور عبداللہ بن عمرؓ نے شراب کی حد کے بارے میں اپنے غلاموں کے بہ نسبت آزاد لوگوں کے آدھی تعداد کوڑے لگوائے۔ مالکؒ داؤد بن الحصین سے وہ واقد بن عمرؓ بن سعد ابن معاذ سے کہ ان کو خبر پہنچی محمودؓ بن لبید الانصاری سے کہ عمرؓ بن الخطّاب جب شام پہنچے تو اہل شام نے اُن سے شکایت کی ملک میں وبا پھیلنے اور اس سے سُستی پیدا ہونے کی اور انھوں نے کہا ہمیں کوئی چیز مفید نہیں پڑتی بجز اس مشروب کے۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ شہد پیو تو انھوں نے کہا کہ ہمیں شہد نہیں پڑتا۔ تو اس سرزمین کے ایک شخص نے کہا کہ کیا ہم آپ کو اس شراب ہی سے ایسی چیز بنا کر دیں . . . . جو نشہ نہ کرے تو عمرؓ نے کہا کہ ہاں۔ تو لوگوں نے اس کو پکایا یہاں تک کہ اس میں سے دو تہائی جاتا رہا اور ایک تہائی باقی رہ گیا پھر اس کو عمرؓ کے پاس لے کر آئے تو عمرؓ نے اس میں اپنی اُنگلی ڈبوئی۔ پھر اپنے ہاتھ کو اُٹھایا تو اُس کے ساتھ تار کھنچتا ہوا آیا تو فرمایا کہ یہ تو طلا ہے یہ تو مثل اُونٹ کے (مرہم) طلا کے ہے تو عمرؓ نے ان کو حکم دیدیا کہ اس کو پی لیں۔ تو اُن سے عبادہ بن الصّامت نے کہا کہ واللہ کیا آپ نے اس کو حلال کر دیا تو عمرؓ نے کہا کہ ہرگز نہیں واللہ

عه عبادہ بن صامتؓ کو اس پر شراب کا [illegible] نہیں دی ۱۲ مترجم

اللّٰھمّ انی لا اُحِلّ لھم شیئًا حرّمتہ علیھم ولا اُحرّم شیئًا احللتہ لھم۔ البغوی روی انّ رجلین تشاتما عند ابی بکر فلم یقل لھما شیئًا وتشاتما عند عمر فادّبھما۔

مالک بلغہ ان عمر بن الخطاب قوّم الدیۃ علی اھل القریٰ فجعلھا علی اھل الذھب الف دینار وعلی اھل الورق اثنی عشر الف درھم۔ مالک عن ابن شھاب عن عراک بن مالک وسلیمان ابن یسار انّ رجلاً من بنی سعد بن لیث اجری فرسًا فوطیٔ علی اصبع رجل من جھینۃ فنزی فیھا فمات فقال عمر ابن الخطاب للذین ادُّعی علیھم اتحلفون باللّٰہ خمسین یمینًا مامات منھا فابَوا وتحرّجوا فقال للآخرین اتحلفون انتم فابوا فقضی عمر بشطر الدیۃ علی السعدیین قال مالک ولیس العمل علی ھذا وقال الشافعی نحوًا من ذلک قلت انّ البدایۃ انما بالمدعی علیھم فاظن انّ عمر بن الخطاب کان عندہ انہ یجوز ان یبدأ بھؤلاء وھؤلاء فالبدایۃ بالمدعی علیھم ھو القیاس والبدایۃ بالمدعین محوّل عن القیاس احتیاطًا لامر القتل۔

اے اللہ! میں اُن کے لئے کوئی ایسی چیز حلال نہیں کرتا جس کو تو نے اُن پر حرام کیا اور کوئی ایسی چیز اُن پر حرام نہیں کرتا جس کو تو نے ان پر حلال کیا ہے۔ بغویؒ، روایت کیا گیا کہ ابوبکرؓ کے پاس دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو بُرا کہا تو اُنھوں نے اُن کو کچھ نہ کہا اور (دو آدمیوں نے) ایک دوسرے کو بُرا کہا عمرؓ کے پاس تو انھوں نے (دونوں کو) ایک دوسرے کو گالی دینے پر تادیب کی (مار کر یا ڈانٹ کر)۔ مالکؒ، ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے دیت قرار دی بستی والوں پر تو اس کو سونے والوں پر ایک ہزار دینار اور چاندی والوں پر بارہ ہزار درہم دیت مقرر کی۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ عراک بن مالک اور سلیمان بن یسار سے کہ بنی سعد بن لیث میں کے ایک شخص نے گھوڑا دوڑایا تو اُس نے جُہَینہ کے ایک شخص کی اُنگلی کو پامال کردیا تو اس سے اُس کے تمام بدن کا خون نکل گیا اور وہ مرگیا تو عمرؓ بن الخطاب نے ان لوگوں سے کہا جن پر دعوٰی کیا گیا تھا کہ کیا تم اللہ کی پچاس قسمیں کھاؤ گے اس پر کہ وہ اس (صدمہ) سے نہیں مرا تو اُنھوں نے انکار کیا اور وہ رُک گئے۔ پھر آپ نے دوسرے لوگوں سے کہا کہ کیا تم قسم کھاؤ گے؟ تو اُنھوں نے انکار کردیا تو عمرؓ نے بنی سعد والوں کے اُوپر نصف دیت کا فیصلہ کیا۔ مالکؒ نے کہا کہ اس پر عمل نہیں ہے (یعنی اس پر کہ اوّل مدعا علیہ سے بیان لیا جائے)۔ شافعیؒ نے بھی ایسا ہی کہا۔ میں کہتا ہوں کہ (مقدمہ کی) ابتداء کرنا مدعٰی علیہم سے تو میرا ظن یہ ہے کہ عمرؓ بن الخطاب کا مسلک یہ تھا کہ وہ جائز رکھتے تھے کہ ابتداء کی جائے اِن سے یا اُن سے۔ ہاں امر قتل میں احتیاط کے طور پر مدعا علیہم سے ابتداء کرنا قیاس کے مطابق ہے اور مدعیوں سے ابتداء کرنا قیاس کے خلاف ہے۔

وأما قضاؤه بنصف الدية على السعديين
فيجري فيه ما قال البغوي في حديث جرير
ابن عبدالله بعث رسول الله صلى الله عليه
وسلم سرية إلى خثعم فاعتصم ناس منهم بالسجود
فأسرع فيهم القتل فبلغ ذلك النبي
صلى الله عليه وسلم فأمر بنصف العقل
الحديث فقال (البغوی) إنما أمر بنصف الدية استطابة
لأنفس أهليهم أو زجراً للمسلمين في ترك
التثبت عند وقوع الشبهة والأوجه عندي
أنه على طريق الصلح يشهد له كتاب عمر إلى
أبي عبيدة واحرص على الصلح إذا لم يستبين
لك القضاء. مالك عن زيد بن أسلم عن مسلم
ابن جندب عن أسلم مولى عمر أن عمر بن الخطاب
قضى في الضرس بجمل وفي الترقوة بجمل
وفي الضلع بجمل. مالك عن ابن شهاب أن
عمر بن الخطاب نشد الناس بمنى (قسم داد) من كان
عنده علم من الدية أن يخبرني فقام الضحاك
ابن سفيان الكلابي فقال كتب إلي
رسول الله صلى الله عليه وسلم أن ورث
امرأة أشيم الضبابي من دية زوجها فقال له
عمر بن الخطاب ادخل الخباء حتى آتيك فلما
نزل عمر بن الخطاب أخبره الضحاك فقضى
بذلك عمر بن الخطاب قال ابن شهاب وكان
قتل أشيم خطأ. مالك عن
يحيى بن سعيد

رہا بنی سعد والوں پر آپ کا نصف دیت کا فیصلہ کرنا تو اس میں وہ
بات جاری ہوتی ہے جس کو بغویؒ نے ذکر کیا ہے جریر بن عبداللہؓ
کی حدیث میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ خثعم پر
ایک سریہ بھیجا تو اُن میں سے کچھ لوگوں نے اپنا بچاؤ سجدہ کرکے کیا
تو جلد بازی سے کام لیکر انھیں فوراً قتل کردیا گیا پھر جب اس واقعہ کی
اطلاع نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے نصف دیت دینے
کا حکم دیا، آخر حدیث تک۔ تو اس پر بغویؒ نے کہا کہ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے اہلِ خثعم کے دل رکھنے کے لئے اور مسلمانوں کو تنبیہ
کرنے کے لئے کہ شبہ کے موقع پر ثابت قدمی کو اُنھوں نے ترک کردیا
تھا نصف دیت کا حکم دیا۔ اور بہتر وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ
(عمرؓ کا فیصلہ) صلح کے طریق پر تھا۔ اس پر شاہد ہے عمرؓ کا
مکتوب ابو عبیدہؓ کے نام کہ جب تم پر فیصلہ پورے طور پر واضح
نہ ہو تو باہمی صلح کرانے پر حریص بن جاؤ۔ مالکؒ زید بن اسلم
سے وہ مسلم بن جندب سے وہ اسلم مولیٰ عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب
نے داڑھ (توڑنے) پر فیصلہ کیا ایک اونٹ دینے کا اور ہنسلی اور
ایک اونٹ کا۔ مالکؒ ابن شہاب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے منیٰ
میں لوگوں کو قسم دی کہ جس شخص کے پاس دیت کے بارے میں
کوئی علم ہو وہ مجھے خبر دے۔ تو ضحاک بن سفیان الکلابی کھڑے
ہوئے اور اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
مجھے لکھا تھا کہ اَشیم الضبابی کی بیوی کو اُس کے شوہر کی دیت
میں وارث قرار دو۔ تو اُن سے عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ تم خیمہ
میں داخل ہو جاؤ (اور ٹھہرو) یہاں تک کہ میں تمھارے پاس
آؤں۔ تو جب عمرؓ بن الخطاب آتے تو اُن کو پھر ضحاک نے
خبر دی تو عمرؓ بن الخطاب نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ ابنِ
شہاب نے کہا کہ اَشیم کا قتل خطاءً ہوا تھا۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے

عن عمرو بن شعیب انّ رجلاً من بنی مُدلج یُقال لہٗ قتادۃ حذفَ ابنہٗ بسیفٍ فاصابَ ساقہٗ فنُزیَ فی جرحہ فماتَ فقدم سراقۃ بن جعشم علیٰ عمر بن الخطاب فذکر ذٰلک لہٗ فقالَ لہٗ عمر اَعدِد علی مآءِ قُدَیدٍ عشرین و مائۃَ بعیرٍ حتّٰی اَقدمَ علیک فلما قدم عمر اخذَ من تلک الابل ثلٰثین حِقّۃً وثلٰثین جذعۃً واربعینَ خَلِفۃً ثم قال این اخ المقتول قال ہا انا ذا فقالَ خُذہا فانّ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قالَ لیسَ للقاتل شیءٌ مالک عن یحییٰ بن سعید عن سعید بن المسیّب ان عُمر بن الخطاب قتل نفراً خمسۃً او سبعۃً لرجلٍ واحدٍ قتلوہ قتلَ غیلۃٍ وقالَ عمرُ لو تمالأَ علیہ اہل صنعاء لقتلتُہم جمیعاً البیہقی رُوینا عن عمر بن الخطاب انّہ قتل ثلٰثۃَ نفرٍ بامرأۃٍ اَقادہم بہا الشافعی اخبرنا محمد بن الحسن اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان رجلاً من بکر بن وائل قتل رجلاً من اہل الحیرۃ فکتب فیہ عُمر بن الخطاب ان یُدفعَ الی اولیاء المقتول فان شاءوا قتلوا و ان شاءوا عفَوا فدُفع الرجلُ الی رجل یُقال لہٗ خُنَین من اہل الحیرۃ

وہ عمرو بن شعیب سے کہ بنی مُدلج کے ایک شخص نے جس کو قتادہ کہا جاتا تھا اپنے بیٹے کو تلوار ماری جو اُس کی پنڈلی پر لگی تو اس کے زخم سے تمام بدن کا خون نکل گیا پھر وہ مرگیا تو سراقہ بن جعشم عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ تو اس سے عمرؓ نے فرمایا کہ آب (یعنی مقام) قدید پر ایک سو بیس اُونٹ تیار رکھ یہاں تک کہ میں تیرے پاس پہنچوں تو جب عمرؓ پہنچے تو اُنھوں نے ان اُونٹوں میں سے تیس حِقّہ لئے اور تیس جذعہ اور چالیس خَلِفہ (یعنی حاملہ)۔ پھر فرمایا مقتول کا بھائی کہاں ہے۔ اُس نے کہا کہ میں موجود ہوں تو کہا کہ یہ سب لے لے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قاتل کے لئے کچھ نہیں۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے وہ سعید بن المسیبؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے (صنعاء کے) پانچ یا سات آدمیوں کو قتل کیا ایک شخص کی وجہ سے جس کو انھوں نے دھوکہ سے قتل کیا تھا اور عمرؓ نے فرمایا کہ اگر اس قتل پر سب اہلِ صنعاء جمع ہوجاتے تو میں ان سب کو قتل کردیتا۔ بیہقیؒ ہم سے روایت کیا گیا عمرؓ بن الخطاب کے بارے میں کہ اُنھوں نے تین آدمیوں کو قتل کیا ایک عورت کے بارے میں اُن سے اُس کے قتل کا قصاص لیا۔ شافعیؒ، ہم کو خبر دی محمد ابن الحسن نے اُنھوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابو حنیفہؒ نے حماد سے اُنھوں نے سُنا ابراہیم سے کہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے اہلِ حیرہ کے ایک شخص کو قتل کردیا تو اس کے بارے میں عمرؓ ابن الخطاب نے لکھا کہ اس شخص کو مقتول کے اولیاء کو دیدیا جائے وہ اگر چاہیں تو اُس کو قتل کردیں اور اگر چاہیں تو معاف کردیں۔ تو اس شخص کو اہلِ حیرہ کے ایک شخص کو جس کو خنین کہا جاتا تھا

ع۵ حِقّہ وہ اونٹ ہے جو تین سال کا ہوکر چوتھے سال میں داخل ہوجائے اور جذعہ وہ اونٹ ہے جو چار سال کا ہوکر پانچویں میں داخل ہوجاتے ۱۲ مترجم

فقتلہ فکتب عمر بعد ذٰلک ان کان الرجل لم یُقتل فلا تقتلوہ فراٰوا انّ عمر بن الخطاب اراد اَن یُرضیھم من الدیۃ و ناظر الشافعیؒ فی ذٰلک بکلامٍ مبسوطٍ وکانَ فیما قال قلنا افراٰیتَ لوکتبَ اَن اقتلوہ و قُتِلَ ولم یرجع عنہ اَکان یکونُ فی احدٍ مع النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم حُجّۃٌ قالَ لا قلنا اراٰیت لولم یکن فیہ عن النّبی صلی اللہ علیہ وسلم شئی یُقیم الحُجّۃَ علیک ولم یکن فیہ الاّ ما قالَ عمر ما کانَ عمر یحکم بحکمٍ ثمّ یرجع عنہ الاّ عن علمٍ بلغہ ہو اولٰی من قولہ[۳] نعولہُ حین رَجَعَ اَولٰی ان تصیر الیہ قال فلعلّہ ارادَ ان یُرضیہ بالدیۃ قلنا فلعلّہ ارادَ اَن یُخیفہٗ بالقتل ولا یقتلہ قال لیس ہٰذا فی الحدیث قلنا ولیس ما قلتَ فی الحدیث البیہقی رُوینا عن مکحولٍ فی قتلِ عبادۃ بن الصّامت نبطیًا و قولِ عمر اجلس للقصاص فقالَ زیدٌ بن ثابت اَتُقید عبدک من اخیک

دیدیا گیا تو اُس نے اُس کو قتل کردیا۔ پھر اس کے بعد عمرؓ نے لکھا کہ اگر وہ شخص قتل نہ کیا گیا ہو تو اُس کو قتل نہ کرو۔ تو اُن کی رائے یہ ہوتی کہ عمرؓ بن الخطاب نے یہ ارادہ کیا کہ اُن کو دیت پر راضی کرلیں اور شافعیؒ نے اس بارے میں مناظرہ[۱] کیا بسوط کلام کے ساتھ اور جو کچھ کہا اس میں یہ بھی تھا کہ ہم نے کہا کہ کیا آپ نے اس پر غور کیا کہ اگر عمرؓ نے لکھدیا ہوتا کہ اس کو قتل کردو اور اس سے اُنھوں نے رجوع نہ کیا ہوتا تو کیا یہ بات کسی کے بارے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل کے پیش نظر حجت بن جاتی؛ کہا کہ نہیں۔ ہم نے کہا کہ اگر اس بارے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی بات ثابت نہ ہوتی جس کو تم اپنے اُوپر حجت قرار دیتے اور اس بارے میں سوائے اس کے جو عمرؓ نے کہا اور کوئی بات مروی نہ ہوتی۔ تو عمرؓ کی یہ شان نہ تھی کہ وہ ایک خاص حکم دیتے پھر اس سے رجوع کرتے بجز اس صورت میں کہ ان کو کوئی ایسا علم پہنچے جو اُن کے قولِ اوّل سے اولیٰ ہو۔ تو اُن کا قول جس کی جانب اُنھوں نے رجوع کیا اَولیٰ ہے کہ اس کو قابلِ حجت بنایا جائے۔ کہا کہ یہ ہوسکتا ہے کہ اُنھوں نے ارادہ کیا ہو کہ وَلی مقتول کو راضی کرلیں گے دیت پر۔ ہم نے کہا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُنھوں نے اس کو قتل کا ڈراوا دیا ہو اور قتل کرنا نہ چاہتے ہوں۔ کہا کہ یہ بات حدیث میں نہیں ہے۔ ہم نے کہا جو کچھ آپ نے کہا (کہ دیت پر راضی کرنے کا ارادہ کیا ہوگا) وہ بھی حدیث میں نہیں ہے۔ بیہقی، ہم سے مکحول سے روایت کی گئی ایک نبطی (غلام) کو عبادہ بن الصامت نے قتل کردیا تو حضرت عمرؓ نے اُن سے کہا۔۔۔۔ کہ قصاص کے لئے بیٹھ تو زیدؓ بن ثابت نے کہا کہ کیا آپ اپنے ایک غلام کے خون کا بدلہ اپنے ایک بھائی سے لیتے ہیں

[۱] کس سے مناظرہ کیا اس کی کوئی صراحت کسی نسخہ میں موجود نہیں شاید محمد بن الحسن سے مناظرہ کیا ہو ۱۲ [۲] یعنی شافعیؒ نے کہا ۱۲

فترک عمر القود وقضٰی علیہ بالدیۃ قال و
رُوینا فی مثل ہٰذہ القصۃ فقال ابو عبیدۃ بن
الجراح ارأیت لو قتل عبدًا لہٗ أکنت قاتلہ
فصمت عمر بن الخطاب الشافعی منقطعًا و
البیہقی موصولاً عن عمرو بن شعیب عن ابیہ
عن جدہ ان ابابکر و عمر کانا لا یقتلان
الحر بقتل العبد البیہقی عن الاحنف بن
قیس عن عمر و علی فی الحر یقتل العبد
قالا ثمنہٗ بالغًا ما بلغ البیہقی فی قصۃ
المدلجی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن
جدہ قال عمر لولا انی سمعت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم یقول لا یُقاد
الاب من ابنہ لقتلتہ ہلم دیتہ فأتاہ
بہا فدفعہا الی ورثتہ و ترک اباہ
البیہقی عن عرفجۃ عن عمر مرفوعًا لیس علی
الوالد قودٌ من ولدہ البیہقی قال
البخاری فی الترجمۃ و ذکرہ ابن المنذر
یُذکر عن عمر بن الخطاب انہ قال
یُقاد المرأۃُ من الرجل فی کل عمدٍ
یبلغ نفسہ فما دونہا البیہقی رُوینا
عن عمر بن الخطاب فیما کتب عمر بن
عبد العزیز یُقاد المملوک من المملوک
فی کل عمد یبلغ نفسہ فما دون ذلک
البیہقی و رُوینا عن عمر بن
الخطاب

تو عمرؓ نے قصاص کا ارادہ ترک کر دیا اور اُن پر دیت کو قائم کیا۔ کہا
اور ہم سے اسی قصہ کے مانند واقعہ میں یہ روایت کیا گیا کہ پھر ابو عبیدہؓ
ابن الجراح نے کہا کہ کیا آپ نے اس پر غور کیا کہ اگر وہ اپنے غلام کو
قتل کر دیتا تو کیا آپ اس کو قتل کر دیتے؟ تو عمرؓ بن الخطاب خاموش
ہو گئے۔ شافعیؒ نے منقطع اور بیہقی نے موصول روایت کی ہے
عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے کہ ابو بکرؓ اور
عمرؓ آزاد کو غلام کے قتل کے بدلے میں قتل نہیں کیا کرتے تھے۔
بیہقی احنف بن قیس سے وہ عمرؓ اور علیؓ سے ایسے آزاد شخص کے
بارے میں جو غلام کو قتل کردے تو دونوں نے اُس کی قیمت ادا
کرنے کا حکم دیا جو کسی حد تک بھی پہنچے۔ بیہقی مدلجی کے قصہ میں
(جو گزر چکا ہے) عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اُن کے دادا
سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے
یہ نہ سنا ہوتا کہ باپ کا خون نہیں بہایا جائے گا بیٹے کے قتل پر
تو میں اس کو قتل کر دیتا۔ اس کی دیت لے کر آ۔ تو وہ دیت لیکر
آیا تو اس کو اُس کے وارثوں کو دیدی اور اُس کے باپ کو
چھوڑ دیا۔ بیہقی عرفجہ سے وہ عمرؓ سے مرفوعًا، بیٹے کے قتل پر باپ
کو قتل کرنے کا حکم نہیں ہے۔ بیہقی، بخاری نے ترجمہ میں کہا اور
اس کو ذکر کیا ابن المنذر نے جو بیان کرتے ہیں عمرؓ بن الخطاب
سے کہ انھوں نے کہا کہ بیوی کے خون کا بدلہ لیا جائے گا شوہر
سے ہر (قتل یا ضرب) عمد پر جس پر بھی اس کا نفس جا
پہنچے جان لینے پر یا اُس سے کم درجہ پر۔ بیہقی ہم کو روایت پہنچی
عمرؓ بن الخطاب سے اُس مکتوب میں جو عمرؒ بن عبد العزیز نے لکھا
تھا کہ مملوک کے خون پر مملوک کا خون بہایا جائے گا ہر (قتل یا
ضرب) عمد پر جو اس کی جان لینے تک پہنچ جاتے یا اس سے کم
درجہ پر۔ بیہقی اور ہم سے روایت کیا گیا عمرؓ بن الخطاب سے

ما دلّ علیٰ وجوب القصاص بالضرب بالعصا وغیرہ
اذا کان مثلہ یقتل البیہقی رُوینا عن ابن
شہاب انّ ابابکر الصدیق وعمر بن الخطاب و
عثمان بن عفان اَعطَوا القوَدَ من انفسہم
فلم یُستقَدْ منہم وہم سلاطین الشافعی عن ابن
شہاب وعن مکحول وعن عطآء قالوا ادرکنا النّاس
علیٰ انّ دیۃ المسلم الحرّ علیٰ عہد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مائۃ من الابل فقوّم عمر
ابن الخطاب تلک الدیۃ علیٰ اہل القریٰ الف دینار
او اثنا عشر الف درہم ودیۃ الحرۃ المسلمۃ اذا کانت
من اہل القریٰ خمسمائۃ دینار او ستۃ آلاف درہم
فاذا کان الذی اصابہا من الاعراب فدیتہا
خمسون من الابل لا یکلف الاعرابی الذہب و
الورق محمد بن الحسن انا ابو حنیفۃ عن الہیثم عن عامر
الشعبی عن عبیدۃ السلمانی عن عمر بن الخطاب قال
علیٰ اہل الورق من الدیۃ عشرۃ آلاف درہم
وعلیٰ اہل الذہب الف دینار وعلیٰ اہل البقرۃ
مائتا بقرۃ وعلیٰ اہل الابل مائۃ من الابل و
علیٰ اہل الغنم الفا شاۃ وعلیٰ اہل الحُلل مائتا
حُلّۃ قال محمد وبہذا کلّہ نأخذ وکان ابو حنیفۃ
یأخذ من ذٰلک بالابل والدراہم والدنانیر
الشافعی قال محمد بن الحسن بلغنا عن عمر بن الخطاب انّہ
فرض علیٰ اہل الذہب الف دینار وعلیٰ اہل الورق
عشرۃ آلاف درہم حدّثنا بذٰلک ابو حنیفۃ عن
الہیثم عن الشعبی عن عمر بن الخطاب و زاد

جس کا مضمون دلالت کرتا ہے قصاص کے واجب ہونے پر لاٹھی
وغیرہ سے مارنے پر جب کہ اُس جیسا (آلۂ ضرب) مار ڈالتا ہو۔ بیہقی
روایت کیا گیا ہم سے ابن شہاب سے کہ ابوبکر صدیقؓ اور عمرؓ بن
الخطاب اور عثمانؓ بن عفان سب نے اس حال میں کہ وہ سلاطین
تھے قصاص کا حق عطا کیا اپنے نفسوں سے تو اُن سے قصاص
نہیں طلب کیا گیا۔ شافعیؒ ابن شہاب اور مکحول اور عطاء سے
سب نے کہا کہ ہم نے لوگوں کو اس (عمل) پر پایا کہ آزاد مسلمان
مرد کی دیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سو
اونٹ تھے تو قیمت مقرر کی ابن الخطاب نے اس دیت کی شہر
والوں پر ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم اور آزاد مسلمان عورت کی
دیت جب کہ وہ شہر والوں میں سے ہو پانچ سو دینار یا چھ ہزار
درہم۔ پھر اگر وہ شخص جس پر اُفتاد واقع ہوئی اعراب میں سے
ہے تو اُس کی دیت پچاس اُونٹ ہے۔ اعرابی کو سونے چاندی
کا مکلف نہیں کیا گیا۔ محمدؒ بن الحسن ہم کو خبر دی ابوحنیفہؒ
نے بروایتِ ہیثم از عامر شعبی از عبیدۃ السلمانی از عمرؓ بن الخطاب
کہ اُنھوں نے کہا کہ چاندی والوں پر دیت دس ہزار درہم
ہیں اور سونے والوں پر ایک ہزار دینار اور گائے والوں پر
دو سو گائیں اور اونٹ والوں پر سو اونٹ اور بکری والوں
پر دو ہزار بکریاں اور کپڑے والوں پر دو سو جوڑے۔ محمدؒ
نے کہا اس کل کو ہم اختیار کرتے ہیں اور ابوحنیفہؒ ان میں سے
اونٹوں اور درہموں اور دیناروں کو لیتے ہیں۔ شافعیؒ، کہا محمدؒ
ابن الحسن نے ہم کو پہنچا عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے قرار
دیا سونے والوں پر ایک ہزار دینار اور چاندی والوں پر دس
ہزار درہم ہم سے یہ حدیث بیان کی ابوحنیفہؒ نے ہیثم سے اُنھوں
نے شعبی سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے اور یہ اضافہ کیا کہ

على أهل البقر مائتي بقرة وعلى أهل الإبل
مائة من الإبل وعلى أهل الغنم ألفي شاة
قال محمد بن الحسن وقال أهل المدينة ان عمر
فرض الدية على أهل الورق اثني عشر ألف درهم
وساق الكلام الى ان قال ونحن فيما نظن
أعلم بفريضة عمر بن الخطاب من أهل المدينة
لان الدراهم على أهل العراق قال محمد وصدق
أهل المدينة ان عمر بن الخطاب فرض من الدية
اثني عشر ألفا ولكنه فرضها اثني عشر ألف درهم
وزن ستة اخبرنا الثوري عن مغيرة
الضبي عن ابراهيم قالت كانت الدية الابل
فجعلت الابل الصغير والكبير كل بعير مائة و
عشرون درهما وزن ستة فذلك اثني
عشرة آلاف درهم قال الشافعي فقلت لمحمد
ابن الحسن أتقول ان الدية اثنا عشر
ألف درهم وزن ستة فقال لا فقلت ومن
أين زعمت ان كنت أعلم بالدية من
أهل الحجاز لان عمر قضى فيها
بشيء لا تقضي به قال لم يكونوا يحسنون
قلت أفتروي شيئا تجعله
أصلا في الحكم وانت تزعم ان من روى
عنه لا يعرف ما قضى به الشافعي اخبرنا
محمد اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم ان
عمر بن الخطاب أتي برجل قد
قتل عمدا فامر بقتله

گائے والوں پر دو سو گائیں اور اونٹ والوں پر سو اونٹ اور
بکری والوں پر دو ہزار بکریاں۔ کہا محمد بن الحسن نے اور اہلِ مدینہ
نے کہا کہ عمرؓ نے دیت قرار دی چاندی والوں پر بارہ ہزار درہم اور
اور کلام کو آگے بڑھایا یہاں تک کہ کہا کہ اور ہم (اہلِ عراق) جس
چیز کا گمان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ عمرؓ کے فریضہ کو بہ نسبت اہلِ مدینہ
کے ہم زیادہ جانتے ہیں کیونکہ دراہم اہلِ عراق پر مقرر کئے گئے ہیں
کہا محمدؒ نے کہ بیشک اہلِ مدینہ نے سچ کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے
دیت مقرر کی ہے بارہ ہزار، لیکن انھوں نے دیت کو بارہ ہزار درہم
چھ (دانگ والے) وزن کے مقرر کئے۔ مجھے خبر دی ثوری نے
مغیرہ ضبی سے انھوں نے ابراہیم سے کہ دیت اونٹ کی ہوتی تھی
تو چھوٹے بڑے اونٹوں کی (اوسط) قیمت قرار دی گئی ایک سو
بیس درہم چھ کے وزن سے تو اس حساب سے اونٹوں کی قیمت
بارہ ہزار درہم ہوئی۔ شافعیؒ نے کہا کہ پھر میں نے محمد بن الحسن
سے کہا کہ کیا آپ بوزن چھ (دانگ) دیت بارہ ہزار درہم کہتے
ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ نہیں! تو میں نے کہا کہ پھر آپ یہ کیسے
گمان کرتے ہیں کہ آپ اہلِ حجاز سے زیادہ دیت کا علم رکھتے ہیں
کیونکہ عمرؓ نے اس کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے آپ اس پر فیصلہ
نہیں کرتے تو انھوں نے کہا کہ وہ (اہلِ حجاز) اچھا فیصلہ نہیں
کرتے۔ میں نے کہا کہ کیا پھر آپ کوئی ایسی روایت بیان کریں گے
جس کو آپ حکم میں اصل قرار دیتے ہوں کیونکہ آپ گمان کرتے
ہیں کہ جس شخص سے روایت کی جا رہی ہے وہ خود نہیں پہچانتا
اس بات کو جس کا اس نے فیصلہ کیا۔ شافعیؒ ہم کو خبر دی محمدؒ
نے کہا ہم کو خبر دی ابو حنیفہؒ نے حمادؒ سے انھوں نے ابراہیم سے
کہا کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے قتل عمد
کیا تھا تو انھوں نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس کے بعد بعض

نفعنے بعض الاولیاء فامر بقتلہ فقال
ابن مسعود کانت النفس لہم جمیعاً
فلما عفے اذا احیا النفس فلا یستطیع
ان یاخذ حقہ حتی یاخذ حق غیرہ
قال فما ترے قال ارے ان تجعل
الدیۃ علیہ فی مالہ وترفع حصۃ الذے
عفے فقال عمر وانا ارے ذلک البیہقے (تنقص ۱۲)
عن الاعمش عن زید بن وہب قال
وجد رجل عند امرأتہ رجلاً فقتلہا
فرفع ذلک الی عمر بن الخطاب
فوجد علیہا بعض اخوتہا فتصدق (غضب ۱۲)
علیہ بنصیبہ فامر عمر لسائرہم
بالدیۃ البیہقے روے عن عمر انّ (القاتل ۱۲)
رجلاً قتل رجلاً فقالت اخت
المقتول وہی امرأۃ القاتل عفوت
عن حصتے من زوجے فقال عمر
عتق الرجل من القتل البیہقے روے
عن عمر انہ قال عمد الصبے وخطاءہ سواء
یعنے للعمد حکم الخطاء البیہقے عن
ابن فراس خطبنا عمر فقال انے
لم ابعث عمالے یضربون ابشارکم
ولا یاخذوا اموالکم فمن فعل
بہ غیر ذلک

اولیاء نے معاف کر دیا پھر عمرؓ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو ابن مسعودؓ نے کہا کہ یہ نفس اُن (سب اولیاء مقتول) کے لئے تھا۔ تو جب اس نے معاف کر دیا تو نفس کو زندگی کا حق دیدیا تو اب وہ استطاعت نہیں رکھتا کہ اپنے حق کو حاصل کرے جب تک کہ غیر کے حق کو بھی نہ حاصل کر لے۔ؑ عمرؓ نے کہا کہ پھر تم کیا رائے رکھتے ہو۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ اس پر دیت قائم کریں اس کے مال میں سے اور کم کر دیں حصہ اس شخص کا جس نے معاف کر دیا تو عمرؓ نے کہا اور میری رائے بھی یہی ہے۔ بیہقی اعمش سے وہ زید بن وہب سے اُنھوں نے کہا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک شخص کو پایا تو اُس کو (یعنی بیوی کو) قتل کر دیا تو یہ مقدمہ عمرؓ بن الخطاب کے سامنے پیش ہوا تو اس عورت پر اس کے بعض بھائیوں کو غصہ آیا اور اُنھوں نے اپنا حصہ اُس شخص پر صدقہ کر دیا تو عمرؓ نے حکم دیا بقیہ اولیاء مقتولہ کو دیت دیئے جانے کا۔ بیہقی، مروی ہے عمرؓ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ تو مقتول کی بہن نے کہا اور وہ قاتل کی بیوی تھی کہ مَیں نے اپنا حصہ اپنے شوہر سے معاف کر دیا تو عمرؓ نے فرمایا کہ یہ شخص قتل سے بچا لیا گیا۔ بیہقی روایت کیا گیا عمرؓ سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ لڑکے کا عمد اور خطاء برابر ہے یعنی عمد خطاء کے حکم میں ہے۔ بیہقی ابن فراس سے کہ ہم کو خطبہ دیا عمرؓ نے اور فرمایا کہ مَیں نے اپنے عمّال کو اس لئے نہیں بھیجا کہ تمھاری کھالوں کو پیٹیں اور نہ اس لئے کہ وہ تمھارے اموال کو چھینیں تو جس شخص کے ساتھ اُس (کام) کے سوا جو اُن کے سپرد کیا گیا) دوسرا معاملہ کیا گیا ہو

ؑ یعنی معاف کرنے والا دوسروں کا حق لئے بغیر اپنا حق حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ قتل کی صورت میں اُس کا حق ختم ہو رہا ہے اور معاف کرنے کی صورت میں دوسروں کا حق ضائع ہوتا ہے ۱۲

فلیرفعہ الیّ اُقصّہ منہ (قصاص میں خواہم گرفتہ ۱۲) فقال عمرو ابن العاص لو انّ رجلاً ادّب بعض رعیتہ اَتقصّہ منہ قال اِی والذی نفسی بیدہ لاُقصّہ منہ وقد رأیت النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم اقتصّ من نفسہ البیہقی عن عطاء عن عمر لا اُقید من العظام یعنی غیر السّن البیہقی روینا عن عمر و علیّ انّہما قالا من قتلہ حدٌّ فلا عقل لہ و قالا الذی یموت فی القصاص لا دیۃ لہ البیہقی عن مجاہد انّ عمر بن الخطاب قضٰی فیمن قُتل فی الحرم او فی شہر الحرام او ہو مُحرِم بالدیۃ وثُلث الدیۃ الشافعی قرأناہ علی مالک لم نعلم احدًا من الائمّۃ فی القدیم والحدیث قضٰی فیما دون الموضحۃ بشیٔ زاد بعض اصحابہ عنہ وہو واللہ یغفر لنا ولہ یروی عن امامین عظیمین من المسلمین عمر وعثمان انّہما قضیا فیما دون الموضحۃ بشیٔ موقّتٍ ثم قیل یحتمل انّہما

اس کو چاہیئے کہ اس کو میرے سامنے پیش کرے میں اُس عامل سے اُس کا بدلہ لوں گا تو عمروؓ بن العاص نے کہا کہ اگر کسی شخص نے اپنی رعیّت میں سے کسی کی تادیب کی تو کیا آپ اُس سے اُس کا بدلہ لیں گے۔ فرمایا کہ ہاں قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اُس سے ضرور بدلہ لوں گا اور مَیں نے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نے اپنے نفس سے قصاص لیا۔ بیہقی عطاء سے وہ عمرؓ سے کہ مَیں ہڈیوں[ع] کا ..... قصاص نہیں لیتا یعنی دانتوں کے علاوہ۔ بیہقیؒ، ہم سے روایت کیا گیا عمرؓ سے اور علیؓ سے کہ دونوں نے کہا کہ جس کو قتل کر دیا "حد" نے اُس کا کوئی قصاص نہیں اور دونوں نے فرمایا جو شخص قصاص میں مرجائے (اور "حد" کے قتل کرنے" سے بھی یہی مراد ہے) اُس کی کوئی دیت نہیں۔ بیہقی مجاہدؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایسے شخص کے بارے میں جو حرم میں قتل کیا گیا یا شہرِ حرام میں (یعنی ان مہینوں میں جو اشہرِ حرم میں داخل ہیں) یا وہ مُحرِم ہو فیصلہ دیا ایک اور ایک تہائی دیت کا۔ شافعیؒ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو مالکؒ کے سامنے پڑھا اور ہم کسی کو ائمہ قدیم اور جدید میں سے نہیں جانتے کہ انھوں نے فیصلہ دیا ہو موضحہ سے کم کسی زخم کی دیت کا (موضحہ کے معنے وہ زخم جو سر یا چہرہ میں لگا ہو اور اُس سے ہڈی نظر آنے لگی ہو)۔ .... بعض اصحابِ شافعیؒ نے ان کی روایت پر یہ اضافہ کیا اور وہ "اللہ تعالے ہماری اور ان کی مغفرت کرے" روایت کرتے ہیں مسلمانوں کے دو بڑے اماموں عمرؓ و عثمانؓ سے کہ ان دونوں نے موضحہ سے کم ایک زخم کی بابت کچھ شے مؤقّت کا فیصلہ دیا۔ پھر کہا گیا کہ احتمال ہے ان دونوں نے

عہ یعنی ایسی جنایت کا قصاص نہیں لیتا جو ہڈیوں پر واقع ہو ۱۲

قضيا بطريق الحكومة والله اعلم البيهقي روى
عن عمر انه قال والاسنان سواء الضرس
والثنية كانه رجع اليه البيهقي عن سعيد
ابن المسيب كان عمر يفاوت بين الاصابع
حتى وجد كتاب آل عمرو بن حزم يذكرون
انه من رسول الله صلى الله عليه وسلم وفيما
هنالك من الاصابع عشر عشر قال الشافعي
ولم يقبلوا كتاب آل عمرو بن حزم حتى ثبت
عندهم انه كتاب رسول الله صلى الله عليه
وسلم قلت والاصل في تقدير الديات كتاب
رسول الله صلى الله عليه وسلم الذي روي
عن عمرو بن حزم وقد اثبته عمر بن الخطاب و
اخذ به الشافعي عن محمد عن محمد بن ابان عن
عمر بن الخطاب وعلي بن ابي طالب انهما قالا
عقل المرأة على النصف من دية الرجل الشافعي
اخبرنا فضيل بن عياض عن منصور بن المعتمر عن
ثابت الحداد عن ابن المسيب ان عمر بن الخطاب
قضى في دية اليهودي والنصراني باربعة
آلاف وفي دية المجوسي بثمان مائة درهم
الشافعي يروى عن عمر بن الخطاب وعلي
في العبد يقتل قيمته بالغة ما بلغت البيهقي
من طريق الثوري عن حماد عن ابراهيم ان
الزبير وعليا اختصما في موالي لصفية الى
عمر بن الخطاب فقضى بالميراث للزبير و
العقل على علي البيهقي عن الشعبي

بطریق حکومت (یعنی بطور سیاست) فیصلہ دیا ہو واللہ اعلم. بیہقی روایت
کیا گیا عمرؓ سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ سب دانت برابر ہیں ڈاڑھیں
ہوں یا سامنے کے دانت گویا اُنھوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا.
بیہقی، سعید بن المسیبؒ سے کہ عمرؓ انگلیوں کی درمیان (دیت میں) تفاوت کیا کرتے تھے
یہاں تک کہ جب آلِ عمرو بن حزم کا مکتوب اُن کے سامنے آیا جس
کے بارے میں وہ یہ ذکر کرتے تھے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس سے آیا تھا اور اس میں انگلیوں کے لئے دس دس تحریر
ہے. شافعیؒ نے کہا اور اُنھوں نے قبول نہ کیا آل عمرو بن حزم
کے مکتوب کو یہاں تک کہ اُن کے نزدیک ثابت ہو گیا کہ یہ مکتوب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے. میں کہتا ہوں کہ دیات کے
اندازہ کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مکتوب جو عمرو
ابن حزم سے روایت کیا گیا بنیادی چیز ہے اور عمرؓ بن الخطاب نے
اس کو ثابت قرار دیا اور اس کو معمول بنایا. شافعیؒ محمدؒ سے
وہ محمد بن ابان سے وہ ابراہیم سے وہ عمرؓ بن الخطاب اور علیؓ
ابن ابی طالب سے کہ دونوں نے کہا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت
کے آدھے کے برابر ہو گی. شافعیؒ، خبر دی ہم کو فضیل بن عیاض
نے منصور بن المعتمر سے وہ ثابت الحداد سے وہ ابن المسیبؒ سے کہ
عمرؓ بن الخطاب نے فیصلہ کیا یہودی اور نصرانی کی دیت کے
بارے میں چار چار ہزار درہم اور مجوس کی دیت کے بارے میں
آٹھ سو درہم. شافعیؒ، روایت کیا جاتا ہے عمرؓ بن الخطاب سے
اور علیؓ سے غلام کے بارے میں جو قتل کیا جائے اُس کی دیت اُس
کی قیمت کے برابر ہو گی جس حد تک بھی پہنچے. بیہقی بسند ثوری
حماد سے وہ ابراہیم سے کہ زبیرؓ اور علیؓ صفیہؓ کے موالی کے بارے
میں اپنا جھگڑا عمرؓ بن الخطاب کے پاس لے گئے تو اُنھوں نے میراث
کا فیصلہ کیا زبیرؓ کے لئے اور دیت قائم کی علیؓ پر. بیہقی شعبی سے

انہ قال جعل عمر بن الخطاب الدیۃ فی ثلث سنین ثلثی الدیۃ فی سنتین وثلث الدیۃ فی سنۃ۔ الشافعی عن سفیان عن عمرو عن طاوس ان عمر بن الخطاب قال اُذکّر اللہ امرأ سمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنین شیئاً فقام حمل بن مالک بن النابغۃ فقال کنت بین جاریتین لی فضرب احدٰیہما الاخریٰ بمسطح فالقت جنیناً میتاً فقضٰی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغرّۃ فقال عمر کِدنا ان نقضی فی مثل ہٰذا برأینا البیہقی عن شہر بن حوشب ان عمر صاح بامرأۃ فاسقطت فاعتق عمر غرّۃ۔ البیہقی عن زید بن اسلم انّ عمر قوّم الغرّۃ خمسین دیناراً الشافعی عن سفیان عن منصور عن الشعبی انّ عمر ابن الخطاب کتب فی قتیل وُجد فی خیران ووداعۃ ان یقاس ما بین قریتین فالی ایہما کان اقرب اخرج الیہ منہم خمسین رجلاً حتّٰی یوافوہ بمکۃ فادخلہم الحجر فاحلفہم ثم قضٰی علیہم بالدیۃ فقالوا ما وقت اموالنا ایماننا ولا ایماننا اموالنا فقال عمر کذٰلک الامر قال الشافعی وقال غیر السفیان عن عاصم الاحول عن الشعبی قال عمر بن الخطاب حقنت ایمانکم دمائکم (منعت وحبست ۱۲)

اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے دیت کی ادائگی کو تین سال میں کر دیا دو تہائی دیت دو سال میں اور ایک تہائی دیت ایک سال میں۔ شافعیؒ سفیان سے وہ عمرو سے وہ طاؤس سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں اُس شخص کو جس نے کچھ سنا ہو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جنین کے بارے میں تو کھڑے ہوتے حمل بن مالک بن النابغہ اور اُنھوں نے کہا کہ میرے پاس دو جاریہ تھیں۔ اُن میں سے ایک نے دوسری کے خیمہ کی چوب کھینچ ماری تو اُس کے پیٹ کا بچہ مر کر گر گیا تو اُس کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ایک بردے کا، تو عمرؓ نے کہا کہ ہم یہی فیصلہ اپنی رائے سے کرنے والے تھے۔ بیہقی شہر ابن حوشب سے کہ عمرؓ نے ایک عورت کو ڈانٹا تو اُس کا (خوف سے) اسقاط ہو گیا تو عمرؓ نے ایک بردہ آزاد کیا۔ بیہقی زید بن اسلم سے کہ عمرؓ نے ایک غرّہ (یعنی بردے) کی قیمت پچاس دینار قرار دی۔ شافعیؒ سفیان سے وہ منصور سے وہ شعبی سے کہ عمرؓ ابن الخطاب نے ایک مقتول کے بارے میں لکھا جو کہ خیران اور وداعہ کے درمیان پایا گیا تھا کہ دونوں قریوں کے درمیان فصل کا اندازہ کیا جائے۔ ان دونوں میں سے وہ مقتول جس کے قریب ہو ان میں سے پچاس آدمیوں کو نکال کر اُن کے پاس مکّہ میں بھیجیں تو (جب وہ پہنچے تو) ان کو حجر (یعنی حطیم) میں داخل کیا۔ پھر اُن کو حلف دیا۔ پھر اُن پر دیت کا فیصلہ کیا تو اُنھوں نے کہا نہ پورا کیا (یعنی نہ بچایا) ہمارے اموال نے ہماری قسموں کو اور نہ ہماری قسموں نے ہمارے اموال کو تو عمرؓ نے فرمایا کہ ایسا ہی حکم ہے۔ کہا شافعیؒ نے اور سفیانؒ کے سوا دوسرے راوی نے بروایت عاصم الاحول شعبیؒ سے نقل کیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ تمھاری قسموں نے تمھارے خونوں کو بچا لیا

ولا يبطل دم امرءٍ مسلم ثم ضعّف الشافعي
الحديث جدًا وقال انّما هو عن الشعبي عن
الحارث الاعور والحارث الاعور كذّاب ثمّ
قال الشافعي سافرتُ الى خيران ووداعة
اربعة عشر سفرًا اسألهم عن حكم عمر بن
الخطاب في القتيل واُحكي لهم ما رُوي عنه فقالوا
انّ هذا شيءٌ ما كان ببلدنا قطّ قال الشافعي
والعرب احفظ شيء لامر كان الشافعي عن
سعيد بن المسيّب انّ عمر بن الخطاب كان
يقول الدية للعاقلة ولا ترث المرأة من دية
زوجها شيئًا حتى اخبره الضحّاك بن سفيان
انّ النبيّ صلى الله عليه وسلم كتب اليه ان
يُورّث امرأة اشيم الضبابي من دية زوجها
فرجع اليه عمر الشافعي عن سفيان عن عمرو
ابن دينار انّه سمع بجالة يقول كتب عمر
ان اقتلوا كلّ ساحرٍ وساحرةٍ قال
فقتلنا ثلاث سواحر **قسمته الغنيمة و
الفيء والصّدقات** الشافعي عن طارق
ابن شهاب قال آمدّ اهل الكوفة اهل
البصرة وعليهم عمّار بن ياسر فجاؤا
وقد غنموا فكتب عمر ان الغنيمة لمن
شهد الوقعة قال ورُوي عن عمر
انّه كتب الى سعد في جيشٍ لحق بعد
ما غنم ان يُقسم له ان جاؤا قبل ان
يُدفن القتلى ثم ضعّفه الشافعي

اور ایک مسلمان کا خون رائگاں نہ گیا۔ پھر شافعیؒ نے اس حدیث کو
بہت ضعیف کہا کہ وہ مروی ہے شعبی سے بروایت حارث الاعور
اور حارث اعور کذّاب ہے۔ پھر شافعیؒ نے کہا کہ میں نے خیران
اور وداعہ کے چودہ[۱۴] سفر کئے اور لوگوں سے اُس مقتول کے بارے
میں عمرؓ بن الخطاب کے حکم کے متعلق سوال کرتا رہا اور اُن سے
جو روایت کی گئی اُس کو بھی اُن کو سُناتا رہا تو لوگوں نے یہ
جواب دیا کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ کبھی ہمارے شہر میں نہیں ہوئی۔
اور شافعیؒ نے کہا کہ عرب ایسے واقعہ کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والے
ہوتے ہیں۔ شافعیؒ سعید بن المسیّب سے کہ عمرؓ کہا کرتے تھے کہ
دیت دادیہالی رشتہ والوں کے لئے ہے اور بیوی اپنے شوہر کی
دیت میں سے کسی حصّہ کی وارث نہ ہوگی یہاں تک کہ ان کو خبر دی
ضحاک بن سفیان نے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھا
تھا کہ اشیم الضبابی کی بیوی کو اُس کے شوہر کی دیت میں وارث
بناؤ، تو عمرؓ نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔ شافعیؒ سفیان سے وہ
عمرو بن دینار سے کہ اُنھوں نے سُنا بجالہ سے وہ کہتے تھے کہ عمرؓ
نے لکھا کہ ہر ایک جادوگر اور جادوگرنی کو قتل کر دو۔ کہا کہ پھر ہم
نے تین جادوگرنیوں کو قتل کیا۔ **عمرؓ کا غنیمت وصدقات
اور فے کو تقسیم کرنا۔** شافعیؒ طارق بن شہاب سے کہا کہ امداد کی
اہلِ کوفہ نے اہلِ بصرہ کی اور ان پر عمار بن یاسر امیر تھے تو وہ
آئے اور اُنھوں نے مالِ غنیمت حاصل کیا تو عمرؓ نے لکھا کہ غنیمت
اس کے لئے ہے جو جنگ میں شریک ہوا۔ کہا کہ عمرؓ سے ایک روایت
یہ کی گئی ہے کہ اُنھوں نے سعدؓ کو اُس لشکر کے بارے میں لکھا
جو اُن سے ملا بعد اس کے کہ وہ غنیمت جمع کر چکے تھے کہ اس کو
غنیمت کی تقسیم میں شریک کریں اگر وہ مقتولین کے دفن سے پہلے
پہنچ گئے ہوں۔ پھر شافعیؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا۔ شافعیؒ

والبخاری وغیرہما عن الزہری عن مالک
ابن اوس سمعت عمر بن الخطاب یقول و
العباس و علی بن ابی طالب یختصمان الیہ
فی اموال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال
عمر کانت اموال بنی النضیر مما افاء اللہ (غنیمت دادہ)
علی رسولہ مما لم یوجف علیہم المسلمون
بخیل ولا رکاب (اندراندند) وکانت لرسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم خالصۃ دون المسلمین و
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینفق
منہا علی اہلہ نفقۃ سنۃ فما فضل جعلہ
فی الکراع والسلاح عدۃ (سامان) فی سبیل اللہ
الحدیث بطولہ قال الشافعی فی مسئلۃ یسلب
للقاتل عارضنا معارض فذکر ان عمر بن الخطاب
قال انا کنا لانخمس السلب وان سلب
البراء قد بلغ شیئا کثیرا ولا ارانی الا
خامسہ ثم اجاب بان ہذہ الروایۃ لیست من
روایتنا وان سلمنا فاذا ثبت عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بابی ہو وامی شئی لم یجز
ترکہ ولم یستثن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلیل
السلب ولا کثیرہ ثم قد قضی سعد فی زمانہ
بالسلب الکثیر للقاتل قلت و بعد
ہذا کلہ فانما مفاد تلک الروایۃ ان
السلب لایخمس وہو للقاتل الا اذا کان
شیئا کثیرا جدا خلاف العادۃ
المعہودۃ

اور بخاری رح وغیرہما زہری سے وہ مالک بن اوس سے کہ میں
نے عمر بن الخطاب سے سنا جب کہ عباس رض اور علی رض بن ابی طالب اموال
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنا جھگڑا لے کر ان کے پاس
آتے تو عمر رض نے کہا کہ بنی نضیر کے اموال ایسے اموال میں سے تھے جو
اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ص کو غنیمت میں عطا فرماتے تھے جن پر مسلمانوں
نے نہ اونٹ دوڑاتے اور نہ گھوڑے تو وہ خالص رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے لئے تھے ان میں مسلمان حصہ دار نہ تھے اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن میں سے اپنے اہل پر خرچ کیا کرتے تھے
ایک سال کے مصارف۔ پھر جو کچھ مال بچ رہتا اُس کو گھوڑوں
اور ہتھیاروں کی خریداری پر صرف کرتے اللہ کی راہ میں جہاد کی
تیاری کے لئے۔ آخر حدیث تک مع اُس کی طوالت کے۔ شافعی رح
نے کہا اس مسئلہ میں کہ مقتول سے لیا ہوا مال قاتل کے لئے ہے
ایک معارض نے ہم سے معارضہ کیا اور ذکر کیا کہ عمر رض بن الخطاب
نے فرمایا کہ مقتول سے لئے ہوئے مال میں سے خمس نہیں لیتے
اور براء کا سلب (یعنی چھینا ہوا مال) ایک بڑی مقدار تک پہنچ
گیا ہے اور میری رائے تو یہ ہے کہ میں اُس سے خمس وصول کروں
پھر شافعی رح نے جواب دیا کہ یہ روایت ہماری روایت میں سے نہیں
ہے اور اگر ہم تسلیم کرلیں تو جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے
"میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں" ایک بات ثابت ہوگئی تو
اس کو چھوڑنا جائز نہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی استثناء
نہیں فرمایا قلیل سلب کا اور نہ کثیر سلب کا۔ پھر سعد رض نے اپنے زمانہ
میں قاتل کے لئے سلب کثیر کا فیصلہ کیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس تمام
کلام کے بعد کہ مفاد اس تمام روایت کا یہ ہے کہ سلب (یعنی
مقتول سے چھینے ہوئے سامان) میں سے خمس نہ لیا جائے گا اور وہ
قاتل کا ہوگا مگر جب کہ وہ عادت معہودہ کے خلاف بہت ہی زیادہ ہو

ففیہ اثبات ان السَّلَب للقاتل لایخمس بقے البحثُ فی الاستثناءِ فقط ولعلّ عمرخصّ بالمعتاد لانّہ بمنزلۃِ الحقیقۃ العُرفیۃِ واللہ اعلم محمد ابن الحسن عن ابی حنیفۃ عن عبداللہ بن داؤد عن المنذربن ابی حمصۃ قال بعثہ، عمرالے جیشٍ فے مصر فأصابوا غنائم فقسّم للفارس سہمین وللراجل سہماً فرضِے بذٰلک عمر قالَ محمّد وہٰذا قول ابی حنیفۃ ولسنا ناخذ بہٰذا ولکنّا نرٰی للفارِس ثلٰثۃَ اَسْہُم سہماً لہٗ وسہمین لفرسہ وروی ابویوسف عن ابی حنیفۃ نحواً من ذٰلک ثم قال کان ابوحنیفۃ یاخذبہٰذا الحدیث ویجعل للفرس سہما وللرجل سہماً وما جآء من الآثار فے الاحادیث انّ للفرس سہمین وللرجل سہما اکثر من ذٰلک اوثقُ والعامّۃ علیہ قال ابویوسف الکلبی محمد بن السائب حدثنی عن ابی صالح عن ابن عباس انّ الخُمس کانَ فے عہدرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علے خمسۃِ اسہم للہ والرّسول سہمٌ ولذے القربٰے سہمٌ والیتامٰی وللمساکین وابن السبیل ثلٰثۃُ اسہم ثم قسّمہ ابوبکر الصدّیقُ وعمرالفاروقُ وعثمانُ ذوا النّورین رضے اللہ تعالیٰ عنہم علے ثلٰثۃِ اسہم وسقطَ سہمُ الرّسولِ وسہمُ ذوے القربٰے وقُسّم علے الثلٰثۃِ الباقینَ ثم قسّمہ علےّ بن ابے طالب

تو اس میں اس امر کا اثبات موجود ہے کہ سلَب قاتل کا ہوتا ہے اس میں سے خُمس نہیں نکلتا۔ فقط استثناء میں بحث باقی رہ جاتی ہے اور شاید عمر رضؓ نے اس کو خاص کیا ہو اُس مقدار کے ساتھ جو عادۃً حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ حقیقتِ عرفیہ کے مرتبہ میں ہے، واللہ اعلم۔ محمد ابن الحسن ابوحنیفہ رحؒ سے وہ عبداللہ بن داؤد سے وہ منذر بن ابی حمصہ سے کہا کہ ان کو عمر رضؓ نے ایک لشکر کی طرف مصر میں بھیجا۔ ان کو غنیمتیں دستیاب ہوئیں تو انھوں نے سوار کو دو حصّے اور پیدل کو ایک حصہ تقسیم کیا۔ اور اس تقسیم پر عمر رضؓ راضی ہوئے۔ کہا محمد رحؒ نے یہ قول ہے ابوحنیفہ رحؒ کا اور ہم نے اس کو نہیں لیا اور ہم یہ رائے رکھتے تھے کہ سوار کے لئے تین حصّے ہیں ایک حصہ سوار کا اور دو حصّے اُس کے گھوڑے کے۔ اور روایت کیا ابویوسف نے ابوحنیفہ رحؒ سے اسی طور پر۔ پھر کہا کہ ابوحنیفہ رحؒ اس حدیث کو لیا کرتے تھے اور گھوڑے کے لئے ایک حصہ اور سوار کے لئے ایک حصہ لگایا کرتے تھے اور جو آثار میں سے احادیث میں آیا ہے کہ گھوڑے کے لئے دو حصّے اور آدمی کے لئے ایک حصہ وہ اس سے زیادہ ہے اور زیادہ مضبوط ہے اور عمل عامّہ اسی پر ہے۔ کہا ابویوسف رحؒ نے کہ محمد بن السائب کلبی نے مجھ سے حدیث بیان کی ابوصالح کی روایت ہے وہ ابن عباس رضؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خمس کے پانچ سہام کئے جاتے تھے اللہ اور رسول صلعم کا ایک حصہ اور ذوی القربٰے کا ایک حصہ اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے تین حصّے۔ پھر خمس کو ابوبکر صدیق رضؓ اور عمر الفاروق رضؓ اور عثمان رضؓ ذی النّورین رضی اللہ عنہم نے تین سہام پر تقسیم کیا اور حصہ رسول صلعم کا اور حصہ ذوی القربٰے کا ساقط کردیا گیا اور اس کو باقی تینوں پر تقسیم کیا گیا پھر اس کو علی رضؓ بن ابی طالب نے اسی طرح تقسیم کیا

علی ماقسمہٗ علیہ ابو بکر و عمر و عثمانُ و قد
روی لنا عن عبداللہ بن العباس انہٗ
قالَ عرضَ علینا عمر بن الخطاب ان
یُزوِّجَ من الخُمس اَیِّمنَا و یقضے منہ
عن مغرمنا فابینا الاَّ ان یُسلِّمہٗ لنا
وابَیٰ ذٰلک علینا ابو یوسف اخبرنے
محمد بن اسحاق عن ابے جعفر قلتُ لہٗ
ماکان رایَ علیؓ فے الخُمس قالَ
کان رأیہٗ فیہ رأی اہل بیتہ ولکنہ
کرہَ ان یخالف ابابکر و عمر ابو یوسف
حدثنے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابے لیلےٰ
عن ابیہ قال سمعتُ علیًّا یقولُ قلتُ
یارسولَ اللہ اِن رأیتَ ان تُولِّینے
حقّنا مِن الخُمس فاَقسِمہ حیاتک
کے لایُنازعنا احدٌ بعدک فافعلْ
ففعلَ قال فوَلّانیہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم فقسمتُہ
حیوٰتہ ثم ولانیہ عمر فقسمتہ
حتے اذا کانت آخر سنۃ عمر بن الخطاب
فاتاہ مال کثیر فعزَلَ حقّنا ثم ارسلَ
الیَّ فقال خُذہ فاقسِمہ فقلتُ یا امیر
المؤمنین بنا عنہ العامَ غنیً
و بالمسلمین الیہ حاجۃٌ فرَدَّہٗ
علیھم تلک السنۃ ولم یدعُنا
الیہ احدٌ بعدہٗ

جس طرح ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ نے کیا تھا۔ اور ہم سے
روایت کیا گیا عبداللہ بن عباسؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ ہمارے
سامنے عمرؓ بن الخطاب نے یہ تجویز رکھی کہ وہ خمس میں سے
ہماری بے شوہر کی عورتوں کے نکاح کرائیں اور اس سے ہمارے
قرضوں کو ادا کریں تو ہم نے اس سے انکار کیا بجز اس صورت
کے کہ وہ اس کام کو ہمارے سپرد کریں اور اس کا انھوں نے ہم
سے انکار کر دیا۔ ابو یوسفؒ مجھ کو خبر دی محمد بن اسحٰقؒ نے وہ
روایت کرتے ہیں ابو جعفرؒ سے کہ میں نے ان سے کہا کہ خمس کے
بارے میں علیؓ کی رائے کیا تھی؟ انھوں نے کہا کہ اس بارے
میں ان کی رائے وہی تھی جو ان کے اہل بیت کی تھی لیکن انھوں
نے اس بات کو مکروہ سمجھا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی مخالفت کریں۔
ابو یوسفؒ مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلےٰ
نے اپنے باپ سے کہا کہ میں نے سنا علیؓ سے کہ کہتے تھے کہ میں نے
کہا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ کی رائے ہو کہ آپ ہمارے خمس کے
حق پر مجھے متولی بنا دیں کہ میں آپؐ کی حیات میں اس کو تقسیم
کرتا رہوں تاکہ آپؐ کے بعد کوئی ہم سے جھگڑا نہ کرے، تو بنا دیجئے
تو آپؐ نے ایسا کیا۔ کہا کہ پھر مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے اس پر متولی بنایا اور میں آپؐ کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر
مجھ ہی کو متولی بنایا عمرؓ نے تو میں اس کو ان کی زندگی میں تقسیم
کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب عمرؓ بن الخطاب کا آخری سال آیا تو
ان کے پاس بہت مال آیا تو انھوں نے ہمارا حق نکالا پھر
بلوایا اور کہا کہ اس کو لے لو اور تقسیم کرو تو میں نے کہا کہ اے
امیر المؤمنینؓ ہم کو اس سال اس کی ضرورت نہیں اور
مسلمانوں کو اس کی حاجت ہے۔ تو انھوں نے اس کو عام مسلمانوں
پر اس سال تقسیم کر دیا۔ اور عمرؓ بن الخطاب کے بعد کسی نے

عمر بن الخطّاب حتّٰی قمتُ مقامی ہٰذا فلقینی العباسُ بن عبد المطّلب بعدَ خروجی من عند عمر بن الخطّاب فقالَ یا علیُّ لقد حرّمتنا الغداۃَ شیئاً لایُرَدُّ علینا ابداً الیٰ یوم القیٰمۃ ابو یوسف حدّثنی محمّد بن اسحٰق عن الزہری انّ نجدۃ کتبَ الیٰ ابن عباس یسألہ عن سہم ذوی القربیٰ لمنْ ہو فکتبَ الیہ ابن عباس کتبتَ الیَّ تسألنی عن سہم ذوی القربیٰ لمن ہو و ہو لنا وان عمر ابن الخطاب دعانا الیٰ اَن ینکحَ منہ اَیّمنا و یقضی منہ عن غریمنا و یُخدم منہ عائلنا (عیالدار ہمارا) فاَبینا اِلاّ ان یُسلّمہ (خادم دیدے) لنا (اللہ) فابٰی ذٰلک علینا ابو یوسف حدثنی عطاء بن السائب انّ عمر بن عبد العزیز بعث بسہم الرسول و سہم ذوی القربیٰ الیٰ بنی ہاشم قال ابو یوسف کانَ ابو حنیفۃ و اکثر فقہائنا یرَوْنَ ان یَقسمہ الخلیفۃُ علیٰ ما قسّمہ ابو بکر و عمر و عثمان و علیٌّ رضی اللہ تعالیٰ عنہم الشافعی قال بعض الناس لیس لذوی القربیٰ من الخمس شیئٌ قال ابن عُیینۃ رُوی انّ محمّد بن اسحٰق قالَ سألتُ اباجعفر محمد بن علیٍّ ما صنع علیٌّ فی الخمس فقالَ سلک بہ طریقَ ابی بکر و عمر و کان یکرہ ان یوخذ

ہم کو اس کام کے لئے نہیں بلایا یہاں تک کہ میں جب کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس سے نکل کر آیا اور اسی مقام پر کھڑا تھا کہ مجھ سے عباسؓ ابن عبد المطّلب ملے اور کہا کہ اے علیؓ! تو نے ہمیں ایسی چیز سے محروم کر دیا ہے جو اب کبھی قیامت تک ہمارے پاس لوٹ کر نہ آئے گی۔ ابو یوسفؒ، مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن اسحٰق نے زہریؒ سے کہ نجدہ نے خط لکھا ابن عباسؓ کو جس میں ذوی القربیٰ کے حصہ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کس کا ہے تو ان کو ابن عباسؓ نے لکھا کہ تم نے مجھے لکھا آپ مجھ سے ذوی القربیٰ کے حصہ کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کس کا ہے۔ اور وہ ہمارا ہے حال یہ ہے کہ عمرؓ بن الخطّاب نے ہم کو اس طرف دعوت دی تھی کہ وہ اس سے ہماری بے شوہر عورتوں کے نکاح کریں اور ہمارے قرضداروں کا قرض ادا کریں اور جو ہم میں عیالدار ہیں اس سے ان کو خادم عطا کریں تو ہم نے انکار کر دیا بجز اس صورت کے کہ وہ اس مال کو ہمارے سپرد کر دیں تو اس سے انھوں نے انکار کر دیا۔ ابو یوسفؒ! مجھ سے حدیث بیان کی عطاء ابن السائب نے کہ عمر بن عبد العزیزؒ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حصّہ اور ذوی القربیٰ کا حصّہ بنی ہاشم کو بھیجا۔ کہا ابو یوسفؒ نے کہ ابو حنیفہؒ اور ہمارے اکثر فقہاءؒ یہ رائے رکھتے تھے کہ اس کو خلیفہ اسی طور پر تقسیم کرے جس طرح اس کو ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تقسیم کیا تھا۔ شافعیؒ، بعض لوگوں نے کہا کہ ذوی القربیٰ کا خمس میں کوئی حق نہیں۔ ابن عُیینہؒ نے کہا روایت کیا گیا کہ محمد بن اسحٰق نے کہا کہ مَیں نے ابو جعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ علیؓ نے خمس میں کیا کیا تھا تو اُنھوں نے کہا کہ وہ خمس میں ابو بکرؓ و عمرؓ کے طریقہ پر چلے تھے اور وہ اس سے کراہت کرتے تھے کہ ان پر ان دونوں کے

علیہ خلافہما قلت یرید القائل انہ کالاجماع علی سقوط سہمہم ثم رد الشافعی علیہ بکلام بسوط وکان مما قال فقیل لہ ہل علمت ان ابابکر قسم علی الحر والعبد وسوی بین الناس وقسم عمر فلم یجعل للعبد شیئًا وفضل بعض الناس علی بعض وقسم علی فلم یجعل للعبد شیئًا وسوی بین الناس قال نعم قلت افتعلم خالفہما قال نعم قلت اوتعلم ان عمر قال لاتباع امہات الاولاد وخالفہ علی قال نعم قلت اوتعلم علیًا خالف ابابکر فی الجد قال نعم ثم قال الشافعی اخبرنا عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان حسنًا وحسینًا وابن عباس وعبد اللہ بن جعفر سألوا علیًا نصیبہم من الخمس فقال ہو لکم حق ولٰکنی محارب معاویۃ فان شئتم ترکتم حقکم فیہ قال فی الجدید فاخبرت بہٰذا الحدیث عبد العزیز بن محمد فقال صدق ہٰکذا کان جعفر یحدثہ افما حدثکہ عن ابیہ عن جدہ

خلاف عمل کرنے پر گرفت کیا تے۔ میں کہتا ہوں کہ قائل کی مراد یہ ہے کہ ان کے حصّوں کا سقوط گویا اجماع کے مرتبہ میں آگیا۔ پھر شافعیؒ نے اس پر مبسوط کلام کرتے ہوتے رد کیا ہے اور اس میں سے انھوں نے ایک بات یہ فرمائی کہ پھر اس (قائل سے کہا گیا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ ابوبکرؓ نے آزادوں اور غلاموں پر سب پر تقسیم کیا اور سب لوگوں کو برابر برابر دیا تھا اور عمرؓ نے اس طرح تقسیم کیا کہ غلام کا کوئی حصّہ نہیں رکھا اور بعض لوگوں کو بعض سے زیادہ دیا اور علیؓ نے تقسیم کیا تو اُنھوں نے غلام کا کوئی حصّہ نہیں لگایا اور سب لوگوں کو برابر برابر دیا۔ اُس نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ پھر تم جانتے ہو کہ انھوں نے دونوں کے خلاف کیا تھا۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ عمرؓ نے کہا تھا کہ جو اُمّ ولد ہیں وہ نہ فروخت کی جائیں اور علیؓ نے اس کے خلاف کیا۔ اُس نے کہا کہ ہاں۔ مَیں نے کہا کہ کیا تم جانتے علیؓ کو کہ اُنھوں نے ابوبکرؓ کے خلاف کیا جدّ کے بارے میں تو کہا کہ ہاں۔ (تو یہ بات کیسے قرینِ قیاس مانی جائے کہ علیؓ نے خمس کی تقسیم ابوبکر و عمر کے طریقہ پر بکراہت کی تھی جبکہ بہت سی باتوں میں ان کا عمل شیخینؓ کے خلاف ثابت ہے) پھر کہا شافعیؒ نے کہ ہم کو خبر ملی جعفر بن محمدؒ سے ان کو اپنے باپ سے کہ حسنؓ اور حسینؓ اور ابن عباسؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ نے خمس میں سے اپنے حصّوں کا سوال علیؓ سے کیا تو اُنھوں نے کہا کہ وہ تمھارا حق ہے لیکن مَیں معاویہؓ سے لڑ رہا ہوں تو اگر تم چاہو تو اس (ضرورت کے موقع) میں اپنے حق کو ترک کر دو۔ کہا (شافعیؒ نے) جدید میں کہ پھر مَیں نے اس حدیث کی خبر دی عبدالعزیز بن محمدؒ کو تو اُنھوں نے کہا کہ سچ کہا جعفرؒ اسی طرح اس کو بیان کیا کرتے تھے تو کیا آپ سے اُنھوں نے یہ حدیث اپنے باپ اور دادا کی روایت سے بیان نہیں کی۔

قلتُ لا قال ما اُخبِرُہ الّا عن جدّہ
قال الشافعی اَ جعفرٌ اعرفُ و اوثق
بحدیث ابیہ او ابن اسحٰق قالَ
بل جعفر ثم قال الشافعی انا ابراہیم
ابن محمد عن مطر الوراق و رجل لم یُسَمِّہ
کلاہما عن الحکم بن عتیبۃ عن
عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ قال لقیتُ
علیًّا عند اَحجار الزیت فقلتُ بِاَبی
اَنت واُمّی ما فعل ابوبکر فی حقّکم
اہلِ البیت من الخُمس فقالَ علیٌّ اما
ابوبکر رحمہ اللہ فلم یکن فی زمانہ اخماسٌ
و ماکان فقد اَوْفَانَاہ و اما عمر فلم یزل
یُعطینا حتّٰی جاءَہ مال السوس والاہواز
و قال الاہواز او مال الفارس انا
اشکُّ فقال فی حدیث مطر او فی
حدیث الآخر فقالَ فی المسلمین
خلّۃٌ حاجۃٌ فان احببتم ترکتم حقّکم فجعلناہ
فی خلّۃِ المسلمین حتّٰی یاتینا مالٌ
فاُوفیکم حقکم منہ فقال العباس
لا تُطمعہ فی حقّنا فقلتُ لہٗ یا اباالفضل
اَلَسْنا احقَّ مَن اَجابَ امیرَالمؤمنین
و رَفعَ خلّۃَ المسلمین فتوفّی عمر
قبلَ ان یاتیَہ مالٌ فیقضیناہ
و قال الحکم فی حدیث
مطر او الآخر

میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ میں نہیں گمان کرتا اس کو مگر
ان کے دادا سے۔ کہا شافعیؒ نے کہ جعفر اپنے باپ کی حدیث کے
زیادہ پہچاننے والے اور زیادہ پختہ کار ہیں یا ابن اسحٰق، انھوں
نے کہا کہ جعفر۔ پھر شافعیؒ نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابراہیم بن
محمدؒ نے مطرالوراق اور ایک اور شخص سے جس کا نام نہیں لیا۔
دونوں نے روایت کیا حکم بن عتیبہ سے انہوں نے عبدالرحمٰن
ابن ابی لیلیٰ سے انہوں نے کہا کہ میں نے ملاقات کی علیؓ
سے احجار الزیت کے نزدیک تو میں نے کہا کہ میرے ماں باپ
آپ پر قربان ہوں، آپ سے اہلِ بیت کے حق میں جو خمس میں
ہے ابوبکرؓ نے کیا معاملہ کیا تھا۔ تو علیؓ نے کہا، ابوبکر رحمہ اللہ
کے بارے میں تو یہ بات ہے کہ ان کے زمانہ میں اخماس تھے ہی
نہیں اور جو کچھ تھا (یعنی جو اُن کے زمانہ میں مال آیا تھا) اُنھوں نے
اُس کو ہم کو پورا ادا کیا۔ رہے عمرؓ تو وہ ہمیشہ ہم کو دیتے رہے یہاں
تک کہ اُن کے پاس سوس اور اہواز کا مال آیا، یا کہا اہواز کا
یا فارس کا مال آیا مجھے شک ہے، پھر کہا حدیث مطر میں
ہے یا دوسری حدیث میں، بہرحال عمرؓ نے کہا بہت سے مسلمان
حاجتمند ہیں اگر تم بخوشی اپنے حق کو چھوڑ دو تو ہم اس کو مسلمانو
کی حاجت میں صرف کر دیں یہاں تک کہ ہمارے پاس اور مال
آجاتے اور میں اس میں سے تمہارے حق کو پورا کر دوں۔ اس پر
عباسؓ نے (مجھ سے) کہا تم اُن کو ہمارے حق میں طمع نہ دلاؤ۔
میں نے اُن سے کہا اے ابوالفضل (یہ عباسؓ کی کنیت ہے)
کیا امیرالمؤمنینؓ کی بات کو ماننے اور مسلمانوں کی حاجت روائی
کرنے کا سب سے زیادہ حق ہم پر نہیں ہے۔ اس کے بعد قبل اس
کے کہ عمرؓ کے پاس مال آتے اور وہ ہم کو وہ حق پورا ادا کریں اُنکی
وفات ہو گئی۔ اور حکم نے مطر کی حدیث میں کہا یا دوسرے شخص نے

ان عمر قال لكم حق و لا يبلغ علمي اذا كثر
ان يكون لكم كله فان شئتم اعطيتكم منه
بقدر ما ارى لكم فابيناه عليه الا كله فابى
ان يعطينا كله. البيهقي عن ابن عباس
ان نجدة الحروري كتب اليه في سهم ذوي
القربى نحوًا مما ذكر ابو يوسف ثم قال
الشافعي قال يعني ذلك القائل فكيف
يقسم سهم ذوي القربى وليست الرواية
فيه عن ابي بكر و عمر متواطية قلت
هذا قول من لا علم له ثبت في هذا
الحديث عن ابي بكر انه اعطاهموه و عمر
حتى كثر المال ثم اختلف عنه في الكثرة
ارأيت مذهب اهل العلم في القديم
و الحديث اذا كان الشيء منصوصًا في
كتاب الله مبينًا على لسان رسول صلى
الله عليه وسلم او بفعله اليس يستغني
عن ان يسئل عما بعده اليس تعلم
ان فرض الله على اهل العلم اتباعه
قال بلى قلت فتجد سهم ذوي القربى
مفروضًا في آيتين من كتاب الله
مبينًا على لسان رسول
الله صلى الله عليه وسلم وبفعله
باثبت ما يكون من اخبار الناس من
وجهين احدهما ثقة المخبرين عنه
و اتصال خبرهم

کہ عمرؓ نے کہا کہ تمہارا حق ہے اور میرا علم اس حد پر نہیں پہنچتا کہ اگر
مال کثیر ہو جائے تو وہ سب تمہارے لئے ہو جائے تو اگر تم چاہو تو
میں اس میں سے جتنا تمہارے لئے مناسب سمجھوں تم کو دیدوں
تو ہم نے ان سے کُل مال سے کم لینے سے انکار کر دیا تو انھوں نے کُل
مال دینے ... سے انکار کر دیا۔ بیہقیؒ ابن عباسؓ سے کہ نجدۃ الحروری
نے ان کو لکھا ذوی القربیٰ کے حصّوں کے بارے میں۔ اُسی طور
پر جس کا ذکر ابو یوسفؒ نے کیا ہے۔ پھر کہا شافعیؒ نے کہ کہا
یعنی اُس کہنے والے نے تو کیونکر ذوی القربیٰ کا حصّہ تقسیم کیا
جائے گا حالانکہ اس میں کوئی روایت ابوبکرؓ و عمرؓ سے ایسی نہیں
جو باہم موافقت رکھتی ہو، مَیں نے کہا کہ یہ قول اُس کا ہے
جس کو علم نہیں۔ اس حدیث میں ابوبکرؓ سے ثابت ہے کہ انہوں
نے ان کو خمس عطا کیا اور عمرؓ نے بھی یہاں تک کہ مال کی
کثرت ہوئی پھر کثرتِ مال کے بعد اُن سے اختلاف کیا گیا۔ کیا
تم جانتے ہو اہلِ علم کے مذہب کو قدیم زمانہ کے اور بعد کے زمانہ
کے کہ جب کوئی شے منصوص ہوتی ہے کتاب اللہ میں اور ر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان یا آپؐ کے فعل سے صاف
واضح شدہ بھی ہو کیا وہ اس سے مستغنی نہیں کہ اس کے بعد اس
کے بارے میں کوئی سوال کیا جائے۔ کیا تم اس بات کو نہیں جانتے
کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم پر اُن کا اتباع فرض کیا ہے؟ اُس نے کہا
کیوں نہیں۔ میں نے کہا کہ پھر تم کتاب اللہ کی دو آیتوں میں
پاتے ہو کہ ذوی القربیٰ کے حصّے فرض کئے گئے ہیں اور خوب
واضح شدہ ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان اور آپؐ
کے فعل سے جس کے بارے میں لوگوں کی ایسی خبریں موجود ہیں
جن کے ثبوت کی پختگی کی دو وجہیں موجود ہیں۔ ایک اُن میں سے
آپؐ سے خبر دینے والوں کا ثقہ ہونا اور ان کی خبروں کا متصل ہونا

وانهم كلهم اهل قرابة لرسول الله صلى
الله عليه وسلم الزهري من اخواله وابن
المسيب من اخوال ابيه وجبير بن مطعم
ابن عمه وكلهم قريب منه في جذم النسب
وهم يخبرونك مع قرابتهم وشرفهم انهم
مخرجون منه وان غيرهم مخصوص به و
يخبرك انه طلبه هو وعثمان فمتى تجد سنة
اثبت لفرض الكتاب وصحة المخبرين
من هذه السنة التي لم يعارضها من
رسول الله صلى الله عليه وسلم معارض
بخلافها قلت هذا كلام الفريقين فتأمل
فيه جداً والاوجه عندي ان عمر
ابن الخطاب كان يرى سهم ذوي
القربى ثابتاً ماضياً بعد رسول الله
صلى الله عليه وسلم ولم يكن يرى
ان لهم خمس الخمس كاملاً بل كان يرى
ذلك الى الامام يعطيهم باجتهاده
كما روى ابو يوسف والبيهقي وغيرهما
عن ابن عباس وليس للشافعي
حديث صريح يدل على ان النبي
صلى الله عليه وسلم و
خلفاءه كانوا يعطون ذوي القربى
خمس الخمس لا ينقصون منه
ولا لابي يوسف نص صريح
صحيح ان ابا بكر وعمر

اور (دوسری وجہ) یہ ہے کہ وہ سب کے سب رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے اہلِ قرابت ہیں۔ زُہری آپؐ کے اخوال میں
سے (یعنی ماموں کی اولاد) اور ابن المسیب آپؐ کے باپ کے
اخوال میں سے اور جُبیر بن مُطعم آپؐ کے ابنِ عم اور سب کے سب
آپؐ سے قریب ہیں اصلِ نسب میں اور وہ تم کو خبر دے رہے
ہیں اپنی قرابت اور شرافت کے ساتھ کہ ان کو اس (دیئے
جانے والوں کے زمرے) سے نکال دیا گیا اور دوسرے
لوگوں کو اس سے مخصوص کر دیا گیا اور وہ تم کو یہ بھی خبر
دیتے ہیں کہ انھوں نے بھی اُن کو بُلایا اور عثمانؓ نے بھی۔
پھر تم کب ایسی سنت پاؤ گے جو کتاب سے فرضیت کے ثبوت
میں اور صحتِ مخبرین کے اعتبار سے اس سُنّت سے زیادہ پختگی
رکھنے والی ہو، جس کے خلاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے کوئی معارض (قول یا فعل) ثابت نہیں ہے۔ میں کہتا
ہوں کہ یہ ہے فریقین کا کلام اس میں بخوبی غور کر لینا چاہیئے۔ اور
میرے نزدیک مناسب توجیہ یہ ہے کہ عمرؓ بن الخطاب یہ رائے
رکھتے تھے کہ ذوی القربیٰ کا حصّہ ثابت ہے جاری رہنے والا
ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اور یہ رائے نہیں رکھتے
تھے کہ ان کا حصّہ خُمس کا پُورا پانچواں حصّہ ہے، بلکہ اس کو
امام کی رائے پر موقوف سمجھتے تھے جو اُن کو اپنے اجتہاد سے
عطا کرے۔ جیساکہ ابو یوسفؒ اور بیہقیؒ وغیرہما نے ابنِ عباسؓ
سے روایت کیا۔ اور شافعیؒ کے پاس کوئی ایسی حدیث صریح
نہیں ہے جو اس پر دلالت کرتی ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
اور خُلفاء۔ ذوی القربیٰ کو خُمس کا پورا پانچواں حصہ دیا کرتے
تھے، اس میں کچھ کمی نہ کرتے تھے۔ اور نہ ابو یوسفؒ
کے پاس کوئی نص صریح موجود ہے کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ نے

أَسْقَطا سهم ذوي القربىٰ بالكلية
و الكلبي ضعيفٌ عند اهل الحديث
لا شكَّ في ذلك و وجه التطبيق بين
الروايتَينِ المختلفتينِ في العِلّة التي
عَرَضها عمر على عليٍّ في ترك
سهمهم انّ الأمرين صحيحٌ حطُّ نصيبهم
مما كانوا يزعمون انّه حقّهم و حثّهم على
بذلِ مالهم من الحقّ عندهٗ الى
الفقراء في أيّام الحاجة ابويوسف
رحمہ الله حدّثني بعض مشيختنا عن
يزيد بن ابي حبيب ان عمر رضي
الله عنه كتب الى سعد حين افتتح
العراق امّا بعد فقد بلغني كتابك تذكر
انّ الناس سألوك ان تقسّم بينهم
مغانمهم و ممّا أفاء الله عليهم
فاذا أتاك كتابي هذا فانظر ما أجلب
الناس به عليك الى العسكر من كراعٍ
او مالٍ فاقسمه بين من حضر من المسلمين
و اترك الأرضين و الأنهار لعمّالها
ليكون ذلك من أعطيات المسلمين
فانك ان قسمتها بين من حضر
لم يكن لمن بعدهم شيئ و قد كنت
امرتك ان تدعو من لقيت الى
الاسلام فمن اسلم و استجاب لك
قبل القتال فهو رجلٌ من المسلمين له

ذوی القربیٰ کے حصہ کو بالکلیہ ساقط کر دیا تھا اور کلبی اہلِ
حدیث کے نزدیک ضعیف ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ اور
دونوں مختلف روایتوں کے درمیان وجہ تطبیق اس علت میں نظر
کرنے سے واضح ہوتی ہے جس کو عمرؓ نے علیؓ کے سامنے پیش
کی ان کے حصہ کے ترک کے بارے میں کہ دونوں امر صحیح ہیں
اُن کے حصہ میں سے کمی کرنا بھی جس کے بارے میں ان کا دعویٰ
یہ تھا کہ وہ ان کا حق ہے اور اُن کا اپنے مال کو فقراء پر ایام
حاجت میں خرچ کرنے پر برانگیختہ کرنا بھی جو اُن کے نزدیک
حق میں سے تھا (جس کا اعتراف حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ
سے کیا تھا)۔ ابویوسف رحمہ اللہ، مجھ سے حدیث بیان کی میرے
ایک شیخ نے یزید بن ابی حبیب سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے
سعدؓ کو خط لکھا جب انھوں نے عراق کو فتح کیا امّا بعد
میرے پاس تمھارا خط پہنچا جس میں تم ذکر کرتے ہو کہ لوگوں
نے تم سے درخواست کی کہ تم ان پر ان کے اموالِ غنیمت کو
تقسیم کرو اور جو کچھ اُن کو اللہ نے بغیر جنگ کے دیا ہے۔ تو
جب تمھارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو ان چیزوں پر نظر کرو جو
لوگ تمھارے پاس لشکر کی طرف گھوڑے یا اور مال لے کر آتے
ہیں تو اُس کو مسلمانوں کے سامنے جو تمھارے پاس حاضر ہوں
تقسیم کرو اور زمینوں اور نہروں کو اُن کے عمّال کے پاس
چھوڑ دو تاکہ یہ چیزیں مسلمانوں کو عطیات کے لئے باقی رہیں
کیونکہ تم نے اگر اُن کو بھی حاضرین پر تقسیم کر دیا تو بعد والوں
کے لئے کوئی شے باقی نہ رہے گی اور میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ
تم جس کا سامنا کرو اس کو اسلام کی دعوت دو تو جو شخص
مسلمان ہو جائے اور تمھاری دعوت قبول کر لے قتال سے پہلے
تو وہ مسلمانوں میں کا ایک شخص ہے اُس کا حق وہی ہے جو دوسرے

مالہم وعلیہ ما علیہم ولہ سہم في الاسلام
ومن اجاب بعد القتال وبعد الہزیمۃ
فہو رجل من المسلمین ومالہ لاہل الاسلام
لانہم قد احرزوہ قبل اسلامہ
فہذا امری وعہدی الیک ابو یوسف
حدثنی غیر واحد من علماء اہل المدینۃ
قالوا لما قدم علی عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ جیش العراق من قبل
سعد بن ابی وقاص شاور اصحاب
محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی تدوین
الدواوین وقد کان اتبع رأی
ابی بکر رضی اللہ عنہ فی التسویۃ
بین الناس فلما جاء فتح العراق
شاور الناس فی التفضیل
ورأی انہ الرأی فاشار علیہ
بذلک من رآہ وشاورہم فی قسمۃ
الارضین التی افاء اللہ علی
المسلمین من ارض العراق والشام
فتکلم قوم فیہا وارادوا ان یقسم لہم
حقوقہم وما فتحوا فقال عمر
رضی اللہ عنہ فکیف بمن
یاتی من المسلمین فیجدون
الارض بعلوجہا قد قسمت
وورثت عن الآباء وحیزت
ما ہذا

مسلمانوں کا ہے اور اس کے اوپر وہی حق ہے جو عام مسلمانوں پر
ہے اور اسلام میں اس کا حصہ بھی لگے گا اور جو شخص بعد قتال
اور بعد ہزیمت کے دعوت قبول کرلے تو وہ (بھی اب) مسلمانو
میں کا ایک شخص ہے اور اس کا مال اہلِ اسلام کا ہے (اُس کی
واپسی نہ ہوگی) کیونکہ مسلمانوں نے اُس پر قبضہ کیا اُس کے اسلام
لانے سے پہلے۔ تو یہ میرا حکم ہے اور میری طرف سے تم پر ذمہ داری
ہے۔ ابو یوسفؒ، ایک سے زیادہ عُلماءِ اہلِ مدینہ نے مجھ سے روایت
کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ جب سعدؓ بن ابی وقاص کے پاس سے
عراق کا لشکر عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا تو اُنھوں نے اصحابِ
محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے رجسٹروں کے مُرتب کرنے کے بارے
میں مشورہ کیا اور (پہلے آپ) سب لوگوں کو مساوی رکھنے
میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کا اتباع کرچکے تھے۔ پھر جب
عراق سے فتوحات آئیں تو لوگوں سے بعض کو فضیلت دینے
کے بارے میں مشورہ کیا اور آپ نے دیکھا کہ عام رائے یہی ہے جس
سے آپ نے رائے لی اُس نے اسی طرف اشارہ کیا اور آپ نے
سرزمین عراق وشام کی زمینوں کی تقسیم کے بارے میں اُن سے
مشورہ کیا جن زمینوں کو اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو عطا فرمادیا
تھا تو ایک قوم نے اس کے بارے میں گفتگو کی اور اُنھوں
نے یہ تجویز کیا کہ ان (مجاہدین) کے حقوق اور اُن کے فتح کرنے کا
لحاظ کرتے ہوئے اُن کو بھی ان پر تقسیم کردیا جاتے تو عمر رضی
اللہ عنہ نے کہا اس صورت میں ہم اُن مسلمانوں کے ساتھ کیا
کریں گے جو (آئندہ) آئیں گے اور تمام سرزمین کو اس حال میں
پائیں گے کہ وہ اُن رگبروں سمیت (جو اس زمین میں ممتاز مقام
رکھتے تھے) تقسیم ہوچکی اور آبائی ترکہ کی طرح وہ اُن کے وارث
قرار دیئے جاچکے اور وہ ان پر ذی اختیار بنائے جاچکے۔ میری یہ رائے

برأیے فقال لہٗ عبدالرحمٰن بن عوف فما الرأی ما الارضُ والعلوج الّا ممّا افاءَ اللّٰہُ علیہم فقال عمر ماہو الّا کما تقولُ و لستُ أُرے ذٰلک واللّٰہِ لایُفتح بعدی بلدٌ فیکون فیہ کبیرُ نَیلٍ بل عسےٰ ان یکون کلاًّ علے المسلمین فاذا قُسمت ارضُ العراق بعلوجہا و ارضُ الشام بعلوجہا فمایُسَدُّ بہ الثغورُ و مایکونُ للذریۃ و الأرامل بہٰذا البلَد و بغیرہ وانّ اہلَ الشام و العِراق اکثروا علےٰ عمر و قالوا لاتقف ما أفاءَ اللّٰہُ علینا بأسیافنا علےٰ قومٍ لم یحضروا ولم یشہدوا و لِأبناء قوم و لِأبناۂم لم یحضروا فکان عُمر رضی اللّٰہ عنہ لایزیدُ علےٰ ان یقولَ ہٰذا رأیے قالوا فاستشِر فاستشارَ المہاجرینَ الاوّلین فاختلفوا فاما عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللّٰہ عنہ فکانَ رأیُہ ان یقسم لہم حقوقہم و رأیَ عثمانَ و علیٌّ و طلحۃ رأیے عُمر رضی اللّٰہ عنہم اجمعین فارسلَ الی عشرۃٍ من الانصار خمسۃٍ من الاوس و خمسۃٍ من الخزرج

نہیں ہے۔ تو اُن سے عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف نے کہا پھر کیا رائے ہے زمین اور وہاں کے سُکّان تو "مما افاءَ اللّٰہ علیہم" (یعنی جو کچھ اللہ نے اُن کو غنیمت میں دیا) میں داخل ہیں۔ تو عمر رضؓ نے کہا کہ وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم کہتے ہو اور میں یہ رائے (کہ زمینوں کو زمینداروں سمیت تقسیم کر دیا جاتے اس لئے) مناسب نہیں سمجھتا کہ واللہ میرے بعد کوئی ایسا ملک فتح نہ ہوگا جس میں کوئی بڑی آمدنی ہو بلکہ قیاس یہ ہے کہ وہ ایک بوجھ ہوگا مسلمانوں پر تو جب عراق تقسیم کر دیا گیا مع اُس کے زمینداروں کے اور سرزمین شام بھی تقسیم کر دی گئی زمینداروں سمیت تو تم کس (خزانہ) سے سرحدوں کو مضبوط کرو گے اور کہاں سے امداد دے سکو گے اس شہر اور دوسرے مقام کے بچّوں اور بیکس عورتوں کو۔ اور حال یہ پیش آیا کہ اہلِ شام و عراق نے (یعنی ان مجاہدین نے جو وہاں سے آتے تھے) عمر رضؓ کے ساتھ بہت کہا سُنی شروع کر دی اور کہنے لگے کہ جو اللہ تعالےٰ نے ہماری تلواروں کے ذریعہ سے ہم کو غنیمت میں دیا ہے اُس کو آپ اُن لوگوں پر وقف نہ کیجئے جو موجود نہیں ہیں اور نہ وہ میدان میں نکلے اور اس قوم کی اولاد پر وقف نہ کیجئے اور نہ اُن کی اولاد پر وقف کریں جو موجود بھی نہیں ہیں مگر عمر رضی اللہ عنہ اسی قول پر جمے رہے کہ میری رائے تو وہی ہے۔ اُن لوگوں نے کہا تو (مُسلمانوں سے) مشورہ کر لیجئے۔ اس پر آپ نے مہاجرینِ اوّلین سے مشورہ کیا تو وہ مختلف الرائے ہو گئے۔ عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف کی رائے یہ تھی کہ یہ ان کے حصّے اُن پر تقسیم کر دیئے جائیں اور عثمان رضؓ اور علی رضؓ اور طلحہ رضؓ کی رائے وہی تھی جو عمر رضؓ کی رائے تھی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اس کے بعد عمر رضؓ نے انصار میں سے دس آدمیوں کو بُلایا، پانچ قبیلۂ اَوس کے اور پانچ قبیلۂ خزرج کے

من كبرآئهم و اشرافهم فلما اجتمعوا
حمد الله و اثنى عليه بما هو اهله
و مستحقه ثم قال انى لم ازعجكم
الا لان تشتركوا فى امانتى فيما
حملت من اموركم فانى واحد
كاحدكم و انتم اليوم تقرون بالحق
خالفنى من خالفنى و وافقنى من
وافقنى و لست اريد ان تتبعوا الذى
هو هواى معكم من الله كتاب
ينطق بالحق فوالله لئن كنت نطقت
بأمر اريده ما اردت به الا الحق
قالوا قد نسمع يا امير المؤمنين
و قال قد سمعتم كلام هؤلاء
القوم الذين زعموا انى اظلمهم
حقوقهم و انى اعوذ بالله ان اركب
ظلما لئن كنت ظلمتهم شيئا هو
لهم و اعطيته غيرهم لقد شقيت
و لكن رأيت انه لم يبق شئ
يفتح بعد ارض كسرى و قد
غنمنا الله اموالهم وارضهم و
علوجهم فقسمت ما غنموا من مال
اورثته بين اهله و اخرجت
الخمس فوجهته على وجهه
و انا فى توجيهه و
رأيت

جو انصار کے بڑے اور اشراف میں سے تھے جب یہ سب لوگ
جمع ہو گئے تو آپ نے اللہ کی حمد کی اور اس کی ثنا پڑھی جس کا وہ
اہل و مستحق ہے۔ پھر کہا کہ میں نے آپ صاحبان کو صرف اس لئے
تکلیف دی ہے کہ مجھ پر آپ کے امور کے بارے میں جو ایک امانت کا
بوجھ ہے اُس کے تحمل میں آپ میرے ساتھ شریک ہوں اور یہ حقیقت
ہے کہ میں تم ہی جیسا ایک شخص ہوں اور آج تم کو حق پر جمنا
ہوگا جس کو مجھ سے اختلاف ہوا اُس نے اختلاف کیا اور جس نے
موافقت کی اُس نے موافقت کا اظہار کیا اور میں یہ نہیں چاہتا
کہ تم لوگ اس بات کا اتباع کرو جو میری خواہش ہو۔ تمہارے
پاس اللہ کی کتاب موجود ہے جو حق بات بتاتی ہے۔ خدا کی قسم
جو کچھ میں زبان پر لاتا رہا ہوں اس امر کے بارے میں جس کا میں
ارادہ کر رہا ہوں میں نے اُس سے کسی شئے کا ارادہ نہیں کیا بجز
حق کے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم سن رہے ہیں اے امیر المومنین۔
اور آپ نے کہا کہ تم سن چکے ہو اس قوم کا کلام جو یہ سمجھ
رہے ہیں کہ میں ان کے حقوق کے ساتھ ظلم کر رہا ہوں اور میں
اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ ظلم کا مرتکب بنوں بخدا اگر میں
نے ان پر ظلم کیا کسی ایسی شئے کے بارے میں جو اُن کی ہے
اور میں نے اُس کو دوسرے لوگوں کو دیدیا تو میں درحقیقت
بدکردار ہوں گا۔ لیکن میں نے یہ دیکھا کہ اب کوئی چیز باقی
نہیں رہی سرزمین کسریٰ کے بعد جس کو فتح کیا جائے گا
اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے اموال اور اُن کی زمینیں اور اُن کے
زمینداروں کو ہمیں غنیمت میں دیا تو جو کچھ مال غنیمت میں
آیا میں نے اُس کو تقسیم کر دیا اور حقداروں کو اس کا وارث بنا دیا
اور میں نے خمس نکالا تو اُس کو بھی اُس کے مصارف میں پہنچا دیا۔
اور میں اس کام میں ابھی تک لگ رہا ہوں اور میں نے یہ رائے قائم کی

فأدّت جبايۃُ سوادِ الكوفۃ قبلَ أن يموتَ عمر بعامٍ مائۃَ الفِ الفٍ (بلغت بجمعہا) و الدرہمُ يومئذٍ درہمٌ و دانقان و نصفٌ كانت الدراہمُ يومئذٍ وزن الدرہم مثلَ وزنِ المثقال و حدثنى الليثُ بن سعد عن حبيب بن ابى ثابت ان اصحابَ رسولِ اللہ صلى اللہ عليہ وسلم و جماعۃَ المسلمين ارادوا عمر بن الخطاب ان يُقسِمَ الشامَ كما قسم رسولُ اللہ صلى اللہ عليہ وسلم خيبر وانّہ كان اشدَّ الناس عليہ فى ذلك الزبير بن العوام و بلالُ بن رباح فقالَ عمر إذن اتركُ مَن بعدَكم من المسلمين لاشيءَ لہم ثم قالَ اللّٰہمّ اكفِنى بلالاً و اصحابَہ قال و رأى المسلمونَ انّ الطاعونَ الذى اصابہم بعمواس كانَ عن دعوۃ عُمر قالَ و ترکہم عمر ذمّۃً يؤدّونَ الخراجَ الى المسلمين و حدّثنى محمد بن اسحٰق عن الزہرى ان عمر بن الخطاب رضى اللہ عنہ استشار الناسَ فى السواد حين افتتح فرأى عامتہم ان يَقسِمہ و كانَ بلالُ بن رباح من اشدّہم فى ذلك و كانَ رأى عمر أن يترکَہ و لا يقسِمَہ فقالَ اللّٰہمّ اكفِنى بلالاً

بنا دیا تو اراضی کوفہ کی مالگذاری عمرؓ کے انتقال سے ایک سال قبل تک دس کروڑ درہم تک پہنچ گئی اور اُس زمانہ کا درہم (بعد کے دَور کے) ایک درہم اور اڑھائی دانگ کے برابر تھا. درہم اُس زمانہ میں ایسے ہوتے تھے کہ درہم کا وزن مثقال کے وزن جیسا ہوتا تھا. اور مجھ سے روایت کیا لیث بن سعد نے حبیب بن ابی ثابت سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے ارادہ کیا کہ عمرؓ بن الخطاب سے شام کو تقسیم کرائیں جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں عمرؓ کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ سختی کرنے والے زبیر بن العوام اور بلال بن رباح تھے تو عمرؓ نے کہا کہ پھر تو میں تمہارے بعد آنے والے مسلمانوں کو اس حالت میں چھوڑوں گا کہ اُن کے لئے کچھ بھی نہ ہوگا. پھر عمرؓ نے دُعا کی کہ یا اللہ بلالؓ اور اُس کے ساتھیو کے مقابلہ پر تو میرے لئے کافی ہوجا.. کہا (حبیب بن ابی ثابت نے) کہ مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ عمواس میں جو طاعون ان پر پڑا وہ عمرؓ کی دُعا کے نتیجہ میں پڑا تھا. اور کہا کہ عمرؓ نے اُن (شہروں کے قدیم باشندوں) کو ذمّی بنا کر چھوڑ دیا کہ وہ مسلمانوں کو خراج ادا کرتے رہیں. اور مجھ سے روایت کیا محمد ابن اسحٰق نے زُہری سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے لوگوں سے اراضی مزروعہ کے بارے میں مشورہ کیا جب (عراق و شام کی) فتح ہوگئی تو عام لوگوں کی رائے یہ ہوگئی کہ وہ ان کو (لڑنے والوں پر) تقسیم کردیں. اور بلال بن رباح اُن (تقسیم اراضی کا مطالبہ کرنے والوں) میں اس بارے میں سب سے زیادہ سخت تھے اور عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ وہ اس کو چھوڑ دیں اور تقسیم نہ کریں تو عمرؓ نے دُعا کی کہ یا اللہ بلالؓ کے مقابلہ پر تو میرے لئے کافی ہوجا

وكمثوا فى ذلك يومين او ثلثا او دون
ذلك ثم قال عمر انى قد وجدت حجة
قال الله عز وجل فى كتابه وَمَا أَفَاءَ
اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ
عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَٰكِنَّ
اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ حتى فرغ من
شان بنى النضير فهذه عامة فى القرى
كلها ثم قال مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ
مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَ
لِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَ
ابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ
مِنكُمْ ۚ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ
وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا
اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ ثم
قال لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ
أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا
وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ
أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝
ثم لم يرض حتى خلط
بهم غيرهم فقال
وَالَّذِينَ
تَبَوَّءُوا
الدَّارَ

اور یہ لوگ اس (جھگڑے) میں دو دن یا تین دن یا اس سے کچھ کم لگے رہے۔ پھر عمرؓ نے فرمایا کہ میں حجت پا چکا ہوں۔ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں فرمایا وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ تا قَدِيرٌ ۝ (۵۹ : ۶)
اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسولؐ کو اُن سے دلوایا سو تم نے نہ اس پر گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ (کی عادت ہے کہ) اپنے رسولوں کو جس پر چاہے (خاص طور پر) مسلّط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہے۔" یہاں تک کہ اللہ فارغ ہو گیا بنو نضیر کے تصفیہ سے تو اب یہ عام ہے تمام بستیوں کے بارے میں، پھر فرمایا مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ تا شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝
(۵۹ : ۷) جو کچھ اللہ تعالیٰ (اس طور پر) اپنے رسولؐ کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوادے (جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ (بھی) اللہ کا حق ہے اور رسولؐ کا اور (آپؐ کے) قرابتداروں کا اور یتیموں کا اور مسافروں کا تاکہ وہ (مالِ فے) تمہارے تونگروں کے قبضہ میں نہ آجائے اور رسولؐ تم کو جو کچھ دیدیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو روک دیں (اور بعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں بھی) تم رک جایا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ (مخالفت کرنے پر) سخت سزا دینے والا ہے۔" پھر فرمایا لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ تا الصَّادِقُونَ ۝ (۵۹ : ۸) اُن حاجتمند مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً و ظلماً) جدا کر دیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل (یعنی جنت) اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ (کے دین) کی مدد کرتے ہیں (اور) یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں۔" پھر حق تعالیٰ نے اس پر بس نہیں کر دیا بلکہ ان کے ساتھ دوسروں کو بھی شامل کیا چنانچہ فرمایا وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ تا هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ
هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ
صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا
وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ
بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ
نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝
فهذا فيما بلغنا والله اعلم في الانصار
خاصةً ثم لم يرض حتى خلط بهم
غيرهم فقال وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ
مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ
لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا
بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا
غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ
رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ فكانت هذه عامةً
لمن جاء بعدهم فقد صار هذا الفئ بين
هؤلاء جميعًا فكيف نقسمه لهؤلاء
وندع من تخلف بغير قسم فاجمع
على تركه التقسيم وجمع خراجه ابويوسف
الذي رأى عمر رضي الله عنه من
الامتناع من قسمة الارضين بين
من افتتحها عند ما عرفه الله
ماكان في كتابه من بيان ذلك
توفيق من الله تعالى كان
له فيما صنع
فيه

(۵۹ : ۹) اور (نیز) ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دار الاسلام (یعنی مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کرکے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور (واقعی) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" تو یہ اس علم کے مطابق ہے جو ہم کو پہنچا اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے خاص طور پر انصار کے حق میں ہے، پھر اس پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ اُن کے ساتھ دوسروں کو بھی شامل کیا اور فرمایا وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ تا رَّحِیْمٌ ۝ (۵۹ : ۱۰)۔ اور ان لوگوں کا (بھی اس مال فے میں حق ہے) جو ان کے بعد آئے جو (ان مذکورین کے حق میں) دُعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے اُن بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔" تو یہ آیت عام ہے ہر اُس شخص کے لئے جو اُن کے بعد آئے تو یہ فے اُن سب کے لئے ہے تو ہم اس کو اِن ہی لوگوں پر کیسے تقسیم کردیں اور بعد والوں کو بغیر حصّہ کے چھوڑدیں تو تقسیم کے ترک پر صحابہ کا اجماع ہوگیا اور اس کے خراج کے جمع کرنے پر۔ ابویوسف جو رائے قائم فرمائی عمر رضی اللہ عنہ نے کہ زمینوں کو اُن لوگوں پر تقسیم ہونے سے روکا جائے جنھوں نے ان کو فتح کیا اس حجت کو پیش نظر رکھ کر جس کا بیان اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے یہ توفیق تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اُن کو دی گئی، اس میں جو کچھ انھوں نے کیا

كانت الخيرةُ لجميع المسلمين وفيما
رأى من جمع خراج ذلك وقسمته
بين المسلمين عمومُ النفع لجماعتهم
لانّ هٰذا لو لم يكن موقوفًا على الناس
في الأعطيات والأرزاق ولم
تُشحَن الثغورُ ولم تقوى الجيوش
على المسير في الجهاد ولمّا
أمن برجوع أهل الكفر إلى مدنهم
اذا خلت من المقاتلة والمرتزقة
والله أعلم بالخير حيث كان
قال الشافعي الدُّور والأرضون
ممّا تصالحوا عليه وقف للمسلمين
يستغلّ غلّتها في كلّ عام قال
واحسب ما ترك من بلاد أهل الشرك
هكذا أو شيئًا استطاب انفس
من ظهر عليه بخيل وركاب فتركوه
كما استطاب رسولُ الله صلى الله
عليه وسلم انفسَ أهل سبي
هوازن فتركوا حقوقهم قال و
في حديث جرير بن عبد الله
عن عمر انّه عوّضه من
حقه ويشبه قول جرير عن
عمر لولا اني قاسم
مسئول
لتركتم

تمام مسلمانوں کی بھلائی تھی اور جو رائے اُنھوں نے قائم کی
کہ اس کا خراج جمع کیا جائے اور اس کو مسلمانوں پر تقسیم
کیا جاتا رہے جماعتِ مسلمین کے لئے اس کا عام نفع تھا کیونکہ
اس کو اگر عام مسلمانوں پر عطایا اور وظائف کے وقف شدہ
نہ قرار دی جاتی تو سرحدوں کی حفاظت کے لئے لشکر متعین نہ
ہو سکتا اور جہاد پر روانگی کے لئے لشکروں کو طاقت نہ پہنچائی
جا سکتی اور کبھی اہلِ کفر کے اپنے شہروں کی طرف واپسی سے بے
فکری نہ حاصل ہو سکتی جب کہ وہ شہر خالی ہوتے جنگی مردوں
اور وظائف پانے والے لوگوں سے اور اللہ تعالےٰ خیر کو سب
سے زیادہ جاننے والا ہے وہ جہاں بھی ہو۔ شافعیؒ نے کہا کہ
مکانات اور زمینیں جن پر باہمی صلح ہوئی ہو مسلمانوں کے لئے
وقف ہے اُن کی آمدنی ہر سال جمع کی جائے گی اور کہا کہ میں
سمجھتا ہوں کہ اہلِ شرک کے چھوڑے ہوئے شہر اسی طرح
کے تھے اور کچھ ایسی زمین تھی جس میں عمرؓ نے ان لوگوں کے
نفسوں کی رضامندی چاہی جو کہ گھوڑے اور اُونٹ دوڑا کر
(یعنی جنگ سے) اس پر غالب ہوئے تو اُنھوں نے اُس شے
(سے اپنے حقوق) کو چھوڑ دیا جیسا کہ رضامندی حاصل کی تھی
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے جن کے پاس
ہوازن کے قیدی تھے تو اُنھوں نے اپنے حقوق کو ترک کر دیا تھا
(اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر رضامند
ہو کر ان کو آزاد کر دیا تھا) کہا (امام شافعیؒ نے) اور جریر بن
عبد اللہ رضؓ کی حدیث میں عمرؓ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے
ان کو ان کے حق کا بدلہ دیدیا تھا اور مشابہ ہے قول جریرؓ کے
جو عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں ایسا
تقسیم کرنے والا ہوں جس سے باز پرس بھی ہوگی تو میں تم کو چھوڑ دیتا

علیٰ ما قسمتم لکم ان یکون قسم لہم بلاد
صلح مع بلاد ایجاف فردّ قسم الصلح
وعوّض من بلاد الایجاف بالخیل و
الرکاب تلک والاوجہ عندی ان الفارس
والروم کانوا متسلطین علیٰ مُلّاک الارض
یاخذون منہم الخراج ولم یکونوا ملّاک
الارض دزّراعہا ولا ورثوھا عن آبائہم
واجدادھم فقاتل المسلمون اولئک المتغلبین
حتی دفعوہم عن سواد الشام والعراق واما
ملاک الارض وعلوجہا الذین کانوا
یزرعونہا ویسکنونہا وورثوھا عن آبائہم
فاکثرہم صالحوا المسلمین والتزموا
الخراج وبعضہم ظاہروا الروم والفارس
وقاتلوا معہم فاشتبہ الامر علی الناس
فظن عوامہم ان الاراضی مغنومۃ لوجود
المقاتلۃ فی الجملۃ وفطن الخواص
بان المقاتلۃ انما کانت مع
المتسلطین المتغلبین واما اہل
الارض الذین ہم ملاکہا وسکانہا
فان اکثرہم صالحوا المسلمین وافتتحہا
المسلمون صلحاً من غیر
ایجاف خیل ولا رکاب و
انما ادجفوا

اس پر جو تمہارے لئے کیا جا چکا ہے کہ بلادِ صلح مع بلادِ ایجاف
ان (عام مسلمانوں) کے حصہ میں آتے۔ پھر عمرؓ نے صلح سے فتح
کئے ہوتے علاقہ کو تو الگ کر لیا اور بلادِ ایجاف کا جن پر گھوڑوں
اور اونٹوں سے لڑائی ہوتی بدلہ دے دیا۔ میں کہتا ہوں اور معقول
وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ فارس اور روم متسلط تھے زمین کے
مالکوں پر اور ان سے خراج لیا کرتے تھے اور فارس و روم والے
خود زمین کے مالک نہ تھے اور نہ اُس کو زراعت کرنے والے تھے
اور نہ اُن کو ان کے باپ اور دادا سے وراثت میں ملی تھی تو مسلمانوں
نے ان غلبہ پانے والوں فارس اور روم سے قتال کیا یہاں تک
کہ ان کو دھکیل دیا شام اور عراق کے سرسبز علاقہ سے۔ رہے
زمینوں کے مالک اور اُن کے باشندے جو اُن زمینوں کی زراعت
کرتے اور اُن پر رہتے تھے اور اپنے باپ دادا سے اُن کے وارث
بنتے آتے تھے تو ان میں کے اکثر لوگوں نے مسلمانوں سے مصالحت
کر لی اور خراج کا دیتے رہنا منظور کر لیا اور ان میں کے بعض لوگوں
نے روم اور فارس کو مدد دی اور اُن کے ساتھ مل کر مسلمانوں
سے قتال کیا تو لوگوں پر یہ امر مشتبہ ہو گیا اور عام لوگوں کو
یہ گمان ہو گیا کہ تمام زمینیں غنیمت میں آئی ہوئی ہیں کہ فی الجملہ
سب ہی کے لئے قتال وجود میں آیا۔ لیکن خواص نے یہ سمجھ لیا
کہ مقاتلہ تو متسلطین اور متغلبین (یعنی فارس اور روم والوں)
سے ہوا تھا، رہے زمین والے جو کہ ان کے مالک، اور اُن کے باشندے
تھے تو ان میں کے اکثر لوگوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی تھی
اور اُس کو مسلمانوں نے بغیر اس کے کہ اس میں گھوڑے اور اونٹ
دوڑائیں صلح سے فتح کیا تھا اور ایجاف (یعنی جنگ) تو اُن دوسرے

۵ یہ قول جریر ہے۔ علیٰ ما قسمتم لکم پر عمرؓ کا قول ختم ہو گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح خیبر میں ہوا تھا کہ جو حصہ فتح ہوا تھا ایجاف خیل ورکاب سے وہ مجاہدین پر تقسیم کر دیا گیا تھا۔ میں اسی تقسیم کو تم پر چھوڑ دیتا ہوں ۱۲ مترجم

علیٰ غیرہم ممّن تغلّب علیہم فلذلک تلا
عمر آیۃ الفئ فی ہذہ المسئلۃ واما القلیل
منہم الّذین قاتلوا المسلمین علےٰ اراضیہم
مع جنود فارس والرّوم فاراضیہم مغنومۃٌ
استطاب نفوسہم عنہا عُمر بن الخطّاب
حین اراد ایقاف السواد فمن لم یَطِب نفسًا
عوّضہ وان کان الامر علےٰ ماذہب
الیہ ابو یوسف فسوادُ العراق والشّام
محوّل عن سُنَنِ الاموال المغنومۃ مخصوصٌ
من عموم قولہ تعالےٰ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا
غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ باجماع الصّحابۃ و
بما فہموا من حدیث النّبیّ صلے اللہ
علیہ وسلم مقتضےٰ کلامہ فی فتح
فارس والروم واما غیرہا من البلاد
فعلےٰ ما قال الشّافعی علےٰ نوعین احدہا
ما افآء اللہ تعالےٰ من غیر ایجاف خیل
ولا رکاب ویجعلُ خزانۃً للغزاۃ کما
صنع رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
بنصف خیبر الّذی اصابہ من غیر
ایجاف وکما صنع بالنضیر وفدک (نام دیہے از خیبر ۱۲)
والثانی ما افآء اللہ تعالےٰ بایجاف
الخیل والرکاب فیقسم علیہم کما
صنع رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم
بنصف خیبر الّذی اصابہ، عنوۃً وہٰذا
الّذی ذہبنا الیہ

لوگوں سے ہوا تھا جنھوں نے ان (باشندوں اور کاشتکاروں)
پر غلبہ حاصل کیا تھا اسی لئے عمرؓ نے آیتِ فے کی تلاوت کی
اس مسئلہ میں۔ رہے ان میں کے وہ تھوڑے سے لوگ جنھوں
نے اپنی زمینوں پر فارس اور روم کے لشکروں کے ساتھ مل کر
مسلمانوں سے قتال کیا تھا تو ان کی زمینیں مالِ غنیمت تھیں
اُن کی ذوات سے عمر رضی اللہ عنہ نے جب پورے علاقہ کو وقف
قرار دیدینے کا ارادہ کیا تو رضامندی حاصل کی تو جو بخوشی آمادہ
نہ ہوا اُس کو معاوضہ دیدیا۔ اور اگر بات وہ ہو جس کی طرف
ابو یوسفؒ گئے ہیں تو عراق اور شام کا علاقہ اموالِ غنیمت
کے طریقوں سے (دوسرے اصول کی طرف) ہٹایا گیا اور خاص
کیا گیا ہے اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کے عموم سے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا
غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ الخ (۸: ۴۱) اور اس بات کو جان لو کہ جو شے
(کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اُس کا حکم یہ ہے کہ الخ"
بذریعہ اجماع صحابہؓ کے اور حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے
فارس اور روم کی فتح کے بارے میں جو آپ کے مقتضائے کلام کو
اصحاب نے سمجھا تھا۔ رہے ان کے سوا دوسرے شہر تو جیسا کہ امام
شافعیؒ نے کہا وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک ایسے کہ جو اللہ تعالیٰ نے
عطا کئے بغیر ایجاف خیل ورکاب کے (یعنی بغیر مقاتلہ) اور یہ بنائے
جائیں گے خزانہ غازیوں کے لئے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے نصف خیبر کے ساتھ کیا جو بغیر لڑے ہاتھ لگا تھا
اور جیسا کہ آپؐ نے نضیر اور فدک (خیبر کے ایک گاؤں کا نام ہے) کے ساتھ کیا۔ دوسرے ایسے جن کو
اللہ تعالےٰ نے ایجافِ خیل ورکاب سے دیئے (یعنے مجاہدین کو لڑائی
کرنا پڑی) تو یہ مجاہدین پر تقسیم کئے جائیں گے جیسا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے اس نصف حصہ کے ساتھ عمل کیا جو
آپؐ کے قبضہ میں لڑائی سے آیا تھا۔ اور یہ تحقیق جس کی طرف ہم گئے ہیں

مدلولٌ ظاهر ما رواه مالكٌ والشافعي
عن زيد بن اسلم عن ابيه قالَ
عمر لولا آخر المسلمين ما فُتحت مدينةٌ
الّا قسمتُها كما قسم رسولُ الله صلى الله
عليه وسلم خيبرَ الشافعي تعليقًا عن جرير
ابن عبدالله عن عمر لولا انّي قاسم مسئول
لتركتكم على ما قُسم لكم فبهذه الرواية
يتعيّن حملها على المفتوح عنوةً فإن
رسول الله صلى الله عليه وسلم ما قسم
عليهم الّا المفتوح عنوةً ولكن ظهر
لعمرَ و جمهور الصحابة مصلحة اقتضت
ترك قسمة المفتوح عنوةً وجعلهٗ
خزانةً للغزاة عدّةً للسلاح و
الكراع الشافعي عن الزهري عن
مالك بن اوس ان عُمر قالَ
ما احدٌ الّا له في هذا المال حقٌّ
أُعطيه او مُنعه الّا ما ملكت ايمانكم
الشافعي عن ابن المنكدر عن مالك
ابن اوس قالَ عمر لئن عشتُ
ليأتينّ الراعي بسرو حمير حقّه
ثمّ اوّلَ الشافعيّ كلام عُمر
فقالَ معناه ما احدٌ من اهل
الفيء الذين يغزون الّا ولهٗ
حقٌّ في مال الفيء او الصدقة
قالَ

مدلول ہے اُس ظاہر روایت کا جس کو مالکؒ اور شافعیؒ نے روایت
کیا زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اگر بعد
کے مسلمان (جن کے حق کی صراحت والذین جاؤا من بعدہم میں
فرمادی گئی) نہ ہوتے (یعنی ان کا حق پیش نظر نہ ہوتا) تو کوئی
شہر فتح نہ ہوتا مگر میں اس کو اسی طرح تقسیم کرتا جس
طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا۔
شافعیؒ تعلیقًا جریر بن عبداللہؓ سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے
ہیں فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں ایسا تقسیم کرنے والا ہوں
کہ مسئول بھی ہوں تو میں تم کو اس تقسیم پر چھوڑ دیتا جو تمہارے
لئے کی گئی تھی۔ تو اس روایت سے اُس کا ایسی اراضی پر محمول
ہونا متعین ہو جاتا ہے جو جنگ سے فتح ہوئی ہوں کیونکہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف وہی زمینیں اُن کو تقسیم
کی تھیں جو جنگ سے فتح ہوئی تھیں۔ لیکن عمرؓ اور جمہور صحابہؓ پر
ایسی مصلحت کا ظہور ہوا جو لڑائی سے فتح کی ہوئی زمینوں کی
تقسیم کے ترک کی مقتضی ہوئی اور اُس کو غازیوں کے لئے خزانہ
اور سامانِ جہاد یعنی ہتھیاروں اور سواریوں وغیرہ کی فراہمی
کے لئے روکنے کی مقتضی ہوئی۔ شافعیؒ زہری سے وہ مالکؒ
ابن اوس سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی شخص نہیں مگر اس کا اس
مال میں حق ہے اس کو دیا جائے یا روکا جائے بجز اُن لوگوں کے
جو تمہاری ملک میں ہیں (یعنی غلام اور لونڈی)۔ شافعیؒ ابن
المنکدر سے وہ مالک بن اوس سے کہ عمرؓ نے کہا کہ اگر میں زندہ
رہا تو سرو حمیر کے ایک چرواہے کے پاس اُس کا حق ضرور پہنچ
جائے گا۔ پھر شافعیؒ نے عمرؓ کے کلام کی تاویل کی اور کہا کہ
اس کے معنے یہ ہیں کہ اہلِ فَے میں سے جو جہاد کرتے ہیں کوئی
شخص نہیں مگر مالِ فے یا صدقہ میں اُس کا حق ہے۔ کہا اور جو

والذی احفظ عن اہل العلم ان الاعراب لا یعطون من الفیٔ. قلتُ الاوجہ عندی ان الاختلاف بین عمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وبین عمل عمر فی قسم الفیٔ منشاؤہ اختلاف قلۃ الفیٔ وکثرتہ وقد اشار عمر الی ان آیۃ الفیٔ شملت جمیع المسلمین لم تترک منہم شیئا ولکن المرعی فی التقسیم تقدیم الاحوج فالاحوج البیہقی عن حارثۃ بن مضرب العبدی قال عمر انی انزلت نفسی من مال اللہ بمنزلۃ والی الیتیم ان استغنیتُ استعففتُ و ان افتقرتُ اکلتُ بالمعروف الشافعی عن الاحنف بن قیس ان عمر قیل لہ فی امۃ مرّت فقال انہا لا تحلّ لی انہا من مال اللہ و قال اخبرکم بما استحلّ من مال اللہ او قال بما یحلّ لی استحلّ منہ حلّتین حلّۃ الشتاء وحلّۃ القیظ وما احجّ علیہ واعتمر وقوتی وقوت عیالی کقوت رجل من قریش لا من اغنیائہم ولا من فقرائہم ثم انا بعد رجل من المسلمین یصیبنی ما اصابہم الشافعی اخبرنا غیر واحد من اہل العلم انہ لما قدم علی عمر بن الخطاب بما اصیب بالعراق قال لہ صاحب بیت المال انا ادخلہ

بات اہل علم کی مجھے یاد ہے وہ یہ ہے کہ اعراب کو فے میں سے نہیں دیا جاتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک بڑی وجہ یہ ہے کہ جو اختلاف نبی صلے اللہ علیہ وسلم وابوبکرؓ کے عمل اور عمرؓ کے عمل کے درمیان فے کی تقسیم میں ہے اُس کا منشاء فے کی قلت وکثرت ہے اور عمرؓ اشارہ کر چکے ہیں اس طرف کہ آیت فے جملہ مُسلمین کو شامل ہے اُن سے کوئی شے ترک نہیں کی گئی لیکن تقسیم میں جس بات کی رعایت رکھی گئی وہ زیادہ حاجتمند کو پھر اُس سے کم حاجتمند کو مقدّم کر دینا ہے۔ بیہقی حارثہ بن مضرب العبدی سے عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنی ذات کو اللہ کے مال میں والیٔ یتیم کے مرتبہ میں رکھا ہے اگر میں مستغنی ہوا تو نہ لیا اور اگر ضرورتمند ہوا تو کھا لیا عام طریقہ کے مطابق۔ شافعیؒ احنف ابن قیس سے کہ عمرؓ سے ایک کنیز کے بارے میں کہا گیا جو گزری (کہ آپ اس کو اپنے زیرِ تصرّف رکھیں) تو فرمایا کہ یہ میرے لئے حلال نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مال میں سے ہے اور کہا کہ میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ اللہ کے مال میں سے میں کیا حلال قرار دیتا ہوں یا یہ فرمایا کہ میرے لئے کیا حلال ہے۔ میں اس میں سے حلال رکھتا ہوں دو جوڑے ایک جوڑا سردی کا اور ایک جوڑا گرمی کا اور ایسا (سواری کا) جانور جس پر سوار ہو کر میں حج کر لوں اور عمرہ کر لوں اور میرا کھانا قریش کے ایک عام آدمی کے مانند ہے نہ اُن میں کے مالداروں کے مانند اور نہ فقراء کے۔ پھر اس کے بعد میں مسلمانوں میں کا ایک شخص ہوں جو مُصیبت ان پر آئے گی (قحط وغیرہ کی) وہ مجھ پر بھی آئے گی۔ شافعیؒ ہم کو ایک سے زیادہ اہلِ علم نے خبر دی کہ جب وہ اموال جو عراق میں ہاتھ لگے تھے عمرؓ بن الخطاب کے پاس آئے تو اُن سے بیت المال کے منتظم نے کہا کہ میں اس کو بیت المال میں

بیتَ المال قالَ لَا وربِّ الکعبۃِ لا یُؤویٰ تحتَ سقفِ بیتٍ حتّٰی اُقسِمَہٗ (جائے نداده شود) فامَرَ بہ فوُضِعَ فی المسجد و وُضِعت علیہ الأنطاعُ (چرم ہا) وحرسہ رجالٌ من المہاجرین والانصار فلمّا اَصْبَحَ غدا معہٗ العبّاسُ بن عبد المطّلب و عبدالرحمٰن بن عوف آخذا بید احدِہما او احدُہما آخذٌ بیدہ فلمّا رآوہ کشفوُا الأنطاعَ عن الأموال فرأے منظرًا لم یَرَ مثلَہٗ، رأے الذہبَ فیہ والیاقوتَ والزبرجدَ واللؤلؤَ یتلألؤُ فبکےٰ فقالَ لہٗ احدُہما انہ واللّٰہِ ماہو بیوم بکآءٍ ولٰکنّہ یوم شکرٍ وسرورٍ فقالَ اِنّی واللّٰہِ ماذہبتُ حیث ذہبتَ ولٰکنّہ واللّٰہِ ماکثُرَ ہٰذا قطّ فی قومٍ الّا وقعَ باسُہم بینہم ثمّ اقبل علی القبلۃ ورفع یدیہِ الی السمآءِ وقالَ اللّٰہمّ انّی اعوذ بکَ ان اکونَ مُستدرَجًا فانّی اسمعُک تقولَ سَنستدرِجُہم مِنْ حیثُ لَا یَعلمُون ثم قالَ اینَ سُراقۃ بن جعشم فاُتِیَ بہ اَشْعَرَ الذِّراعین دقیقہما فاعطاہ سِوارَے کِسریٰ بن ہرمز وقالَ اِلبَسْہما

داخل کردوں؟ فرمایا کہ نہیں قسم ہے ربّ کعبہ کی کہ اس کو دسنگوا کر رکھنا تو در کنار) بیت کی چھت کے نیچے بھی نہ جگہ دی جاتے گی مجھے یہ تقسیم کر دینا ہے۔ تو آپ کے حکم کے مطابق وہ مسجد میں رکھدیا گیا اور اس کے اوپر چرمی فرش ڈال دیتے گئے اور مہاجرین وانصار میں کے مردوں نے اُس پر پہرہ دیا۔ پھر جب صبح ہوتی تو ان کے ساتھ عباس بن عبد المطلب اور عبدالرحمٰن بن عوف ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوتے یا ان دونوں میں سے ایک حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوتے آتے۔ جب اُنھوں نے اُس انبار کو دیکھا اور چرمی فرش اموال کے اُوپر سے اُٹھاتے تو ایسا منظر دیکھا جو اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اُس میں سونا تھا اور یاقوت اور زمرد اور موتی چمک رہے تھے تو عمرؓ رونے لگے تو اُن سے ان دولوں میں سے ایک نے کہا کہ واللہ یہ رونے کا دن نہیں ہے بلکہ یہ یوم شکر ومسرّت ہے، تو عمرؓ نے فرمایا کہ واللہ میں وہاں نہیں گیا جہاں تم گئے ہو لیکن حقیقت یہ ہے (جس پر میری نظر پہنچی) کہ واللہ اس کی کثرت کسی قوم میں نہیں ہوتی مگر ان کے مابین خانہ جنگی اور لڑائی واقع ہوگئی..... پھر قبلہ کی طرف رُخ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاتے اور کہا کہ اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں مُستدرَج بننے سے (یعنی کہ مجھے ڈھیل دی گئی ہو) کیونکہ میں نے آپ کا یہ ارشاد سُنا ہے سَنَسْتَدْرِجُهُمْ الخ (۶۸:۴۴)

"ہم ان کو بتدریج (جہنّم کی طرف) لیجارہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں۔" پھر فرمایا کہاں ہے سُراقہ بن جعشم (یعنی سُراقہ بن مالک بن جعشم) تو اس کو لایا گیا اس حال میں کہ اُس کے دونوں پتلے پتلے بازوؤں پر بہت بال تھے تو اُس کو کسریٰ بن ہرمز کے کنگن دیتے اور کہا کہ ان دونوں کو پہن تو

ففعل سراقۃ بن مالک فقال قل اللہ اکبر قال اللہ اکبر قال قل الحمد للہ الذی سلبہما کسریٰ بن ہرمز والبسہما سراقۃ بن مالک بن جعشم اعرابیا من بنی مدلج وجعل یقلب بعض ذلک بعضا فقال ان الذی ادی ہذا لامین فقال لہ رجل انا اخبرک انت امین اللہ وہم یؤدون الیک ما ادیت الی اللہ فاذا رتعت رتعوا (اگر تو بخوری ایشان ہم بخورند ۱۲) قال صدقت ثم فرقہ قال الشافعی وانما البسہما سراقۃ بن مالک لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لسراقۃ وقد نظر الی ذراعہ کانی بک قد لبست سواری کسریٰ قال ولم یجعل لہ الا سوارین قال الشافعی اخبرنا الثقۃ من اہل المدینۃ قال انفق عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ علی اہل الرمادۃ حتی وقع مطر فرحلوا فخرج علیہم عمر راکبا فرسا ینظر الیہم وہم یرحلون بظعائنہم فدمعت عیناہ فقال رجل من بنی محارب بن خصفۃ اشہد انہا لم تحسر عنک (ماندہ ریش کردہ اند ترا ۱۲) ولست بابن

سراقہ بن مالک نے تعمیل کی تو فرمایا کہ کہہ اللہ اکبر۔ سراقہ نے کہا اللہ اکبر۔ فرمایا کہ کہہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ان کو کسریٰ بن ہرمز سے چھینا اور ان کو سراقہ بن مالک بن جعشم کو پہنایا جو کہ بنی مدلج میں کا ایک دیہاتی ہے۔ پھر ان میں کی بعض چیزوں کو اُلٹنا پلٹنا شروع کیا اور فرمایا بیشک جس شخص نے اس کو ادا کیا (یعنی لا کر دیا) وہ ضرور امانت دار ہے تو اُن سے ایک شخص نے کہا کہ مَیں آپ کو خبر دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے امین ہیں اور وہ لوگ آپ کو ادا کرتے رہیں گے جب تک آپ اللہ تعالیٰ کو ادا کرتے رہیں گے۔ پھر جب تم کھانا شروع کرو گے تو وہ بھی کھانے لگیں گے۔ فرمایا کہ تو نے سچ کہا۔ پھر اس کو تقسیم کر دیا۔ کہا شافعیؒ نے کہ اُن (کنگنوں) کو سُراقہ بن مالک کو اس بناء پر پہنایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سُراقہ سے فرمایا تھا اُس کے بازوؤں پر نظر کرتے ہوئے کہ گویا میں تیرے ساتھ ہوں اور تو نے کسریٰ کے کنگن پہن رکھے ہیں۔ کہا کہ اُس کے حصہ میں اور کچھ نہیں لگایا بجز ان کنگنوں کے۔ کہا شافعیؒ نے کہ ہم کو خبر دی مدینہ والوں میں کے ایک ثقہ نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے (قحط زدگان) اہلِ رمادہ[ع۵] پر خرچ کیا یہاں تک کہ بارش ہوگئی تو ان لوگوں نے کوچ کیا تو ان کی طرف عمرؓ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے، ان کو دیکھ رہے تھے اور وہ اپنی (ہودوں میں بیٹھنے والی) عورتوں کے ساتھ کوچ کر رہے تھے تو اُن کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں تو ایک شخص جو بنی محارب بن حفصہ کا تھا بولا کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اس جماعت نے آپ کی طرف سے رنج نہیں اُٹھایا (کیونکہ آپ ان پر بہت خرچ کرتے رہے ہیں)، اور آپ کسی باندی کے

[ع۵] یہ ایک قحط کا نام ہے جو حضرت فاروقؓ کے عہد میں پڑا تھا اور چونکہ اس زمانہ میں لوگوں کا رنگ خاکستری ہو گیا تھا اس لئے رمادہ کہا گیا ۱۲

أمۃٍ فقالَ لہٗ عمر ویلکَ ذٰلک لو کنتُ انفقتُ من مالی او مالِ الخطّابِ انّما انفقتُ علیہم من مالِ اللّٰہ عزّ وجلّ الشافعی عن ابی جعفر ابن محمد بن علی انّ عمر رضی اللّٰہ عنہ لمّا دوّن الدواوینَ قالَ لہم بمَنْ ترَوْنَ انْ اَبْدأَ فقیلَ لہٗ ابدأْ بالأقربِ فالأقربِ بک قالَ ذکرتمونی بل اَبْدأُ بالاقرب فالاقرب من رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قالَ الشّافعی اخبرنی غیر واحد من اہلِ العلم من قبائل قریش ان عمر بن الخطاب لمّا کثُر المالُ فی زمانہ اَجمع علٰی اَن یُدوِّن الدواوین فاستشارَ فقالَ بمَن ترونَ اَن ابدأَ فقالَ لہٗ رجل ابدأْ بالأقرب فالاقرب بک فقالَ ذکرتمونی بل ابدأُ بالاَقرب فالأقرب من رسولِ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم فبدأَ ببنی ہاشم قالَ الشّافعی و اخبرنی غیر واحد من اہل العِلم و الصّدقِ من اہلِ المدینۃِ و مکّۃ من قبائل قریش وغیرہم و کان بعضُہم احسَن اقتصاصًا للحدیث من بعضٍ وقد زادَ بعضُہم علٰی بعضٍ فی الحدیث ان عُمر رضی اللّٰہ عنہ لمّا دوّنَ الدواوینَ قالَ اَبْدأُ ببنی ہاشمٍ ثم قالَ

بیٹے نہیں ہیں (کہ تنگ ظرف ہوتے) تو اس سے عمر رضؓ نے کہا کہ تجھ پر افسوس ہے یہ کہنے کا موقع اس وقت تھا کہ میں ان پر اپنے مال میں سے یا اپنے باپ خطّاب کے مال میں سے خرچ کرتا، میں نے تو ان پر اللہ عزّ وجلّ کے مال میں سے خرچ کیا ہے۔ شافعیؒ ابو جعفر ابن محمد بن علی سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب رجسٹروں کی تدوین کی تو (صحابہؓ سے) کہا کہ تمھاری کیا رائے ہے میں کس نام سے اس کو شروع کروں تو آپ سے کہا گیا کہ اس سے شروع کیجئے جو آپ سے قریب تر ہو پھر اس کے بعد جو قریب تر ہو۔ فرمایا کہ تم نے میرا ذکر کر دیا۔ نہیں بلکہ شروع کرتا ہوں اُس سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب ہو پھر اس کے بعد جو آپ سے قریب تر ہو۔ کہا شافعیؒ نے کہ مجھے قبائل قریش کے ایک سے زیادہ اہلِ علم نے خبر دی کہ عمر رضؓ بن الخطّاب نے جب اُن کے زمانہ میں مال کی کثرت ہو گئی اس بات پر اجماع کیا کہ (دفتر قائم کریں اور) رجسٹروں کو تیار کریں پھر لوگوں سے مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ کس شخص کے بارے میں تمھاری رائے ہے کہ اس سے ابتداء کروں تو ان سے ایک شخص نے کہا کہ جو آپ سے قریب تر ہو پھر جو قریب تر ہو اس سے شروع کیجئے تو فرمایا کہ تم نے میرا ذکر کیا؟ بلکہ میں شروع کرتا ہوں اُس سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہو پھر جو نسبۃً قریب تر ہو تو شروع کیا بنی ہاشم سے۔ کہا شافعیؒ اور مجھے خبر دی اہلِ مدینہ میں کے متعدّد اہلِ علم و صدق نے اور مکّہ کے قریش وغیرہ قبائل کے لوگوں نے اور ان میں بعض بعض کی بہ نسبت حدیث کو خوبی کے ساتھ بیان کرنے والے تھے اور ان میں سے بعض نے بعض کی حدیث سے کچھ زیادہ بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب رجسٹر مرتّب کئے تو کہا کہ میں شروع کرتا ہوں بنی ہاشم سے پھر کہا کہ

حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم يُعْطِيهم وبنى المطّلب فاذا كانت السنّ فى الهاشمى قدّمه على المطّلبى واذا كانت فى المطّلبى قدّمه على الهاشمى فوضع الديوان على ذلك واعطاهم عطاء القبيلة الواحدة ثمّ استوت له عبد شمس ونوفل فى جذم النسب فقال عبد شمس اخوة النبى صلے اللہ علیہ وسلم لابيه وامّه دون نوفل فقدّمهم ثمّ دعا بنى نوفل بتلوهم ثم استوت له عبد العزّے وعبد الدار فقال فى بنى اسد بن عبد العزّے اصهار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفيهم هم من المطيّبين وقال بعضهم هم من حلف الفضول وفيهما كان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقد قيل ذكر سابقة فقدّمهم على بنى عبد الدار ثمّ دعا بنى عبد الدار تلوهم ثم انفردت له زهرة فدعاها بتلو عبد الدار ثم استوت له تيمٌ ومخزومٌ فقالَ

میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ بنی ہاشم کو دے رہے تھے اور بنی المطّلب کو تو جب کوئی بڑی عمر کا ہاشمی میں سے ہوتا تو اس کو مقدّم کرتے مطّلبی پر اور جب مطّلبی میں ہوتا تو اُس کو مقدّم کرتے ہاشمی پر تو عمر رضؓ نے دفتر کی بنیاد اسی طریق پر رکھی اور ان (بنو ہاشم و بنو المطّلب) کو عطا کیا قبیلہ واحدہ کی عطا۔ پھر اُن کے سامنے عبد شمس اور نوفل اصل نسب میں برابر کے درجہ میں آئے تو کہا کہ عبد شمس نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہوتے ہیں باپ اور ماں دونوں کی جانب سے نہ کہ نوفل تو ان کو مقدّم کر دیا۔ پھر ان کے پیچھے متصل نوفل کو بلایا پھر ان کے برابر معلوم ہوئے عبد العزّےٰ اور عبد الدار تو فرمایا کہ بنی اسد بن عبد العزّے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصہار (داماد و خسر وغیرہ) ہیں اور ان میں آمیزش بعض مطیّبین کی ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ حلفِ فضولؔ میں سے ہیں اور ان دونوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور کہا گیا کہ آپ نے ذکر کیا سابقہ کا (یعنی اسلام کیطرف سبقت اور سابقہ خدماتِ اسلام کا) تو ان کو عبد الدار سے مقدّم کیا۔ پھر بلایا ان کے بعد متصلاً بنی عبد الدار کو پھر اکیلے رہ گئے ان کے سامنے بنی زُہرہ تو اُن کو بلایا عبد الدار کے بعد۔ پھر ان کے سامنے آئے تیم اور مخزوم تو بنی تیم کے بارے

عہ عبد مناف کے بیٹوں نے عبد الدار کے لوگوں سے بعض کام لینے چاہے جیسے کعبہ کی دربانی، حاجیوں کو پانی پلانا وغیرہ عبد الدار کے لوگوں نے انکار کیا۔ اب ہر فریق نے اپنے اپنے دوست قبیلوں سے معاہدہ کیا۔ عبد الدار کے طرفدار جو قبائل تھے ان کو "احلاف" کہتے تھے جو یہ چھ قبیلے تھے عبد الدار، جمح، مخزوم، عدی، کعب، سہم۔ عبد مناف کے لوگوں نے یہ کیا کہ ایک پیالہ خوشبو سے بھرا ہوا لاتے اور اپنے دوست قبیلوں سے کہا کہ اس میں ہاتھ ڈبو کر عہد کرو، تین قبیلے ان کے شریک ہوتے اسد، زہرہ، اور تیم انھوں نے ہاتھ ڈبوتے اور مسجد میں عہد مؤکد کیا ان کو "مطیبین" کہنے لگے یعنی خوشبو لگاتے گئے ۱۲ عہ جرہم قبیلہ کے لوگوں نے ایک عہد کیا تھا کہ ہم ہر حال میں انصاف پر قائم رہیں گے، کمزور کا حق زور آور سے دلوائیں گے اور غریب الوطن پردیسی کا شہر کے باشندے اور رئیس سے۔ چونکہ ان حلف کرنے والوں میں سے ہر ایک کا نام فضل تھا، کوئی فضل بن حارث کوئی فضل بن وداعہ کوئی فضل بن نضالہ اس لئے اس کو حلفِ فضول کہنے لگے ۱۲

فی بنی تیم انہم من حلف الفضول والمطیبین
وفیہما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
قیل ذکر سابقۃ وقیل ذکر صہرا فقدمہم
علی مخزوم ثم دعا مخزوما یتلوہم ثم استوی
لہ سہم وجمح وعدی بن کعب فقیل ابدأ
بعدی فقال بل اقر نفسی حیث کنت
فان الاسلام دخل وامرنا وامر بنی سہم
واحد ولکن انظروا بنی جمح وسہم فقیل
قدم بنی جمح ثم دعا بنی سہم وکان دیوان
عدی وسہم مختلطا کالدعوۃ الواحدۃ فلما
خلصت الیہ دعوتہ کبر تکبیرۃ عالیۃ ثم قال
الحمد للہ الذی اوصل الیّ حظی من رسولہ
ثم دعا بنی عامر بن لوی قال الشافعی فقال
بعضہم ان ابا عبیدۃ بن عبد اللہ بن
الجراح الفہری لما رای من یتقدم علیہ
فقال اکل ہؤلاء تدعو امامی فقال یا ابا
عبیدۃ اصبر کما صبرت او کلم قومک
فمن قدمک منہم علی نفسہ لم امنعہ فاما
انا وبنو عدی فنقدمک ان احببت
علی انفسنا قال فقدم معاویۃ
بعد بنی الحارث بن فہر ففصل
بہم بین بنی عبد مناف واسد بن
عبد العزی وشجر بین بنی سہم و
عدی شیء فی زمان المہدی فافترقوا
فامر المہدی ببنی عدی

میں کہا کہ یہ حلف الفضول میں سے ہیں اور مطیّبین میں سے بھی
اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دونوں میں سے تھے اور
کہا گیا کہ ان کے سابقہ کا بھی ذکر کیا اور کہا گیا کہ آپ نے صہر کا
ذکر کیا تو ان کو مقدم کیا مخزوم پر۔ پھر ان کے بعد مخزوم کو بلایا
تو ان کے برابر آگئے سہم اور جمح اور عدی بن کعب تو کہا
گیا کہ عدی سے ابتداء کی جائے (عمرؓ اسی خاندان سے تھے)
تو فرمایا کہ میں تو اپنی ذات کو جہاں تھا وہیں رکھوں گا۔ کیونکہ
جب اسلام داخل ہوا تو ہمارا معاملہ اور بنی سہم کا ایک
مرتبہ میں تھا۔ لیکن بنی جمح و بنی سہم میں غور کرو تو کہا
گیا کہ بنی جمح کو مقدم کیجئے۔ پھر آپؓ نے بلایا بنی سہم کو اور
رجسٹر عدی اور سہم کا مثل دعوت واحدہ کے مخلوط تھا تو جب
کہ دعوت کا نمبر اُن کی ذات پر پہنچا تو بلند آواز سے تکبیر کہی اور
پھر کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے پہنچا دیا میرے حصہ کو میری
طرف اپنے رسولؐ کی جانب سے پھر بلایا بنی عامر بن لُوَی کو
شافعیؒ نے فرمایا تو اُن میں سے بعض نے کہا کہ ابو عُبَیدہ بن عبد اللہ بن الجرّاح
فہری نے جب اُس شخص کو دیکھا جو اُن پر مقدم ہو رہا تھا
تو کہا کہ کیا آپ ان سب کو میرے آگے بلائیں گے تو آپ
نے فرمایا کہ اے ابو عُبَیدہ صبر کرو جیسا کہ میں نے صبر کیا یا اپنی
قوم سے بات کر لو تو جو اُن میں سے تم کو اپنی ذات پر مُقدّم
کرے میں اس کو منع نہ کروں گا۔ رہے میں اور بنو عدی تو اگر
تم پسند کرو تو ہم تم کو اپنی ذوات پر مقدّم کر دیں گے۔ کہا
پھر مقدم کیا بعد میں معاویہ نے بنی الحارث بن فہر کو اور ان کو
درمیان میں کر دیا بنی عبد مناف اور اسد بن عبد العزّٰی کے
اور مہدی کے زمانہ میں کچھ اختلاف ہوا بنی سہم اور عدی کے
درمیان اور یہ متفرّق ہو گئے تو حکم دیا مہدی نے بنی عدی کے بارے میں

فقدم موالی علی سہم وجمح للسابقۃ فیھم
قال الشافعی فاذا فرغ من قریش قدم
الانصار علی قبائل العرب کلھا لمکانھا
من الاسلام قال الشافعی الناس عباد
اللہ فاولاھم بان یکون مقدما اقربھم
بخیرۃ اللہ لرسالتہ ومستودع امانتہ
خاتم النبیین وخیر خلق رب العالمین محمد
صلی اللہ علیہ وسلم الشافعی روی
لیث بن ابی سلیم عن عطاء عن عمر
ابن الخطاب فی ہذہ الآیۃ یعنی آیۃ الصدقات
ایما صنف من ہذہ اعطیتہ اجزاک
ثم ضعفہ فقال منقطع بین عطاء
وعمر ولیث غیر قوی وفی الحدیث
المرفوع ان اللہ لم یرض بحکم نبی و
لا غیرہ فی الصدقات حتی حکم ہو فیھا
فجزاھا ثمانیۃ اجزاء قلت معنی
قولہ صلی اللہ علیہ وسلم جزأھا
ثمانیۃ اجزاء شرعھا لثمانیۃ اصناف
ولیس فیہ تسویۃ الاقسام ولا انہ یجب
تقسیم کل صدقۃ الی ثمانیۃ اجزاء
واللہ اعلم الشافعی عن یحیی بن عبد اللہ
ابن مالک عن ابیہ انہ سالہ ارایت الابل
التی کان یحمل علیھا عمر الغزاۃ
وعثمان بعدہ قال اخبرنی ابی
انھا ابل الجزیۃ

تو وہ مقدم کیے گئے سہم اور جمح پر عدی کے سابقہ کردار کی بناء پر۔
کہا شافعیؒ نے کہ پھر جب عمرؓ فارغ ہوئے قریش سے تو تمام
قبائلِ عرب پر انصار کو ان کے اسلام میں خاص مقام ہونے کی
وجہ سے مقدم کیا۔ کہا شافعیؒ نے کہ سب لوگ اللہ کے بندے
ہیں تو سب پر مقدم بننے کا حق اُسی کو ہوگا جو سب سے زیادہ
قریب ہو اُن کے ساتھ جو اللہ کے برگزیدہ ہیں اُس کے پیغاموں
کے لئے جن کے سپرد اللہ نے اپنی امانت کی ہے یعنی خاتم النبیین،
رب العالمین کی مخلوق میں سب سے بہتر حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم۔ شافعیؒ، روایت کیا لیث بن ابی سُلیم نے عطاء
سے اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے اس آیت میں یعنی آیت
صدقات میں کہ تو نے ان میں سے جس صنف کو بھی صدقہ دیدیا
تیرے لئے کافی ہے۔ پھر اس حدیث کو ضعیف کہا اور فرمایا
کہ یہ منقطع ہے عطاء اور عمرؓ کے درمیان اور لیث قوی نہیں
ہے اور حدیث مرفوع میں ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقات کے بارے
میں کسی نبی یا غیر نبی کے حکم پر راضی نہیں ہوا یہاں
تک کہ اس کے بارے میں اُس نے خود حکم فرمایا اور اس کو
آٹھ اجزاء پر کاٹ دیا۔ میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ارشاد جزأھا ثمانیۃ اجزاء کا مفہوم آٹھ اصناف
(صدقات) کی مشروعیت کا بیان فرمانا ہے اس میں اقسام
کی برابری مقصود نہیں اور نہ یہ بات ہے کہ آپ ہر صدقہ کی
تقسیم آٹھ اجزاء پر واجب کر رہے ہیں واللہ اعلم۔ شافعیؒ یحییٰ
بن عبد اللہ بن مالک سے وہ اپنے باپ سے کہ انھوں نے اپنے
باپ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے ان اونٹوں کو دیکھا ہے جن
کے اوپر عمرؓ غازیوں کو سوار کیا کرتے تھے اور عمرؓ کے بعد
عثمانؓ؟ کہا کہ میرے باپ نے مجھے خبر دی کہ وہ جزیہ کے اونٹ تھے

التی بعث بہا معاویۃ وعمرو بن العاص احتج
بہ الشافعی علی انہ لیس لاہل الفئ فی
الصدقۃ حق وفیہ نظر لما روی الشافعی ان
عدی بن حاتم جاء ابابکر احسبہ قال بثلث
مائۃ من الابل من صدقات قومہ فاعطاہ
ابوبکر منہا ثلثین بعیرا وامرہ ان یلحق بخالد
ابن الولید بمن اطاعہ من قومہ فجاءہ بزہاء
الف رجل وابلی بلاء حسنا قلت اوّلہ
الشافعی بانہ سہم المؤلفۃ قلوبہم الذین
یعطون من الصدقات لمعنی الاعانۃ علی
اخذ الصدقات والاوجہ عندی انہ اعطاہم
علی انہم من الغزاۃ لقولہ تعالی فی آیۃ
الصدقات وفی سبیل اللہ قال الشافعی
اخبرنا الثقۃ من اصحابنا عن عبداللہ
ابن ابی عبداللہ بن ابی یحیی عن سعید بن ابی
ہند قال بعث عبدالملک بن مروان بعد
المجاعۃ بعطاء اہل المدینۃ وکتب
الی والی الیمامۃ ان یحمل من الیمامۃ
الی المدینۃ الف الف درہم یتم
بہا عطاءہم فلما قدم المال الی
المدینۃ ابوا ان یاخذوہ وقالوا
أتطعمنا اوساخ الناس وما لا
یصلح لنا لا ناخذہ ابدا فبلغ ذلک
عبدالملک فردّہ وقال لا
یزال فی القوم

جن کو معاویہؓ نے اور عمروؓ بن العاص نے بھیجا تھا۔ اس سے شافعیؒ
نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اہلِ فئے کا صدقہ میں حق نہیں ہے،
اور اس میں کلام ہے اس حدیث کی رُو سے جس کو شافعیؒ نے
روایت کیا ہے کہ عدیؓ بن حاتم ابو بکرؓ کے پاس آئے میں خیال کرتا ہوں
کہ کہا تین سو اونٹ اپنی قوم میں سے صدقات میں کے لائے تو
ان کو ابو بکرؓ نے اُن میں سے تیس اونٹ دیئے اور اُن کو حکم دیا
کہ وہ اُن لوگوں کو ساتھ لے کر جو اُن کی قوم میں سے اُن کی اطاعت
کریں خالدؓ بن الولید سے جا ملیں تو عدیؓ خالدؓ کے پاس ایک ہزار
آدمیوں کے قریب لے کر پہنچے اور انھوں نے عمدہ جانفشانی سے
کام کیا۔ میں کہتا ہوں کہ شافعیؒ نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ
وہ اُن لوگوں کا حصّہ تھا جن کی تالیفِ قلوب کی جاتی تھی،
اُن کو صدقات میں سے دیا جاتا تھا جس سے مُراد تھی صدقات
لینے پر ان کی اعانت، اور میرے نزدیک اچھی وجہ یہ ہے کہ
ابو بکرؓ نے ان کو دیئے اس بنا پر کہ وہ غازیوں میں سے تھے
بنا بر ارشاد حق تعالیٰ آیتِ صدقات میں "وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ"
کہا شافعیؒ نے ہمارے اصحاب میں سے ایک ثقہ نے ہم کو خبر دی
عبداللہ بن ابی عبداللہ بن ابی یحییٰ سے وہ سعید بن ابی ہند سے
کہ عبدالملک بن مروان نے تنگ حالی (بھوک اور فاقوں کے
پھیل جانے کے بعد اہلِ مدینہ کے وظائف بھیجے اور والیٔ یمامہ
کو لکھا کہ یمامہ سے مدینہ کو ایک لاکھ درہم بھیجے کہ جس سے
اُن کے وظائف پورے ہو جائیں تو جب مال مدینہ پہنچا تو انھوں
نے اُس کو لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ کیا تم ہمیں لوگوں کے
میل کچیل (صدقات) کھلاتے ہو اور جو چیز ہمارے لئے صالح
نہ ہو ہم اس کو کبھی نہ لیں گے۔ تو اس کی اطلاع عبدالملک کو
پہنچی تو اُس نے وہ مال واپس منگا لیا اور کہا کہ قوم میں جو کچھ

بقیۃ ما فعلوا ھکذا قال قلت لسعید بن ابی ھند و
من کان یومئذ یتکلم قال اولھم سعید بن
المسیب و ابوبکر بن عبد الرحمن وخارجۃ بن زید
و عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ فی رجال
کثیر قال الشافعی قولھم لا یصلح لنا ای لا یحل
لنا ان ناخذ الصدقۃ ونحن اھل الفیٔ و
لیس لاھل الفیٔ فی الصدقۃ حق ولا ینقل
عن قوم الی غیرھم قلت و الاوجہ عندی
انھم ردوا ما کان باسم الحاجۃ والفقر دون
اسم الغزو وذلک انھم ما کانوا یریدون
الخروج للجھاد یومئذ مالک عن ابن شھاب
قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اخذ الجزیۃ من مجوس البحرین وان عمر بن الخطاب
اخذھا من مجوس فارس و ان عثمان رض اخذھا من
البربر مالک عن جعفر بن محمد بن علی عن ابیہ
ان عمر بن الخطاب ذکر المجوس فقال ما ادری
کیف اصنع فی امرھم فقال عبد الرحمن بن
عوف اشھد لسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول سنوا بھم سنۃ اھل الکتاب مالک
عن نافع عن اسلم مولی عمر بن الخطاب
ان عمر بن الخطاب ضرب الجزیۃ علی اھل
الذھب اربعۃ دنانیر وعلی اھل الورق اربعین
درھما مع ذلک ارزاق المسلمین و
ضیافۃ ثلثۃ ایام مالک عن زید
ابن اسلم عن ابیہ

انھوں نے کیا اس کی یاد ہمیشہ باقی رہے گی۔ ایسا ہی کچھ کہا تھا۔
(راوی نے) کہاکہ میں نے سعید بن ابی ہند سے کہاکہ اُس دن
کس نے گفتگو کی تھی؟ کہاکہ ان میں کے پہلے شخص سعید بن المسیب
اور ابوبکر بن عبدالرحمن اور خارجہ بن زید اور عبید اللہ بن عبداللہ
ابن عتبہ تھے بہت سے لوگوں میں۔ شافعی رح نے کہاکہ ان کا قول
لا یصلح لنا (جو ہمارے لئے صالح نہ ہو) یعنی ہمارے لئے حلال
نہیں ہے کہ ہم صدقہ لیں اس حال میں کہ ہم اہلِ فئے ہیں اور
اہلِ فئے کا صدقہ میں حق نہیں ہے اور وہ ایک قوم سے دوسری
قوم کی طرف منتقل نہیں کیا جاتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ میرے
نزدیک اس کی معقول وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اس چیز کو لوٹایا
جو حاجت اور فقر کے نام پر بھیجا گیا تھا جہاد کے نام کو چھوڑ کر،
اور یہ اس لئے کہ وہ اُس دن جہاد کے لئے خروج کا ارادہ نہیں
کر رہے تھے۔ مالک رح ابن شہاب سے کہاکہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جزیہ لیا بحرین کے مجوس سے
اور یہ کہ عمر رض بن الخطاب نے جزیہ لیا مجوس فارس سے اور عثمان رض
نے جزیہ لیا بربر (قوم) سے۔ مالک رح جعفر بن محمد بن علی سے وہ
اپنے باپ سے کہ عمر رض بن الخطاب نے مجوس کا ذکر کرتے ہوئے
کہاکہ میں نہیں سمجھتا کہ ان کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کروں۔
تو عبدالرحمن بن عوف نے کہاکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرما رہے تھے کہ
ان کے ساتھ وہ طریقہ اختیار کرو جو اہلِ کتاب کے ساتھ کرتے
ہو۔ مالک رح نافع سے وہ اسلم مولٰے عمر رض بن الخطاب سے کہ عمر رض بن
الخطاب نے جزیہ قائم کیا سونے والوں پر چار دینار اور چاندی
والوں پر چالیس درہم، اس کے ساتھ مسلمانوں کے ارزاق اور
تین دن کی مہمانی۔ مالک رح زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ

انہ قال لعمر بن الخطاب ان فی الظہر ناقۃً عمیآءَ
فقال عمر ادفعہا الیٰ اہل بیت ینتفعون بہا
قالَ فقلتُ وہی عمیآءَ قال یُقطرونہا بالابل
قال فقلتُ کیف تاکل من الارض قال فقال
عمر امن نعم الجزیۃ ہی ام من نعم الصدقۃ
فقلتُ بل من نعم الجزیۃ فقالَ عمر اردتم
وَاللہِ اکلہا فقلتُ انّ علیہا وسم نعم
الجزیۃ فامر بہا عمرُ فنحرت وکانت عندہ
صحافٌ تسعٌ فلاتکونُ فاکہۃٌ ولاطریفۃٌ الاَّ
جعل منہا فی تلک الصحاف فیبعثُ
بہا الیٰ ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم
ویکون الذی یبعثُ بہ الیٰ حفصۃ ابنتہ
من آخر ذلک فان کان فیہ نقصانٌ
کان فی حظِ حفصۃ قال فجعلَ فی
تلک الصحاف من لحم تلک الجزورِ فبعث
بہا الیٰ ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم
امر بما بقی من لحم تلک الجزور فصُنع فدعا
المہاجرینَ والانصارَ قلت احتجّ بہ
الشافعی علیٰ انّ عمر کان یَسِمُ وسمین
وسم جزیۃ ووسم صدقۃ مالکٌ عن
ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ
انَ عمر بن الخطاب کان یاخذُ من
النبط من الحنطۃ والزّیت نصفَ
العشر یرید بذلک ان یکثُر الحملُ الیٰ
المدینۃ ویاخذ من القطنیۃ العُشر

اُنھوں نے کہا عمرؓ بن الخطاب سے کہ سواری کے اُونٹوں میں ایک اونٹنی اندھی ہے تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو کسی کُنبہ کو دیدو کہ وہ اس سے نفع اُٹھاتیں۔ کہا کہ پھر میں نے کہا کہ وہ اندھی ہے تو فرمایا کہ وہ اس کو اونٹوں کی قطار میں باندھ لیں گے۔ پھر مَیں نے کہا کہ وہ زمین سے کیسے کھاتے گی۔ کہا کہ پھر عمرؓ نے کہا کہ وہ جزیہ کے جانوروں میں سے ہے یا صدقہ کے جانوروں میں سے تو میں نے کہا کہ جزیہ کے جانوروں میں سے تو عمرؓ نے کہا کہ واللہ تم نے اُس کے کھانے کا ارادہ کرلیا ہے تو مَیں نے کہا کہ اس کے اُوپر تو جزیہ کا نشان لگا ہوا ہے۔ پھر عمرؓ نے اُس کے بارے میں اجازت دیدی اور وہ ذبح کرلی گئی۔ اور اُن کے پاس نوٗ طباق تھے تو جب بھی کچھ پھل ہوتے تھے یا اچھی چیز تو وہ ان طباقوں میں ان کو بھر کر ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کرتے تھے اور جس طباق میں اپنی بیٹی حفصہؓ کو بھیجا کرتے تھے وہ ان میں سے آخر کا ہوتا تھا۔ تو اگر اس میں (یعنی تقسیم کرنے میں) کمی ہو جاتی تھی تو وہ حفصہؓ کے حصہ میں ہوتی تھی، کہا کہ پھر ان طباقوں میں اس مذبوحہ اونٹنی کے گوشت کو رکھ کر ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ پھر اونٹنی کے بقیہ گوشت کے بارے میں حکم دیا جو تیار کیا گیا پھر مہاجرین و انصار کی دعوت کی۔ مَیں کہتا ہوں کہ اس سے شافعیؒ نے اس بات پر دلیل پکڑی ہے کہ عمرؓ (اونٹوں پر) دو قسم کے نشان لگایا کرتے تھے ایک نشان صدقہ کا اور ایک نشان جزیہ کا۔ مالکؒ، ابن شہاب سے وہ سالم بن عبد اللہ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نبطی (قوم) سے گیہوں اور روغن زیتون میں سے بیسواں حصہ لیا کرتے تھے اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ کثرت کے ساتھ اشیاء مدینہ میں پہنچتی رہیں اور قطنیہ میں سے دسواں

مالکؒ عن ابن شہاب عن السائب بن یزید انہ قال کنتُ عاملاً مع عبداللہ بن عتبۃ بن مسعود علٰی سوق المدینۃ فی زمان عمر بن الخطاب فکنّا ناخذ من النبط العشر مالک انہ سال ابن شہاب علٰی ای وجہ کان یاخذ عمر بن الخطاب من النبط العشر فقال ابن شہاب کان ذٰلک یؤخذ منہم فی الجاہلیۃ فالزمہم ذٰلک عمر رضی اللہ عنہ مالک والشافعی عن زید بن اسلم قال شرب عمر بن الخطاب لبنا فاعجبہ فسال الذی سقاہ من این ہٰذا اللبن فاخبرہ انہ ورد علٰی ماءٍ قد سمّاہ فاذا نعمٌ من الصدقۃ وہم یسقون فحلبوا لی من البانہا فجعلتہ فی سقائی فہو ہٰذا فادخل عمر بن الخطاب یدہ فی فمہ فاستقاءہ احتج بہ الشافعی علٰی ان الوالی لیس لہ فی الصدقۃ نصیب الفرائض الدارمی عن مورّق العجلی قال قال عمر بن الخطاب تعلّموا الفرائض واللحن والسنن کما تعلّمون القرآن الدارمی عن ابراہیم قال قال عمر تعلّموا الفرائض فانہا من دینکم البیہقی رُوینا عن عمر بن الخطاب انہ خطب الناس بالجابیۃ فقال من اراد ان یسال عن الفرائض فلیات زید بن ثابت قلتُ فیہ کرامۃٌ لعمرؓ لان الفرائض علٰی ہٰذا التفصیل والبیان لم یُروَ الا عن زید بن ثابت

حصہ لیتے تھے (یعنی مسور، چنا اور لوبیا وغیرہ کی دالوں میں سے)۔ مالکؒ، ابن شہاب سے وہ سائب بن یزید سے اُنھوں نے کہا کہ میں عمرؓ ابن الخطاب کے زمانہ میں عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کے ساتھ مدینہ کے بازار پر عامل تھا تو ہم نبطی لوگوں سے دسواں حصہ لیا کرتے تھے۔ مالکؒ اُنھوں نے سوال کیا ابن شہاب سے کہ کس وجہ سے عمرؓ بن الخطاب نبطیوں سے عُشر لیا کرتے تھے تو ابن شہاب نے کہا کہ یہ وہ ہے جو اُن سے زمانۂ جاہلیت میں لیا جاتا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ان پر لازم رکھا۔ مالکؒ اور شافعیؒ زید ابن اسلم سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے دودھ پیا اور اس کو پسند کیا پھر جس نے ان کو پلایا تھا اُس سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ تو اس نے بتایا کہ اس کا جانا ہوا ایک قبیلہ میں جس کا اس نے نام لیا تو وہاں صدقہ کے اونٹ تھے اور وہ پانی پی رہے تھے تو ان لوگوں نے ان میں سے میرے لئے دودھ دوہا تو میں نے اُس کو اپنے برتن میں بھر لیا تھا تو وہ دودھ یہی تھا تو عمرؓ بن الخطاب نے اپنا ہاتھ (منھ میں) ڈالا اور قے کر دی۔ اس سے شافعیؒ نے یہ دلیل پکڑی ہے کہ والی کا صدقہ میں حصہ نہیں ہے۔ **فرائض** دارمی نے روایت کیا مورّق عجلی سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا سیکھو فرائض کو اور لُغت کو اور احادیث کو جس طرح تم قرآن کو سیکھتے ہو۔ دارمی ابراہیم سے، کہا عمرؓ نے کہ فرائض کو سیکھو کیونکہ یہ تمھارے دین میں سے ہے۔ بیہقی ہم کو روایت پہنچی عمرؓ بن الخطاب سے کہ اُنھوں نے جابیہ میں لوگوں کو خطبہ دیا اس میں کہا کہ جو شخص فرائض کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ زید بن ثابتؓ کے پاس پہنچے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں عمرؓ کی ایک کرامت ہے کیونکہ فرائض کی اس تفصیل اور بیان کے ساتھ بجز زید بن ثابتؓ کے اور کسی سے روایت نہیں کی

واسنادا لاہل المدینۃ الیہ عن ابی الزناد و عن خارجۃ بن زید عن ابیہ علّق مالک روایتہ ونسبہ الی اہل المدینۃ الدارمی عن ابراہیم قال عبد اللہ کان عمر اذا سلک طریقًا وجدناہ سہلاً وانہ قال فی زوج و ابوین للزوج النصف وللام ثلث ما بقی الدارمی عن ابراہیم قال عبد اللہ کان عمر اذا سلک طریقًا اتبعناہ فیہ وجدناہ سہلاً و انہ قضٰی فی امرأۃ وابوین من اربعۃ فاعطی المرأۃ الربع و الام ثلث ما بقی و الاب سہمین الدارمی عن ابراہیم فی زوج وام واخوۃ لاب و ام واخوۃ لام قال کان عمر و عبد اللہ و زید یشرکون و قال عمر لم یزدہم الاب الا قربًا الدارمی عن ابی سعید والبخاری عن ابن عباس و عبد اللہ بن الزبیر ان ابا بکر الصدیق جعل الجد ابًا۔ الدارمی عن الشعبی کان عمر یقاسم الجد مع الاخ و الاخوین فاذا زادوا اعطاہ الثلث وکان یعطیہ مع الولد السدس الدارمی عن یحیی بن سعید ان عمر کان کتب میراث الجد حتی اذا طعن دعا بہ فمحاہ ثم قال ستردون رأیکم فیہ الدارمی عن مروان بن الحکم ان عمر بن الخطاب

گئی ہیں۔ اور اُن کی طرف اہلِ مدینہ کی روایت ہے ابوزناد سے وہ روایت کرتے ہیں خارجہ بن زید سے وہ اپنے باپ سے۔ ان کی روایت کو مالکؒ نے تعلیقاً لیا ہے اور اس کو اہلِ مدینہ کی طرف نسبت کیا ہے۔ دارمی ابراہیم سے، کہا عبد اللہ رضؓ (ابنِ مسعود) نے کہ عمر رضؓ کی یہ شان تھی کہ جب وہ کسی راہ پر چلے تو ہم نے اُس کو نرم ہموار پایا اور اُنھوں نے فرمایا شوہر اور ماں، باپ کے بارے میں کہ شوہر کے لئے (ترکہ کا) نصف اور ماں کے لئے باقی ماندہ کا ایک تہائی۔ دارمی ابراہیم سے، کہا عبد اللہ رضؓ نے کہ عمر رضؓ جب کسی راہ پر چلے اس میں ہم نے اُن کا اتباع کیا تو ہم نے اس کو نرم و ہموار پایا اور اُنھوں نے فیصلہ کیا بیوی اور ماں باپ کے بارے میں چار (سہاموں) سے۔ بیوی کو دیا ایک چوتھائی اور ماں کو باقی ماندہ کا ایک تہائی (یعنی ایک حصّہ) اور باپ کو دو حصے۔ دارمی ابراہیم سے شوہر اور ماں اور باپ و ماں شریک بھائیوں اور ماں شریک بھائیوں میں، کہا کہ عمر رضؓ اور عبد اللہ رضؓ اور زید رضؓ سب کو (میراث میں) شریک رکھتے تھے اور عمر رضؓ نے کہا کہ باپ نے ان میں بجز بیضہ چیرنے کے کوئی زیادتی نہیں کی۔ دارمی نے روایت کی ابوسعید رضؓ سے اور بخاری نے ابن عباس رضؓ اور عبد اللہ رضؓ بن زبیر سے کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے دادا کو باپ قرار دیا۔ دارمی شعبی سے کہ عمر رضؓ تقسیم میں شامل رکھتے تھے دادا کو مع ایک بھائی اور دو بھائیوں کے۔ پھر جب (دوسرے) زیادہ ہوتے تو دادا کو ایک تہائی دیتے تھے اور اس کو بیٹے کے ہوتے ہوتے چھٹا حصّہ دیتے تھے۔ دارمی یحییٰ بن سعید سے کہ عمر رضؓ نے لکھ چھوڑا تھا دادا کی میراث کو یہاں تک کہ جب مجروح کئے گئے تو اُس تحریر کو منگا کر مٹادیا پھر کہا تم عنقریب اس کے بارے میں اپنی رائے (خود) دیکھ لوگے (یعنی متعیّن کرلوگے)۔ دارمی مروان بن حکم سے کہ عمر رضؓ بن الخطاب

لما طُعِنَ استشارَ ہم فی الجدِّ فقالَ انّی کنتُ رأیتُ فی الجدّ رأیاً فان رأیتم ان تتّبعوہ فاتّبعوہ فقالَ لہٗ عثمان ان نتّبعْ رأیکَ فانّہٗ رُشدٌ وان نتّبعْ رأیَ الشیخِ (یعنی ابابکرؓ) فلنِعْمَ ذو الرأیِ کان الدّارمی عن الزہری قالَ جاءتْ جدّۃٌ امُّ ابٍ اوامُّ امٍّ الی ابی بکرٍ فقالت ان ابنَ ابنی او ابن ابنتی تُوُفّی وبلغنی انّ لی نصیباً فما لی فقالَ ابوبکر ماسمعتُ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال فیہا شیئاً وسأسألُ النّاسَ فلمّا صلّی الظہرَ قالَ ایّکم سمعَ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قالَ فی الجدّۃِ شیئاً فقالَ المغیرۃُ بن شعبۃ انا قالَ ماذا قالَ قالَ اعطاہا رسولُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سُدسًا قالَ أیعلمُ ذلکَ احدٌ غیرُکَ فقال محمّد بن مسلمۃ صَدَقَ فاعطاہا ابوبکرٍ السدسَ فجاءت الی عمر مثلُہا فقالَ ما أدری ماسمعتُ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال فیہا شیئاً وسأسألُ النّاسَ فحدّثوہ بحدیث المغیرۃ بن شعبۃ ومحمد بن مسلمۃ فقال عمر ایّکما خلَتْ بہ فلہا السدسُ فان

جب مجروح کیا گیا تو انھوں نے دادا کے بارے میں اصحاب سے مشورہ طلب کیا پھر فرمایا کہ میں دادا کے بارے میں ایک رائے قائم کرچکا تھا۔ پھر اگر تمھاری رائے ہو کہ تم اس کا اتباع کرو تو اس کا اتباع کرلینا تو ان سے عثمان رضؓ نے کہا کہ اگر ہم آپ کی رائے کا اتباع کریں تو وہ بھلائی ہے اور اگر ہم اتباع کریں شیخ (ابوبکرؓ) کی رائے کا تو وہ بھی بہترین صاحب رائے تھے۔ دارمی بروایت زہری کہا ابوبکرؓ کے پاس ایک جدّہ آئی جو باپ کی ماں (یعنی دادی) تھی یا ماں کی ماں (یعنی نانی) تھی تو اس نے کہا کہ میرا بیٹے کا بیٹا (یعنی پوتا)، یا بیٹی کا بیٹا (یعنی نواسہ) وفات پاگیا اور مجھے یہ اطلاع ہوتی ہے کہ (میراث میں) میرا حصّہ ہے تو وہ کیا ہے؟ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سُنا کہ آپؐ نے اس کے بارے میں کچھ فرمایا ہو اور میں عنقریب لوگوں سے معلوم کروں گا تو جب ظہر کی نماز پڑھ لی تو لوگوں سے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپؐ نے جدّہ کے حق میں کچھ فرمایا۔ تو مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا کہ میں نے۔ فرمایا کہ کیا فرمایا تھا؟ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھٹا حصّہ دیا تھا فرمایا کہ کیا اس واقعہ کو تمھارے سوا کوئی اور بھی جانتا ہے؟ تو محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ انھوں نے سچ کہا۔ تو ابوبکرؓ نے اس کو چھٹا حصّہ دیا۔ پھر عمرؓ کے پاس اُسی کے مانند (ایک جدّہ) آئی۔ تو اُنھوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سُنا کہ اس کے بارے میں آپؐ نے کچھ فرمایا ہو اور میں عنقریب لوگوں سے پوچھوں گا، تو لوگوں نے ان سے مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ کی حدیث کو بیان کیا تو عمرؓ نے فرمایا کہ تم دونوں (دادی اور نانی) میں جو تنہا ہو تو اس کے لئے چھٹا حصّہ ہے اور اگر تم

اجتمعتما فهو بينكما الدارمی عن الشعبی قال سئل ابوبكر عن الكلالة فقال انى ساقول فيها برأيي فان كان صوابا فمن الله وان كان خطأ فمنى ومن الشيطان أراه ماخلا الوالد والولد فلما استخلف عمر قال انى لأستحيى الله ان ارد شيئا قاله ابوبكر الدارمی عن عاصم بن عمر بن قتادة ان عمر بن الخطاب التمس من يرث ابن الدحداحة فلم يجد وارثا فدفع مال ابن الدحداحة الى اخوال ابن الدحداحة الدارمی عن الشعبی عن زياد اتى عمر فى عم لأم وخال فأعطى العم للأم الثلثين واعطى الخال الثلث الدارمی عن الحسن ان عمر بن الخطاب أعطى الخالة الثلث والعمة الثلثين الدارمی عن الضحاك بن قيس ان عمر قضى فى اهل طاعون عمواس اول طاعون فى الاسلام انهم اذا كانوا من قبل الاب سواء فبنو الام احق واذا كان بعضهم اقرب من بعض بأب فهم احق بالمال الدارمی عن سليمان بن يسار عن محمد بن الاشعث ان عمة له توفيت يهودية باليمن فذكر ذلك لعمر بن الخطاب فقال يرثها اقرب الناس اليها من اهل دينها الدارمی عن ابن شهاب مثله الدارمی عن ابراهيم قال عمر بن الخطاب اهل الشرك لا نرثهم

دونوں جمع ہو جاؤ تو وہ تم دونوں میں تقسیم ہوگا۔ دارمی شعبی سے کہا کہ ابوبکرؓ سے سوال کیا گیا کلالہ کے متعلق۔ فرمایا کہ میں اس کے بارے میں عنقریب اپنی رائے سے کہوں گا تو اگر وہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر خطا ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کلالہ وہ ہے جو نہ باپ چھوڑے اور نہ بیٹا۔ تو جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو اُنھوں نے کہا کہ مجھے اللہ کے سامنے شرم آتی ہے کہ میں کسی ایسی بات کو رد کروں جس کو ابوبکرؓ نے کہا ہو۔ دارمی عاصم بن عمر بن قتادہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے جستجو کی کہ ابن الدحداحہ کا کون وارث ہوگا تو کوئی وارث نہ پایا تو ابن الدحداحہ کا مال ابن الدحداحہ کے ماموؤں کو دے دیا۔ دارمی شعبی سے، مروی ہے زیاد سے کہ عمرؓ کے پاس لایا گیا مسئلہ باپ کے ماں شریک (اخیافی)۔ بھائی اور ماموں کا تو ماں شریک چچا کو دو ثُلث عطا کیے اور ماموں کو ایک ثُلث۔ دارمی حسن سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے دیا خالہ کو ایک تہائی اور پھوپھی کو دو تہائی۔ دارمی ضحاک بن قیس سے کہ عمرؓ نے فیصلہ کیا طاعونِ عمواس والوں میں جو کہ اسلام میں پہلا طاعون تھا کہ وہ (پس ماندگان) جب کہ باپ کی جانب سے برابر ہوں تو ماں کی اولاد حقدار ہوگی اور جب ان میں کے بعض زیادہ قریب ہوں بعض سے باپ کی طرف سے تو مال کے وہ زیادہ حقدار ہیں۔ دارمی سلیمان بن یسار سے وہ محمد بن الاشعث سے کہ اُن کی پھوپھی کا یمن میں بحالتِ یہودیت انتقال ہوگیا تو انھوں نے اس کا ذکر عمرؓ بن الخطاب سے کیا تو فرمایا کہ اُس کے وارث اُس کے دین والوں میں سے وہ ہوگا جو سب لوگوں سے زیادہ اُس کا قریب ہوگا۔ دارمی ابنِ شہاب سے ایسی ہی روایت کی گئی ہے۔ دارمی ابراہیم سے، کہا عمرؓ بن الخطاب نے کہ اہلِ شرک کے نہ ہم وارث

ولا یرثونا الدارمی عن الشعبی انّ ابابکرٍ وعمر قالا لا یتوارث اہل ملّتین الدارمی عن انس بن سیرین قال عمر ابن الخطاب لا یتوارث ملّتان شتّٰی ولا یحجب من لا یرث الدارمی عن الشعبی عن عمرو علیؓ وزید قال و احسبہ قد ذکر عبداللہ ایضًا قالوا الولاء للکبر یعنون بالکبر ماکان اقرب بابٍ واُمّ الدارمی عن الشعبی عن عمر و علیؓ و زید قالوا الدّیۃ تورث کما یورث المالُ خطاءہ و عمدہ الدارمی عن الشعبی قال عمر لا یرث قاتلُ خطاءٍ ولا عمدٍ الدارمی عن الشعبی کتب عمر بن الخطاب الیٰ شریح ان لا یورث الحمیل الّا ببیّنۃٍ وان جاءت فی خرقتھا الدارمی عن ابی عثمان قال عمر الصّدقۃ والسائبۃ

ہوں گے اور نہ وہ ہمارے وارث ہوں گے۔ دارمی شعبی سے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ دونوں نے فرمایا کہ دو ملّتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔ دارمی انس بن سیرین سے، کہا عمرؓ بن الخطّاب نے کہ دو مختلف ملّتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے اور وہ شخص حاجب نہ ہوگا جو وارث نہ ہوگا (یعنی ممنوع الارث دوسرے کا حاجب نہ ہوگا)۔ دارمی شعبی سے، مروی ہے عمرؓ سے اور علیؓ سے اور زیدؓ سے اور میرا گمان ہے کہ عبداللہ کا بھی ذکر کیا ان سب نے کہا کہ ولاءؔ آزاد کرنے والے کے بڑے یعنی قریب تر وارث کا حق ہوگی (یعنی اعلیٰ وارث کی مثلاً بیٹے کے ہوتے ہوتے جو اعلیٰ ہے پوتے کو نہ ملے گی) وہ کُبر سے یہ مراد لیتے کہ جو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے کسی کا قریب تر ہو۔ دارمی شعبی سے وہ عمرؓ سے اور علیؓ اور زیدؓ سے سب نے کہا کہ دیت میں وراثت جاری کی جاتے گی جیساکہ مال میں وراثت جاری کی جاتی ہے، خطاء کی دیت اور عمد کی دیت دونوں میں۔ دارمی شعبی سے، عمرؓ نے فرمایا کہ وارث نہ ہوگا قاتلِ خطاء اور نہ قاتلِ عمد۔ دارمی شعبی سے، عمرؓ بن الخطاب نے شریح کو لکھا کہ اُٹھا کر لائےؔ ہوتے کا کوئی وارث نہ قرار دیا جائے بغیر گواہی کے چاہے کوئی عورت اُس کے نہالچے میں لاتی ہو۔ دارمی ابو عثمان سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ صدقہ اور سائبہ دونوں

عہ ولاء ایک حق ہے جو آزاد کرنے والے کو اپنے آزاد کئے ہوتے غلام یا لونڈی پر حاصل ہوتا ہے یعنی اگر وہ مرجاتے تو آزاد کرنے والا بھی اس کا ایک وارث ہوتا ہے کُبُر بضم کاف و سکون با، موحّدہ کسی مرد کی اولاد میں جو سب سے بڑا ہو ۱۲ مترجم عہ حمیل اُٹھا کر لایا ہوا بچہ۔ یعنی جو طفلک معصوم دارالاسلام میں لایا جاتے (اس کے ماں باپ اور عزیز و اقارب کا حال معلوم نہ ہو، یا مجہول النسب ہو) پھر کوئی بربنا، قرابت اس کے ترکہ کا دعوےٰ کرے تو بغیر گواہوں کے اس کی تصدیق نہ کی جائیگی اس کا ترکہ اس کے موالی ہی کا حق ہوگا ۱۲ مترجم سہ سائبہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو مطلق العنان کردی گئی ہو۔ اسلام سے پہلے عرب میں رواج تھا کہ جب کوئی سفر سے بعافیت واپس آتا یا بیماری سے تندرست ہوتا تو کہتا ناقتی سائبۃ یعنے میری اونٹنی سائبہ ہے اب نہ اس کا کوئی دودھ دوہیگا اور نہ سوار ہوگا جیسے ہندو قوم میں سانڈ چھوڑ دیتے جاتے ہیں یہ بتوں اور اوتاروں کی منّت کے طور پر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح غلام کو بھی سائبہ یا صدقہ کہدیا جاتا تھا تو وہ آزاد ہو جاتا تھا پھر نہ وہ اس کا وارث ہوتا اور نہ اُس کی دیت دیتا۔ اس کا یہ مطلب (بقیہ صفحہ ۵۰۳ پر)

يُوَجِّهُما قُلْتُ يعنى اذا اَعْتَقَ بِهاتَيْنِ اللفظتين
فهما مُعْتَقانِ فى الحالِ ليسا من المُدَبَّرين
الدارمى عن يحيى بن سعيد ان عمر قالَ
ايما حُرٍّ تزوّج امةً فقد ارقّ نصفه (يعنى جزءه وهو الولد)
و ايما عبدٍ تزوّج حرّةً فقد اعتقَ
نصفه قالَ الدارمى يعنى الولدَ الدارمى
عن ابراهيم عن عمر و علىٍّ و زيدٍ قالوا
الولاء للكُبْرِ و لا يرثُ النساء من
الولاء الّا ما اعتقن او ما كاتبن۔
الدارمى عن الشعبى عن عمر و
علىٍّ و زيد قالوا الوالدُ يجرّ
ولاء ولدِه الدارمى عن ابراهيم
قالَ عمر اذا كانت الحرّة تحتَ المملوك
فولدت له غلامًا فانّه يعتقُ بعتق امّه
و ولاءه لموالى امّه فاذا اُعتِق (العبد اى الوالد)
جرّ الولاء الى موالى ابيه الدارمى
عن العلاء بن زياد انّ رجلًا سالَ عمر
ابن الخطّاب فقال انّ وارثى
كلالةٌ فاُوصى بالنصف قال لا
قالَ فالثلث قالَ لا قالَ
فالربع قالَ لا قال فالخمس
قالَ لا حتّى صار الى العشر
فقالَ اَوصِ بالعشر

اُسی دن (جس دن میں ان کا تکلم کیا)۔ میں کہتا ہوں کہ مراد یہ ہے کہ جب کسی نے آزاد کیا ان دونوں لفظوں سے (یعنی کسی نے انتِ صدقۃ کہکر آزاد کیا اور کسی نے انتِ سائبۃ کہکر آزاد کیا) تو وہ دونوں فورًا آزاد ہو جائیں گے مُدبَّر نہیں ہوں گے۔ دارمی یحییٰ ابن سعید سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جس آزاد نے باندی سے نکاح کیا تو اُس نے اپنے نصف کو غلام کیا اور جس غلام نے نکاح کیا کسی آزاد عورت سے تو اُس کا نصف آزاد ہو گیا۔ دارمی نے کہا کہ مُراد لیا ہے (نصف سے) لڑکے کو۔ دارمی ابراہیم سے وہ عمرؓ سے اور علیؓ سے اور زیدؓ سے، سب نے کہا کہ ولاء سب سے بڑے کے لئے ہے اور عورتیں وارث نہیں ہوتیں ولاء سے مگر اُس کی جس کو وہ خود آزاد کریں یا مکاتب بنائیں۔ دارمی، شعبی سے مروی ہے عمرؓ سے اور علیؓ سے اور زیدؓ سے، سب نے کہا کہ والد کھینچ لیتا ہے ولاء اپنے بیٹے کی۔ دارمی ابراہیم سے، کہا عمرؓ نے کہ جب آزاد شدہ عورت مملوک کے تحت میں ہو گی اور وہ اُس کا بچہ جنے تو ماں کے آزاد ہونے کی وجہ سے وہ بچہ آزاد ہو جائے گا اور اُس کی ولاء اُس کی ماں کے موالی کے لئے ہو گی۔ پھر جب وہ مملوک آزاد کر دیا جائے تو ولاء کو کھینچ لیگا اُس کے باپ کے موالی کی طرف۔ دارمی علاء بن زیاد سے کہ ایک شخص نے سوال کیا عمرؓ بن الخطّاب سے اور کہا کہ میرے وارث کلالہ ہیں تو کیا میں نصف مال کے لئے وصیّت کر دوں؟ کہا نہیں۔ کہا تو ثلث کے لئے؟ کہا نہیں۔ کہا کہ رُبع کے لئے؟ کہا نہیں۔ کہا تو خمس کے لئے؟ کہا نہیں۔ یہاں تک کہ (یوں ہی گھٹاتے گھٹاتے) عُشر تک پہنچ گیا، تو کہا کہ عُشر کی وصیّت کر دے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۲) بھی ہے کہ جو شخص خیرات کرے یا بردہ کو سائبہ کرے تو پھر ان کو آخرت ہی کے دن کے لئے رکھے کہ دونوں سے منفعت کا دن وہی ہے۔ اب دنیا میں ان سے منفعت نہ اُٹھائے ۱۲ مترجم از لغات الحدیث

قلتُ معناہ ما روی عن الشعبی انّما کانوا یوصون بالخمس والربع وکان الثلث منتہی الجاری مجرہ[۱۲] الدارمی عن عبد اللہ بن ابی ربیعۃ انّ عمر بن الخطّاب قال یحدث الرجل فی وصیّتہ ما شاء و ملاکُ الوصیۃ آخرُہا

من ابواب شتّی

مالک عن ابن شہاب انّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لا یجتمع دینانِ فی جزیرۃ العرب قالَ مالک قال ابن شہاب ففحص عن ذٰلک عمر بن الخطّاب حتّے اتاہُ الثلجُ و الیقینُ انّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قالَ لا یجتمع دینانِ فی جزیرۃ العرب فاجلا یہود خیبرَ قال مالک وقد اجلا عمر رض ابن الخطّاب یہودَ نجران و فدک [از وطن بیرون کرد ۱۲] فاما یہودَ خیبر فخرجوا منہا لیس لہم من الثمر ولا من الارض شیٌ واما یہود فدک فکان لہم نصف الثمر ونصف الارض لانّ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کانَ صالحہم علٰے نصفِ الثمر ونصفِ الارض فاقام لہم عمر بن الخطّاب قیمۃً من ذہب وورقٍ وابلٍ وحبالٍ واقتابٍ ثم اعطاہم القیمۃَ واجلاہم منہا مالک عن یحیے بن سعید عن عبد الرحمٰن بن القاسم ان اسلم مولیٰ عمر ابن الخطّاب اخبرہ انہ زار عبدَ اللہِ بن عیاشٍ المخزومے فرآے عندہٗ نبیذًا وہو بطریق مکۃَ فقالَ لہٗ اسلمُ انّ ہٰذا الشراب یحبہٗ عمر بن الخطّاب فحمل عبدُ اللہ بن عیاش المخزومی قدحًا عظیمًا

میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے یہ ہیں جو روایت کیا گیا ہے شعبی سے کہ لوگ وصیّت خُمس اور رُبع ہی کی کیا کرتے تھے اور ثُلث منتہیٰ ہوتا تھا (وصیّت کی طرف) جُھک جلانے والے کا۔ دارمی عبد اللہ ابن ربیعہ سے کہ عمر رض بن الخطّاب نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی وصیّت میں جو باتیں چاہے کرے مگر وصیّت کی معتبر بات آخری ہی ہو گی۔

متفرق ابواب سے۔

مالک رح ابن شہاب سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جزیرۃ العرب میں دو دین جمع نہ ہوں گے۔ مالک رح نے کہا کہ ابن شہاب نے فرمایا کہ عمر رض بن الخطّاب نے اس کا کھوج لگایا یہاں تک کہ ان کو اطمینانِ قلب اور یقین ہو گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو دین جزیرۃ العرب میں جمع نہ ہوں گے تو اُنھوں نے یہود خیبر کو جلا وطن کر دیا۔ مالک رح نے کہا اور عمر رض بن الخطّاب نے نجران اور فدک کے یہود کو بھی جلا وطن کیا تھا۔ رہے یہود خیبر تو وہ اس طرح وہاں سے نکلے کہ نہ اُن کا وہاں کوئی پھل تھا اور نہ زمین کا کوئی حصّہ۔ رہے یہودِ فدک تو اُن کا آدھا پھل تھا اور آدھی زمین، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے مصالحت کر لی تھی آدھے پھل اور آدھی زمین پر تو ان پر عمر رض بن الخطّاب نے سونے اور چاندی اور اونٹوں اور رسّیوں اور کاٹھیوں کی صورت میں قیمت مقرر کر دی تھی۔ پھر اُن کو قیمت دیدی اور وہاں سے نکال دیا۔ مالک رح یحییٰ بن سعید سے وہ عبد الرحمٰن ابن القاسم سے کہ اسلم مولے عمر رض بن الخطّاب نے ان کو خبر دی کہ اسلم نے ملاقات کی عبد اللہ بن عیاش مخزومی سے تو ان کے پاس نبیذ دیکھی جب کہ وہ مکّہ کے راستہ میں تھے تو ان سے اسلم نے کہا کہ اس شربت کو عمر رض بن الخطّاب پسند کرتے ہیں تو عبد اللہ ابن عیاش مخزومی نے ایک بڑا بادیہ (بھر کر) اُٹھایا اور اُس کو

فجاء به الى عمر بن الخطاب فوضعه في يده
فقربه عمر الى فيه ثم رفع رأسه فقال
ان هٰذا الشراب طيب فشرب منه ثم
ناوله رجلاً عن يمينه فلما ادبر عبد الله ناداه
عمر بن الخطاب فقال انت القائل
لمكة خير من المدينة فقال عبد الله
فقلت هي حرم الله وامنه وفيها بيته
فقال عمر لا اقول في بيت الله ولا في
حرمه شيئاً ثم قال عمر انت القائل لمكة
خير من المدينة قال فقلت هي حرم الله
وامنه وفيها بيته فقال عمر لا اقول في
حرم الله ولا في بيته شيئاً ثم انصرف مالك
عن ابن شهاب عن عبد الحميد بن عبد الرحمن
ابن زيد بن الخطاب عن عبد الله بن الحارث
ابن نوفل عن عبد الله بن عباس ان
عمر بن الخطاب خرج الى الشام حتى
اذا كان بسرغ لقيه امراء الاجناد
ابو عبيدة بن الجراح واصحابه
فاخبروه ان الوباء قد وقع
بالشام قال ابن عباس قال عمر
ابن الخطاب ادع لي المهاجرين
الاولين فدعاهم فاستشارهم و
اخبرهم ان الوباء قد وقع بالشام
فاختلفوا فقال بعضهم قد خرجت لامر
ولا نرى ان ترجع عنه وقال بعضهم

عمرؓ بن الخطاب کے پاس لے کر پہنچے اور اس کو اُن کے ہاتھ پر
رکھدیا تو عمرؓ نے اس کو اپنے منہ کے قریب کیا پھر اپنا سر اُٹھایا
اور فرمایا کہ بیشک یہ شربت عمدہ ہے پھر اس میں سے پیا پھر اس
کو ایک شخص کو دے دیا جو اُن کے دائیں طرف تھا۔ پھر جب عبد اللہؓ
پیٹھ پھیر کر چلے تو ان کو عمرؓ بن الخطاب نے پکارا اور کہا کہ کیا تم اس
بات کے قائل ہو کہ مکہ بہتر ہے مدینہ سے، تو عبد اللہؓ نے کہا کہ
میں نے کہا کہ وہ اللہ کا حرم ہے اور اس کا اَمن ہے اور اس میں
اُس کا گھر ہے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں بیت اللہ کے بارے میں اور
اُس کے حرم کے بارے میں کچھ نہیں کہہ رہا ہوں: پھر عمرؓ نے
(اعادۂ سوال کرتے ہوئے) کہا کہ کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ
مکہ بہتر ہے مدینہ سے۔ کہا کہ پھر میں نے کہا کہ وہ اللہ کا حرم ہے
اور اس کا اَمن ہے اور اس میں اُس کا گھر ہے تو پھر عمرؓ نے
کہا کہ میں اللہ کے حرم اور اس کے گھر کے بارے میں کچھ نہیں کہہ
رہا ہوں، پھر وہ چلدیئے۔ مالک ابن شہاب سے وہ عبد الحمید بن عبد الرحمن
ابن زید بن الخطاب سے وہ عبد اللہؓ بن الحارث بن نوفل سے وہ
عبد اللہ بن عباسؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب شام کی طرف نکلے
یہاں تک کہ جب سرغ پہنچے (سرغ شام کے قریب مغیثہ اور
تبوک کے درمیان ایک مقام ہے) تو اُن سے لشکروں کے اُمراء نے
ملاقات کی یعنی ابو عُبیدہ بن الجراح اور ان کے اصحاب نے
اور اُنھوں نے اُن کو خبر دی کہ شام میں وبا واقع ہو گئی ہے۔ ابن عباسؓ
نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میرے پاس مہاجرین اوّلین
کو لاؤ، تو اُن کو بُلایا پھر عمرؓ نے اُن سے مشورہ لیا اور ان کو
خبر دی کہ شام میں وبا واقع ہو گئی ہے تو ان میں اختلاف ہو گیا۔
بعض لوگوں نے کہا کہ آپ ایک کام کے لئے نکلے ہیں اور ہماری یہ
رائے نہیں کہ آپ اس سے لوٹ جائیں اور بعضوں نے کہا کہ آپ کے ساتھ

معک بقیۃ الناس و اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ولا نریٰ ان
تقدمہم علی ہذا الوباء فقال ارتفعوا عنی
ثم قال ادع لی الانصار فدعوتہم
فاستشارہم فسلکوا سبیل المہاجرین
واختلفوا کاختلافہم فقال ارتفعوا عنی
ثم قال ادع لی من کان ہٰہنا
من مشیخۃ قریش من مہاجرۃ الفتح
فدعوتہم فلم یختلف علیہ منہم رجلان
فقالوا نریٰ ان ترجع بالناس و
لا تقدمہم علی ہذا الوباء فنادیٰ
عمر بن الخطاب انی مصبح علی
ظہر فاصبحوا علیہ فقال ابو عبیدۃ
افرارا من قدر اللہ فقال
عمر لو غیرک قالہا یا ابا عبیدۃ نعم
نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ
ارأیت لو کانت لک ابل فہبطت
وادیا لہ عدوتان احداہما مخصبۃ
والاخریٰ جدبۃ الیس ان رعیت
الخصبۃ رعیتہا بقدر اللہ و
ان رعیت الجدبۃ رعیتہا بقدر اللہ
قال فجاء عبد الرحمن بن عوف و
کان غائبا فی بعض حاجتہ فقال ان
عندی من ہذا علما سمعت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ لوگ اور اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہماری
رائے نہیں ہے کہ آپ ان کو لئے ہوتے اس وبا پر پہنچ جائیں۔
یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اب میرے پاس سے آپ سب اٹھ جائیں۔
پھر فرمایا کہ میرے پاس انصار کو لاؤ، تو ان کو بلا کر ان سے مشورہ
لیا تو وہ لوگ بھی مہاجرین کی راہ پر چلے اور یہ بھی مختلف الرائے
ہو گئے جیسے وہ ہوتے تھے۔ پھر آپ نے ان سے فرمایا کہ اب آپ
سب اٹھ جائیں۔ پھر کہا کہ میرے پاس ان مشائخ قریش کو
لاؤ جو فتح (مکہ سے قبل) کے مہاجرین میں سے یہاں موجود
ہیں تو میں ان کو بلا کر لایا تو ان میں دو آدمی بھی مختلف الرائے
نہیں ہوتے اور ان لوگوں نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ
لوگوں کو ساتھ لے کر واپس ہو جائیں اور ان کو اس وبا پر نہ لے
جائیں، تو عمرؓ بن الخطاب نے اعلان کرا دیا کہ ہم صبح کو اونٹوں
کی پشت پر سوار ہو جائیں گے (یعنی واپس ہونے کے لئے) تو سب
لوگ صبح کو آپ کے پاس پہنچ گئے۔ تو ابو عبیدہؓ نے کہا کہ کیا اللہ
کی تقدیر سے فرار ہو رہا ہے؟ تو عمرؓ نے کہا کہ کاش یہ بات
تمہارے سوا اے ابو عبیدہؓ کوئی دوسرا شخص کہتا۔ (جواب
یہ ہے کہ) ہاں ہم اللہ کی قدر سے اللہ ہی کی قدر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔
کیا تم نہیں دیکھتے اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم ایسی وادی
میں اترو جس کی دو جانب ہوں ان میں سے ایک تو سرسبز ہو
اور دوسری خشک قحط زدہ تو کیا یہ بات نہیں کہ اگر تم نے ارادہ
کیا سرسبز کا تو تم نے اس کا ارادہ اللہ کی تقدیر سے کیا اور
اگر ارادہ کیا خشک جانب کا تو وہ ارادہ بھی اللہ کی تقدیر سے
کیا، کہا کہ پھر آگئے عبد الرحمن بن عوفؓ اور وہ اپنی کسی حاجت
کی وجہ سے غائب تھے تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس اس باب
میں علم موجود ہے۔ میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے

يقول اذا سمعتم به (الوباء) بارض فلا تقدموا عليه
واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا
فرارًا منه قال فحمد الله عمر ثم انصرف
مالك عن ابن شهاب عن عبدالله بن عامر
ابن ربيعة ان عمر بن الخطاب خرج الى
الشام فلما جاء سرغ بلغه ان الوباء قد
وقع بالشام فاخبره عبدالرحمن بن عوف
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال
اذا سمعتم به بارض فلا تقدموا
عليه واذا وقع وانتم بها فلا
تخرجوا فرارًا منه فرجع عمر بن
الخطاب من سرغ مالك عن ابن شهاب
عن سالم بن عبدالله ان عمر بن الخطاب
انما رجع بالناس عن حديث عبدالرحمن
ابن عوف مالك انه قال بلغني ان عمر بن الخطاب
قال لبيت بركبة (موضع بالحجاز) احب الي من عشرة
ابيات بالشام قال مالك يريد لطول
الاعمار والبقاء ولشدة الوباء بالشام مالك
عن زيد بن ابي انيسة عن عبدالحميد بن عبدالرحمن
ابن زيد بن الخطاب انه اخبره عن مسلم بن يسار
الجهني ان عمر بن الخطاب سئل عن هذه
الآية وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ
مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

آپ فرماتے تھے کہ جب تم اس (وبا) کو کسی زمین پر سنو تو اس پر
پیش قدمی نہ کرو اور اگر وبا واقع ہو جائے زمین میں جب کہ وہاں
موجود ہو تو اس سے بھاگ کر نہ نکلو۔ کہا کہ پھر عمرؓ نے اللہ کا شکر ادا
کیا اور واپس ہو گئے۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ عبداللہ بن عامر
ابن ربیعہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب شام کی طرف نکلے جب سرغ میں
پہنچے تو ان کو یہ اطلاع پہنچی کہ شام میں وبا واقع ہو گئی ہے تو
ان کو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی زمین میں وبا کو سنو تو اس پر نہ
جاؤ اور جب واقع ہو جائے اس حال میں کہ تم وہاں موجود ہو
اس سے بھاگ کر نہ نکلو۔ تو عمرؓ بن الخطاب سرغ سے واپس ہو گئے۔
مالکؒ ابن شہاب سے وہ سالم بن عبداللہؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب
لوگوں کو صرف عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی حدیث کی وجہ سے لوٹا کر
لائے۔ مالکؒ، انہوں نے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب
نے فرمایا کہ رکبہ کا (جو حجاز میں ایک موضع ہے) ایک گھر مجھے
شام کے دس گھروں سے زیادہ عزیز ہے۔ کہا مالکؒ نے کہ مراد
یہ لے رہے تھے کہ (رکبہ کا ایک گھر) بوجہ عمروں کی درازی و
بقاء کے (عزیز ہے) اور شام میں شدت وباء کی وجہ سے (دس
گھر عزیز نہیں ہیں)۔ مالکؒ زید بن ابی انیسہ سے وہ عبدالحمید
ابن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب سے کہ انہوں نے ان کو خبر دی
مسلم بن یسار الجہنی کی روایت ہے کہ عمرؓ بن الخطاب سے
پوچھا گیا اس آیت کے بارے میں وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي
آدَمَ تا غٰفِلِيْنَ ۞ (۷: ۱۷۲) اور جب آپ کے رب نے
اولادِ آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی

۵ اس لئے کہ وبا کبھی عذاب ہوتی ہے اُس قوم پر تو ایسی جگہ جانا عذابِ الٰہی پر جرأت ہوگی اور اس کو حقیر جاننا۔ رہا وباء پھیلنے کی صورت میں عدمِ خروج
کا حکم تو وہ اس جہت سے ہے کہ مریضوں کے دل نہ ٹوٹیں اور ان کے علاج کا سلسلہ ختم نہ ہو جائے ۱۲

وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ
قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ فقال عمر بن
الخطاب سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
یُسئَل عنہا فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم ان اللہ تبارک وتعالیٰ خلق آدم
ثم مسح ظہرہ بیمینہ فاستخرج منہ ذریۃ فقال
خلقتُ ہٰؤلاء للجنۃ وبعمل اہل الجنۃ یعملون
ثم مسح ظہرہ فاستخرج منہ ذریۃ فقال
ہٰؤلاء للنار وبعمل اہل النار یعملون فقال
رجلٌ یارسول اللہ ففیم العملُ فقال رسولُ
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک و
تعالیٰ اذا خلق العبد للجنۃ استعملہ بعمل
اہل الجنۃ حتی یموت علی عمل من اعمال
اہل الجنۃ فیدخلہ بہ الجنۃ واذا خلق العبد
للنار استعملہ بعمل اہل النار حتی یموت
علی عمل من اعمال اہل النار فیدخلہ
بہ النار محمد قال اخبرنا ابوحنیفۃ عن
عبد الاعلی التیمی عن ابیہ عن عمر
ابن الخطاب رضی اللہ عنہ قال بینا ہو
یخطب الناس بالجابیۃ اذ قال فی
خطبتہ ان اللہ یُضل من یشاء
ویہدی من یشاء فقال قسٌ من
تلک القسوس ما یقول امیر المؤمنین
قالوا یقول

کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے جواب
دیا کیوں نہیں ہم (سب اس واقعہ کے) گواہ بنتے ہیں تاکہ تم لوگ
قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس (توحید) سے محض
بے خبر تھے۔" تو عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپؐ سے اس کے بارے میں پوچھا جارہا تھا
تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ
نے آدمؑ کو پیدا کیا پھر اپنا دایاں ہاتھ اُس کی پُشت پر پھیرا اور
اُس سے ذُرّیت کو نکالا پھر کہا کہ میں نے اُن کو پیدا کیا جنّت کے لئے
اور یہ عملِ اہلِ جنّت پر کاربند ہوں گے پھر اُس کی پُشت پر ہاتھ
پھیرا اور اس سے ذُرّیت کو نکالا اور کہا کہ میں نے ان کو پیدا کیا نار
کے لئے اور یہ عملِ اہلِ نار پر کاربند ہوں گے تو ایک شخص نے
کہا کہ یارسول اللہؐ پھر عمل کس مرتبہ میں رہا۔ تو رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب بندے کو جنّت
کے لئے پیدا کیا تو اس کو عملِ اہلِ جنّت پر کاربند کیا یہاں تک کہ
وہ اہلِ جنّت کے اعمال میں سے کسی عمل پر مرے پھر وہ اس کو اس
عمل کے سبب سے جنّت میں داخل کرے گا اور جب بندے کو نار
کے لئے پیدا کیا تو اس کو عملِ اہلِ نار پر کاربند کیا یہاں تک کہ
وہ اہلِ نار کے اعمال میں سے کسی عمل پر مرے پھر وہ اُس کو اس
عمل کے سبب سے نار میں داخل کرے گا۔ محمدؒ نے کہا خبر دی ہم کو
ابو حنیفہؒ نے عبد الاعلیٰ تیمی سے وہ اپنے باپ سے اُنھوں نے عمرؓ
ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اس دوران میں کہ وہ جابیہ میں لوگوں
کو خطبہ دے رہے تھے کہ اُنھوں نے اپنے خطبہ میں کہا کہ اللہ تعالیٰ
جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے
تو وہاں کے پادریوں میں سے ایک پادری نے (لوگوں سے پوچھا)
کہ امیر المومنینؓ کیا کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ

ان اللہ یضل من یشاء ویہدی من یشاء فقال برکشت (پیشوائے ترسایان ۱۲) اللہ اعدل من ان یضل احدًا فبلغت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال بل اللہ اضلک واللہ لولا عہدک لضربت عنقک اخرج الامام ابو القاسم اسمٰعیل بن محمد بن الفضل الطلحی فی کتاب الحجۃ فی بیان المحجۃ عن عبد اللہ بن الحارث بن نوفل قال لما تقدم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ الجابیۃ قام یخطب الناس وعندہ الجاثلیق یترجم لہ ما یقول عمر فلما قال عمر من یضلل اللہ فلا ہادی لہ وفی روایۃ فلما قال عمر یضل اللہ من یشاء ویہدی من یشاء نفض (افشاند) الجاثلیق ثوبہ کہیئۃ المنکر لذلک فقال عمر ما یقول فکرہوا ان یذکروا لہ الذی عنی بذلک ثم عاد عمر فقال ذلک ففعل الجاثلیق مثلہا فقال عمر ما یقول فقیل یا امیر المؤمنین یزعم ان اللہ لا یضل احدًا فقال عمر کذبت یا عدو اللہ بل اللہ خلقک وہو اضلک وہو یدخلک النار ان شاء اما واللہ لولا عقد لک لضربت عنقک ان اللہ عز وجل حین خلق الخلق

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو اُس نے کہا کہ معاذ اللہ خدا اعدل (یعنی بہت انصاف کرنے والا ہے اور بالاتر ہے اس سے کہ وہ کسی کو گمراہ کرے۔ پھر یہ بات عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا بلکہ اللہ ہی نے تجھے گمراہ کیا ہے۔ واللہ اگر تم سے عہد نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔ اخذ کیا امام ابو القاسم اسمٰعیل بن محمد بن الفضل الطلحی نے کتاب الحجۃ فی بیان المحجہ میں، مروی ہے عبد اللہ بن الحارث بن نوفل سے کہا کہ جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جابیہ میں تشریف لاتے تو کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور ان کے پاس جاثلیق[عہ] تھا جو کہ ترجمہ کرتا جاتا تھا اس تقریر کا جو عمرؓ کہتے تھے تو جب عمرؓ نے کہا کہ جس کو اللہ گمراہ کرے اُس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جب عمرؓ نے کہا "گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔" تو جاثلیق نے اپنا کپڑا جھٹکا اس بات کے منکر کی ہیئت کی طرح تو عمرؓ نے کہا کہ یہ کیا کہتا ہے، تو لوگوں نے اس بات سے کراہت کی کہ آپ سے ذکر کریں کہ اس حرکت سے اُس کی مُراد کیا تھی پھر عمرؓ نے اعادۂ کلام کیا تو پھر جاثلیق نے وہی حرکت کی پھر عمرؓ نے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے تو کہا گیا کہ اے امیر المؤمنین یہ شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ اے خدا کے دُشمن! تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ تجھے اللہ ہی نے پیدا کیا اور اسی نے تجھے گمراہ کیا اور وہی انشاء اللہ تعالیٰ تجھے نار میں داخل کرے گا۔ واللہ اگر تیرے ساتھ عہد نہ ہو چکا ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔ بیشک اللہ عزّ وجل نے جب مخلوق کو پیدا کیا

[عہ] جاثلیق: ثاء کے فتح کے ساتھ بمعنی رئیس نصاریٰ جو انطاکیہ کے بطریق کا ماتحت ہوتا تھا۔ جاثلیق کے ماتحت کو مطران کہتے تھے۔ پھر مطران کے ماتحت ہر شہر میں اسقف ہوتے تھے اور اُسقف کے ماتحت قسیس ہوتے تھے اور قسیس کے ماتحت شماس ہوتے تھے ۱۲

خلق اہل الجنۃ و ماہم عاملون وخلق اہل
النار و مایعملون ثم قال ہٰؤلاء لہٰذہ و
ہٰؤلاء لہٰذہ فقال عبداللہ بن الحارث
فتفرق الناس وہم لایختلفون فی القدر
و اخرج ایضاً عن سعید بن المسیب قال
قام عمر بن الخطاب فی الناس فقال
ایہا الناس الا ان اصحاب الرأی
اعداء السنۃ اعیتہم الاحادیث ان یحفظوہا
و تفلتت منہم ان یعوہا واستحیوا
اذا سألہم الناس ان یقولوا لا ندری
فعاندوا السنن برأیہم فضلوا و
اضلوا کثیراً والذی نفس عمر
بیدہ ما قبض اللہ نبیہ ولا رفع
الوحی عنہم حتی اغناہم عن الرأی و
لو کان الدین یؤخذ بالرأی لکان اسفل
الخف احق بالمسح من ظہرہ فایاک
و ایاہم و اخرج عن عامر بن سعد
عن ابیہ قال وقف عمر بن
الخطاب بالجابیۃ فقال قام رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فینا
فقال من اراد بحبوحۃ الجنۃ
فعلیہ بالجماعۃ فان الشیطان مع
الفذ قال اہل اللغۃ بحبوحۃ الجنۃ
وسطہا والفذ الفرد و قال ابو
القاسم تعلیقاً

تو اہلِ جنت کو پیدا کیا اور ان اعمال کو جو وہ کرتے ہیں اور پیدا
کیا اہلِ نار کو اور اُن اعمال کو جو وہ کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ سب اِن
کے لئے اور یہ سب اس کے لئے۔ پھر کہا عبداللہ بن الحارث نے کہ
اس کے بعد لوگ متفرق ہو گئے اور وہ قدر میں اختلاف نہیں کرتے
تھے۔ اور نیز روایت کیا سعید بن المسیب سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب
لوگوں میں کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے لوگو یاد رکھو کہ اصحابِ
رائے (یعنی آفتابِ نبوت کی روشنی کو چھوڑ کر اپنی عقل کے
چراغ سے دیکھنے والے) سنت کے دشمن ہیں عاجز کر دیا اُن کو
احادیث نے کہ وہ ان کو حفظ کرتے اور چھوٹ گئیں اُن سے کہ وہ
ان کو اپنی یاد میں قائم رکھتے اور جب اُن سے لوگ (کوئی مسئلہ)
پوچھتے ہیں تو وہ یہ کہنے سے شرماتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے تو یہ لوگ
اپنی رائے سے (مسئلوں کے جواب دے کر) سنت کے ساتھ دشمنی
کرنے لگے تو گمراہ ہوئے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا اور
قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے کہ
اللہ نے اپنے نبیؐ کو وفات نہیں دی اور نہ اُن سے وحی کو مرتفع
کیا جب تک کہ ان کو رائے سے مستغنی نہ کر دیا اور اگر دین رائے
سے اخذ کیا جاتا تو موزے کا تلا مسح کے لئے زیادہ مناسب ہوتا
بہ نسبت اُوپر کے حصہ کے تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ ایسے
لوگوں سے بچو۔ اور روایت کیا عامر بن سعد سے اُنھوں نے اپنے
باپ سے، کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے جابیہ میں (خطبہ کے لئے) کھڑے
ہو کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے اور
فرمایا کہ جو شخص وسطِ جنت میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو
اُس کے اُوپر جماعت کے ساتھ رہنا لازم ہے کیونکہ اکیلے کے ساتھ
شیطان ہوتا ہے۔ کہا اہلِ لغت نے کہ بحبوحۃ الجنۃ کے معنے ہیں
وسطِ جنت اور فذّ، اکیلا۔ اور کہا ابو القاسم نے تعلیقاً کہ عمرؓ بن

قال عمر بن الخطّاب علی المنبر انّ ھٰذا القرآنَ کلام اللہ و آخرج عن الحسن قال جآء اعرابیّ الی عمر فقال یاامیر المؤمنین عَلِّمنی الدِّینَ قالَ تشہد اَن لا الٰہ اِلاّ اللہ و انّ محمّدا رسول اللہ و تقیم الصّلوٰۃَ و تؤتی الزکوٰۃَ و تحج البیتَ و تصومُ رمضانَ و علیک بالعلانیۃ و ایّاک و السِّرَّ و کلّ ما تستحیی منہ فان کان لقیتَ اللہَ فقل اَمَرنی بھٰذا عمر و آخرج عن عمرو بن میمون عن عمر بن الخطّاب انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کانَ یتعوّذُ من عذابِ القبرِ و آخرج عن ابی شہم عن عمر ابن الخطّاب قال قالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کیف انتَ اذا کنتَ فی اَربعۃ اذرُعٍ فی ذراعینِ و رآیتَ منکرًا و نکیرًا قالَ قلتُ یارسولَ اللہ و ما منکرٌ و نکیر قالَ فتّانا القبرِ یبحثانِ الارضَ
میکنند زمین ۱۲
بانیابہما و یطآن فی اشعارِہما اَصواتُہما
میروند در موہائے خود بسبب درازی آنہا ۱۲
کالرعد القاصِف و ابصارہما کالبرق الخاطِف
سخت غرندیدہ ۱۲ — ربایندہ ۱۲
معہما مِرزَبَۃٌ لو اجتمع علیہا اہلِ منیٰ لم یطیقوا رفعہا ہی اَیسَرُ علیہما من عصایَ ھٰذہ قالَ قلتُ یارسولَ اللہ و انا علیٰ حالی ھٰذہ قال نعم قلتُ اذاً اَکفِیکَہما و آخرج عن طارق ابن شہاب عن عمر بن الخطّاب قال قالَ

الخطّاب نے منبر پر فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اور روایت اخذ کی حسن رحؒ سے کہا کہ ایک اعرابی آیا عمرؓ کے پاس اور بولا کہ اے امیر المؤمنینؓ مجھے دین سکھاؤ۔ فرمایا کہ (دین یہ ہے کہ) تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز کو قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور بیت اللہ کا حج کرے اور رمضان میں روزے رکھے اور تجھ پر لازم ہے (دین کی بات) علانیہ کرنا اور چھپ کر کرنے سے بچ اور ہر ایسی (دین کی بات چھپ کر کرنے سے) جس (کے اظہار) سے تجھے شرم آتی ہو۔ پھر اگر اس حال میں تو اللہ تعالیٰ سے ملے تو کہد یجئے کہ مجھے یہ حکم عمرؓ نے دیا تھا۔ اور روایت کی عمرو بن میمون سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ اور روایت کی ابی شہم سے وہ عمرؓ بن الخطّاب سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تو چار ہاتھ (لمبی) اور دو ہاتھ (گہری) زمین میں دفن ہوگا اور تو مُنکیر اور نکیر کو دیکھے گا۔ مَیں نے کہا یارسول اللہؐ اور منکر و نکیر کیا ہیں؟ تو فرمایا کہ قبر کے دو امتحان لینے والے ہیں زمین کو اپنے دانتوں سے کھود ڈالتے ہیں اور اپنے (دراز) بالوں میں چلتے ہیں اُن دونوں کی آوازیں گرجنے والے رعد کی مانند ہیں اور ان کی نگاہیں چمکنے والی بجلی جیسی، اُن دونوں کے پاس (اتنا بھاری) ہتھوڑا (یا گرز) ہوگا کہ اگر تمام اہلِ منیٰ اکٹھے ہوکر اُٹھائیں تو اُس کو نہ اُٹھا سکیں۔ اور اس کا اُٹھانا ان پر اس میرے عصا سے بھی زیادہ آسان ہے۔ کہا کہ مَیں نے کہا کہ یارسول اللہؐ اور مَیں اپنے اسی حال پر ہونگا فرمایا کہ ہاں۔ مَیں نے کہا کہ پھر تو آپؐ کی طرف سے مَیں اُن سے نبٹ لوں گا۔ اور روایت کیا طارق بن شہاب سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے کہ فرمایا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بُعِثتُ داعیًا
و مُبلِّغًا لیس الیّ من الہدٰی شیئٌ
و خُلق ابلیس مُزیّنًا و لیس الیہ من الضّلالۃِ
شیئٌ ۔ و اخرج عن ابی ہریرۃ عن عمر بن
الخطّاب قال قال رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم لا تجالسوا اصحابَ القدرِ و
لا تفاتحوہم (ابتداء بکلام معہم) احمد بن حنبل قال حدثنا
ہُشیم اخبرنا علیّ بن زید عن یوسف
ابن مہران عن ابن عباس قال خطبَ
عمر بن الخطّاب و قال ہُشیم مرّۃً
خطبنا فحمِد اللہَ و اثنیٰ علیہ فذکرَ
الرجمَ فقال لا تُخدعُنّ عنہ فانہٗ حدٌّ
من حدودِ اللہ الا انّ رسولَ اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم قد رجم و رجمنا بعدہ ولولا
ان یقولَ قائلون زاد عُمر فی کتابِ اللہ
مالیس منہ لکتبتُ فی ناحیۃٍ من
المصحف شَہِدَ عُمر بن الخطّابؓ قال
ہُشیم مرّۃً و عبدالرحمٰن بن عوف و
فلان و فلان انّ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم قد رجم و رجمنا من بعدہ وانّہ
سیکون من بعدکم قومٌ یکذّبون بالرجم
و بالدجال و بالشفاعۃِ و بعذابِ القبرِ
و بقومٍ یخرجون من النارِ بعدما
امتحشوا (احترقوا) مالکٌ انہ بلغہ انّ عمر
ابن الخطّاب قال انّی لاُحبّ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میں بھیجا گیا ہوں داعی اور
مُبلّغ بنا کر میرے قبضہ میں ہدایت پر لانا کچھ نہیں اور ابلیس
پیدا کیا گیا مزیّن بنا کر (کہ دنیا کی زینت دکھا کر اس پر فریفتہ کرنے
کی کوشش کرے) اور اس کے قبضہ میں گمراہی کا کچھ اختیار نہیں
(ہدایت و ضلالت دونوں پر اللہ ہی کا اختیار رہے)۔ اور روایت
کیا ابوہریرہؓ سے اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے کہ فرمایا رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اصحابِ قدر کے ساتھ ہمنشینی نہ اختیار
کرو (یعنی قدریہ گروہ کے لوگوں سے) اور نہ اُن کے ساتھ آغاز کلام
کرو۔ احمد بن حنبلؒ کہا ہم سے حدیث بیان کی ہُشیم نے، کہا کہ ہم
کو خبر دی علی بن زید نے یوسف بن مہران سے اُنھوں نے ابن
عباسؓ سے کہا کہ خطبہ دیا عمرؓ بن الخطاب نے اور ہشیم نے
ایک مرتبہ یوں کہا کہ خطبہ دیا ہم کو پھر اللہ کی حمد اور اس کی ثنا کی
پھر رجم کا ذکر کیا اور کہا کہ تم اس کے بارے میں دھوکے میں نہ پڑنا
کیونکہ وہ اللہ کی حدود میں سے ایک حد ہے۔ یاد رکھو کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے اور ہم نے بھی آپؐ کے بعد رجم
کیا ہے اور اگر (یہ اندیشہ نہ ہوتا) کہ کہنے والے یہ کہیں گے کہ عمرؓ نے
کتاب اللہ میں ایسی بات بڑھا دی جو اس میں نہیں تھی تو میں
مصحف کے کسی جانب میں یہ لکھ دیتا کہ اس بات کا گواہ عمرؓ بن
الخطّاب ہے۔ اور ہُشیم نے ایک مرتبہ کہا اور عبدالرحمٰن بن عوف اور
فلاں و فلاں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم
نے بھی اُن کے بعد رجم کیا اور تمہارے بعد عنقریب ایسی قوم
ہو گی جو جھٹلائیں گے رجم کو اور دجّال (کے ظہور) کو اور شفاعت
کو اور عذابِ قبر کو اور اُس قوم کے وجود کو جو جہنّم سے نکلیں گے
بعد اس کے کہ وہ جل چکے ہوں گے۔ مالکؒ، یہ کہ ان کو یہ خبر
پہنچی کہ عمرؓ بن الخطّاب نے کہا کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ

أن أنظر إلى القارئ ابيض الثياب مالك عن
ايوب بن أبي تميمة السختياني عن ابن سيرين
قال قال عمر بن الخطاب اذا أوسع الله عليكم فأوسعوا
على انفسكم جمع رجل عليه ثيابه مالك عن
اسحق بن ابي طلحة انه قال قال انس بن مالك
رأيت عمر بن الخطاب وهو يومئذ امير المؤمنين
وقد رقع بين كتفيه برقع ثلث لبد بعضها
فوق بعض مالك عن نافع عن عبد الله بن
عمر ان عمر بن الخطاب رأى حلة سيراء عند
باب المسجد فقال يا رسول الله لو اشتريت هذه
الحلة فلبستها يوم الجمعة وللوفد اذا قدموا
عليك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
انما يلبس هذه من لا خلاق له في الآخرة ثم جاء
رسول الله صلى الله عليه وسلم منها حلل فأعطى
عمر بن الخطاب منها حلة فقال عمر يا رسول الله
كسوتنيها وقد قلت في حلة عطارد ما قلت
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لم اكسكها
لتلبسها فكساها عمر اخا له مشركا بمكة
مالك انه بلغه أن عمر بن الخطاب وعلي بن
ابي طالب وعثمان بن عفان كانوا يشربون
قياما مالك عن يحيى بن سعيد ان عمر
ابن الخطاب كان يأكل خبزا بسمن
فدعا رجلا من اهل البادية فجعل
يأكل يتتبع باللقمة

کہ قاری کو سفید کپڑے پہنے ہوئے دیکھوں۔ مالکؒ ایوب بن ابی تمیمہ
سختیانی سے وہ ابن سیرین سے، کہا کہ فرمایا عمرؓ بن الخطاب نے
کہ جب اللہ تعالیٰ نے تم پر وسعت کر دی ہے تو تم بھی اپنے نفسوں
پر وسعت کرو چاہیئے کہ آدمی اپنے اوپر (ضروری) کپڑے جمع کرے
(یعنی پہنے)۔ مالکؒ اسحٰق بن ابی طلحہ سے انھوں نے کہا کہ انسؓ
ابن مالکؓ نے کہا کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا اور وہ اس
زمانہ میں امیر المؤمنین تھے اس حال میں کہ انھوں نے اپنے مونڈھوں
کے درمیان اُوپر تلے تین پیوند لگا رکھے تھے۔ مالکؒ نافع سے وہ
عبداللہ بن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے دروازۂ مسجد کے قریب
ایک جوڑا سیراء دیکھا تو کہا کہ یا رسول اللہؐ اس کو آپ خرید لیجئے
اور جمعہ کے دن پہن لیا کرتے اور ایسے موقع پر جب کہ باہر کے
وفود آپؐ کے پاس آتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اس کو ایسا شخص ہی پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی
حصہ نہ ہوگا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اُن
میں سے چند جوڑے آگئے تو ان میں سے ایک جوڑا آپؐ نے
عمرؓ بن الخطاب کو دیا تو عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ یہ آپؐ مجھے
عطا فرما رہے ہیں حالانکہ عطارد کے جوڑے کے بارے میں فرمایا
تھا جو کچھ فرمایا تھا، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں
نے تم کو اس لئے نہیں دیا کہ تم خود اس کو پہنو تو عمرؓ نے
وہ اپنے ایک بھائی کو دیدیا جو مشرک تھا مکہ میں۔ مالکؒ یہ کہ ان کو
یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب اور علیؓ بن ابی طالب اور عثمانؓ
ابن عفان سب کھڑے ہو کر پیتے تھے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے
کہ عمرؓ بن الخطاب گھی کے ساتھ روٹی کھا رہے تھے تو آپ نے
ایک شخص کو جو اہلِ بادیہ میں سے تھا بلا لیا اُس نے پے درپے لقمہ

عہ سین کے زیر اور یاء تحتانی کے زبر کے ساتھ، ایک قسم کی یمنی چادر کہ جس میں زرد خطوط ریشمی دھاگے کے ملے ہوتے یا خالص زرد ہوتی تھی ۱۲ مترجم

وَ صَفَّرَ الصحفۃَ فقال لہ عمر کأنک مُقْفِرٌ
فقال واللہ ما اکلتُ سمنًا و لا رأیتُ
اُکلاتہ منذ کذا و کذا فقال عمر لا آکل السمن
حتی یُحیَی الناسُ من اوّلِ ما یُحیون
مالک عن اسحٰق بن عبد اللہ بن ابی طلحۃ
عن انس بن مالک قال رأیتُ عمر بن
الخطاب و ہو یومئذ یُطرح لہ صاعٌ من
تمر فیأکلہ حتی یأکل حَشَفَہا مالک عن
عبد اللہ بن دینار عن عبد اللہ بن
عُمر انّہ قال سُئل عمر بن الخطاب
عن الجراد فقال وَدِدْتُ أنّ عندی
قفعۃً فاٰکل منہ مالک عن یحیی
ابن سعید انّ عمر بن الخطاب قال
ایّاکم و اللحم فانّ لہ ضراوۃً کضراوۃِ الخمر
مالک عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب
ادرک جابر بن عبد اللہ و معہ حمالُ اللحم
فقال ما ہذا فقال یا امیرَ المؤمنین قرمنا
الی اللحم فاشتریتُ بدرہم لحماً فقال
ما یرید احدکم ان یطوی بطنہ عن جارہ
او ابن عمہ این تذہب عنک ہذہ الآیۃ
اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا
وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا مالک عن اسحٰق بن

کھانے شروع کر دیتے اور پیالہ کو لپٹ گیا تو اس سے عمرؓ نے کہا
گویا کہ تو بھوکا ہے تو اس نے کہا کہ واللہ میں نے اتنے اور اتنے
زمانہ سے گھی نہیں کھایا اور نہ اس کے لقمے دیکھے تو عمرؓ نے کہا کہ
میں گھی نہیں کھاؤں گا جبتک کہ لوگوں پر پہلے خوب بارش نہ ہو لے
(جس سے ان میں جان آجائے)۔ مالکؒ اسحٰق بن عبد اللہ بن ابی
طلحہ سے وہ انسؓ بن مالک سے کہا کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا
اس حال میں کہ اس دن کہ ان کے سامنے ایک صاع کھجور
ڈال دی جاتی تھی تو وہ اس کو کھاتے تھے یہاں تک کہ ان میں
کے خراب دانوں کو بھی۔ مالکؒ عبد اللہ بن دینار سے وہ عبد اللہ
ابن عمرؓ سے انھوں نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب سے ٹڈیوں کے
بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ میرے پاس ایک
تھیلا ہو جس میں سے ان کو کھاتا رہوں۔ مالکؒ یحیی بن سعید سے
کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ بچو گوشت پر (مداومت) سے
کہ اس کا بھی ایک چسکا (یعنی لت) ہے جیسا شراب کا چسکا ہوتا
ہے۔ مالکؒ یحیی بن سعید سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے جابرؓ بن عبد اللہ
کو پایا اس حال میں کہ ان کے ساتھ ایک بوجھ (یعنی بندھا
ہوا پوٹلا) گوشت کا تھا تو فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے
کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ ہمارا گوشت کو دل چاہا تو میں نے ایک
درہم کا گوشت خرید لیا تو فرمایا کہ تم میں کوئی یہ ارادہ نہیں
کرتا کہ اپنے پیٹ کو تہ کر رکھے اپنے پڑوسی اور ابن عم کی خاطرداری
کیلئے، کہاں جاتی رہی تمہارے پاس سے یہ آیت اَذْهَبْتُمْ
طَيِّبَاتِكُمُ الخ (۴۶: ۲۰) "تم اپنی من بھاتی چیزیں اپنی دنیوی
زندگی میں لے چکے اور ان کو خوب برت چکے"۔ مالکؒ اسحٰق بن

عـه بعض روایات میں سمن کے بجائے سمین ہے یعنی لا آکل السمین حتی یُحیا الناس من اول ما یُحیون کہ میں فربہ (چربی دار) گوشت اس وقت تک نہیں
جب تک لوگوں میں زندگی نہیں آلیتی یعنی اچھی طرح بارش نہیں ہوتی ایسی پہلی بارش ہونے کے بعد کھاؤں گا۔ ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

۲۳/۲

عبداللہ بن ابی طلحۃ عن انس بن مالک انّہٗ سمع عمر بن الخطّاب وسلّم علیہ رجلٌ فردّ علیہ السّلام ثم سَاَلَ عمر الرّجلَ کیف انتَ فقالَ اَحمدُ الیک اللہَ فقال عمر جزاک اللہ ذٰلک الذی اردتُ منک مالکٌ عن ربیعۃ ابن ابی عبدالرحمٰن عن غیر واحد من علمائہم ان ابا موسی الاشعری جاء یستاذِنُ علٰی عمر ابن الخطّاب فاستاذنَ ثلثًا ثم رجع فارسلَ عمر بن الخطّاب فی اِثرِہ فقالَ مالکَ لم تدخُلْ فقالَ ابو موسی الاشعری سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ الاستیذان ثلثٌ فان اُذِن لکَ فادخل والّا فارجع فقالَ عمر بن الخطّاب ومَن یعلم ہٰذا لَئِنْ لم تاتِنی بمَن یعلم ذٰلک لافعلنَّ بک کذا و کذا فخرَجَ ابو موسٰی حتّٰی جاء مجلسًا فی المسجد یُقالُ مجلس الانصار فقالَ اِنّی اَخبرتُ عمر ابن الخطّاب انّی سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ الاستیذان ثلث فان اُذِنَ لکَ فادخُلْ و الّا فارجِعْ فقالَ لئن لم تاتنی بمَن یعلم ہٰذا لافعلنّ بک کذا و کذا فان کان سَمِعَ ذٰلکَ احدٌ منکم فلیقُم معی فقالوا لِاَبی سعید الخدری قُم معہٗ و کانَ ابو سعید اَصغرھُم

عبداللہ بن ابی طلحہ سے وہ انس رضؓ بن مالک سے کہ انھوں نے سُنا عمر رضؓ بن الخطاب سے اور ان کو ایک شخص نے سلام کیا تھا پھر اُنھوں نے سلام کا جواب دے کر اُس سے سوال کیا تھا کہ تم کیسے ہو تو اُس نے کہا کہ میں آپ کے سامنے اللہ کا شکر کرتا ہوں تو اُنھوں نے کہا جزاک اللہ یہی وہ بات ہے جو میں تم سے سُننا چاہتا تھا۔ مالک رحؒ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے اور انھوں نے اپنے میں کے ایک سے زیادہ عُلماء سے سُنا کہ ابو موسیٰ اشعری رضؓ آئے اور عمر رضؓ بن الخطاب سے ملاقات کی اجازت طلب کی (جواب نہ ملا) تو تین مرتبہ اجازت طلب کر کے واپس ہوئے تو عمر رضؓ بن الخطاب نے ان کے پیچھے آدمی بھیج کر بُلایا اور کہا کہ کیا ہوا کہ تم اندر نہیں آئے تو ابو موسیٰ اشعری رضؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپؐ فرماتے تھے کہ استیذان تین ہونے چاہئیں (یعنی تین مرتبہ اجازت مانگی جاتے) پھر اگر تم کو اجازت دیدی جائے تو داخل ہو جاؤ ورنہ لَوٹ جاؤ تو عمر رضؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ اس کو اور کون جانتا ہے۔ اگر تم کوئی ایسا شخص میرے پاس نہ لائے جو اس بات کو جانتا ہو تو میں تمھارے ساتھ ضرور ایسا اور ایسا کروں گا۔ تو ابو موسیٰ رضؓ نکلے یہاں تک کہ انصار کی ایک مجلس میں پہنچے جو مسجد میں ہوتی تھی جس کو مجلس الانصار کہا جاتا تھا اور کہا کہ میں نے عمر رضؓ بن الخطّاب کو خبر دی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپؐ فرماتے تھے کہ استیذان تین ہونے چاہئیں پھر اگر تم کو اجازت دیدی جائے تو داخل ہو جاؤ ورنہ لَوٹ جاؤ تو اُنھوں نے کہا کہ اگر تو میرے پاس کوئی ایسا شخص نہ لائے گا جو یہ بات جانتا ہو تو میں تیرے ساتھ ضرور ایسا اور ایسا کروں گا تو اگر تم میں سے بھی کسی نے یہ ارشاد سُنا ہو تو وہ اُٹھ کر میرے ساتھ چلے۔ ان بھوں نے ابو سعید خدری رضؓ سے فرمایا کہ ان کے ساتھ جاؤ اور ابو سعید رضؓ ان سب میں چھوٹے تھے

فقام معہ فاخبر ذٰلک عمرَ بن الخطّاب فقالَ عمر لأبی موسٰے اما انّی لم أتّہمکَ ولکنّے خشیتُ ان یتقوّلَ الناسُ علٰی رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم (افترا کنند) مالک عن زید بن اسلم عن عطآء بن یسار أنّ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أرسلَ الٰی عمر بن الخطّاب بعطآءٍ فردّہٗ عمر فقالَ رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لِمَ رددتہ فقالَ یارسولَ اللّٰہ الیس قد أخبرتنا أنّ خیرًا لأحدِنا أن لا یأخذَ من احدٍ شیأً فقالَ لہٗ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انّما ذٰلک عن المسئلۃِ فامّا ماکانَ من غیرِ مسئلۃٍ فانّہٗ رزقٌ یرزقکہ اللّٰہُ فقالَ عمرُ بن الخطّاب اما والّذی نفسی بیدہ لا أسألُ احدًا شیأً ولا یأتینی شیئٌ من غیرِ مسئلۃٍ الّا اخذتہٗ مالکٌ عن عبداللّٰہ بن ابی ملیکۃ انّ عمر بن الخطّاب مرَّ بامرأۃٍ مجذومۃٍ وہی تطوف بالبیتِ فقالَ لہا یا أمۃَ اللّٰہِ لا تؤذی الناسَ لو جلستِ فی بیتکِ فجلسَتْ فی بیتہا فمرَّ بہا رجلٌ بعد ذٰلک فقالَ لہا انّ الّذی کان نہاکِ قد ماتَ فاخرُجی فقالت ماکنتُ لِأطیعہ حیًّا وأعصیہٗ میتًا مالکٌ عن یحیی بن سعید انّ عمر بن الخطّاب قالَ لرجُلٍ ما اسمُکَ فقالَ جمرۃ

وہ اُٹھ کر اُن کے ساتھ ہوتے اور عمرؓ بن الخطاب کو اس کی خبر دی۔ تو عمرؓ نے ابوموسیٰؓ سے کہا سمجھ لو کہ میں نے تم کو متہم نہیں سمجھا تھا لیکن مجھے یہ اندیشہ ہوگیا تھا کہ (اس طرح) لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹی باتیں منسوب نہ کرنے لگیں۔ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ عطاء بن یسار سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ بن الخطاب کے پاس کچھ مال بھیجا تو عمرؓ نے اس کو واپس کر دیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اُس کو کیوں واپس کیا تو اُنھوں نے کہا کہ یارسول اللہؐ کیا آپؐ نے ہم کو خبر نہیں دی تھی کہ ہم میں سے ہر ایک کیلئے یہ بہتر ہے کہ وہ کسی سے کچھ نہ لے تو اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بات سوال کرنے سے متعلق تھی، رہی وہ چیز جو بغیر سوال کے آتے وہ ایک رزق ہے جو اللہ تعالےٰ تم کو عطا فرماتا ہے تو عمرؓ بن الخطاب نے کہا اب قسم ہے اُس ذات کی میرا نفس جس کے ہاتھ میں ہے میں کسی سے کسی شے کا سوال نہ کروں گا اور میرے پاس بغیر مانگے کوئی چیز نہیں آئے گی مگر میں اُس کو لے لونگا۔ مالکؒ عبداللہ بن ابی ملیکہ سے کہ عمرؓ بن الخطّاب کا گزر ایک کوڑھی عورت پر ہوا اس حال میں کہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی تو اس سے عمرؓ نے کہا کہ اے اللہ کی بندی لوگوں کو تکلیف نہ دے اچھا تھا کہ تو اپنے گھر میں بیٹھ رہتی، تو وہ اپنے گھر میں بیٹھ رہی تو اس کے بعد اُس پر ایک شخص کا گزر ہوا اُس نے اس عورت سے کہا کہ جس نے تجھے منع کیا تھا وہ مر چکا ہے اب نکلنے لگ۔ تو اُس نے کہا کہ میں ایسی نہیں ہوں کہ وہ زندہ ہوں تو اُن کی اطاعت کروں اور مر جائیں تو نافرمانی کروں۔ مالکؒ یحییٰ بن سعیدؒ سے کہ عمرؓ بن الخطّاب نے ایک شخص سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟ تو اُس نے کہا جمرہ (جمرہ کے لغوی معنے

قالَ ابنُ مَنْ قال ابن شہاب قالَ
مِمَّنْ قال من الحُرَقَۃِ (قبیل از قضاعہ) قال اَیْنَ مسکنک
قال بحرّۃِ النّارِ قالَ بایّہا قال بذات
لظےٰ فقال عمر اَدْرِکْ اہلکَ فقد احترقوا
قال فکان کما قال عمر بن الخطّاب مالکؒ
انہ بلغہ ان عمر بن الخطّاب اراد الخروج
الی العراق فقالَ لہٗ کعب الاحبار
لاتخرج الیہا یا امیر المؤمنین فانّ بہا
تسعۃَ اَعْشارِ السحرِ و بہا فَسَقَۃُ الجنّ و
بہا دآءُ العُضَال مالک انّہ بلغہ ان اَمَۃً
کانت لعبد اللّٰہ بن عمر بن الخطّاب
رآہا عمر بن الخطّاب و قد تہیّأت بِہیئۃِ
الحرائر فدخلَ علیٰ ابنتہ حفصۃَ
فقال الم اَرَ جاریۃَ اَخیکِ تجوسُ الناسَ
و قد تہیّأت بہیئۃِ الحرائر وانکر ذٰلک
عمر مالکؒ عن اسحٰق بن عبداللّٰہ بن
ابی طلحۃَ عن انس بن مالک قالَ
سمعتُ عمر بن الخطّاب و خرجتُ معہ
حتّے دخل حائطًا فسمعتُہٗ وہو یقول و بینی
و بینہ جدارٌ و ہو فی جوف الحائط
عمر بن الخطّاب امیر المؤمنین
بَخٍ بَخٍ یا ابنَ الخطّاب لَتَتَّقِیَنَّ
اللّٰہَ او لیُعذِّبنّکَ۔ اَلبغوی توضّأَ
عُمر من مآءٍ فی
جرّۃ نصرانیۃٍ (سبوچہ ۱۲)

ہیں چنگاری) پوچھا کس کا بیٹا ہے تو اُس نے کہا کہ شہاب کا
بیٹا ہوں (شہاب کے معنے ہیں انگارا) پوچھا کس قبیلہ سے کہا حُرَقَہ
سے (قضاعہ کا ایک قبیلہ۔ اس کے لغوی معنے بھی جلے ہوتے کے ہیں)
پوچھا کہ تیرا مسکن کہاں ہے۔ اُس نے کہا حرّۃ النار میں (اس کے
معنے ہیں آگ کی گرمی) پوچھا اس کا خاص مقام کونسا ہے تو اس نے
کہا ذات لظےٰ (لظےٰ کے معنے ہیں آگ کا شعلہ) تو عمرؓ نے کہا کہ اپنے
گھر والوں کے پاس پہنچ کہ وہ جل گئے ہیں۔ راوی نے کہا کہ وہی
ہوا جو عمرؓ بن الخطّاب نے کہا تھا۔ مالکؒ، کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ جب
عمرؓ بن الخطّاب نے عراق کی طرف سفر کرنے کا ارادہ کیا تو اُن سے
کعب الاحبار نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ اُس طرف نہ جائیے کیونکہ
دس میں سے نو حصہ سحر وہاں ہے اور فاسقین جنّات ہیں اور
وہاں عسیر العلاج بیماری بھی ہے۔ مالکؒ، کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ
عبداللّٰہ بن عمر بن الخطّاب کی ایک باندی تھی اس کو عمرؓ بن
الخطّاب نے دیکھا اور اُس نے آزاد عورتوں کی وضع قطع اختیار کر رکھی
تھی۔ پھر وہ اپنی بیٹی حفصہؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ کیا میں
تیرے بھائی کی کنیز کو نہیں دیکھتا کہ وہ لوگوں کو گھورتی ہے اور
اُس نے آزاد عورتوں کی وضع بنا رکھی ہے اور عمرؓ نے اس کو برا
محسوس کیا۔ مالکؒ اسحٰق بن عبداللّٰہ بن ابی طلحہ سے وہ انس بن
مالک سے کہا میں نے سنا عمرؓ بن الخطّاب کو اس حال میں کہ میں ان کے
ساتھ نکلا تھا یہاں تک کہ وہ ایک باغ میں داخل ہوئے تو میں نے
اُن کو یہ کہتے ہوئے سنا اور میرے اور ان کے درمیان دیوار حائل
تھی اور وہ باغ کے بیچ میں تھے کہ عمر خطاب کا بیٹا مومنین کا
امیر! واہ وا، واہ وا!! اے خطاب کے بیٹے تجھے اللّٰہ سے
ڈرتے رہنا ہوگا ورنہ وہ تجھے ضرور عذاب دے گا۔ بغوی، عمرؓ نے
ایسے پانی سے وضو کیا جو ایک نصرانی عورت کے گھڑے میں کا تھا۔

البغوی قال عمر بن الخطّاب کلُوا الجبنَ مما یصنعُ اہلُ الکتاب البغوی قال عمر و ابن عباس الذکوۃُ فی الحلق واللبّۃ وزاد عمر و لاتعجلوا الانفسَ ان تزہقَ معناہ لاتسلخہا بعد ذبحہا مالم یفارقہا الروحُ البغوی قال عمر بن الخطّاب لاتنخلوا الدقیقَ فانہ کلّہ طعام۔ البغوی قال عمر عام الرمادۃ لقد ہممتُ اَن اُنزِلَ علٰی اہل کلّ بیتٍ مثلَ عددہم فانّ الرجل لایہلکُ علٰی نصفِ بطنہ البخاری وغیرہ عن ابن عمر خطب عمر ابن الخطّاب علٰی منبر رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فقالَ انہ قد نزلَ تحریمُ الخمر وہی من خمسۃ اشیآء العنب والتمر والحنطۃ والشعیر والعسلِ والخمرُ ماخامرَ العقلَ وثلاثٌ وددتُ اَنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یُفارِقنا حتّٰی یعہدَ الینا عہدًا الجدُّ والکلالۃُ وابوابٌ من ابوابِ الرِّبوا البغوی قال السائب بن یزید انّ عمر قالَ انی وجدتُ من فلان ریحَ شراب فزعم انّہ شرب الطلآءَ و انا سآئلٌ عما شربَ فان کانَ یُسکِرُ جلدتہٗ الحدَّ فجلدہ الحدّ تامًا البغوی رُوی انّ عمر بن الخطّاب قالَ لشابٍّ یمسّ ازارہ الارضَ ابنَ اخی

بغوی، عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ اہلِ کتاب جو پنیر بناتے ہیں وہ ...... کھاؤ۔ بغوی، کہا عمرؓ اور ابن عباسؓ نے کہ ذبح حلق اور دگدگی میں ہوتا ہے اور عمرؓ نے یہ زیادہ کیا کہ جانوں کے ساتھ جلدی نہ کرو کہ وہ نکل جائیں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ ذبح کے بعد جب تک اُس سے روح مفارقت نہ کر جائے اُس کی کھال نہ اُتارو۔ بغوی، کہا عمرؓ بن الخطّاب نے آٹے کو مت چھانو کیونکہ اس کا سب کا سب طعام (یعنی کھانے کی چیز ہے)۔ بغوی، عمرؓ نے کہا عام الرمادہ میں (ایک قحط کے سال کا نام) میں نے یہ عزم کیا ہے کہ اُتار دوں (یعنی مہمان بنا دوں) ہر گھر والوں پر (قحط زدہ لوگوں کو) ان کے شمار کے برابر (کہ وہ اپنی آدھی خوراک ان کو کھلائیں) کیونکہ آدھا پیٹ بھرنے سے انسان ہلاک نہیں ہوتا۔ بخاری وغیرہ ابن عمرؓ سے، عمرؓ بن الخطّاب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیا اس میں فرمایا کہ خمر کی حُرمت نازل ہو چکی ہے اور یہ پانچ چیزوں سے بنتی ہے انگور[1] سے اور کھجور[2] سے اور گیہوں[3] سے اور جَو[4] سے اور شہد[5] سے اور خمر وہ ہے جو عقل کو چھپا دے اور تین چیزیں ہیں کہ میری دِلی رغبت تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم سے جُدا نہ ہوتے یہاں تک کہ اُن کے مفصّل حکم ہم کو دیدیتے جدّ[1] اور کلالہ[2] اور چند ابواب[3] سود کے ابواب میں سے۔ بغوی، سائب ابن یزید نے کہا کہ عمرؓ نے فرمایا کہ میں فلاں سے شراب کی بُو محسوس کرتا ہوں اُس کا دعویٰ یہ ہے کہ اُس نے طلاء پیا ہے اور میں تحقیق کر رہا ہوں کہ اُس نے کیا پیا ہے تو اگر اس کو نشہ ہو گیا تو میں حد میں اس کے کوڑے لگواؤں گا۔ چنانچہ اس کے پُورے کوڑے لگوائے۔ بغوی، روایت کیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک نوجوان سے جس کی لنگی زمین سے چھو رہی تھی فرمایا کہ اے بھتیجے

ارفع ثوبک فانہ انقی لثوبک واتقی لربک۔ (پاک دارندہ تر ۱۲) البغوی ان عمر رأی علی رجل ثوبا معصفرا فقال دعوا ہذہ البراقات للنساء۔ (زینت دہندہ ۱۲) البخاری وغیرہ عن ابن الزبیر قال سمعت عمر بن الخطاب یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتلبسوا الحریر فانہ من لبسہ فی الدنیا لم یلبسہ فی الآخرۃ۔ البغوی عن ابی عثمان النہدی یقول اتانا کتاب عمر ابن الخطاب ونحن باذربیجان مع عتبۃ ابن فرقد اما بعد فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الحریر الا ہکذا واشار باصبعیہ السبابۃ والوسطی البغوی عن سوید ابن غفلۃ ان عمر بن الخطاب خطب بالجابیۃ فقال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس الحریر الا موضع اصبع او اصبعین او ثلاث او اربع وقال قتادۃ رخص عمر فی موضع اصبع واصبعین وثلاث واربع من اعلام الحریر البغوی عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی علی عمر قمیصا ابیض فقال اجدید قمیصک ہذا ام غسیل فقال جدید فقال البس جدیدا وعش حمیدا ومت شہیدا البغوی عن الحسن قال خطب عمر وہو خلیفۃ وعلیہ ازار فیہ اثنا عشر رقعۃ البغوی عن ابی عثمان النہدی یقول اتانا کتاب عمر ونحن باذربیجان مع عتبۃ بن فرقد اما بعد فاتزروا وارتدوا وانتعلوا

اپنا کپڑا اونچا کر کہ ایسا کرنا کپڑے کی پاکیزگی کا سبب ہوگا اور اللہ سے تقوے کا موجب بھی۔ بغوی کہ عمرؓ نے ایک شخص کے بدن پر کسم میں رنگا ہوا کپڑا دیکھا تو فرمایا کہ اس سنگار کو عورتوں کے لئے چھوڑ دو۔ بخاری وغیرہ ابن الزبیر سے کہا کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب کو یہ کہتے ہوتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حریر (باریک ریشمی کپڑا) نہ پہنو جو شخص اس کو دنیا میں پہن لے گا وہ اس کو آخرت میں نہیں پہنے گا۔ بغوی، ابو عثمان نہدی سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس عتبہ بن فرقد کی معرفت عمرؓ بن الخطاب کا خط آذربائیجان میں پہنچا (لکھا تھا)۔ اما بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حریر سے منع کیا ہے۔ بجز اس طرح کے اور اپنی کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا۔ (یعنی اتنی دھاریوں کی اجازت ہے)۔ بغوی سوید بن غفلہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے جابیہ میں خطبہ دیا فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حریر کے پہننے سے منع فرمایا ہے مگر بقدر ایک یا دو انگل یا تین یا چار انگل کے (یعنی اتنی دھاری کی اجازت ہے)۔ اور کہا قتادہؓ نے کہ عمرؓ نے ریشمی دھاریوں کی ایک انگل یا دو یا تین یا چار انگل رکھنے کی جگہ کے بقدر رخصت دی ہے۔ بغوی ابن عمرؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کے بدن پر سفید قمیص دیکھی تو پوچھا کہ یہ تمہاری قمیص نئی ہے یا دھلی ہوئی ہے۔ انھوں نے کہا کہ نئی ہے تو فرمایا کہ نیا پہنو اور قابل تعریف زندگی بسر کرو اور شہادت کی موت مرو۔ بغوی حسنؒ سے، انھوں نے کہا کہ خطبہ دیا عمرؓ نے اور وہ خلیفہ تھے اور ان کے بدن پر جو لنگی تھی اس میں بارہ پیوند تھے۔ بغویؒ ابو عثمان نہدی سے، کہتے ہیں کہ ہمارے پاس عمرؓ کا یہ مکتوب پہنچا معرفت عتبہ بن فرقد کے جب کہ ہم آذربائیجان میں تھے۔ اما بعد لنگی باندھا کرو اور چادر اوڑھا کرو اور جوتے پہنو

وَاَلقُوا الخفاف و انقوا السراویلات و علیکم
بلباس ابیکم اسمٰعیل و ایاکم و التنعم وزی
العجم و علیکم بالشمس فانہا حمام العرب و
وتمعددوا و اخشوشنوا واخشوشبوا و
اخلولقوا و اعطوا الرکب اسنتہا و انزوا
نزوا وارموا الاغراض وفی روایۃ وانزوا
علی ظہور الخیل نزوا واستقبلوا بوجوہکم
الشمس فانہا حمامات العرب قولہ تمعددوا
قیل ہو من التمعدد بمعنی الغلظ یقال
تمعدد اذا شب و غلظ وقیل معناہ تشبہوا
بعیش معد وکانوا اہل غلظ وتقشف
یقول کونوا مثلہم و دعوا التنعم وزی
العجم و اخشوشنوا اراد الخشونۃ فی
الملبس و المطعم قولہ و اخشوشبوا بالباء
فہو من الصلابۃ یقال اخشوشب
الرجل اذا کان صلبا و یروی بالجیم
من الجشب وہی الخشونۃ فی المطعم
البغوی عن ابن سیرین ان عمر بن
الخطاب رای علی رجل خاتما من
ذہب فامرہ ان یلقیہ فقال
زیاد یا امیر المؤمنین ان خاتمی من
حدید قال ذاک انتن و انتن
البغوی عن ابن عمر قال اتخذ
رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم

اور موزوں کو صاف رکھو اور پاجاموں کو صاف رکھو اور تمہارے
لئے ضروری ہے اپنے باپ اسمٰعیلؑ کا لباس اور بچو عجم کی عیاشی
اور لباس کی ہیئت سے اور تم پر ضروری ہے دھوپ کھانا کہ
دھوپ عرب کا حمام ہے اور جفاکش رہو، موٹا جھوٹا (کپڑا اور
کھانا) استعمال کرو اور سخت بنو اور سواری کو لازم رکھو۔ سواری
کے جانوروں کو ان کا راتب دیتے رہو اور (ورزش جسمانی کے
لئے) کودا کرو اور تیر اندازی (کی مشق) کیا کرو نشانوں کے اوپر
اور ایک روایت میں ہے کہ گھوڑوں کی پیٹھ پر اچھل کر سوار
ہوا کرو اور اپنے چہروں کو دھوپ کے سامنے رکھا کرو کہ وہ عرب
کا حمام ہے۔ اُن کا قول تمعددوا کہا گیا ہے کہ وہ مشتق ہے
تمعدد سے جس کے معنے غلظ یعنی موٹا ہونا ہے۔ کہا جاتا ہے
تمعدد جب کہ جوان فربہ ہوجائے۔ اور کہا گیا کہ اس کے
معنے یہ ہیں کہ معد (ابن عدنان) کی (جفاکش) زندگی کے ساتھ
مشابہت رکھو اور یہ لوگ بہت مضبوطی اور قناعت والے
تھے۔ کہتے ہیں کہ اُن کے جیسے بنو اور عیش پسندی اور عجم کے
بھیس کو چھوڑو اور اخشوشنوا میں خشونت سے لباس اور
کھانے کی خشونت مراد ہے اور ان کا قول اخشوشبوا بار
کے ساتھ تو یہ صلابت (سختی) کے معنے میں ہے کہا جاتا ہے
اخشوشب الرجل جب کہ سخت ہو اور ایک روایت جیم
سے ہے (یعنی اجشوشبوا) جو جشب سے مشتق ہو گا جس کے
معنے کھانے میں خشونت کے ہیں۔ بغوی ابن سیرین سے کہ عمرؓ
ابن الخطاب نے ایک شخص کو سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے
دیکھا تو اس کو حکم دیا کہ اس کو ڈال دے۔ تو زیاد نے کہا کہ اے
امیر المؤمنین میری انگوٹھی لوہے کی ہے فرمایا کہ یہ بدبودار ہے اور
سڑ جاتی ہے۔ بغوی ابن عمرؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

خاتماً من ورِق وكان في يده ثم كان بعده في يد أبي بكر ثم كان بعده في يد عمر ثم كان بعده في يد عثمان حتى وقع بعده في بئر أريس نقشه محمد رسول الله البغوي أن عمر بن الخطاب كان يتطيب بالمسك وروي أنه أوصى في غسله أن لا يقربوه مسكاً وكان الحسن يكره المسك للميت ولا يكرهه للحي البغوي سئل انس بن مالك هل خضب رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال لم يشنه الشيب ولكن خضب ابوبكر بالحناء والكتم وخضب عمر بالحناء البغوي عن انس ان النبي صلی الله علیه وسلم كان لا يتنور فاذا اكثر شعره حلقه وروي عن سعيد عن قتادة ان النبي صلی الله علیه وسلم لم يتنور ولا ابوبكر ولا عمر ولا عثمان البغوي عن جبير بن نفير قال قرئ علينا كتاب عمر بن الخطاب بالشام ولا يدخل الرجل الحمام الا بمئزر ولا تدخله المرأة الا من سقم واجعلوا اللهو في ثلثة اشياء الخيل والنساء والنضال البغوي قال عمر بن الخطاب لرجل من النصارى صنع له طعاماً بالشام ودعاه

ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی وہ آپؐ کے ہاتھ میں رہا کرتی تھی پھر آپؐ کے بعد ابوبکرؓ کے ہاتھ میں رہتی تھی پھر اُن کے بعد عمرؓ کے ہاتھ میں۔ پھر بعد میں عثمانؓ کے ہاتھ میں رہی۔ یہاں تک کہ پھر بعد کچھ زمانہ کے بیراریس میں گر گئی۔ اُس کا نقش تھا محمد رسول اللہ۔ بغویؒ، یہ کہ عمرؓ بن الخطاب مشک کی خوشبو لگایا کرتے تھے۔ اور مروی ہے کہ اُنھوں نے اپنے غسل کے بارے میں وصیت کی تھی کہ مُشک اُن کے قریب بھی نہ لائی جائے۔ اور حسنؒ مُشک کو میت کے لئے مکروہ سمجھتے تھے اور زندہ کے لئے مکروہ نہ سمجھتے تھے۔ بغویؒ، انسؓ بن مالک سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا تو اُنھوں نے کہا کہ ان میں (سفیدی کا) عیب پیدا نہیں کیا تھا بڑھاپے نے۔ لیکن ابوبکرؓ نے مہندی اور وسمہ سے کیا اور عمرؓ نے خضاب کیا مہندی سے۔ بغویؒ انسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نورے (یعنی چونے وہرتال) کا استعمال (بال اتارنے کے لئے) نہیں کرتے تھے۔ جب بال زیادہ ہو جاتے تو آپؐ اُن کو مونڈ دیا کرتے تھے۔ اور روایت کیا گیا سعید سے وہ قتادہؓ سے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نورے کا استعمال نہیں کیا اور نہ ابوبکرؓ نے اور نہ عمرؓ نے اور نہ عثمانؓ نے۔ بغوی جُبیر بن نُفیر سے، کہا کہ ہم کو شام میں عمرؓ بن الخطاب کا خط سُنایا گیا (جس میں یہ ہدایات تھیں) اور کوئی شخص (عام) حمام میں بغیر تہبند باندھے داخل نہ ہو اور بغیر کسی بیماری (سے علاج کی وجہ) کے کوئی عورت (عام) حمام میں نہ داخل ہو۔ کھیل (دل لگی) تین چیزوں میں (محدود) رکھو، گھوڑوں میں، عورتوں میں، تیراندازی میں۔ بغویؒ عمرؓ بن الخطاب نے شام میں ایک عیسائی سے جس نے اُن کے لئے کھانا بنا کر ان کی دعوت کی تھی فرمایا کہ

إنا لا ندخل كنائسكم من اجل الصور
التي فيها البغوي عن ايوب عن
نافع قال بلغ عمر ان صفية امراة عبدالله
ابن عمر سترت بيوتها بقرام اوغيره
اهداه لها عبدالله بن عمر فذهب عمر و
هو يريد ان يهتكه فبلغهم فنزعوه البغوي
ان صفوان بن امية تزوج فدعا عمر
ابن الخطاب الى بيته واذا بيته قد
ستر بهذه الادم المنقوشة فقال
عمر لو كنتم جعلتم مكان هذا مسوحا كان
احمل للغبار من هذا البغوي ان عمر
ابن الخطاب شكا اليه رجل ما تلقى
امرأته له من اهراقة الدم فقال رجل
لو كان يحل لي منها ما يحل لك
لقطعته فقال عمر باي شئ فقال
هو ذا عرق فلو كوي ذهب فبرأت فقال
عمر ولا يذهبه غيرها قال لا قال عمر
البسوها ثوبا وشقوا الموضع الذي
يريد وعالجها البغوي روى عن
عمر انه قال تعلموا من النجوم
ما تعرفون به القبلة والطريق ثم
امسكوا البغوي كتب عمر الى
ابي موسى الاشعري اما بعد فاني
امركم بما امركم به القرآن
وانهاكم

ہم تمہارے گرجاؤں میں بوجہ اُن تصویروں کے داخل نہیں ہوتے
جو اُن میں بنی ہوتی ہیں۔ بغویؒ ایوب سے وہ نافعؒ سے
کہا کہ عمرؓ کو یہ خبر پہنچی کہ عبداللہ بن عمرؓ کی بیوی صفیہؓ نے اپنے
گھر میں منقش پردہ یا کوئی اور ایسی ہی چیز لٹکائی ہے جو ہدیۃً
ان کو عبداللہ بن عمرؓ نے دی ہے تو عمرؓ پہنچے اور ان کا یہ
ارادہ تھا کہ اُس کو اُتار دیں تو اُن کو اس کی خبر مل گئی اور انھوں
نے (عمرؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی) اُس کو کھینچ لیا۔ بغویؒ روایت
کرتے ہیں کہ صفوان بن اُمیہؓ نے نکاح کیا اور عمرؓ کو اپنے گھر
میں بلایا اور ان کے گھر میں اسی منقش چمڑے کا پردہ لٹکا ہوا
تھا تو عمرؓ نے کہا کہ اگر تم اس کی جگہ ایک کمبل لٹکا دیتے تو وہ
اس سے زیادہ غبار کو روکنے والا ہوتا۔ بغویؒ عمرؓ بن الخطاب
سے ایک شخص نے اپنی بیوی کے مرض کا حال بیان کیا جو اس کو
خون کے جاری ہونے کا لاحق ہو رہا تھا تو اُس سے ایک شخص
نے کہا کہ اگر میرے لئے اس عورت کے ساتھ وہ بات حلال ہوتی
جو تیرے لئے ہے تو میں اس خون کو قطع کر دیتا تو عمرؓ نے کہا
کہ کس چیز سے؟ تو اُس نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ ایک رگ ہے اُس کو
اگر داغ دیدیا جائے تو یہ مرض جاتا رہے گا پھر وہ تندرست
ہو جائے گی تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو بند کرنے کی اور کوئی تدبیر
نہیں ہے؟ اُس نے کہا کہ نہیں۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ اُس کو کپڑا اُڑھا دو
اور اس مقام پر سے اُس کو پھاڑ دو جس کا یہ ارادہ کرتا ہے۔ اور
اُس نے اُس عورت کا علاج کیا۔ بغویؒ روایت کیا گیا ہے عمرؓ
سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ علم نجوم میں سے اتنا حصہ سیکھ لو جس کے
ذریعہ سے قبلہ کو اور راستہ کو پہچان لو پھر رُک جاؤ (ختم کر دو)۔
بغویؒ، عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا اما بعد میں تم کو
اُن باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا تم کو قرآن نے حکم دیا اور اُن باتوں

عما نهٰكم عنه محمد صلى الله عليه وسلم و آمركم باتباع الفقه والسنة والتفهم فى العربية واذا رأى احدكم رؤيا فقصها على اخيه فليقل خيرا لنا و شرا لاعدائنا البغوى عن قتادة قال جاء رجل الى عمر بن الخطاب فقال انى رأيت كانى اعشبت ثم اجدبت فقال عمر انت رجل تؤمن ثم تكفر ثم تموت كافرا فقال الرجل لم ار شيئا فقال عمر قد قضى لك ما قضى لصاحب يوسف البغوى قال ايوب عن نافع او غيره قال كان عمال عمر اذا كتبوا اليه بدؤا بانفسهم قال وجدت كتابا من النعمان بن مقرن الى عبد الله امير المؤمنين قال زياد ما كان هٰؤلاء الا الاعراب البغوى عن تميم بن سلمة قال لما قدم عمر الشام استقبله ابو عبيدة بن الجراح فاخذ بيده فقبلها قال تميم كانوا يرون انها سُنة

سے منع کرتا ہوں جن سے تم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے اور میں تم کو فقہ اور سنت کے اتباع کا اور عربیت میں سمجھ پیدا کرنے کا حکم دیتا ہوں اور جب تم میں سے کوئی خواب دیکھے پھر اس کو اپنے بھائی سے بیان کرے تو چاہیئے کہ وہ یہ کہے کہ یہ ہمارے لئے اچھا ہے اور ہمارے دشمنوں کے لئے برا ہے۔ بغوی رح قتادہ رض سے کہا کہ ایک شخص آیا عمر رض بن الخطاب کے پاس اور کہا کہ میں نے دیکھا کہ گویا میں صاحب گیاہ ہو گیا (یعنی میرے بدن پر خوب گھاس اُگ آئی یا گھاس سے بھری ہوئی زمین میں پہنچ گیا) پھر مجھ پر خشک سالی آ پڑی۔ تو عمر رض نے کہا تو ایسا شخص ہے جو ایمان رکھتا ہے پھر تو کافر ہو جائے گا پھر مرے گا کافر ہونے کی حالت میں۔ تو اس شخص نے کہا کہ میں نے تو کچھ نہیں دیکھا تو عمر رض نے کہا کہ تیرے لئے فیصلہ ہو چکا جو فیصلہ ہوا تھا یوسف کے (قید خانہ کے) ساتھی کے لئے۔ بغوی رح، کہا ایوب نے روایت ہے نافع رح وغیرہ سے کہا کہ عمر رض کے عاملوں کی عادت تھی کہ جب اُن کی طرف بھیجنے کے لئے کوئی خط لکھتے تو اپنے نفوس سے خط کی ابتداء کرتے کہا کہ میں نے ایک خط اس طرح کا پایا من النعمان بن مقران الخ (یہ خط نعمان بن مقرن کی طرف سے ہے، اللہ کے بندے امیر المؤمنین کے نام) زیاد نے کہا کہ ایسے لوگ اعراب ہی ہوتے تھے (اس طرف اشارہ کیا کہ ادب کے خلاف کرتے تھے)۔ بغوی رح تمیم بن سلمہ سے کہا کہ جب عمر رض شام تشریف لے گئے تو ابو عبیدہ رض بن الجراح نے ان کا استقبال کیا تو ان کا ہاتھ پکڑا پھر اس کو بوسہ دیا۔ تمیم نے کہا کہ اصحاب کی رائے یہ تھی کہ یہ سنت ہے

ع جو تخیلات نفس ناطقہ بیداری میں مشاہدہ کرتا رہتا ہے وہ اس رؤیا کے مرتبہ میں ہیں جو سونے کی حالت میں انسان دیکھتا ہے۔ وہ بیداری کے خواب ہوتے ہیں جو سونے کے زمانہ کے خوابوں کی طرح قابل تاویل ہیں، قید خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام سے جب شاہی ساقی اور باورچی نے اپنے اپنے رؤیا بیان کئے تو تعبیر سننے کے بعد باورچی نے بھی اس کو اپنا خواب ہونے سے انکار کیا تو یوسف نے فرمایا کہ اب انکار لاحاصل ہے "قضی الامر الذی فیہ تستفتیان" "قضی لصاحب یوسف" سے اس جانب اشارہ مقصود ہے ۱۲

ف اعراب کے معنے دیہاتی اور گنوار کے بھی ہیں، اور فصحاء و بلغاء کے بھی ۱۲

البغوی قال حمید بن زنجویہ یکرہ التسمی باسماء الملائکۃ مثل جبرئیل و میکائیل لان عمر بن الخطاب قد کرہ ذلک ولم یاتنا عن احدٍ من الصحابۃ ولا التابعین انہ سمّی ولدًا باسم احدٍ منہم البغوی عن الشعبی عن مسروق قال سألنی عمر رضی اللہ عنہ مسروق ابنُ مَن قلتُ مسروقُ بن الاجدع قالَ الاجدعُ اسم شیطان انت مسروق بن عبدالرحمٰن البغوی انّ رجلاً خطبَ فاکثر فقالَ عمر انّ کثیرًا من الخطب من شقاشق الشیطان شبّہ الذی یتفیہق فی کلامہ ولایبالی بما قالَ من صدق او کذب بالشیطان البغوی کان عمر لاینکر النصبَ والحداءَ ونحوہا وہذا آخر ما یسّر اللہ تعالیٰ لنا من تدوینِ مذہب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی ہذہ الحالۃ والحمدُ للہ اوّلاً و آخرًا و ظاہرًا و باطنًا وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمدٍ و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

(شقشقہ بالکسر ریۂ شتر کہ بوقت مستی از دہان بیرون آرد ۱۲)

(نوعی از حدی که از ان رقت بی باشد و حداء سرود کہ بدان شتر رانند ۱۲)

ہر چند آنچہ نوشتیم بغایت مختصر است بہ نسبتِ مذہب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اگر تتبع کتب

بغویؒ، کہا حمید بن زنجویہ نے کہ فرشتوں کے نام پر نام رکھنا مکروہ ہے مثل جبرئیل و میکائیل کے کیونکہ عمرؓ بن الخطاب نے اس کو مکروہ قرار دیا اور صحابہؓ وتابعینؒ میں کسی کی نسبت ہمارے پاس کوئی ایسی روایت نہیں پہنچی کہ انہوں نے اپنی کسی اولاد کا نام ان میں سے کسی کے نام پر رکھا ہو۔ بغویؒ شعبیؒ سے وہ مسروقؒ سے، کہا مجھ سے عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ مسروق کس کا بیٹا ہے۔ میں نے کہا کہ مسروق اجدع کا بیٹا تو انہوں نے کہا کہ اجدع شیطان کا نام ہے تو مسروق ابن عبدالرحمٰن ہے۔ بغوی، ایک شخص نے خطبہ دیا اور بہت بولا تو عمرؓ نے فرمایا کہ بہت سے خطبے شیطانی بڑ[۵۰] میں سے ہوتے ہیں۔ آپ نے اس شخص کو جو اپنے کلام میں سخن سازی کے درپے ہوتا ہے اپنے قول میں سچ اور جھوٹ کی پرواہ نہیں کرتا اس کو شیطان سے تشبیہ دی۔ بغوی عمر رضی اللہ عنہ نصب اور حُدی اور اسی طرح کی باتوں کا انکار نہیں کرتے تھے (یہ اونٹ کو مست کرنے والے گانوں کے نام ہیں)۔ یہ اس مضمون کا آخر ہے جس کو اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر آسان کردیا امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا مسلک مدوّن کرنے کے سلسلہ میں۔ اور قابلِ تعریف صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو اوّل بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی ہے اور باطن بھی وصلے اللہ علےٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہ نسبت مذہب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اگرچہ وہ نہایت مختصر ہے اور کتابوں میں کما حقہ تلاش و جستجو

---

۵۰ شقاشق، جمع ہے شِقشِقہ کی۔ اونٹ کے بڑبڑانے اور آواز کرنے کو شِقشِقہ کہتے ہیں اور اس لوتھڑے کو بھی شِقشِقہ کہتے ہیں جو کہ اونٹ اپنے منہ سے مستی اور جماع کی خواہش کے وقت نکالتا ہے کہتے ہیں کہ یہ خاصہ عربی اونٹ کا ہے ۱۲ لغات الحدیث

بکار بریم دو ثلث بران مزید شود واگر تصحیح و
تسقیم روایات و ترجیح بعض بر بعض و بیان
آنچہ سلف دران باب تکلم کردہ اند علیٰ ما
ینبغی بتقدیم رسانیم مجلدی ضخیم بہم رسد و اینہمہ
درحالتِ راہنہ میسر نیست لیکن برائی اثبات
آنچہ در صدر مقالہ تقریر نمودیم کہ نسبتِ مجتہدین
با فاروقِ اعظم رض مانند نسبتِ مجتہد منتسب
مطلق است با مجتہد مستقل و مذہب فاروقِ
اعظم رض بمنزلۂ متن است و مذاہب اربعہ
بمنزلۂ شروح الیٰ غیر ذٰلک مما بسطنا فی
صدر المقالۃ کافی است دلِ خالی از تعصب و
گوشِ شنوا می باید وبس چون آن این مبحث
بحمد اللہ وحسن توفیقہ باتمام رسید مصلحت
آن نماید کہ دو نکتہ دیگر کہ باستقراء تمام
واز تتبع گوشہائے سخن و فحاویٔ آثار
شناختہ ایم بآن ملحق کنیم۔

نکتہ اولیٰ در زمانِ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مردمان در ہمہ انواعِ علوم چشم بر جمالِ
آنحضرت و گوش بآوازِ وے صلی اللہ علیہ وسلم
بودہ اند ہرچہ پیش می آمد از مصالحِ جہاد
وہدنہ و عقد جزیہ و احکام فقہیہ و
علوم زہدیہ ہمہ ازان حضرت استفسار
می نمودند گویا الیوم از شکم مادر بظہور آمدہ اند چہ
علوم رسمیہ و تجربیہ کہ پیش از
بعثتِ سید الرسل علیہ افضل الصلوات

کی جائے تو اس پر دو ثلث کا اضافہ ہو جائے اور اگر روایات کی
صحت وسقم پر کلام کیا جائے اور بعض روایت کو بعض پر ترجیح دینے
اور ان امور کے بیان کرنے پر بقدر مناسب اقدام کیا جائے جن پر
سلف نے اس باب میں کلام کیا ہے تو ایک ضخیم جلد تیار ہو سکتی
ہے اور یہ سب کام کرنا اس حالت میں جس میں کہ ہم گرفتار ہیں
دشوار ہے لیکن اس بات کے ثابت کرنے کے لئے جس کی تقریر
ہم اس مقالہ کی ابتداء میں کر چکے ہیں کہ ائمہ مجتہدین کی نسبت
فاروقِ اعظم رض کے ساتھ وہ ہے جو مجتہد منتسب مطلق کی نسبت
ہوتی ہے مجتہدِ مستقل کے ساتھ اور فاروقِ اعظم رض کا مذہب بمنزلہ
متن کے ہے اور مذاہب اربعہ اس کی شروح کے مرتبہ میں ہیں
اور دیگر امور جن کو ہم نے ابتداء مقالہ میں مفصل ذکر کیا ہے،
(جو کچھ ہم نے جمع کر دیا ہے) کافی ہو البتہ ایسا دل ہونا چاہیئے جو
تعصب سے خالی ہو اور ایسے کان ہونے چاہئیں جو سننے
والے ہوں اور بس۔ جب یہ مبحث بحمد اللہ اس کی حسنِ توفیق
سے اتمام کو پہنچ گیا تو اب مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم
اس کے ساتھ دو نکتے اور ملحق کر دیں جن کو ہم نے تمام احادیث
کے مجموعہ کو پیش نظر لاکر اور بات کے گوشوں پر اور آثار کے انداز
کلام کو سامنے رکھ کر پہچانا ہے۔

نکتۂ اولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں علوم کی
تمام انواع میں لوگوں کی آنکھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے جمال پر اور ان کے کان آپ کی آواز پر لگے رہتے تھے
جو کچھ بھی پیش آتا تھا از قسم مصالحِ جہاد و مصالحت و عقد
جزیہ و احکام فقہیہ و علوم تزکیۂ نفس سب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے ہی پوچھتے تھے گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے
ہیں کیا علوم رسمیہ و تجربیہ جو کہ حضرت سید الرسل علیہ افضل الصلوات

والتسلیمات معلوم ایشان بود ہمہ در سطوتِ
فیوض نازلہ از جانب مدبّر السموات والارض
جلّت قدرتہٗ متلاشی گشتہ در ہر باب غیر انتظار
حکم حضرت مخبرِ صادق وخلیفہ ایشان نبود چون
نوبتِ خلافتِ خاصّہ رسید شیخین رضہ در مجالس
متعدّدہ تمیز و تفریق در منصب نبوت و منصبِ
خلافت بیان نمودند وفے الجملہ طریق مشاورت
در مسائل اجتہادیہ وتتبّع احادیث از مظانِّ
آن کشادہ شد معہٰذا بعد عزم خلیفہ بر چیزے
مجال مخالفت نبود در جمیع این امور شذر و
مذر نمی رفتند بدون استطلاع رائے خلیفہ کارے
را مصمّم نمے ساختند لہٰذا درین عصر اختلافِ
مذاہب و تشتّتِ آرا واقع نشد ہمہ بر یک مذہب
متّفق و بر یک راہ مجتمع وآن مذہب خلیفہ ورائے
او بود روایتِ احادیث وفتوے وقضا و
مواعظ مقصور بود در خلیفہ یا کسے کہ نائبِ خلیفہ
باشد بامراد قال النبی صلے اللہ
علیہ وسلم لا یقصّ الّا امیر او
مامور او مختال (متکبر) وقال عمرؓ فے
الفتاوے والقضاء ولِّ حارّھا من
تولّے قارّھا چون نوبت خلافت حضرت
مرتضٰے رسید بحکم تقدیر الٰہی تفرّق
امّت پدید آمد و اکثر بلدان از
طاعتِ خلیفہ بر آمدند انگاہ حیرت
گونہ بعلماء و فقہاء

والتسلیمات کی بعثت کے پہلے سے اُن لوگوں کو معلوم تھے وہ سب
مدبّر السموات والارض جلّت قدرتہٗ کی جانب سے نازل ہونے والے
فیوض کے غلبہ و قہر میں نابود ہو گئے تھے۔ ان صاحبان کا ہر باب
میں بجز اس کے کہ مخبر صادق کی بارگاہ سے صادر ہونیوالے حکم کا
انتظار کریں کوئی اور معمول نہ تھا۔ جب خلافتِ خاصّہ کی نوبت
پہنچی تو شیخین رضہ نے متعدد مجالس میں منصبِ نبوّت اور منصبِ
خلافت میں تمیز اور تفریق بیان فرمائی اور مسائل اجتہادیہ میں
مشاورۃ اور احادیث کے تتبع کی جہاں مظنّہ اجتہاد موجود ہو
راہ فے الجملہ کُشادہ ہو گئی۔ اس کے بعد کسی چیز پر خلیفہ کے عزم
کر لینے کے بعد کسی کو مخالفت کی مجال نہ تھی۔ ان تمام امور میں
اِدھر اُدھر نہیں بھٹکتے تھے۔ خلیفہ کی رائے سے مطلع ہوتے
بغیر کسی کام کو مصمم نہیں کرتے تھے اس لئے اس زمانے میں اختلاف
مذاہب اور آراء میں اختلاف واقع نہیں ہوا۔ سب لوگ ایک
مذہب پر متفق اور ایک راہ پر مجتمع تھے اور وہ تھی خلیفہ کا مذہب
اور اس کی رائے۔ احادیث کی روایت اور فتوے کا دینا مواعظ کا
بیان کرنا محدود تھا خلیفہ میں یا جو اس کے حکم سے خلیفہ کا
نائب ہو۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعظ و قصص کوئی
شخص نہ کہے گا بجز تین کے، امیر ہو یا جس کو حکم دیا گیا ہو یا متکبّر
(اپنے کو عالم سمجھنے والا) اور عمر رضہ نے فتاوٰی اور قضاء کے
بارے میں فرمایا وَلِّ حارّھا من تولّی قارّھا (یہ ارشاد حضرت
ابن مسعود رضہ سے اُن کو فتاوٰی سے روکنے کے لئے فرمایا تھا کہ تکلیف دہ
کام ان ہی کے لئے چھوڑو جو اس سے راحت پانے والے ہیں)

جب حضرت مرتضٰے کرم اللہ وجہہ کی خلافت کی نوبت پہنچی تو تقدیر
الٰہی کے حکم سے اُمّت میں تفرقہ پیدا ہو گیا اور اکثر شہر خلیفہ کی اطاعت
سے باہر ہو گئے۔ اس موقع پر عُلماء و فقہاء ایک گونہ مبتلائے حیرت

رُوئے داو ہنوز انتظار داشتند کہ امروز و فردا خلافت منتظم گردد چون ایام خلافتِ خاصّہ بالکلّیہ منقرض شد و خلافتِ عامہ ظہور نمود و صورتِ اجتماع بہم آمد و علماء در ہر بلدے مشغول بافادہ شدند ابن عباس رضؓ در مکّہ فتوٰی میدہد و حدیث روایت میکند و تفسیر قرآن می نماید و عائشہ صدّیقہ رضؓ و عبداللہ ابن عمر رضؓ در مدینہ حدیث را روایت می نمایند و یارانِ خاص و اولاد و اقارب ایشان از ایشان اخذِ فقہ می کُنند و ابوہریرہ رضؓ اوقاتِ خود را بر اکثارِ روایتِ حدیث مصروف می سازد و فقہائے مدینہ ازوے یاد میگرند و ابوسعید خدری و جابر رضؓ و غیر ایشان نیز علےٰ قدر الحال روایت می کُنند و انس رضؓ و عمران بن حصین در بصرہ و براء ابن عازب بحدیث و اصحاب عبداللہ بن مسعود رضؓ بفقہ در کوفہ مشغول می شوند و عبداللہ بن عمرو ابن العاص و ابودرداء و ابوامامہ باہلی و غیرہم در شام روایت می نمایند بالجملہ در ہر ناحیہ صحابی یا تابعی بمقامِ افادہ در آمد و جماعۃ بحکم اصحابی کالنجّوم بایّہم اقتدیتم اہتدیتم ازوے اخذ نمودند زیراکہ تقدیمِ خلیفہ منصوب در فقہ بر سائر فقہاءِ امت و در مقاماتِ صوفیہ بر سائر صالحینِ اُمّت مُسلّم نبود و اشتغالِ خلیفہ بافادات نہ چون اشتغالِ خُلفاء پیشین بود بالجملہ درین ایّام اختلاف در فتاوٰی پیدا شد یکے را بر دیگرے اطلاع نہ و اگر اطلاع شُدہ مذاکرہ

ہو گئے مگر پھر بھی وہ انتظار کرتے رہے کہ آج کل میں خلافت منتظم ہو جاتے۔ جب "خلافتِ خاصّہ" کے ایام بالکلیۃ ختم ہوگئے تو "خلافتِ عامّہ" نے ظہور کیا اور اجتماع کی صورت بنی اور علماء ہر شہر میں فائدہ رسانی میں مشغول ہوگئے۔ ابن عباس رضؓ مکّہ میں فتوٰے بھی دیتے تھے اور حدیث کی روایت اور تفسیر قرآن بھی کرتے تھے اور عائشہ صدیقہ رضؓ و عبداللہ بن عمر رضؓ مدینہ میں حدیث کی روایت کرتے تھے اور اُن کے یارانِ خاص اور اولاد و اقارب اُن سے فقہ اخذ کرتے تھے۔ اور ابوہریرہ رضؓ بکثرت روایت حدیث پر اپنے اوقات کو مصروف رکھتے اور فقہاء مدینہ اُن سے یاد کرتے رہتے تھے۔ ابوسعید خدری رضؓ اور جابر رضؓ اور دیگر حضرات بھی اپنے حال کے بقدر روایت کرتے تھے۔ اور انس رضؓ و عمران بن حصین رضؓ بصرہ میں اور براء بن عازب رضؓ حدیث میں اور عبداللہ رضؓ ابن مسعود کے اصحاب کوفہ میں فقہ کے ساتھ مشغول ہوگئے اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ اور ابودرداء رضؓ اور ابوامامہ باہلی رضؓ وغیرہم شام میں روایت کرتے رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر علاقہ میں کوئی صحابی رضؓ یا تابعی رحؒ مقامِ افادہ پر آتے اور ایک جماعت نے بحکم "اصحابی کالنجّوم بایّہم اقتدیتم اہتدیتم" (میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کسی کی تم اقتداء کرلوگے ہدایت یافتہ بن جاؤگے) اُن سے اخذ کیا۔ کیونکہ خلیفہ منصوب کا (جس کو منصبِ خلافت پر متمکّن کردیا گیا ہو) فقہ میں تمام اُمّت سے پیش قدم ہونا اور مقاماتِ صوفیہ میں تمام صالحینِ اُمّت پر اس کا مُقدّم ہونا مسلّم نہیں رہا اور خلیفہ کا افادات میں مشغول ہونا مثل پہلے خُلفاء کے مشغول رہنے کے نہیں واقع ہوا۔ الغرض ان ایّام میں فتاوٰے میں اختلاف پیدا ہوا، ایک کو دوسرے کی رائے کی اطلاع نہیں ہوتی اور اگر اطلاع ہوتی تو باہمی گفتگو کی

واقع نہ واگر مذاکرہ بمیان آمد ازاحۃ شبہ وخروج
از مضیقِ اختلاف بفضائے اتفاق میسّر نہ بسیارے
از احادیث خبر واحد روایت فرد عن فرد بہم رسید
واگر تتبع کنی روایتِ علماء صحابہ رضؓ کہ پیش از انقراض
خلافتِ خاصّہ از عالم گزشتہ اند بغایت کم یابی
وجمعے کہ بعد ایامِ خلافت ماندہ اند ہرچہ روایت
کردہ اند بعد ایامِ خلافتِ خاصّہ روایت کردہ
اند حدیث بسیارے ازین جماعہ مُرسل است
واسطہ صحابی دیگر ہست مگر از جہتِ اختصار
راہِ ارسال سپردہ اند لیکن مرسلِ صحابی حکم
متصل دارد اخرج مسلم عن معاویۃ بن ابی
سفیان رضؓ قال علیکم من الاحادیث بما کان فی زمان
عمر رضؓ بن الخطّاب فانہ کان یُخیفُ الناسَ فی
اللّٰہِ عزّ وجلّ او کما قال وروے عن ابن مسعودؓ
انہ قال مَن کان مُستنًّا فلیستنّ بمَن قد
ماتَ فان الحیَّ لا یُؤمَن علیہ الفِتنۃُ
اولٰئک اصحابُ محمّد صلے اللّٰہ علیہ وسلّم
کانوا افضلَ ہٰذہ الاُمّۃِ اَبرّہا قلوبًا و
اَعمقَہا عِلمًا و اقلّہا تکلّفًا اختارہم اللّٰہ
لصُحبۃِ نبیّہٖ و لاقامۃِ دینہٖ فاعرِفوا
لہم فضلَہم و اتبعوہم علٰی اٰثرہم وتمسّکوا
بما استطعتُم مِن اَخلاقِہم وسِیَرِہم
فانہم کانوا علے الہُدی المستقیم و
معلوم است کہ ابنِ مسعودؓ در آخرِ خلافتِ ذی
النّورین رضؓ از عالم رفتہ و قالَ الشافعیؒ

نوبت نہ آئی۔ اور اگر مذاکرہ کی نوبت آئی بھی تو شبہ کا دفعیہ اور
تنگنائے اختلاف سے فضائے اتفاق میں نکلنا میسّر نہ ہوا (ہر ایک
اپنی اپنی رائے پر قائم رہا)۔ خبرِ واحد کی قسم کی بہت سی احادیث
جن میں ایک فرد کی روایت ایک فرد سے ہے جمع ہو گئیں، اور اگر
تم جستجو کروگے تو ایسے علماء صحابہ رضؓ کی روایتیں جو کہ خلافتِ خاصہ
کے منقطع ہونے سے پہلے دنیا سے رخصت ہوگئے بہت کم پاؤ گے
اور اُن لوگوں نے جو کہ بعد ایامِ خلافت باقی رہے جو کچھ روایت
کیا ہے ایامِ خلافتِ خاصہ کے بعد روایت کیا ہے۔ اس جماعت
کی بہت سی حدیثیں مُرسَل ہیں، دوسرے صحابی کا واسطہ بھی
ہے مگر بنابر اختصار ارسال کی راہ اختیار کرلی لیکن صحابی کی
مُرسَل حدیث متّصل کا حکم رکھتی ہے۔ مسلم نے روایت کیا معاویہ بن
ابی سفیان سے کہ اُنھوں نے کہا کہ تمھیں اُن احادیث کو لینا چاہیے
جو عمر رضؓ بن الخطّاب کی زمانہ کی ہیں کہ وہ لوگوں کو اللہ کا خوف
دلاتے رہتے تھے یا اور کسی طرح کہا۔ اور مروی ہے ابن مسعود رضؓ
سے کہ اُنھوں نے کہا کہ "جو شخص سُنّت کو اخذ کرنا چاہے تو چاہیئے کہ
سنت کو اخذ کرے اُس سے جو مر چکا ہے کیونکہ زندہ فتنہ میں مبتلا
ہونے سے محفوظ نہیں، وہ اصحابِ محمّد صلے اللہ علیہ وسلّم تھے جو
اس امّت کے سب سے افضل حضرات تھے۔ نیکی میں اُن کے قلوب
بہت بڑھے ہوئے تھے ان کا علم سب سے گہرا تھا ان میں تکلّف
سب سے کم تھا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی صحبت اور اپنے دین
کی اقامت کے لئے چُن لیا تھا تو اُن کی فضیلت کو پہچانو اور ان
کے پیچھے پیچھے چلتے رہو اور جہاں تک ہو سکے اُن کے اخلاق
اور اُن کی سیرتوں کو دلیل بناتے رہو کیونکہ یہ وہ لوگ تھے
جو سیدھی راہ پر تھے۔" اور یہ معلوم ہے کہ ابن مسعود رضؓ ذی النّورین رضؓ
کی آخرِ خلافت میں دُنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ اور امام شافعیؒ

اذا صرنا فی التقلید فقول الائمۃ ابی بکر و عمر و عثمان قال فی القدیم و علی احب الینا من قول غیرہم ہر چند جمیع صحابہ عدول اند و روایت ایشان مقبول و عمل بموجب آنچہ بروایت صدوق از ایشان ثابت شود لازم اما ورمیان آنچہ از حدیث و فقہ در زمن فاروق اعظم رضؓ بود و آنچہ بعد وی حادث شدہ فرق مابین السموات والارض است **بیت** آسمان نسبت بعرش آمد فرود ؛ ورنہ بس عالیست پیش خاک تود نکتۂ ثانیہ باستقراء تام معلوم شد کہ فاروق اعظم رضؓ نظر دقیق در تفریق میان احادیث کہ بہ تبلیغ شرائع و تکمیل افراد بشر تعلق دارد از غیر آن مصروف می ساخت لہٰذا احادیث شمائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و احادیث سنن زوائد در لباس و عادات کمتر روایت میکرد بدو وجہ یکی آنکہ اینہا از علوم تکلیفیہ تشریعیہ نیست یحتمل کہ چون اہتمام تام بروایت آن بکار برند بعض اشیاء از سنن زوائد بسنن ہدی مشتبہ گردد و یحتمل کہ شغل قوم باین احادیث از شغل بشرائع مانع آید دیگر آنکہ جمعے کہ بشرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسیدہ بودند در زمان فاروق اعظم رضؓ بسیار بودند احتیاج بتعلیم این اشیاء واقع نشد و اخرج الدارمی عن الشعبی عن قرظۃ قال بعث عمر بن الخطاب رہطاً من الانصار الی الکوفۃ فبعثنی معہم

نے کہا کہ جب ہم تقلید کو اختیار کرینگے تو ائمہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ (اور پہلے دور میں علیؓ کا نام بھی کہتے تھے) کے اقوال ہم کو زیادہ محبوب ہیں دوسروں کے قول سے۔ ہر چند کہ تمام صحابہؓ عدول ہیں اور اُن کی روایتیں مقبول اور جو کچھ بروایت صدوق اُن سے ثابت ہوا اس پر عمل بھی لازم ہے مگر حدیث و فقہ کے بارے میں جو کچھ فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں ہو چکا ہے اُس میں اور جو کچھ اُن کے بعد حادث ہوا اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بیت آسمان نسبت بعرش الخ (ترجمہ) آسمان بہ نسبت عرش کے نیچا ہے۔ ورنہ اس تودۂ خاک (یعنی زمین) سے تو بہت بلند ہے۔ نکتۂ ثانیہ۔ پورے غور و خوض سے معلوم ہوا کہ فاروق اعظمؓ اُن احادیث کو جو تبلیغ احکام شرع اور افراد بشر کی تکمیل سے تعلق رکھتی ہیں دوسری قسم کی احادیث سے جدا کرنے میں نظر دقیق سے کام لیتے تھے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شمائل کی احادیث اور سنن زوائد کی احادیث جو لباس و عادات سے متعلق ہیں کمتر روایت کرتے تھے دو وجہ سے ایک یہ کہ یہ علوم تکلیفیہ شرعیہ میں سے نہیں ہیں، احتمال ہوتا ہے کہ جب ایسی روایتوں میں پورا اہتمام عمل میں لایا گیا تو بعض اشیاء جو سنن زوائد میں سے ہیں سنن ہدیٰ سے مشتبہ ہو جائیں گی۔ اور یہ احتمال بھی ہوتا ہے کہ ان احادیث میں قوم کی مشغولیت شرائع کی مشغولیت سے مانع ہو جاتے گی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے مشرف ہوئے تھے وہ فاروق اعظم رضؓ کے زمانہ میں بہت تھے ان اشیاء کی تعلیم کی حاجت ہی واقع نہیں ہوئی۔ دارمی نے روایت کیا شعبی سے انھوں نے قرظہ سے، کہا کہ عمر رضؓ بن الخطاب نے انصار کا ایک قافلہ کوفہ کی طرف روانہ کیا اور مجھے بھی اُن کے ساتھ بھیجا تھا تو عمر رضؓ نے

فجعل یمشی معنا حتی اتی ضرار و ضرار ماءٌ فی طریق مکة فجعل ینفض الغبار عن رجلیه ثم قال انکم تأتون الکوفة فتأتون قوماً لهم ازیزٌ بالقرآن فیأتونکم فیقولون قدم اصحاب محمد فیأتونکم فیسألونکم عن الحدیث فاقلّوا الروایة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا شریککم قال ابو محمد هو الدارمی معناه عندی الحدیث عن ایام رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس السنن و الفرائض قلت والاوجه عندی ان معناه الحدیث عن الشمائل والعادات مما لم یتعلق به حکم شرعیٌ او معناه الحدیث علی سبیل الظن فیما لم یتثبت فیه ولم یجتهد فی حفظه عند التحمل او الاداء و همچنین از فاروق اعظم رض اهتمام بصیغ ادعیه موقته باوقات خاصه یا مسببه باسباب معینه کمتر بظهور انجامید گویا میدانست که مدار فضائل نجح این ادعیه است یعنی التجا بجناب قدس و توجه باو و منشاء آن توکل است و شکر وسپاس بر مقامات آخرج ابوداود عن سهل بن معاذ بن انس عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال

ہمارے ساتھ چلنا شروع کیا یہاں تک کہ ضرار آگئے اور ضرار ایک پانی ہے مکہ کے راستہ میں تو آپ نے اپنے دونوں پاؤں سے غبار جھاڑنا شروع کیا۔ پھر کہا کہ تم لوگ کوفہ پہنچو گے اور ایسے لوگوں سے ملو گے جو (خشیتِ الٰہی سے) قرآن کو بھرّاتی ہوئی آواز سے پڑھنے والے ہوں گے۔ وہ تمہارے پاس آئیں گے اور آپس میں کہیں گے کہ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں تو وہ تمہارے پاس آکر تم سے حدیث کے بارے میں سوال کریں گے تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایتیں نقل کرنے میں کمی کرنا اور میں تمہارا شریک ہوں۔ ابو محمد یعنی دارمی نے کہا کہ میرے نزدیک اس کے (یعنی حدیث کے بارے میں سوال کرنے کے) یہ معنی ہیں کہ ایسی حدیث مراد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں کے احوال سے تعلق رکھتی ہو نہ کہ سُنن اور فرائض سے تعلق رکھنے والی۔ میں کہتا ہوں کہ بہتر توجیہ میرے نزدیک یہ ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ ایسی حدیث جو شمائل (خصائل طبعی) اور عادات کے بارے میں ہو، جس سے کوئی شرعی حکم متعلق نہ ہو یا اس کے معنے ایسی حدیث کے ہیں جس میں پختگی حاصل نہ ہو اور پوری کوشش نہ کی گئی ہو اس کے حفظ میں اس کے حاصل ہونے کے وقت اور انداز بیان کے سمجھنے میں۔ اور اسی طرح فاروق اعظم رض سے ایسی دعاؤں کے مخصوص الفاظ کے اہتمام میں جو اوقاتِ خاصہ کے ساتھ مخصوص ہیں یا اسبابِ معیّنہ میں سے کسی سبب کے ساتھ مُسبّب ہیں کمتر کوشش ظہور میں آتی ہے۔ گویا وہ یہ جانتے تھے کہ فضائل کا مدار ان دعاؤں کے مغز پر ہے، یعنی بارگاہِ اقدس میں التجا اور اس کی طرف توجہ اور اس کا منشاء توکل ہے اور شکر اور اللہ کی حمد کرنا مناسب مواقع پر۔ ابو داؤد نے روایت کیا سہل بن معاذ ابن انس رض سے، وہ اپنے باپ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَن أكلَ طعاماً ثم قالَ الحمدُ للہ الذي أطعمني هٰذا الطعامَ ورزقنيه من غير حولٍ مني ولا قوة غفرله ماتقدّم من ذنبه ومن لبسَ ثوباً فقالَ الحمدُ للہ الذي كساني هٰذا ورزقنيه من غير حولٍ منّي ولاقوّة غُفرله ماتقدَّم من ذنبه وماتأخّر پس گویا فاروقِ اعظم رض درمثلِ این حدیث مدارِ افضلیّت نظر دوختن بمُسبّب اسباب دانسته و انداختنِ اسباب ازنظرِ اعتبار انگاشته نه خصوصِ این کلماتِ مبارکات و گویا تشریعِ خصوصیۃِ این کلمات بنسبتِ آبرار است وتشریعِ مخّ و اصول ومنشاءِ آن برائے سابقین۔

کہ جس نے کھانا کھایا پھر کہا الحمد للہ الذی الخ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے کھانا کھلایا اور مجھے عطا کیا بغیر اس کے کہ مجھ میں (اس کے پیدا کرنے کی) کچھ طاقت اور قوّت ہو" تو جتنے گناہ اس سے سرزد ہوتے وہ سب معاف کر دیئے جائیں گے۔ اور جس نے کپڑا پہنا پھر کہا الحمد للہ الذی الخ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ پہنایا اور یہ مجھے عطا کیا بغیر اس کے کہ مجھ میں (اسکے پیدا کرنے کی) کچھ طاقت اور قوّت ہو" تو جتنے گناہ اس کے اگلے یا پچھلے ہوں گے وہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ تو گویا فاروقِ اعظم رض نے اس جیسی حدیث میں افضلیّت کا مدار مُسبّبِ اسباب پر نظر کا جمانا سمجھا اور اسباب کا نظرِ اعتبار سے ساقط کرنا خیال کیا، نہ کہ ان کلماتِ مبارکات کی خصوصیت۔ اور گویا ان کلمات کی خصوصیّت کی تشریع ..... ابرار (یعنی عام صالحین) کے لئے ہے اور ان کلمات کے مغز اور اصُول اور منشاء کی تشریع سابقین (مقرّبین) کے لئے ہے۔

الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ آج بیوم چہار شنبہ مورخہ ۷ رمضان ۱۳۸۳ھ کو جلد ثالثؒ ازالۃ الخفاء کے ترجمہ سے بمقام دیوبند فراغت ہوئی اور اسکے بعد جلد رابع شروع کر دی گئی۔ ربّنا تقبّل منّا انک انت السّمیع العلیم وصلّی اللہ علیٰ خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمّدؐ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔ **اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ**

قدیمی کتب خانہ۔ مقابل آرام باغ۔ کراچی ۱